صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے راہِ خدا عزوجل میں نکل کر
قربانیاں دینے کے حیرت انگیز واقعات

فتوح الشام

مصنف
ابو عبداللہ محمد بن عمر واقدی رحمۃ اللہ علیہ

جدید ایڈیشن مع تخریج حدیث

مترجم
حضرت علامہ مولانا غلام نصیر الدین گولڑوی

مکتبہ اعلیٰ حضرت

خالد رضا سنی حنفی رضوی

رضا کی تلوار لائبریری

9119466913

خالد رضا سنی حنفی رضوی

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ

آپ ہر عیب سے مُبّرّا اور پاک پیدا کیے گئے ہیں

You were created free from any flaw

كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

گویا کہ جیسے آپ چاہتے تھے ویسا ہی آپ کو پیدا کیا گیا ہے

Rather you were shaped exactly as you wanted

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے راہِ خدا عزوجل میں نکل کر
قربانیاں دینے کے حیرت انگیز واقعات

فتوح الشام

جدید ایڈیشن
مع
تخریج حدیث

جلد اوّل

مصنف
ابو عبداللہ محمد بن عمر واقدی رحمۃ اللہ علیہ
متوفی ۲۰۷ ہجری

مترجم
حضرت علامہ مولانا غلام نصیر الدین گولڑوی

مکتبہ اعلیٰ حضرت

موضوع	تاریخ
نام کتاب	فتوح الشام
نام مصنف	ابو عبداللہ محمد بن عمر بن واقد الواقدی رحمۃ اللہ علیہ
نام مترجم	حضرت علامہ مولانا غلام نصیر الدین گولڑوی مدظلہ العالی
سن اشاعت	ستمبر 2008ء بمطابق رمضان المبارک 1429ھ
تعداد صفحات جلد اول	448
تعداد صفحات جلد دوم	432
ہدیہ مکمل سیٹ (عام ایڈیشن)	
ہدیہ مکمل سیٹ (خاص ایڈیشن)	
ناشر	مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
باہتمام	شعبہ: دارالتراجم

تقسیم کار

Darbar Market Lahore

042-7247301-0300-8842540

E-mail:darultarajim@gmail.com

فہرست مضامین

(جلد اوّل)

◆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فتحِ شام کا ارادہ ◆

◆ روم کے بادشاہ ہرقل کو اطلاع پہنچنا ◆

◆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک اور لشکر تیار کرنا ◆

◆ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا فلسطین پہنچنا ◆

◆ اہلِ ارکہ، اہلِ سخنہ اور اہلِ تدمر سے صلح نامے ◆

◆ اہلِ بصرہ کے ساتھ معرکہ ◆

◆ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی جانب دمشق روانگی ◆

◆ وردان کی جانبِ دمشق روانگی ◆

◆ جنگِ اجنادین ◆

◆ فتح دمشق ◆

◆ واقعہ مرج الدیباج اور اس کی وجہ تسمیہ کا بیان ◆

◆ قلعہ ابوالقدس ◆

◆ فتح قنسرین ◆

◆ مسلمانوں کی جانبِ حلب روانگی ◆

◆ فتح بعلبک ◆

◆ عین البحر اور جوسیہ کے حاکموں کے ساتھ صلح کا بیان ◆

◆ جانبِ حمص روانگی ◆

کچھ ابو حنظلہ کے قلم سے

شکرِ خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے......

بسا اوقات انسان کچھ کرنا چاہتا ہے اور اس کے لیے بڑی کوششیں کرنے کے باوجود وہ اپنی مراد حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے، عموماً ایسے حالات میں انسان مایوس نظر آتا ہے، کیونکہ ایسے وقت میں وہ یہ سوچتا ہے کہ کام ہو نہیں رہا جبکہ سوچنے کی بات تو یہ ہے کیوں نہیں ہو رہا؟ اسی قسم کا معاملہ میرے ساتھ "فتوح الشام" کی اشاعت کے سلسلے میں پیش آیا، تقریباً 5 سال قبل جب میں نے اس کا ترجمہ کروانے کا ارادہ کیا تو استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا غلام نصیر الدین گولڑوی مدظلہ العالی کی خدمت میں حاضر ہوا اور مدعا عرض کیا۔

حضرت نے کمال شفقت فرماتے ہوئے حامی بھری اور عربی نسخہ اپنے پاس محفوظ فرما لیا۔ پھر تقریباً 4 سال گزرنے کے باوجود ترجمہ پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ اس دوران میں جب بھی حضرت مولانا سے ملتا اور ترجمے کے بارے میں پوچھتا تو جواب ملتا کہ "ترجمہ ہو رہا ہے" کئی دفعہ وہی سوال وہی جواب کی تکرار کا معاملہ رہا بالآخر میں نے سوال بدلا اور یوں پوچھا کہ کتنا ترجمہ ہو گیا؟

اگرچہ سوال بدل گیا لیکن پہلے والا جواب نہ بدلا۔ اُس وقت یقیناً میری حالت بھی ویسی ہی تھی جس کا میں نے ابھی ذکر کیا اور حقیقت یہ ہے کہ مجھے اس وقت پریشان ہونے کی بجائے یہ سوچنا چاہیے تھا کہ:

ہے اگر تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی ہے

جبکہ آج یہ سطور لکھتے ہوئے بڑا مطمئن ہوں کیونکہ تاخیر کا سبب سمجھ آ گیا تفصیل میں جانا نہیں چاہتا مختصراً صرف اتنا کہے دیتا ہوں کہ ؎

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

اِن گذارشات کے بعد کچھ کتاب کے بارے میں تحریر کرتا ہوں:

❶ اس سلسلے میں سب سے پہلے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آخر کیا وجہ تھی کہ اس کتاب کا ترجمہ کروانے کی ضرورت محسوس ہوئی؟ تو گذارش ہے کہ ہمارے اسلاف کا تو معمول یہ تھا کہ راہِ خدا ﷻ میں نکل کر اپنی جان تک قربان کر دینے کا

جذبہ ان کے سینوں میں ہر وقت موجزن رہتا تھا جبکہ فی زمانہ جان تو جان ہے مسلمان اپنا کچھ وقت اور مال بھی راہ خدا میں دینے کے لیے تیار نظر نہیں آتا لہٰذا ہم نے ضرورت محسوس کی کہ آج کے مسلمانوں کو اسلاف کے وہ کارنامے یاد کروائے جائیں تا کہ دلوں کا زنگ ختم ہو اور مسلمان بیدار ہوں۔ اس سلسلہ میں ہماری یہ کاوش اگر کام کر گئی تو ان شاء اللہ ﷻ عظیم ثواب جاریہ کا سلسلہ جاری ہو جائے۔ ❷ کتاب کا ترجمہ کرتے وقت ہمارے پیش نظر دو عربی نسخے تھے ایک نولکشور کا مطبوعہ اور دوسرا دار الکتب العلمیہ بیروت کا نسخہ، ہم نے زیادہ انحصار بیروت کے نسخہ پہ کیا ہے۔ ❸ کتاب میں کچھ مقامات پر عربی عبارات، دی ہیں اور بعض جگہ عربی مکتوبات نقل کرنے کے بعد ان کا ترجمہ لکھا ہے اور بعض جگہ صرف ترجمہ لکھ دیا ہے۔ ❹ عربی اشعار کا صرف ترجمہ لکھا ہے۔ ❺ کتاب کو دیدہ زیب بنانے کی کوشش کی گئی ہے اُمید ہے قارئین پسند فرمائیں گے۔

آخر میں شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں حضرت مولانا غلام نصیر الدین چشتی مدظلہ العالی کا کہ جنھوں نے ترجمہ کا اکثر حصہ مکمل فرمایا۔ نیز مولانا سید محمود انور قادری مدظلہ العالی کا کہ جنھوں نے کتاب کے بقیہ حصے کا ترجمہ فرمایا جبکہ نظر ثانی اور پروف پڑھنے کا بھی فریضہ سرانجام دیا۔ اِن کے علاوہ اپنے پیارے دوست محمد ثاقب عطاری اور مولانا محمد اصغر صاحب کا کہ جنھوں نے نہ صرف پروف پڑھا بلکہ مفید مشوروں سے بھی نوازا اور جناب افضال احمد نوشاہی عطاری کا بھی ممنون ہوں کہ جنھوں نے راتوں کو دیر تک کام کر کے اس کتاب کو اس قدر دلکش انداز میں پیش کرنے کی ذمہ داری نبھائی۔ کتاب کے حوالے سے یہ کچھ گذارشات تھیں جن کو میں نے مختصراً عرض کیا۔ یہ کتاب ''مکتبہ اعلیٰ حضرت'' کا شعبہ ''دار التراجم'' شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے۔ اس شعبہ کے قیام کے مقاصد پھر کبھی عرض کروں گا۔ فی الحال آپ اس کی جانب سے شائع ہونے والی کتب کا مطالعہ فرمایئے۔

آخر میں اپنے قارئین سے گذارش کروں گا کہ کتاب پڑھنے کے بعد اگر ممکن ہو سکے تو کتاب کے بارے میں اپنے تاثرات ادارہ کو ضرور ارسال کریں۔ ان شاء اللہ ﷻ ادارہ کی کوشش ہوگی کہ کتاب کے آخر ہر ایڈیشن میں ایک صفحہ قارئین کے تاثرات کا بھی رکھا جائے، جبکہ پہلے ایڈیشن میں وہ صفحہ خالی چھوڑا گیا ہے۔ اللہ ﷻ کی بارگاہ میں دعاء گو ہوں کہ ہماری اِس کاوش کو اپنی عظیم بارگاہ میں درجۂ قبولیت عطا فرمائے اور اس کتاب کے فیوض و برکات کو مفید عام فرمائے اور جن احباب نے بھی اس کی اشاعت میں کسی طرح بھی تعاون کیا ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ امین بجاہ النبی الامین ﷺ

خادم الکتاب

ابو حنظلہ محمد اجمل

ستمبر 2008ء بمطابق رمضان المبارک 1429ھ

تذکرۂ مصنف

سن ولادت: 130 ہجری

اسم مبارک: محمد بن عبداللہ بن عمر / کنیت: ابوعبداللہ

وجۂ نسبت: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دادا کا نام واقد تھا ان کی نسبت سے واقدی کہا جاتا ہے۔

مختصر تذکرہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ اور آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔ چالیس سال سے زیادہ طلب علم میں کوشاں رہے۔ ابتداءً مدینۃ المنورہ میں رہے۔ 180ھ میں بغداد تشریف لے گئے اور پھر تادم آخر وہیں سکونت اختیار کیے رہے۔

علمی ذوق

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ویسے تو کافی علوم وفنون میں دسترس حاصل تھی، جیسا کہ ان کی تصانیف کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے، لیکن آپ کا ''تاریخ'' میں خاص شغف تھا یہی وجہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مورخ اسلام کی حیثیت سے زیادہ متعارف ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ذوق کا عالم یہ تھا کہ اگر آپ کو کسی جنگی واقعہ کا علم ہو جاتا تو آپ بنفس نفیس خود وہاں تشریف لے جاتے اور مشاہدہ فرمانے کے بعد قابل اعتماد لوگوں سے روایات لیتے۔

نیز روایات کو قبول فرمانے میں آپ انتہائی ثقہ لوگوں کا انتخاب کرتے، جیسا کہ خود ''فتوح الشام'' کے اندر آپ نے فرمایا کہ:

"واللہ الذی لا الہ الا ھو عالم الغیب والشھادۃ ما اعتمدت فی اخبار ھذہ الفتوح الابصدق وما نقلت احادیثھا الا عن ثقات وعن قاعدۃ الحق لأثبت فضائل اصحاب رسول اللہ ﷺ وجھادھم حتی ارغم بذالك اھل الرفض الخارجین عن السنۃ والفرض."

"میں نے اس "فتوح الشام" کو لکھنے میں صرف سچی خبروں پر ہی اعتماد کیا ہے، اور اس میں ثقہ راویوں اور اہلِ حق کے قواعد کے مطابق ہی روایات نقل کی ہیں اور یہ تمام کوششیں اسی لیے ہیں کہ اصحابِ رسول ﷺ کے فضائل اور جہاد کے بارے میں سچ بیان کروں، یہاں تک کہ سنت وفرائض سے روگردانی کرنے والے خوارج کا منہ کالا کرسکوں۔"[1]

شیوخ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ میں معمر بن راشد ازدی، نجیع بن عبدالرحمٰن مندی، ابو معشر مدنی بن ابی ذہب، امام مالک بن انس اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہم شامل ہیں۔

تلامذہ

آپ کے تلامذہ میں سے ابوبکر بن ابی شیبہ، محمد بن یحیی ازدی، محمد بن الفرج الازرق اور کتاب الکبیر جو کہ طبقات ابن سعد کے نام سے مشہور ہے کہ مصنف محمد بن سعد المعروف ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم شخصیات ہیں۔

روایتِ حدیث

آپ رحمۃ اللہ علیہ تاریخ میں تو مسلّمہ مقام رکھتے ہیں جبکہ نقل حدیث کے معاملے میں محدثین نے آپ کے متعلق کچھ کلام فرمایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث کے اخذ وقبول میں محدثین کی اپنی شرائط ہوتی ہیں جبکہ محدثین کے نزدیک آپ ان شرائط کا خیال نہیں رکھ پاتے تھے۔ جو ان کے لیے قابل قبول ہوں، لیکن اس کے باوجود ہم آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مقام و مرتبے کا انکار نہیں کرسکتے کیونکہ اگر کسی شخص کو کسی ایک فن میں کمال حاصل نہ ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ کسی میں بھی کمال نہیں رکھتا اور اسی طرح اگر کوئی کسی ایک علم وفن میں کمال رکھتا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسے ہر علم وفن میں کمال حاصل ہے۔ لہٰذا اگرچہ امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ محدثین کی نظر میں علم حدیث میں قابلِ اعتماد درجہ ومقام حاصل نہ کرپائے لیکن فنِ تاریخ میں آپ کی مسلمہ حیثیت کا کوئی منکر نہیں ہے۔

تصانیف

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں سے چند کے نام یہ ہیں: "فتوح الشام" کتاب التاریخ والمغازی

---

[1] فتوح الشام للواقدی، جلد 1، صفحہ 179.

والمبعث، کتاب اخبار مکه، کتاب الطبقات، کتاب فتوح العراق، کتاب الجمل، کتاب مقتل الحسین، کتاب السیرة، کتاب الزواج النبی ﷺ، کتاب المناکح، کتاب السقیفة وبیعة ابی بکر، کتاب ذکر القرآن، کتاب سیرة ابی بکر ووفاته، کتاب مولد الحسن والحسین، کتاب تاریخ الفقهاء، کتاب غلط الحدیث، کتاب الدنا نیر و الدراهم، کتاب الأداب، کتاب التاریخ الکبیر، کتاب السنة والجماعة، وزم الهوی وترک الخروج فی الفتن، کتاب صفین، کتاب حرب الاوس والخزرج، کتاب وفاة النبی ﷺ وغیرہ وغیرہ۔

دنیاوی عہدہ

خلیفہ مامون الرشید نے آپ کو مغربی بغداد میں ''عسکر مہدی'' کا قاضی مقرر کیا تھا اور آپ وقتِ وصال تک اِسی عہدے پر فائض رہے۔

وصالِ پُر ملال

آپ رحمۃ اللہ علیہ 11 ذوالحجہ شبِ منگل 207ھ کو اس دنیائے فانی کو خیرآباد فرما گئے۔

نماز جنازہ

حضرت محمد بن سماعہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

مزار مبارک

آپ کو خیزران کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا ہے کہ آپ کی قبر انور پر اپنی لطف عنایات کی بارش فرمائے اور آپ کے فیوض و برکات کو عام فرمائے۔

امین بجاہ النبی الامین ﷺ

ازقلم

محمود انور قادری

تعارف مترجم

اسم گرامی: غلام نصیر الدین چشتی

والد گرامی: محمد علی جالندھری

تاریخ ولادت: یکم محرم الحرام 1377ھ بمطابق 11 اگست 1958ء بروز پیر بوقت صبح

مقام ولادت: آبائی وطن ہارون آباد، ضلع بہاولنگر

تعلیم وتربیت

ابتداءً مڈل تک تعلیم حاصل کی اور پھر اس کے بعد درسِ نظامی کے لیے جامعہ غوثیہ مہریہ گولڑہ، دارالعلوم قمرالاسلام سلمانیہ کراچی، دارالعلوم نعیمیہ کراچی، جامعہ نظامیہ لاہور اور جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور سے اکتساب فیض کیا۔

اساتذہ

آپ کے اساتذہ میں بڑی بڑی عالی مرتبت شخصیات کے نام شامل ہیں۔ ان میں چند کے نام ذکر کرتا ہوں: علامہ فیض احمد رحمۃ اللہ علیہ (مؤلف مہر منیر)، مفتی سید شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ، مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ مفتی عبدالعلیم سیالوی مدظلہ العالی اور حضرت مولانا غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

بیعت

آپ نے حضرت سید عبدالحق شاہ صاحب المعروف ''لالہ جی'' رحمۃ اللہ علیہ زیب سجادہ گولڑہ شریف سے شرف بیعت حاصل کیا۔

درس وتدریس

1986ء میں درسِ نظامی سے فارغ التحصیل ہونے کے سات سال بعد جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں اور پھر جامعہ

عثمانیہ فاروق آباد میں تین سال تک پڑھایا جبکہ 1995ء سے تادم تحریر جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور میں درسِ نظامی کی کتب پڑھا رہے ہیں اور اس وقت جامعہ میں ناظمِ تعلیمات کی خدمات بھی سرانجام دے رہے ہیں۔

تصنیف وتالیف

درس وتدریس کے علاوہ آپ اپنی مصروفیات میں سے کچھ وقت تصنیف وتالیف کے لیے بھی نکالتے ہیں اور اب تک تقریباً 14 کے قریب کتابیں آپ کے قلم سے پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی ہیں، جن میں سے اکثر عربی کتب کے تراجم ہیں۔ جن میں زیادہ مشہور التذکرة، السباعیات، کتاب البر والصلہ وغیرہ ہیں۔

عاداتِ مبارکہ

آپ انتہائی مہربان وشفیق، عاجزی وانکساری کے پیکر، کم گومگر حق گو، مہمان نواز، قناعت پسند، حرص وطمع اور دنیاوی شہرت سے بچنے والے اور چھوٹوں بڑوں سے بے لوث محبت فرمانے والی شخصیت کے حامل ہیں۔
اللہ ﷻ کی بارگاہ میں دعاء ہے کہ ان کا سایہ تادیر اہلِ سنت وجماعت پر قائم ودائم فرمائے اور ان کے علم، عمل، صحت، جان ومال میں برکات عطا فرمائے۔ ان کی تحریری خدمات کے فیوض وبرکات کو عام فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

از قلم

محمود انور قادری عفی عنہ

مقدمہ

''جب تک دنیا میں مسلم اقوام تبلیغِ دین اور اعلاءِ کلمۃ الحق کے لئے کفر اور باطل قوتوں سے جہاد کرتی رہیں، وہ دنیا میں عزت اور سربلندی کے ساتھ زندہ رہیں اور جب انھوں نے جہاد چھوڑ دیا اور عیش و طرب کی زندگی اختیار کر لی اور مسلمان مشقت، جانفشانی اور سخت کوشی کی جگہ آرام اور تن آسانی کی زندگی بسر کرنے لگے تو ذلت اور محکومی ان کا مقدر ہوگئی۔ اسپین میں مسلمانوں کا عروج و زوال، ہندوستان میں سلاطین مغلیہ کی سربلندی اور پستی اور عربوں کی اسرائیلیوں سے فتح اور شکست کا راز اسی ایک نکتہ میں مضمر ہے۔

آج پاکستان کی قوم بھی تہذیب اور کلچر کے نام پر سینما اور وی سی آر پر پاکستانی اور ہندوستانی فلموں کے دیکھنے کے وفورِ شوق میں مبتلاء ہے اور میوزک کے شور میں ڈوبی ہوئی ہے اور فلموں میں جو فحاشی اور نیم عریاں تہذیب دکھائی جاتی ہے، اس کو عملی زندگی میں آرٹ اور فیشن کے نام پر فروغ دے رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سقوطِ مشرقی پاکستان کے موقع پر نوّے (90) ہزار فوجیوں نے ہتھیار ڈال کر مسلمانوں کی عسکری تاریخ کی بدترین مثال قائم کی۔'' [1]

الجہاد

مندرجہ ذیل سطروں میں جہاد اور اس کے متعلقات پر کچھ مختلف انداز میں گفتگو کی جائے گی جس میں بظاہر ترتیب چاہے نظر نہ آئے لیکن تلاش کرنے پر موضوع پر انمول ہیرے ضرور صفحہ قرطاس پر بکھرے نظر آئیں گے۔

جہاد کیا ہے؟

جہاد ''جہد'' سے بنا ہے، جس کے معنی طاقت، وسعت اور کسی کام میں مبالغہ کرنے کے ہیں۔

جہاد دشمن سے لڑنے کو کہتے ہیں، اللہ ﷻ فرماتا ہے:

﴿وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ﴾

''اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا حق ہے جہاد کرنے کا۔'' [2]

---

[1] شرح صحیح مسلم: کتاب الجہاد، جلد: 5۔

[2] پارہ 17، حج، آیت 78، ترجمہ کنزالایمان

اس کی حقیقت اور اقسام کیا ہیں؟

علامہ راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جہاد کی حقیقت یہ ہے کہ خواہش کے خلاف اپنی طاقت اور وسعت کو خرچ کیا جائے۔ اس کی تین قسمیں ہیں:

① ظاہری دشمن سے جہاد کرنا

② شیطان سے جہاد کرنا

③ اور نفس سے جہاد کرنا

یہ تینوں قسمیں اس آیت میں داخل ہیں:

﴿ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ﴾

''اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا حق ہے۔''[1]

جہاد کا شرعی معنی کیا ہے؟

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جہاد کا شرعی معنی ہے ''اِعْلَاءُ کَلِمَةِ اللّٰهِ'' (یعنی اللہ کے دین کی سربلندی) کے لیے کفار سے جنگ میں اپنی پوری طاقت اور وسعت کو خرچ کرنا اور جہاد فی سبیل اللہ کا معنی ہے ''احکام شرعیہ پر عمل کرنے کے لیے نفس کو تھکانا اور اتباعِ شہوات اور میلانِ لذّت میں نفس کی مخالفت کرنا۔''[2]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

کفار سے جنگ کرنے میں اپنی طاقت اور وسعت کو صرف کرنا شرعاً جہاد ہے، اور اپنے نفس، شیطان اور فاسقوں سے مجاہدہ کرنے کو جہاد کہتے ہیں۔ امورِ دین کا حاصل کرنا پھر اس پر عمل کرنا اور اس کی تعلیم دینا ''مجاہدۂ نفس'' ہے، شیطان کے شبہات کو دور کرنا اور اس کی مزّین کردہ چیزوں سے بچنا ''مجاہدۂ شیطان'' ہے۔ جان، مال، زبان، اور دل سے کفار کے ساتھ جنگ کرنا ''مجاہدۂ کفار'' ہے، اور ہاتھوں سے زبان سے اور دل سے فاسقوں کی مخالفت کرنا ''مجاہدۂ فساق'' ہے۔[3]

جہاد کی فرضیت کیسے ہوئی؟

شمس الائمہ سرخسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

---

[1] پارہ 17، الحج 78، ترجمہ کنز الایمان

[2] عمدۃ القاری: مطبوعہ مصر، جلد 14، ص 78.

[3] ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ، فتح الباری ج 6، ص 3، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور 1401ھ۔ بحوالہ شرح صحیح مسلم

مشرکین کو دینِ اسلام کی دعوت دینا واجب ہے اور جو مشرکین اس دعوت کو قبول نہ کریں، ان سے قتال کرنا واجب ہے۔ کیونکہ تمام آسمانی کتابوں میں اس اُمت کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ یہ اُمت نیکی کی دعوت دیتی ہے اور برائی سے روکتی ہے، اِسی بناء پر اس امت کو "خیرُ الامم" قرار دیا گیا ہے، ارشادِ باری ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

"تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔"[1]

اور سب سے بڑی نیکی اللہ ﷻ پر ایمان لانا ہے اس لیے ہر مومن پر لازم ہے کہ وہ نیکی کی دعوت اور نیکی کا حکم دے اور سب سے بڑی برائی یعنی شرک سے روکے خصوصاً وہ لوگ جو عناداً شرک کرتے ہیں۔ اس لیے ہر مومن پر لازم ہے کہ وہ حسبِ استطاعت لوگوں کو شرک سے روکے۔

① رسول اللہ ﷺ کو ابتداً مشرکین سے اعراض کرنے اور ان سے درگزر کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے:

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ط﴾

"اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہے۔"[2]

② اس کے بعد اللہ ﷻ نے یہ حکم دیا کہ اگر مشرکین جنگ کی ابتدا کریں تو ان سے مدافعانہ جنگ کی جائے۔ اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ﴾

"اور اگر تم سے لڑیں تو انھیں قتل کرو۔"[3]

③ نیز اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ﴾

اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی جھکو۔"[4]

---

[1] پارہ 4، الِ عمران 110، ترجمہ کنزالایمان

[2] پارہ 14 النحل 125.

[3] پارہ 2، البقرہ 191۔ [4] پارہ 10، الانفال 61.

④ اس کے بعد اللہ ﷻ نے ابتداً مشرکین کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ط ﴾

"اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور ایک اللہ کی پوجا ہو۔"[1]

⑤ مزید ارشاد فرمایا:

﴿ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ﴾

"تو مشرکوں کو مارو جہاں پاؤ۔"[2]

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جب تک لوگ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا اقرار نہ کرلیں، میں ان سے جنگ کرتا رہوں، اور جب وہ اقرار کرلیں تو وہ اپنی جان اور مال کو مجھ سے محفوظ کرلیں گے، البتہ جو ان پر حق ہوگا (وہ وصول کیا جائے گا) اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔"

اس کے بعد جہاد کی فرضیت باقی رہی اور جہاد قیامت تک کیلئے فرض ہوگیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جب سے اللہ ﷻ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس وقت سے لے کر جب تک میری امت دجّال سے جنگ کرے گی، جہاد جاری رہے گا۔"

اور مزید فرمایا:

"مجھے قیامت تک کیلئے تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا اور میرا رزق نیزوں کے سائے میں ہے اور جو شخص میری مخالفت کرے گا، اس کے لیے ذلت اور محکومی ہے، اور جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا، اس کا اسی قوم میں شمار ہوگا۔"

سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ:

اللہ ﷻ نے رسول اللہ ﷺ کو چار تلواروں کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ ایک وہ تلوار جس کے ساتھ آپ ﷺ نے خود بت پرستوں کے ساتھ جہاد کیا۔ ایک وہ تلوار ہے جس کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے ساتھ جہاد کیا۔

اللہ ﷻ فرماتا ہے:

---

[1] پارہ 2، البقرہ 193۔

[2] پارہ 10، توبہ 5۔

﴿تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ﴾

''ان سے لڑو یا وہ مسلمان ہو جائیں۔''[1]

تیسری تلوار وہ ہے جس کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجوس اور اہلِ کتاب کے ساتھ جنگ کی۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾

''لڑو ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر۔''[2]

چوتھی تلوار وہ ہے جس کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خارجیوں، معاہدہ توڑنے والوں اور حق کی مخالفت کرنے والوں سے جہاد کیا۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ﴾

''تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔''[3]

بعض اسلام دشمن قوتیں یہ دعویٰ کرتی ہیں کہ اسلام کی تشہیر بزور شمشیر ہوئی ہے، اس کا جواب کیا ہے؟

اسلام دو طریقوں سے پھیلا ہے، کیونکہ لوگوں کی دو قسمیں ہیں:

① ایک وہ لوگ ہوتے ہیں جن میں حق کی دعوت کو سننے اور قبول کرنے کا مادہ اور صلاحیت موجود ہوتی ہے ایسے لوگوں نے جب اسلام کے پیغام اور دعوتِ حق کو توجہ سے سنا اور اسے قبول کر لیا تو ان کی نسبت یہ کہا جائے گا کہ اسلام دلیل و حجت اور بیان سے پھیلا ہے۔

② اور لوگوں کی دوسری قسم وہ ہے جو ہٹ دھرم اور متعصب ہوتے ہیں، تو ایسے معاند اور متکبر لوگوں کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ طاقت اور تلوار کے ذریعے ان میں اسلام پھیلا یہاں تک کہ جب غلبۂ اسلام ہوا تو پھر ان لوگوں کا دماغ درست ہو گیا اور عناد و تعصب زائل ہو گیا۔

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ:

''سوالِ قبر'' اِس اُمت کے ساتھ ہی خاص ہے، کیونکہ پہلی اُمتیں جب رسولوں کی تکذیب کرتی تھیں تو ان پر فوراً عذاب عالم گیر آ جاتا تھا اور اپنے کیفر کردار تک پہنچتے تھے، لیکن جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ان کے طفیل اِس

---

[1] پارہ 26، فتح 16، ترجمہ کنزالایمان

[2] پارہ 10، سورہ توبہ 29، ترجمہ کنزالایمان

[3] پارہ 26، سورہ الحجرات 9، ترجمہ کنزالایمان، بحوالہ امام سرخسی متوفی 483ھ: المبسوط ج 10 ص 302.

اُمت سے عذاب عالمگیر روک لیا گیا اور ان کو ''تلوار'' دی گئی، تا کہ اس کی ہیبت سے لوگ اِس دین کو قبول کر لیں اور پھر ایمان اِن کے دلوں میں راسخ ہو جائے۔

اسلام تلوار سے پھیلا یا دلیل و حجت اور بیان سے؟ نیز پیشگی حملہ کا حق کیا صرف کفار و مشرکین کو حاصل ہے اور مسلمان صرف مدافعانہ جنگ کا حق رکھتے ہیں اور ان کو پیشگی حملہ کرنے اور کفر و شرک کو مٹانے کا حق نہیں؟

اِن سوالات کا جواب جاننے کے لیے عصرِ حاضر کی دو نامور شخصیات حضرت مولانا غلام رسول سعیدی دامت برکاتهم العاليه اور حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری برکاتی عافاه الله تعالىٰ کے مقالات پڑھیں، صورتِ حال پوری طرح الم نشرح ہو جائے گی۔

اللہ ﷻ کا ارشاد ہے:

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قف قَدْتَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ج﴾

''کچھ زبردستی نہیں دین میں بے شک خوب جدا ہو گئی ہے نیک راہ گمراہی سے۔''[1]

قرآن مجید میں ایک اور جگہ بھی اللہ ﷻ نے یہ واضح فرمایا ہے کہ اللہ ﷻ کی یہ منشاء نہیں ہے کہ لوگ جبراً اسلام میں داخل ہوں، اللہ ﷻ فرماتا ہے:

﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰ مَنَ مَنْ فِى الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ط اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوا مُؤْمِنِيْنَ ○﴾

''اور اگر تمہارا رب چاہتا تو زمین میں جتنے ہیں سب کے سب ایمان لے آتے تو کیا تم لوگوں کو زبردستی کرو گے یہاں تک کہ مسلمان ہو جائیں۔''[2]

﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ قف فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ لا﴾

''اور فرما دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔''[3]

امام ابنِ جریر روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انصار کے ایک قبیلہ بنو سالم بن عوف کے حصین نامی ایک شخص کے دو بیٹے تھے اور وہ خود مسلمان تھے، انھوں نے نبیٔ اکرم ﷺ سے پوچھا کہ ان کے بیٹے اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے ☆

[1] پارہ 3، البقرۃ 256، ترجمہ کنزالایمان

[2] پارہ 11، یونس 99، ترجمہ کنزالایمان

[3] پارہ 15، الکہف 29، ترجمہ کنزالایمان

ہیں کیا ان کو جبراً مسلمان کریں؟ تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾

''دین میں جبر نہیں ہے۔''[1]

اس آیت کے متعلق علماء تفسیر کا اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ یہ آیت اس دور میں نازل ہوئی جب جہاد اور قتال کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، جب ان کی زیادتیوں پر معاف کرنے اور درگزر کرنے کا حکم تھا کہ ان کی برائی کو اچھائی سے دُور کرو اور عمدہ طریقہ سے ان سے بحث کرو اور جب جاہل سے بات کرتے تو وہ سلام کہتے اور جب جہاد اور قتال کی آیات نازل ہوئیں تو ان آیات کا حکم منسوخ ہو گیا۔

مشروعیت جہاد پر نفئ جبر کی وجہ سے اعتراض اور معاصر مفسرین کے جوابات

غیر مسلم سکالرز اور مستشرقین، اسلام کے خلاف یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے، اس سے مرعوب ہو کر ہمارے بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ''دین میں جبر نہیں ہے۔'' اور جہاد کا حکم صرف مدافعانہ جنگ کیلئے ہے، یعنی جب کوئی قوم مسلمانوں پر حملہ آور ہو تو وہ اپنے تحفظ اور دفاع کیلئے جہاد کریں۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری نے لکھا:

''اسلام جس طرح یہ گوارہ نہیں کرتا کہ کسی کو جبراً مسلمان بنایا جائے اسی طرح وہ یہ بھی برداشت نہیں کرتا کہ کوئی اس کے ماننے والوں پر تشدد کر کے انھیں اسلام سے برگشتہ کرے یا جو خوشی سے اسلام کی برادری میں شریک ہونا چاہتے ہیں، ان کو ایسا کرنے سے زبردستی روکا جائے اور اگر کہیں ایسی صورت پیدا ہو جائے تو اس وقت اسلام اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے کہ ایسی حالت میں وہ ظالم قوت کا مقابلہ کریں اور یہی اسلام کا نظریۂ جہاد ہے، اسلام کے بعض نکتہ چیں جہاد کو اکراہ فی الدین سے تعبیر کرتے ہیں اور اس پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں، وہ یہ سن لیں کہ اسلام ان کی خوشنودی کا پروانہ حاصل کرنے کے لیے اپنے ماننے والوں کو دشمنانِ دین وایمان کے جور وستم کا تختہ مشق بننے نہیں دے گا۔''[2]

مولوی امین احسن اصلاحی نے لکھا:

''اسی طرح ہمیں اس امر سے انکار نہیں ہے کہ مجرد کسی قوم کے اندر کفر کا وجود اس امر کیلئے کافی وجہ نہیں ہے کہ اسلام کے علمبردار، ان کے خلاف جہاد کیلئے اٹھ کھڑے ہوں اور تلوار کے زور سے ان کو اسلام پر مجبور کریں۔ جہاد اصلاً

---

[1] جامع البیان: جلد3، ص10، مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت، 1409ھ

[2] ضیاء القرآن: جلد1، ص179، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز

فتنہ اور فساد فی الارض کو مٹانے کیلئے مشروع ہوا ہے، اگر یہ چیز کہیں پائی گئی تو اہلِ ایمان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ استطاعت رکھتے ہوں تو وہ اس فتنہ کو مٹانے اور فساد کو مٹانے کیلئے جہاد کریں خاص طور پر اس فتنہ کو مٹانے کیلئے جو اہلِ کفر کے ہاتھوں اس لئے برپا کیا جائے کہ اہلِ ایمان کو ان کے دین سے پھیرا جائے یا اسلامی نظام کو برپا کیا جائے، صرف مشرکین بنی اسماعیل کا معاملہ اس کلیہ سے استثناء کی نوعیت رکھتا ہے۔"[1]

دیوبندیوں کے مفتی محمد شفیع نے بھی گول مول طریقہ سے لکھا:

"اسلام میں جہاد اور قتال کی تعلیم لوگوں کو قبول ایمان پر مجبور کرنے کیلئے نہیں ہے، ورنہ جزیہ لے کر اپنی ذمہ داری میں رکھنے اور ان کی جان و مال و آبرو کی حفاظت کرنے کے اسلامی احکام کیسے جاری ہوتے بلکہ دفعِ فساد کیلئے ہے، کیونکہ فساد اللہ ﷻ کو ناپسند ہے جس کے کافر درپے رہتے ہیں۔"[2]

جوابات مذکورہ پر بحث و نظر

اسلام میں جہاد صرف مدافعانہ جنگ کیلئے نہیں ہے، جیسا کہ ازہری صاحب نے لکھا ہے، اور نہ ہی صرف فتنہ اور فساد دور کرنے کیلئے ہے، جیسا کہ مؤخر الذکر نے لکھا ہے، بلکہ اسلام میں جہاد، اللہ ﷻ کے دین کی سربلندی کیلئے ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾

"اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فساد باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کا ہو جائے۔"[3]

اس آیت میں یہ واضح حکم دیا گیا ہے کہ جب تک پورا دین اللہ ﷻ کے لئے نہ ہو جائے اس وقت تک کافروں سے جنگ اور جہاد کرتے رہو۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

"حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کرتا رہوں گا جب تک کہ وہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کی شہادت نہ دیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، اگر انھوں نے ایسا کر لیا تو وہ مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو بچالیں گے ماسوا اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ ﷻ کے ذمہ ہے۔"[4]

---

[1] تدبر قرآن: جلد ۱، ص 594، مطبوعہ فاران فاؤنڈیشن، لاہور پاکستان

[2] معارف القرآن: جلد ۱، ص 616، مطبوعہ ادارۃ المعارف، کراچی

[3] پارہ 9، الانفال 39، ترجمہ کنزالایمان [4] صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب فان تابوا واقاموا الصلوۃ وآتوا الزکاۃ فخلوا سبیلھم، حدیث نمبر 24. صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث: 33.

مشرکین کے متعلق اللہ ﷻ نے یہ حکم دیا ہے کہ جب تک وہ اسلام قبول نہ کر لیں، ان سے جہاد اور قتال کیا جائے، اللہ ﷻ فرماتا ہے:

﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ۭ﴾

"تو مشرکوں کو مارو جہاں پاؤ اور انھیں پکڑو اور قید کرو اور ہر جگہ ان کی تاک میں بیٹھو پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔" [1]

اور اہلِ کتاب کے متعلق فرمایا: انھیں اسلام کی دعوت دو اگر وہ نہ مانیں تو ان سے قتال کرو اور اگر وہ تمھارے ماتحت ہو کر جزیہ دینا قبول کر لیں تو ان کو چھوڑ دو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾

"لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ اور اس کے رسول نے اور سچے دین کے تابع نہیں ہوتے یعنی وہ جو کتاب دیئے گئے جب تک اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں ذلیل ہو کر۔" [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کسی قوم سے اس وقت تک قتال نہیں کیا جب تک ان کو اسلام کی دعوت نہیں دی۔

حافظ الہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ رحمہ اللہ اور امام طبرانی رحمہ اللہ نے کئی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام احمد رحمہ اللہ کی سند صحیح ہے۔ [3]

امام مسلم رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی شخص کو کسی بڑے چھوٹے لشکر کا امیر بناتے تو اس کو بالخصوص اللہ ﷻ سے ڈرنے کی وصیت کرتے اور اس کے ساتھی مسلمانوں کو نیکی کی وصیت کرتے، پھر فرماتے:

---

[1] پارہ 10، التوبہ 5، ترجمہ کنزالایمان

[2] پارہ 10، التوبہ 29، ترجمہ کنزالایمان

[3] مجمع الزوائد: جلد 5، صفحہ 304، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت، 1402ھ

"اللہ ﷻ کا نام لے کر اللہ ﷻ کے راستے میں جہاد کرو، جو شخص اللہ ﷻ کے ساتھ کفر کرے اس کے ساتھ جنگ کرو، خیانت نہ کرو، عہد شکنی نہ کرو، کسی شخص کے اعضاء کاٹ کر اس کی شکل نہ بگاڑو اور کسی بچہ کو قتل نہ کرو، جب تم دشمن مشرکوں (اہل کتاب) سے مقابلہ کرو تو ان کو تین چیزوں کی دعوت دینا۔ وہ ان میں سے جس کو بھی مان لیں اس کو قبول کر لینا اور جنگ سے رک جانا، پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو، اگر وہ اسلام لے آئیں تو انکا اسلام قبول کر لو اور ان سے جنگ نہ کرو۔ ان سے کہو کہ وہ اپنا شہر چھوڑ کر مہاجرین کے شہر میں آجائیں (الی قولہ) اور اگر وہ مہاجرین کے شہر میں آنے سے انکار کر دیں تو ان کو یہ خبر دو کہ پھر ان پر دیہاتی مسلمانوں کا حکم ہوگا (الی قولہ) اگر وہ اس دعوت کو قبول نہ کریں تو پھر ان سے جزیہ کا سوال کرو۔ اگر اس کو تسلیم کر لیں تو تم بھی اس کو قبول کر لو اور ان سے جنگ نہ کرو اور وہ اس کا انکار کریں تو پھر اللہ ﷻ کی مدد کے ساتھ ان سے جنگ شروع کر دو۔"[1]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

جنگ خیبر کے ایام میں جب رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کو جھنڈا عطا فرمایا تو انھوں نے کہا: جب تک وہ مسلمان نہیں ہونگے ہم ان سے قتال کرتے رہیں گے، آپ نے فرمایا: اسی طرح کرنا حتیٰ کہ جب ان کے علاقہ میں داخل ہو تو (پہلے) ان کو اسلام کی دعوت دینا اور ان کو خبر دینا کہ ان پر کیا احکام واجب ہیں، اللہ ﷻ کی قسم! اگر ایک شخص بھی تمھارے سبب سے ہدایت یافتہ ہو جائے تو وہ تمھارے لئے سرخ اونٹوں (دنیا کی خیر) سے بہتر ہے۔[2]

بادی النظر میں اعتراض ہوتا ہے کہ یہ جبر و اکراہ ہے، لیکن درحقیقت یہ بھی جبر نہیں ہے، اگر کوئی کسی ملک کا باشندہ ہو، اس ملک کے بادشاہ کی مہیا کی ہوئی سہولتوں اور فائدوں سے بہرہ اندوز ہوتا اور اس ملک کی زمین میں گھر بنا کر رہتا ہو اور تمام نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہو، لیکن وہ اس ملک کے بادشاہ یا حکمران کی حکومت کو نہ مانے، اس کے قوانین پر عمل نہ کرے اور اس کے برعکس اس حکومت کے دشمن اور مخالف کا علی الاعلان دم بھرتا ہو اور اس کی وفاداری کا اعلان کرتا ہو تو کیا اس کو گردن زدنی نہیں قرار دیا جائے گا اور اس کو غدار قرار دے کر قتل نہیں کیا جائے گا؟ کیا آج کے تمام مہذب ملکوں کا اس پر عمل نہیں ہے؟

اور اگر اس شخص سے یہ کہا جائے کہ یا تو تم اس ملک کی وفاداری کا اعلان کرو ورنہ تمھیں قتل کر دیا جائے گا، تو یہ کیوں عدل و انصاف کے مطابق نہیں ہے، جبکہ آج کی نام نہاد مہذب دنیا میں ایسے شخص کو یہ موقع دیئے بغیر قتل کر دیا جاتا ہے، سو اسی طرح جو شخص اللہ ﷻ کی بنائی ہوئی زمین میں رہتا ہے اور اس کی دی ہوئی تمام نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے لیکن وہ

---

[1] صحیح مسلم: ج 2، ص 83، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، 1375ھ

[2] صحیح بخاری: جلد 1، ص 413، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، 1381ھ

اللہ ﷻ کو مانتا ہے نہ اس کے کسی اصول اور قانون کو، اور دنیا میں آسمانی مذاہب کی جتنی شکلیں ہیں ان میں سے وہ کسی کو بھی نہیں مانتا تو آگے لے جائیں اسے یہ کہنا بجا اور عدل و انصاف کے مطابق ہے کہ یا تو اللہ ﷻ کے دین کو قبول کر لو ورنہ مرنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔ نیز جس طرح ہر حکومت میں ریاست کے غدار کی سزا، موت ہے اسی طرح اسلام میں مرتد کی سزا یہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے، اس کو تین دن موقع دیا جاتا ہے کہ وہ غور و فکر کرے اور اگر اس کو اسلام کے خلاف کوئی شبہ ہو تو زائل کیا جائے لیکن اگر وہ اس کے باوجود اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے جبکہ وطن کیلئے یہ رعایت نہیں ہوتی۔

تمام مہذب دنیا میں جرائم پر سزاؤں کا نظام جاری ہے اور جب کسی قاتل، چور، ڈاکو یا ریاست کے غدار کو سزا دی جائے تو یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ جبر ہے اور حریت فکر اور آزادیٔ رائے کے خلاف ہے اسی طرح جب مشرک کو ایمان نہ لانے پر جہاد میں قتل کیا جائے یا مرتد کو توبہ نہ کرنے پر قتل کیا جائے تو یہ ان کے جرائم کی سزا ہے، جبر نہیں ہے اور حریت فکر اور آزادیٔ رائے کے خلاف نہیں ہے۔ [1]

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ ''تعارف غزوات النبی ﷺ'' میں لکھتے ہیں:

''سیرت نگاروں کی ایک ذمہ داری یہ ہے کہ مستشرقین کے اٹھائے ہوئے اعتراضات کا جواب دیں، لیکن بہت سے قلمکار مرعوبیت کا شکار ہو جاتے ہیں اور بجائے جواب دینے کے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کر لیتے ہیں۔ شبلی نعمانی کی تالیف سیرۃ النبی ﷺ میں جابجا اس رویے کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔''

مولوی عبدالرؤف داناپوری نے لکھا:

''یورپ کے اس پروپیگنڈے کی وجہ سے آج مسلمانوں میں ایک جماعت پیدا ہو گئی ہے جو اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے جہاد بالسیف کو برا سمجھتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے غزوات اسلامی کو تاریخ پر بدنما داغ سمجھتی ہے اور اپنی دانست میں اسلامی خدمت اسی کو سمجھتی ہے کہ اسلامی تاریخ سے یہ داغ مٹایا جائے، مگر آیات قرآنی کی کثرت، احادیث صحیحہ کا دفتر، اس کو یہ کرنے نہیں دیتا، لہٰذا اس نے یہ تاویل پیدا کر دی کہ یہ سارے غزوات مدافعت اور حفاظت خود اختیاری کیلئے تھے، اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے نہ تھے۔

چند سطر بعد لکھا:

یہ جواب کیوں دیا جاتا ہے؟، صرف اس لئے کہ ذہنی غلامی نے ہم کو اس قابل نہیں رکھا اور ہمت و شجاعت کے وہ شریفانہ جذبات ہمارے اندر باقی نہیں رہے، جس سے ہم سمجھ سکیں کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے

---

[1] علامہ غلام رسول سعیدی، تبیان القرآن: جلد [illegible]

متبعین پر اعلائے کلمۃ اللہ کا حق اپنی حفاظت اور مدافعت سے زیادہ ضروری ہے۔ وہ اپنے تمام مخالفین اور بڑے بڑے دشمن کو معاف کر سکتے تھے، مگر خدا کی مخالفت اور بت پرستی اور شرک کی اشاعت کو معاف نہیں کر سکتے تھے۔" [1]

مولوی محمد ادریس کاندھلوی، شبلی نعمانی اور ان کے ہمنواؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کی تین خصوصیتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

① اس دور میں اگرچہ سیرت نبوی ﷺ پر چھوٹی اور بڑی بہت سی کتابیں لکھی گئیں اور لکھی جا رہی ہیں، لیکن ان کے مؤلفین اور مصنفین زیادہ تر فلسفۂ جدیدہ اور یورپ کے فلاسفروں سے مرعوب اور خوفزدہ ہیں وہ یہ چاہتے ہیں کہ آیات واحادیث کو توڑ کر کسی طرح فلسفہ اور سائنس کے مطابق کر دیں۔

② یہی وجہ ہے کہ جب معراج اور کرامات کا ذکر آتا ہے تو جس قدر ممکن ہوتا ہے ان کو ہلکا کر کے بیان کیا جاتا ہے۔ اگر کہیں راویوں پر بس چلتا ہے تو جرح وتعدیل کے ذریعے سے محدثانہ رنگ میں ان کو ناقابل اعتبار بنانے کی کوشش کی جاتی ہے اور اسماء الرجال کی کتابوں سے جرح تو نقل کر دیتے ہیں اور توثیق وتعدیل کے اقوال نقل نہیں کرتے، جو سراسر امانت ودیانت کے خلاف اور "قراطیس تبدونها وتخفون كثيرا" کا مصداق ہے اور جہاں راویوں پر بس نہیں چلتا، وہاں صوفیانہ اور محققانہ رنگ میں آ کر تاویل کی راہ اختیار کی جاتی ہے، جس سے آیت اور حدیث کا مفہوم ہی بدل جاتا ہے۔

③ اور جب خداوند قدوس کے باغیوں سے جہاد کا ذکر آتا ہے تو بہت پیچ وتاب کھاتے ہیں اور اس کو اسلام کے چہرے پر ایک بدنما داغ سمجھ کر دھونے کی کوشش کرتے ہیں، یہ تو ممکن نہ ہوا کہ اعداء اللہ سے جہاد وقتال کی آیات واحادیث کا انکار کر سکیں، اس لئے تاویل کی راہ اختیار کی کہ یہ غزوات وسرایا اعلائے کلمۃ اللہ کا بول بالا کرنے اور آسمانی بادشاہت قائم کرنے اور قانون خداوندی کو علی الاعلان جاری کرنے کیلئے نہ تھا بلکہ محض اپنی حفاظت اور جان بچانے اور دشمنوں کی مدافعت کیلئے تھے۔ [2]

جنگ بدر کے بارے شبلی نعمانی نے ایسا موقف اختیار کیا، جو محدثین، مفسرین، ارباب سیرت اور مؤرخین سب کے خلاف ہے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں تصریح ہے:

((انما خرج رسول الله ﷺ والمسلمون يريدون عير قريش جمع الله بينهم و بين

---

[1] عبدالرؤف داناپوری، اصح السیر، مصنفہ 1351ھ / 1932ء، مطبوعہ مجلس نشریات اسلام کراچی، صفحہ: 20،19

[2] محمد ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰ، مطبوعہ مکہ پبلشنگ کمپنی، لاہور، جلد 1، صفحہ: 51

عدوهم علی غیر میعاد))

"رسول اللہ ﷺ اور مسلمان صرف قریش کے قافلے کے ارادے سے نکلے تھے، اللہ ﷻ نے انھیں اور ان کے دشمن کو جمع فرمادیا، حالانکہ یہ پہلے سے طے شدہ نہیں تھا۔" [1]

لیکن شبلی نعمانی کا اصرار ہے کہ مدینہ طیبہ میں ہی یہ اطلاع مل چکی تھی کہ مکہ مکرمہ سے مشرکین کا ایک بڑا لشکر مقابلہ کرنے کیلئے روانہ ہو چکا ہے۔ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی لشکر کا مقابلہ کرنے کے ارادے سے نکلے تھے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ملک شام سے آنے والے تجارتی قافلے کا تعرض مقصود نہ تھا۔ اس مقصد کو ثابت کرنے کیلئے انھوں نے طویل گفتگو کی، جو سیرۃ النبی کے بیس بائیس صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس کا باعث کیا ہے؟

وہی ذہنی پسپائی اور شکست خوردگی، اور دراصل مستشرقین کے اس اعتراض سے دامن چھڑانا ہے کہ مسلمان قافلہ تجارت کو لوٹنے کی غرض سے نکلے تھے اور یہ کھلی ہوئی ڈاکہ زنی تھی، حالانکہ یہ سیدھی سی بات ہے کہ کھلی ہوئی جنگ تھی جو فریقین کے درمیان جاری تھی۔ ہجرت کے بعد مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو بیت اللہ کی زیارت وطواف سے منع کر دیا تھا، اس بناء پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کو دھمکی دی تھی کہ اگر تم نے یہ پابندی نہ اٹھائی تو ہم عالمی منڈیوں کو جانے والے راستے تمھارے لئے بند کر دیں گے۔ قافلے کا تعرض اسی ناکہ بندی کی ایک کڑی تھی، اس پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟

مولوی محمد ادریس کاندھلوی، نعمانی کا مؤقف نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

علامہ شبلی کا یہ خیال تمام محدثین اور مفسرین کی تصریحات بلکہ صحیح روایات کے خلاف ہے۔ [2]

جنگ میں ہتھیار سے بڑھ کر سچے جذبات زیادہ مؤثر اور کارگر ثابت ہوا کرتے ہیں اس لئے قوم کی فکری تطہیر اور اسلامی اصولوں کے مطابق ذہنی تربیت کی اشد ضرورت ہے۔ اس وقت مغربی یلغار اور بھارتی فلمی کلچر نے ہماری پوری نوجوان قوم کے اذہان وقلوب کو گویا مقبوضہ کشمیر بنا رکھا ہے، اس لئے ہمارے تمام ذرائع ابلاغ پر لازم ہے کہ وہ حکومتی سطح پر ٹیلی ویژن، اخبارات اور ویڈیو کے ذریعے نوجوانوں میں ایمانی غیرت وحمیت اسلام اور ملک وقوم سے محبت اور مذہبی اقدار اور دینی شعائر کے تحفظ کا جذبۂ صادقہ پیدا کرے، جو تحریک پاکستان کے وقت قوم میں پیدا ہوا تھا۔ دوقومی نظریہ کو پوری طرح واضح اور نمایاں کرنے کی ضرورت ہے، ورنہ متعصب ہندو کا دماغ درست کرنا اور سر کچلنا بہت مشکل ہے۔

---

[1] مسلم بن الحجاج القشیری، امام مسلم، جلد 2، ص: 360.

[2] محمد ادریس کاندھلوی سیرۃ النبی، حصہ دوم، مکہ پبلیشنگ کمپنی، لاہور، ص 512۔ عظمتوں کے پاسباں، ص 345 تا 349، تصنیف محمد عبدالحکیم شرف قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ، مکتبہ قادریہ

شرک کی سرکوبی کیلئے محمد بن قاسم، محمود غزنوی، شہاب الدین غوری اور احمد شاہ ابدالی رحمہم اللہ جیسے صالح اور اسلام کے سچے جاں نثار سپہ سالاروں کی پھر سے ضرورت ہے کیونکہ نہ صرف ہندو، بلکہ پوری ملتِ کفر آج مسلمانوں کے خلاف متحد ہو چکی ہے اس کے مقابلے کیلئے ہمیں اسلاف جیسا جذبۂ جہاد درکار ہے۔ اس وقت تمام ذرائع ابلاغ کو چاہیے کہ وہ اپنی قوم کے جوانوں کو بہادر مسلمان اسلاف کے کارناموں سے روشناس کرائے، میوزیکل شوز اور فلمی سٹارز سے تعارف قوم کی ضرورت نہیں، قومیں رقص وسرود، موسیقی اور ناچ گانے سے نہیں جہاد کے جذبات سے زندہ اور سلامت رہا کرتی ہیں۔

ذیل میں جہاد کے جذبہ سے سرشار کرنے کیلئے اور اپنے ماضی قریب کے بہادر مسلمان سپوتوں کے کارناموں سے آگاہ اور روشناس کرانے کی غرض سے ایک مؤثر اور مفید وکارآمد مضمون نقل کر رہا ہوں، اس مضمون کو چوہدری بشیر احمد صاحب نے تحریر کیا دونوں مضمون نگار محترم حضرات کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے اور دارین کی برکتوں اور سعادتوں سے بہرہ ور فرمائے۔

یومِ دفاعِ پاکستان......تاریخ کا روشن باب

یوم پاکستان ہمیں اس دن کی یاد دلاتا ہے جب پاکستان کے شہید جری جوانوں نے اپنی سرحدوں کے بہادر اور غیور پاسبانوں کی فہرست میں اپنا نام رقم کیا۔ ان کی شجاعت کے ناقابلِ یقین کارناموں کی کوئی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی۔ ان کی فرض شناسی اور حبِ وطنی جدید جنگوں کی تاریخ میں درخشندہ مقام پر فائز کی جاسکتی ہے۔ ان کا یہ جذبۂ شجاعت تھا جس نے پاکستانی عوام کے ساتھ مل کر اپنے سے پانچ گنا بڑے اور جدید اسلحہ سے لیس دشمن کے ناپاک ارادوں کو خاک میں ملا دیا۔ یہ ایک تاریخی معرکہ تھا جس میں ہمت اور حوصلوں کی بے مثال کہانیوں نے جنم لیا۔ پوری دنیا یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ پاکستان کے عوام اور افواج دشمن کے عزائم کے آگے سیسہ پلائی دیوار بن گئے اور اس کے منصوبے خاک میں ملا دئے۔

اس جنگ کا پس منظر یہ تھا کہ 1962ء میں بھارت نے چین کو دعوت مبارزت دی مگر منہ کی کھائی۔ چین از خود جنگ بند نہ کر دیتا تو بھارت صدیوں تک ذلت کے داغ دھونہ سکتا۔ 1965ء میں بھارت نے رن کچھ کے محاذ پر پاکستان سے پنجہ آزمائی کی مگر ذلت اٹھانا پڑی۔ جس پر بھارتی وزیر اعظم نے اعلان کیا کہ اب ہم مرضی کا محاذ منتخب کر کے پاکستان کو مزہ چکھائیں گے چنانچہ بھارت نے چھ ستمبر کو اچانک لاہور کے تین اطراف سے حملہ کر دیا۔

منصوبہ یہ تھا کہ وسط میں لاہور پر حملہ کے ساتھ شمال میں جسٹر کے مقام پر اور جنوب میں قصور کے مقام پر محاذ کھول

دیئے جائیں۔ میجر جنرل نرنجن پرشاد کی قیادت میں پچیسواں ڈویژن ٹینکوں اور توپ خانے کی مدد سے آگے بڑھ رہا تھا۔ ستلج رینجرز کے مٹھی بھر جوانوں نے ان کا راستہ روک لیا۔ ان کی پلٹون کے تمام جوان آتی سانس تک لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کر گئے۔ نہ کوئی پیچھے ہٹا، نہ کسی نے ہتھیار ڈالے، بھارتی فوج جسے لاہور کے مضافات میں ناشتہ کرنا تھا، پو پھوٹنے تک بمشکل تین میل آگے بڑھ سکی۔ اس محاذ پر پاک فوج کے زیرِ کمان قوت صرف سات بٹالین پر مشتمل تھی اور محاذ پچاس میل لمبا تھا۔ لاہور میں داخل ہونے کیلئے باٹا پور کے پل پر قبضہ کرنا ضروری تھا، چنانچہ ایک پورے بریگیڈ اور ٹینک رجمنٹ نے دوسرا حملہ کیا۔

لاہور کو بھارتی یلغار سے بچانے کیلئے نہر بی آر بی کا پل تباہ کرنا بہت ضروری تھا، دن کو یہ کام ناممکن تھا۔ دشمن نے پل کے دائیں بائیں گولوں کی بوچھاڑ کر رکھی تھی۔ پل تک دھماکہ خیز بارود لے جانے کی کوشش میں ایک جوان شہید ہو گیا۔ اس کے بعد چند رضا کاروں نے ہزاروں پونڈ وزنی بارود ایک گڑھے میں اتارا۔ اس پر ریت رکھ کر آگ لگانے والی تاروں کو جوڑا اور گولیوں کی بوچھاڑ کو چیرتے ہوئے واپس آ گئے۔

ان کا واپس آنا ایک معجزے سے کم نہ تھا۔ یوں لاہور میں داخل ہونے کی بھارتی امیدیں منقطع ہو گئیں۔ اس کے بعد سترہ دنوں کے دوران بھارتی فوج نے تیرہ بڑے حملے کئے مگر ایک انچ بھی آگے نہ بڑھ سکی۔ باٹا پور سے شکست کھانے کے بعد بھارت نے بھینی کے محاذ پر دباؤ سخت کر دیا۔ یہ مقام باٹا پور سے سات میل شمال کی طرف واقع ہے۔ دشمن کا ارادہ تھا کہ وہ لاہور شہر کو ایک طرف چھوڑ کر بھینی کے راستے محمود بوٹی بند پر پہنچے اور وہاں سے راوی کے پل پر قبضہ کر کے لاہور کو راولپنڈی سے کاٹ دے۔ چنانچہ دشمن نے انیس حملے کئے اور تقریباً ڈیڑھ ہزار گولے برسائے مگر ہر حملے میں منہ کی کھا کر پسپا ہو گیا۔

برکی سیکٹر پر دشمن نے ایک ڈویژن اور دو بریگیڈوں کی مدد سے حملہ کیا۔ پنجاب رجمنٹ کی ایک کمپنی اس پر ٹوٹ پڑی اور پورے نو گھنٹے تک دشمن کی یلغار روکے رکھی۔ دشمن نے دوبارہ صف بندی کرنے کے بعد حملہ کیا تو پاکستان کی ٹینک شکن رائفلوں اور توپخانوں کے گولوں نے دشمن کو آڑے ہاتھوں لیا۔ 10 ستمبر تک دشمن نے چھ حملے کئے جنہیں پسپا کر دیا گیا۔ 10 اور 11 ستمبر کی درمیانی شب دشمن نے پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ حملہ کیا۔ میجر عزیز بھٹی رات بھر دشمن کو روکے رہے۔

صبح کے قریب دشمن نے نہر کی طرف سے بھی گاؤں کو محاصرے میں لے لیا تو میجر عزیز بھٹی نے نہر کے مغربی کنارے پر چلے جانے کا فیصلہ کیا۔ 12 ستمبر کی صبح وہ ذاتی سلامتی سے بے نیاز ہو کر نہر کے کنارے ایک اونچی اور کھلی جگہ پر کھڑے اپنے جوانوں کی قیادت کر رہے تھے اور اسی مقام پر انھوں نے لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔ بہادری کی

بے مثال روایت قائم کرنے پر انھیں سب سے بڑا فوجی اعزاز "نشانِ حیدر" دیا گیا۔

بھارتی ہائی کمانڈ نے قصور کی طرف پیش قدمی کامیاب بنانے کیلئے بھکی ونڈ اور کھیم کرن کے نواح میں تقریباً دو ڈویژن فوج صف آراء کی۔ اس محاذ پر ضلع لاہور کے سرحدی گاؤں بیدیاں کو پیش قدمی کے آغاز کرنے کیلئے منتخب کیا گیا تھا۔ اس رات یہاں پاکستانی فوج کی صرف ایک بٹالین موجود تھی۔ اگلے دفاعی مورچوں میں فرسٹ ایسٹ بنگال رجمنٹ کی صرف ایک کمپنی صف آراء تھی۔ یہاں دشمن نے چودہ بڑے حملے کیے، مگر پاکستانی جوانوں نے کھیم کرن کے محاذ پر اپنی عسکری قوت کا مظاہرہ کیا۔ بھارتی فضائیہ بھی محاذ پر آ گئی، مگر پاکستانی طیارہ شکن توپوں سے وہ جلد ہی پسپا ہو گئی۔ دشمن کے سات ٹینک تباہ ہوئے تو اس کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی۔

8 ستمبر کو کھیم کرن پر پاکستان کا قبضہ ہو گیا۔ بھارتی کمانڈر انچیف نے پسپا ہوتی ہوئی فوج کو مزید کمک بھیجی تاکہ کھیم کرن واپس لے سکے۔ ضلع ساہیوال میں بین الاقوامی سرحد سے اندازاً ایک میل ادھر دریائے ستلج پر سلیمانکی ہیڈ ورکس واقع ہے، یہاں سے نکلنے والی نہریں ملتان اور بہاولپور کے وسیع علاقوں کو سیراب کرتی ہیں، اس اہم خطے پر دشمن کی طرف سے حملے کا خطرہ تھا۔ ہماری افواج نے دشمن کی پیش قدمی کا انتظار کرنے کی بجائے آگے بڑھ کر دشمن کے حوصلے پست کر دیئے۔ موضع نور کی چوکی صرف ایک ہی پاکستانی پلاٹون نے شب خون مار کر فتح کر لی۔

ان مقامات پر شکست کھانے کے بعد دشمن نے موضع پکا میں دفاعی پوزیشن لے لی۔ اس کے پاس ہر قسم کا اسلحہ موجود تھا، دونوں فوجوں کے درمیان سیم زدہ دلدلی علاقہ اور ایک جھیل حائل تھی۔ پاکستانی فوج کی ایک کمپنی نے توپوں اور مشین گنوں کی اندھا دھند فائرنگ سے دشمن کی یلغار روک دی۔ جنگ بندی کے قریب دشمن نے ایک بار پھر بھرپور حملہ کیا جس پر دشمن کے ڈیڑھ سو آدمی مارے گئے۔

لاہور پر حملے کے چوبیس گھنٹے بعد بھارتی فوج نے تقریباً پانچ سو ٹینک اور پچاس ہزار فوج کے ساتھ سیالکوٹ پر اچانک حملہ کر دیا۔ پاکستان کی طرف سے صرف سوا سو ٹینک اور نو ہزار جوان میدان میں آئے۔ بھارتی منصوبہ یوں تھا کہ پہلے جسٹر پھر سچیت گڑھ پر حملہ کیا جائے۔ ہر دو مقامات پر پاکستانی فوج الجھ جائے گی تو حملہ آور فوج درمیان سے گزر کر پسرور سے ہوتی ہوئی جی ٹی روڈ پر پہنچ جائے گی۔ جسٹر کے مقام پر پاک فوج نے صرف دو بٹالین کے ساتھ حملہ آور فوج کا نہایت دلیری سے مقابلہ کیا۔ ادھر سچیت گڑھ میں بریگیڈیر ایس ایم حسین نے دشمن کو ناکوں چنے چبوا دیئے اور 8 ستمبر کی درمیانی رات بھارتی فوج نے چونڈا کے محاذ پر حملہ کر دیا، اس محاذ پر پیدل فوج کی دو بٹالین اور ایک آرمرڈ رجمنٹ دشمن کے استقبال کو موجود تھیں۔

جنگ کا میدان گرم ہوا تو پاکستان کے صرف تین ٹینکوں نے بھارت کے ایک سو دیو ہیکل ٹینکوں کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ دشمن کا پروگرام 24 گھنٹے کے اندر چونڈہ سے آگے بڑھ جانا تھا، مگر اب 72 گھنٹے بعد بھی وہ ایک انچ آگے نہ بڑھ سکا تھا۔ چنانچہ وہ مزید طاقت لے کر میدان میں اتر آیا اور اس طرح دوسری عالمی جنگ کے بعد ٹینکوں کی جنگ کا دوسرا بڑا میدان گرم ہوا۔ گولہ بارود سے فضا دھواں دھار تھی۔ پاکستانی ہیڈ کوارٹر نے حکم دیا تھا کہ جب تک آخری جوان باقی ہے اور ایک بھی گولہ موجود ہے، چونڈا کا دفاع کیا جائے۔ بھارتی جرنیلوں کے پاس تازہ دم فوج، ٹینکوں اور گولہ بارود کی کمی نہ تھی، وہ 17 ستمبر کو تازہ دم فوج میدان میں لے آئے اور چونڈہ کے مغرب میں ریلوے لائن سے سڑک کی طرف پیش قدمی شروع کر دی جہاں ہمارے افسر اور جوان گھات لگائے بیٹھے تھے تاکہ دشمن کو ان کی موجودگی کا علم نہ ہو سکے۔

جب دشمن کی پوری جمعیت اپنی کمین گاہ سے نکل آئی تو انھوں نے فائرنگ کا حکم دے دیا۔ دشمن کے صرف 105 سپاہی زندہ بچے جنھیں جنگی قیدی بنا لیا گیا۔ بھارت چاہتا تھا کہ پاکستانی فوج کو کارگل سے لے کر تھرپارکر تک تقریباً ڈیڑھ ہزار میل لمبی سرحد پر پھیلا کر کمزور کر دیا جائے، چنانچہ راجستھان کے محاذ پر بھارتی فوج کی ایک پیدل بٹالین نے ٹینکوں کے دو اسکواڈوں کی مدد سے گدرو پر حملہ کر دیا۔ یہاں مٹھی بھر رینجرز نے دشمن کی یلغار کو تین گھنٹے تک روکے رکھا۔

9 ستمبر کو آگے بڑھ کے موناباؤ پر گولہ باری شروع کر دی۔ اس اسٹیشن سے بھارتی فوج کو رسد پہنچ رہی تھی۔ صرف سترہ گولے برسانے سے دشمن کی فوج میں کھلبلی مچ گئی۔ موناباؤ پر قبضہ کرنے سے دشمن کی سپلائی کٹ گئی۔ اس معرکے میں سندھ کے حر مجاہدین بھی اپنی فوج کے دست و بازو بن گئے۔ سندھ کے محاذ پر روہڑی، کھاری، جے سندھ اور مترا کی فوجی چوکیوں پر پاکستانی جوانوں نے قبضہ کر لیا۔ حیدر آباد کو فتح کرنے کے خواب دیکھنے والی بھارتی فوج ایک ہزار دو سو مربع میل کا علاقہ گنوا بیٹھی۔

چھمب کے محاذ پر پہلی دفعہ بھارت سے فضائی جھڑپ ہوئی، چند لمحوں میں دشمن کے چار اعلیٰ ویمپائر طیاروں کو مار گرایا۔ اس کے بعد اس محاذ پر اسکواڈرن لیڈر ایم ایم عالم اور فلائٹ لیفٹیننٹ یوسف علی خان نے دشمن کی زمینی فوج کو بے بس کر کے رکھ دیا۔ پاک فضائیہ کے ایک اسٹار فائٹر (ایف 104) نے دشمن کا جہاز پسرور کے ہوائی اڈے پر اتار کر اسکواڈرن برج پال سنگھ کو گرفتار کر لیا گیا۔

6 ستمبر کو بھارت نے پاکستان پر حملہ کیا تو فضائیہ میں بھی مڈ بھیڑ ہونے لگی۔ پاک فضائیہ کے دو اسٹار فائٹرز نے

دشمن کے چار طیاروں کا مقابلہ کیا اور ایک کو گرانے میں کامیاب ہو گئے۔ لاہور پر بھارتی فوج کے حملے کے بعد 6 سیبر طیارے فضا میں یکدم نمودار ہوئے اور پورے بیس منٹ تک دشمن پر بموں، راکٹوں اور گولیوں کی بارش کرتے رہے۔ پٹھان کوٹ کے ہوائی اڈے کی تباہی نے بھارتی فضائیہ کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ اس کارنامے کے بھی سرخیل سجاد حیدر ہی تھے۔ انھوں نے نہایت نیچی پرواز کر کے دشمن کے بارہ جنگی اور دو ٹرانسپورٹ طیارے اڈے پر کھڑے کھڑے تباہ کر دیئے۔ اس کے علاوہ اڈے کو مزید کام دینے کیلئے ناکارہ بھی کر دیا۔

فضائی معرکے کا ایک قابل تحسین معرکہ ایم ایم عالم کا ہے۔ انھوں نے سرگودھا کے قریب ایک ہی جھڑپ میں دشمن کے پانچ طیارے گرا کر ریکارڈ قائم کر دیا۔ اس کے بعد بھارتی فضائیہ کو سرگودھا کی جانب جانے کی جرأت نہیں ہوئی۔ انبالہ کے دفاعی انتظامات کی بڑی کہانیاں مشہور تھیں۔ یہی خطرات پاکستانی ہوابازوں کیلئے چیلنج بنے ہوئے تھے۔ 21 ستمبر کو سحر سے ذرا پہلے ونگ کمانڈر نذیر لطیف اور اسکواڈرن لیڈر نجیب احمد خان ٹو بی 57 بمبار طیارے لے کر آسمان کی وسعتوں میں نمودار ہوئے۔ انھوں نے دشمن کے ہوائی اڈے کو بموں کا نشانہ بنایا۔ دشمن نے بے پناہ گولہ باری کی مگر دونوں جوانوں نے کمال حوصلے اور شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا مشن پورا کر دیا۔ انبالہ کے دفاعی انتظامات کا غرور آن واحد میں خاک میں مل گیا۔

سترہ روز جنگ کے دوران پاکستان کے جرأت مند ہوابازوں نے 35 طیاروں کو دوبدو مقابلے میں اور 43 کو زمین پر ہی تباہ کر دیا تھا۔ 32 طیاروں کو طیارہ شکن توپوں نے مار گرایا۔ بھارت کے مجموعی طور پر 110 طیارے تباہ کر دیئے گئے۔ اس کے علاوہ ہماری فضائیہ نے دشمن کے 149 ٹینک، 600 بڑی گاڑیاں اور 60 بڑی توپیں تباہ کر دیں۔ اس کے مقابلے میں پاکستان کے صرف 19 طیارے تباہ ہوئے۔

پاک فضائیہ کے ان عظیم کارناموں پر عالمی حلقوں کی طرف سے حیرت واستعجاب کا اظہار کیا گیا۔ جنگ ستمبر میں پاک بحریہ کو سمندری جنگ کے معرکوں میں جو برتری حاصل رہی ان میں معرکہ دوارکا قابل ذکر ہے۔ یہ معرکہ پاک بحریہ کی تاریخ میں یادگار حصہ بن چکا ہے۔ دوارکا کی تباہی کا بیرونی اخبارات میں بڑا چرچا ہوا۔ برطانوی اخبارات نے تو صاف طور پر کہا کہ پہلی جنگ عظیم کے بعد بھارت کی سرزمین پر سمندر کی جانب سے پہلی گولہ باری ہوئی ہے۔ انھوں نے پاک بحریہ کی جرأت اور مستعدی کی تعریف کی۔ خاص طور پر اس لئے کہ مخالف طاقت اس سے کہیں زیادہ بڑی تھی۔

1965ء میں صرف اس کارروائی نے دشمن پر یہ ظاہر کر دیا کہ سمندروں میں اس کو من مانی نہیں کرنے دی جائے گی۔ یہ کارنامہ دراصل ان لوگوں کے لئے بھی قابل فخر ہے جو پاکستان نیوی کے جہازوں کو سنبھالے ہوئے تھے اور ان میں ان

لوگوں کا بھی حصہ تھا جو ساحل پر بیٹھے ان جہازوں کو سمندروں میں خدمات بجا رکھنے کے قابل رکھنے کے کارناموں میں مصروف تھے۔ پاکستان کی تینوں مسلح افواج ہر محاذ پر برسر پیکار تھیں۔ ان افواج کو حوصلہ اور تقویت عطا کرنے میں پاکستان کی غیور عوام کا بھی نہایت اہم کردار تھا۔ وہ اپنی مسلح افواج پر اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کے لئے تیار تھے۔

لاہور کے عوام کو جب جنگ کی اطلاع ملی تو وہ تانگوں پر کھانا، اچار، کپڑے، سگریٹ غرض ہر وہ چیز جو ان کی دسترس میں تھی، لے کر اپنے جوانوں کو دینے کیلئے سرحدوں کی جانب دوڑے۔ جب فوجیں سرحدوں کی طرف جاتیں تو بوڑھے مرد اور عورتیں سڑک کے کنارے ان کی سلامتی کیلئے دعائیں مانگتے، ان کی مدد کے طریقے پوچھتے اور بچے جذبۂ عقیدت سے سلیوٹ کرتے۔ بہنیں اللہ ﷻ سے ان کی حفاظت کے لئے دعائیں مانگتیں۔ شاعر ملی ترانے لکھ کر اپنے جذبوں کا اظہار کر رہے تھے، تو کسی کی صدا دعا بن کر فضا میں شامل ہو رہی تھی۔ غرض کہ پورا ملک جنگ میں شامل تھا مگر کسی قسم کا خوف نہ تھا۔ پاکستانی عوام فضا میں پاک فضائیہ کے شاہینوں کی کاروائیوں کو ایسے دیکھتے تھے جیسے پتنگ بازی کا مقابلہ ہو اور دشمن کے طیاروں کے گرتے ہی بوکاٹا کا شور مچتا۔

الغرض اس جنگ میں ہماری قوم نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ آزمائش کی ہر گھڑی میں پاک فوج کے شانہ بشانہ ہر قربانی دینے کو تیار ہے۔ اس نے دشمن کی عددی برتری کی ماضی میں پرواہ کی ہے نہ آئندہ کرے گی بلکہ دشمن کے سامنے سیسہ پلائی دیوار ثابت ہوگی۔ جنگ ستمبر 1965ء کے دوران قوم کا جذبۂ دفاع اپنے عروج پر تھا یہ حوصلوں اور جراُتوں کی جنگ تھی۔ اگر بھارت کے پاس کثیر تعداد میں اسلحہ و بارود تھا تو پاکستان کے غازی جذبۂ ایمانی سے سرشار تھے۔ غیر ملکی صحافیوں اور مبصرین کی کثیر تعداد سرحدوں پر موجود تھی اور کسی کو اس امر میں شک نہیں تھا کہ پاکستانی قوم نے متحد ہو کر اپنے سے کہیں زیادہ بڑے اور طاقتور دشمن کو ہر محاذ پر ذلت آمیز شکست دی۔

پاکستان کی تینوں افواج کا دفاع اور عوام کے ایثار و قربانی کے مظاہرے ہماری تاریخ کا ایک روشن باب ہیں۔

ابھی آپ نے دلوں کو گرما دینے والے واقعات کو پڑھا، مذکورہ واقعات میں مسلمان افواج کی بہادری، دلیری اور جواں ہمتی کا ذکر ہوا ہے۔ اور اب ذیل میں عام مسلمانوں کی دلیری اور بہادری سے متعلق کچھ احوال ذکر کیے جاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے میں افغانستان کے مسلمانوں کا ذکر کرنا چاہوں گا کیونکہ وہ ایک بہادر قوم ہے۔ پہلی عالمگیر جنگ سے لے کر آج تک اسی قوم نے اپنے وقت کی بڑی بڑی سپر پاور طاقتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان سے پنجہ آزمائی کی اور پہلی جنگ عظیم سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ تادم تحریر جاری و ساری ہے، لیکن ان کے پایۂ استقلال میں کوئی فرق نہیں۔

اللہ ﷻ ان کو مزید ہمت و استقامت عطا فرمائے اور باطل کے مقابلے میں ان کو فتح و نصرت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

اسی طرح مسلمانان کشمیر ہیں۔ وہ تقریباً 50 سال سے اپنے حقوق کی خاطر قربانیاں دے رہے ہیں اور مسلسل دیتے چلے جا رہے ہیں۔ نہ صرف کشمیر بلکہ فلسطین، بوسنیا کے مسلمان بھی قربانیاں دیتے ہوئے باطل کے سامنے ڈٹے ہوئے ہیں۔

ان واقعات کو اگر بغور پڑھا جائے تو واضح طور پر دو باتیں معلوم ہوں گی:

① کہ اپنے حق اور دین کے لیے مسلمانوں نے آج بھی جہاد جاری رکھا ہوا ہے

② دوسری یہ کہ جہاں اہل باطل کو موقع ملتا ہے وہ فوراً سے پہلے ان کو ختم کرنے کے در پے ہو جاتے ہیں

اسی لیے مسلمانان عالم کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ وہ اپنی آئندہ آنے والی نسلوں میں راہِ خدا میں نکل کر کفار کا مقابلہ کرنے کے جذبے کو زندہ و برقرار رکھیں کیونکہ یہ ہی اسلام اور مسلمانوں کی بقا کا بڑا ذریعہ ہے۔

اللہ ﷻ سے دعا ہے کہ جن مسلمانوں نے آج تک اللہ ﷻ کی راہ میں قربانیاں پیش کی ہیں ان کے وسیلۂ جلیلہ سے مسلمانان عالم کو جہاد فی سبیل اللہ کی توفیق اور سعادت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

غلام نصیر الدین

جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

30 مئی 2008 بمطابق 1429ھ

فتوح الشام

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

کا فتحِ شام کا ارادہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فتحِ شام کا ارادہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

"سب خوبیاں اللہ عزوجل کو جو مالک سارے جہان والوں کا، اور درود وسلام ہو ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک اور تمام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) پر۔"

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھ سے مندرجہ ذیل حضرات نے شام کی فتوحات کے متعلق واقعات واحوال بیان کیے: ابوبکر بن حسن بن سفیان بن نوفل بن محمد بن ابراہیم تیمی اور محمد بن عبداللہ انصاری اور ابوسعید جو کہ ہشام کے آزاد کردہ غلام تھے اور مالک بن ابی الحسن اور حضرت زبیر کے غلام اور اسماعیل اور مازن بن عوف (رضی اللہ عنہم) جو انصار کے قبیلہ نجار سے تھے۔

یہ تمام حضرات بیان کرتے ہیں: "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر فائز ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں مسیلمہ کذّاب جس نے نبوت کا دعویٰ کر رکھا تھا، کو کیفر کردار تک پہنچایا گیا قبیلہ بنو حنیفہ سے جنگ ہوئی اور اسی طرح اہل ارتداد کے ساتھ معرکہ ہوا جب ان فتنوں کا سدِّباب ہو چکا اور اہل عرب نے آپ کی اطاعت قبول کر لی تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایک طرف تو شام پر لشکر کشی کا ارادہ کیا اور ساتھ ہی روم سے جنگ کرنے کا بھی عزم کر لیا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے ان کے سامنے خطاب فرمایا۔ اللہ عزوجل کی حمد وثناء کی اور اس کے بعد لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا:

"يٰاَيُّهَا النَّاسُ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ فَضَّلَكُمْ بِالْاِسْلَامِ وَجَعَلَكُمْ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَزَادَكُمْ اِيْمَانًا وَّيَقِيْنًا وَّنَصَرَكُمْ نَصْرًا مُّبِيْنًا فِيْكُمْ."

"اے لوگو! (اللہ عزوجل تم پر اپنی رحمتوں کا سلسلہ ہمیشہ جاری رکھے) خوب جان لو بیشک اللہ جلّ شانہٗ نے تمہیں اسلام جیسی دولت سے مشرف فرمایا اور تمہیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی بنایا اور اس نے اپنی تائید ونصرت اور روشن فتح کے ذریعے تمہارے ایمان اور یقین کو مزید تقویت بخشی۔

اور تمہارے ہی بارے میں اللہ نے یہ فرمایا ہے:

﴿اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ﴾

"آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔"[1]

نیز آپ کی معلومات کے لئے میں یہ بھی بتا دوں کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کو فتح کرنے کا مکمل تہیہ فرما لیا تھا لیکن اللہ عزوجل نے اس سے پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو قبض فرما کر اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلا لیا اور اپنے قُرب خاص میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مقام کو پسند فرما لیا۔

اے لوگو غور سے سن لو! میں نے اس بات کا عزم کر لیا ہے کہ کچھ بلند ہمت مسلمانوں کا لشکر اُن کے اہل و عیال سمیت شام کی طرف روانہ کر دوں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے وصال فرمانے سے قبل اس امر (فتح شام) کی خبر دے چکے ہیں جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ:

((زُوِیَتْ لِیَ الْاَرْضُ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَسَیَبْلُغُ مُلْكُ اُمَّتِیْ مَازُوِیَ لِیْ مِنْهَا.))

"میرے لئے تمام روئے زمین کو سمیٹ دیا گیا اور میں نے زمین کے تمام مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا اور عنقریب میری اُمت کی مملکت وہاں تک پہنچ جائے گی جہاں تک میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا گیا ہے۔"[2]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا: اب بتاؤ تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے؟ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے متفق ہو کر کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب! آپ ہمیں امر فرمائیں اور جہاں چاہیں جانے کا حکم دیں، ہم تیار ہیں کیونکہ اللہ عزوجل نے ہم پر آپ کی اطاعت فرض کر دی ہے جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾

"اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اُن کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔"[3]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ جواب سن کر بہت خوش ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے منبر سے اتر کر شاہان یمن، سرداران

---

[1] پارہ 6، المائدہ 3، ترجمہ کنزالایمان.

[2] صحیح مسلم، کتاب الفتن والشراط الساعۃ، رقم الحدیث: 7167. سنن ابوداؤد، کتاب الفتن والملاحم، رقم الحدیث: 4252. سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، رقم الحدیث: 3952.

[3] پارہ 5، النساء 59، ترجمہ کنزالایمان.

عرب اور اہلِ مکہ مکرمہ کے نام ایک ہی مضمون کا مراسلہ بھیجا جس کی عبارت یہ تھی:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مکتوب مبارک اور قاصد کی روانگی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم! حمد و صلوٰۃ کے بعد صورت احوال یہ ہے کہ میں نے آپ حضرات کو شام کے شہروں کی طرف بھیجنے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے تاکہ آپ کافروں اور اللہ عزوجل کے باغیوں کے قبضہ سے ان شہروں کو آزاد کرائیں، آپ میں سے جو شخص اس معرکہ آرائی اور جنگ کا ارادہ رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ بلاتاخیر جس قدر جلد ممکن ہو "جہاد فی سبیل اللہ" کی تیاری مکمل کرے اور خود کو اللہ عزوجل کی اطاعت کے لئے فوراً پیش کر دے۔

اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ...... الخ ﴾

"اللہ کی راہ میں نکلو خواہ سبکسار ہو خواہ گراں بار ہو اور اپنے اموال اور جانوں کے ساتھ کوچ کرو ہلکی جان سے بھاری دل سے اور اللہ کی راہ میں لڑو اپنے مال اور جان سے یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر جانو۔ اللہ کی راہ میں (کافروں سے) جہاد کرو۔"[1]

یہ خطوط آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجے، اور خود اُن کے جواب اور ان کی آمد کے منتظر رہے۔

قاصد کی واپسی

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ تھوڑے ہی دن گزرے تھے حتیٰ کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر

[1] پارہ 10، التوبہ/41، ترجمہ کنزالایمان۔ یعنی خواہ آسانی ہو اور سازو سامان کی فراوانی ہو خواہ گرانی اور بے سروسامانی ہو جب تمہیں اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کے لئے بلایا جائے تو تم کسی حال اور کسی کیفیت میں ہو، تم پر جہاد کے لئے جانا واجب ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

اہلِ یمن کی آمد کی خوشخبری سنائی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیان کیا کہ: ”میں نے جس شخص کے سامنے بھی آپ کا مکتوب گرامی پڑھ کر سنایا اس نے فوراً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو قبول کیا اور آپ کی دعوت پر لبیک کہا اور وہ لوگ سفر کے ساز و سامان اور جنگ کے لئے مضبوط زرہیں اور دیگر آلاتِ حرب تیار کر رہے تھے۔ اے نائب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم! میں اُن سے پہلے آپ کی خدمت میں یہ مژدہ جانفزا لے کر حاضر ہوا ہوں کہ جن لوگوں نے آپ کی دعوت پر ژولیدہ موئی اور غبار آلودگی (اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے سفر) پر آمادگی ظاہر کی ہے وہ مرد کون ہیں؟ وہ یمن کے رہنما ہیں، وہاں کے شہسوار ہیں، اپنے قبائل کے سردار اور بہادر لوگ ہیں، وہ اپنے اہل و عیال سمیت وہاں سے چل دیئے ہیں اور بہت جلد آج کل ہی میں آپ کے پاس پہنچنے والے ہیں آپ اُن کی ملاقات کے لئے بالکل تیار رہیئے!“

یہ سُن کر آپ کو نہایت مسرت ہوئی یہ دن تو یونہی بیت گیا، دوسرے دن صبح سویرے ہی مجاہدین کے آنے کے آثار نظر آنے لگے۔ مدینہ منورہ کے لوگوں نے مجاہدین کے آنے کے آثار دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو مطلع کیا۔ آپ نے لوگوں کو سوار ہونے کا حکم دیا اور خود بھی سوار ہو کر نکلے تا کہ ”مہمانوں“ کا استقبال کیا جائے۔ اہل مدینہ میں سے مسلمان اور دوسرے لوگ مہمانوں کے استقبال کے لئے سوار ہو کر نکلے۔ انھوں نے اپنی شوکت اور عددی قوت کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ جھنڈیاں پھیلا کر اور بڑے جھنڈے بلند کر کے اپنی زینت کا اظہار کیا اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد لشکر پر لشکر فوج در فوج آنا شروع ہو گئے ہر قوم اور قبیلہ آگے پیچھے نہایت نظم و ضبط کے ساتھ قدم سے قدم ملائے خوبصورت زنجیر بنے آ رہا تھا۔

استقبالیہ مقام پر لشکروں کی آمد کی ترتیب، ان کے سلامی دینے اور آپ کے جواب دینے کے انداز مبارک کا روح پرور اور ایمان افروز منظر کچھ یوں تھا:

سب سے پہلے مجاہدین قبیلۂ حمیر کی آمد اور ان کا جذبہ

قبائل یمن میں سے سب سے آگے جو قبیلہ تھا وہ قبیلہ حمیر تھا۔ انھوں نے داؤدی زرہیں اور دمکتی ہوئی عادی شمشیریں پہنی اور حمائل کر رکھی تھیں اور عربی ساخت کی تیر کمانیں آویزاں کئے ہوئے تھے اس قبیلہ کے سردار ذوالکلاع الحمیری تھے جنھوں نے عمامہ باندھا ہوا تھا، جب وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچے تو انھوں نے آپ کو سلام کیا اور پھر اپنی جگہ اور قوم کا تعارف کراتے ہوئے اشعار پڑھے جن کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:

- میرا تعلق قبیلۂ حمیر سے ہے اور جن لوگوں کو آپ میرے ساتھ دیکھ رہے ہیں یہ میدان جنگ میں سبقت کرنے والے ہیں اور باکمال خاندانی لوگ ہیں۔
- شجاعت کے جنگل کے شیر اور دلیروں کے سردار ہیں کل جنگ میں یہ مسلح بہادروں کو لاٹھیوں سے بھگا دینگے (یا تلوار

کو لاٹھی کی طرح چلا کر بھگا دینگے)۔

- جنگ تو ہماری گھٹی میں پڑی ہوئی ہے اور تلوار زنی تو ہماری مراد ٹھہری، ذوالکلاع (فقیر) سب عہدہ داروں سے عالی مرتبت ہے۔
- آپ ہمارے لشکر کو سب سے آگے رکھیں پس روم ہمارا ٹارگٹ اور ہدف ہے اور شام، صلیب پرست عیسائیوں کی ناک رگڑتے ہوئے اور ان کی خواہش کے برعکس ہمارا مسکن ہے (اُسے لئے بنا ہمیں چین کب آتا ہے۔)
- دمشق بلا شرکتِ غیر ہمارا ہے وہاں کے بسنے والے مشرکوں کو ہم ہلاکت کے گڑھے کی طرف لڑھکا دینگے۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ سن کر مسکرائے اور شیر خدا، حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم سے کہا: اے ابوالحسن رضی اللہ عنہ! کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا تھا کہ:

((اِذَا اَقْبَلَتْ حِمْيَرُ وَمَعَهَا نِسَاءُ هَا تَحْمِلُ اَوْلَادَهَا فَأَبْشِرْ بِنَصْرِ اللّٰهِ لِلْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى اَهْلِ الشِّرْكِ اَجْمَعِيْنَ.))

''جس وقت قبیلۂ حمیر آئے درآنحالیکہ ان کی خواتین اپنے بچوں کو اٹھائے ہوئے ان کے ہمراہ ہونگی تو مسلمانوں کو خوشخبری سنانا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے تم تمام اہل شرک پر فتح پاؤ گے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا ہے میں نے بھی اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا جیسے آپ رضی اللہ عنہ نے سنا ہے۔

قبیلۂ مذحج کی آمد

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب قبیلہ حمیر کے لشکر، جلوس کی شکل میں چلے آئے جن کے پیچھے خواتین بمع اپنے بچوں کے آ رہی تھیں اور وہ اپنے ہمراہ اپنے گھریلو سامان مال مویشی گدھے گھوڑے سب لے آئے تھے۔ غرضیکہ جب قبیلہ حمیر اپنے اہل وعیال اور ساز و سامان سمیت گزر گیا تو اس کے بعد ''قبیلہ مذحج'' پہنچا اور ان کے پاس نہایت عمدہ اور اصیل نسل کے گھوڑے ہیں، باریک نیزے اپنے ہاتھوں میں لئے اپنے سردار ''قیس بن ہبیرہ المرادی'' کی زیر قیادت کاروانِ جہاد رواں دواں چلا آ رہا ہے، یہ سپہ سالار جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچا تو اپنی جائے سکونت اور قوم کا تعارف کرانے کے لئے اپنے چہرے سے نقاب ہٹایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا پڑھو:

''صَلُّوْا عَلٰى طٰهٰ الرَّسُوْلِ''

"طٰہٰ رسول ﷺ پر درود پڑھو۔"

سرکارِ مدینہ ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ درود و سلام پیش کرنے کے بعد اس نے اپنے تعارف کے لئے اشعار پڑھے جن کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:

- ہمارے لشکر آپ کے پاس فوراً حاضر ہو گئے ہیں ہم قبیلۂ مراد کے تاجدار ہیں۔
- آپ ہمیں پیش قدمی کے لئے حکم جاری فرمائیں آپ دیکھیں گے کہ ہم کس طرح (مشرک) قوم کو اپنی ان تلواروں سے جو ہم نے حمائل کر رکھی ہیں کاٹ کاٹ کر پھینکتے ہیں۔

راوی نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی اور یہ آگے بڑھ گئے۔

قبیلۂ طی کی آمد

قبلہ مذحج آگے بڑھ جاتا ہے اور ان کے پیچھے قدم سے قدم ملائے "قبیلۂ طی" کے لوگ آتے ہیں جن کی قیادت ان کے سردار حضرت حابس بن سعید الطائی رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ حضرت حابس رضی اللہ عنہ جب حضرت خلیفۃ المسلمین رضی اللہ عنہ کے نزدیک پہنچے تو از روئے ادب اپنے گھوڑے سے اترنے لگے مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کو قسم دے کر اترنے سے روک دیا اور آپ نے قریب ہو کر ان سے مصافحہ کیا اور دعا سلام کے بعد آپ نے حابس رضی اللہ عنہ کا اور اس کی قوم آلِ طی کا شکریہ ادا کیا۔

قومِ ازد کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ آمد

آل طی کے بعد قومِ ازد ایک بھاری جمعیت کے ساتھ خلیفۃ المسلمین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچتی ہے ان کے قائد حضرت جندب بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ ہوتے ہیں اور ان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی کمان لٹکائے اور ترکش لئے ہوئے آ رہے ہیں جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو تبسم فرمایا اور پوچھا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ کدھر؟ آپ تو جنگ اور حرب سے عملاً اتنے زیادہ واقف نہیں ہیں؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

"يَا صَدِيْقُ رَغِبْتُ فِيْ ثَوَابِ اللّٰهِ وَاَيْضًا اُرِيْدُ اَنْ اٰكُلَ مِنْ فَوَاكِهِ الشَّامِ وَخَصْبِهٖ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى."

"اے سچے دوست! پہلی بات تو یہ ہے کہ مجھے اللہ کی طرف سے اجر و ثواب پانے کی خاطر جہاد میں رغبت پیدا ہوئی اور دوسری بات یہ ہے کہ شام کے پھل میوے کھائیں گے اور اس کے سرسبز و شاداب مقامات کی سیر و تفریح سے دل شاد اور باغ باغ کریں گے ان شاء اللہ۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا جواب سن کر بہت محظوظ ہوئے۔

یکے بعد دیگرے لشکروں کی حاضری

قوم ازد کے بعد ''بنو عبس'' کا قبیلہ آتا ہے جس کی قیادت حضرت میسرہ بن مسروق عبسی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ہے ان کے پیچھے ''قبیلہ کنانہ'' کے لوگ تھے جن کی قیادت ان کے سردار حضرت قثم بن الشیم الکنانی رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے ان کے ساتویں نمبر پر پھر یمن کے اور کئی قبائل یکے بعد دیگرے پہنچتے گئے، تمام قبائل جو یہاں آئے تھے ان کے ساتھ ان کی عورتیں، اولاد، گھوڑے اور دوسرے مویشی وغیرہ موجود تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ سب کچھ ملاحظہ کر کے نہایت خوش ہوئے اور اللہ ﷻ کا شکر بجالائے۔

مدینہ منورہ کے اردگرد ہر ایک قبیلہ نے الگ الگ مقام پر پڑاؤ کیا چونکہ لوگ بہت زیادہ تعداد میں جمع ہو گئے تھے اس لئے خوراک کی قلت ہوگئی اور گھوڑوں کے گھاس دانے اور دوسرے مویشیوں کے لئے چارے اور پانی کی سپلائی کا مسئلہ پیدا ہو گیا۔ چنانچہ اس درپیش صورت حال کو دیکھتے ہوئے سرداران قبائل نے مل کر باہم یہ مشورہ کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں درخواست کی جائے کہ یہاں کثرت ازدحام کی وجہ سے تکلیف کا سامنا ہے لہٰذا آپ ہمیں شام جانے کی اجازت مرحمت فرما دیں۔

مجاہدین اسلام کا روانگی کی اجازت لینا

اس صلاح مشورہ کے بعد یہ حضرات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور سلام کر کے آپ کے سامنے بیٹھ گئے۔ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے کہ بات چیت کا آغاز کون کرے؟

آخر سکوت ٹوٹا اور سب سے پہلے سلسلہ کلام کو شروع کرتے ہوئے حضرت قیس بن ہبیرہ المرادی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے نائب رسول خدا ﷺ! آپ رضی اللہ عنہ نے ہمیں جس مقصد کے لئے آنے کا امر دیا ہم نے اللہ ﷻ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی اطاعت، آپ کے حکم کی تعمیل اور جہاد میں رغبت وشوق کے پیش نظر فوراً قبول کر لیا اب جنھوں نے آنا تھا، آ چکے ہیں۔ لشکر کی تیاری مکمل ہو چکی ہے، اب مزید یہاں ٹھہرنا مشکلات پیدا کریگا۔ کیونکہ شہر مدینہ میں اونٹوں، گھوڑوں، خچروں اور دیگر مویشیوں کے لیے جگہ تنگ پڑ رہی ہے اور جو بیرونی فوج ظفر موج یہاں فروکش ہوئی ہے اس کی ضروریات زندگی بھی پوری کرنا مشکل ہوتا جائیگا اس لئے روانگی کی اجازت دیجئے اور اگر آپ کی رائے بدل گئی ہو اور جنگ کا ارادہ ملتوی فرما دیا ہو اور پہلے پروگرام کو منسوخ فرما چکے ہیں تو ہمیں اپنے شہروں کی طرف واپس جانے کی اجازت عطا فرما دیں اسی طرح تمام سرداران قبائل نے عرض کیا جب آپ سب حضرات کی گفتگو سن چکے

تو آپ نے فرمایا:

اے اہل مکہ معظمہ! اور دوسرے ممالک سے آنے والو! میں تمہیں تکلیف میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا میرا مقصد فقط اتنا تھا کہ تمہارا پورا لشکر پہنچ جائے اور جیسے ہی فوج کی نفری مکمل ہو جاتی ہے جہاد کے لئے روانگی کا اعلان کر دیا جائیگا۔

سب نے عرض کیا کہ حضور والا! اب کوئی آنے والا باقی نہیں رہا سب آ چکے ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کی مدد اور برکت پر بھروسہ کر کے ہمیں روانگی کا حکم دے دیجئے۔

لشکر اسلام کی ترتیب

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو فوراً اٹھ کھڑے ہوئے پا پیادہ اپنے دوسرے ساتھیوں حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضٰی، حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہم اور قبیلہ اوس و خزرج کو ساتھ لے کر مجاہدین کے لشکر کے پاس مدینہ منورہ (زادھا اللّٰہ تعالیٰ عزا و شرفاً) سے باہر پہنچے لوگوں نے آپ کو دیکھ کر خوشی سے نعرہ ہائے تکبیر سے استقبال کیا۔ نعروں کی کثرت سے پہاڑ بھی اللہ اکبر کی صدا سے گونج اٹھے۔ جب آواز پہاڑوں سے ٹکرائی تو گویا پہاڑوں نے بھی نعرہ تکبیر کا جواب اللہ اکبر کی صدا سے دیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک بلند ٹیلے پر چڑھ کر کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ آپ نے تمام لشکروں کا اس بلند مقام سے مُعائنہ فرمایا اور ان پر نظر ڈالی۔ زمین لوگوں سے بھری ہوئی ہے۔ یہ روح پرور منظر دیکھ کر آپ کا چہرہ مارے خوشی کے کِھل اٹھا اور فرحت و انبساط کے جذبات سے چہرے پر ایک پُر نور اور پُر کیف تابانی و درخشانی ہے زبان مبارک پر یہ دعا جاری ہے:

"اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْ عَلَيْهِمُ الصَّبْرَ وَاَيِّدْهُمْ بِالنَّصْرِ وَلَا تُسْلِمْهُمْ اِلٰی عَدُوِّهِمْ."

"اے اللہ! ان لوگوں کو صبر و استقامت عطا فرمانا۔ اے مولائے کریم! ان کو فتح و نصرت سے سرفراز فرمانا۔
اے رب العالمین! ان مجاہدوں کو ان کے دشمنوں کے پنجہ میں اسیر نہ ہونے دینا" آمین

دعا کے بعد سب سے اوّل آپ نے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں ایک فوجی نشان عطا فرما کر ایک ہزار شہسواروں کا امیر مقرر فرمایا۔

ان کے بعد قبیلہ بنو عامر میں سے ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو بلایا جو حجاز میں ایک مشہور شہسوار گنے جاتے تھے ان کے لئے بھی آپ نے ایک جھنڈا باندھا اور ان کو عنایت فرما کر دوسرے ایک ہزار سواروں پر انہیں امیر مقرر کیا۔

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ یہ ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ ہیں جو بڑے بلند رتبہ شخص ہیں ان کے کارنامے، مفاخر اور بزرگی کا چرچا ہے، ان کی شجاعت و بہادری حملہ آوری اور رُعب و دبدبہ اور برتری کو تم خوب جانتے ہو۔ میں نے ان کو تمھارے ساتھ کر کے تمھیں اُن پر امیر مقرر کیا ہے۔ تمھیں چاہئے کہ انھیں "ہراول" دستے اور "مقدمة الجيش" کے طور پر اپنے آگے رکھو۔ اپنے کام میں اُن سے مشورہ لو اور اس پر عمل بھی کرنا اور ان کی مخالفت نہ کرنا۔

یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ان تمام باتوں کو بر رضا و رغبت قبول کرتا ہوں اور ان ہدایات پر عمل کرنے کو اپنے لئے باعث عزت اور سعادت گردانتا ہوں۔

لشکرِ اسلام کی روانگی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

اب ان دونوں لشکروں نے جلدی سے ہتھیار پہنے اور اکٹھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضری کے لئے چلے۔ یزید بن ابی سفیان اور ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہما گھوڑوں پر سوار اپنی اپنی قوم کی قیادت کرتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے تو ان کو رخصت کرنے کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دوسرے حضرات کے ساتھ پیدل چلنے لگے، یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے کہا:

اے خلیفۂ رسولِ خدا رضی اللہ عنہ! ہمیں اللہ عزوجل کے غضب سے حیا آتی ہے کہ ہم سوار ہوں اور آپ پیدل چل رہے ہوں! یا تو آپ سوار ہو جائیں یا پھر ہم بھی اترتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہ میں سوار ہوں گا اور نہ آپ سواری سے اتریں، مجھے اپنے اللہ عزوجل کی راہ میں اٹھنے والے ان قدموں پر اجر و ثواب کی اُمید ہے۔ چنانچہ آپ لشکر کے ہمراہ اسی طرح پاپیادہ چلتے رہے یہاں تک کہ آپ "ثنية الوداع" کے مقام تک تشریف لائے اور وہاں آ کر آپ ٹھہر گئے۔

یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں عرض کی: یاخلیفة الرسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں کچھ وصیتیں اور ہدایات ارشاد فرما دیجئے! آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

- جب چلو تو سفر میں اپنے ساتھیوں پر سختی نہ کرنا
- اپنی قوم اور اپنے ساتھیوں پر غصے نہ ہونا
- ہر کام میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنا
- عدل و انصاف پر عمل پیرا رہنا
- ظلم اور زیادتی سے دور رہنا کیونکہ جو ظلم کرنے والا ہوتا ہے اس کو کامیابی ہوتی ہے اور نہ وہ دشمن پر فتح پا سکتا ہے۔

(قرآن مجید کی ہدایات کو اپنے لئے حرز جان بنائے رکھنا۔) اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَۚ○ وَ مَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَىٕذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ○ ﴾

''اے ایمان والو! جب کافروں کے لام (لشکر) سے تمہارا مقابلہ ہو تو انھیں پیٹھ نہ دو اور جو اس دن انھیں پیٹھ دے گا مگر لڑائی کا ہنر کرنے یا اپنی جماعت سے جا ملنے کو تو وہ اللہ کے غضب میں پلٹا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور کیا بری جگہ ہے پلٹنے کی۔''[1]

- اور جب تم اپنے دشمن پر فتح پا لو، تو بچوں، بوڑھوں، عورتوں اور نابالغوں کو قتل نہ کرنا۔
- کھجوروں کے قریب بھی مت جانا، فصلوں کو مت جلانا، پھل دار درختوں کو مت کاٹنا، حلال جانوروں کے علاوہ کسی جانور کو ذبح نہ کرنا۔
- جس وقت تمہارا دشمن سے کوئی معاہدہ ہو جائے تو پھر عہد شکنی اور غداری نہ کرنا اور جب دشمن سے صلح کر لو تو صلح نامہ کا پاس رکھنا اور اس کی دھجیاں نہ بکھیرنا۔
- اور عنقریب تمہارا ایسی قوم کے پاس سے گزر ہو گا جو اپنے گرجا گھروں میں رہبانیت اور گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے ہیں اور یہ گوشہ نشینی ان راہبوں کے زعم میں اللہ عزوجل کے لئے ہے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دینا جبکہ وہ اس تنہائی اور عزلت گزینی کو اپنے لئے بہتر سمجھتے ہیں اور اس پر راضی ہیں ان کے عبادت خانوں اور گرجوں کو منہدم نہ کرنا اور نہ ہی ان راہبوں کو قتل کرنا۔
- اسی طرح تمہارا ایک قوم سے بھی پالا پڑے گا جو صلبان کے پجاری ہیں۔ یہ ''حزب الشیطان'' ہے۔ یہ درمیان سے سر منڈاتے ہیں اور ان کا سر ایسے لگتا ہے جیسے قطا جانور (ٹیڑی) کا مٹی کا گھروندہ ہوتا ہے ان لوگوں کے سر پر تلوار لٹکائے رکھنا یہاں تک کہ وہ اسلام قبول کر لیں یا ذلیل ہو کر جزیہ ادا کریں ورنہ ان کو ہرگز نہ چھوڑنا اب میں تمھیں اللہ عزوجل کے سپرد کرتا ہوں۔

قافلے کو الوداع فرمانا

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے مصافحہ اور معانقہ کیا پھر حضرت ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ

---

[1] پارہ 9، الانفال 16-15، ترجمہ کنزالایمان۔

سے مصافحہ کرنے کے بعد فرمایا:

"اے ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ! تم بنواصفر (رومیوں) کے مقابلہ میں اپنی شجاعت و بہادری کے جوہر دکھلانا اور ان پر اپنی برتری کا اظہار کرنا اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے مقاصدِ حسنہ میں کامیاب کرے اور ہماری اور تم سب کی بخشش فرمائے!" (آمین)

راوی نے کہا کہ کاروانِ اسلام اپنی منزل کی طرف چل دیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر مدینہ منورہ (زادھا اللّٰہ تعالٰی عزاو شرفاً) واپس لوٹ آئے۔

یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے ابھی تھوڑی ہی دور نکلے ہوں گے کہ چلنے میں آپ رضی اللہ عنہ نے بہت تیزی کی حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ معترض ہوئے اور کہا کہ اے یزید! آپ نے یہ کیا روش اختیار کی ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو امر فرمایا تھا کہ لوگوں کو آہستہ آہستہ لے کر چلنا اور حکم دیا تھا کہ چلنے میں زیادہ سختی نہ کرنا۔ اس کے جواب میں یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے کہا:

اے ابن عامر رضی اللہ عنہ! آپ صحیح کہتے ہیں، لیکن بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جس طرح ہمیں روانہ کیا ہے اسی طرح ان کا ارادہ آگے پیچھے مزید فوج کے دستے بھیجنے کا ہے اور ہمارے پیچھے اور لشکر بھی اپنے اپنے سپہ سالاروں کی قیادت میں پہنچ رہے ہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میں شام میں پہنچ کر جہاد کرنے میں سبقت حاصل کروں مجھے اُمید ہے کہ جب تک دوسرے لشکر ہم سے آ کر ملیں گے اس وقت تک ہم کچھ فتح حاصل کر چکے ہونگے اس طرح ہمیں تین فائدے حاصل ہونگے:

① اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا مندی وخوشنودی۔

② ہمارے خلیفہ ہم سے خوش ہوں گے۔

③ مال غنیمت حاصل ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

یہ جواب سُن کر حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ برتر ہے اور ہمت دینے والا ہے، چلو جیسے جی چاہے چنانچہ کارواں چل دیا اور اس نے وادی القریٰ "مضافات القرع" کا راستہ اختیار کیا تاکہ (شارٹ راستے سے) براستہ تبوک اور جابیہ، دمشق پہنچ جائیں۔

روم کے بادشاہ ہرقل کو اطلاع پہنچنا

فتح القسطنطنیہ

روم کے بادشاہ ہرقل کو اطلاع پہنچنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "یہ خبر نصرانی عربوں کے ذریعے جو مدینہ منورہ میں رہتے تھے روم کے بادشاہ ہرقل تک پہنچ گئی اور اس نے ارباب حکومت کو جمع کر کے ان سے کہا:

اے بنو اصفر (رومیو!) نوشتہ دیوار پڑھ لو اور خوب کان کھول کر سن لو! تمھاری حکومت کا دھڑن تختہ ہونے کو ہے اور اس ساعت سے ڈرو جب تم کو شکست و ریخت سے دو چار کر دیا جائے گا جب تک تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے رہے، حدود اللہ ﷻ کو نافذ العمل رکھا اور ان احکام پر چلتے رہے جن کا تمھیں اللہ ﷻ نے انجیل مقدس میں امر دیا تھا تو دنیا کے کسی بادشاہ کو تمھاری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہ تھی، اگر کوئی بادشاہ تمھارے ساتھ جنگ کرنے کے ارادہ سے آیا بھی اور شام پر چڑھائی کی بھی تو ہمیشہ وہ پسپا ہوا اور تم ہی اس پر غالب رہے۔

تمھیں یاد ہوگا کہ کسریٰ بن ہرمز نے فارس کے لشکر کے ساتھ تم پر چڑھائی کی تھی مگر اس کو منہ کی کھانی پڑی تھی اور وہ اُلٹے پاؤں بھاگا تھا۔

ترکوں نے تم پر فوج کشی کی تھی مگر شکست خوردہ ہو کر لوٹے تھے۔

قوم جرامقہ تم پر چڑھ دوڑی تھی مگر اس کے بھی تم نے دانت کھٹے کیے تھے......

مگر اب! تم نے دین کے احکام کو متغیر و متبدل کر ڈالا ہے، ظلم اور زیادتی کا بازار گرم کر رکھا ہے اور جرائم تمھارے ہاں معمول کی کارروائی بن کر رہ گئے ہیں چنانچہ انہی جرائم کی پاداش میں اللہ رب العزت نے تمھارے اُوپر ایک ایسی قوم کو مسلط کر دیا جو "اقوام عالم" میں سب سے کمزور ترین قوم تھی اور اس قوم کے متعلق ہمارے دل میں کبھی خیال تک نہ آیا تھا کہ ایک دن یہ قوم بھی ہمارے اپنے ملک میں ہمارے خلاف جنگ کے لئے چڑھ آئے گی۔ لیکن بھوک کی ماری ہوئی قحط زدہ قوم کو آج یہاں تک پہنچا دیا ہے اور ان کے پیغمبر ﷺ کے خلیفہ نے ان کو ہماری طرف روانہ کیا ہے کہ وہ ہمارا ملک ہم سے چھین کر ہمیں ہمارے ملک سے یک بینی دو گوش نکال باہر کریں۔

اس کے بعد ہرقل نے جو کچھ جاسوسوں سے سنا تھا وہ ساری معلومات ان کے سامنے بیان کیں جس کے جواب میں ارباب اختیار اور ارکان دولت نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا اور بادشاہ سے کہا کہ ہم جنگ کے لئے بالکل تیار ہیں۔ آپ ہمیں مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے بھیجیے، مسلمان اپنے عزائم میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے ہم ان کا راستہ روکیں

گے اور ان کے نبی ﷺ کے شہر تک ان کو پہنچا کر آئیں گے اور ان کے کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجا کر واپس آئیں گے اور ان کا ایک فرد بھی باقی نہیں چھوڑیں گے۔"

رومی فوج کی تیاری اور اہتمام

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ہرقل نے جب ان کے چہروں کی بشاشت اور خوشی کو دیکھا اور ان کی مستعدی اور حزم و احتیاط کو ملاحظہ کیا تو آٹھ ہزار جانباز سپاہیوں کا انتخاب کر کے ان پر چار ایسے سپہ سالار جو بہت بڑے ماہرین فن حرب سمجھے جاتے تھے، مقرر کیے۔ ان چار کمانڈروں کے نام یہ ہیں:

① بطالیق

② اس کا بھائی جرجیس

③ شرطہ کا گورنر لوقا بن سمعان

④ غزہ کا گورنر صلیب بن حنا[1]

یہ چاروں سپہ سالاران لشکر شجاعت و درایت یعنی بہادری اور حکمت و دانائی میں ضرب المثل تھے۔[2] انھوں نے زرہیں پہنیں، خوب مُزین اور آراستہ ہو کر آئے اور اپنی تیاری کا مظاہرہ کیا۔ لاٹ پادری نے ان کے حق میں فتح و نصرت کی دعائیں مانگیں کہ:

"اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ كَانَ مِنَّا عَلَى الْحَقِّ."

"اے اللہ! جو ہم میں سے حق پر ہو، اس کی مدد کرنا!"

اور کنیسہ اور گرجا میں جس خوشبودار چیز کی دھونی دی جاتی ہے، اس کو دہکا کر انھیں دھونی دی اور معمودیہ کا دم کیا پانی بطور تبرک کے، حصول برکت کی غرض سے ان پر چھڑکا، اس کے بعد انھوں نے بادشاہ کو الوداعی سلامی دی اور بادشاہ نے ان کو روانگی کی رخصت دی اور لشکر چل دیا۔ نصرانی عرب جاسوسوں کو آگے رکھا گیا تا کہ وہ راستہ بتلاتے جائیں۔

میدانِ جنگ اور آغازِ جنگ

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت رفاعہ بن معمر رحمۃ اللہ علیہ اپنے دادا یاسر بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ رومیوں کے لشکر سے تین دن پہلے اپنی سپاہ کے ساتھ تبوک پہنچ گئے تھے چو تھے

[1] ایک نسخہ کے مطابق پانچ کمانڈر ہیں۔ اس نسخہ کے مطابق شرطہ کا گورنر لوقا بن سمعان نہیں ہے بلکہ دونوں الگ الگ گورنر ہیں اس طرح پانچ کمانڈر ہوئے۔ (مترجم عفی عنہ)

[2] سائنس آف وار اور آرٹ آف وار دونوں کے ماہر تھے۔ (مترجم عفی عنہ)

روز سیاہ مصطفیٰ کا ارادہ تھا کہ پیش قدمی کی جائے کہ دور سے انھیں گرد اڑتی نظر آئی یہ دیکھ کر مسلمان مجاہدین چوکنا اور محتاط ہو گئے۔ حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار مجاہدین کی فوج کو ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں دے کر مورچہ بند ہونے کا مشورہ دیا اور وہ کمین گاہ اور بنکروں میں چھپ گئے اور ایک ہزار سپاہیوں کو لے کر سامنے ہو گئے۔ لڑائی کے لئے فوج کو صف آراء کرنے کے بعد چند پند ونصائح بیان کیں اللہ عزوجل کی نعمتوں کا ذکر کیا اور فرمایا:

یاد رکھو! اللہ عزوجل نے تم سے مدد کا وعدہ فرمایا ہے کتنے ہی مقامات پر فرشتوں کی فوج بھیج کر تمھاری مدد فرمائی ہے۔ اللہ عزوجل نے قرآن عزیز میں ارشاد فرمایا:

﴿ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً م بِاِذْنِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ○ ﴾

"بارہا کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔"[1]

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

((اَلْجَنَّةُ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ))

"جنت تلواروں کے سایوں کے نیچے ہے۔"[2]

مسلمانو! سن لو! شام میں داخل ہونے اور رومیوں سے جنگ کے لئے آنے والا سب سے پہلا لشکر تمھارا ہی ہے۔ اور اب جو مسلمانوں کے دوسرے لشکر تم سے آکر ملیں گے، اس کے اصل تم ہی ہو اور شام کے لشکروں سے اصل مقابلہ تمھارا ہے۔ دوسرے مسلمان تمھارے معاون اور مددگار شمار ہوں گے اور تمھیں اب مسلمانوں کے گمان پر جو انھیں تمھارے متعلق ہے، پورا اترنا چاہئے۔ دشمن تمھارے مقابلہ پر ہے اس لئے احتیاط سے رہو، دشمن تمھیں قتل کرنے کی طمع کرے گا تم اللہ عزوجل (کے دین) کی مدد کرو وہ تمھاری مدد فرمائے گا۔

حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ابھی مجاہدین کو ہدایات دے رہے تھے کہ اسی دوران میں اچانک روم کی فوج کے ہراول دستے آتے ہوئے صاف نظر آنے لگے اور ان کے قدم بقدم دوسرے لشکر بھی پہنچنا شروع ہو گئے۔ رومیوں نے جب دیکھا کہ عربوں کی فوج تو نہایت قلیل مقدار میں ہے ان کے دل میں اس مختصر سی سپاہ کو کچل کر رکھ دینے کی طمع نے انگڑائی لی اور بڑی رعونت آمیز لہجے میں آپس میں کہنے لگے اور اپنی زبان میں اوٹ پٹانگ لفظوں میں ٹک ٹک

---

[1] پارہ 2، البقرة 249، ترجمہ کنزالایمان.

[2] صحیح مسلم میں حدیث مبارکہ کے الفاظ یوں ہیں۔ ((ان ابواب الجنة تحت ظلال السیوف)) کتاب الجهاد، باب: ثبوت الجنة للشهید، حدیث نمبر: 4893. جامع الترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب: ماذکر ان ابواب الجنة تحت ظلال السیوف، حدیث: 1659.

کرتے ہوئے ایک دوسرے سے چلا چلا کر غصے سے کہنے لگے کہ پکڑ لو ان کو جو تمھارے ملک پر قبضہ کرنے، تمھاری حرمت کو پامال کرنے اور تمھارے بادشاہوں کو قتل کرنے کے ارادہ سے آئے ہیں صلیب سے مدد چاہتے ہوئے ان عربوں کا محاصرہ کرلو، صلیب تمھاری مدد کریگی۔

یہ کہہ کر رومیوں نے یکبارگی مسلمانوں کی فوج پر ہلہ بول دیا اور دونوں طرف کی فوجیں گتھم گتھا ہوگئیں۔

اصحاب رسول ﷺ و رضی اللہ عنہم نے بڑی بلند ہمتی اور دلیری کے ساتھ ان کے حملے کا جواب دیا۔ دیر تک لڑائی ہوتی رہی، رومی اپنی کثرت کی وجہ سے ایک دفعہ تو مسلمانوں پر چھا گئے اور انھوں نے سمجھ لیا کہ ہم نے مسلمانوں کو زیر کرلیا ہے اور وہ ہمارے قبضہ میں آگئے ہیں۔ اچانک حضرت ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ کمین گاہ سے اپنی سپاہ کو لے کر میدان میں آگئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وَقَدْ اَعْلَنَ هُوَوَاَصْحَابُهٗ بِالتَّكْبِيْرِ وَالصَّلٰوةِ عَلَى الْبَشِيْرِ النَّذِيْرِ وَالسِّرَاجِ الْمُنِيْرِ مُحَمَّدٍ ﷺ."

یعنی حضرت ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی نعرۂ تکبیر و رسالت لگاتے ہوئے اور اللہ عزوجل کے محبوب بشیر و نذیر اور سراج و منیر محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود و سلام با آواز بلند پڑھتے ہوئے عربی گھوڑوں پر سوار ابر کی طرح گرجتے ہوئے نمودار ہوئے اور رومیوں پر اس طرح بجلی بن کر کوند پڑے کہ دیکھتے ہی دیکھتے رب کائنات کی توحید کا علم لہرانے لگا، روم کی فوج نے جب اچانک اس کمین گاہ سے نمودار ہونے والے لشکر کو دیکھا تو ان کے اوسان خطا ہوگئے اور کمر ہمت ٹوٹ کر رہ گئی ان کے دلوں پر خداوند تعالیٰ نے ایسا رعب ڈال دیا کہ ان کی ہوا اکھڑ گئی اور زمین ان کے پاؤں تلے سے نکل گئی اور انھوں نے رجعت قہقری کی اور اُلٹے پاؤں گرتے پڑتے افتاں خیزاں بھاگنے لگے۔

رومی فوج کے سردار کا مارا جانا

حضرت ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی نظر رومی کمانڈر "بطالیق" پر پڑی جو اپنے لشکر کو لڑائی پر اُبھار رہا تھا اور ان کو ترغیب و ترہیب کے ذریعے بھرپور حملہ کرنے کے لئے آمادہ کر رہا تھا۔ آپ نے بھانپ لیا کہ یہ دشمن کی سپاہ کا سرغنہ لگتا ہے یہ سوچ کر آپ نے نہایت دلیری اور بہادری کے ساتھ اس پر حملہ کیا اور جذبہ صادقہ سے سرشار ہوکر اس کو ایک ایسا نیزہ مارا جو کہ اس کے پہلو کو چیرتا ہوا آر پار ہوگیا۔ بطالیق بے ہوش ہوکر گرا اور وہیں ڈھیر ہوگیا۔

رومیوں نے جب یہ حالت دیکھی تو بے تحاشا بھاگے اور اللہ عزوجل کے فضل و کرم سے میدان، حضرت محمد مختار ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے مار لیا کیونکہ اللہ عزوجل اپنے محبوب و مختار رسول ﷺ کے سچے غلاموں کو دن رات نصرت و فتح سے سرفراز فرماتا ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت یزید بن ابی سفیان اور حضرت ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں جو لشکر شام کی طرف روانہ فرمایا تھا، اس کے متعلق سعد بن اوس رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں اور ایک دوسری سند کے ساتھ عبداللہ بن مسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تبوک کے اطراف میں بطالیق کے ساتھ ہماری جنگ ہوئی اور اس جنگ میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے رومیوں کو شکست ہوئی اور ہمارے ہاتھوں پر اللہ رب العزت نے بارہ سو (1200) رومیوں کو لقمۂ شمشیر بنایا اور مسلمانوں میں سے ایک سو بیس افراد جن میں اکثریت ''قبیلۂ سکاسک'' کے لوگوں کی تھی، نے جام شہادت نوش فرمایا۔

شکست خوردہ رومیوں کا آپس میں صلاح مشورہ

جب رومیوں کو شکست ہوئی تو ان کے سپہ سالار ''جرجیس'' نے اپنی ہزیمت خوردہ سپاہ سے مخاطب ہو کر کہا: ''اے لشکر روم! حیف ہے تم پر! ہم بادشاہ کے پاس کس منہ سے حاضر ہوں گے؟ ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت نے کس دلیری اور بہادری کے ساتھ ہمارے بڑے بڑے سرداروں کے پرخچے اڑا دیئے اور بڑے بڑے سورماؤں کے مان توڑ دیئے اور ان کی تکہ بوٹی کر کے کشتوں کے پشتے لگا دیئے، میں تو واپس جانے کا سوچ بھی نہیں سکتا، جب تک اپنے بھائی کے قتل کا بدلہ نہ لے لوں یا میں بھی اس کے ساتھ نہ جا ملوں!''

رومی یہ سن کر ایک دوسرے کو سرزنش کرنے اور کوسنے لگے اور ندامت کے داغ دھونے کو واپس لوٹے ایک جگہ دوبارہ جنگ کے لئے آ کر خیمہ زن ہو گئے۔ اپنا ساز و سامان مرتب کر کے ہتھیار پہن کر جنگ کا بڑے زور و شور اور دھوم دھڑلے کے ساتھ اہتمام کیا جب لڑائی کے لئے پوری طرح خم ٹھونک کر تیار ہو چکے اور اپنے پڑاؤ اور چھاؤنی کو نہایت مضبوط اور مستحکم کر چکے تو ایک عرب نژاد نصرانی کو جس کا نام ''قداح بن واثلہ'' رومی تھا، بلا کر کہا کہ تو اپنے عم زاد (چچازاد) مسلمانوں کے لشکر میں اُن سے جا کر کہہ کہ وہ اپنے لشکر میں سے ایک دانا اور تجربہ کار سیانے آدمی کو ہمارے پاس بھیج دیں تاکہ ہم اس سے مذاکرات کر کے یہ دریافت کر سکیں کہ ان کے یہاں آنے کا مقصد کیا ہے اور وہ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟

رومیوں کا مذاکرات کے لیے قاصد طلب کرنا

قداح بن واثلہ ایک تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر مسلمانوں کے لشکر میں آیا۔ قبیلۂ اوس کے چند اشخاص نے جب ایک اجنبی آدمی کو اپنی طرف آتے دیکھا تو انھوں نے آگے بڑھ کر اس سے ملاقات کی اور دریافت کیا کہ تم کون ہو اور کس ارادہ سے یہاں آئے ہو؟

اس آنے والے شخص نے کہا کہ میں اس لیے آیا ہوں کہ ہمارے سردار لشکر تمھارے ایک تجربہ کار اور عقلمند آدمی کو بلا

رہے ہیں۔ انھوں نے مجھے اس مقصد کے لئے پیغام دیکر تمھارے پاس بھیجا ہے آپ میرے ساتھ اپنا ایک معاملاتِ ملکی سے باخبر اور ماہر آدمی بھیج دیں تا کہ اس کے ساتھ دونوں ملکوں کی فوجوں کے یہاں اکٹھے ہونے کے بارے میں بات چیت اور مذاکرات کیے جا سکیں اور کوئی مصالحت کی صورت نکال کر جنگ سے بچا جا سکے۔

حضرت ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں جاؤں گا! حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے انھیں روکا کہ ربیعہ! تمھارا جانا مناسب نہیں ہے، کیونکہ تم نے کل کی لڑائی میں ان کے ایک بڑے آدمی کو قتل کیا تھا اس لئے مجھے تمھارے متعلق اس قوم سے خطرہ ہے کہ وہ تم کو نقصان پہنچائیں گے۔ حضرت ربیعہ نے کہا: موت تو اٹل ہے پھر ڈرنے کا فائدہ؟ اللہ عزوجل قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ ﴾

"تم فرماؤ ہمیں نہ پہنچے گا مگر جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا وہ ہمارا مولیٰ ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے۔"[1]

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کا مذاکرات کے لیے جانا

پھر حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے کہا: اے یزید! میں آپ کو اور تمام مسلمانوں کو (جو یہاں موجود ہیں) یہ تاکید اور وصیت کرتا ہوں کہ آپ حضرات میری طرف سے غافل نہ ہوئیے گا آپ کی توجہ اور دھیان میری طرف رہے اگر بالفرض رومیوں نے میرے ساتھ کوئی غداری اور بے وفائی و بدعہدی کرنے کی حرکت کی، تو میں ان پر حملہ کروں گا تو آپ بھی ان پر ٹوٹ پڑنا اور یک بارگی ہلہ بول دینا۔ یہ کہہ کر ربیعہ رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور تمام مسلمان مجاہدین کو سلام کر کے دشمن کی طرف چل دیئے۔ حتیٰ کہ جب آپ دشمن کے لشکر کے قریب پہنچے اور ان کے سپہ سالار کے خیمہ کے قریب ہوئے تو قداح بن واثلہ نے حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ سے کہا: بادشاہ کے لشکر کی تعظیم کیجئے اور اپنے گھوڑے سے اتر جائیے! حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ عزت سے ذلت کی طرف اتروں اور نہ ہی میں اپنے گھوڑے کی عنان کسی غیر کے ہاتھ میں دے سکتا ہوں، میں خیمے کے دروازے کے پاس جا کر ہی اپنے گھوڑے سے اتروں گا۔ اگر تمھیں منظور نہیں ہے تو میں واپس جاتا ہوں کیونکہ ہم نے تمھاری طرف پیغام نہیں بھیجا بلکہ تم لوگوں نے ہمیں اپنے پاس دعوت دی لہٰذا ہم ذلت کا پہلو اختیار کرنے کو ہرگز تیار نہیں ہیں۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: قداح بن واثلہ نے جا کر رومیوں کو ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا تمام قصہ بیان کر دیا۔ انھوں

[1] پارہ 10، التوبہ 51، ترجمہ کنزالایمان

نے آپس میں صلاح مشورہ کیا اور آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ عربی لوگ قول کے بہت پکے ہوتے ہیں اور اپنی بات سے ہرگز نہیں پھرتے، لہٰذا ہمیں معترض نہیں ہونا چاہئے۔ جس طرح وہ آنا چاہے آنے دیا جائے۔

چنانچہ آپ اسی طرح گھوڑے پر سوار، خیمہ تک تشریف لے گئے اور خیمہ کے بالکل پاس پہنچ کر گھوڑے سے اترے اور گھوڑے کی باگ ہاتھ میں تھامے ہوئے زمین پر دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ اور جرجیس کا مکالمہ

رومی سپہ سالار جرجیس نے گفتگو شروع کی اور کہا: اے برادر عربی! تم ہمارے نزدیک کمزور ترین قوم تھے، تمہارے متعلق ہم نے کبھی سوچا تک نہیں تھا اور ہمارے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ تم کو کبھی ہمارے ساتھ لڑنے کی بھی جرأت پیدا ہوگی اور تم جنگ کے ارادہ سے ہم پر چڑھ دوڑو گے! برادر عربی! تم لوگوں کے کیا عزائم ہیں؟

جرجیس کی گفتگو کا جواب دیتے ہوئے حضرت ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہماری یہ خواہش ہے کہ تم ہمارا دین قبول کرلو اور مشرف بہ اسلام ہو جاؤ اور تم بھی وہی کلمہ پڑھو جو ہم پڑھتے ہیں اور اگر اسلام میں داخل ہونا قبول نہیں ہے تو پھر ذمی بن کر رہو اور جزیہ ادا کیا کرو اور اگر اس سے بھی انکاری ہو تو پھر جنگ ہوگی اور تلوار بہترین فیصلہ کرنے والی ہے۔

جرجیس نے کہا: اس میں کیا حرج ہے اور کونسی رکاوٹ ہے کہ تم ملک فارس (ایران) پر لشکر کشی کرو اور ہمارے ساتھ تم دوستی کرلو اور ہم آپس میں صلح سے رہیں!

ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ملک فارس کی نسبت چونکہ تمہارا ملک ہم سے قریب ہے، اس لئے ہم ابتداء تمہارے ملک سے کرینگے اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی کتاب عزیز میں ہمیں اسی کا حکم فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہوتا ہے:

﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ط ﴾

"اے ایمان والو! جہاد کرو ان کافروں سے جو تمہارے قریب ہیں اور چاہئے کہ وہ تم میں سختی پائیں۔"[1]

جرجیس نے کہا کہ کیا تم پر کوئی کتاب بھی نازل ہوئی ہے؟

ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں جیسے تمہارے نبی علیہ السلام پر انجیل مقدس نازل ہوئی تھی۔

اس نے کہا: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تم اس شرط پر ہم سے صلح کرلو کہ ہم تمہارے ہر ایک آدمی کو ایک دینار اور ایک اونٹ

[1] پارہ 11، التوبہ 123، ترجمہ کنزالایمان۔

غلہ اور تمھارے سردار کو سو دینار اور دس اونٹ غلہ اور تمھارے خلیفہ کو ایک ہزار دینار اور سو اونٹ غلہ دے دیں اور ہمارے تمھارے درمیان یہ معاہدہ تحریر ہو جائے کہ نہ تم ہمارے خلاف لڑو گے اور نہ ہم کبھی تمھارے خلاف جنگ برپا کریں گے؟

حضرت ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کی کوئی سبیل نہیں ہے ایسا کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ تین صورتیں ہیں اول تو یہ کہ تم اسلام قبول کرلو دوسرا جزیہ اور تیسرا جنگ ہے اور بس!

جرجیس کہنے لگا کہ یہ تو کبھی نہیں ہو سکتا کہ ہم مذہب تبدیل کر کے مسلمان ہو جائیں کیونکہ ہم اپنے دین سے بہتر کوئی دین نہیں دیکھتے اور ہمارے دین کا بدل کوئی نہیں۔ لہٰذا جب تک ہمارا ایک آدمی بھی زندہ ہے اس وقت تک ہم اپنا دین چھوڑ کر کوئی اور دین قبول کرنے کو ہرگز تیار نہیں۔ رہا معاملہ جزیہ کا تو اس ذلت کی زندگی پر ہم مرنے کو ترجیح دینگے تم کوئی ہم سے زیادہ لڑاکا نہیں ہو، کیونکہ ہماری فوج تم سے زیادہ جنگ دیدہ اور جنگ چشیدہ ہے جنگ وحرب اور میدان کارزار میں اترنا اس کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے، کیونکہ ہماری جنگجو فوج میں قوم بطارقہ کے سپوت اور سرداروں کے بیٹے ہیں جو مردان حرب، شمشیر کے دھنی اور نیزہ بازی کے ماہر ہیں۔ جرجیس نے اپنے ساتھیوں سے کہا[1] کہ صقالیہ نامی پادری کو بلا کر لائے تا کہ اس بدوی سے مکالمہ کیا جائے۔

پادری اور حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کے درمیان مکالمہ

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: پادری نے کہا: اے برادر عرب! ہمارے علم میں یہ ہے کہ بیشک اللہ عزوجل ایک نبی عربی ہاشمی قریشی مبعوث فرمائے گا اور اس کی ایک علامت یہ ہوگی کہ اللہ عزوجل ان کو آسمانوں کی سیر کرائے گا کیا تمھارے پیغمبر کو اللہ عزوجل نے آسمانوں کی سیر کرائی ہے؟

حضرت ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں! ہمارے آقا و مولیٰ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے آسمانوں کی سیر کرائی جیسا کہ اللہ عزوجل اپنی کتاب عزیز قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ﴾

"پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی۔"[2]

---

[1] اور ایک نسخہ میں ہے اپنے حاجب سے کہا۔ (مترجم عفی عنہ)

[2] پارہ 15، الاسراء 1، ترجمہ کنزالایمان۔ مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک تشریف لے جانا نص قرآنی سے ثابت ہے اس کا منکر کافر ہے اور آسمانوں کی سیر اور منازل قرب میں پہنچنا احادیث صحیحہ معتبرہ مشہورہ سے ثابت ہے جو حد تواتر کے قریب پہنچ گئی ہیں اس کا منکر گمراہ ہے۔

پادری نے کہا: ہماری کتاب میں بھی موجود ہے کہ اس نبی علیہ السلام اور اس کی اُمت پر ایک مہینے کے روزے فرض ہونگے اور اس مہینہ کا نام ''ماہ رمضان'' ہوگا۔

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ بھی ٹھیک ہے اللہ عزوجل نے ماہ رمضان کے روزے فرض کئے ہیں اور ہماری کتاب قرآن مجید میں اس کا ذکر ہے اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ ج فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ط﴾

''رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا لوگوں کے لئے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے۔''[1]

پادری نے کہا: ہم اپنی کتاب میں یہ بھی پاتے ہیں کہ اگر اس امت کا کوئی شخص ایک نیکی کرے گا تو اس کے بدلے میں دس نیکیاں لکھی جائیں گی لیکن اگر بدی کرے گا تو اس کے نامہ اعمال میں ایک ہی گناہ لکھا جائے گا۔

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ج وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزٰٓی اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ۝﴾

''جو ایک نیکی لائے تو اس کے لئے اس جیسی دس ہیں اور جو بُرائی لائے تو اسے بدلہ نہ ملے گا مگر اس کے برابر اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔''[2]

پادری نے کہا: ہم نے اپنی کتاب میں یہ بھی پڑھا ہے کہ اللہ عزوجل ان کی اُمت کو ان پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے اور درود بھیجنے کا حکم دے گا!

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بالکل ٹھیک ہے اللہ عزوجل قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۝﴾

''بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر، اے ایمان والواُن پر درود اور

---

[1] پارہ 2، البقرہ 185، ترجمہ کنزالایمان۔

[2] پارہ 8، الانعام 160، ترجمہ کنزالایمان۔

خوب سلام بھیجو۔“ ❶

پادری کا فیصلہ، رومیوں کی بدنیتی اور حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کے قتل کی کوشش

پادری یہ جوابات سن کر بہت متعجب ہوا اور سرداران لشکر سے کہنے لگا کہ حق اسی قوم کے ساتھ ہے۔ اسی دوران میں ایک درباری نے جرجیس سے کہہ دیا کہ جناب یہ وہی بدوی ہے جس نے آپ کے بھائی کو کل قتل کیا تھا۔
جرجیس یہ سُن کر آگ بگولہ ہو گیا اور مارے غصہ کے آنکھیں سُرخ ہو گئیں چاہا کہ آپ پر حملہ کر دے، مگر آپ اس کے ارادوں کو بھانپ گئے جلدی سے برق رفتاری کے ساتھ کود کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تلوار کے ایک ہی وار سے جرجیس کو خاک و خون میں لوٹا دیا اور ادھر وہ زمین پر ہلاک ہو کر گرا اور ادھر رومی آپ پر ٹوٹ پڑے۔ اتنے میں آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہو چکے تھے آپ نے رومیوں کو للکارا اور ان پر حملہ کر دیا۔

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ اور لشکر اسلام کا حملہ

حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے جب اس طرح رن پڑا ہوا دیکھا تو آپ نے پکار کر کہا مسلمانو! اللہ عزوجل کے دشمنوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کے ساتھ غداری کی ہے، تم بھی فوراً حملہ کر دو!
یہ سنتے ہی مسلمانوں نے مشرکوں پر حملہ کر دیا۔ دونوں لشکروں میں گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔ رومی بڑے استقلال اور پامردی کے ساتھ لڑ رہے تھے کہ اچانک مسلمانوں کی ایک دوسری فوج جس کی قیادت حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی کر رہے تھے نمودار ہوئی۔ مسلمانوں نے جب عین لڑائی میں اپنے بھائیوں کو آتے دیکھا تو ان کے حوصلے بڑھ گئے اور انھوں نے اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کی کھوپڑیاں اپنی تلواروں سے پھاڑ کر رکھ دیں۔

مسلمانوں کی فتح اور مالِ غنیمت

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ اس معرکہ میں رومیوں کے آٹھ ہزار فوجی کام آئے ان کے پورے لشکر کا صفایا ہو گیا کوئی ایک شخص بھی زندہ نہیں بچا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ تبوک شام سے چونکہ کافی دور پڑتا ہے اس لئے عربوں نے تعاقب کر کے سب کو تہہ تیغ کر دیا تھا اس کے بعد مسلمانوں نے اُن کا مال، تاتاری گھوڑے چھوٹے بڑے خیمے اور تمام خزانہ قبضہ میں کر لیا اور پھر شرحبیل رضی اللہ عنہ کاتب وحی اور اُن کے ساتھیوں سے مل گئے اور تمام مال غنیمت جمع کرا دیا اور ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے تمام مال غنیمت جمع کر لینے کے بعد اس مال کے متعلق

❶ پارہ 22، الاحزاب 56، ترجمہ کنز الایمان۔

حضرت یزید اور حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہما سے مشورہ کیا۔ دونوں حضرات نے اتفاق رائے سے فرمایا کہ یہ مال جو ہم نے رومیوں سے حاصل کیا ہے اس میں کچھ سامان اور ہتھیاروں کے سوا سب کچھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا جائے تا کہ اس مال کو دیکھ کر مسلمانوں کے دل میں جذبۂ جہاد پیدا ہو اور مسلمان جوق در جوق اس طرف آئیں چنانچہ سب اس پر برضا و رغبت تیار ہو گئے اور سوائے اسلحہ اور سامان حرب کے تمام مال غنیمت حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں پانچ سو سواروں کے ہمراہ خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ بھیج دیا تا کہ مسلمانوں کو تقویت حاصل ہو اور باقی لشکر تبوک کے مقام پر ٹھہرا رہا تا کہ دوسرے لوگ اور باقی جیش بھی ان سے آ کر مل جائیں اور پھر اکٹھے روانہ ہوں۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جب یہ سامان اور مال غنیمت لے کر مدینہ طیبہ پہنچے اور مسلمانوں نے مشرکین کے اموال دیکھے تو انھوں نے بلند آواز سے نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت لگائے۔ [1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ اور بشیر و نذیر آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کی ایمان افروز صداؤں سے مدینہ شریف کی فضاؤں کو گونجتا ہوا پایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت کی آوازیں سن کر اس کا سبب دریافت فرمایا؟ لوگوں نے عرض کیا: حضرت! شداد بن اوس رضی اللہ عنہ مال غنیمت لے کر آئے ہیں۔ ابھی یہ ذکر ہو رہا تھا کہ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ اپنے قافلہ کے ساتھ آ پہنچے اور سواریوں سے اتر کر پہلے مسجد میں دو رکعت نفل پڑھے پھر نماز سے فارغ ہو کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر گنبد خضراء کے مکین کے حضور ہدیہ صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کی سعادت حاصل کی اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اجتماعی حاضری کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام کی فتح و نصرت کی مبارک باد دی اور رومیوں کے ساتھ جو کچھ جنگ میں ہوا، وہ تمام قصہ بیان کیا اور اس سفر جہاد کے متعلق تفصیل کے ساتھ مطلع اور آگاہ کیا۔

---

[1] مصنف کے الفاظ یہ ہیں: "لَمَّا وَصَلَ بِالْمَالِ اِلَى الْمَدِيْنَةِ الْمُنَوَّرَةِ فَلَمَّا عَايَنَ الْمُسْلِمُوْنَ اَمْوَالَ الْمُشْرِكِيْنَ رَفَعُوْا اَصْوَاتَهُمْ بِالتَّهْلِيْلِ وَالتَّكْبِيْرِ، وَالصَّلٰوةِ عَلَى الْبَشِيْرِ النَّذِيْرِ مُحَمَّدٍ ﷺ"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک اور لشکر تیار کرنا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک اور لشکر تیار کرنا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس بریفنگ کے بعد اللہ عزوجل کے حضور سجدہ شکر ادا کیا اور اس فتح اور کامیابی کو نیک فال تصور فرما کر روم کی جنگ سے حاصل شدہ اس مال غنیمت سے مسلمانوں کا ایک اور لشکر مرتب کیا اور پھر اس کے بعد آپ نے اہلِ مکہ کے نام ایک خط تحریر فرمایا اور انھیں جہاد کی دعوت اور ترغیب دی خط کی نقل حسب ذیل ہے:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اہلِ مکہ کو خط

بسم الله الرحمن الرحيم

من ابی بکر عبدالله عتیق بن ابی قحافه الی المسلمین الی اهل مکه و من حولها.

السلام علیکم فانی احمد الله الذی لا اله الا هو و اصلی علی نبیه محمد ﷺ اما بعد فانی قد استنفرت من قبل المسلمین الی جهاد عدوهم وفتوح بلاد الشام و قدکتبت الیکم لتسز عوا إلی ما امر ربکم سبحانه و تعالیٰ اذیقول الله عزوجل:

﴿اِنْفِرُوْا خِفَافاً وَّثِقَالًا وَّجَا هِدُوْا بِأَمْوَالِكُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ط ذٰلِکُمْ خَیْرٌلَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ٥﴾ (التوبه: 41)

وهذه الاية نزلت فیکم وانتم احق بها و أول من صدق وقام بحکمها فمن من ینصر دین الله فالله ینصره و من بخل بنفسه عن ذلك استغنی الله عنه والله غنی حمید فسارعوا الی جنته عالیة قطو فها دانیة اعدها الله

للمجاهدين المهاجرين والا نصار ومن اتبع سبيلهم وحسبنا الله ونعم الوكيل .

بسم الله الرحمن الرحيم

یہ خط ابوبکر عبداللہ عتیق بن ابی قحافہ کی طرف سے اہل مکہ اور اس کے مضافات میں رہنے والے تمام مسلمانوں کے نام ہے۔
السلام علیکم...... میں اللہ ﷻ کا حامد اور شاکر ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اس کے نبی مکرم حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر درود پڑھتا ہوں۔
اس کے بعد بات یہ ہے کہ میں نے مسلمانوں کو جہاد اور بلاد شام کو فتح کرنے کے لیے جمع اور تیار کیا ہے۔ میں نے تمھاری طرف بھی لکھا ہے اور دوسرے مسلمانوں کو بھی خطوط روانہ کیے ہیں کہ تم اپنے رب ﷻ کے حکم کو پورا کرنے کی طرف فوری توجہ دو اس لیے کہ اللہ ﷻ کا امر ہے:
﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝﴾
"کوچ کرو ہلکی جان سے چاہے بھاری دل سے اور اللہ کی راہ میں لڑو اپنے مال اور جان سے یہ تمھارے لئے بہتر ہے اگر جانو۔"[1]

یہ آیت کریمہ تمھارے حق میں نازل ہوئی اور تمھی اس کے سب سے زیادہ اہل اور اس کے سب سے پہلے حق دار ہو اور سب سے پہلے اس آیت کی تصدیق کرنا اور اس کے حکم پر عمل کرنا تم پر واجب اور لازم بنتا ہے۔ جو اللہ ﷻ کے دین کی مدد کرے گا، پس اللہ ﷻ اس کا مددگار ہوگا اور جس نے بخل سے کام لیا اللہ ﷻ اس سے بے نیاز ہے اور اللہ ﷻ غنی اور حمید ہے۔

سو تم دوڑو اس جنت کی طرف، جس کے درجات بلند ہیں اور اس کے ثمرات و فوائد عنقریب تمھاری جھولی میں گرنے والے ہیں۔ یہ جنت اللہ ﷻ نے مہاجرین اور انصار مومنین کے لئے تیار کر رکھی ہے اور ان کے لئے جو اس کی راہ پر چلیں اور وہ اس کے برگزیدہ بندے ہیں اللہ ﷻ ہمارے لئے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔"

[1] پارہ 10، التوبہ 41، ترجمہ کنزالایمان

آپ نے اس خط پر رسول اللہ ﷺ کی مہر لگائی اور عبداللہ بن حذافہ کو دیکر روانہ کیا۔ حضرت ابن حذافہ یہ خط لے کر جب مکہ معظمہ پہنچے تو انھوں نے لوگوں کو منادی کر کے بلایا اور اہل مکہ جب مجتمع ہو گئے تو آپ نے ان کو یہ خط پیش کیا اور اصحاب رسول ﷺ کے سامنے پڑھا۔

اہلِ مکہ کا خط سننے کے بعد جذبۂ جہاد

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ خط سن کر سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام اور عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہم کھڑے ہوئے اور یک زبان ہو کر کہنے لگے ہم نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم کی طرف دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کیا اور اللہ عزوجل کے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کے قول کی تصدیق کی۔

حارث بن ہشام اور عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہم نے کہا: اللہ عزوجل کی قسم! ہم اللہ عزوجل کے دین کی مدد اور نصرت سے کبھی پیچھے نہیں رہیں گے۔ آخر کب تک ہم اُن لوگوں سے جو ہم پر سبقت لے گئے ہیں، پیچھے رہ سکتے ہیں اور یہ درست ہے کہ کچھ حضرات ہم سے پہل کر چکے اور انھوں نے کچھ کامیابیاں بھی حاصل کر لی ہیں اور ہم ان سے اس سعادت اور نعمت عظمٰی کے حاصل کرنے میں پیچھے رہے مگر اب مزید تاخیر ہمیں نہیں کرنی چاہئے۔ کم از کم ہمارا نام سابقین میں شامل ہونے سے رہ گیا تو لاحقین کی فہرست میں تو ضرور لکھا جانا چاہئے۔

چنانچہ حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ اپنی قوم "بنی مخزوم" کے چودہ آدمی لے کر نکلے اور سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنے قبیلہ "بنو عامر" کے چالیس جوانوں کے ساتھ، جن میں حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ بھی تھے، تیار ہو کر آئے۔ ان کے علاوہ مکہ مکرمہ کے بہت سے لوگ ان کے ساتھ مزید آ ملے اس طرح پانچ سو افراد کی ایک جماعت تیار ہو کر مدینہ منورہ کی طرف عازم سفر ہوئی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قبیلہ ہوازن اور ثقیف کی طرف خط

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک خط قوم ہوازن اور ثقیف کو بھی لکھا تھا ان کے چار سو آدمی بھی مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عبداللہ بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ابو عامر ہوازنی کا بیان ہے کہ ہم طائف میں تھے کہ ہمارے پاس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مکتوب گرامی پہنچا وہ نامہ مبارک جب ہم پر پڑھا گیا تو فوراً ہوازن اور ثقیف کے چار سو آدمیوں نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا اور تیار ہو کر بلا تاخیر نکل پڑے۔ راستہ میں مکہ والے اصحاب بھی ہم سے مل گئے اور اس طرح

ہماری تعداد (400+500) کل نو سو ہو گئی جن میں سے ہر شخص کا یہی دعویٰ تھا کہ رومیوں کے نو سو جوانوں کے لئے تو میں اکیلا کافی رہوں گا۔ اور تن تنہا نو سو آدمیوں سے لڑ سکتا ہوں، قافلہ رواں دواں ہے یہاں تک کہ ہم مدینہ طیبہ پہنچے اور بقیع میں اترے اور وہاں پڑاؤ کیا۔ [1]

نئے لشکر کی شام کی طرف روانگی

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہماری آمد کی اطلاع کر دی گئی آپ نے حکم دیکر قاصد بھیجا کہ آپ حضرات اس جگہ سے اپنے بھائی شرحبیل بن حسنہ اور یزید بن ابی سفیان اور ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہم جہاں ٹھہرے ہوئے ہیں وہاں اس مقام پر منتقل ہو جائیں۔ یہ حضرات اس وقت ''مقام جُرف'' میں قیام رکھتے تھے ہم نے وہاں پہنچ کر بیس روز قیام کیا، اس دوران میں دوسرے وفود آ آ کر ہم سے ملتے رہے۔

حضرت شداد بن اَوس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت کے ہمراہ ہمارے پاس چھاؤنی میں تشریف لائے۔ آپ نے تمام قبائل کے درمیان پیدل چلتے ہوئے دورہ فرمایا اور فوج کا جائزہ لیا پھر آپ نے ایک مقام پر کھڑے ہو کر فوج سے خطاب فرمایا۔ اللہ عزوجل کی حمد و ثناء بیان کی جو کہ اس کے لائق اور شایان شان ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خطبہ

حمد وصلوٰۃ کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''لوگو! بیشک اللہ عزوجل نے مسلمانوں پر جہاں اور فرائض مقرر فرمائے ہیں، وہاں ایک فریضہ جہاد بھی ہے جس کا ثواب اللہ عزوجل کے نزدیک بہت بڑا ہے تمھیں چاہئے کہ اپنی نیتوں کو اچھا کر لو اور ارادوں کو پاک صاف رکھو تا کہ تمھاری نیکیوں میں کثرت اور اضافہ ہو۔

اے اللہ عزوجل کے بندو! تم اپنے رب عزوجل کے فریضہ کی ادائیگی میں اور اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع اور پیروی کرنے میں جلدی کرو تم جس نیک کام کی طرف جا رہے ہو اس میں دو ہی باتیں ہیں اور دونوں ہی خوب ہیں یعنی فتح یا شہادت! اگر تم کو شہادت نصیب ہوئی تو تم اپنے اسلاف سے جا ملتے ہو اور جو شخص تم میں سے اللہ عزوجل کی راہ میں جان دیدے گا تو اس کا اجر اللہ کریم و رحیم کے ذمہ کرم پر ہے۔''

---

[1] یہ مدینہ شریف کا قبرستان ہے جہاں بہت سے صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کے مزارات ہیں۔ (مترجم عفی عنہ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک

عبداللہ بن سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوعامر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صورت اور حلیہ مبارک کے بارے میں ہمیں کچھ بتلائیں۔ تو حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ نے آپ کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"كَانَ رَجُلًا اَسْمَرَ نَحِيفًا طَوِيلًا خَفِيفَ اللِّحْيَةِ ."

"حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گندمی رنگ، دُبلے پتلے جسم والے لمبے قد کے مرد تھے، داڑھی مبارک زیادہ بھری اور گھنی نہ تھی۔"

بنوکلاب کا جہاد کے لیے آمادہ ہونا

ابوعامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے چار سو آدمی "حضرموت" سے بھی آئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے روم کی جنگ کے لئے ایک خط حضرت اصید بن مسلمہ کلابی رضی اللہ عنہ اور بنوکلاب کے نام بھی ارسال فرمایا تھا۔ جب یہ جمع ہو گئے تو حضرت ضحاک بن سفیان بن عوف الکلابی رضی اللہ عنہ نے ان میں کھڑے ہو کر ایک تقریر کی اور قوم کلاب سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اے حضرات بنوکلاب! اللہ عزوجل سے ڈرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کی خدمت میں فوری حاضر ہو جاؤ اور اس دین کی نصرت کے لئے جو اللہ عزوجل کی طرف سے اس کے محبوب رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر مبعوث ہوئے ہیں۔

وہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ سُن کر بنوکلاب کا ایک بوڑھا شخص جو کئی مرتبہ ملک شام گیا تھا، کھڑا ہوا اور کہنے لگا: ضحاک! تو ہمیں ایک ایسی قوم سے لڑنے پر اُبھارتا ہے جن کے پاس عزت ہے، قوت ہے، بے شمار گھوڑے اور ہر طرح کا سامان حرب ہے، اہل عرب میں اتنی ہمت اور قوت کہاں کہ وہ رومیوں سے مقابلہ کر سکیں؟ جبکہ ان کی تعداد بھی بہت کم ہے اور پھر یہ ہیں بھی ضعیف و کمزور اور رہی سہی کسر بھوک اور افلاس نے اُن کی نکال رکھی ہے!

حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتوحات فوج کی زیادتی اور سامان جنگ کی کثرت سے حاصل نہیں ہوئیں بلکہ آپ کی فتوحات کا مدار اللہ عزوجل کے اس دین کے اظہار پر تھا جس کے ساتھ آپ مبعوث ہوئے تھے۔ [1]

آپ کو یاد ہو گا کہ جنگ بدر (کبریٰ) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کل تین سو تیرہ آدمی تھے جنھوں نے قریش کے ان جنگجوؤں سے لڑائی کی جن کے پاس ہر طرح کا اسلحہ موجود تھا، ان کی تعداد بھی مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ تھی اور ایک اسی غزوہ بدر پر کیا منحصر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک اس دنیا میں حیات ظاہری کے ساتھ تشریف فرما رہے فتح و نصرت ہمیشہ

[1] جنگ صرف لشکر کی کثرت اور سامان حرب سے نہیں بلکہ ایمان کی قوت اور دینی حمیت اور جذبہ صادقہ سے لڑی اور جیتی جاتی ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

افرادی قوت کی قلت اور بے سروسامانی کے باوجود آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے قدم چومتی رہی اور آپ ﷺ کا جھنڈا بلند رہا اور آپ ﷺ کے بعد آپ کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیجئے کہ آپ کے منصب خلافت پر فائز ہوتے ہی مرتدوں نے سر اٹھایا تو آپ نے اس مشکل ترین مرحلہ پر کس طرح تلوار سے اس فتنہ کا قلع قمع کر کے رکھ دیا۔

بنوکلاب والو! یاد رکھو! جب تک تم قبیلۂ حمیر اور قبیلۂ طی کی طرح مسلمانوں کی مدد کے لئے نہیں اٹھو گے، اس وقت تک تم خلیفۂ رسول ﷺ اور مسلمانوں کی آنکھ کا تارا بن سکتے ہو اور نہ ان کی نگاہوں میں عزیز اور قابل ستائش ہو سکتے ہو۔ میں تمھیں اللہ عزوجل کی قسم دیتا ہوں کہ تم عربوں کے درمیان اپنی قوم کو ذلیل مت کراؤ۔ تمھارے پاس دوسروں کی نسبت زیادہ گھوڑے اور اونٹ موجود ہیں۔ علاوہ ازیں تمھاری نفری بھی اوروں کی بہ نسبت زیادہ ہے اور اسلحہ بھی تم دوسروں سے زائد رکھتے ہو، خدا کا خوف کرو اور خلیفۂ رسول ﷺ کے حکم پر فوراً لبیک کہتے ہوئے جہاد کے لئے چل دو۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جس وقت بنوکلاب نے حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ کی تقریر سنی تو ان کی آنکھیں کھل گئیں اور بغیر کسی پس و پیش کے فوراً چل دیئے۔ اونٹوں پر سامان حرب کے علاوہ خود بھی سوار ہوئے، عربی گھوڑے ساتھ لئے اور مدینہ منورہ کے قریب پہنچ کر انھوں نے ہتھیار پہنے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسی وقت لشکر اسلام کو ملک شام کی طرف روانہ کرنے کے لئے مدینہ طیبہ سے نکلے تھے۔

آپ سے ملاقات ہوگئی آپ نے بنوکلاب کو دیکھا تو ان کی آمد سے نہایت مسرور ہوئے اور ان کو اسی وقت امر دیا کہ مسلمانوں کے لشکر سے مل جائیں۔ آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے ایک جھنڈا باندھا اور ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا۔ حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ کچھ گھوڑے اور اونٹ لائے تھے وہ انھوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس غرض سے پیش کئے کہ روم کی جنگ میں آپ ان کو کام میں لاسکیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب ان گھوڑوں کو ملاحظہ فرمایا تو چونکہ تمام گھوڑے اشقر کے تھے [1] آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے تھے: ((خیل الیمن مجلۃ طلقۃ)) ''یمن کے گھوڑے پنجکلیان تیز رو ہوتے ہیں۔''

بنوکلاب پر امیر لشکر کا مقرر ہونا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: عرب میں ایک ہلچل مچ گئی۔ مہاجرین اور انصار کے گبھرو شیر جوان میدان میں نکل

[1] جسے اُردو میں کرہ گھوڑا کہتے ہیں۔ (مترجم عفی عنہ)

آئے۔ مقام جرف میں ایک کامل جیش جمع ہو گیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارادہ فرمایا کہ امیر جیش امین الامۃ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو مقرر کریں اور ان کے طلیعہ (ہراول دستے / مقدمۃ الجیش) پر حضرت سعید بن خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو جو ایک شریف اور نوجوان تھے، امیر مقرر کریں کیونکہ سعید بن خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں درخواست کی تھی کہ جس وقت آپ نے ارادہ فرمایا تھا کہ میرے والد خالد رضی اللہ عنہ کو جو آپ کے جیش کے افسروں میں سے ایک افسر تھے کہ انھیں فرنٹ رجمنٹ کا سالار مقرر کریں تو مسلمانوں نے اس کی مخالفت کی تھی اور آپ نے ان کو معزول کر دیا تھا حالانکہ انھوں نے اپنے آپ کو اللہ ﷻ کی راہ میں وقف کر دیا تھا اسی طرح میں نے بھی اپنے آپکو اللہ ﷻ کی راہ میں وقف کر رکھا تھا اور میں نے ہمیشہ آپ کی دعوت اور بیعت کو قبول کیا ہے کیا ایسا ممکن ہے کہ آپ مجھے اس لشکر کی کمانڈ سونپ دیں۔ میں اللہ ﷻ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ مجھے اللہ ﷻ کی راہ میں لڑائی میں بزدل اور عاجز نہیں پائیں گے (انشاء اللہ ﷻ)

چونکہ سعید رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے لڑائی میں زیادہ تجربہ کار اور اچھے شہسوار تھے، اس بنا پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انھیں جھنڈا عطا فرما کر دو ہزار سواروں پر سالار اور کمانڈر مقرر کر دیا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھے واقد بن ابی یاسر رضی اللہ عنہ نے یزید بن رومان رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب سعید بن خالد رضی اللہ عنہ کی یہ بات سنی کہ اس نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ایسی خواہش ظاہر کی تھی اور انھوں نے اس کو دو ہزار عرب شہسواروں پر سردار مقرر کر دیا ہے تو آپ نے اس طریق کار کو پسند نہیں فرمایا۔ آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: یا خلیفۂ رسول اللہ ﷺ! آپ نے یہ جھنڈا سعید بن خالد رضی اللہ عنہ کے لئے تیار کرایا ہے حالانکہ ان سے سینئر دوسرے حضرات موجود ہیں، جن پر سعید رضی اللہ عنہ کو ترجیح دی گئی اور اپ گریڈ کیا گیا ہے ان کو جھنڈا عطا کرتے وقت جو گفتگو انھوں نے آپ سے دشمنوں کے خلاف کی ہے، میں نے وہ گفتگو سنی ہے بخدا! سعید رضی اللہ عنہ نے میرے سوا کسی اور کا ارادہ نہیں کیا واللہ! میں نے کبھی اس کے والد کے بارے میں کوئی بات نہیں کہی اور نہ کبھی کسی طرح کی اس سے عداوت رکھی ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے یہ گفتگو سن کر ایک مخمصے میں مبتلا ہو گئے کیونکہ آپ کو یہ بھی برا معلوم ہوا کہ سعید بن خالد رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا جائے اور یہ بھی ناگوار ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے خلاف ہو، ایک تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آپ کے دل میں محبت دوسرا ان کا ناصحانہ اور خیر خواہانہ مشورہ اور تیسرے رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ان کی قدر و منزلت اور مقام و مرتبہ کا بلند ہونا! آپ رضی اللہ عنہ کے دل میں آیا اور اچانک اٹھے اور سیدھے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ طیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور سارا ماجرا اُن کو سنایا۔

انھوں نے عرض کیا: اے ابا جان! آپ یقیناً جانتے ہیں کہ بیشک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیش نظر ہمیشہ دین کی بہتری ہوتی ہے اور وہ اپنی بات سے ہمیشہ اللہ رب العالمین کے دین کی خیر خواہی اور بھلائی ہی کا ارادہ فرماتے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں کسی مسلمان کے لئے کسی قسم کا بغض نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول قبول کر لیا اور "ابواروی الدوسی" کو بلا کر حکم دیا کہ سعید بن خالد رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے جو جھنڈا آپ کو دیا تھا وہ ہمیں واپس لوٹا دو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بھی اس لشکر میں تھا۔ سعید بن خالد رضی اللہ عنہ مقام جرف میں ہمیں نماز پڑھا رہے تھے جب "ابواروی الدوسی" پہنچے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حکم سنایا۔ سعید رضی اللہ عنہ نے فوراً وہ جھنڈا واپس کر دیا اور کہنے لگے: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں خدمت دین میں اپنے آپ کو وقف کر چکا ہوں۔ بخدا! میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علم کے نیچے جہاں کہیں اور جس کے ہاتھ میں ہوگا اللہ تعالیٰ کی راہ میں دل و جان سے لڑوں گا۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی تقرری

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس فکر میں سرگرداں تھے کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے "مقدمۃ الجیش" کا سردار کس کو مقرر کیا جائے؟ کہ اتنے میں حضرت سہیل بن عمر، حضرت عکرمہ بن ابی جہل اور حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم اسلحہ سے مسلح ہو کر پہنچ گئے۔ یہ حضرات خواہش مند تھے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فوج کا علم ان کے سپرد کر دیں۔ آپ نے جب ان کی خواہشات کا اندازہ فرمایا تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا، آپ نے رائے دی کہ اس کی کوئی سبیل نہیں ہے۔ حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے:

اے ابوحفص! اسلام سے قبل سے آپ ہمارے لئے شمشیر بُراں تھے، اب جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اپنے دین کی ہدایت نصیب فرما دی ہے، تب بھی آپ قرابت اور رشتہ داری کا کوئی لحاظ نہیں فرماتے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے صلہ رحمی اور قرابت داری کا حکم فرمایا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہم اس معاملہ میں اُن لوگوں کو آگے لائیں گے جو اسلام لانے میں سابق اور مقدم ہیں۔

سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر آپ اسلام لانے میں سبقت کرنے والوں کو مقدم رکھنا چاہتے ہیں تو بخدا ہم آپ کی نافرمانی ہرگز نہیں کرینگے۔ ہم نے ایام جاہلیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ میں جتنا مال خرچ کیا تھا، اب ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس سے دوگنا خرچ کریں گے اور جتنی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں نکل کر آئے اور ٹھہرے، اب اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے مقابلہ میں اس سے بدرجہا زیادہ جم کر لڑیں گے۔

عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ نے کہا: لوگو! میں تمھیں خدا کی قسم کھا کر یقین دلاتا ہوں کہ میں نے اپنی جان اللہ تعالیٰ کی راہ

میں وقف کر دی ہے اور اپنے نفس کو اس کی راہ میں قید کر چکا ہوں۔ میں، میرے ساتھی، اولاد اور میرا مال سب کچھ اللہ ﷻ کے راستے میں وقف ہیں، ہم کبھی جہاد سے اعراض نہیں کریں گے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُن کے جذبۂ جہاد اور غیرت دینی اور قوت ایمانی کو دیکھ انھیں یہ دعا دی:

''اَللّٰهُمَّ بَلِّغْهُمْ اَفْضَلَ مَايُؤَمِّلُوْنَ وَاَجْزِهِمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ.''

''اے اللہ ﷻ تو ان کو اُن کی اُمیدوں سے بھی زیادہ اعلیٰ مرتبہ پر پہنچا اور اُن کے اعمال سے بڑا ان کو اجر و ثواب عطا فرما۔''

اس کے بعد آپ نے عمرو بن عاص بن وائل سہمی رضی اللہ عنہ کو بلا کر علم ان کے سپرد کیا اور فرمایا میں مکہ مکرمہ، ثقیف، طائف، ہوازن، بنوکلاب اور حضرموت کی افواج پر تمھیں امیر مقرر کرتا ہوں۔ تم فلسطین پہنچ کر ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو لکھو کہ اگر تمھیں کمک کی ضرورت ہو تو میں موجود ہوں، تم کوئی کام ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے مشورہ کے بغیر ہرگز نہ کرنا۔ اب تم رخصت ہو جاؤ اللہ رب العزت تمھارے اور ان کے ارادے پورے فرمائے اور اس میں برکت عطا فرمائے۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: آپ دشمنوں پر میری سختی اور جہاد میں میرے صبر واستقلال سے خوب واقف ہیں۔ اگر آپ خلیفۂ رسول اللہ ﷺ سے میری سفارش کر دیں کہ وہ مجھے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ پر امیر مقرر کر دیں تو بہتر ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک جو کچھ میرا مرتبہ تھا، آپ اس سے آگاہ ہی ہیں اور میں اللہ ﷻ سے امید کرتا ہوں کہ بہت سے شہروں کی وہ میرے ہاتھ پر مسلمانوں کو فتح دیگا اور اللہ ﷻ میرے ہاتھ سے دشمنان دین کو ہلاک کرے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو کچھ تم نے کہا بالکل بجا ہے، اس میں کوئی کلام نہیں اور میں اس میں تمھاری تکذیب نہیں کرتا، مگر مجھے اس میں کوئی خوشی نہیں ہوگی کہ تم ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ پر حاکم بن کر جاؤ۔ ہمارے نزدیک ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا مرتبہ تم سے افضل ہے نیز وہ اسلام لانے میں بھی تم پر سبقت رکھتے ہیں اور پھر نبی مکرم ﷺ ان کے متعلق فرماتے تھے۔ ''اَبُوْ عُبَيْدَةَ اَمِيْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ'' ابوعبیدہ اس امت کے امین ہیں۔ [1]

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اگر میں ان کا امیر بنا دیا جاؤں تو اس سے ان کی کسر شان لازم آتی ہے اور نہ میرے سپہ سالار اعظم بن جانے سے ان کی قدر و منزلت میں کوئی کمی واقع ہوگی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: افسوس ہے عمرو! تو دنیا کے جاہ و مرتبہ کا طالب ہے، خدا کا خوف کر اور دنیوی شرف اور مرتبہ کی بجائے آخرت کے شرف و بزرگی کا طالب بن اور صرف اللہ ﷻ کی خوشنودی اور رضا کو چاہنے والا ہو!

[1] مجمع الزوائد للطبرانی، جلد 9، صفحہ 240، کنز العمال، رقم الحدیث: 3648.

عمرو بن عاص نے کہا: آپ نے جو کچھ فرمایا ہے حق بجا ہے۔

پھر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فوج کو چلنے کا حکم دیا، فوج آپ کے زیر کمان تھی، اہل مکہ کا دستہ سب سے آگے تھا اور اس کے پیچھے بنو کلاب، الاضاحی، ہوازن اور ثقیف کی علی الترتیب صف بندیاں تھیں۔ مہاجرین وانصار کا جیش اس لئے ٹھہرا رہا کہ وہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جانا تھا۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے مقدمۃ الجیش (ہراول دستہ) کی کمانڈ سعید بن خالد رضی اللہ عنہ کو سونپی تھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وقت روانگی لشکر کو نصیحت

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ان کے جیش میں میں بھی موجود تھا، فوج کی روانگی کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امیر لشکر کو جو ہدایات اور پند ونصائح ارشاد فرمائے ان کو میں نے اپنے کانوں سے سنا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

ظاہر و باطن میں اللہ عزوجل سے ڈرتے رہنا اور تنہائی میں بھی اللہ عزوجل سے حیا کرنا کیونکہ وہ تیرے ہر عمل کو دیکھنے والا ہے۔ تم خوب جانتے ہو کہ میں نے تم سے بہتر اور بزرگ و باعزت لوگوں پر تم کو سپہ سالار مقرر کیا ہے، جو عمل کرو آخرت کے لئے کرو۔ (دنیا مقصود نہ ہو) اور اپنے اعمال سے اللہ عزوجل کی رضا اور خوشنودی مطلوب ہو۔ اپنے ساتھیوں پر باپ جیسی شفقت کرنا اور سفر میں نرمی کرنا، چلنے میں زیادہ تیزی نہ کرنا، اپنے ہمسفروں کا ہر لحاظ سے خیال رکھنا ان میں ہر طرح کے لوگ موجود ہیں۔ ان میں ضعیف اور کمزور بھی ہیں اور تم ایک دور کے سفر پر جا رہے ہو، اچھا چلو اللہ عزوجل تمہاری مدد فرمائے گا!

اللہ عزوجل اپنے دین کی مدد فرمانے والا ہے تا کہ اس کو تمام ادیان پر غالب فرما دے، اگرچہ مشرکوں کو ناگوار ہی ہو۔

اور جس وقت تم اپنے اس لشکر کو لے کر چلو تو جس راستہ سے یزید بن ابی سفیان، ربیعہ بن عامر اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہم گئے ہیں، اس راستہ کو مت اختیار کرو بلکہ تم "ایلیاء" کے راستے سے جاؤ حتیٰ کہ تم فلسطین کی سرزمین تک پہنچ جاؤ گے انشاء اللہ عزوجل۔

فلسطین پہنچ کر مخبر اور جاسوس مقرر کر کے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے تمام حالات معلوم کرتے رہنا۔ اگر وہ اپنے دشمنوں پر فتح یاب ہوں تو تم فلسطین میں ہی دشمن سے لڑنا اور اگر انھیں تمہاری امداد اور کمک کی ضرورت ہو تو ان کی کمک کے لئے یکے بعد دیگرے سہیل بن عمرو، عکرمہ بن ابی جہل، حارث بن ہشام اور سعید بن خالد رضی اللہ عنہم کی کمانڈ اور سرکردگی میں فوجی دستے ارسال کرتے رہنا۔

اپنی ڈیوٹی انجام دینے میں کسی قسم کی سستی اور کاہلی کو اپنے قریب تک نہ پھٹکنے دینا، کمزوری ہرگز نہ دکھانا دشمن کی

زیادہ فوج دیکھ کر یہ نہ کہنے لگ جانا کہ ہمیں ابوبکر بن قحافہ نے دشمن کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں پھینک دیا ہے اور ہم تو اتنی بڑی فوج ظفر موج سے جنگ کے قابل نہ تھے۔ ہم مملوکوں کو ابوبکر نے کہاں اس سپر پاور سے ٹکرانے اور فولادی پہاڑ سے سر پھوڑنے کو کہہ دیا، جس کی ہم طاقت نہیں رکھتے۔

کیونکہ عمرو رضی اللہ عنہ! تم کتنے مقامات پر دیکھ چکے ہو کہ بارہا ہم تعداد میں کم ہونے کے باوجود مشرکین کی بہت بڑی بڑی فوجوں سے لڑائی لڑ چکے ہیں۔ غزوۂ خیبر کی جنگ تو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو اور قوم یہود پر اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں فتح ونصرت عطا فرمائی وہ منظر تمھاری نگاہوں کے سامنے ہے۔

اے عمرو رضی اللہ عنہ! یاد رکھو! تمھارے ساتھ جو مہاجرین اور انصار موجود ہیں یہ حضرات اہل بدر ہیں، ان کی تعظیم وتکریم کرنا اور ان کے حقوق کو پہچاننا۔ ان پر اپنی سلطانی کے نشہ میں آ کر کہیں کوئی دست درازی اور زیادتی نہ کر بیٹھنا۔ دیکھنا! شیطان تمھارے دل میں کہیں تکبر ونخوت پیدا نہ کر دے اور تمھارے ذہن میں کبھی یہ خیال پیدا نہیں ہونا چاہئے کہ ابوبکر نے چونکہ مجھے حاکم بنایا ہے اس لئے میں دوسرے لوگوں سے افضل ہوں۔ خبردار! شیطان کے دھوکوں میں نہ آنا وہ بڑا مکار ہے، خود کو دوسروں کی مثل ایک عام سپاہی سمجھنا اور بس! جس وقت کوئی کام درپیش ہو اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کرنا۔

نماز سب کاموں سے اہم ہے۔ نماز کا خاص بندوبست اور اہتمام کرنا، جب نماز کا وقت ہو فوراً اذان دینا، کوئی نماز بغیر اذان کے نہ پڑھنا، جس وقت تمام لشکر اذان سن لے تب جا کر نماز پڑھنا، لشکر میں سے جو حضرات تمھارے ساتھ باجماعت نماز ادا کریں گے تو بہت اچھی بات ہے لیکن جو شخص اپنی قیام گاہ پر اپنے خیمہ اور کیمپ میں ہی پڑھ لے اس کے لئے یہی کافی ہے۔

نامہ نگاروں اور سفیروں کی بات خود سننا، دوسرے پر نہ چھوڑ دینا۔ دشمن سے ہمیشہ محتاط اور الرٹ رہنا۔ اپنے ساتھیوں کو قرآن پاک کی تلاوت کی تاکید کرتے رہنا۔ پہرے کے لئے باری مقرر کر دینا تاکہ فوج کو آرام کرنا بھی ملتا رہے، اور پھر خود ان محافظوں اور نگہبانوں کی نگرانی بھی کرتے رہنا اور ان پر اعتماد کرنا۔ رات کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ طویل نشست رکھنا۔ جب کسی کو کوئی سزا (کورٹ مارشل) دو تو زیادہ سخت سزا نہ دینا اور نہ اتنی ڈھیل روا رکھنا کہ وہ خود تجھ پر ہی دلیر اور شیر ہو جائیں۔ کسی شخص کے نجی معاملات میں مداخلت مت کرنا اور کسی کی رازداری کا پردہ چاک کر کے اس کے احساسات کو ٹھیس نہ پہنچانا۔ نہ کسی اور کی عزت نفس کو مجروح کرنا، ظاہری باتوں پر اکتفا کرنا اور کسی کی خواہ مخواہ جاسوسی میں نہ لگے رہنا بس اپنے کام سے کام رکھنا۔ جب دشمن سے مقابلہ ہو تو اللہ تعالیٰ سے اپنے کئے ہوئے وعدہ کو سچا کر دکھانا اپنے قول میں وصیت کو مقدم رکھنا۔ اپنے ساتھیوں کو حکم دینا کہ وہ غلو، تشدد اور انتہا پسندی کی روش مت اختیار کریں اگر کوئی ایسا کرے تو اس پر تادیبی کارروائی کرنا۔ اپنے ساتھیوں کو برملا نصیحت کرو، تو اختصار ملحوظ خاطر رہے۔

اپنے نفس کی اصلاح کرو گے تو پھر ہی دوسروں کی اصلاح ہو گی، یعنی اپنے اچھے کردار سے اصلاحات کو مؤثر بنانے کی کوشش کرنا۔ رعیت کی بہ نسبت بادشاہ اپنے فعل وعمل میں اللہ ﷻ کا زیادہ مقرب ہوتا ہے۔

میں نے تمھیں اہل عرب ساتھیوں پر حاکم مقرر کیا ہے لہٰذا ہر ایک قبیلہ اور ہر ایک گروہ کی قدر و منزلت پہچاننا، مہربان اور مشفق باپ کی طرح اُن سے سلوک کرنا، کوچ کے وقت تمام لشکر کو اطلاع کر کے پھر چلنا، کچھ لشکر کو ہراول دستہ کے طور پر آگے آگے رکھنا اور جن پر زیادہ اعتماد ہو ان کو پیچھے حفاظت پر مامور کر دینا۔ جب دشمن سے مقابلہ ہو تو صبر کرنا، استقلال اور پامردی سے لڑنا پسپائی اختیار نہ کرنا اور اپنی بزدلی اور ضعف و عاجزی ظاہر نہ کرنا۔ قرآن حکیم کے پڑھنے کی ساتھیوں کو تاکید کرنا کہ پابندی سے تلاوت کرتے رہیں، دور جاہلیت کے واقعات کے بیان اور ذکر سے منع کرنا کیونکہ اس سے آپس کی عداوتیں اور پرانی دشمنیاں جنم لیتی ہیں۔ دنیا کی ٹیپ ٹاپ اور چمک پر نہ مرنا یہاں تک کہ تم ان لوگوں سے جا ملو جو تم سے پہلے تہی شکم افلاس اور بھوک پیاس کی حالت میں گزر گئے اور تم بعد میں آنے والی نسلوں کے لئے آئیڈیل، نمونہ اور قدوہ و پیشوا ثابت ہونا جن کی مدح و ستائش میں قرآن مجید رطب اللسان ہے اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَجَعَلْنَا هُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عَابِدِيْنَ ۝ ﴾

"اور ہم نے انھیں امام کیا کہ ہمارے حکم سے بلاتے ہیں اور ہم نے انھیں وحی بھیجی اچھے کام کرنے اور نماز برپا رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی اور وہ ہماری بندگی کرتے تھے۔"[1]

حضرت ابودرداء ﷛ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق ﷛ جس وقت عمرو بن عاص ﷛ کو یہ نصیحتیں فرما رہے تھے اس وقت وہاں حضرت ابوعبیدہ بن جراح ﷛ بھی حاضر تھے ان نصائح کے بعد آپ ﷛ نے فرمایا:

بس اب اللہ ﷻ کی برکت اور مدد کے ساتھ چل پڑو! میں تمھیں اللہ ﷻ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں۔ فی سبیل اللہ جہاد کرو اور جو اللہ ﷻ کا انکار کرتا ہے اس سے لڑائی کرو، جو شخص اللہ ﷻ (کے دین) کی مدد کرتا ہے اللہ ﷻ اس کا ناصر اور مددگار ہے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح ﷛ کا لشکر

حضرت عمرو بن عاص ﷛ کے ہمراہ یہ نو ہزار کا لشکر ارض فلسطین کی طرف چل دیا۔ ایک دن کے وقفہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق ﷛ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح ﷛ کے لئے جھنڈے تیار کرائے اور ان کو تمام افواج اسلامیہ کا

[1] پارہ 17، الانبیاء 73، ترجمہ کنزالایمان۔

سپہ سالارِ اعظم (Commander-in-Chief) مقرر کر کے حکم دیا کہ اپنے لشکر کو لے کر جابیہ کی طرف روانہ ہو جائیں اور فرمایا: اے امین الأمۃ! جو نصائح اور ہدایات میں نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو کیں، تم نے ان کو سن لیا ہے اب تمھیں رخصت کرتا ہوں۔ اس کے بعد لشکر اسلام اپنی منزل کی طرف چل دیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا لشکر

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو رخصت کر کے واپس تشریف لائے تو آپ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بلایا اور قبیلہ لخم اور جذام پر انھیں حاکم مقرر فرمایا اور نو سو سواروں پر مشتمل ایک لشکر زحف (جرار) ان کے سپرد کرتے ہوئے ایک سیاہ علَم ان کے لئے باندھا۔ یہ علم مذکورہ وہی تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور یہ نو سو شہسوار بھی وہ تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور رفاقت میں بہت سے معرکوں میں دادِ شجاعت دے چکے تھے اور خراجِ تحسین وصول کر چکے تھے۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو متوجہ کر کے فرمایا: اے ابوسلیمان! میں نے تمھیں اس تمام لشکر پر حاکم مقرر کیا ہے تم "ملک ایلیاء" اور "فارس" کی طرف یہ لشکر لے جاؤ۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل تمھارے ہاتھ پر یہ ملک فتح کرائے گا اور انشاء اللہ عزوجل اللہ کی طرف سے تمھیں فتح و نصرت نصیب ہوگی۔ یہ کہہ کر آپ رضی اللہ عنہ نے انھیں الوداع کیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عراق روانہ ہو گئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مجھ سے ربیعہ بن قیس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ [1] حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو لشکر ایلیاء اور فلسطین کی جانب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے زیرِ کمان بھیجا تھا اور جس کے علم بردار حضرت سعید بن خالد بن سعید رضی اللہ عنہ تھے، میں بھی اس لشکر میں موجود تھا۔ حضرت سعید بن خالد رضی اللہ عنہ کو میں نے دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں جھنڈا تھا اور وہ جھنڈا لہرا لہرا کر اشعارِ رزمیہ پڑھتے جاتے تھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

- ہم ایک چھوٹے سے لشکر کے ساتھ جو بہترین قوم سے ہے، چلے ہیں اہل شام کے سرکشوں
- یعنی کافروں کی طرف جو صلیب کے بندے ہیں اور شر پسندوں کے جتھے ہیں، میں عنقریب ان کو کاٹ دار تلوار سے خاک و خون میں لوٹا دوں گا۔
- اور سیدھے کئے ہوئے لمبے نیزوں کے ساتھ ان سے دو دو ہاتھ کروں گا اور اس گھمسان کے دن میں کسی قسم کے خوف و خطر کی پرواہ نہیں کروں گا۔

---

[1] اور ایک نسخہ میں ہے یہ سند یوں ہے روئیم بن عامر عن سعید بن عامر عن عبدالرحمن بن یزید بن العاص [illegible] قیس الیشکری [illegible] (مترجم)

❀ اس جنگ میں میرا مطمع نظر اور مقصود اپنے رب کی جنتوں کے سوا کچھ نہیں ہے تا کہ قیامت کے دن میرا شمار بھی کامیاب لوگوں کی صف میں ہو۔

رویم بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مالک بن جندب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا ہے وہ فتح شام کے ثقہ راویوں کے حوالہ سے بیان کرتے تھے کہ یہی مذکورہ بالا رزمیہ اشعار شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن پڑھے تھے، جس دن خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے پیچھے قدم بقدم روانہ کیا تھا۔

روانگیٔ لشکر کے بعد حضرت ابوبکر وعثمان رضی اللہ عنہما کی گفتگو

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب شام اور عراق کی طرف فوجوں کو روانہ کر کے واپس مدینہ منورہ پہنچے تو آپ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں مسلمانوں کی جنگ میں کامیابی اور فتح ونصرت کے لئے دعائیں کرتے اور آپ مسلمانوں کے حوالے سے دل میں بہت مضطرب تھے اور آپ کو بے حد بے قراری اور بے چینی ہو رہی تھی۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرہ مبارک پر پریشانی کے آثار دیکھ کر عرض کیا کہ حضرت! آپ کاہے کو بے چین اور غمگین ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں مسلمانوں کی فوجوں کے بارے میں فکر مند ہوں، مجھے اپنے مولائے کریم کی بارگاہ بیکس پناہ سے بڑی قوی اُمیدیں ہیں کہ وہ اپنے نام لیواؤں کو دشمنان اسلام کے مقابلہ پر فتح وکامیابی سے ہمکنار فرمائے گا اور خدا نہ کرے کہ مجھے ان کی وجہ سے کوئی غم اور صدمہ اٹھانا پڑے۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے آپ کی ڈھارس بندھاتے ہوئے عرض کیا: واللہ! مجھے زندگی بھر کبھی کسی جیش کے جہاد کے لئے نکلنے پر اتنی خوشی نہیں ہوئی، جتنی کہ شام کی طرف جانے والے ان لشکروں کے خروج پر ہوئی ہے، کیونکہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی ہے (اور اس کی فتح وتسخیر کی خبر دی اور وعدہ فرمایا ہے) اور اللہ عزوجل اپنے وعدے کے خلاف نہیں فرماتا۔

آپ نے فرمایا: واللہ! مجھے یہ سب کچھ خوب معلوم اور ازبر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بالکل حق ہے اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ ہم روم اور فارس پر ضرور بالضرور فتح کے جھنڈے گاڑیں گے، مگر ہمیں قطعی طور پر یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ فتح اسی جنگ میں ہوگی یا کسی اور موقع پر اور کہاں یہ فتح ہمارا مقدر ٹھہری ہے؟ اور نہ جانے کس لشکر کے ہاتھ سے یہ کامیابی نصیب ہوگی!

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ تو درست ہے کہ ہم نہیں جانتے تاہم اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ ہمارا حسن ظن تو ہے اور بہتری ہی کی اس سے اُمید رکھنی چاہیے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خواب

روایت ہے کہ اس رات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سوئے تو آپ نے نیند میں ایک خواب دیکھا کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مع اپنے ساتھیوں کے ایک تنگ و تاریک وادی میں پھنس کر رہ گئے اور پریشانی کے عالم میں ہیں، پھر انھوں نے ایک کشادہ اور وسیع میدان کی طرف نکلنے کا ارادہ کیا اور گھوڑے کو ایڑ لگائی اور آپ کے ساتھی بھی آپ کے پیچھے چل رہے ہیں۔ اچانک آپ ایک وسیع زمین اور میدانی علاقے میں پہنچتے ہیں جو بہت تروتازہ اور نہایت سرسبزوشاداب ہے، آپ وہاں اترتے ہیں اور بڑے آرام اور راحت میں ہیں۔

اس خواب کو دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت خوشی کے عالم میں بیدار ہوتے ہیں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اپنا خواب بیان فرماتے ہیں۔ انھوں نے اس کی تعبیر یہ بیان کی کہ مسلمانوں کو انشاء اللہ عزوجل فتح ہو گی مگر ایسا لگتا ہے کہ ابتدائے امر میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھیوں کو مشرکین کے ساتھ جنگ میں سخت مشقت اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا اور آخرکار کامیابی انہی کو حاصل ہو گی۔

اسلامی لشکروں کی رومی بادشاہ کو اطلاع پہنچنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام میں برابر یہ معمول رہا کہ بیوپاری اور سوداگر پیشہ لوگ ملک شام سے گندم، جو، انجیر، روغن زیتون، کشمش، منقیٰ، کپڑا اور شام کے ملک میں پیدا ہونے والی دیگر اشیاء لا کر مدینہ طیبہ میں بیچتے تھے۔ جس زمانہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کو جنگ کے لئے آمادہ کر کے فوجوں اور لشکروں کو ترتیب دیکر مختلف جہات عالم میں روانہ کر رہے تھے اس وقت بھی یہ بیرونی تاجر مدینہ منورہ آئے ہوئے تھے ایلیاء اور فلسطین کے متعلق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو جو احکام صادر فرمائے تھے، تاجروں نے بھی سنے تھے۔ انھوں نے جا کر یہ تمام حالات اور کوائف بادشاہ روم ہرقل کے گوش گزار کر دیئے۔ نیز جنگ تبوک جس میں مشرکین کو اہل اسلام کے ہاتھوں شکست ہوئی تھی، سب واقعات اور تفصیلات سے ہرقل کو آگاہ کر دیا۔ ہرقل نے تمام ارکان دولت، فوج کے سربراہان (کور کمانڈرز) اور پادریوں (عیسائی علماء و مشائخ) کی کانفرنس بلائی اور ان سے میٹنگ کر کے اس خبر سے مطلع کیا اور کہا:

بادشاہ ہرقل کا اپنی قوم سے مشورہ

اے بنی اصفر! یہ وہ نوشتۂ دیوار ہے جس کی خبر میں بہت مدت پہلے سے تم کو دیتا آ رہا ہوں کہ اس نبی علیہ السلام کے

اصحاب ضرور میرے قلم رو میں جو کچھ ہے، سب کچھ چھین لیں گے اور میرے تخت و تاج کے وہ مالک بن جائیں گے اور وہ وقت بہت قریب آ لگا ہے۔ تمھارے ساتھی تبوک کی سرزمین میں قتل کر دیئے گئے ہیں۔ محمد (ﷺ) کے خلیفہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے تمھاری طرف لشکروں کو روانہ کر دیا ہے اور اسے گویا پہنچا ہی سمجھو۔ اس وقت تم اپنی خودی کے محافظ اور پاسبان بن جاؤ، اپنے دین اور شریعت، اہل و عیال اور جان و مال کے دفاع کے لئے جان کی بازی لگا دو۔ اگر اس وقت تم نے سستی دکھائی تو پھر عرب تمھارے مُلک اور مِلک کے مالک ہونگے۔

یہ سن کر تمام کی تمام قوم نے تبوک میں مارے جانے والوں کو یاد کر کے رونا شروع کر دیا، ہرقل بادشاہ نے اُن سے کہا: رونا چھوڑ دو، یہ عورتوں کا کام ہوتا ہے، مرد بنو اور ''اجنادین'' کے مقام پر اپنی فوجوں کو جمع کرو۔ ہرقل کے وزیر نے کہا: ہماری خواہش ہے کہ آپ ہمارے روبرو اُن لوگوں کو بلا کر جنھوں نے آپ کو یہ رپورٹ دی ہے، پوچھیں۔ ہرقل نے حکم دیا اور ایک سپاہی گیا اور وہ ایک نصرانی عربی کو جس کا تعلق قبیلہ لخم سے تھا اور وہ خبریں لایا تھا، اس کو بلا لایا۔

ہرقل نے دریافت کیا: تجھے مدینہ چھوڑے ہوئے کتنے دن ہوئے ہیں؟ اس نے کہا: پچیس دن۔

ہرقل نے کہا: مسلمانوں کا والی کون شخص ہے؟ نصرانی نے کہا ابوبکر نام کا ایک مرد ہے۔ انھوں نے ایک لشکر تیار کر کے تمھارے ملک کی طرف روانہ کیا ہے۔ میں نے ان لوگوں کو اچھی طرح دیکھا ہے بڑے زیرک اور جفاکش لوگ ہیں۔

ہرقل نے پوچھا کہ تم نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو بھی دیکھا ہے یا نہیں؟ اس نے کہا ہاں دیکھا ہے انھوں نے تو خود مجھ سے ایک بڑی چادر، چار درہم میں خرید کر اپنے کندھوں پر ڈالی تھی اور میں نے دیکھا کہ وہ ایک عام آدمی کی طرح بلا کسی امتیاز کے صرف دو کپڑوں میں ملبوس بازاروں کا راؤنڈ لگاتے ہیں اور لوگوں میں گھل مل کر ان کے مسائل دریافت کرتے ہیں اور طاقت ور سے ضعیف کا حق اس کو دلاتے ہیں حقوق کے معاملہ میں قوی اور ضعیف، ان کے نزدیک مساوی حیثیت رکھتے ہیں۔

ہرقل نے کہا: ان کا حلیہ کیسا ہے؟ نصرانی نے کہا: وہ دراز قد آدمی ہیں، رنگ گندمی ہے، رُخسار ہلکے ہیں، پُر گوشت نہیں، انگلیوں کے جوڑ کشادہ ہیں اور آپ کے سامنے والے دانت نہایت خوبصورت ہیں۔

ہرقل یہ سُن کر ہنس پڑا اور کہا: یہ تو وہی محمد ﷺ کے صحابی اور خلیفہ ہیں جن کا ذکر ہم نے اپنی کتابوں میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ آپ (ﷺ) کے بعد امر خلافت ایسے ایسے شخص کے سپرد ہوگا نیز ہماری کتابوں میں یہ بھی موجود ہے کہ ان کے بعد جو دوسرا شخص منصب خلافت پر فائز ہوگا وہ موٹی موٹی خوبصورت سیاہ آنکھوں والا، لمبے قد کا، گندمی رنگ کا ببر شیر جیسا مرد ہوگا اور اس کے ہاتھوں پر فتوحات ہونگی اور دشمنوں کی جلاوطنی ہوگی۔

نصرانی، ہرقل کی بات سن کر ہکا بکا رہ گیا اور بولا: آپ نے جو اوصاف بیان کئے ہیں میں نے انہی خدوخال اور چال کمال کا آدمی ان کے ساتھ دیکھا ہے اور وہ ان کے ساتھ ہی رہتا ہے کبھی ان سے جدا نہیں ہوتا۔

ہرقل نے کہا: مجھے کامل یقین ہو گیا ہے میں نے پہلے ہی رومیوں کو رشد و ہدایت اور کامیابی و فلاح کے راستہ کی طرف بلایا مگر میری بات کو درخور اعتناء نہ لاتے ہوئے اس ناصحانہ دعوت کو انھوں نے ٹھکرا دیا اور اطاعت سے انکار کر دیا۔ اب رومی بہت جلد سودیہ سے نکال دیئے جائیں گے۔

اس کے بعد ہرقل نے ایک سونے کی صلیب بنوا کر قائد جیش روبیس کو دی اور کہا کہ میں اپنے تمام لشکر پر تجھے سپہ سالار مقرر کرتا ہوں، تو فوراً لشکر اسلام تک پہنچ اور فلسطین کو اُن کے قبضہ و تصرف سے روک دے کیونکہ یہ ایک بہت خوبصورت اور سرسبز و شاداب شہر ہے بلکہ ہماری عزت و جاہ اور سلطنت اسی کی بدولت ہے۔ روبیس اسی دن لشکر تیار کر کے اجنادین کی طرف روانہ ہو گیا اور جیش روم بھی انکے پیچھے تھا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی فلسطین پہنچ گئے۔

فتوح الشام

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا فلسطین پہنچنا

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا فلسطین پہنچنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ جس وقت حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ، ایلیاء کی طرف سے ہوتے ہوئے ارض فلسطین پہنچے اور آپ کے تمام ساتھی اور ہمراہی بھی پہنچ چکے تو آپ نے دیکھا کہ سفر کی وجہ سے آپ کے تمام جانور کمزور اور لاغر پڑ گئے ہیں۔ آپ نے ایک نہایت سرسبز و شاداب مقام دیکھ کر پڑاؤ کیا اور اونٹ گھوڑوں کو چراگاہ میں چھوڑ دیا تا کہ وہ چر پھر لیں اور انکی سفری تھکاوٹ اور لاغر پن دور ہو جائے۔ مسلمانوں کے فلسطین کی سرزمین پر پڑاؤ کے بعد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مہاجرین و انصار تمام مسلمان مجاہدین کا اجلاس بلایا تا کہ باہمی مشاورت سے آئندہ کا لائحہ عمل طے کیا جائے۔ ابھی مجلس مشاورت کا اجلاس جاری تھا کہ اسی دوران میں اچانک عامر بن عدی رضی اللہ عنہ جو برگزیدہ اور بزرگ مسلمان تھے، وہاں پہنچے۔ ان کے اکثر عزیز و اقارب چونکہ بلاد شام میں مقیم تھے اس وجہ سے اکثر و بیشتر ان شہروں میں ان کا آنا جانا رہتا تھا، اسی بناء پر وہ شام کے شہروں اور راستوں سے بھی خوب واقف تھے۔ اس وقت بھی آپ وہیں سے تشریف لا رہے تھے جب وہ مسلمانوں کے اس پڑاؤ کے مقام پر پہنچے تو انھوں نے آپ کو چھاؤنی کا دورہ کرایا اور پھر اُن کو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے آئے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ابن عامر رضی اللہ عنہ کے چہرے کو متغیر دیکھ کر دریافت فرمایا:

اے ابن عامر رضی اللہ عنہ! کیا بات ہے؟ آپ کیوں پریشان ہیں؟ ابن عامر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میرے پیچھے پیچھے رومی عیسائیوں کا ایک بہت بڑا لشکر چیونٹیوں کی طرح قطارِ متصل بنائے چلا آ رہا ہے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن عامر! تم نے مسلمانوں کے دلوں میں کفار کا رُعب بھر دیا ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے ان کے مقابلہ کے لئے مدد مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کا حامی و ناصر ہوگا۔ ڈرو نہیں، تم یہ بتلاؤ کہ تمھارے اندازے کے مطابق کفار کی فوج کی کتنی تعداد ہوگی؟

ابن عامر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اے امیر! میں نے ایک اونچے پہاڑ پر کھڑے ہو کر عیسائیوں کی فوج کی تعداد کا جائزہ لیا تھا میں نے دیکھا کہ وادی اجم جو فلسطین کا ایک بہت بڑا مقام ہے [1] اُن کے جھنڈوں نیزوں اور صلیبوں سے بھرا پڑا ہے اور اس طرح بھرا ہوا ہے کہ تل دھرنے کو جگہ نہیں۔ میرے تخمینے کے مطابق ان کی تعداد ایک لاکھ سے بھی

[1] اس کو وادی احمر بھی کہا جاتا ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

زیادہ ہوگی۔ میری معلومات تو اسی قدر ہیں اور ساتھ ہی انھوں نے آپ سے اس بات کی معذرت بھی چاہی جس سے مسلمانوں کے مرعوب ہو جانے کا اندیشہ پیدا ہوا تھا۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا فوج سے خطاب اور مشورہ

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے عدی بن عامر رضی اللہ عنہ کی گفتگو سن کر کہا: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ، یعنی "طاقت وقوت سب اللہ بلند و برتر کے قبضہ وقدرت میں ہے" ہم اللہ عزوجل سے مدد کے طلبگار ہیں۔ پھر آپ نے بزرگ حاضرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

لوگو! میں اور آپ جہاد کے امر میں برابر ہیں۔ تم دشمنوں کے خلاف اللہ عزوجل سے مدد مانگو اور اپنے دین اور اپنی شریعت کے لئے جنگ کرو، جو شخص ہم میں سے قتل ہو گیا وہ شہید ہے اور جو باقی رہا وہ سعید (خوش نصیب) ہے۔ اب آپ لوگ اپنی رائے سے مجھے مطلع کریں کہ آپ کیا کہتے ہیں؟

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حاضرین میں سے ہر ایک نے اپنی رائے کا اظہار کیا ایک گروہ نے کہا: اے امیر! آپ ہمیں ایک صحرا اور جنگل میں لے چلیں حتیٰ کہ جب ہم وسط جنگل میں ہونگے تو ان کے لئے اپنی بستیوں اور گڑھیوں اور قلعہ جات کو چھوڑنا بڑا مشکل ہوگا اور وہ اس جگہ ہم پر حملہ کرنے کی ہمت اور حوصلہ نہیں پائیں گے۔ جس وقت ان کو ہمارے متعلق یہ خبر ملے گی کہ ہمارا لشکر جنگل کے وسط میں پڑاؤ کیے ہوئے ہے، تو ان کی جمعیت متفرق ہو جائیگی اس وقت ہم ان پر غفلت کی حالت میں حملہ کر دیں گے اور انشاء اللہ عزوجل ہم دشمن کو شکست دے کر جنگ جیت لیں گے۔

حضرت سہیل بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ مشورہ ایک عاجز مرد کا ہے۔

مہاجرین میں ایک شخص نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہم نے قلیل سی جمعیت کے ساتھ کثیر تعداد والے لشکروں کو ہزیمت دے دی تھی۔ اللہ عزوجل نے تم سے مدد کا وعدہ فرمایا ہے اور صبر کرنے کا حکم دیا ہے اللہ عزوجل کا صبر کرنے والوں کے ساتھ اچھا ہی وعدہ ہوتا ہے ارشاد خداوندی ہے:

﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ۭ ﴾

"اے ایمان والو! جہاد کرو ان کافروں سے جو تمھارے قریب ہیں اور چاہئے کہ وہ تم میں سختی پائیں۔"[1]

حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تو کسی صورت بھی کافروں کے ساتھ جنگ کرنے سے رجوع نہیں کر سکتا اور

[1] پارہ 11، التوبہ 123، ترجمہ کنزالایمان۔

ان کے ساتھ مقابلہ کرنے سے باز نہیں آ سکتا اور نہ میں اپنی نیام سے نکالی ہوئی تلوار کو میان میں لوٹا سکتا ہوں، جس کا جی چاہے میدان جنگ میں ٹھہرے اور جس کا دل چاہے لوٹ جائے مگر یاد رکھو! جو نیک کام سے بھاگے گا وہ اللہ ﷻ کی تقدیر سے تو بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتا۔

حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کی تقریر کی بھرپور تائید کی۔ مسلمانوں نے جب سنا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کی موافقت میں تقریر اور تائید فرمائی ہے تو انھوں نے کہا: ''اَحْسَنْتَ یَا ابْنَ الْفَارُوْقِ'' اے فاروق اعظم کے صاحب زادے! واہ واہ آپ نے خوب فرمایا ہے۔''

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مسلمانان مکہ کا قول اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی تقریر سن کر نہایت خوش ہوئے اور فرمایا: اے ابن فاروق! جو میری خواہش تھی وہ آپ نے پوری کر دی اور آپ نے میرے جذبات کی ترجمانی کی ہے اور آپ نے میرے دل کی بات کہہ دی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی قیادت میں نوجوانوں کا ہراول دستہ اپنے جیش کے آگے بھیج دوں تا کہ آپ حریف کی افواج کی نقل و حرکت اور اس کے قیام و مقام کی اطلاع ہمیں بہم پہنچاتے رہو اور ہمیں تازہ ترین صورت حال سے آگاہ کرتے رہو تا کہ ہم آپ کی اطلاعات کی روشنی میں دشمن کے ساتھ لڑ سکیں۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ایک جھنڈا باندھ کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور ایک ہزار گھوڑ سوار جس میں بنو کلاب، طائف اور ثقیف کے بہادر مرد تھے آپ کی زیر کمان دیکر روانگی کا حکم فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اسی وقت روانہ ہو گئے باقی دن اور تمام رات چلتے رہے صبح کے وقت اچانک آپ کو ایک غبار اٹھتا ہوا دکھلائی دیا آپ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ یہ گرد و غبار دشمن کے مقدمۃ الجیش (ہراول دستہ) کا ہے یہ کہہ کر آپ نے وہاں توقف کیا اور آپ کے آگے چلنے والے ساتھی مجاہدین بھی آپ کو دیکھ کر وہاں ٹھہر گئے۔

ایک بادیہ نشین قوم کے نوجوانوں نے کہا: آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم جا کر دیکھ آئیں کہ یہ گرد و غبار کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا: جب تک ہمیں اچھی طرح صورتحال کی تحقیق نہیں ہو جاتی کہ کیا معاملہ ہے اس وقت تک ہمارا ایک دوسرے سے جدا اور متفرق ہونا مناسب نہیں ہے۔ ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ وہ غبار قریب پہنچ گیا اور اس کے چھٹنے پر عیاں ہوا کہ ''روبیس'' نے اپنے لشکر کے آگے دس ہزار سوار مقدمۃ الجیش کے طور پر ایک کمانڈر کے زیر کمان جاسوسی کے لئے روانہ کئے ہیں تا کہ مسلمانوں کے لشکر کی خبریں اس تک پہنچتی رہیں۔

دونوں لشکروں کا آمنا سامنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جب ان کو دیکھا تو اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''تم انھیں مہلت نہ دو بلکہ فوراً ان پر ٹوٹ پڑو وہ آخر یہ تمہارے ہی مقابلہ کے لیے آئے ہیں! اللہ ﷻ ان کے

خلاف تمہاری مدد فرمائے گا سنو! جنت، تلواروں کے سایہ تلے ہے۔"

یہ سنتے ہی مجاہدین اسلام نے اس زور سے کلمہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" پڑھا کہ درخت، پتھر اور جانوروں نے بھی اس نعرہ تکبیر و رسالت کا جواب دیا اور نعرہ لگا کر فوراً حملہ کر دیا سب سے پہلے حملہ کرنے والے حضرت عکرمہ بن ابو جہل رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے بعد حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ نے بھی حملہ کر دیا اور مبارزت کے لئے للکارا تو مہاجرین اور انصار نے بھی حملہ کر دیا۔ دونوں فوجیں باہم گتھم گتھا ہو گئیں اور دونوں طرف سے خوب تلوار چلی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ کے دوران میں، مَیں نے ایک رومی سوار کو دیکھا جو بہت ڈیل ڈول کا آدمی تھا۔ مست ہاتھی کی طرح لشکر کے چپ و راست (رائٹ، لیفٹ) میں گھوڑا دوڑائے پھرتا ہے میں نے جی میں سوچا کہ رومی افواج کا سپہ سالار یہی معلوم ہوتا ہے حالانکہ اس کے چہرے پر جنگ کی ہیبت چھائی ہوئی ہے اور بزدلی اور گھبراہٹ کے آثار اس کے چہرہ سے آشکارا ہوتے ہیں اور وہ اپنے بھاری بھرکم جسد کی وجہ سے مست اور غضب ناک اونٹ کی طرح بے مہار ہوا پھر رہا تھا۔ میں نے اس پر حملہ کر دیا اور اپنا نیزہ اس کی طرف دراز کر دیا۔ نیزے کی وجہ سے اس کا گھوڑا بدک گیا میں نے سرعت کے ساتھ نیزہ پیچھے ہٹایا تو اس نے یہ گمان کیا کہ میں فرار ہونا چاہتا ہوں یہ سوچ کر اس نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ میں نے نیزہ ایک طرف کر کے تلوار نکال لی اور قریب سے اس کے نیزے پر دے ماری جس سے اس کے نیزے کا پھالہ کٹ کر نیچے جا گرا اور اس کے ہاتھ میں محض ایک لاٹھی سی رہ گئی۔ پھر میں نے شمشیر کی ایک اور ضرب کاری لگائی اللہ عزوجل کی قسم مجھے یوں لگا کہ جیسے میں نے اپنی تلوار کسی چٹان پر ماری ہو، میں نے ایک جھنکار سنی جیسے پتھر پر لوہے کو مارنے سے پیدا ہوتی ہے۔ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ میری تلوار ٹوٹ گئی ہے، مگر خدا کے فضل سے وہ ٹوٹنے سے بچی رہی اور دشمن خدا سخت چوٹ سے کٹا پڑا تھا۔ میں نے ایک ضرب لگائی جس نے اس کے شانہ کی رگ کو کاٹ کر الگ کر دیا۔ پھر میں نے اس کی زرہ اتار لی۔

مسلمانوں کی فتح

مشرکین نے جب اپنے سالار کا لاشہ خاک و خون میں یوں لت پت پڑا دیکھا تو ان کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ سخت مرعوب ہوئے۔ مسلمانوں نے ان کو بڑی بہادری کے ساتھ مارنا اور قتل کرنا شروع کر دیا اور آفرین ہے حارث بن ہشام اور ضحاک رضی اللہ عنہما پر کہ ان دونوں نے خوب خوب داد شجاعت دی کہ ان سے زیادہ بہادری کے جوہر نہیں دکھائے جا سکتے اور دیکھتے ہی دیکھتے کفار و مشرکین نے مسلمانوں کے ہاتھ سے شکست کھا کر بھاگنا شروع کر دیا۔ بہت سے مشرکین اپنے کیفر کردار کو پہنچے اور بہت سے گرفتار بھی ہوئے۔ مجاہدین اسلام مجتمع ہو گئے اور کفار کا چھوڑا ہوا مال غنیمت اکٹھا

کرنے لگے۔ اس کے بعد جب سب لوگ جمع ہو کر بیٹھے تو آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے:
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا حال معلوم ہوا کہ اللہ ﷻ نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ (آیا وہ زندہ ہیں یا شہید کر دیئے گئے؟) بعض نے کہا: قتل ہو گئے۔ بعض نے کہا: نہیں! بلکہ گرفتار ہو گئے۔ بعض نے کہا: اللہ ﷻ نے جو کچھ بھی کیا ہو گا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے زہد اور حسن عبادت کی وجہ سے بہتر ہی کیا ہو گا۔ ایک صاحب فرمانے لگے: اگر اس جنگ میں ہم عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ہاتھ سے دے بیٹھے تو پھر یہ فتح ہمارے لئے ان کے سر کے ایک بال کے برابر بھی نہیں!

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اُن حضرات کی یہ سب گفتگو ایک ٹیلے کے پیچھے کھڑا سن رہا تھا، جس وقت میں تمام گفتگو سن چکا تو میں نے باآواز بلند کہا:
لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اللّٰهُ اَكْبَرُ...... اَلصَّلٰوةُ عَلَى الْبَشِيْرِ وَالنَّذِيْرِ اور میں نے نعرۂ تکبیر نعرۂ رسالت اور اپنے بشیر ونذیر (ثواب کی خوش خبری دینے اور عذاب سے ڈرانے والے) آقا حضور سید الانبیاء والمرسلین ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد جھنڈا لہرایا جب مسلمانوں نے جھنڈے کی طرف دیکھا تو تمام خوشی سے میری طرف دوڑ پڑے اور کہنے لگے: آپ کہاں تھے؟ میں نے جواب دیا کہ میں اُن کافروں کے کمانڈر کی خبر لے رہا تھا۔ تمام لوگوں نے میری بلائیں لیں مجھے دعائیں دینے لگے اور بولے یہ فتح ونصرت صرف اور صرف آپ کی بدولت اللہ ﷻ نے مسلمانوں کو نصیب فرمائی ہے اور آپ کی برکت سے ہم کامیاب اور سرخرو ہوئے ہیں۔ میں نے جواب میں کہا کہ اور آپ سب حضرات کی کوششوں کے نتیجہ میں اللہ ﷻ نے ہمیں اپنے فضل وکرم سے کامیاب فرمایا ہے۔
اس کے بعد مسلمانوں نے غنیمت کا تمام مال جس میں گھوڑے، اسلحہ اور دیگر مال مویشی تھے، جمع کیا اور اس میں چھ سو قیدی گرفتار کیے گئے۔
مسلمانوں کے لشکر میں سے کل سات آدمی شہید ہوئے۔ جام شہادت نوش فرمانے والے خوش نصیبوں کے نام مبارک یہ ہیں:
① حضرت سراقہ بن عدی رضی اللہ عنہ ② حضرت نوفل بن عامر رضی اللہ عنہ ③ حضرت سعید بن قیس رضی اللہ عنہ ④ حضرت سالم مولی عامر بن بدر الیربوعی رضی اللہ عنہ ⑤ حضرت عبداللہ بن خویلد المازنی رضی اللہ عنہ ⑥ حضرت جابر بن راشد الحضرمی رضی اللہ عنہ ⑦ حضرت اوس بن سلمہ الہوازنی رضی اللہ عنہ۔
مسلمانوں نے اپنے ہاتھوں سے ان شہیدانِ اسلام کو دفن کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز

جنازہ پڑھائی۔ [1]

یہ لشکر خوشی خوشی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹا اور پہنچ کر تمام ماجرا سنایا۔ آپ کو اس لشکر کی سرگزشت سن کر بے حد مسرت ہوئی جس پر آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اللہ تعالیٰ کے بے حد کرم پر اس کا شکر بجا لائے۔ پھر آپ نے قیدیوں کو بلا کر دریافت فرمایا کہ آیا تم میں کوئی شخص عربی جانتا ہے؟ ان میں سے کوئی عربی دان نہیں تھا سوائے تین افراد کے جو شامی نژاد تھے انھیں عربی آتی تھی آپ نے ان سے لشکر روم اور ان کے سپہ سالار کے بارے کچھ باتیں پوچھیں۔

انھوں نے کہا: اے معشرِ عرب! روبیس کو ہرقل نے ایک لاکھ فوج دے کر آپ کے ساتھ جنگ کے لئے بھیجا ہے اور ہدایت کی ہے کہ کوئی شخص ایلیاء میں داخل نہ ہونے پائے۔ روبیس نے اس شخص کو جس سے آپ صاحبان کا مقابلہ ہوا، فرنٹ رجمنٹ (مقدمۃ الجیش) کے طور پر روانہ کیا تھا۔ جو قتل ہو گیا روبیس کی فوج بہت جلد راتوں رات پہنچا چاہتی ہے اور چونکہ روبیس مملکت روم میں اہل عرب کے مقابلہ کے لئے ایک بے نظیر اور یکتا آدمی شمار کیا جاتا ہے کیونکہ اس سے بہتر فن حرب کا ماہر کوئی نہیں ہے۔ لہٰذا وہ تم سب کو ہلاک کر دے گا۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا: مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھی کی طرح اس کو اپنے انجام تک پہنچائے گا اور ہمارے مجاہدین اس کو ہلاک کر دینگے۔

پھر آپ نے ان مشرک قیدیوں پر اسلام پیش کیا۔ مگر کوئی شخص اسلام نہ لایا آپ نے مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: رومی لشکر انتقام لینے کے لئے چل دیا ہے اور بہت جلد شام پہنچ رہا ہے ان قیدیوں کو چھوڑنا گویا اپنے سر پر مصیبت ڈالنا ہے لہٰذا ان سب دشمنان خدا کی گردنیں اڑا دی جائیں۔

پھر آپ نے مسلمانوں کو زور دیکر فرمایا: تیار ہو جاؤ! میرا گمانِ غالب ہے کہ دشمن تمہاری طرف چل دیا ہے اگر وہ ہم تک پہنچے گا تو ہم جنگ میں انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد ان پر وسعت میدان تنگ کر دینگے اور اگر نہ آیا تو ان کی قوت گھٹ جائے گی اور اگر ہم خود پیش قدمی کر کے ان کی طرف چلیں تو مجھے کامل اُمید ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں دشمن کے مقابلہ میں پہلے کی طرح فتح دے گا اور اللہ تعالیٰ سے بہتر اور اچھے انجام کی ہی اُمید کرنی چاہیئے۔

نوّے ہزار رومیوں سے مقابلہ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس رات ہم نے اسی جگہ قیام کیے رکھا۔ صبح کو کوچ کیا تو تھوڑی دور چلے تھے کہ سامنے سے لشکر کے آنے کے آثار نظر آئے جس میں نو صلیبیں تھیں۔ ہر صلیب کے ماتحت دس ہزار سوار تھے۔ جس

---

[1] خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔ (مترجم عفی عنہ)

وقت دونوں لشکر قریب ہوئے تو ہم نے روبیس کو دیکھا کہ وہ سانڈ کی طرح اپنی فوج کی صف بندی میں مصروف ہے اور اسے ترتیب دیکر جنگ کی ترغیب دے رہا ہے اور برانگیختہ کر رہا ہے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بھی فوج کی ترتیب کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ نے اس طرح ترتیب دی کہ میمنہ [1] پر حضرت ضحاک بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور میسرہ [2] پر حضرت سعید بن خالد رضی اللہ عنہما کو مقرر کیا اور ساق [3] پر حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو قائم کیا اور آپ خود قلب [4] پر مہاجرین وانصار کے ساتھ رہے اور آپ نے تمام مسلم افواج کو قرآن مجید کی تلاوت کے لئے تاکید کی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر پر راضی رہو اور صبر کرو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب اور جنت کی رغبت کرو۔

اس کے بعد آپ نے جنگی طریقے پر صف بندی فرمائی۔

روبیس نے دور سے ہمارے لشکر پر ایک نظر ڈالی اور معائنہ کیا کہ مسلمانوں کے امیر لشکر نے ایسے طریقہ سے ترتیب اور صف بندی کی ہے کہ باگ سے باگ اور رکاب سے رکاب ملی ہوئی ہے اور گویا کہ تمام فوج ایک مضبوط قلعہ ہے ہر فوجی قرآن کریم کی تلاوت کر رہا ہے ان کے گھوڑوں کی پیشانیوں سے نور پھوٹتا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ بھانپ گیا کہ مسلمانوں کی فتح یقینی ہے اور اسے محسوس ہونے لگا کہ ان کی ہزیمت ''اظہر من الشمس'' ہے کیونکہ اس کی چھٹی حس اسے کہہ رہی تھی کہ اس کی طرح تمام لشکر کے دل میں مسلمانوں کا رعب جم گیا ہے اور ان پر ہیبت چھائی ہوئی ہے۔ یہ سوچ کر اس نے مسلمانوں کے لشکر کا انتظار کیا کہ یہ کیا کرتا ہے اور خود ان کا تکبر ہرن ہو گیا اور مان ٹوٹ گیا۔

حضرت سعید بن خالد رضی اللہ عنہما کی شہادت

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے اول جو شخص مسلمانوں کے جیش سے لڑنے کو نکلا وہ سعید بن خالد رضی اللہ عنہما تھے وہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ماں شریک بھائی کے بیٹے اور آپ کے بھتیجے تھے۔ انھوں نے نکل کر بلند آواز سے مقابلہ کے لئے دشمن کو للکارا اور کہا: کوئی ہے جو مشرکین میں سے میرے مقابلے کے لئے آئے؟ پھر خود انھوں نے دشمن کے میمنہ اور میسرہ پر حملہ کر دیا بہت سے آدمیوں کو قتل کر ڈالا اور بڑے بڑے بہادروں کو پچھاڑ دیا، پھر ہٹ کر دوبارہ حملہ کیا، صفیں چیر ڈالیں تمام لشکر میں ہلچل مچادی۔ آخر دشمنوں نے مل کر آپ پر ہلہ بول دیا اور آپ کو شہید کر دیا جس سے مسلمانوں کو سخت رنج پہنچا اور خصوصا حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ ملال خاطر ہوا، آپ

[1] دائیں جانب والی فوج
[2] بائیں جانب والی فوج
[3] فوج کا آخری حصہ
[4] فوج کا درمیانی حصہ

نے کہا:

"اے سعید! بخدا! تم نے راہ خدا میں جان فروشی کا مظاہرہ کرتے خوب دادِ شجاعت دی ہے، تم پر خدا کی رحمتیں نازل ہوں!"

پھر مسلمانوں سے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا: بہادر نوجوانو! تم میں سے کون سا بہادر ہے جو میرے ساتھ اس حملہ میں شریک ہوگا جو میں، اب دشمن پر کرنے والا ہوں۔ تاکہ میں اس حملہ میں قسمت آزمائی کر سکوں اور سعید بن خالد رضی اللہ عنہ کا حال (جہاں وہ سدھار گئے ہیں جا کر) دیکھوں!

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت ضحاک بن ابوسفیان، حضرت ذوالکلاع الحمیری، حضرت عکرمہ بن ابوجہل، حضرت حارث بن ہشام، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابودرداء، حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب، حضرت واہید بن دارم، حضرت نوفل، حضرت سیف بن عبادا الحضرمی، سالم بن عبید اور مہاجرین اہل بدر اور دوسرے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فوراً جواب دیا کہ "ہم حاضر ہیں"۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم ستر (70) آدمی تھے، ہم نے حملہ کر دیا حتیٰ کہ ہم دشمن کے بالکل قریب جا پہنچے مگر دشمن تھا کہ گویا وہ فولاد کا ایک پہاڑ ہے کہ اس پر ہمارے حملے کا کوئی اثر ہی نہیں ہو رہا تھا۔

جنگ کی نئی حکمت عملی

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مسلمانوں نے جب رومی فوجیوں کے استقلال اور ثابت قدمی کو دیکھا تو انھوں نے چلاّ چلاّ کر ایک دوسرے کو کہا کہ دشمن کی سواریوں کی ٹانگیں کاٹ ڈالو اور ان کے گھوڑوں کو ہلاک کرو کیونکہ اس کے علاوہ دشمن، جو کیل کانٹے سے لیس اور سر تا پا لوہے کی زرہوں میں ڈوبا ہوا ہے، اسے ہلاک کرنے کا کوئی اور چارہ اور تدبیر نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان کے گھوڑوں کے پیٹ میں نیزے گھونپ دیئے گئے جس کی وجہ سے ان کے گھوڑے گرے اور انھوں نے اسلامی فوج پر حملہ کیا ہم نے بھی ان کے حملے کا جواب دیا بلکہ تمام اسلامی فوج دشمن پر اُبل پڑی ہماری فوج ان کے لشکر میں یوں معلوم ہوتی تھی جیسے سیاہ اونٹ کے جسم پر ایک چھوٹا سا سفید نشان ہو۔

جنگ فلسطین میں ہمارا شعار یہ تھا: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ.

يَا رَبِّ انْصُرْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ ﷺ

"اے پروردگار تو محمد مصطفیٰ ﷺ کی اُمت کی مدد فرما۔"

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جنگ میں اس قدر کھو گئے کہ ہمیں رجزیہ اشعار پڑھنے کی فرصت نہ تھی اور

لڑائی اتنی گھمسان کی تھی کہ ہم تابڑتوڑ حملے کر رہے تھے ہمیں یہ معلوم نہیں پڑتا تھا کہ ہماری ضرب اپنے کسی مسلمان بھائی پر پڑتی ہے یا دشمن کافر پر، مسلمان برابر بڑھ رہے ہیں حالانکہ ان کی فوج کی نفری بہت مختصری ہے مگر یہ مٹھی بھر فوج بڑی ثابت قدمی سے لڑی۔ مسلمان فوج کا بھروسہ اللہ ﷻ پر تھا اور انھوں نے اپنا معاملہ اللہ رب العزت پر چھوڑ دیا تھا اور اسی کی قدرت کے سپرد کر دیا تھا۔ مسلمانوں کے لڑنے کا طریق یہ تھا کہ ہر سپاہی ہاتھ سے تلوار چلا رہا ہے اور دل سے یہ دعا پڑھ رہا ہے:

"اَللّٰهُمَّ انْصُرْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ (ﷺ) عَلٰی مَنْ يَتَّخِذُ مَعَكَ شَرِيْكًا."

"اے اللہ! تو حضرت محمد مصطفیٰ علیه التیحة والثنا کی اُمت کی مدد فرما ان لوگوں کے مقابلہ پر جو تیرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں۔"

جنگ میں دعا کا اثر اور فتح حاصل ہونا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ زوال کے وقت تک مسلسل لڑائی ہوتی رہی، ہوا چل رہی تھی اور فوجیں لڑ رہی تھیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک دعا سکھائی تھی میں وہ دعا پڑھ رہا تھا اچانک میں نے آسمان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا تو اس میں چند دروازے کھلے ہوئے ہیں اور اُن دروازوں میں سے بہت سے سوار سفید لباس پہنے ہوئے ہاتھ میں سبز جھنڈے لئے اتر رہے ہیں ان کے نیزوں کی نوکیں لشکارے مار رہی ہیں اور ایک منادی ندا کر رہا ہے اور فتح کی بشارت کا اعلان کر رہا ہے کہ:

"اے اُمت محمد ﷺ خوش ہو جاؤ کہ اللہ ﷻ کی طرف سے تمھارے پاس مدد پہنچ چکی ہے۔"

میں نے کہا: "سرکار مدینہ ﷺ کی دعا کی برکت سے فتح ہو گی"۔ قسم ہے رب کعبہ کی کہ تھوڑی ہی دیر بعد میں نے دیکھا کہ رومی فوج پسپا ہونا شروع ہو گئی اور وہ زخموں کو چاٹتے ہوئے بڑی تیزی کے ساتھ بھاگ رہے ہیں اور مسلمان مجاہدین ان کا تعاقب کر رہے ہیں۔ عربی گھوڑے رومی گھوڑوں سے زیادہ تیز دوڑنے والے تھے اس لئے ہم نے ان کو جا لیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اس جنگ میں ہم نے دشمن کے پندرہ ہزار کے قریب بلکہ اس سے بھی زیادہ آدمی قتل کر دیئے۔ رات تک ہم نے ان کا تعاقب اور پیچھا کیا۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو اس فتح سے بہت خوشی ہوئی اور مسلمان چونکہ دشمن کا دور تک تعاقب کرتے رہے تھے اور ابھی تک سب واپس نہیں پہنچے تھے اس لئے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ان مسلمانوں کے بارے میں فکر مند تھے

اور ان کا دل اپنے نوجوانوں کے ساتھ ساتھ تھا۔

حضرت عمرو بن عتاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اس وقت میں نے دیکھا کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ میں جھنڈا پکڑا ہوا ہے اور نیزے کو کندھے پر رکھا ہوا ہے اور آپ ٹہلتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے ''جو شخص میرے نوجوان مجاہدوں کو لوٹا لاوے گا، اللہ عزوجل اس کے گمشدہ کو اس کے پاس واپس لوٹا دے گا۔'' آپ یہ فرما ہی رہے تھے کہ چند عرب نوجوان واپس آتے دکھائی دیئے۔ آپ نے ان نوجوانوں کو اس طرح اپنے سینے کے ساتھ چمٹا لیا جیسے کوئی ماں اپنے گمشدہ بچے کو ملنے پر شفقت سے چمٹا لیتی ہے۔ آپ نے ان کا بڑی محبت سے استقبال فرمانے کے بعد کہا: جن بہادر مجاہدوں نے اللہ عزوجل کی رضا اور خوشنودی کے لئے محنت کی ہے اور مشقت اٹھائی ہے، انھوں نے اپنے مولیٰ کریم کو راضی کر لیا ہے کیا آپ لوگوں کو یہ فتح جو باری تعالیٰ عزشانہ نے نصیب فرمائی، کافی نہ تھی جو آپ نے دشمنوں کا پیچھا کر کے اپنی جان کو تھکایا اور خطرے میں ڈالا تھا؟

مسلمان نوجوانوں نے عرض کی: ہمارا مقصود اس تعاقب سے مال غنیمت سمیٹنا ہرگز نہیں تھا ہم تو جہاد اور قتال کے جذبہ سے سرشار ہو کر اللہ عزوجل کے دشمن مشرکوں کا تعاقب کر رہے تھے۔

شہداء کی تعداد اور تجہیز و تکفین

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: بہرحال جب مسلمان واپس آئے تو انھیں کوئی فکر اور کسی قسم کا غم نہیں تھا مگر جس وقت ایک دوسرے کو دیکھنا شروع کیا تو ایک سوتیس (130) آدمی مفقود پائے گئے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے لئے اللہ خالق و مالک جل شانہ نے سعادت کی مہر ثبت فرما دی تھی۔ ان خوش بختوں میں حضرت سیف بن عبادہ حضرمی رضی اللہ عنہ، حضرت نوفل بن دارم رضی اللہ عنہ، حضرت سالم بن رویم رضی اللہ عنہ، حضرت اصہب بن شداد رضی اللہ عنہ اور باقی شہداء یمن اور مدینہ طیبہ کی وادی کے باشندے تھے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ان حضرات کی کمی پر سخت صدمہ ہوا، آپ ایک گہری سوچ میں ڈوب گئے پھر دل کو تسلی دی اور خود ہی کہنے لگے:

اللہ عزوجل ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اور اے عمرو! تو اس خیر اور بھلائی سے انکار کرنے والا ہے؟ اس کے بعد آپ نے لڑائی کی وجہ سے جو نمازیں قضا ہو گئی تھیں، ان کی ادائیگی کا انتظام کیا جس طرح خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو حکم دیکر ہدایت فرمائی تھی۔ چنانچہ آپ نے لوگوں کو نماز کے لئے بلایا اور قضا شدہ نمازوں کو اذان اور اقامت کے ساتھ پڑھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: خدا کی قسم! آپ کے ساتھ جماعت سے بہت کم لوگوں نے نماز

پڑھی۔ لوگ چونکہ تھکاوٹ سے چور چور تھے، اس لئے اکثریت نے اپنے اپنے کیمپ میں ہی نماز ادا کر لی اور تھکاوٹ اتارنے کے لئے سو گئے، مال غنیمت بھی اکٹھا نہیں کیا۔ صبح ہوئی تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اذان کہی اس کے بعد نماز پڑھائی اور حکم دیا کہ مال غنیمت جمع کر لو اور شہیدوں کے لاشے میدان جنگ سے تلاش اور شناخت کے بعد ایک جگہ لائے جائیں۔ چنانچہ لوگوں نے لاشوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر جمع کرنا شروع کیا۔ ایک سو تیس شہداء کی لاشیں جمع ہو گئیں ان میں سے حضرت سعید بن خالد رضی اللہ عنہ کی لاش، تلاش بسیار کے باوجود نہ مل سکی۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے خود تلاش کرنا شروع کیا، ایک جگہ سے لاش ملی مگر گھوڑوں کے سموں سے اس قدر پامال ہو چکی تھی کہ ساری ہڈیاں چکنا چور ہو چکی تھیں اور چہرہ مبارک (یوں تھا جیسے گلاب کے پھول کو بہت مسل دیا گیا ہو کہ) پاش پاش ہو رہا تھا آپ یہ دیکھ کر بہت روئے اور فرمایا:

"اے سعید! اللہ ارحم الراحمین تم پر رحم فرمائے! تم نے خالص اللہ عزوجل کے دین کی خاطر جان دی اور لڑنے کا حق ادا کر دیا!"

پھر آپ نے ان کی لاش کو بھی دوسرے شہیدوں کی لاشوں کے ساتھ شامل فرما دیا اور سب کی نماز جنازہ پڑھائی اور نماز ادا کرنے کے بعد سب کو دفن کرنے کا حکم دیا۔ یہ سب کچھ مال غنیمت جمع کرنے سے قبل کیا گیا۔ شہداء کے دفن سے فارغ ہو کر آپ نے غنیمت کے متعلق حکم دیا، تمام مال آپ کے پاس حاضر کر دیا گیا اور آپ نے اس جنگ کی فتح کی خبر حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے پاس لکھ بھیجی۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا خط حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از طرف عمرو بن العاص...... بخدمت اقدس جناب امین الامۃ حضرت ابو عبیدہ

اما بعد! فَاِنِّیْ اَحْمَدُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاُصَلِّیْ عَلٰی نَبِیِّهٖ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الخ

اللہ عزوجل کی حمد و ثنا اور اللہ عزوجل کے نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں درود پاک پیش کرنے کے بعد عرض ہے کہ میں فلسطین پہنچا، رومیوں کے ایک لاکھ لشکر سے جو رومیں نامی جرنل کے ماتحت [illegible]

مقابلہ ہوا۔ خدا کا احسان ہوا کہ اللہ رب العزت نے ہمیں دشمن کے اس لشکر پر فتح دی۔ رومی فوج کے پندرہ ہزار سوار مارے گئے اور مسلمانوں میں سے ایک سو تیس مجاہدین کو شہادت نصیب ہوئی اور آخر اللہ عزوجل نے میرے ہاتھ پر فلسطین کی فتح مسلمانوں کے لئے مقدر اور نصیب فرمائی۔ میں یہیں فلسطین میں مقیم ہوں، اگر آپ کو کمک کی ضرورت ہو تو میں فوج کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا ہوں۔

والسلام عليك ورحمة الله وبركاته.

حضرت ابو عامر دوسی رضی اللہ عنہ کو آپ نے یہ خط دے کر فرمایا کہ اسے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو پہنچانا ہے۔ حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ یہ خط لے کر اسی وقت روانہ ہو گئے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اس وقت حدود شام میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے، تاہم شام کے اندر داخل نہیں ہو سکے تھے البتہ کوشش کر رہے تھے اور خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق انھوں نے فوجوں کو مختلف محاذوں پر متفرق طور پر مہم جوئی پر لگا دیا تھا۔ حضرت ابو عامر دوسی رضی اللہ عنہ جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا خط لے کر پہنچے تو آپ سمجھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے خط آیا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا: ابو عامر رضی اللہ عنہ! پیچھے دیس کی سناؤ کیا خبر ہے؟ ابو عامر رضی اللہ عنہ نے کہا: خیر ہے اور ساتھ ہی آپ کو مبارکباد دیتے ہوئے عرض کیا: یہ خط آپ کی خدمت میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے جو فتح ان کے ہاتھ سے مسلمانوں کو عطا فرمائی ہے، خط میں اس فتح کی خبر ہے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے خط پڑھا اور فوراً سجدہ شکر ادا کیا اور بہت خوش ہوئے کہ اللہ عزوجل نے اپنے فضل و کرم سے مسلمانوں کو فتح بخشی۔

اس کے بعد ابو عامر رضی اللہ عنہ نے باقی روئیداد جنگ زبانی بیان کی اور کہا: واللہ! اس فتح میں اچھے اچھے اور برگزیدہ لوگ شہید کر دیئے گئے۔ ان اخیارِ اُمت میں حضرت سعید بن خالد بن سعید رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ ابو عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے والد حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے جب انھوں نے اپنے لڑکے کے متعلق سنا تو انھوں نے کہا: ''وابناہ'' ہائے میرے بیٹے! اور بہت روئے حتیٰ کہ دوسرے مسلمانوں کو بھی انھوں نے رُلا دیا۔ پھر تیزی سے اپنے گھوڑے کی طرف گئے۔ گھوڑا تیار کیا اور سوار ہو کر فلسطین جانے کا ارادہ کیا تا کہ اپنے لختِ جگر سعید شہید کی قبر کو دیکھ لیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خالد رضی اللہ عنہ آپ ہمیں چھوڑ کر کہاں چل دیئے؟ حالانکہ آپ تو مسلمانوں کے لشکر کے ایک اہم رکن ہو؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا: میرا ارادہ ہے کہ میں سعید رضی اللہ عنہ کی قبر دیکھ لوں اور میری یہ بھی خواہش اور اُمید

ہے کہ میں بھی اس سے جا ملوں! یہ سن کر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو آپ نے خط کا جواب لکھا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے نام جوابی خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترجمہ...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! چونکہ آپ خلیفۃ المسلمین کی طرف سے مامور اور ان کے حکم کے پابند ہیں۔ اس لئے یہ آپ کی صوابدید پر ہے اگر تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو ہمارے ساتھ ہو جانے کو فرمایا تھا تو چلے آیئے اور اگر وہیں ثابت رہنے کو فرمایا تھا تو وہیں رہیے سب ساتھیوں کو سلام کہیے گا۔ والسلام علیك ورحمة الله و بركاته.

آپ نے یہ خط تہہ کر کے حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔ حضرت خالد ابو عامر الدوسی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے لشکر میں آئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو سلام کیا اور روتے روتے وہ خط ان کے حوالے کیا۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف بڑھ کر ان کے ساتھ مصافحہ کیا۔ عزت و اکرام سے ان کو بٹھایا اور پورا پروٹوکول دیا، ان کے بہادر صاحب زادے حضرت سعید رضی اللہ عنہ شہید کی تعزیت کی اور ان کو تسلی اور حوصلہ دیا، صبر و تحمل کی تلقین کی۔

اس کے بعد خالد رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ بتاؤ کیا تم نے دیکھا تھا کہ سعید رضی اللہ عنہ نے اپنے نیزے اور تلوار کو کفار کے خون سے سیراب کیا تھا؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں! سعید رضی اللہ عنہ بڑی بہادری اور شجاعت کے ساتھ کفار سے لڑتے رہے۔ بہادری کے جوہر دکھانے میں سعید رضی اللہ عنہ نے کوئی کسر نہیں چھوڑی، اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت میں انہوں نے بڑا مجاہدانہ کردار ادا کیا اور کسی قسم کی کوتاہی کا مظاہرہ نہیں کیا اور انہیں [illegible] لوگوں نے ان کو حضرت

سعید رضی اللہ عنہ کی قبر دکھائی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ، بیٹے کی قبر پر کھڑے ہو گئے اور کہا: بیٹا! اللہ تعالیٰ تمھارے متعلق مجھے صبر عطا فرمائے اور مجھے بھی تم سے ملا دے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. ہم سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور اسی کے پاس لوٹنے والے ہیں۔ واللہ! اگر مجھے اللہ جل جلالہ نے ہمت بخشی اور طاقت دی تو میں ضرور تیرا بدلہ لے کر رہوں گا، اے میرے بیٹے! مجھے اُمید ہے تم اپنے اللہ رحیم و کریم کے پاس اجر و ثواب پاؤ گے۔

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کا گوریلا جنگ کے لیے نکلنا

پھر آپ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں گوریلے انداز سے چھاپہ مار کر دشمن کو تلاش کروں۔ شاید موقع ہاتھ آ جائے اور میں دشمن کے سپاہیوں کو سبق سکھاؤں اور اپنے لختِ جگر کا انتقام لے سکوں اور مالِ غنیمت بھی ممکن ہے حاصل ہو!

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے ماں جائے بھائی! جنگ کے بادل ہمارے سروں پر منڈلا رہے ہیں جس وقت لڑنے کا اتفاق ہو اور دشمن کا سامنا ہو جائے تو جی بھر کر لڑ لینا اور دشمن کے کسی فرد کو زندہ نہ چھوڑنا، میدان میں اپنی شجاعت کے جوہر خوب دکھا لینا۔

خالد رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے: اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا، میں تو ابھی دشمن کو تلاش کرنے چلوں گا چاہے مجھے اکیلے کو ہی کیوں نہ جانا پڑے یہ کہہ کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے سامانِ سفر باندھنا شروع کر دیا اور تنہا ہی چلنے کا عزم کر لیا۔ ادھر قوم حمیر کے تین سو نوجوان شہسوار گھوڑوں پر سوار ہو کر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ہمیں آپ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں آپ نے ان کے جذبہ کو دیکھتے ہوئے انھیں اذنِ جہاد عطا فرما دیا۔ چنانچہ یہ سب مجاہد اسی دن چل کھڑے ہوئے۔ ایک جگہ دامنِ کوہ میں وادیوں کے اندر پڑاؤ کا ارادہ کیا تاکہ وہاں گھوڑوں کو چرنے چھوڑ دیا جائے اور کچھ آرام کے بعد راتوں رات اگلی منزل کی طرف سفر طے کیا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔

اچانک حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی نگاہ پہاڑ کی چوٹی پر پڑی تو آپ کو وہاں کچھ سائے سے دکھائی دیئے، آپ نے ساتھیوں سے فرمایا: مجھے اس پہاڑ کی چوٹی پر کچھ شبیہیں اور انسانی صورتیں نظر آئی ہیں، گمان ہوتا ہے کہ یہ دشمن کے جاسوس ہیں اور ہم وادی میں ہیں، پس کہیں ہمارے اوپر کوئی مصیبت بن کر نہ نازل ہو جائیں۔ مسلمانوں نے جواب دیا کہ یہ لوگ پہاڑ کی چوٹی پر ہیں اور ہم کھلے میدان میں، ہم ان تک کیونکر پہنچ سکتے ہیں!

آپ نے فرمایا: اچھا تم لوگ میرے آنے تک اسی جگہ ٹھہرے رہنا میں ان کی خبر لے کر آتا ہوں۔ یہ کہا اور آپ نے

گھوڑے سے اتر کر تہہ بند کس کر باندھا اور تلوار کو حمائل کیا، ڈھال کو کندھے پر ڈالا اور فرمایا: یہ سمجھ لو کہ ان لوگوں نے ہنوز ہمیں نہیں دیکھا ہے۔ اگر دیکھ لیتے تو یہاں نہ رکتے۔ پھر فرمایا: ''تم میں سے کون شخص اپنی جان، اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کرنا چاہتا ہے؟'' یہ سن کر آپ کے ساتھیوں نے یک زبان ہو کر کہا: ہم سب آپ کے ساتھ متفق ہیں۔

راوی کہتے ہیں: انھوں نے پہاڑی کا چکر لگایا یہاں تک کہ ان کے بالکل قریب چوٹی پر جا پہنچے اور وہ لوگ بے خبر اپنی کمین گاہوں میں بیٹھے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو بلند آواز سے فرمایا کہ پکڑ لو کوئی بھاگنے نہ پائے! خدا تمھاری ہمتوں کو بڑھائے۔

مسلمان عقاب کی طرح سرعت کے ساتھ ان کی طرف جھپٹے اور ان میں سے تیس کو قتل اور چار کو قید کر لیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کے احوال معلوم کیے تو انھوں نے بتایا کہ ہم شام کے دیہاتوں، دیر البقیع، الجامعہ اور کفر العزیزہ کے رہنے والے کاشتکار لوگ ہیں۔ جب سے عرب نے ہمارے شہروں پر چڑھائی کی ہے ہم سخت پریشان ہیں، اکثر آبادی بھاگ کر قلعوں اور گڑھیوں میں پناہ گزین ہو گئی ہے۔ ہم لوگوں نے اس پہاڑ پر جانیں بچانے کی خاطر پناہ لے رکھی تھی، کیونکہ ادھر کی تمام دیہاتی آبادی میں سے یہی جگہ سب سے زیادہ پر امن اور محفوظ تھی، اس لئے ہم اس مقام پر چڑھ کر رہنے لگے مگر آپ لوگوں نے یہاں سے بھی ہمیں گرفتار کر لیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ لشکر روم کے متعلق تمھیں کیا معلومات ہیں؟ وہ کہاں تک پہنچ گیا؟ انھوں نے کہا: وہ ''اجنادین'' کے مقام پر پہنچ چکا ہے اور بادشاہ، فلسطین کی طرف چلا گیا ہے تاکہ بیت المقدس ● کی حفاظت کرے۔ اجنادین میں تمام لشکر مع مفرورین کے جمع ہوا ہے اور ایک سردار رسد لینے کے لئے ہمارے یہاں آیا تھا اس نے چوپایوں اور خچروں کو بار برداری کے لئے اکٹھا کیا ہے مگر اسے ڈر ہے کہ کہیں اہل عرب ان کو نہ آ ملیں۔ ہمیں محض اسی قدر معلومات ہیں اور اس میں بھی شک نہیں کہ انھوں نے رسد کے لئے آج ہی کوچ کیا ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے سن کر فرمایا: رب کعبہ کی قسم ہے! وہ تو مال غنیمت ہے آپ نے دعا کی کہ اے اللہ ان لوگوں کے مقابلہ میں تو ہماری مدد فرما۔

● بیت المقدس: یاد رہے کہ اس وقت بیت المقدس اسرائیل کے قبضے میں ہے۔

پھر آپ نے ان سے پوچھا کہ وہ کون سے راستہ سے جائیں گے؟ انھوں نے کہا: اسی راستہ سے جس میں تم موجود ہو، کیونکہ کشادہ راستہ بھی ہے اور رَسَد انھوں نے ایک ریت کے ٹیلے کے پاس جس کو "تل بنی سیف" یعنی ٹیلہ بنی سیف" کہتے ہیں، میں جمع کر رکھی ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

"ہمارے دین (اسلام) کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ اور کیا اعتقاد رکھتے ہو؟"

انھوں نے جواب دیا: ہم تو دیہاتی اور کاشتکار لوگ ہیں، ہمیں دین صلیب یعنی عیسائی مذہب کے سوا کسی مذہب اور دین سے واقفیت نہیں ہے اور ہمیں قتل کر کے تمھیں کوئی فائدہ نہیں ملے گا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ ان کو غیر مشروط طور پر چھوڑ دیا جائے مگر آپ کے بعض ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ انھیں اس شرط پر چھوڑا جائے کہ یہ ہمیں مِیرَۃ (خوراک کے گودام) تک پہنچا دیں۔ انھوں نے اس شرط کو قبول کر لیا اور آگے آگے چل کر راستہ بتاتے گئے، جب عین شاہراہ پر پہنچے تو حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو بھیجا کہ وادی میں ہم جن ساتھیوں کو چھوڑ آئے ہیں ان تمام کو بلا کر لاؤ جب وہ ساتھی بھی آ گئے اور تیز رفتاری کے ساتھ چلے اور وہ چاروں آدمی راستہ بتلاتے جاتے تھے جس وقت غلہ کے گوداموں کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ رومی رنجبر زاناج اور خوراک کا سامان خچروں اور گدھوں پر لاد رہے ہیں اور "ٹیلے" کے گرد چھ سو سوار نگرانی کر رہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دیکھ کر مسلمانوں سے مختصر خطاب فرمایا اور ان کو اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے اور جان لڑانے کی ترغیب دی آپ نے فرمایا:

اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدْ وَعَدَكُمُ النَّصْرَ عَلٰی عَدُوِّكُمْ وَفَرَضَ عَلَيْكُمُ الْجِهَادَ وَهٰذَا جَيْشُ الْعَدُوِّ بِاَزَائِكُمْ فَارْغَبُوْا فِيْ ثَوَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاسْمَعُوْا مَا قَالَ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ:
﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝﴾

"جان لو کہ بیشک اللہ عزوجل نے دشمن کے مقابلہ پر تم سے نصرت کا وعدہ فرمایا ہے اور جہاد تم پر فرض کیا ہے۔ دشمن تمھارے سامنے موجود ہے تم اللہ عزوجل سے ثواب کی رغبت اور کوشش کرو اور جو کچھ اللہ عزوجل نے اپنی کتاب قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے اس کو دھیان اور توجہ کے ساتھ سنو! باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انھیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا باندھ کر گویا وہ عمارت ہیں رانگا پلائی۔"[1]

میں اب دشمن پر حملہ کرنے والا ہوں تم بھی حملہ کر دو، تم میں سے کوئی آدمی تنہا آگے نہ نکلے یہ کہہ کر آپ نے حملہ کر دیا اور آپ کے ساتھ قوم حمیر نے بھی ہلہ بول دیا۔

حضرت حذافہ بن سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ جس وقت رومیوں کے سوار ہمارے ساتھ مقابلہ کے

---

[1] پارہ 28، الصف 4، ترجمہ کنزالایمان

لئے آگے بڑھے تو جو کاشت کار اور مزدور وغیرہ تھے اور جانوروں پر غلہ لاد رہے تھے، وہ سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ رومی فوج ایک گھنٹہ تک ڈٹ کر ہمارا مقابلہ کرتی رہی۔

حضرت ذوالکلاع حمیری ؓ نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے فرمایا:

"اے آل حمیر! آسمانوں کے دروازے کھل گئے ہیں، جنت تمھاری خاطر مزین اور آراستہ کر دی گئی ہے، حوریں پھولوں کے گجرے لئے تمھارے استقبال کے لئے کھڑی تمھاری راہیں تک رہی ہیں!"

حضرت ذوالکلاع حمیری ؓ اتنا کہہ پائے تھے کہ حضرت خالد بن سعید ؓ رومیوں کے سردار کے سر پر کھڑے تھے۔ آپ نے اس کی قیمتی زرہ، جاہ وحشمت اور عمدہ سواری کی وجہ سے پہچان لیا تھا۔ وہ اس وقت اپنی فوج کو لڑنے پر برانگیختہ کر رہا تھا، آپ اس کی طرف بڑھے اور اس زور سے اس کو للکارا کہ وہ آپ کی دبنگ آواز اور دبکے سے ہی مرعوب اور خوفزدہ ہو گیا۔

آپ نے فرمایا: میں نے سعید ؓ (شہید) کا بدلہ لے لیا، یہ کہہ کر آپ نے زور سے اس کو نیزہ مارا اور وہ دھڑام سے نیچے گرا اور یوں لگا جیسے لوہے کا بُرج گر پڑے۔ حضرت خالد ؓ کا کوئی ساتھی سپاہی ایسا نہیں رہا جس نے ایک نہ ایک رومی سوار کو قتل نہ کیا ہو۔

گوریلا مہم میں کامیابی کے بعد واپس آنا

حضرت حذافہ بن سعید ؓ کا بیان ہے کہ ہم نے تین سو بیس سوار قتل کئے اور باقی شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ مال واسباب خچر، تاتاری گھوڑے، غلہ اور سامان خوراک وغیرہ سب کچھ چھوڑ گئے، ہم نے اللہ ﷻ کے حکم سے سب پر قبضہ کر لیا۔ حضرت خالد ؓ نے ان کسانوں کو اپنا کیا ہوا وعدہ ایفاء کرتے ہوئے رہا کر دیا اور اس کے بعد خالد ؓ اس مال غنیمت کو لے کر حضرت عمرو بن عاص ؓ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

آپ کو خالد ؓ اور ان کے ساتھی مسلمانوں کی سلامتی اور خیر و عافیت سے صحیح وسالم واپس لوٹنے اور مال غنیمت کے ملنے سے بہت خوشی ہوئی۔ آپ نے اس لڑائی کے بارے ایک خط حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ کی طرف اور ایک خط خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق اکبر ؓ کی خدمت میں روانہ کیا، اس میں آپ نے فتح ونصرت بلکہ رومیوں کے ساتھ جنگ میں پیش آنے والے تمام حالات اور کوائف تفصیل سے لکھ کر حضرت عامر دوسی ؓ کے ہاتھ ارسال کئے۔

حضرت عامر دوسی ؓ یہ خط لے کر جس وقت حضرت صدیق اکبر ؓ کی خدمت اقدس میں پہنچے تو خلیفۃ المسلمین ؓ نے وہ خط تمام مسلمانوں کو پڑھ کر سنایا۔ مسلمانوں کو بہت مسرت ہوئی۔ فرط مسرت سے فضا لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھی۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے حضرت [illegible] پوچھا عامر دوسی ؓ

نے جواب دیا کہ وہ ابھی تک شام کی سرحدوں پر خیمہ زن ہیں۔ شام کے اندر اس وجہ سے داخل نہیں ہو سکے کہ انھوں نے سنا ہے کہ شاہ روم ہرقل نے "مقامِ اجنادین" پر بے شمار افواج جمع کر رکھی ہیں اور مسلمان اس سے خوفزدہ ہیں کہ کہیں دشمن ہم پر غالب نہ آ جائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو آپ جان گئے کہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نرم دل نازک اور حساس طبیعت کے مالک ہیں اور یہ ان کی کمزوری ہے۔ رومیوں کے ساتھ جنگ کرنا ان کے بس کا روگ نہیں ہے۔ وہ اس جنگ کے لئے مناسب نہیں رہیں گے۔ چنانچہ آپ نے ان کی جگہ حضرت خالد بن ولید مخزومی رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمانے کا سوچا اور شوریٰ کے سامنے ان کی تقرری اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی معزولی کا مسئلہ پیش کیا اور مسلمانوں سے رائے مانگی، سب نے متفقہ طور پر آپ کی تجویز اور رائے کو پسند کیا اور کہا کہ آپ کی رائے نہایت موزوں اور بہت مناسب ہے، آپ نے مسلمانوں کو اعتماد میں لے کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی جنرل کے عہدے پر تقرری کے لئے خط تحریر فرمایا:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار مقرر کرنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم ورحمة الله! من عبدالله عتيق بن ابى قحافة الى خالد بن وليد. سلام عليك فانى احمد الله الذى لا اله الا هو واصلى على نبيه محمد ﷺ وانى قدوليتك على جيوش المسلمين وامرتك بقتال الروم فسارع الى مرضات الله عزوجل وقتال اعداء الله وكن ممن جاهد فى الله حق جهاده.

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۝﴾

وقد جعلتك الامير على ابى عبيده ومن معه من المسلمين والسلام المرسل...... عبدالله عتيق بن ابى قحافه...... المرسل اليه خالد بن وليد.

السلام علیکم! حمد ہے اس اللہ جل جلالہ کی جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں درود پڑھتا ہوں اللہ جل جلالہ کے نبی محمد ﷺ کی ذات پر۔ میں

آپ کو مسلمانوں کے لشکروں پر سپہ سالار مقرر کرتا ہوں اور آپ کو جنگ روم کا حکم دیتا ہوں۔ اللہ عزوجل کی رضا جوئی کے لئے جلدی کرو، اللہ عزوجل کے دشمنوں کو قتل کرنے میں سبقت کرو اور خود کو ان لوگوں میں شامل کرنے کی کوشش کرو جنھوں نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کیا اور لڑنے کا حق ادا کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد مبارک لکھا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۝﴾

"اے ایمان والو کیا میں بتا دوں وہ تجارت جو تمھیں دردناک عذاب سے بچا لے۔"[1]

میں تمھیں ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور اس کی فوج پر امیر مقرر کرتا ہوں۔ والسلام۔

آپ نے یہ حکم نامہ نجم بن مفرح الکنانی رضی اللہ عنہ کو دے کر بھیجا۔ وہ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر عراق کی طرف چلے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو جب یہ خط ملا قریب ہی تھا کہ وہ قادسیہ کو فتح کر لیں، خط پڑھا اور اس کا منشا سمجھ کر انھوں نے کہا اطاعت و فرمانبرداری اللہ عزوجل اور خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ضروری ہے آپ نے قادسیہ سے رات ہی کو عین التمر کے راستہ سے کوچ کر لیا۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو ان کی معزولی اور اپنے شام آنے کی اطلاع کر دی اور لکھا:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی روانگی

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے مسلمانوں کے لشکروں کا سپہ سالار مقرر فرمایا ہے، میرے پہنچنے تک آپ کوئی اقدام نہ کریں، اپنے مقام پر قائم رہیں۔" والسلام"

عامر بن طفیل دوسی رضی اللہ عنہ جو مسلمانوں کے ایک بہادر سپاہی تھے، یہ خط ان کو دے کر روانہ کیا گیا وہ یہ خط لے کر شام کی طرف چل دیئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب ساوہ کے علاقہ میں پہنچے تو فرمایا:

"لوگو! اس ملک کا سفر سیراب کرنے والی اشیاء اور وافر مقدار پانی کے بغیر ہرگز نہ کرنا کیونکہ اس علاقے میں پانی کی بہت قلت ہے اور ہمارے ساتھ لشکر ہے آپ لوگ رائے دیں کیا کرنا چاہیے؟"

رافع بن عمیرہ طائی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر! اگر آپ میرے مشورہ پر عمل کریں تو فائدے میں رہیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل تجھے ہدایت دے جو تمھاری سمجھ میں آتا ہے کرو۔ انھوں نے تیس راس اونٹوں کو سات دن پیاسا رکھ کر پانی پلایا، ان کے منہ باندھ دیئے، اونٹوں پر سوار ہوئے گھوڑوں کو خالی ساتھ لیا اور چل دیئے۔ جس منزل پر اترتے تھے

[1] پارہ 28، الصف 10، ترجمہ کنزالایمان

ان میں سے دس رأس اونٹ ذبح کر لیتے تھے۔ان کا پیٹ چاک کر کے جو پانی نکلتا چمڑے کے مشکیزوں اور ڈولوں میں بھر لیتے، جس وقت ٹھنڈا ہو جاتا گھوڑوں کو پلا دیتے اور خود گوشت کھا لیتے تھے۔ ہر دو منزل میں اسی طرح کیا آخر اونٹ ختم ہو گئے اور دو منزلیں بغیر پانی کے طے کیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کا لشکر پانی دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے سخت پریشان ہوا۔قریب تھا کہ ہلاکت تک نوبت آ جاتی، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے رافع بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

رافع! ساری فوج جان بہ لب ہے، تمھیں کوئی ایسی جگہ معلوم ہے جہاں سے پانی مل سکے! رافع رضی اللہ عنہ آشوب چشم میں مبتلا تھے انھوں نے کہا: اے امیر! جس وقت "اقراقر" اور "سوٰی" کے مقام پر ہم پہنچ جائیں تو مجھے اطلاع کرنا اور اب تیزی سے چلتے جاؤ۔ لوگوں نے تیز رفتاری کے ساتھ سفر طے کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ لشکر کا اکثر حصہ "اقراقر اور سوٰی" کے مقام پر پہنچ گیا اور کچھ فوج پیچھے رہ گئی۔ رافع رضی اللہ عنہ کو اس جگہ کی اطلاع دی گئی وہ بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے اپنے عمامہ کا پلو آنکھ کے اُوپر سے ہٹا کر اپنی سواری کو دائیں بائیں دوڑایا اور لوگ بھی آپ کے ہمراہ چاروں طرف حلقہ بنائے پانی کی تلاش میں سرگرداں پھر رہے تھے یہاں تک کہ آپ کو ایک پیلو کا درخت نظر آیا۔ آپ نے زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا اور آپ کے ساتھ دوسرے مسلمانوں نے بھی اللہ اکبر کی صدا بلند کی۔ پھر آپ نے ساتھیوں سے کہا: اس جگہ کنواں کھودو اہل عرب نے اس جگہ کنواں کھودنا شروع کیا۔ اچانک دریا کی طرح پانی کا ایک چشمہ بہنے لگا۔ لشکر وہاں اتر پڑا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ حضرت رافع رضی اللہ عنہ کو دعائیں دیں سب لشکر نے خود بھی پانی پیا اور اپنے اونٹوں کو بھی پلایا۔ جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے ان کے لئے اونٹوں پر پانی کے مشکیزے لاد کر لے چلے۔ ان لوگوں نے بھی پانی پیا تو ان کی جان میں جان آئی اور وہ بھی لشکر کے ساتھ آ ملے۔ کنویں پر کچھ دیر آرام کرنے کے بعد لشکر تیزی سے اگلی منزل کی طرف رواں دواں ہو گیا۔ یہاں تک کہ "ارکہ" کے مقام پر ایک دن کا سفر باقی رہ گیا تھا کہ ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں لب سڑک ایک سرائے بنی ہوئی تھی، وہاں چند بکریاں اور اونٹ بھی موجود تھے بعض مسلمان چرواہے کی تلاش میں نکلے تا کہ اپنی قوم اور دشمن کے بارے میں معلومات حاصل کی جا سکیں۔

حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ کی گرفتاری

تلاش کرتے ہوئے جب وہ ایک جگہ پہنچے تو دیکھا کہ وہ چرواہا شراب پی رہا ہے اور ایک طرف ایک عربی شخص ہتھکڑیاں پہنے ہوئے بیٹھا ہے۔ غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی فوری اطلاع کر دی گئی۔ آپ نے اسی وقت گھوڑا دوڑایا اور موقع پر پہنچ گئے۔ حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: ابن طفیل! تم اور یہاں قید؟ انھوں نے جواب دیتے ہوئے کہا:

اے امیر! میں ان سرائے اور ڈیرہ والوں کے پاس اس غرض سے آیا تھا کہ مجھے سخت گرمی اور لُو کی وجہ سے بہت

پیاس لگی ہوئی تھی، چنانچہ میں اس ارادہ سے اس ڈیرہ پر چلا آیا کہ ان سے کچھ دودھ لے کر پی لوں گا۔ مگر میں نے اس ڈیرے والے کو شراب نوشی کرتے دیکھا تو میں نے اس سے کہا: ارے دشمن خدا! شراب تو حرام ہے اور تو اس کو پی رہا ہے۔ جناب امیر! اس کے جواب میں اس نے مجھے کہا: ارے بابا! یہ شراب نہیں ہے، بلکہ پانی ہے تم جھک کر دیکھو تاکہ اس کی بُو اور رنگت سے تمہیں صحیح اندازہ ہو سکے کہ یہ تو خالص پانی ہے اگر شراب ہو تو جو چاہو کرنا۔

میں نے جب اس کی یہ بات سنی تو میں نے ڈاچی (اونٹنی) کو بٹھا دیا اور اس کے کجاوہ سے اتر کر زانوؤں کے بل بیٹھ گیا تاکہ سونگھ کر معلوم کروں کہ صراحی میں کیا ہے؟ میں صراحی پر جھکا ہوا تھا کہ اس نے جلدی میں مجھے ایک لاٹھی جو اپنے بغل میں دبائے ہوئے تھا، اس زور سے ماری کہ میرا سر پھٹ گیا۔ میں ایک طرف کو پلٹا تو اس نے جھپٹ کر فوراً مجھے قابو کر لیا اور میرے دونوں بازو رسی سے باندھ دیئے اور کہا کہ میرا گمان یہ ہے کہ تو محمد بن عبداللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ہے، میں تجھے اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک میرا سردار، بادشاہ کے پاس سے واپس نہیں آ جاتا۔ میں نے پوچھا کہ تیرا سردار اور مالک اہل عرب میں سے کون ہے؟ اس نے کہا: قدّاح بن واثلہ ہے۔

حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ نے کہا: جناب والا! میں تین دن سے اس کے پاس ہوں یہ جب بھی شراب پیتا ہے مجھے سامنے بٹھا لیتا ہے اور پھر شراب پینے کے بعد اپنے پیالے کا تلچھٹ میرے سر پر انڈیل دیتا ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جب عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ کی یہ داستان غم سنی تو ان کو سخت غصہ آیا اور آپ غضب سے اس بدو غلام کی طرف لپکے اور تلوار کے ایک ہی وار سے اس بدمعاش کے سر کو گردن سے الگ کر دیا، وہ گرا اور ٹھنڈا ہو گیا۔ مسلمانوں نے اس کے اونٹوں اور بکریوں کو غنیمت کا مال بنایا اور اس کے حلہ (ڈیرہ، جھگی) پر ہلہ بول دیا اس کا قلع قمع کرنے کے بعد عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ کو قید سے رہائی دلائی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت فرمایا کہ میرا وہ خط کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میرے عمامہ کے ایک پیچ میں ہے اب تک اس کی کسی کو خبر نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا: اسے لے کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر کے پاس فوراً پہنچو اور کامل احتیاط کو اپنا شعار بناؤ اور کسی کے دھوکے میں نہ آنا، چوکنا اور ہوشیار ہو کر رہا کرو اب جلدی چلو۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ یہ نصیحت سن کر سوار ہوئے اور شام کی طرف روانہ ہو گئے۔

اہل ارکہ اہل سخنہ اور اہل تدمر سے صلح نامہ

اہلِ ارکہ، اہلِ سخنہ اور اہلِ تدمر سے صلح نامے

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور اہلِ ارکہ

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس جگہ سے کوچ کا حکم دے دیا کیونکہ یہ ایک خطرناک جگہ تھی جہاں عراق کے مسافروں کو لٹنے کا ڈر رہتا تھا۔ مملکت روم قافلوں سے ٹیکس وصول کرتی تھی۔ بادشاہ کی طرف سے یہاں ایک حاکم اور جرنیل مقرر تھا، جس وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی فوج یہاں آئی تو آپ نے قافلوں پر ظلم کرنے اور مسافروں پر ٹیکس لگا کر ان کا استحصال کرنے والوں پر شب خون مارنے اور ان کے مال ومتاع لوٹنے اور ان کو سبق سکھانے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ ''ارکہ'' کے باشندے فوج کو دیکھ کر قلعہ بند ہو گئے۔ قلعۂ ارکہ کے علاقہ میں یہاں حکماء روم میں سے ایک حکیم (فلسفی اور ماہر نجوم) رہتا تھا جس نے دیگر علوم وفنون کے علاوہ ملحمہ [1] کا فن بھی سیکھ رکھا تھا۔ جس وقت اس نے مسلمانوں کے جیش کو دیکھا تو اس کا رنگ اڑ گیا اور کہنے لگا: مجھے اپنے دین کی حقانیت کی قسم! وقت آ گیا ہے۔

اہل ارکہ نے دریافت کیا ''کیسا وقت؟''

اس نے جواب دیا کہ میں نے علم ملحمہ کے مطالعہ میں اس قوم کا ذکر پڑھا ہے اس میں لکھا ہے کہ عراق کی طرف سے جو سب سے پہلے علم (جھنڈا) یہاں آئے گا وہ فتح مند ہوگا۔ روم کی تباہی اور ہلاکت کا وقت آ گیا ہے، اس قوم کو تم غور سے دیکھو اگر اس کا علم (جھنڈا) سیاہ رنگ کا ہے، اس فوج کا سپہ سالار چوڑا چکلا لمبے قد کا لحیم وشحیم ہے، اس کے مونڈھے کشادہ یعنی اس کی چھاتی اور سینہ کشادہ ہے، مضبوط ڈیل ڈول اور قوی ہیکل جسم کا مالک ہے اور اس کے چہرے پر معمولی چیچک کے داغ ہیں اور رنگ گندمی ہے تو شام کی جنگ کے لئے یہی سپاہ سالار ہے جس کے ہاتھ سے شام کو مسلمان فتح کریں گے۔

انھوں نے حکیم شمعان کے بیان کردہ علم کی روشنی میں جائزہ لیا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں وہی سیاہ علم تھا۔ یہ لوگ اپنے حاکم کے پاس گئے اور کہا آپ جانتے ہیں کہ حکیم شمعان بغیر حکمت کے کوئی بات نہیں کہتا! ہم سے جو کچھ اس نے بیان کیا وہ سب کچھ ہو بہو اسی طرح ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ آئے ہیں۔ ہمارا مشورہ یہ ہے کہ اہل عرب سے ہم

---

[1] اس فن اور علم میں فتنوں اور جنگوں کے متعلق پیشگی معلومات حاصل کرنے پر بحث ہوتی ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

صلح کرلیں اس طرح ہمارے مال، جانیں اولاد اور گھر بار سب محفوظ ہو جائے گا۔

رومی جرنیل نے کہا: کل صبح تک آپ لوگ مجھے سوچنے کا موقع دیں تا کہ کسی صحیح اور حتمی نتیجہ تک پہنچنے میں کامیاب ہوسکوں۔ کل میں آپ حضرات کو اپنی رائے سے آگاہ کروں گا یہ لوگ اپنے گھروں کو واپس چلے گئے اور بطریق (رومی جرنیل) شب بھر اس معاملہ پر غور وخوض کرتا رہا۔

چونکہ وہ ایک مدبر اور دانا شخص تھا، اس نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر ان نازک حالات میں جبکہ ساری قوم ایک اپنی رائے قائم کر چکی ہے، میں اکیلا پوری قوم کے خلاف کوئی رائے قائم کرتا اور اس کا اظہار ان کے سامنے کرتا ہوں تو قوم مجھے معاف نہیں کریگی اور اس بات کو بھی خارج از امکان قرار نہیں دیا جا سکتا کہ وہ مجھے پکڑ کر عربوں کے سپرد کردے اور دوسرا یہ بھی باوثوق ذرائع سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ جنرل روبیس، فلسطین میں عرب کی بہت تھوڑی سی فوج کے ہاتھوں شکست کھا چکا ہے اور اس وجہ سے رومیوں کے دل میں اہل عرب کا رعب اور دبدبہ چھا گیا ہے جو ان کے دلوں سے کبھی دور نہیں ہوسکتا۔ تمام رات وہ دل میں ان باتوں کو سوچتا رہا اور سوچوں کا جال بنتا رہا۔ صبح کو اجلاس بلا کر قوم سے رائے مانگی کہ اب کیا ارادہ ہے؟ انھوں نے کہا: ہمارا وہی فیصلہ ہے کہ ہم جنگ نہیں چاہتے، ہم عربوں سے صلح کے خواہش مند ہیں اور مصالحت کے بعد ہم اپنے اسی شہر میں پُرامن شہری کی زندگی گزاریں گے۔

اس نے کہا: میں بھی تم ہی جیسا ایک شخص ہوں جو پوری قوم کی رائے ہے، میں اکیلا اس کی مخالفت نہیں کر سکتا اس کے ساتھ "ارکہ" کے چند جہاں دیدہ اور تجربہ کار افراد کا ایک وفد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور صلح کے متعلق ایک عرضداشت پیش کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے صلح منظور فرمالی اور ان کے ساتھ نہایت نرم الفاظ میں گفتگو کی، خندہ پیشانی اور خاطر ومدارت سے پیش آئے تا کہ باشندگان سخنہ، حوران، تدمر اور قریتین بھی یہ سن کر اسلام کے حلقہ بگوش ہو جائیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس بات پر صلح کرتا ہوں کہ میں اپنی فوج یہاں سے ہٹا لوں گا اور جو لوگ اپنی مرضی سے اسلام قبول کرنا چاہیں، انھیں ہم ویلکم اور خوش آمدید کہیں گے اور جو اپنے دین پر قائم رہنا چاہیں ان پر جبر نہیں ہوگا۔ ان کی طرف سے ہم جزیہ پر قناعت کریں گے۔ [1]

اہلِ سخنہ اور اہلِ تدمر کے صلح نامے

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اہل ارکہ سے دو ہزار سفید چاندی کے درہم اور ایک ہزار سونے

[1] اور وہ ذمی بن کر پُرامن زندگی بسر کریں ان کے جان، مال اور عزت کی حفاظت اسی طرح کی جائیگی جس طرح مسلمانوں کے جان و مال اور عزتیں محفوظ ہیں۔ (مترجم عفی عنہ)

کے دیناروں پر صلح کی تھی اور صلح نامہ تحریر کر کے ان کو دیا تھا۔ ابھی آپ نے یہاں سے کوچ نہیں کیا تھا کہ ''اہل سخنہ'' نے بھی صلح کر لی۔ جس وقت ''تدمر''[1] والوں کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہاں کے حاکم ''جرنیل کرکر'' نے تمام رعایا کو جمع کر کے یہ کہا کہ مجھے اس بات کی خبر پہنچی ہے کہ اہل عرب نے ارکہ اور سخنہ کو صلح کے ذریعہ مسخر کر لیا ہے نیز میں نے اپنے ہی آدمیوں سے سنا ہے کہ اہل عرب نہایت صلح پسند عدل وانصاف کرنے والے اور نیک طبیعت لوگ ہوتے ہیں۔ فتنہ و فساد چاہنے والے نہیں ہوتے۔ ہمارا قلعہ اگرچہ بہت زیادہ محفوظ ہے، کسی شخص کی مجال نہیں کہ اندر گھس سکے۔ مگر ہمیں ڈر ہے کہ ہمارے باغات اور زراعت کو نقصان پہنچ سکتا ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ ہم بھی ان کے ساتھ صلح کر لیں۔ اگر ہماری قوم نے اُن کو فتح کر لیا تو ہم صلح فسخ کر دیں گے اور اگر اہل عرب فتح یاب ہو گئے تو ہم ان کی طرف سے مامون رہیں گے۔

تدمر میں عربوں کا قلعہ اور رومی کھنڈرات

عوام نے یہ فیصلہ سن کر مسرت کا اظہار کیا اور انھوں نے اس خوشی میں ایک ضیافت کا بھی اہتمام کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی اتنے میں یہاں پہنچ گئے۔ اہل تدمر نے اُن کا استقبال کیا اور پروٹوکول دیا۔ آپ نے اُن کا شکریہ ادا کیا اور تین سو اُوقیہ چاندی پر ان سے مصالحت ہوئی اور آپ نے صلح نامہ لکھ کر ان کے حوالے کر دیا اور آپ نے اہل تدمر سے غلہ، دیگر ضروریات سفر کے علاوہ جانوروں کے لئے توڑی، نیرہ اور ونڈ وغیرہ خریدا اور حوران کے علاقے کی طرف چل دیئے۔

شام کا نقشہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا خط حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا خط لے کر حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی

[1] تدمر (پالمیرا) یہ شہر حمص کے مشرق میں صحرائے شام کے اندر (دیر الزور دمشق شاہراہ پر وسط میں) واقع ہے۔ اسے عروس الصحراء بھی کہا جاتا تھا۔ اس کی آبادی پانچ ہزار ہے۔ اردگرد کھریا مٹی کے ٹیلے ہیں۔ یہ ایک عرب مملکت کا دارالحکومت تھا جسے شاہ اذینہ اور اس کی بیوہ ملکہ زنوبیا (زینب) کے عہد میں عروج حاصل ہوا۔ 272ء میں رومی حکمران ''اورلیان'' نے حملہ کیا اور ملکہ زنوبیا کو گرفتار کر کے شہر تباہ کر دیا۔ اس کے آثار میں بعل دیوتا کا مندر مشہور ہے۔ اب تدمر صوبہ حمص میں ضلعی صدر مقام ہے۔ عربوں میں مشہور تھا کہ تدمر کی تعمیر میں جنوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی مدد کی تھی۔ رومی اقتدار کے ساڑھے تین صدیوں میں تدمر میں عیسائیت کو فروغ ملا۔ عہد اسلام میں 1157ء کے ہولناک زلزلے نے تدمر کو کھنڈر بنا دیا۔ حدیثہ (عراق) سے آنے والی آئل پائپ لائن تدمر کے جنوب سے گزرتی ہے۔

خدمت میں پہنچے۔ آپ خط پڑھ کر ہنسے اور فرمایا: "الحمدللہ، کیوں نہیں! اللہ ﷻ اور اللہ ﷻ کے رسول مکرم ﷺ اور خلیفۃ المسلمین خلیفہ رسول ﷺ کے احکام کو سننا اور انکی اطاعت کرنا ہمارے لئے لازم ہے یہ حکم نامہ میرے سر آنکھوں پر مجھے یہ فرمان مبارک دل سے قبول ہے۔" پھر آپ نے تمام مسلمانوں کو اپنی معزولی اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے سپہ سالارِ اعظم مقرر ہونے کی اطلاع دی، انہی ایام میں آپ حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کاتب رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں چار ہزار سواروں کو بصرہ روانہ کر چکے تھے جو وہاں پہنچ کر پڑاؤ کر چکے تھے۔ بصرہ کا حاکم اس زمانے میں "روماس" نامی ایک شخص تھا، جو ذاتی طور پر بادشاہ اور رومیوں کے نزدیک ایک نہایت بلند مقام و مرتبہ کا آدمی سمجھا جاتا تھا۔ یہ حاکم اور جرنیل بہت پڑھا لکھا انسان تھا۔ کتب سابقہ اور تاریخ عالم کا عالم تھا اور بسطاً فی العلم والجسد کا مظہر و مصداق تھا۔ یعنی علمی اور بدنی دونوں اعتبار سے بلند اور وسیع و عریض شخصیت کا مالک تھا۔ شام کے دور دراز شہروں سے اہل روم اس کے پہلوانی جثہ کو دیکھنے اور حکمت و دانائی کی باتیں اور پند و نصائح کو سننے کی غرض سے اس کے یہاں آیا کرتے تھے۔ بصرہ اس زمانہ میں بارہ ہزار نفوس کی آبادی پر مشتمل شہر تھا اور اس وقت اس شہر کی خوب چہل پہل تھی۔ اہل عرب حجاز اور یمن سے یہاں تجارت کے لئے آتے جاتے تھے۔ ایک خاص وقت اور موسم میں روماس کے لئے ایک آہنی کرسی لاکر رکھ دی جاتی جس پر یہ بیٹھ جاتا اور لوگ اس کے جسم کو دیکھتے اور اس کے علم سے استفادہ کرتے۔ [1]

جس وقت حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے بصرہ پر فوج کشی کی تو یہی موسم تھا اور مخلوق خدا اس کے پاس جمع تھی کہ اچانک حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی آمد سے بصرہ میں ایک ہلچل اور شور مچ گیا۔ روماس جلدی سے گھوڑے پر سوار ہوا، قوم کو زوردار منادی اور اعلان کے ذریعے بلایا۔ پوری قوم اس کی آواز پر اکٹھی ہوگئی اس نے کہا: باتیں کرنا چھوڑ دو، پہلے میں مسلمانوں کی فوج کو دیکھ آؤں۔ اُن سے مذاکرات کر کے ان کا مدعا اور مطلب معلوم کرلوں کہ ان کے آنے کا منشاء کیا ہے؟

یہ کہہ کر وہ حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے پاس آیا اور آواز دی: اے قوم عرب! میں بصرہ کا حاکم روماس ہوں اور تمہارے سپہ سالار سے ملنا چاہتا ہوں۔

چنانچہ حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو اطلاع کی گئی اور آپ تشریف لائے تو روماس نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے پہلا سوال (جو تعارفی نوعیت کا تھا) یہ کیا: آپ کون لوگ ہیں؟

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

---

[1] مترجم کہتا ہے گویا وہ اس شعر کا مصداق تھا کہ:

جو چپ بیٹھے تو اک کوہ گراں معلوم ہوتا تھا
اور لب کھولے تو ... معلوم ہوتا تھا

''ہم اس نبی اُمّی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اصحاب ہیں، جن کے مبعوث ہونے کی خبر اور پیشین گوئی پہلی آسمانی کتابوں تورات اور انجیل میں بھی موجود ہے۔''

روماس نے کہا:

''انھوں نے کیا کام کیا؟''

آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''اللہ عزوجل نے ان کی روح کو قبض فرما کر انھیں اپنے پاس بلا لیا اور ان کے لئے اپنے پاس کی خاص نعمت کو پسند فرمایا ہے'' (آپ ﷺ تو اس وقت پردہ فرما چکے ہیں)۔

روماس نے پوچھا:

''ان کی جگہ پر کون شخص مقرر ہوا؟''

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''آپ ﷺ کے بعد والیٔ خلافت عبداللہ عتیق بن ابی قحافہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما مقرر ہوئے ہیں۔''

روماس نے کہا:

''مجھے اپنے سچے دین کی قسم! میں خوب جانتا ہوں کہ تم بلاشبہ حق پر ہو اور تم لوگ ضرور پورے شام پر اور اسی طرح عراق کے مالک بن جاؤ گے۔ ہم تم پر سردست یہ شفقت اور مہربانی کرتے اور تمھیں خیر خواہانہ مشورہ دیتے ہوئے بھی کہیں گے کہ تمھاری فوج نہایت مختصر اور قلیل ہے اور ہماری جمعیت بہت بھاری ہے، بہتر ہے کہ تم اپنے ملک واپس لوٹ جاؤ۔ ہم آپ لوگوں سے کسی قسم کا تعرض اور چھیڑ چھاڑ نہیں کرتے۔ عرب برادر! ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے دوست اور رفیق ہیں، اگر وہ موجود ہوتے تو مجھ سے جنگ نہ کرتے!

حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''دین کے متعلق اگر خود ان کے بیٹے اور بھتیجے بھی ہوں تو وہ انکی بھی رعایت کبھی نہ کرتے تاوقتیکہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں کیونکہ ان کو کسی طرح کا ذاتی اختیار نہیں ہے، وہ خود مکلف ہیں اور ہمیں اللہ عزوجل کی طرف سے تمھارے ساتھ جہاد کرنے کا حکم ہے اب تمھارے لئے تین راستے ہیں:

پہلی بات تو یہ ہے کہ تم دین اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ اگر یہ نہیں تو پھر ذمی بن کر رہو اور اسلامی حکومت کو جزیہ ادا کرتے رہو، اگر یہ دونوں باتیں منظور نہ ہوں تو پھر جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

روماس نے جواب میں کہا:

مجھے اپنے دین اور عقیدے کے حق کی قسم! اگر معاملہ میرے اختیار اور ہاتھ میں ہوتا تو میں تم سے کبھی بھی جنگ کے لئے تیار نہ ہوتا کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ تم حق پر ہو۔ مگر یہ رومی قوم مجتمع ہے، میں چاہوں گا کہ واپس لوٹ کر ان کو سمجھا کر دیکھوں اور معلوم کر سکوں کہ ان کی کیا رائے ہے؟!

حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

بہت اچھی بات ہے ذرا جلدی کیجئے کیونکہ ہم آپ سے جو ایک دفعہ کہہ چکے ہیں اپنے اس مؤقف پر قائم ہیں اور جب تک ان تین امور میں سے کسی ایک پر فیصلہ نہیں ہو جاتا ہم کہیں نہیں جائیں گے اپنی قوم سے جا کر کہہ دیجئے کہ وہ دین اسلام کو قبول کرے، ورنہ جزیہ دے۔

اگر یہ دونوں باتیں ان کو منظور نہ ہوں تو پھر لڑائی ہوگی اور بس!

روماس اپنی قوم کے پاس لوٹا اور ان کو جمع کر کے کہا:

اے حاملین دین نصاریٰ اور اے ابناء ماء معمودیہ! تمھیں یہ حقیقت کبھی فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ تمھارے ممالک میں عربوں کا آنا، تمھارے اموال کو غنیمت بنانا، تمھارے سرداروں اور شہ زوروں کو قتل کرنا، جو خود تمھاری کتابوں میں لکھا ہوا موجود ہے، اس کا وقت یہی ہے اور وہ زمانہ اب آن لگا ہے۔ تمھارے پاس نہ روبیس (رومی جرنیل کا نام) کے برابر لشکر اور نہ خود تم روبیس جیسے بہادر ہو۔ فلسطین کے میدان میں اہل عرب کے ایک نہایت مختصر سے دستہ نے اسے قتل کر دیا۔ اس کے بہادروں کو مار ڈالا اور جو بچ رہے ان کو شکست سے دوچار کر کے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

مجھے خبر ملی ہے کہ مسلمانوں کا ایک سپہ سالار جس کا نام "خالد بن ولید" ہے عنقریب ہم پر عراق کی جانب سے چڑھائی کرنے ہی والا ہے۔

یہ علاقے اس نے فتح کر لئے ہیں:

① ارکہ

② سخنہ

③ تدمر

④ حوران

اور وہ بہت جلد بصرہ پہنچنے والا ہے۔ میرے نزدیک یہی بہتر اور مناسب ہے کہ ہم اہل عرب کو جزیہ دینے کے معاملہ کو طے کر کے اپنے آپ کو ان کی حفاظت میں دے دیں اور اس طرح جنگ کی اس بلا کو اپنے سر سے ٹال دیں!

قوم نے جب روماس کی زبان سے یہ تقریر سنی تو وہ سیخ پا ہو گئی اور اس کے قتل کا ارادہ کر لیا مگر اس نے حالات

کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا شروع کر دیا کہ میں تو تمھاری مذہبی حمیت اور غیرت کو دیکھنا چاہتا تھا ورنہ میں تو تمھارے ساتھ ان عرب جنگجوؤں کے مقابلہ کے لئے سب سے آگے ہوں گا اور ان سے لڑنے والا سب سے پہلا شخص ہوں گا۔

فتوحاتِ الشام

اہلِ بصرہ کے
ساتھ معرکہ

اہلِ بصرہ کے ساتھ معرکہ

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: رومی قوم یہ سُن کر جنگ پر آمادہ ہوگئی، اپنے لشکر کو تیار اور شمار کر کے صف بندی شروع کردی۔ سابری زرہیں پہن لیں اور مسلح ہو کر حملہ کے لئے تُل گئی۔

افواجِ مسلم کے جرنیل حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے رومی فوج کو جنگ پر آمادہ دیکھ کر اپنی فوج کے بہادر جوانوں کو اپنے مختصر سے خطاب کے ذریعے حسب ذیل وعظ کیا اور جہاد کی ترغیب دی آپ نے فرمایا:

اِعْلَمُوْا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((اَلْجَنَّةُ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ)) وَاَحَبُّ مَا قَرَّبَ اِلَى اللّٰهِ قَطْرَةُ دَمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ دَمْعَةٌ جَرَتْ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ، جَاهِدُوا الْعَدُوَّ وَارْمُوا السِّهَامَ وَلْتَكُنْ مُجْتَمِعَةً فَاِنَّهَا لَنْ تَخِيْبَ ثُمَّ قَرَاَ:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾

"اللہ عزوجل تم پر رحم فرمائے، بیشک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنت تلواروں کے سایہ میں ہے۔"[1] اور اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ قطرہ خون ہے جو اللہ عزوجل کی راہ میں گرے اور وہ آنسو ہے جو خوف خدا سے جاری ہو، دشمن سے جہاد کرو۔ تیروں سے چھلنی کر دو اور مل کر تیر ایک ساتھ چلاؤ (کارپٹ بمباری کرو) تاکہ اہداف سے اِدھر اُدھر گر کر ضائع نہ جائیں۔ پھر آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ پڑھی:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾

"اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان۔"[2]

یہ کہہ کر آپ نے لشکر بصرہ پر حملہ کر دیا اور آپ کے ساتھ تمام مسلمان بھی دشمن پر ٹوٹ پڑے۔

حضرت ماجد بن رویم العبسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھی حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کے اس لشکر میں موجود تھا۔ دشمن نے بارہ ہزار جوانوں کے ساتھ یہ خیال کرتے ہوئے کہ ہم جنگ جیت جائیں گے ہم پر حملہ کر دیا۔ ہم ان کے مقابلہ میں ایسے تھے جیسے سیاہ اونٹ کے پہلو پر تل برابر سفیدی ہو[3] ہم نے اس جنگ میں اس شخص کی مانند جو موت اور سفر آخرت

---

[1] جامع الترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب: ماذکران ابواب الجنة تحت ظلال السيوف، حديث: 1659.

[2] پارہ 4، آل عمران 102، ترجمہ کنزالایمان۔ [3] یعنی ہماری تعداد دشمن کے مقابلہ میں آٹے میں نمک کے برابر تھی۔ (مترجم عفی عنہ)

کے وقت صبر کر لیتا ہے صبر کر لیا تھا۔ دو پہر تک لڑائی ہوتی رہی، دشمن برابر اس گھمنڈ میں رہا کہ یہ جنگ تو ہر حال میں اس نے جیتی ہوئی ہے۔ میں نے اس حالت میں حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں یہ دعا پڑھ رہے تھے:

"یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قَدْ وَعَدْتَّنَا عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّکَ بِفَتْحِ الشَّامِ وَفَارِسَ اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ یُّوَحِّدُکَ عَلٰی مَنْ یَّکْفُرُ بِکَ اَللّٰھُمَّ انْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ ."

"اے ہمیشہ زندہ قائم رہنے والے اور اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے بزرگی اور عزت کے مالک! اے اللہ عزوجل! بیشک تو نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر ہم سے شام اور فارس (ایران) کی فتح کا وعدہ فرمایا ہے۔ اے اللہ عزوجل! تو اس کی مدد فرما جو تجھے ایک مانتا رہے اس کے خلاف جو تیرے ساتھ کفر کرتا ہے، اے اللہ عزوجل! تو کافروں کی قوم پر ہمیں فتح و نصرت عطا فرما۔" (آمین)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مدد کو پہنچنا

آپ فرماتے ہیں: بخدا! حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے ابھی اپنی دعا کو ختم نہیں کیا تھا کہ مدد پہنچ گئی۔ ہم چاروں اطراف سے دشمن کے نرغے میں آئے ہوئے تھے۔ دشمن نے ہمارا محاصرہ کر کے دل میں یہ طے کیا ہوا تھا کہ اب فتح ہوئی، اچانک حوران کی طرف سے تاریک رات کی مثل ایک گرد و غبار اٹھتا ہوا دکھائی دیا۔ جس وقت ہمارے قریب آیا تو اس میں پیش رو گھوڑے نظر آئے پھر چھوٹے اور بڑے جھنڈے اور علم لہراتے معلوم ہونے لگے۔ ہماری طرف دو شہسوار بڑھتے ہوئے دکھائی دیئے ایک سوار زور سے آواز دے کر کہہ رہا تھا: شرحبیل! اللہ عزوجل کے دین کی فتح و نصرت مبارک ہو! میں مشہور شہسوار خالد بن ولید ہوں۔ دوسرے شہسوار کہہ رہے تھے: میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما ہوں۔

پھر یکے بعد دیگرے آگے پیچھے قوم لخم اور قبیلہ جذام کے مجاہدین پہنچ گئے۔ ان کے پیچھے تمام لشکر آ گیا۔ ایک جھنڈا جس کو حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ اٹھائے ہوئے تھے۔ اس پر میں نے دیکھا کہ تحریر تھا "رایة العقاب" (شاہین رجمنٹ کا علم)۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

رومیوں نے جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی گرج دار شیر جیسی للکار سنی تو ان پر گڑھوں اوس پڑ گئی اور وہ بجھ سے گئے، ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ مسلمانوں نے ایک دوسرے کو سلام کیا اور حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے جس وقت حضرت

خالد رضی اللہ عنہ کو سلام کیا (گارڈ آف آنر پیش کیا) تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شرحبیل رضی اللہ عنہ! کیا تمہیں خبر نہیں تھی کہ یہ ایک خاص موسم ہے اس میں اہل شام، حجاز اور اہل عراق کا سالانہ اجتماع ہوتا ہے۔ رومیوں کے لشکر اور سردار اس موقع پر جمع ہوتے ہیں پھر نہ معلوم کیوں تم نے اپنے آپ کو بمعہ اپنے ساتھیوں کے اس جگہ پھنسا دیا۔

حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے حکم پر میں نے ایسا کیا تھا۔

آپ نے فرمایا کہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ایک سیدھے سادے خداترس مسلمان ہیں، لڑائی کے ہتھکنڈوں اور جنگی چالوں اور موقع کی نزاکت سے بہت کم واقف ہیں۔

پھر آپ نے فوج کو سفر کی تھکان دور کرنے کی غرض سے آرام کرنے کا حکم دیا۔ فوج نے پڑاؤ کیا اور ہر سپاہی نے ایک دوسرے کی غمخواری اور ہمدردی کی۔

اگلے روز بصرہ کے لشکر نے مسلمانوں کی طرف پیش قدمی کی، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے سپاہیوں سے فرمایا: بصرہ کے لوگ یہ سمجھ کر کہ مسلمان سفر کی وجہ سے تھکے ہوئے ہیں اور ان کے گھوڑے لمبی مسافت طے کر کے آئے ہیں اور تھکن سے چکنا چور ہیں اس لئے وہ ہماری فوج کی جانب بڑھ رہے ہیں، تم بھی اللہ عزوجل کی برکت اور اس کی مدد پر بھروسہ کرتے ہوئے تیاری کرو ہتھیار پہنو اور گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ، چنانچہ مسلمانوں نے جنگ کی تیاری کی اور مسلح ہو کر سوار ہو گئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو یوں ترتیب دیا کہ میمنہ پر حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ کو اور میسرہ پر حضرت ضرار بن الازور بن طارق رضی اللہ عنہ کو جو ایک کم عمر مگر بہادر نوجوان تھے جن کی بہادری اور شجاعت کا اس کم سنی میں شہر شہر چرچا ہو چکا تھا، مقرر اور تعینات کیا۔ پیدل فوج کی کمانڈ حضرت عبدالرحمٰن بن حمید الجمعی رضی اللہ عنہ کو سونپی گئی تھی اور لشکر جرار کے (قلب اور سینٹر کے) دو حصے کیے گئے، ایک حصہ پر حضرت میسب بن نجیہ فزاری رضی اللہ عنہ کو مقرر کر کے پورے لشکر کے ایک بازو پر کھڑا کیا، جبکہ دوسرے حصے پر حضرت مذعور بن غانم الاشعری رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ جب میں دشمن پر حملہ کروں تو تمہارے گھوڑسوار، دشمن کے گھوڑسواروں پر ایک دم ٹوٹ پڑیں (اور خود کو ان پر اس تیزی سے دے مارنا جیسے گولی جا کر لگتی ہے۔)

روماس اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا گفتگو کرنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما لشکر کو ہدایات اور وصیت فرمانے کے لئے باقی رہے پھر آپ نے عزم کر لیا کہ ہم حملہ کر دیں کہ اتنے میں اچانک رومیوں کی فوج کی صفوں کو چیرتے ہوئے ان میں سے ایک قوی ہیکل خوش پوش شخص، جس نے جسم پر سونے، چاندی، ریشم اور یاقوت کی، آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی زینت کر رکھی ہے پوری آب و تاب کے ساتھ میدان میں نکلا۔ دونوں لشکروں کے وسط میں کھڑا ہو کر

عربی زبان میں ایک اعرابی (بدوی) کی طرح کہنے لگا:

اے قوم عرب! میں بصرہ کا سردار (اور گورنر جنرل) ہوں [1] اور میرے مقابلے میں تمھارا بھی کوئی سردار ہی میدان میں آئے! حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کے لئے میدان میں اترے۔ اس نے کہا: کیا آپ سردار اور سپہ سالار ہیں؟

آپ نے فرمایا: ہاں! مسلمان میرے متعلق ایسا ہی سمجھتے ہیں اور یہ میری امارت اور سپہ سالاری اسی وقت تک کے لئے ہے جب تک میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والا ہوں، اگر میرا عمل اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف ہو اور میں کوئی نافرمانی کروں تو پھر اُن پر میری کوئی امارت اور سرداری باقی نہیں رہ سکے گی۔

روماس نے کہا: میں شاہان روم میں سے ایک بادشاہ اور عقلائے روم میں سے ایک عقل مند آدمی ہوں۔ حق کسی صاحب نظر وفکر اور دانا وصاحب بصیرت شخص پر پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ میں نے کتب سابقہ اور تاریخ عالم کا مطالعہ کیا ہے اور علم ملحمہ (سائنس آف وار اینڈ آرٹ، وار ہسٹری) کو پڑھ رکھا ہے میں نے علم ملحمہ (جنگوں کی سائنس اور تاریخ) میں دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک نبی قریشی ہاشمی جن کا نام "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوگا، کو مبعوث فرمائے گا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

"اِنِّیْ قَرَأْتُ فِی الْکُتُبِ السَّابِقَةِ وَالْاَخْبَارِ الْمَاضِیَةِ وَالْمَلَاحِمِ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَبْعَثُ نَبِیًّا قُرَیْشِیًّا هَاشِمِیًّا عَرَبِیًّا وَّ اِسْمُهٗ مُحَمَّدٌ (صلی اللہ علیہ وسلم)"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ ہمارے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

روماس نے کہا: کیا تمھارے لئے کوئی کتاب نازل ہوئی ہے؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! اور اس کتاب کا نام قرآن ہے۔

روماس نے کہا: کیا تم پر شراب حرام کی گئی ہے؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! ہمارا کوئی شخص اگر شراب پیئے تو ہم اس پر حد جاری کرتے ہیں اور جو شخص زنا کاری کا ارتکاب کرے اس کو کوڑے مارے جاتے ہیں اور اگر زانی شادی شدہ اور محصن ہو تو پھر اس کو سنگسار کر دیا جاتا ہے۔

روماس نے کہا: کیا تم پر نمازیں فرض کی گئی ہیں؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! ہم پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔

روماس نے کہا: کیا تم حج کرتے ہو؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں!

[1] اس کا نام روماس تھا۔ (مترجم عفی عنہ)

روماس نے کہا: کیا تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! اگر جہاد فرض نہ ہوا ہوتا تو ہم تمہارے ساتھ جنگ کرنے کیونکر آتے جہاد فرض ہے تبھی تو تم سے لڑ رہے ہیں۔

روماس نے کہا: میں ضرور جانتا ہوں کہ تم حق پر ہو، میں آپ لوگوں سے محبت کرنے والا ہوں میں نے اپنی قوم کو آپ سے ڈرایا تھا تا کہ آپ سے محفوظ رہیں مگر وہ قوم نہیں مانی اور میں اپنی قوم کی طرف سے سخت خائف ہوں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے روماس کو دعوتِ توحید دیتے ہوئے کہا: ''اے روماس پڑھو!''

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

روماس نے جواب دیا کہ میں ضرور مسلمان ہو جاتا، لیکن مجھے ڈر ہے کہ اگر میں اپنے اسلام کا اعلان کرتا ہوں تو میری قوم میرے قتل کے درپے ہو جائے گی اور میرے حرم کو قید میں ڈال دے گی البتہ میں ان کے پاس جاتا ہوں اور ڈرا دھمکا کر ان کو ترغیب دیتا ہوں، شاید اللہ عزوجل ان کو ہدایت عطا فرما دے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم اسی طرح اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور ہمارے درمیان جنگ و قتال نہ ہوا تو ان کو شک گزرے گا اور مجھے اندیشہ ہے کہ وہ تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچائیں لہٰذا بہتر یہ ہے کہ میں تم پر حملہ کرتا ہوں اور تم بھی مجھ پر جوابی حملہ کرو تا کہ تم پر تہمت نہ لگ سکے اور تھوڑی بہت کشمکش دکھانے کے بعد اپنی قوم کے پاس چلے جانا۔

کہتے ہیں کہ پھر ایک نے دوسرے پر حملہ کیا اور فوجوں کو فنِ حرب کے خوب کرتب دکھائے حتیٰ کہ روماس نے آپ سے کہا کہ مجھ پر زوردار حملہ کیجئے تا کہ میں میدان سے بھاگ پڑوں۔ شاہ روم نے میری مدد اور کمک کے لئے ایک بطریق (وہ جرنیل جس کے ماتحت دس ہزار فوجی ہوں) جس کا نام الدریحان [1] ہے، بھیجا ہے اور مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ آپ کو کوئی گزند نہ پہنچائیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل مجھے اس پر غلبہ اور فتح عطا فرمائے گا۔ پھر آپ نے روماس پر زوردار حملہ کیا۔ روماس میدان کارزار سے بھاگ کر اپنی قوم میں جا چھپا۔ آپ نے اس کا زیادہ تعاقب نہ کیا۔

جس وقت روماس اپنی قوم کے پاس پہنچا تو لوگوں نے تمام صورتحال کے بارے میں دریافت کیا؟ روماس نے کہا: اے میری قوم! عرب بڑے جفاکش اور سخت جان لوگ ہیں، تم ان کا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ یہ یقینی بات ہے کہ وہ شام بلکہ پورے روم کے مالک ہو جائیں گے تم اللہ عزوجل سے ڈرو، عربوں کی اطاعت قبول کر لو اور ان کی امان اور حفاظت میں داخل ہو جاؤ جس طرح کہ اہل ارکہ، اہل تدمر اور اہل حوران نے کیا ہے۔ میں تمہارا خیر خواہ ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم

[1] اور ایک نسخہ میں الدریجان ہے۔ مترجم

میری نصیحت پر عمل کرو کیونکہ یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہوگا۔

روماس کے چلے جانے کے بعد اہل بصرہ نے ''دریحان'' کو اپنا سردار اور والی بنالیا اور کہا جس وقت ہم مسلمانوں کے ساتھ اس جنگ سے فارغ ہونگے تو بادشاہ کے پاس جاکر روماس کی معزولی اور برطرفی کی تحریک پیش کر کے اس کی جگہ آپ کو گورنر بصرہ مقرر کرنے کی درخواست کریں گے کیونکہ آپ روماس کے مقابلہ میں زیادہ بہادر، معاملہ فہم اور دانا ہیں۔

دریحان نے پوچھا: تمہارے عزائم کیا ہیں؟ اور تم کیا چاہتے ہو؟ انھوں نے کہا: ہم چاہتے ہیں کہ تم مسلمانوں کے لشکر پر حملہ کردو اور ان کے سپہ سالار کا مقابلہ کرو اگر تم نے مسلمانوں کے امیر لشکر کو مار لیا تو باقی لشکر بھاگ جائے گا اور میدان ہمارے ہاتھ رہے گا!

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما اور دریحان کا مقابلہ

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: دریحان نے زرہ پہنی اور مسلح ہوکر میدان میں آیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مقابلہ کے لئے طلب کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے آپ سے کہا: آپ امیر لشکر ہیں اور لشکر کا میدان میں ڈٹے رہنا امیر کے سر پر منحصر ہوتا ہے۔ دشمن کے مقابلے کے لئے میں جاتا ہوں آپ یہیں ہماری سرپرستی کے لئے مرکز میں تشریف رکھیں۔

چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ میدان میں پہنچے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دریحان پر حملہ کیا۔ پنجہ آزمائی شروع ہوئی، دونوں ایک دوسرے کے اوپر شیر کی طرح جھپٹتے رہے دونوں لشکروں کے سپاہی اپنے شہ زوروں کے فنون حرب کے کرتب اور دو بہادروں کے درمیان پڑنے والے جوڑ کی کارروائی کو دیکھنے کے لئے گردنیں اونچی کر کر کے آنکھیں اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے۔ دریحان حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں تھوڑی ہی دیر ٹھہرا ہوگا کہ اس نے دل میں اپنی کمزوری اور اپنے فیصلے کی تقصیر اور کوتاہی کو محسوس کرلیا اور وہ یہ سمجھنے لگا کہ میں زیادہ دیر مقابلہ کی تاب نہیں لاسکتا لہٰذا وہ پسپا ہوکر بھاگ نکلا اس کا گھوڑا چونکہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے گھوڑے سے زیادہ تیز تھا، وہ آپ کے ہاتھ نہ آیا اور اس طرح دریحان جان بچا کر اپنے لشکر میں جا گھسا۔

اہل بصرہ نے کہا: اے سردار! تمہارے بھاگ آنے کا کیا سبب ہے؟

اس نے جواب دیا کہ مجھ پر بڑی سختی سے حملہ کیا گیا تھا۔ میرے قدم نہ جم سکے اور میں ڈٹ کر مقابلہ نہ کرسکا، اس لئے میں نے بھاگنے میں ہی عافیت جانی لہٰذا اب ہم مل کر اکٹھے مسلمانوں پر حملہ کریں۔ لہٰذا تم سب اب حملہ کردو یہ سن کر لشکر کے دل میں بزدلی چھا گئی۔

مسلمانوں کا حملہ اور فتح نصیب ہونا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فوراً جان گئے۔ آپ اور آپ کے ساتھیوں، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ، قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ، شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ، رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ، میتب بن نجیبہ فزاری رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن حمید الجمعی رضی اللہ عنہ اور باقی مسلمانوں نے ایک دم حملہ کر دیا۔ اہل بصرہ نے، جن کے لئے اب لڑائی کے سوا اور کوئی چارہ کار باقی نہ تھا جس وقت مسلمانوں کے حملہ کو دیکھا تو آگے بڑھے، جنگ چھڑ گئی۔ رومیوں کے سر خاک و خون میں گرنے لگے۔ فصیل شہر پر ناقوس بجنے لگے، خطرے کے الارم بجتے ہی پادریوں نے شور و غوغا مچانا شروع کر دیا۔ لاٹ پادریوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا اور کلمات کفر بکنا شروع کر دیئے۔

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے یہ دعا پڑھنا شروع کی:

"اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰؤُلَآءِ الْاَرْجَاسَ يَبْتَهِلُوْنَ اِلَيْكَ بِكَلِمَةِ كُفْرِهِمْ وَيَدْعُوْنَ مَعَكَ اِلٰهاً آخَرَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَنَحْنُ نَبْتَهِلُ اِلَيْكَ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَبِحَقِّ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَنْ نَصَرْتَ هٰذَا الدِّيْنَ عَلٰى اَعْدَائِكَ الْكَافِرِيْنَ."

"اے اللہ عزوجل! یہ مشرک پلید لوگ کفریہ الفاظ کے ذریعے تیری طرف رجوع کرتے ہیں اور تیرے ساتھ تیرا شریک ٹھہراتے اور اس کی پوجا کرتے ہیں حالانکہ تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے یا اللہ عزوجل! تو اپنے نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے اہل اسلام کی اپنے دشمنوں، کافروں کے مقابلہ میں مدد فرما۔"

حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ یہ دعا فرما رہے تھے اور باقی تمام مسلمان آپ کی دعا پر "آمین آمین" کہتے جاتے تھے۔ بارگاہ خداوندی میں دعا کرنے کے بعد مسلمانوں نے یکبارگی زور سے حملہ کیا۔ دشمن نے خیال کیا کہ قلعہ گر پڑا ہے جس سے دشمن کی ہوا اکھڑ گئی اور وہ پیٹھ دکھا کر بھاگنے لگے۔ زمین پر کشتوں کے پشتے لگ گئے اور بھگدڑ میں انھوں نے قلعہ کے دروازوں پر اپنے ہی بہت سارے آدمیوں کو کچل کر مار ڈالا۔ انھوں نے شہر میں داخل ہو کر فصیل کے اندر خود کو قلعہ بند کر لیا اور دروازوں اور بُرجوں کے اندر پناہ لی۔ نشانوں اور صلیبوں کو بلند کیا اور قلعہ بند ہو گئے اور یہ طے پایا کہ اس واقعہ کی اطلاع شاہ روم کو لکھ کر بھیجی جائے اور اس سے درخواست کی جائے کہ وہ ہماری مدد کے لئے فوج اور گھوڑے بھیجے۔

حضرت عبداللہ بن رافع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اہل بصرہ جس وقت شہر کی فصیل پر چڑھ گئے تو ہم نے ان کا پیچھا کرنا چھوڑ دیا اور اپنے لشکر کا شمار کیا بعض مجاہدین کو موجود نہ پا کر میدان جنگ میں نعشوں کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہمارے دو سو

تیس مجاہد جن میں زیادہ تر قوم نخیلہ اور ہمدان کے آدمی تھے، اس معرکہ میں مرتبۂ شہادت پر فائز ہوئے ہیں۔ نیز رؤساء میں سے حسب ذیل حضرات نے جام شہادت نوش کیا۔ حضرت بدر بن حرملہ، جو قبیلہ بنو ثقیف کے حلیف تھے اور علی بن رفاعہ، مازن بن عوف، سہیل بن ناشط، جابر بن مرارة، ربیع بن حامد اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہم[1] شہید ہوئے۔

مسلمانوں نے اس جنگ میں بہت سارا مال غنیمت حاصل کیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے شہداء پر نماز جنازہ پڑھائی اور ان کے دفن کا اہتمام فرمایا اور حکم دیا کہ شہداء کو دفن کر دو۔ جب رات کا چوتھائی حصہ گزر گیا تو آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما، حضرت معمر بن راشد رضی اللہ عنہ اور مالک اشتر نخعی رضی اللہ عنہما کے علاوہ ایک سو اور لشکر جرار کے نوجوانوں کو پہرے کے لئے مقرر کرتے ہوئے گشت کے لئے بھیجا۔

روماس کا اسلام قبول کرنا

گشت کے دوران اچانک ایک مقام پر گھوڑے بھڑکے، کنسریاں کھڑی کیں اور ہنہنانے لگے جس کی وجہ سے مسلمان جو پہرے پر تھے، ہوشیار اور چوکنا ہو گئے۔ ادھر ادھر دیکھنا شروع کیا۔ اندھیرے میں ایک کمبل پوش آدمی آتا ہوا دکھائی دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اس کی طرف جھپٹے اور اس کو پکڑنا چاہا۔ مگر اس نے کہا: ذرا تحمل کیجئے، میں بصرہ کا حاکم ہوں۔ آپ نے اس کو گرفتار کر کے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ کر پہچان لیا اور ہنسے۔

اُس نے کہا: اے امیر! میری قوم نے میرے مشورہ کو ٹھکرا دیا اور مجھے دھتکار دیا اور کہا کہ جا کر گھر میں بیٹھ جا، ورنہ قوم تیرے خلاف جذبات رکھتی ہے تجھے قتل کر ڈالے گی۔ میں اپنے گھر میں بیٹھا رہا، میرا مکان شہر پناہ کی دیوار سے چونکہ بالکل متصل ہے، رات کی تاریکی میں میں نے اپنے غلاموں اور چھوٹے بیٹوں کو حکم دیا کہ وہ دیوار کو کھود کر اس میں سے راستہ بنائیں۔ چنانچہ انھوں نے دیوار میں نقب لگا کر ایک دروازہ کھول دیا، چنانچہ میں اسی راستے سے آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں اور میرے آنے کا مقصد و مدعا یہ ہے کہ آپ میرے ساتھ اپنے چند منتخب نوجوان، جن پر آپ کو پورا بھروسہ ہو بھیج دیں اور وہ انشاء اللہ عزوجل شہر پر قابض ہو جائیں گے۔ آپ نے یہ سن کر اللہ عزوجل کی بارگاہ میں سجدہ شکر ادا کیا اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ تم اپنی سرکردگی میں سو نوجوان منتخب کر کے روماس کے ساتھ چلے جاؤ۔

حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو سپاہی شہر میں داخل ہوئے تھے اُن میں مَیں بھی تھا۔ جس وقت ہم روماس کے مکان پر پہنچے اس نے ہمارے لئے خزانے کا دروازہ کھول دیا اسلحہ اور ہتھیار تقسیم کئے اور کہا: ...

[1] اللہ عزوجل ان سب حضرات کی اپنی راہ میں شہادت کو درجہ قبولیت عطا فرمائے

وردیاں پہن لو۔ ہم نے رومیوں کا لباس پہن لیا اور شہر کے چاروں اطراف میں پچیس پچیس سوار کھڑے کر دیئے۔
حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس وقت تم ہماری تکبیر کی آواز سنو، فوراً اللہ اکبر کہہ کر جواب دینا۔
ضرار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمیں جن جن مقامات پر متعین کیا گیا تھا، ہم نے اپنی اپنی جگہ پر پہنچ کر پوزیشنیں سنبھال لیں اور حملہ کے لئے الرٹ ہو کر کھڑے ہو گئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھے معتبر اور ثقہ راویوں سے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے اپنے دستہ کے سواروں کو متعین کر کے خود بھی زرہ زیب تن فرمائی اور روماس نے بھی زرہ پہن کر حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ایک تلوار پیش کی جس کو آپ نے اپنے اسلحہ اور لباس میں شامل کر لیا۔

روماس، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ان کو اپنے ساتھ اس بُرج کی طرف لے کر چل پڑا، جس میں دریحان اپنے ساتھیوں کے ہمراہ رہتا تھا۔ جب یہ حضرات بُرج کے نزدیک پہنچے تو دربان اور محافظوں نے مزاحمت کی۔
دریحان نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟

روماس نے جواب دیا: میں سردار روماس ہوں۔

دریحان کہنے لگا: تیرے منحوس قدم یہاں کیوں پڑے اور یہ تیرے ساتھ دوسرا کون ہے؟

روماس نے کہا: یہ میرے ایک دوست ہیں۔ تمھاری ملاقات کا اشتیاق رکھتے تھے۔

اس نے کہا: بدبخت! آخر یہ ہے کون؟

روماس نے کہا: یہ حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن (رضی اللہ عنہ) ہیں اور اس لئے تشریف لائے ہیں کہ تیری (ناپاک) روح کو دوزخ کے گڑھے میں دھکیل دیں۔

دریحان نے یہ الفاظ سن کر فوراً حملہ کر دینے کا ارادہ کیا مگر اس پر ایسی گھبراہٹ طاری ہوئی کہ وہ حملہ کرنے کی ہمت نہ کر سکا اور اس کا یہ منصوبہ اس کے دل میں ہی رہ گیا اور ادھر حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے نہایت ہوشیاری اور پھرتی کے ساتھ اس کے سامنے تلوار لہرائی اور حرکت دیکر اس کے کندھے پر اس زور سے ماری کہ وہ کٹ کر زمین پر گر پڑا، جب دریحان ہلاک ہو گیا تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے زور سے نعرہ تکبیر لگایا۔ روماس نے نعرے کا جواب دیا اور جب آپ کے ساتھیوں نے تکبیر کی آوازیں سنیں تو بصرہ کی جانب سے انھوں نے بھی اللہ اکبر کی صدائیں بلند کر کے جواب دیا۔ بلکہ پتھروں، پہاڑوں، درختوں، پرندوں اور اللہ تعالیٰ کے عباد صالحین نے بھی نعرے کا جواب دیا۔ رجال غیب نے جواباً کلمات شکر ادا کرتے ہوئے کہا:

"اے ہمارے معبود! اے ہمارے آقا! تیرے ذکر کا سننا کتنا حسین ہے اور ہم بھی ... ہے جو تیرے

شکر کے حق کو ادا کر سکے! تحقیق تو نے ہمیں کلمہ توحید سنوایا ہے اور تو نے ہمیں اہل تحمید اور اہل تمجید یعنی اپنی حمد اور بزرگی بیان کرنے والوں کے چہروں کی زیارت سے مشرف فرمایا ہے۔"

راوی کہتے ہیں: جب بصرہ کی جانب سے مسلمانوں نے نعرے کا جواب دیا اور فضا اللہ اکبر کی صداؤں سے گونج اٹھی اور ان کی تلواروں نے رومیوں کے خون سے اپنی پیاس بجھانی شروع کر دی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اور آپ کی فوج ظفر موج نے تکبیروں کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے شہر میں داخل ہونا شروع کر دیا۔

اہل بصرہ نے جب دیکھا کہ مسلمانوں نے ان کا شہر بزور شمشیر فتح کر لیا ہے تو تمام باشندگان نے شور و واویلا شروع کر دیا۔ عورتوں اور بچوں نے آہ و بکا اور جوانوں نے نالہ وفریاد شروع کر دی اور انھوں نے نفون لفون (امان امان)[1] کے الفاظ کہہ کر امن کی اپیل کی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟

روماس نے بتایا کہ حضرت! یہ اَمان طلب کر رہے ہیں۔

آپ نے حکم فرمایا کہ بس! فوراً تلواروں کو میان میں کر لو۔ یہ حکم سنتے ہی فوج نے تلواریں میان میں کر کے حمائل کر لیں، صبح ہوئی تو تمام اہل بصرہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ کاش! اگر ہم آپ سے صلح کر لیتے تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی اور ہماری یہ حالت نہ ہوتی!

آپ نے فرمایا کہ جو کچھ قسام ازل نے قسمت میں لکھ دیا ہے، وہ مل کر ہی رہتا ہے اور تقدیر کا لکھا، ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اہلِ بصرہ نے دریافت کیا کہ آپ نے کس رہبری اور کون سے شخص کی مخبری سے ہمارے شہر کو فتح کیا۔

آپ کو روماس کا نام بتاتے ہوئے شرم آئی مگر روماس نے فوراً کھڑے ہو کر کہا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنو! جس شخص نے اللہ جلّ شانہٗ کی خوشنودی حاصل کرنے اور تم سے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے یہ کام کیا ہے، سن لو! وہ میں ہوں۔

انھوں نے روماس سے کہا: کیا تو ہمارے مذہب میں نہیں رہا!

روماس نے کہا: اے اللہ تعالیٰ! میں صلیب اور اس کی پرستش کرنے والوں سے بیزار ہوں اور اس سے برأت کا اظہار کرتا ہوں، اے اللہ! مجھے ان میں شامل نہ کرنا، میں نے اپنی خوشی اور مرضی سے تجھ کو اپنا رب اور پروردگار مانا ہے، میں نے برضا ورغبت دین اسلام قبول کیا ہے۔

---

[1] یہ رومی لغت کا لفظ ہے، جس کے معنی امان کے ہیں۔ (مترجم غفرلہ)

میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو نبی اور رسول ﷺ تسلیم کرتا ہوں، کعبہ شریف کو قبلہ، قرآن مجید کو امام اور مسلمانوں کو اپنا بھائی بنالیا ہے۔

اہل بصرہ یہ سن کر آتش زیرپا ہو گئے، وہ مشتعل اور غضبناک ہو کر روماس کے ساتھ کسی شر کا ارادہ کرنے کو ہی تھے کہ روماس ان کی بُری نیت کو جان گئے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہا: اب میں ان لوگوں کے پاس رہنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ مجھے آپ اپنے ساتھ ہی جہاں تشریف لے جا رہے ہیں، لے چلیں، اور بعد میں پھر جس وقت اللہ عزوجل وحدہ لاشریک، آپ کو فتح نصیب فرمائے گا اور سارے شام پر آپ کا تسلط قائم ہو جائے گا، تو وطن چونکہ انسان کو فطری طور پر پیارا ہوتا ہے اور طبعی طور پر ہر شخص کی پسند ہوتی ہے کہ وہ اپنے آبائی وطن میں رہے، اس لئے پھر میں اپنے دیس کی طرف لوٹ آؤں گا!

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

معمر بن سالم رضی اللہ عنہ اپنے دادا الجیحہ بن مفرح سے روایت کرتے ہیں کہ روماس ہمارے ساتھ ہر معرکہ میں شریک رہے، دشمنوں کے ساتھ سخت مقابلہ کرتے اور اللہ عزوجل کی راہ میں احسن طریقے سے جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ جلّ شانہٗ نے ہمیں شام کی فتح نصیب فرمائی اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو روماس کی خبر لکھ بھیجی چنانچہ خلیفہ دوم نے اپنے عہد خلافت میں روماس کو بصرہ کا گورنر مقرر فرمایا، یہ بہت قلیل مدت وہاں حاکم رہے اور پھر ان کی وفات ہو گئی اور انھوں نے اپنے پیچھے اپنا نیک اور لائق و فائق ایک بیٹا چھوڑا جس نے والد کی یاد کو تازہ کئے رکھا۔

مؤرخ کہتے ہیں کہ فتح کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے چند مردوں کو حکم دیا کہ وہ روماس کا مال واسباب شہر سے نکال کر لے آئیں۔ چنانچہ انھوں نے اس کام میں ان کی معاونت کی اور سامان وغیرہ لے آئے۔

روماس کی بیوی کے ایمان لانے کا عجیب واقعہ

جس وقت وہ روماس کے محل میں پہنچے تو دیکھا کہ روماس کی بیوی اس کے ساتھ لڑ جھگڑ رہی ہے اور اس سے جدائی اور طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے۔

مسلمانوں نے اس سے دریافت کیا کہ ”تم کیا چاہتی ہو؟“

اس نے جواب دیا کہ ”امیر جیش ہی ہمارے درمیان فیصلہ فرمائیں گے۔“

مسلمان، ان کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں لائے تو اس نے ان کے پاس فریاد کی، ایک رومی نے، جو عربی زبان جانتا تھا: کہا کہ یہ اپنے شوہر روماس کے خلاف تم سے مدد کی خواستگار ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ترجمان کے ذریعے اس سے دریافت فرمایا کہ تم رو ماس پر دعویٰ اور نالش کیوں کر رہی ہو؟
اس نے بتایا کہ آج رات میں جب سو رہی تھی تو میں نے خواب میں ایک نہایت خوبصورت شخص کو دیکھا جس کا چہرہ مبارک چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہے۔ انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ یہ شہر (بصرہ) نیز تمام ملک شام اور عراق ان عربوں کے ہاتھوں فتح ہونگے۔

میں نے عرض کیا آپ کون ہیں؟

انھوں نے فرمایا: میں ''محمد رسول اللہ (ﷺ)'' ہوں، اس کے بعد آپ (ﷺ) نے مجھے اسلام کی دعوت دی تو میں نے اسلام قبول کر لیا پھر آپ (ﷺ) نے مجھے قرآن مجید کی دو سورتیں تعلیم فرمائیں۔

راوی کہتا ہے کہ ترجمان سے یہ خواب سن کر سب کو اس واقعہ پر تعجب ہوا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ترجمان سے فرمایا کہ اس سے کہو کہ ''یہ وہ دو سورتیں پڑھے۔''

چنانچہ ترجمان کے کہنے پر اس خاتون نے سورہ الحمد اور سورہ قل ھو اللّٰہ احد سنا دیں اور پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر تجدید اسلام کی اور پھر اپنے شوہر سے کہنے لگیں کہ ''تم بھی میری طرح مسلمان ہو جاؤ یا مجھے چھوڑ دو۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس کی بات پر ہنس پڑے اور کہا: سُبْحَانَ مَنْ وَفَّقَهُمَا، پاک ہے وہ ذات جس نے ان دونوں کو ایمان کی توفیق بخشی اور دونوں کو اکٹھے رکھا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ترجمان سے فرمایا کہ اس سے کہو کہ اس کا شوہر تو اس سے بھی پہلے اسلام قبول کر چکا ہے، یہ سن کر اس کو بڑی فرحت ہوئی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد اہل بصرہ سے ایک نہایت مناسب سی مقدار پر مصالحت کر لی اور یہ چاہا کہ ایک شخص کو اپنا نائب اور وزیر مقرر کر دیا جائے تا کہ اہل بصرہ اپنے معاملات میں ان سے رجوع کریں اور کاموں میں اس سے فیصلہ کرا لیا کریں۔

چنانچہ آپ نے ان سے استصواب رائے کے بعد ان کی رائے کے موافق ایک شخص کو ان پر حاکم مقرر فرمایا۔ پھر آپ نے فتح کی خوشخبری کا ایک خط حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ارسال کیا۔

آپ نے اس میں لکھا کہ میں دمشق جا رہا ہوں، آپ بھی وہاں مجھے آملیں اور اسی طرح ایک خط آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف بھی لکھا جس میں آپ نے انھیں فتح کی خوشخبری دی اور قادسیہ کی فتح کے ساتھ عراق سے شام کی طرف اپنے کوچ کرنے کا حال لکھا اور آپ کا خط یہ تھا:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا خط حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

"آپ کے حکم کے مطابق میں شام کی طرف چلا ہوں اللہ ﷻ نے میرے ہاتھ پر تدمُر، اَرِکہ، حُوران، سخنہ اور بصرہ فتح کرا دیئے اور آج جب میں آپ کی طرف یہ عریضہ لکھ رہا ہوں، دمشق کی طرف کوچ کا ارادہ ہے۔ اللہ ﷻ سے فتح و نصرت کی دعا ہے تمام مسلمانوں کو جو آپ کے پاس موجود ہیں میری طرف سے سلام!"

والسلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ.

(نوٹ) ارکہ کو رقہ بھی لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی جانبِ دمشق روانگی

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی جانبِ دمشق روانگی

دونوں خط آپ نے اکٹھے ایک ہی وقت ارسال کئے اور دمشق کی طرف چل دیئے جب آپ مقام ثنیہ میں پہنچے تو وہاں پڑاؤ کیا اور ''رایة العقاب'' کو نصب فرمایا جس کی وجہ سے اس جگہ کا نام ''ثنیة العقاب'' پڑ گیا۔ وہاں سے آپ نے جلد ہی آگے کو کوچ کیا اور غوطہ کے مقام پر پہنچ کر نصرانیوں کے معبد کے قریب، جس کو ''دیر'' کہتے تھے، پڑاؤ کیا اور وہ جگہ آج بھی ''دیر خالد'' کے نام سے مشہور ہے۔ [1]

دمشق کے حالات اسوقت یہ تھے کہ تمام اطراف واکناف سے لوگ یہاں جمع ہو گئے تھے اور اسقدر لوگ اکٹھے ہوئے تھے جن کا شمار اور اندازہ نہیں ہو سکتا تھا، بارہ ہزار گھوڑ سوار تھے۔ انھوں نے فصیلِ شہر کو جھنڈوں، نیزوں اور صلیبوں سے مزین کر رکھا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ''دیر'' کے مقام پر ٹھہر کر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر کا انتظار فرما رہے تھے۔

ہرقل کا اپنی قوم سے خطاب

جس وقت ہرقل کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ارکہ، تدمر، حوران، بخنہ اور بصرہ کو فتح کرنے کے بعد اب دمشق کی طرف بڑھ رہے ہیں تو اپنے تمام سرداروں کو جمع کر کے کہنے لگا:

''اے بنی اصفر! میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا اور شروع میں ہی اس اندیشہ کا اظہار کیا تھا مگر تم نے میری بات پر کان نہ دھرے اور انکار کرتے رہے، اہل عرب حوران، تدمر، ارکہ، بخنہ اور بصرہ فتح کر کے ربوہ (دمشق) کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اگر انھوں نے دمشق کو فتح کر لیا تو تمھارے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے کیونکہ شام میں وہی ایک خطہ ہے جو اس لائق ہے کہ اسے شام کی جنت کہا جائے۔ دمشق کی طرف ہماری فوج روانہ ہو چکی ہے جو مسلمانوں کے لشکر سے دوگنی ہے مگر میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم میں وہ کون شخص ہے جو مقابلے کے لئے نکلے، اور مردِ میدان بن کر لشکر اسلام کو شکست دے، میں ایسے شخص کو ان تمام مقبوضہ ریاستوں کا جو مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں، محصول اور مال اوزاری معاف کر دوں گا اور ان مقبوضہ علاقوں کو

---

[1] ہو سکتا ہے کہ علامہ واقدی رحمہ اللہ کے زمانے تک موجود ہو اسی لیے اس کا ذکر کر دیا۔

اسی شخص کے تصرف اور قبضہ میں دے دوں گا۔"

کلوص بن حسنہ کا مقابلہ کے لیے نکلنا

کلوص بن صنا سردار نے، جو شام کے پہلوانوں اور بہادروں میں سے ایک مشہور پہلوان تھا اور جسکی بہادری اور شجاعت فارس کے لشکر کے مقابلے میں، جب کسریٰ نے شام پر فوج کشی کی تھی، ظاہر ہو چکی تھی، کہا: دس مسلمانوں کے مقابلہ میں مَیں تنہا کافی ہوں، میں اکیلا انھیں پسپا کر کے اُلٹے پاؤں بھاگنے پر مجبور کر دوں گا۔ بادشاہ نے اسے سونے کی ایک صلیب دی اور پانچ ہزار لشکر اس کی زیرکمان کر کے ہدایت کی کہ صلیب کو اپنے آگے رکھنا یہی تجھے فتح ونصرت دے گی۔

راوی کہتا ہے کہ کلوص بن حسنہ اس صلیب کو لے کر اسی روز "انطاکیہ" سے چل دیا۔ جب وہ "حمص" [1] میں پہنچا تو دیکھا کہ وہاں اسلحہ اور آدمیوں کا اسقدر اجتماع ہے کہ کہیں تل دھرنے کو جگہ نہیں۔

کلوص کا استقبال

اہلِ حِنس کو جس وقت اسکے آنے کی خبر ملی تو وہ اس کے استقبال کے لئے نکلے۔ آگے آگے پادریوں اور رہبانیوں کو کیا۔ ان کے سامنے صندل اور عنبر خوشبو اور اگر بتیاں جلائیں گئیں۔ سینوں کے ساتھ انجیل کو حمائل کیا، جس وقت استقبال کرنے والے اس کے قریب پہنچے تو سب سے پہلے لشکر کے سامنے تقدیس بیان کی اور پھر اس پر "ماء معمودیہ" کا پانی چھڑکا گیا۔ فتح کی دعا مانگی کلوص ایک رات دن یہاں قیام کر کے آگے شہر "جوسیہ" کی طرف روانہ ہو گیا اہل جوسیہ نے بھی حمص والوں کی طرح اسکا استقبال کیا، اسکے بعد وہ "بَعْلَبَکّ" پہنچا۔ یہاں کے مرد اور عورتیں قلوص کے پاس اس حال میں آئے کہ ان کے چہرے غبار آلود ہیں اور بال بکھرے ہوئے ہیں۔

کلوص نے ان کی یہ حالت دیکھ کر سبب پوچھا۔ انھوں نے جواب دیا کہ عربوں نے ارکہ، تدمر، حوران اور بصرہ فتح کر لیا ہے اور سنا گیا ہے کہ دمشق کو بھی فتح کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں! کلوص نے کہا: مجھے یہ اطلاع پہنچی ہے کہ عرب اس وقت "جابیہ" کے مقام پر ہیں۔ میں حیران ہوں کہ انھوں نے شہر اور قلعوں کو کیونکر فتح کر لیا ہے!

انھوں نے کہا: اے سردار! آپ کی بات بجا ہے کہ اہل عرب جابیہ میں ہیں اور انھوں نے ہنوز اپنی جگہ سے نقل و حرکت نہیں کی۔ مگر ایک شخص جس کا نام خالد بن ولید ہے اور جس نے یہ مقامات فتح کئے ہیں، وہ عراق سے آیا ہے۔

کلوص نے دریافت کیا: اسکے ساتھ کتنی فوج ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ "ڈیڑھ ہزار۔" کلوص نے کہا: مجھے اپنے دین کے حق کی قسم! میں اس کا سر کاٹ کر اپنے نیزے پر لٹکاؤں گا۔ اسکے بعد وہ یہاں سے دمشق کی طرف روانہ ہو گیا۔

[1] ایک نسخہ میں یہاں لفظ "حِنس" آیا ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

کلوص کی حاکمِ دمشق سے ملاقات

دمشق پر اس وقت شاہِ روم ہرقل کی طرف سے جو گورنر اور حاکم مقرر تھا اسکا نام ''عزرائیل'' [1] تھا۔ رومیوں کے دل میں اس کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ اس کے ساتھ ہمیشہ تین ہزار سوار اور پیادہ سپاہی موجود رہتے۔ کلوص جب دمشق پہنچا تو حکام اعلیٰ اور سرداران دمشق نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور بادشاہ کا وہ فرمان جس میں اس نے اسے مسلمانوں کے مقابلے کے لئے نامزد کیا گیا تھا، اس کے سامنے پڑھا۔

کلوص نے اس کے جواب میں کہا: میں تمھاری طرف سے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کروں گا اور ان کو تمھارے شہر سے بھگا دوں گا، مگر اس میں یہ ایک شرط ضروری ہے کہ تم عزرائیل کو اپنے شہر سے نکال دو تاکہ میں تن تنہا اس کام کے لئے رہ جاؤں اور اکیلا دشمنوں کو بھگا لوں۔

لوگوں نے کہا: جناب! ایسے عالم میں کہ جب دشمن سر پر پڑا ہو، ہم ایسا اقدام کیونکر کر سکتے ہیں کہ ایک سردار کو نکال دیں؟ بلکہ ایسے وقت میں تو قومی اتحاد اور یکجہتی کے پیش نظر اگر دس سردار بھی میسر آئیں تو ان کو بطیبِ خاطر قبول کرنے کو تیار ہیں تاکہ عربوں کے ساتھ ان کے تعاون سے مقابلہ کر سکیں۔

عزرائیل نے یہ صورت حال سن کر کہا کہ اچھا! یوں کرتے ہیں کہ جس وقت اہل عرب یہاں آ جائیں اور ان سے مقابلہ ہو تو ہم دونوں میں سے ہر ایک ان کے مقابلہ کے لئے علیحدہ علیحدہ نکلے ایک روز قلوص مقابلہ کرے اور ایک دن میں، ہم میں سے جو شخص ان کو شکست دے دے، شہر اسی کے قبضہ اور تصرف میں رہے گا۔ قوم کے بزرگوں اور سیانے لوگوں نے کہا کہ اس مرد نے انصاف کی بات کہی ہے۔ چنانچہ اس رائے پر سب راضی ہو گئے۔ عزرائیل، کلوص کے لئے اور کلوص، عزرائیل کے لئے اپنے اپنے دل میں بغض اور عداوت لے کر اپنے اپنے کیمپ کی طرف واپس چلے گئے۔

رومی اور اسلامی لشکروں کا آمنا سامنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ رومی قوم ہر روز بابِ جابیہ کی طرف نکل کر تین میل تک حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے آنے کے انتظار کے لئے جایا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ جیہ کی جانب سے جیسا کہ اوپر ہم ذکر کر چکے ہیں، تشریف لے آئے۔

حضرت رفاعہ بن مسلم رضی اللہ عنہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود تھا۔ جس وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ مقام غوطہ میں ''دیر'' نامی گرجے کے قریب فروکش ہونے تو یکایک رومیوں کی

[1] ایک نسخہ کے مطابق عزرائیل کی جگہ عزاوزیر ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

افواج جو ٹڈیوں کی طرح منتشر تھی، آتی ہوئی دکھائی دی۔ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو آپ نے مسیلمہ کذاب والی زرہ پہنی اور اپنے عمامہ سے کمر کو باندھا۔ اسکے پلوں کو لٹکایا اور مسلمانوں کو گرج دار آواز سے بلایا اور ان کے سامنے مختصر خطاب کیا۔ آپ نے فرمایا:

"یٰاَیُّهَا النَّاسُ رَحِمَکُمُ اللّٰهُ هٰذَا یَوْمٌ وَلَا بَعْدَهٗ وَهٰذَا جَیْشُ الْعَدُوِّوَقَدْ زَحَفَ عَلَیْنَا بِخَیْلِهٖ وَرَجْلِهٖ وَدُوْنَکُمْ وَاِیَّاهُ وَانْصُرِ اللّٰهَ یَنْصُرُکُمْ فَاِنَّ النَّصْرَ مَقْرُوْنٌ مَعَ الصَّبْرِ وَکُوْنُوْا مِمَّنْ بَاعَ نَفْسَهٗ مِنَ اللّٰهِ ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ للّٰهِ﴾

"لوگو اللہ عزوجل تم پر رحم فرمائے! یہ دن ایک ایسا دن ہے، جو آج کے بعد کبھی آنے والا نہیں۔ یہ دشمنوں کا لشکر جو سواروں اور پیادہ پاؤں پر مشتمل ہے، ہمارے پاس آ پہنچا ہے ان میں سے کوئی زندہ بچ کر نہ جانے پائے۔ اللہ عزوجل کے دین کی مدد کرو اللہ عزوجل تمہارا مددگار ہوگا۔ فتح و نصرت صبر کے ساتھ ملی ہوئی ہے تم ان لوگوں میں سے ہو جن کی جانوں کا اللہ عزوجل خریدار ہے اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَاِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ للّٰهِ﴾

"بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔"[1]

"سنو! تمہارے مسلمان بھائی حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں چل پڑے ہیں اور بہت جلد تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں۔"

لوگوں نے یہ سن کر گھوڑوں پر زینیں کسیں اور سوار ہو کر دشمن کے مقابلے میں جا کھڑے ہوئے۔ رومی فوج، جو یک دم حملہ کرنا چاہتی تھی، رکی دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کی صف بندی کی میمنہ پر حضرت رافع ابن عمیرہ طائی رضی اللہ عنہ میسرہ پر حضرت میسب بن نجیہ الفزاری رضی اللہ عنہ دائیں بازو پر حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ اور بائیں بازو پر حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو متعین کیا اور "ساقہ" پر حضرت سالم بن نوفل رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے اور قلب کی کمان خود اپنے ہاتھ میں لی۔ جب اصولِ حرب کے مطابق فوج کی صف بندی فرما چکے، تو آپ نے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کو حکم کیا کہ تم جہاد میں اپنے باپ اور قوم کی سنت پر چلو۔ اللہ عزوجل کے دین کی مدد کرو، اللہ عزوجل تمہاری مدد فرمائے گا۔ سب سے

[1] پارہ 11، التوبہ 111، ترجمہ کنز الایمان

پہلے تم پیش قدمی کرو، اپنے حملے سے دشمن کے دل میں رعب ڈال دو، اپنی بہادری کے جوہر دکھا کر دشمن کی فوج کو تتر بتر کر دو۔

حضرت ضرار، عبدالرحمٰن اور خالد رضی اللہ عنہم میدانِ جنگ میں

راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ جب نکلے تو انہوں نے میلا سا لباس پہنا ہوا تھا اور پرانا سا پھٹا ہوا عمامہ سر پر باندھا ہوا تھا اور ان کے نیچے ایک لاغر اور پھرتیلی گھوڑی تھی، جو ہوا سے باتیں کرتی تھیں۔ آپ اس گھوڑی پر سوار ہو کر میدان میں کود پڑے اور اس جوش وخروش سے حملہ کیا کہ دشمن کی صفوں میں کھلبلی ڈال دی اور چار سواروں کو جو رومی قوم کے بہترین مردِ کارزار شمار ہوتے تھے، اپنی تلوار سے فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد پیادوں پر پلٹے اور چھ سو ماؤں کو موت کے منہ میں دھکیل دیا۔ اگر رومی فوج آپ پر تیروں کی بوچھاڑ اور پتھروں کی بارش نہ برساتی تو کبھی آپ مقابلہ سے پیچھے نہ ہٹتے۔ جس وقت آپ اپنے لشکر میں واپس تشریف لائے تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور تمام مجاہدین اسلام نے آپ کا شکریہ ادا کیا۔

پھر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے زرہ پہنی اور دشمن سے نبرد آزمائی کے لئے آمادۂ جہاد ہوئے تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے آپ سے فرمایا: اے ابن صدیق! اپنے حملہ سے دشمن کے دلوں کو مرعوب کر ڈالنا، ان کی صفوں کو چیر کر رکھ دینا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری طاقت اور ہمت بڑھائے۔ آپ نے بھی حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کی طرح حملہ کیا۔ دشمن کو تہ تیغ کیا اور ان کے سورماؤں کو خاک وخون میں لوٹایا۔ جب آپ واپس لوٹے تو اللہ تعالیٰ کی شمشیر، حضرت خالد بن ولید مخزومی رضی اللہ عنہ نے خود ایک حملہ کیا اور نیزہ بازی کے وہ کرتب دکھلائے اور شجاعت و بہادری کا ایسا مظاہرہ کیا کہ رومی حیران رہ گئے۔

کلوس نے جس وقت آپ کو دیکھا تو آپ کے رنگ ڈھنگ سے جان گیا کہ جیش اسلامی کا امیر اور قائد یہی مردِ میدان ہے اور ساتھ ہی اسے یہ بھی اندازہ ہو گیا کہ خالد میری زیب وزینت اور میرے سر پر لگی ہوئی صلیب کی وجہ سے مجھ پر ہی حملہ کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ وہ سمجھ گیا ہے کہ میں رومی فوج کا سپہ سالار ہوں۔ یہ سوچ کر کلوس پیچھے ہٹا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جس وقت دیکھا کہ ایک سپہ سالار مقابلہ سے پیچھے ہٹنا چاہتا ہے تو آپ نے پھر حملہ کرنا چاہا، اتنے میں چند رومی سردار آگے بڑھے آپ کو ڈانٹا اور تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ آپ نے اسکی کچھ پرواہ نہ کی۔ مسلسل بڑھتے رہے آپ کا گھوڑا ایک بجلی تھا، جو دشمن کی صفوں پر چاروں طرف سے اونده رہا تھا۔ آپ اسوقت تک پیچھے نہیں ہٹے جب تک دس بہادر رومیوں کو خون میں نہلا نہیں دیا۔ آپ نے پلٹ کر ایک دفعہ پھر حملہ کیا اور لڑائی کے جوہر پہلے سے بھی زیادہ دکھلائے۔

"هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ" (ہے کوئی مقابلہ کرنے والا؟) کا نعرہ لگایا، للکارا کہ کوئی مقابلہ کو نکلے مگر کسی نے جواب نہ

دیا۔ آپ نے کہا میرے مقابلے میں دو دو آ جاؤ مگر پھر بھی کوئی نہ نکلا۔ آپ نے کہا: اچھا چار مل کر آ جاؤ آخر میں دس تک کہہ دیا مگر کسی میں سامنے آنے کی ہمت نہ ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا: تف ہے تم پر! میں اکیلا اور تن تنہا کھڑا ہوں باوجود یہ کہ میرے لشکر کا ہر سپاہی میری طرح ہے۔

علامہ واقدی ﷫ لکھتے ہیں: آپ کے اس کلام کو ان میں سے کچھ نے تو سمجھا اور کچھ نے سمجھا ہی نہیں۔

کلوص اور عزرائیل کی باہمی گفتگو کرنا

عزرائیل قلوص بن حسنہ [1] کے پاس جا کر کہنے لگا کہ بادشاہ نے تجھے لشکر کا سپہ سالار نہیں بنایا؟ کیا تمھیں عربوں سے جنگ کے لئے نہیں بھیجا؟ اپنی عوام کی حفاظت اور شہر کا دفاع کرنا اسوقت تیری ذمہ داری ہے۔

کلوص نے کہا: اس بات کا تو مجھ سے زیادہ مستحق ہے کیونکہ شہر کا پہلا حاکم تو تُو ہی ہے اور تجھے اس بات کا گھمنڈ ہے کہ میں شاہ روم ہرقل کے حکم کے بغیر یہاں سے نکالا نہیں جا سکتا مگر اب عربوں کے مقابلے کے لئے کیوں تیار نہیں ہوتا؟

اس نے جواب دیا: میرے اور تیرے درمیان یہ معاہدہ طے پا چکا ہے کہ ایک روز تو مقابلے کے لئے نکلے گا اور ایک روز میں۔ آج تُو میدان میں جا کر اپنی بہادری کے جوہر دکھا، کل باری آنے پر میں لڑلوں گا۔

کلوص نے کہا: میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ اس شہر میں مجھ سے پہلے تو آیا ہے اس لیے اس شہر کا دفاع کرنا اور اس کے لئے جنگ میں بھی پہلے تجھے ہی جانا چاہئے۔ میں کل کی لڑائی میں حصہ لوں گا۔

آخر اس بات پر ان کی آپس میں مخاصمت نے طول کھینچا اور تُو تُو مَیں مَیں ہونے لگی۔ لوگوں نے بیچ میں پڑ کر بچاؤ کیا اور فیصلہ کرنا چاہا کہ دونوں کے نام قرعہ ڈالا جائے، قرعہ اندازی میں جس کا نام نکلے وہی اپنے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلے کے لئے نکلے مگر کلوص نہ مانا، اس نے کہا: بہتر یہ ہے کہ دونوں مل کر حملہ کریں تا کہ ہماری ہیبت قائم رہے اور ہمیں آپس میں تفرقہ سے گریز کرنا چاہئے۔ عزرائیل نے کہا: مجھے اس سے کچھ مطلب نہیں ہے جو تمھارے من میں آئے کرو۔

علامہ واقدی ﷫ لکھتے ہیں:

کلوص کو یہ ڈر تھا کہ اگر شاہ روم کو ان باتوں کی خبر ہوگئی تو وہ اسے اپنی مصاحبت سے دور کر دے گا یا اسے قتل کرا دے گا۔ اس لئے وہ قرعہ اندازی پر رضامند ہوگیا۔ قرعہ کلوص کے نام نکلا، عزرائیل نے کہا: میدان میں نکل اور اس طرح اپنی بہادری کے جوہر دکھلا جیسے مسلمانوں کے سپہ سالار نے اپنی بہادری اور شجاعت دکھلائی ہے اور کل جب میں

[1] ایک نسخہ میں کلوص بن حسنا بھی ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

نکلوں گا تو دونوں فریق دیکھ لیں گے کہ ہم میں سے کون زیادہ بہادر اور شہسوار ہے؟

کلوص کا جرجیس کے ہمراہ میدان میں آنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس کے ساتھ ہی کلوص نے زرہ پہنی اور تیار ہو کر گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم اپنی پوری توجہ میری طرف رکھنا، اگر مجھے مقابلہ میں مغلوب ہوتا دیکھو تو سب ملکر حملہ کر دینا اور مجھے بچالینا۔ انھوں نے کہا: یہ ایک بزدل اور ڈرپوک شخص کا کلام ہے، ایسا شخص ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتا!

کلوص نے کہا: اے میری قوم! میں جس کے مقابلہ کے لئے جا رہا ہوں وہ ایک بدوی شخص ہے۔ میری اور اس کی زبان الگ الگ ہے۔ میں چاہتا تھا کہ لڑائی سے پہلے اس کے ساتھ کچھ گفتگو کرلوں، کیونکہ احتیاط بھی ایک مضبوط زرہ ہوتی ہے اس لئے اگر ایک شخص ترجمان کی حیثیت سے میرے ساتھ چلا چلے تو بہت مناسب ہے۔

ایک نصرانی جس کا نام جرجیس تھا اور وہ نہایت عقلمند، بہادر اور فصیح شخص تھا، نکلا اور اس نے وعدہ کیا کہ ترجمانی کا کام میں انجام دوں گا۔ چنانچہ وہ کلوص کے ساتھ چل دیا۔ کلوص نے راستہ میں اسے مخاطب کر کے کہا کہ میرا حریف ایک بہت بہادر اور عربوں میں ایک تجربہ کار سپہ سالار ہے، اگر جنگ میں تو مجھے عاجز اور مغلوب ہوتا دیکھے تو میری مدد کرنا۔ میں اسکے صلہ میں تجھے اپنا مشیر اور وزیر بنالوں گا مگر میرا یہ راز کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ میں لڑائی میں کسی قدر دیر کر کے دھوکے اور چال سے واپس پلٹ آؤں گا۔ کل جس وقت اس کے مقابلہ کے لئے عزرائیل نکلے گا، یقیناً مارا جائے گا، اور اسکی طرف سے مجھے اس کے ہلاک ہونے پر ہی اطمینان کا سانس لینا نصیب ہوگا۔

جرجیس نے کہا: میں فنِ حرب سے بالکل ناآشنا ہوں، البتہ بات چیت اور گفتگو سے آپ کی مدد اور معاونت کرسکتا ہوں۔ سو میں حتی المقدور جہاں تک ممکن ہوگا دھوکہ دینے میں کوئی کمی نہیں کروں گا۔ اگر آپ کو میری یہ رائے پسند ہے تو سوچ و بچار کر کے مجھے جواب دیجئے۔

کلوص نے کہا: افسوس تو چاہتا ہے کہ مجھے دشمن کے چنگل میں پھنسادے!

جرجیس نے کہا: اچھا تو یہ تیری مرضی ہے اپنی آئی میں، مجھے قربانی کا بکرا بنائے گا، تو خود ہی انصاف کر۔ اگر میں قتل ہو جاتا ہوں، تو تیرا انعام واکرام اور عطا و بخشش بھلا میرے کس کام کی؟

کلوص یہ جواب سن کر خاموش ہو گیا اور پھر آگے بڑھا۔ یہاں تک کے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچ گیا۔ مسلمانوں نے ان دونوں کو آمنے سامنے دیکھا تو حضرت رافع بن عمیرہ طائی رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ بڑھ کر کلوص پر حملہ کر دے، مگر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اشارہ سے انھیں منع کر دیا اور فرمایا تم اپنی جگہ پر اپنی شان سنبھالے رکھو، میں دین کا خادم موجود ہوں۔

کلوص اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا آمنے سامنے ہونا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کلوص جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے قریب آیا تو اپنے ساتھی جرجیس سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: تو ان سے دریافت کر کہ تم کون ہو؟ اور تمھارے کیا عزائم ہیں؟ نیز انھیں ہمارے رعب اور دبدبے سے ڈرا اور ہماری افواج کی کثرت کی خبر دے کر ان کو مرعوب کر۔ ان کا منشا اور عندیہ معلوم کر کہ آخر یہ چاہتے کیا ہیں؟

جرجیس آگے بڑھا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا: اے اعرابی! میں تمھارے سامنے ایک مثال بیان کرتا ہوں، وہ یہ کہ ہماری تمھاری مثال اس شخص جیسی ہے جس کے پاس بکریوں کا ایک ریوڑ تھا۔ اس پر بکریوں کے مالک نے ایک بزدل کم ہمت غیر شکاری شخص کو نگران اور چرواہا مقرر کر دیا۔ شیر ریوڑ کی گھات میں اور چرواہے کی کم ہمتی سے فائدہ اٹھا کر روزانہ ایک ایک بکری لے جانے لگا۔ بکریاں ختم ہونے کے قریب پہنچ گئیں اور شیر کے منہ کو خون لگ چکا تھا اور بکری کے شکار کرنے کا عادی ہو گیا۔ مالک کو جس وقت چرواہے کی بزدلی کا حال معلوم ہوا تو اس نے اسے ہٹا کر اسکی جگہ ایک جوان اور حاضر دماغ شخص کو، جو تمام رات ریوڑ کی حفاظت کے لئے پہرہ دیتا اور گھومتا تھا، مقرر کر دیا۔ شیر اپنی عادت کے مطابق پھر آیا، نوجوان چرواہے نے جو اپنا بھالا اور نیزہ لئے ہوئے مورچہ بند ہو کر بیٹھا تھا، اچانک شیر پر حملہ کر دیا اور اس کو ڈھیر کر دیا۔ اس کے بعد بکریوں کے قریب پھر کوئی درندہ نہیں آیا۔

یہی حال تم لوگوں کا ہے، ہم نے تمھارے معاملات میں محض اسی لئے چشم پوشی سے کام لیا تھا کہ تمھاری قوم نہایت کمزور، بھوک اور ننگ کی ماری ہوئی مزدور پیشہ تھی اور تم لوگ جو، باجرہ اور زیتون کا تیل کھانے کے عادی اور چوسنے کو تمھیں چھوہاروں کی گٹھلی میسر ہوتی تھی، تمھاری یہ قوم جن کے پاؤں میں جوتا، تن پر کپڑا اور پیٹ میں روٹی تک ڈالنے کو نہیں ہوتی تھی جب بھی یہ مفلس، نادار اور روٹی کو ترستی ہوئی قوم ہمارے علاقے میں آتی ہے ہماری غذائیں کھاتی اور اب ہم پر ہی یہ لوگ شیر ہو گئے۔

(جرجیس نے اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا) بس جہاں تک پہنچنا تھا، پہنچ چکے اور جو کچھ کرنا تھا تم کر گزرے۔ اب بادشاہ نے تمھارے مقابلہ کے لئے ایک ایسے شخص کو روانہ کیا ہے، جو کسی طرح انسانوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اور نہ کبھی کسی میدان میں بڑے بڑے بہادروں کی پرواہ کرتا ہے۔ جس کے متعلق، میں تم سے بات کر رہا ہوں وہ یہی شخص ہے جو میرے پہلو میں کھڑا ہے۔ تمھیں چاہئے کہ اس سے پرہیز کرو تا کہ تمھاری حالت اس شیر جیسی نہ ہو جائے جس کو اس نوجوان چرواہے نے ہلاک کر ڈالا تھا۔ اس نے شفقت اور مہربانی کرتے ہوئے تم سے بات چیت کے لئے مجھے امر دیا ہے، لہٰذا میں اسکے حکم پر تم سے پوچھتا ہوں کہ یہاں تمھارے آنے کا منشا اور مدعا کیا ہے؟ تم کیا چاہتے ہو؟ تم ایک ایسے ناکنار سمندر میں تیرنے کے لئے اتر آئے ہو جس کی تلاطم خیز موجیں تھپیڑے مار مار کر غرق کر دیتی ہیں اور

اگر اس کا پانی پی لیا جائے تو ایسا کھاری کہ حلق میں پھنس کر رہ جائے، اگر اسلامی فوج کے امیر تم ہی ہو تو اپنے دل سے پوچھ لو، نیز اپنے لشکر سے بھی! اس سے پیشتر کہ یہ شیر تم پر حملہ آور ہو اور اپنے بے رحم پنجوں سے تمہاری تکہ بوٹی کر دے، صلاح و مشورہ کر لو۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا جواب

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب جرجیس کی یہ چرب بیانی اور فصاحت و بلاغت کے ساتھ پُر فریب گفتگو سنی تو آپ نے فرمایا: اے دشمن خدا! کیا تو ہمارے لئے کہاوتیں بیان کرتا ہے اور ہم پر پھبتیاں کستا ہے؟ کان کھول کر سن لے، اللہ تعالیٰ کی قسم ہے! جنگ میں ہم تمہیں بالکل اس طرح سمجھتے ہیں، جیسے شکاری جال میں پھنسی ہوئی چڑیوں کو، کہ وہ جال میں چاروں طرف پکڑتا پھر رہا ہے نہ ان کی کثرت سے گھبراتا ہے اور نہ کسی کو ہاتھ سے جانے دیتا ہے، ہمارے شہر اور قحط کے متعلق جو تم نے بیان کیا یہ واقعی سچ ہے مگر اللہ تعالیٰ خالق و رازق جلّ شانہٗ نے اسے بہتر حالت سے بدل دیا۔ اب مکئی اور باجرہ کی بجائے گندم، میوہ جات، گھی اور شہد عنایت فرمایا۔ یہ ملک ہمارا ہے، ہمارے رب نے ہمیں بخشا ہے اور اسکا وعدہ اللہ رب العزت نے اپنے رسول مکرم حضرت محمد ﷺ کی زبان مبارک سے کیا۔ باقی تیرا یہ سوال کہ کیا چاہتے ہو تو ہم تین باتیں چاہتے ہیں:

پہلی بات یہ ہے کہ اسلام قبول کر لو، اگر یہ منظور نہیں تو دوسری جزیہ، اگر اسکا بھی انکار ہے تو تیسری جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ!

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا کوئی اور حکم نازل فرما دے اور وہ خیر الحاکمین ہے۔ رہا یہ امر کہ یہ شخص بڑا بدمعاش سُورما ہے اور ایسا اور ویسا ہے، تو سن! وہ تمہارے نزدیک تو کسی مقام و مرتبہ کا حقدار اور عظیم سالار (ہیرو اور چیمپئن) ہوگا مگر ہمارے نزدیک اس کی کوئی پرِکاہ کے برابر وقعت نہیں ہے۔ ہم ایسے شخص کو کمینہ ترین اور ذلیل سے ذلیل تر سمجھتے ہیں۔ اگر یہ ملک و سلطنت کا رکن ہے (تو ہوتا رہے) میں رکن الاسلام ہوں اور میں تدمر، ارکہ، حوران، سخنہ اور بصرہ کا مالک اور بادشاہ ہوں۔ سن لے! میرا نام خالد بن ولید ہے۔

جرجیس کا رنگ متغیر ہو گیا

جرجیس نے جب آپ کی فصیح و بلیغ گفتگو سنی تو پیچھے کو ہٹ گیا اور اس کا رنگ متغیر ہو گیا۔ کلوس نے یہ دیکھ کر کہا:

افسوس ہے کہ تو نے پہلے تو شیر کی طرح حملہ کیا لیکن پھر تجھے کیا ہو گیا کہ تو ایک دم خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹ آیا ہے؟!

جرجیس نے جواب دیا کہ مجھے [illegible] میں [illegible] کرتا تھا اور مجھے

علم نہ تھا کہ وہ سینگ اڑانے والا، نرمرد ہے اور رسوا کر دینے والا شہسوار ہے۔ یہ ایک ایسی قوم کا سردار اور حاکم ہے جس نے زمین کو اپنے شر (سخت گیری اور دہشت وخوف) سے بھر دیا ہے لہٰذا تو خود آگے بڑھ کر اس سے ٹکر لے اور اس کے ساتھ دو دو ہاتھ ہو اور اپنی شجاعت دکھا۔

کلوص نے جب جرجیس کے منہ سے خالد رضی اللہ عنہ کا نام سنا تو اپنے گھوڑے کی زین پر اس طرح تھر تھر کانپنے لگ گیا جیسے تیز چلتی ہوا میں پتے لرزتے ہیں اور کہنے لگا: اے جرجیس! اس سے کہہ دو کل تک کے لئے لڑائی کو موقوف رکھے!

جرجیس نے کہا: مجھے لگتا نہیں ہے کہ وہ قبول کرے گا، باقی کہنے کو میں کہہ دیتا ہوں اور پوچھ دیکھتا ہوں۔ اس کے بعد جرجیس آپ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا:

اے اپنی قوم کے سردار! میرا صاحب کہتا ہے کہ ان سے کہو کہ یہ اپنی قوم کی طرف لوٹ کر جائیں اور ان سے مشورہ کر لیں اس بارے، جو کچھ وہ ذکر کر رہے ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا حملہ

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے بے وقوف! تم مجھے دھوکا دیتے ہو، حالانکہ میں لڑائی کی جڑ اور فن حرب کی جان ہوں اور تمھارا اب مجھ سے سلامت بچ کر جانا بہت بعید ہے۔ یہ کہتے ہی آپ نے اپنے نیزے کا رُخ جرجیس کی طرف کر دیا۔ جرجیس کی تو گھگھی بند ہو گئی اور وہ کچھ بولے بغیر سہم کر ایسے بھاگا کہ پیچھے مڑ کر دیکھا تک نہیں۔ آپ نے جب اس کو فرار ہوتے دیکھا تو ان کے سردار کلوص کو لڑائی کے لئے طلب کر لیا اور حملہ کر دیا۔ کلوص پیچھے ہٹتا ہٹتا اپنے لشکر کے قریب پہنچ گیا مگر آپ نے آخر کار اس کو جا دبوچا۔ کلوص نے بھی بامر مجبوری جوابی حملہ کیا اور لڑائی کے لئے ڈٹ گیا۔ دونوں میں نیزہ بازی شروع ہوئی جس کی چنگاریاں آگ کے شعلوں سے بھی زیادہ بھڑک رہی تھیں۔ سردار کلوص حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے تابڑتوڑ حملوں سے بچنے کی خاطر عین جنگ کی حالت میں بھاگنے لگا تو آپ اس کے فرار کے ارادہ کو بھانپ گئے اور اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر مہمیز کیا اور اس کی باگ سے باگ کو ملا دیا اور اس کے برابر میں ہو کر اس کے نیزہ کو بیکار کر دیا۔ پھر ایک چھوٹے نیزے کو دائیں سے بائیں کی طرف گھما کر اس کے حلق کے اُوپر اس زور سے مارا اور اسے اپنی طرف کھینچا اور آپ نے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ (تمام طاقت وقوت کا مالک اللہ عزوجل ہی ہے) پڑھ کر اس کو زین سے اٹھا لیا۔

مسلمانوں نے جس وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی اس بہادری اور شجاعت کو دیکھا تو زبردست اللہ اکبر کے نعرے لگائے کہ فضا تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھی۔ مشرکین یہ منظر دیکھ کر تھر تھر کانپنے لگے، ان کے دل دہل گئے۔ اہلِ اسلام کے بہادر اور جری دل جوان حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی طرف دوڑے جب آپ کے قریب پہنچے تو آپ نے کلوص کو اس کے

حوالے کیا اور فرمایا ان کی مشکیں مضبوط کس دو۔

کلوص کچھ بڑبڑا رہا تھا۔ مسلمانوں نے اس کو والیٔ بصرہ روماس کے پاس لاکر دریافت کیا کہ سنو اور ہمیں بتاؤ کہ یہ کیا بڑبڑ کر رہا ہے؟ روماس نے بتایا کہ یہ کہتا ہے کہ مجھے کس لئے باندھتے ہو؟ میں خود جو کچھ تمھارے سردار اور سپہ سالار کیلئے کہا تھا، ماننے کو تیار ہوں! کیا تم جزیہ نہیں طلب کرتے تھے؟ اور میرے سر کا فدیہ؟ میں تمھیں ضمانت دیتا ہوں کہ جو کچھ تم نے مانگا، میں وہ سب تمھیں دوں گا اور جو بھی تمھارا مطالبہ ہوا، میں اُسے پورا کروں گا!

لوگوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اس بات کی اطلاع کی تو انھوں نے فرمایا: میرا گمان ہے کہ یہ اپنی قوم کا سردار ہے اس لئے اس کو مضبوط باندھے رکھو۔ پھر آپ اپنے گھوڑے سے اترے اور اسپ شہری جو آپ کو گورنر تدمر نے ہدیہ کیا تھا، اس پر سوار ہو گئے۔ آپ چاہتے تھے کہ رومیوں پر حملہ کریں، حضرت ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر! آپ اس رومی سردار کے ساتھ مقابلہ کرتے کرتے تھک گئے ہونگے، آپ آرام فرمائیں اور مجھے جنگ کی اجازت بخشیں!

آپ نے فرمایا: راحت اور آرام صرف دار آخرت میں ہی کریں گے، کل آرام اسی کو نصیب ہوگا جو آج اللہ تعالیٰ کی راہ میں خود کو تھکائے گا۔ یہ کہہ کر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمھارا بہتر کارساز اور نگہبان ہے (آپ نے خدا حافظ کہا) اور میدان جنگ کی طرف چل دیئے۔

سردار کلوص نے چلا کر کہا: تجھے تمھارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قسم! آپ میرے پاس تشریف لایئے، مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں!

لوگوں نے با آواز بلند حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ کلوص چیخ چیخ کر کچھ کہہ رہا ہے چنانچہ آپ واپس پلٹ آئے اور روماس سے دریافت کرایا کہ یہ کیا کہہ رہا ہے؟ روماس نے کچھ دیر اس سے باتیں کیں پھر آپ سے مخاطب ہوکر کہا کہ یہ کہتا ہے کہ میں بادشاہ (شاہ روم ہرقل) کا مصاحب ہوں مجھے شاہ روم نے والیٔ دمشق سے میری شکر رنجی اور کچھ اَن بَن ہوگئی ہے اور ہماری اسی باہمی کشمکش کے نتیجہ میں یہ واقعہ پیش آ گیا ہے کہ آپ نے مجھے گرفتار کر لیا ہے۔ آپ کو اپنے دین کی قسم! کل عزرائیل جب آپ کے مقابلہ کے لئے میدان میں نکلے تو اُسے زندہ نہ چھوڑنا اور اگر مقابلے پر نہ آئے تو از خود اس سے جنگ کی خواہش ظاہر کرکے اسے قتل کر دینا۔ وہ چونکہ اپنی قوم کا سردار ہے، اگر آپ نے اسے قتل کر دیا تو بس پھر آپ دمشق کے مالک ہیں اور کیا آپ ایسا کریں گے؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے روماس! اس سے کہہ دو کہ صرف وہی کیا، جو شخص بھی اللہ وحدہ لاشریک کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے اور اس کے بیٹا بنانے کا عقیدہ رکھتا ہے میں ان سب کو قتل کروں گا۔ یہ کہہ کر آپ میدان جنگ کی طرف یہ رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے چل دیئے:

ترجمہ اشعار:

- اے ہمارے مولائے کریم تیری ہر نعمت پر تیرے لئے حمد ہے۔
اور اے کامل وو افر نعمتیں عطا فرمانے والے تیری نعمتوں پر ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں۔
- کفر اور ظلمت کے بعد تُو نے (ایمان اور نور بخش کر) ہم پر احسان فرمایا ہے اور شک اور ظلم (شرک) کی تاریکی سے ہمیں نکالا ہے۔
- حضرت محمد مصطفیٰ علیه التحیة والثناء کے وسیلۂ جلیلہ سے آپ نے ہماری نجات کا سامان کیا اور جن مصائب و معائب سے ہم دوچار تھے ان کو ہم سے دور فرما دیا۔
- عزت، نصرت اور ہدایت سے ہمیں قوت بخشی اور ہمیں خیر الامم کے لقب سے مشرف فرمایا۔
- اے عرش کے مالک! ہمارے ارادوں کو پورا فرما دے اور اہلِ شرک پر وہ دن جلد لا جس میں ان کو اپنے شرک کی سزا کا مزا چکھنا ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جرجیس جس وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے خوف سے پیٹھ پھیر کر بھاگا اور رومیوں کے پاس پہنچا تو اس وقت اس پر لرزہ طاری تھا اور وہ تھر تھر کانپے جا رہا تھا۔ انھوں نے پوچھا: تیرے پیچھے کون لگا ہوا ہے؟ جس کی وجہ سے تو اس قدر خوف زدہ ہے؟

اس نے کہا: موت! اور ایسی موت، جس سے لڑا نہیں جا سکتا اور ایسا شیر جس کو زیر نہیں کیا جا سکتا ہے اور وہ مسلمانوں کا امیر ہے وہ جان کی بازی لگانے کی قسم کھا کر میدان جنگ میں نکلا ہے۔ ہم جہاں مرضی چلے جائیں، وہ ہمیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کرے گا اور وہ ہمارے قتل کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھے گا، میں بہت کوشش اور سخت جدوجہد کے بعد اپنی جان بچا کر یہاں پہنچا ہوں، لہٰذا اس سے پیشتر کہ وہ اپنے ساتھیوں اور اپنی فوج کے ساتھ ہم پر حملہ کر دیں ان سے صلح کر لو۔

رومیوں نے کہا: تیرا ستیاناس ہو، بدبخت! کیا تیرے لئے یہی کچھ کافی نہ تھا کہ تو شکست کھا کر بھاگا تھا، اور اب تو نے ہمیں بھی ان سے مرعوب کرنا شروع کر دیا ہے؟ بزدل! تو ہمیں بھی بُزدل بنانا چاہتا ہے؟ انھوں نے چاہا کہ اس کو ٹھکانے لگا دیا جائے مگر جس وقت سردار کلوس کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے گرفتار کر لیا تو انکی ساری توجہ ادھر مبذول ہو گئی اور وہ عزرائیل کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ اب بادشاہ کا مصاحب گرفتار ہو چکا ہے اور اس نے اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں کی اور تمھارے دونوں کے درمیان آپس میں یہ شرط طے پائی تھی کہ ایک روز جنگ کے لئے وہ نکلے اور ایک روز تم، لہٰذا اس بدوی کے مقابلہ کے لئے اب تم جاؤ اور اُسے قتل کرو۔

عزرائیل نے جواب دیا کہ تمھیں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ اگر یہ شخص ''خالد'' قتل بھی ہو جاتا ہے تو ان عربوں میں سے ایک اور آدمی اس کی جگہ کھڑا ہو جائے گا، لیکن یاد رکھو کہ اگر میں قتل کر دیا گیا تو تم سب ان بھیڑ بکریوں کی طرح لاوارث رہ جاؤ گے جن کا کوئی چرواہا نہ ہو اس لئے بہتر یہی ہے کہ ہم سارے مل کر حملہ کریں۔

انھوں نے کہا یہ تو ہم کبھی نہیں کریں گے، اس لئے کہ اس طرح تو ہمارے مرد سارے جنگ میں مارے جائیں گے اور عورتیں بیوہ ہو جائیں گی!

ابھی ان کے درمیان یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ کلوص کے آدمی جو اس کے مصاحبین میں سے تھے، چیختے چلاتے عزرائیل کے پاس آئے اور اس سے کہا: تو بادشاہ کے نزدیک ہمارے صاحب (کلوص) سے زیادہ عزت و مرتبہ نہیں رکھتا، تیرے اور اس کے مابین جو شرط طے پائی تھی وہ اپنی شرط پر عملدرآمد کر چکا ہے وہ چونکہ اب گرفتار ہو چکا ہے، اس لئے اب حملہ اور مقابلہ کے لئے تجھے تیار ہو جانا چاہئے ورنہ پھر ہمارا اور تیرا مقابلہ ہے۔

عزرائیل نے جواب دیا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ میں اس بدوی سے ڈر گیا تھا اور اس سے جنگ کے لئے پہلے میدان میں نہیں نکلا تھا! لو اب میں میدان جنگ میں جا رہا ہوں، دونوں حریفوں کے آدمی دیکھ لیں گے کہ ہم میں کون سا زیادہ بہادر شہسوار اور مرد میدان ہے!

عزرائیل میدانِ جنگ میں

عزرائیل نے خود کو سامان حرب سے آراستہ کیا، زرہ پہنی اور ایک شعلۂ جوالہ کی طرح تیز دوڑنے اور گھوم جانے والے عمدہ گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت خالد ؓ کے مقابلہ کے لئے نکلا، جب آپ کے نزدیک ہوا تو رُک کر کہنے لگا: عربی بھائی! ذرا میرے قریب آ جاؤ۔ آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ [1]

جس وقت آپ نے اس کی زبان سے یہ الفاظ سنے، غضبناک ہو کر فرمایا: اے اللہ کے دشمن! تو ہی اور قریب آ جا، تاکہ میں تیری کھوپڑی توڑوں۔ آپ نے اس پر حملہ کرنا چاہا، عزرائیل نے پھر کہا: اے عربی بھائی! لو میں ہی تیرے قریب آ جاتا ہوں یہ کہہ کر وہ قریب ہو گیا۔ حضرت خالد ؓ جان گئے کہ اس کے دل میں خوف بیٹھ گیا ہے اس لئے آپ نے اس پر حملہ کرنے میں توقف کیا، عزرائیل نے قریب ہو کر کہا کہ اے عربی بھائی! اپنے لشکر اور اپنی قوم کے ہوتے ہوئے تم بنفس نفیس کیوں میدان جنگ میں آتے ہو، اگر تم مارے گئے تو تمھاری قوم اور تمھارا لشکر اس طرح رہ جائے گا جیسے بکریوں کے کسی ریوڑ کا کوئی چرواہا نہ ہو اور وہ ادھر ادھر منتشر اور پریشان پھرتی ہوں۔

[1] یہ ملعون عربی زبان پر ٹھیک ٹھاک عبور رکھتا تھا (مترجم)

آپ نے فرمایا: اے دشمن خدا! تو نے ابھی میرے دو سپاہیوں کے ہاتھ نہیں دیکھے کہ انھوں نے تیری فوج کے ساتھ کیا کیا اور کس طرح تیرے لشکر میں کھلبلی اور بھگدڑ مچا کر رکھ دی تھی، اگر میں کچھ دیر اور ان کو منع نہ کرتا اور چھوڑ دیتا تو اللہ تعالیٰ کی مدد سے تیرے اصحاب کی تکابوٹی کر کے رکھ دیتے اور بیشک میرے پیچھے، میرے ساتھیوں میں ایسے مردان کار موجود ہیں جو موت کو غنیمت جانتے ہیں اور زندگی کو محض ایک بوجھ سمجھتے ہیں۔

پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا: کیا تم نے میرا نام نہیں سنا، میں شہ سواروں کا سردار، ترکی اور جَرَامِقَة کے لشکروں کو فنا کے گھاٹ اتارنے والا شخص ہوں۔

پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تیرا نام کیا ہے؟

اس نے کہا ملک الموت کے نام پر میرا نام عزرائیل ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس کی بات سن کر ہنسے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کے دشمن! تیرا ہمنام تیرا مشتاق ہے تاکہ تجھے جہنم رسید کرے۔

عزرائیل کہنے لگا: خالد! یہ بتلاؤ کہ تم نے کلوص کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ سامنے قید میں مضبوط جکڑا ہوا بیٹھا ہے۔ اس نے کہا: وہ اس قوم میں ایک آفت کا پرکالا تھا اس بلا کو قتل کرنے سے کیا چیز مانع ہوئی؟

آپ نے فرمایا: میں اس وجہ سے رُک گیا تھا کہ دونوں کو اکٹھا ہی قتل کروں گا!

عزرائیل نے کہا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک ہزار مثقال سونا، دس ریشم کے کپڑے اور پانچ راس گھوڑے مجھ سے لے کر اس کو قتل کر دو اور اس کا سر میرے حوالے کر دو!؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تو اس کے خون کا عوض ہے اور تیرے خون کا عوض؟ یعنی تو اپنی سرکشائی کا معاوضہ کیا دیتا ہے، بات کر!

یہ سن کر وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن بھپر گیا اور غضبناک ہو کر کہا: بولو تم مجھ سے کیا لو گے؟ آپ نے فرمایا: ذلت اور خواری کی حالت میں تیرا جزیہ خود تیرا سر ہوگا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا عزرائیل سے مقابلہ

عزرائیل نے کہا: عربی بھائی! جتنی ہم تمھاری عزت زیادہ کرتے ہیں تم اتنی ہی ہماری اہانت زیادہ کرتے ہو، تمھیں عزت راس نہیں ہے، عزت کے بدلے اُلٹا تم چرب بیانی اور زبان درازی پر اتر آتے ہو، اچھا تو لو پھر اب سنبھلو! میں تلوار سے ہی تمھارا دماغ ٹھیک کرتا ہوں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جس وقت عزرائیل کا یہ [illegible] سنا تو شعلہ جوالہ کی طرح گھومے اور اس پر بجلی کی

طرح کڑک کر حملہ آور ہوئے۔ عزرائیل نے آگے بڑھ کر آپ کے حملہ کو روکا اور محتاط ہو گیا۔ پھر کافی دیر تک دونوں حریف زور آزمائی کرتے رہے۔ عزرائیل ایک ایسا جنرل تھا کہ جس کی برتری اور شجاعت کے چرچے شام کے بچہ بچہ کی زبان پر تھے۔ اس نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے اپنے دین کے حق کی قسم! اگر میں تجھ تک پہنچنا چاہوں تو پہنچ سکتا ہوں اور تمھیں گرفتار کرنا چاہوں تو کر سکتا ہوں، لیکن از روئے شفقت میں چاہتا ہوں کہ تم سے اور تمھارے لشکر سے صلح کر لوں۔ بہتر یہ ہے کہ تم خود گرفتاری دے دو حتیٰ کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ تم میرے قیدی ہو اور میں نے تمھیں گرفتار کیا ہے، بعد میں مَیں تمھیں اس شرط پر آزاد کر دوں گا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ اور جتنے شہر تم نے فتح کئے ہیں، ہمارے حوالے کر دو۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جب عزرائیل کی یہ ساری گفتگو سن لی تو آپ نے فرمایا: اے دشمن خدا! تو ہم سے ایسی توقع رکھتا ہے؟ حالانکہ تجھے پتا ہونا چاہئے کہ ہماری جماعت وہ جماعت ہے جس نے تدمُر، ارکہ، حوران اور بصرہ پر اپنی فتح کے جھنڈے گاڑ دیئے ہیں اور ہمارا لشکر وہ لشکر ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے جنت کے بدلے میں اپنی جانوں کا سودا کر لیا ہے، ہماری فوج وہ فوج ہے جس نے دار الفناء پر دار البقاء اختیار کر لیا ہے اور دنیا پر آخرت کو ترجیح دی ہے۔ یہ تو ضرور تجھے جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ ہم دونوں میں سے کون اپنے مدمقابل پر غالب آتا ہے۔

پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے پہلے سے زیادہ سخت حملہ کیا اور اس کا دماغ روشن اور بیدار ہو گیا اور رومی جرنیل کو فن حرب کے ایسے کرتب دکھائے کہ اس کے چھکے چھوٹ گئے اور اس کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ کی ہوئی اپنی گفتگو اور دعوؤں اور دھمکیوں پر ندامت اور خجالت محسوس ہونے لگی اور وہ مارے شرم کے پانی پانی ہو گیا، نادم ہو کر خوشامد کے لہجہ میں کہنے لگا:

"برادر عرب! آپ کیوں مذاق کرتے ہیں؟"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا مذاق اور دل لگی شمشیر زنی ہی ہے جو رب کی رضا کے لئے ہوتی ہے، لے ہوشیار ہو جا میں پھر وار کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر تلوار چمکی، بڑھی مگر وار اچک گیا۔ ہاتھ اوچھا پڑا اور دشمنِ خدا بچ گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے صولت و دبدبہ سے وہ ہکا بکا رہ گیا اور دل میں ڈر ا بھی، اس کو یقین ہو گیا کہ خالد رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کرنا اس کے بس کا روگ نہیں۔ پشت دکھا کر بھاگ کھڑا ہوا، آپ بھی اس کے پیچھے چڑھ دوڑے اور اس کا تعاقب کیا۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں فوج کے درمیان میں موجود تھا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور عزرائیل کے مقابلہ کی ساری کارروائی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ جس وقت عزرائیل بھاگا ہے تو چونکہ اس کا گھوڑا حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے گھوڑے سے زیادہ تیز بھاگنے والا تھا اس لئے آپ اس کو پکڑنے سے قاصر رہے۔ عزرائیل نے جس وقت مڑ کر دیکھا کہ آپ پیچھے رہ گئے ہیں، بے وقوف یہ سمجھا کہ یہ بدوی مجھ سے ڈر گیا [illegible] نے انگڑائی لی کہ یہ مجھ سے

خائف ہے، کیوں نہ میں اُسے پکڑلوں اور کیوں نہ اس جگہ رک کر اس کا انتظار کرلوں اور دل میں سوچنے لگا شاید مسیح مجھے فتح دے دے اور اس بدوی کے مقابلہ میں میری مدد کرے! اس خیال نے اس کے اُکھڑے ہوئے قدم پھر جما دیئے۔ وہ ٹھہر گیا حتیٰ کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس کے قریب پہنچ گئے۔ آپ کا گھوڑا پسینہ پسینہ ہو رہا تھا اور اس میں تھکن کے آثار نمایاں تھے جب آپ اس کے نزدیک ہوئے تو مشرک چیخ کر کہنے لگا:

''اے بدو! یہ مت گمان کرنا کہ میں نے خوف کھا کر پسپائی اختیار کی تھی، جبکہ تجھے تیرے اصحاب سے دور لا کر گرفتار کرنے کے ارادہ سے میں نے ایسا کیا۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تو اللہ ﷻ ہی خوب جانتا ہے کہ کون کس کو گرفتار کرے گا!

اس نے کہا: اے برادر عرب! اپنے نفس پر رحم کرو، لڑائی مول لے کر اپنی جان کو ہلاکت میں مت ڈالو، خود کو میرے حوالے کر دو اور اگر خواہ مخواہ مرنے ہی کو جی چاہتا ہے تو میں موت کو تیری طرف ہانک کر لاتا ہوں! سن لے، میں روحوں کو قبض کرنے والے فرشتہ کا ہمنام ''عزرائیل'' ہوں تیری جان گویا میری مٹھی میں ہے تیرے حق میں مَیں ملک الموت ہوں تیری جان ابھی نکالتا ہوں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ارے دشمن خدا! میرے گھوڑے کے پیچھے رہ جانے سے تیرے منہ میں پانی بھر آیا ہوگا اور طمع سے تیری رالیں ٹپک رہی ہیں، یاد رکھ! میں سوار یا پیدل جیسے بھی ہوا تجھے قتل کر کے ہی رہوں گا، چھوڑوں گا نہیں! اگر تو بھاگا نہ تو، تو میرے گھوڑے کے تھکنے کی فکر نہ کر، میں پاپیادہ بھی تجھ سے لڑوں گا۔

یہ کہہ کر آپ گھوڑے سے نیچے کود گئے اور تلوار کو لہرایا اور شیر کی طرح اللہ ﷻ کے دشمن کی طرف لپک کر اس پر جھپٹے۔ عزرائیل نے جس وقت آپ کو پیدل دیکھا تو اس کا اور بھی حوصلہ بڑھ گیا اور آپ کے گرد، گدھ اور چیل کی طرح منڈلانے لگا اور ارادہ کیا کہ بڑھ کر آپ کو تلوار سے زیر کر لے، (مگر آپ بھی کوئی کچی گولیاں تھوڑا ہی کھیلے ہوئے تھے)۔ سنبھلے، ''بھلیکا دیا'' اور طرح دینے کے بعد للکارا اور سامنے آ گئے۔ پھر جنرل عزرائیل کے گھوڑے پر اس زور کی ضرب لگائی کہ اس کی ٹانگیں کٹیں اور وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

جنرل عزرائیل کی گرفتاری اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری

دشمن خدا عزرائیل رومی اپنے گھوڑے کی ہلاکت کے بعد ایک دم بھاگا تاکہ اپنے لشکر کے پاس پہنچ کر اپنی جان بچا سکے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کا تعاقب کیا اور آپ یہ کہتے جاتے تھے: اے اللہ ﷻ کے دشمن! تو نے جس کے نام پر اپنا نام رکھا ہے تیرا وہ ہمنام (عزرائیل علیہ السلام فرشتہ) تجھ پر بڑا ہی غضبناک ہو رہا ہے اور دیکھ! وہ تیرے بالکل سر پر آ پہنچا ہے اور ابھی تیری روح قبض کرنے ہی والا ہے۔

آپ اس کی طرف مائل ہوئے اور اپنے زور سے اس کو زمین سے اچک کر اُوپر اٹھا لیا۔ آپ نے چاہا کہ اس کی چمڑی ادھیڑ دی جائے مگر جب رومیوں نے دیکھا کہ ان کا سپہ سالار شیر اسلام حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آ گیا ہے تو انھوں نے چاہا کہ سب ملکر دفاعی حملہ کر دیں اور اپنے سپہ سالارِ جنگ کو چھوڑا لیں کہ اچانک مسلمانوں کے لشکر اور اہل توحید کے ہراول دستے، امین الامت، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں یہاں پہنچنا شروع ہو گئے۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایک پیام بر اور قاصد بصرہ سے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا جو آپ کو راستہ میں ملا اور آپ اس کے ہمراہ اس وقت جبکہ عزرائیل کے ساتھ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی جنگ ہو رہی تھی، پہنچے۔ اہل دمشق (عیسائی فوج) نے جس وقت مسلمانوں کے لشکر دیکھے تو مرعوب ہو گئے اور ان کا حملہ کرنے کا ارادہ دھرے کا دھرا ہی رہ گیا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جنرل عزرائیل کو گرفتار کر کے قیدی بنا لیا۔

حضرت خالد اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما کی ملاقات

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جس وقت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچے تو گھوڑے سے اُتر کر پیدل چلنے کا ارادہ کیا۔ مگر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے آپ کو قسم دے کر روک دیا کہ ایسا نہیں کریں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے محبت فرماتے تھے۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف بڑھ کر سلام کیا، اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

بیٹا خلیفۂ رسول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکتوب گرامی کی آمد سے مجھے خوشی ہوئی، جب انھوں نے آپ کو مجھ پر امیر مقرر فرمایا اور آپ یقین کر لیں کہ میرے قلب میں آپ کے خلاف قطعاً کوئی خیال نہیں پیدا ہوا کیونکہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ عرب اور فارس کی جنگوں میں آپ نے دادِ شجاعت دیکر اپنا ایک مقام پیدا کیا ہے (جس سے ہم سب کے دلوں میں آپ کی بڑی قدر اور عزت ہے)۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں آپ کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتا اور آپ کے کسی قول اور فرمان کی مخالفت کا تصور بھی نہیں کر سکتا اللہ عزوجل کی قسم! اگر خلیفۃ المسلمین اور امامِ وقت کی اطاعت کا مسئلہ نہ ہوتا اور آپ رضی اللہ عنہ کا حکم نہ ہوتا تو میں کبھی بھی آپ کے تقدم فی الاسلام اور آپ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں خاص مقام کی وجہ سے اس عہدہ اور منصب کو قبول نہ کرتا۔

اس کے بعد دونوں نے مصافحہ کیا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لئے گھوڑا پیش کیا گیا اور آپ گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان دونوں رومی جرنیلوں کی اسیری اور گرفتاری اور اللہ عزوجل کی تائید سے دونوں کو نصیب ہونے والی فتح و نصرت پر باتیں کرتے ہوئے چلے یہاں تک کہ "دیر" کے مقام پر پہنچے۔ وہاں دونوں حضرات گھوڑوں

سے اتر آئے، مسلمانوں نے آپس میں ملنا شروع کیا اور ایک دوسرے کو سلام کیا۔

جب دوسرا دن ہوا، مسلمانوں نے جلوس نکالا اور سوار ہو کر نکلے۔ اہل دمشق (عیسائی) بھی آہستہ آہستہ میدان جنگ کی طرف بڑھنے لگے۔ آج رومی فوج کا امیر، بادشاہ روم کا داماد ''توما'' تھا جو ایک معتمد علیہ افسر تھا۔ جب رومی میدان جنگ میں پہنچے تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس قوم کے دلوں میں مسلمانوں کا رُعب بیٹھ چکا ہے۔ کل یہ خوب ذلیل و خوار ہو چکے تھے نیز ان دو سرداروں کی گرفتاری کی وجہ سے یہ کمزور ہو چکے ہیں پس میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی اور ہم بھی اس قوم پر مل کر حملہ کر دیں۔ آپ (حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ بالکل ٹھیک ہے، آپ حملہ کریں! میں آپ کے ساتھ ہوں۔

مسلمانوں نے ایک دم رومی فوج پر حملہ کر دیا۔ جب انھوں نے ایک آواز ہو کر نعرۂ تکبیر بلند کیا تو اللہ اکبر کی آوازوں سے غوطہ اور اس کے گردونواح گونج اٹھے تھے اور تکبیر کے ساتھ ہی رومیوں کا قتل شروع ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے دشمن کے ساتھ اس جانثاری کے ساتھ جہاد کیا کہ کفار کی عقلیں اڑ گئیں اور جبار و قہار مالک کو اس کے بندوں نے کفر و شرک کے بندوں کی سرکوبی کر کے خوش اور راضی کیا۔

حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اس حملہ میں ہمارے ایک ایک مردِ مجاہد نے کافر رومی فوج کے دس دس آدمیوں کو جہنم رسید کیا، وہ ایک گھنٹہ بھر بھی ہمارے مجاہدین کے آگے نہیں ٹھہر سکے کہ پیٹھ دکھا کر میدان سے بھاگنا شروع کر دیا اور ہم نے مقام ''دیر'' سے باب شرقی تک تعاقب کر کے ان کا قتل عام کیا۔ اہلِ دمشق نے جس وقت اپنے فوجیوں کو پسپا ہوتے ہوئے اور بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے شہر کے دروازے بند کر لئے تا کہ ایسے کم ہمت سپاہی اندر نہ گھسنے پائیں۔

شام کا نقشہ

دمشق

شام کے دارالحکومت دمشق کا قدیمی دروازہ

حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے [illegible] شہر کے [illegible] دروازہ تک پہنچ کر ان میں سے بعض کو قتل کر دیا

اور بعض کو گرفتار کر لیا اور پھر واپس اپنے کیمپ میں لوٹ آئے۔ یہاں آ کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میری رائے ہے کہ میں "باب شرقی" کا محاصرہ کر لوں اور آپ "باب جابیہ" کو اپنے محاصرہ میں لے لیں۔ آپ نے کہا واقعی آپ کی رائے نہایت صائب اور درست ہے۔

دمشق کا محاصرہ اور کلوص وعزرائیل کی ہلاکت

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: سہل بن عبداللہ بن رافع رحمۃ اللہ علیہ نے اَوس بن خطاب رحمۃ اللہ علیہ سے مجھے یہ روایت بیان کی ہے کہ حجاز، یمن، حضر موت، ساحل عمان، طائف اور مکہ معظمہ کے اردگرد کے علاقہ جات سے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو فوج آئی تھی اس کی تعداد سینتیس ہزار (37000) نفوس قدسیہ پر مشتمل تھی اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ فلسطین میں جو فوج تھی وہ نو ہزار (9000) تھی اور پندرہ سو (1500) مجاہدین عراق سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی معیت میں یہاں آئے تھے اس لئے مسلم افواج کی کل تعداد سینتالیس ہزار پانچ سو (47500) تھی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی ولایت میں جو لشکر تیار کیا تھا[1] وہ اس کے علاوہ ہے اس میں نصف فوج کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے ہمراہ لے کر شرقی دروازہ کا محاصرہ کر لیا اور نصف فوج حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہی جس سے انھوں نے باب جابیہ پر پڑاؤ کیا۔

بَرَدیٰ ندی
باب فرادیس
باب سلامہ
باب توما
باب جابیہ
باب شرقی
دمشق
باب صغیر
باب کیسان
تاریخ فتح: بروز اتوار، 15 رجب 14ھ، ستمبر 635ء
موجودہ شام کا نقشہ
دمشق

اسلامی فتح کے وقت دمشق کے دروازے

اہلِ دمشق نے جس وقت یہ صورتحال دیکھی تو وہ دلی طور پر سخت مرعوب ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عیسائی رومی فوج کے دونوں گرفتار شدہ جرنیلوں، کلوص اور عزرائیل کو طلب فرما کر اُن پر اسلام پیش کیا مگر ان بدبختوں نے اسلام کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، لہٰذا آپ نے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کو حکم صادر فرمایا کہ ان ازلی بدبختوں کی

[1] جس کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر آئے گا۔ (مترجم عفی عنہ)

گردنیں اڑادو۔ چنانچہ حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ نے آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ان دونوں کو کیفر کردار تک پہنچایا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مجھے معتبر اور باوثوق ذرائع سے یہ خبر پہنچی ہے کہ جنرل عزرائیل کو حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اور کلوص کو حضرت رافع بن عمیر طائی رضی اللہ عنہ نے جہنم رسید کیا تھا۔

اہلِ دمشق کو جب یہ خبر پہنچی تو انھوں نے روم کے بادشاہ، شاہ ہرقل کے نام ایک خط ارسال کیا جس میں اپنی شکست اور دونوں جرنیلوں کی گرفتاری اور بعدازاں ان دونوں کے قتل کر دیئے جانے کے بارے میں لکھا، نیز یہ بھی تحریر کیا کہ عرب مجاہدین نے باب شرقی اور باب جابیہ کا محاصرہ کر رکھا ہے اور وہ مع اپنی عورتوں اور بچوں کے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ اکثر زرخیز علاقے اور شہر مسلمانوں نے فتح کر لئے ہیں، ہماری یا تو بزور خبر لیجئے بصورت دیگر ہم اس شہر کو بھی ان کے حوالے کرنے پر مجبور ہوں گے۔ اپنے میں سے ایک آدمی کو یہ خط دے کر رات کے وقت رسی کے ذریعے قلعہ کی دیوار سے نیچے اتار دیا۔ ہرقل اس وقت انطاکیہ میں قیام پذیر تھا، جس وقت اسے یہ خط موصول ہوا، اس نے خط پڑھا تو خط ہاتھ سے پھینک دیا اور رونا شروع کر دیا پھر تمام سرداروں کا اجلاس بلایا اور ان کے سامنے یہ خطاب کیا:

ہرقل کا اپنی قوم کو خطاب

''اے بنو اصفر! میں نے تمھیں پہلے ہی متنبہ کیا تھا، کہ ان عربوں سے بچو! اور میں نے تمھیں بتایا تھا کہ یہ عرب میرے اس تخت تک سارے ملک کے مالک بن جائیں گے، اس وقت تم لوگوں نے میری بات کا مذاق اڑایا تھا اور میرے قتل تک کا تم نے ارادہ کیا، اب یہ قحط زدہ اور خشک سالی کے ستائے ہوئے لوگ اپنے ویران و بنجر علاقوں سے نکل کر جہاں ان کو مکئی باجرہ، جو اور کھجوریں کھا کر گزر اوقات کرنا پڑتی تھی، ہماری سرسبز و شاداب کثیر الاشجار اور زرخیز و پھل دار درختوں والی زمین کے علاقہ میں آپہنچے ہیں، یہاں کی آب و ہوا انھیں خوب راس آئی ہے وہ ہمارے ملکوں اور شہروں میں دل لگا کر مستقل ڈیرے جما بیٹھے ہیں ان کو یہاں سے نکالنے اور واپس ان کے ملک کی طرف دھکیلنے کے لئے سخت معرکہ آرائی اور عزم قوی کی ضرورت ہے، اگر میرے لئے عار نہ ہوتی تو میں شام کو خدا حافظ اور خیر باد کہہ کر یہاں سے ترک سکونت اور رحلت کر جاتا اور قسطنطنیہ جا بستا یا خود ان کی طرف خروج کرتا اور اپنے اہل خانہ کے دفاع کے لئے ان سے جنگ کرتا۔''

ارکان سلطنت اور سردارانِ قوم نے یک زبان ہو کر کہا:

اے بادشاہ سلامت! اہل عرب کی شدت اور جارحیت تا ہنوز اس حد تک نہیں پہنچی کہ جناب والا کو خود بنفس نفیس ان کے مقابلہ کے لئے میدان میں نکلنا پڑے بلکہ کسی جنرل صاحب کو ان کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا جا سکتا

ہے ہم سب میں ان جیسا جنگجو مرد میدان اور فنِ حرب کا ماہر کوئی نہیں ہے جس وقت اہل فارس نے ہمارا قصد کیا تھا تو آپ اپنی آنکھوں سے ان کے مقابلہ میں وردان کی جنگی مہارت کے جوہر دیکھ چکے ہیں اور اہلِ فارس سے لڑائی میں اسے دادِ شجاعت دیتے ہوئے مشاہدہ فرما چکے ہیں۔

قوم کی تجویز اور ''وردان'' کا انتخاب

ہرقل (شاہ روم) نے گورنر حمص وردان کو بلا کر اہل عرب سے مقابلہ کرنے کو کہا، وردان نے جواب دیا کہ اگر مجھے آپ کی ناراضگی اور غصہ کا ڈر نہ ہوتا تو میں اہل عرب سے جنگ کے لئے کبھی تیار نہ ہوتا، کیونکہ آپ نے مجھے تمام امرائے روم کے پسِ پشت پھینکا اور اب تک نظر انداز کئے رکھا ہے اور ہر ریاست کے گورنر اور سردار سے مجھے پیچھے رکھا ہے۔

بادشاہ نے کہا: تمھارے مؤخر رکھنے میں اور سب کے آخر میں تم سے یہ کام لینے میں یہی مصلحت تھی کہ دراصل تم ہی میری شمشیر ہو اور تم ہی کو میں اپنا پشتِ پناہ قرار دیتا ہوں، اب تمھیں چاہئے کہ فوراً کسی تاخیر کے بغیر اس مہم کے لئے تیاری کرو، میں بارہ ہزار رومیوں کی نفری پر تمھیں سردار مقرر کرتا ہوں، جب تم ''بعلبک'' کے مقام پر پہنچو تو جو لشکر ''اجنادین'' کے کیمپ میں موجود ہو اسے ارض بلقاء، جبال السواد پر الگ الگ متعین کر کے یہ حکم دینا کہ وہ عمرو بن عاص کے کسی فرد کو ''خالد بن ولید'' کے لشکر میں شریک اور شامل نہ ہونے دے ان کی وہیں ناکہ بندی کرلو۔

وردان نے کہا: مجھے برضا ورغبت یہ منظور ہے میں آپ کو تب تلک منہ نہیں دکھلا سکتا جب تک خالد بن ولید اور اس کے ساتھیوں کے سر لے کر آپ کے پاس نہ آؤں، اس کے بعد بھی میں آرام سے نہیں بیٹھوں گا، بلکہ اس محاذ سے فارغ ہوتے ہی میرا اگلا ہدف حجاز ہوگا اور جب تک مکہ اور مدینہ [1] کی اینٹ سے اینٹ نہ بجا دوں (خاک بدہن۔ مترجم) آپ کے پاس نہیں آسکتا۔

بادشاہ نے کہا: قسم ہے انجیل مقدس کی! اگر تو نے اپنے اس قول اور وعدہ کو پورا کر دکھایا تو میں ان تمام ممالک کو جو عربوں نے فتح کر لئے ہیں، تجھے جاگیر میں بخش دوں گا اور ساتھ ہی ایک وصیت، دستاویز کے طور پر تحریر کر کے تمھارے سپرد کر دی جائے گی کہ میرے بعد میرے ولی عہد تم ہی ہو گے اور تم ہی میرے بعد یہاں کے بادشاہ ہو گے۔

[1] زادھما اللہ تعالیٰ عزاً و شرفاً۔ (مترجم عفی عنہ)

وردان کی جانب
دمشق روانگی

وردان کی جانبِ دمشق روانگی

ہرقل، بادشاہ نے جنرل وردان کو نئے منصب کے نشان عطا کئے۔ پیٹی باندھی اور ایک گولڈن صلیب جس کے چاروں کناروں پر چار نہایت قیمتی یاقوت جڑے ہوئے تھے، دیتے ہوئے کہا: جس وقت دشمن سے مقابلہ ہو تو اسے اپنے آگے رکھنا، اس کی برکت سے تجھے فتح ونصرت ہوگی!

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جنرل وردان صلیب وصول کرنے کے بعد اسی وقت کنیسہ (چرچ) میں گیا اور ماء المعمودیہ میں غوطہ لگایا (اشنان کیا) شب بھر پادریوں اور لاٹ پادریوں نے فتح ونصرت کی دعائیں مانگیں اور اس کو مختلف خوشبوؤں کی دھونیاں دی گئیں جیسا کہ کنیسہ اور چرچ میں اس دھونی اور تبخیر کا رواج اور ان کے ہاں مذہبی رسم ہے۔ مذہبی رسومات کے بعد وردان نے اسی وقت شہر سے باہر نکل کر لشکر کو ترتیب دینے کی غرض سے خیمے نصب کرائے۔ روم کے چند منتخب نفوس کو اپنی معیت کے لئے نامزد کیا۔

جب تمام سامان کا بندوبست مکمل ہو گیا اور مطلوبہ تعداد میں فوج کی بھرتی مکمل ہو چکی، تو شاہ روم خود مع ارکان سلطنت فوج کو "جسر حدید"[1] تک الوداع کہنے آیا۔ جنرل وردان رخصت ہو کر "مَعَرَّات" کے راستہ سے ہوتا ہوا "حُمَّاۃ" پہنچا۔ خود وہاں پڑاؤ کیا اور اترتے ہی ایک قاصد کو یہ حکم نامہ دیکر "اجنادین" کی طرف بھیجا کہ وہاں موجود فوج کو میرا یہ پیغام اور حکم ہے کہ تمام راستوں پر پھیل جاؤ اور "اجنادین" سے مسلمانوں کے کسی فرد کو باہر نہ جانے دیا جائے، فوراً تمام راستوں کی ناکہ بندی کر کے پہرہ سخت کر دو، "عمرو بن عاص" کی فوج کو "خالد بن ولید" کی طرف ہرگز نہ پہنچنے دیا جائے۔

قاصدوں کو روانہ کرنے کے بعد تمام سرداروں اور کمانڈروں کو اس نے اپنے پاس طلب کیا اور ان کو جمع کر کے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ ان عربوں پر ان کی غفلت میں چھاپہ ماروں اور سب کو گرفتار کروں! اس طرح سارے عربی فوجی ہمارے چنگل میں پھنس جائیں گے اور ان میں سے کوئی ایک شخص بھی بچ کر نہیں جا سکے گا!

تمام افسروں نے اس رائے پر صاد کیا اور اسے صائب (درست) قرار دیا۔ جب رات ہوئی تو وردان نے

[1] لوہے کا پل جو وہاں بنا ہوا تھا۔ (مترجم عفی عنہ)

''سَلْمِینَہ'' اور'' وادی الحیاۃ'' کے راستہ سے اپنے ہدف کی طرف سفر کی راہ لی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مکمل سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

مجھے شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے خبر دی ہے کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے رومیوں کے دونوں سپہ سالاروں عزرائیل اور کلوص کو قتل کر دیا تو آپ نے لوگوں کو حکم دے دیا تھا کہ دمشق کی طرف حملہ کے لئے چل دو۔ فرماتے ہیں ہم لوگ چل دیئے اور ہمارے آگے آگے ایسے مردانِ عرب چل رہے تھے جن کے ہاتھوں میں چرمی ڈھالیں تھیں، جن کو وہ پتھروں اور تیروں سے بچاؤ کے لئے استعمال کرتے تھے۔

اہلِ دمشق نے جب ہماری طرف دیکھا کہ ہم برابر ان کی طرف بڑھ رہے ہیں تو انھوں نے ہم پر پتھروں اور تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ یمنی عرب بھی ان پر تیراندازی کر رہے تھے۔ رومیوں نے شور و ہنگامہ اور آہ و فریاد کرنا شروع کر دی ہم نے ان کا محاصرہ اور گھیرا تنگ کر دیا تو انھیں اپنی ہلاکت کا کامل یقین ہوگیا۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اہل دمشق کا محاصرہ کئے بیس روز گزر چکے تھے کہ ناوی بن مرہ رضی اللہ عنہ ہمارے پاس پہنچے اور انھوں نے اطلاع دی کہ ''اجنادین'' میں روم والوں نے ایک بہت بڑی جمعیت لا کر جمع کر دی ہے نیز انھوں نے رومی لشکر کی کثرت و بہتات کو بھی بیان کیا۔

راوی فرماتے ہیں: حضرت خالد رضی اللہ عنہ سوار ہوکر باب شرقی سے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس باب جابیہ گئے اور آپ سے مشورہ کیا اور کہنے لگے: اے امین الامۃ! میری رائے یہ ہے کہ ہم یہاں سے ''اجنادین'' کی طرف کوچ کر جائیں اور وہاں سے رومیوں پر چڑھائی کریں اور جب اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر فتح دے گا تو دوبارہ یہاں لوٹ آئیں گے!

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ یہ کس لئے فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس لئے کہ آج ہم نے انھیں جنگ کا خوب مزہ چکھایا ہے اور ہمارا گھیرا ان پر تنگ ہو رہا ہے اور ہمارا رعب ان کے دلوں میں اچھی طرح بیٹھ چکا ہے، اب اس عالم میں اگر ہم کوچ کر جائیں اور ان کو مہلت دیئے جائیں گے تو یہ زخمی سانپ قوت پکڑ جائیں گے اور اپنی جمعیت کو ہمارے خلاف مجتمع کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور دوبارہ کبھی ہمارے لئے اس منزل پر آنا ممکن نہیں رہے گا۔ لہٰذا میری رائے میں ہمیں اب اس جگہ سے ایک بالشت بھر بھی اِدھر اُدھر سرکنا مناسب نہیں ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا کہ میں آپ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا جیسے آپ کا امر ہو۔

اور پھر آپ گھوڑے پر سوار ہوکر اپنے کمانڈروں کے پاس بابِ شرقی پر تشریف لائے۔ دروازوں پر متعین کمانڈروں کو پیغام بھیجا کہ اہل دمشق پر حملوں میں شدت پیدا کر دو اور زوردار حملوں کے ذریعے آگے بڑھو اور آپ نے خود بھی بابِ شرقی کی طرف سے بھرپور حملہ کر دیا اور اہل ایمان کو جہاد کی ترغیب دی اور بھرپور اور شدت کے ساتھ حملہ کرنے پر ابھارا۔ اہل دمشق نے جتنی سختی آج دیکھی اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ سپہ سالار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دیتے، انھیں جنگ پر برانگیختہ کرتے، خود حملہ کرتے اور مندرجہ ذیل رجزیہ اشعار پڑھ پڑھ کر مجاہدوں کو آمادہ کرتے اور ان کے حوصلے بڑھاتے:

- کون شخص حضرت ابوبکر عتیق رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچائے گا کہ ہم رومیوں کے لشکروں کے ساتھ جنگ کر رہے ہیں۔
- اللہ عزوجل نے منع فرمایا ہے مگر یہ کہ میں کفار کے لشکروں کو تہہ و بالا کر دوں۔ اور اپنے نیزوں کی پیاس ان کے سرداروں اور سرکردہ کمانڈروں کے خون سے سیراب کر کے بجھاؤں۔
- اور بہت سے مقتول ابھی زمین پر خاک و خون میں لوٹا دوں اور بہت سے دوست اپنے دوستوں کی جُدائی اور چھوڑنے پر روتے پھریں۔

مسلمان رزم کو بزم سمجھ کر بڑھ بڑھ کر حملہ کرتے اور قربانی کے لئے خود کو پیش کرتے۔ اکیس روز تک اسی طرح مسلسل جنگ ہوتی رہی۔ چونکہ رومی قلعہ میں بند تھے اس لئے دن بدن ان کا حال بد سے بدتر ہوتا چلا جا رہا تھا۔ محاصرے نے طول کھینچا، جنگ کی مدت دراز ہوگئی۔ ہرقل بادشاہ کی طرف سے کمک آتی دکھائی نہ دی تو اہل دمشق نے صلح کا عزم کیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ہزار اوقیہ چاندی، پانچ سو اوقیہ سونا اور ایک سو جوڑے ریشم کے کپڑے کے، صلح کے عوض دینے کا کہہ کر قاصد کو بھیجا اور کہا کہ مسلمانوں کے ''سپہ سالار اعظم'' کو کہیں کہ ہم یہ چیزیں آپ کو ادا کریں گے اگر آپ محاصرہ ختم کر کے ہمارے شہروں کا انخلاء کر دیں اور اپنی فوجوں کی واپسی کا یقین دلا دیں!

آپ نے اس کا انکار کر دیا اور فرمایا: ان چیزوں پر صلح نہیں ہوسکتی اور نہ یہ ہمارا مشن ہے۔ ہم مسلمانوں کا تو اُصول ہے کہ اسلام قبول کرلو، یا جزیہ ادا کرو، ورنہ پھر جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ قاصد لوٹ گیا اور اس نے اپنی قوم کو جب اس بات کی اطلاع دی تو ان پر یہ شرائط بڑی گراں گزریں۔

عروہ بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل دمشق حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی بہ نسبت زیادہ مائل تھے اور اس زیادہ میلان کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ایک سِن رسیدہ خداترس بزرگ اور متقی شخص تھے۔ نیز آپ ان سے صلح کا وعدہ فرما چکے تھے جبکہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ جنگجویانہ طبیعت کے مالک، شمشیر زنی کے شائق!! اور پھر آپ ان کو جنگ اور قتال کی دھمکی دے چکے تھے اسی اثناء میں کہ جب بطلِ اسلام حضرت خالد رضی اللہ عنہ لوگوں کو جنگ کا حکم دے چکے تھے، آپ نے اہل دمشق کی طرف دیکھا کہ وہ تالیاں بجا رہے ہیں رقص کر رہے ہیں اور فتح کے نعرے لگا رہے ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہ منظر دیکھ کر متعجب ہوئے دریافت کیا کہ باعث کیا ہے؟ اور جب آپ نے قلعہ کی دیوار کی طرف نظر کی تو معلوم ہوا کہ جو لوگ دیوار پر [illegible] کی طرف اشارے کر رہے ہیں۔ لہٰذا آپ نے

دور سے ایک ایسا گرد و غبار اٹھتا ہوا دیکھا جس کی ظلمت سے اُفق پر تاریکی چھائی جا رہی ہے۔ آپ سمجھ گئے کہ اہلِ دمشق کی امداد پہنچ آئی ہے اور روم کے بڑے شیطان نے اپنے چیلوں چانٹوں اور خدا کے باغیوں اور سرکشوں کی امداد کے لئے جو فوج روانہ کی، وہ قریب آ گئی ہے۔ یہ دیکھ کر آپ نے فوراً مسلمانوں کو ہوشیار کیا، تیاری کا حکم فرمایا۔ بہادرانِ اسلام نے ننگی تلواریں، برچھے سنبھالے، گھوڑوں کی پیٹھ پر سوار ہوئے، ہر دستہ اپنے افسر کے پاس اور ہر رسالہ اپنے سردار کے زیرنگیں کھڑا تھا۔ مخبروں نے آ کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ ہم نے پہاڑ کی گھاٹیوں سے ایک لشکر جرار کو دیکھا ہے، یقیناً وہ روم ہی کا لشکر ہو سکتا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر " لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ " پڑھا یعنی تمام تر طاقت اور قوت و حرکت کا سرچشمہ اللہ پاک کی ذات ہے، لہٰذا گھبرانے اور ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔

وردان کا بیت لہیا میں پہنچنا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو باب شرقی پر چھوڑا اور اپنے تیز گام گھوڑے پر سوار ہو کر فوراً سے پیشتر بابِ جابیہ پر پہنچ کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ میٹنگ کی اور جنگ کی تازہ ترین صورت حال کے بارے آپ کو بریف کیا اور کہا یا امین الامت! میرا ارادہ بنتا ہے کہ ہم مل کر ایک دم اکٹھے ہلہ بول دیں اور تعاون سے جنگ شروع کریں آگے جیسے آپ کی رائے ہو!

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری یہ رائے نہیں ہے کیونکہ اگر ہم یہاں سے چل پڑے اور یہ مقام خالی چھوڑ گئے تو وہ ہماری جگہوں پر قبضہ کر لیں گے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کہنے لگے: تو پھر آپ کیا مشورہ دیتے ہیں؟

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم ایک جری، بہادر اور فن حرب کا ماہر مردِ میدان چن کر روانہ کرو، اگر وہ ان سے مقابلہ کی طاقت و ہمت اور کامیابی کی اُمید نظر آتی دیکھے تو ٹھیک ہے، ورنہ ہمارے پاس واپس لوٹ آئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سنی تو کہا: اے امین الامت! میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جو موت سے نہیں ڈرتا ہے، وہ مردوں سے لڑنے اور پہلوانوں سے بھڑنے کا فن جانتا ہے، اس کا باپ اور چچا جہاد میں ہی شہید ہوئے ہیں [1] حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ وہ کون مرد مجاہد ہے؟

آپ نے کہا: حضرت ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ، جو سنان بن طارق رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: واللہ! تمہارے حسن انتخاب کی داد دینی پڑتی ہے، واقعی حضرت ضرار رضی اللہ عنہ تجربہ کار اور کردار کا غازی مرد مجاہد بہادر سپاہی ہے اسے

[1] گویا شجاعت و بہادری اس کو ورثے میں ملی ہے اور جہاد و قتال [illegible] گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

تیار کر کے فوراً روانہ ہونے کو کہو۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ باب شرقی سے لوٹے اور آپ نے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ آپ آئے، سلام کیا اور حکم سننے کے منتظر ہوئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن ازور رضی اللہ عنہ! میرا ارادہ ہے کہ تم کو پانچ ہزار ایسے شہسوار دے کر رومی فوج سے آگے بڑھ کر مقابلہ کے لئے بھیجوں، جن نوجوانوں نے اپنی جانوں کا سودا اللہ رب العزت سے اسکی جنت کے عوض کر لیا ہے اور جنھوں نے دارِ آخرت کو دنیا کے مقابلہ میں اپنے لئے چن لیا ہے۔ اگر تم اپنے اندر مقابلے کی طاقت اور لڑائی کی ہمت پاؤ تو مقابلہ کے لئے ڈٹے رہنا ورنہ واپس چلے آنا۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابن ولید رضی اللہ عنہ! وا فرحتاہ! یہ تو میرے لئے بڑی فرحت اور خوشی کی بات ہے کہ آپ نے مجھے اپنے اللہ جلّ شانہٗ کی راہ میں اللہ عزوجل کے دشمنوں کے مقابلہ کے لئے چُنا ہے آپ نے آج میرے دل کو اتنا خوش کیا ہے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں کیا تھا۔ بلکہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اکیلا تن تنہا اس کام کو انجام دینے کے لئے باذن اللہ تعالیٰ تیار ہوں گا۔

آپ نے فرمایا: مجھے اپنی جان کی قسم! واقعی تم اتنے ہی بہادر اور مضبوط دل گردے کے مالک ہو، مگر اللہ عزوجل کا امر تمہارے لئے یہ ہے کہ ''تم اپنی جان کو خود ہلاکت میں مت ڈالو''، لہٰذا جن بہادروں کو میں نے تمہارے ساتھ جانے کے لئے منتخب کیا ہے، ان کو اپنی معیت میں لے کر چلو۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کا وردان سے مقابلہ کے لئے روانہ ہونا

کہتے ہیں کہ حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ نے سامان لیا اور تیار ہو کر جلدی سے چلنے لگے مگر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنی جان پر نرمی کرو تمہارے ساتھ جانے والا لشکر تیاری تو کر لے! تھوڑا سا صبر کرو۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ عزوجل کی قسم! اب مجھ سے ٹھہرا نہیں جاتا جو شخص جانتا ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی راہ میں جہاد کرنے میں خیر و برکت رکھی ہے، وہ مجھ سے خود آ ملے گا، میں تو چلتا ہوں۔

یہ کہہ کر حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ بہت تیزی سے چلے۔ یہاں تک کہ جب آپ بیت لَہیا● پہنچے تو وہاں ٹھہر گئے تاکہ آپ کے ساتھی بھی پہنچ جائیں۔

جس وقت آپ کا دستہ مکمل ہو چکا تو آپ کی نظر پڑی کیا دیکھتے ہیں کہ پہاڑیوں سے رومی لشکر اس طرح اتر رہا ہے جس طرح ٹڈی دل لشکر منتشر ہو۔ انھوں نے زرہیں پہنی ہوئی ہیں اور ان کی زرہیں اور خود سورج کی روشنی میں چمک

● بیت لَہیا: یہ ۔۔ جگہ ہے جہاں آدم نے ۔۔ [illegible]

رہی ہیں جب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ؓ نے انھیں دیکھا تو حضرت ضرار بن ازور ؓ سے کہنے لگے: "بخدا یہ لشکر بہت بڑا ہے درست فیصلہ یہ ہے کہ ہمیں واپس لوٹ جانا چاہئے!"

حضرت ضرار ؓ نے فرمایا: اللہ ﷻ کی قسم! میں اللہ ﷻ کی راہ میں برابر لڑتا رہوں گا اور جن لوگوں نے اللہ ﷻ کی طرف رجوع کیا ہے، ان کی اتباع کروں گا۔ اللہ ﷻ مجھے اپنے فضل وکرم سے کبھی دشمن کے مقابلہ سے پشت دے کر بھاگتے نہیں دیکھے گا اور اللہ ﷻ مجھے کبھی پیٹھ پھیرنے والا اور جنگ سے انحراف کرنے والا نہیں پائے گا کیونکہ اللہ ﷻ فرماتا ہے: ﴿فَلَا تُوَلُّوا الْاَدْبَارَ﴾ "تم پیٹھ نہ پھیرو۔" اور اگر میں پشت دے کر بھاگ جاؤں گا تو میں اللہ ﷻ کا نافرمان کہلاؤں گا اور گنہگار رہوں گا۔

حضرت رافع بن عمیرہ ؓ نے کہا: اے لوگو! ان بے ایمانوں، بے دینوں سے کیا ڈرنا؟ کیا اللہ ﷻ نے تمھاری بہت سے مقامات پر مدد نہیں فرمائی؟ اور یاد رکھو! اللہ ﷻ کی نصرت وتائید صبر کرنے کے ساتھ مقرون اور ملی ہوئی ہے اور ہمارے مختصر سے دستوں نے کتنی مرتبہ دشمنوں کے کتنے بڑے بڑے جتھوں کو شکست سے دوچار کیا ہے، تم بھی اگلوں کی نسبت اوران کے طریق کی اتباع کرو اور مدد کے لئے اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں تضرع وزاری کرو اور جیسے اصحاب طالوت نے جنگ کے دن جالوت کے مقابلہ کے لئے دعا مانگی تھی تم بھی مانگو "رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا" اور یہ آیت کریمہ پڑھو:

﴿كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً م بِاِذْنِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝﴾

"بارہا کم جماعت غالب آئی زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔"[1]

حضرت رافع بن عمیرہ ؓ کی تقریر سن کر ان لوگوں کے دلوں میں تحریک پیدا ہوئی اور آپ کی تقریر نے مسلمان مجاہدین کو ایک نیا جوش اور ولولہ عطا کیا۔ ان کی زبانوں پر یہی جاری تھا کہ "باری تعالیٰ ہمیں میدان سے بھاگتے ہوئے نہ دیکھے! ہم اللہ ﷻ کے دشمن کافروں کے ساتھ ضرور لڑیں گے!"

حضرت ضرار ؓ نے جس وقت قوم کی زبان پر جاری یہ کلمات سماعت فرمائے تو آپ کو یقین ہوگیا کہ انھوں نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دے دی ہے، تو آپ انھیں لے کر ایک کمین گاہ میں "بیت لہیا" کے قریب چھپ گئے اور ان کے نشانات وآثار مٹا دیئے۔ حضرت ضرار ؓ اس وقت ننگے بدن[2] ہاتھ میں ایک لمبا نیزہ لئے ہوئے اسپ تازی (عربی گھوڑے) پر سوار رومیوں کے لشکر کی تاک میں کھڑے تھے۔

---

[1] پارہ 2، البقرة 249، ترجمہ کنز الایمان

[2] آپ کے جسم پر قمیص نہ تھی ستر چھپا ہوا تھا۔ (مترجم عفی عنہ)

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ سلامہ بن خویلہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں:

حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کے دستہ میں اس وقت میں بھی موجود تھا۔ آپ برہنہ تن ایک نیزہ دراز ہاتھ میں پکڑے عربی گھوڑے پر سوار، شوق شہادت میں کھڑے ہوئے تھے۔ جس وقت رومیوں کا لشکر آپ کے قریب پہنچا تو سب سے پہلے آپ دشمن پر جھپٹے اور نعرۂ تکبیر بلند کیا، مسلمانوں نے آپ کے نعرۂ تکبیر پر لبیک کہا اور اللہ اکبر کی فلک شگاف صداء اور گونج سے مشرکوں کے دل دہل گئے اور ان پر ایک گونہ رعب سا چھا گیا۔ آپ نے ایک دم ان پر حملہ کر دیا۔

حضرت سلامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رومی فوج کی طرف دیکھا تو حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اس ہیئت کذائی کے ساتھ نیزہ لئے عربی گھوڑے پر سوار رومیوں کے مقدمۃ الجیش (فرنٹ کور) میں شعلۂ جوالہ کی مانند دورہ پر ہیں۔ وردان چونکہ اسی ہراول دستہ میں تھا، صلیبیں اور جھنڈے ایک دوسرے سے مربوط اس کے سر پر متعین جانباز بہادر جو اس کے پسینہ کی جگہ اپنا خون بہانے والے تھے، اس کو اپنے حلقہ میں لئے ہوئے تھے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے اندازہ فرما لیا کہ رومیوں کا سپہ سالار یہی شخص ہے۔ یہ سوچ کر آپ نے ان کے ہراول دستہ کے سپاہیوں کو مقابلہ کی دعوت دی اور فرمایا: هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ؟ "ہے کوئی جو میرے مقابلہ کے لئے میدان میں نکلے؟" اور نہایت بے جگری کے ساتھ لشکر کے قلب پر حملہ کر دیا۔ ہارٹ لائن پر جو سوار علم بلند کئے ہوئے تھا، اس کے ایک ایسا جچا تلا نیزہ مارا کہ سینہ سے پار ہو گیا۔ علم اس کے ہاتھ سے گرا اور وہ بھی گھوڑے سے نیچے آ گرا۔ آپ دوسری طرف پلٹے اور دستہ کے میمنہ (رائٹ) پر حملہ کر کے ایک کا کام تمام کر گئے۔ قلب پر پڑنے ہی کو تھے کہ وردان جس کے سر پر ایک برزون (مخلوط النسل) گھوڑے پر سوار شخص ہیروں اور موتیوں سے مُرَصع علم اور صلیب اٹھائے کھڑا تھا، آپ نے اسے دیکھا تو اس کو ایک برچھا مارا جو اس کے پہلو کو چیرتا ہوا انتڑیوں تک پہنچ گیا اس کے ہاتھ سے صلیب زمین پر گر پڑی اور لڑکھڑا کر جہنم میں پہنچ گیا۔

جنرل وردان نے جب دیکھا کہ صلیب ٹوٹ کر زمین پر گر پڑی ہے تو اپنی تباہی و بربادی کی دلیل سمجھ کر گھوڑے سے اتر کر یا جھک کر اس کو اٹھانے کا ارادہ کیا مگر چند مسلمانوں نے فوراً اس کو گھیرا ڈال لیا تا کہ صلیب لے لیں۔ وردان کے لئے صلیب کا اٹھانا ممکن نہ رہا۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے، حالانکہ آپ عین حالت جنگ میں تھے، مسلمانوں سے فرمایا:

"اے گروہ مسلمین! صلیب کو اٹھانے کے لئے تم جان کو مصیبت میں نہ ڈالو اور اس کی طمع کرنا ہمارا مقصد نہیں ہے، میں جس وقت اس رومی کتے اور اس کے ساتھیوں سے فراغت پاؤں گا تو اس کو بھی دیکھ لوں گا!"

جنرل وردان عربی زبان سمجھتا تھا، جس وقت اس نے یہ الفاظ سنے تو قلب لشکر سے نکل کر بھاگ جانے کا ارادہ کیا مگر اس کی فوج کے افسروں نے آگے بڑھ کر کہا "جنرل صاحب! آپ کہاں بھاگ رہے ہیں؟"

اس نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے کہا: میں اس جن سے جان بچا کر فرار کی کوشش کر رہا ہوں! کیا تم

نے اس سے خوفناک اور ہولناک صورت کا آدمی کبھی دیکھا ہے، یہ کوئی آدمی اور انسان تو نہیں یہ تو کوئی دیو بھوت ہے!

راوی کہتا ہے: شیرِ اسلام حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے جب اُسے رُخ پھیر کر فرار ہونے کی طرف مائل دیکھا تو فوراً سمجھ گئے، آپ نے زور سے مسلمانوں کو آواز دی۔ نیزہ سیدھا کر کے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور قریب تھا کہ اس کو دبوچ لیتے کہ رومیوں نے چلاّ چلاّ کر آپ کی طرف گھوڑوں کی باگیں پھیر دیں اور انھوں نے اپنے سپہ سالار کو گھیرے میں لے لیا۔

آپ اس وقت حسب ذیل رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے:

ترجمہ اشعار:

❀ موت برحق ہے اس سے میرے لئے کوئی مفر مقر [1] نہیں یہ اور جنت الفردوس بہترین منزل ہے۔ [2]

❀ اے حاضرین تم گواہ رہنا میرا یہ لڑنا اور میرے یہ تمام کارنامے خالص اللہ عزوجل کی خوشنودی اور رضاجوئی کے لئے ہیں جو انسان کا مالک ہے۔

پھر (شعر پڑھتے پڑھتے) آپ نے صفوں کو چیرتے ہوئے قوم کے اندر گھس کر ان پر زوردار حملہ کر دیا۔ آپ کے حملے کے ساتھ دوسرے مسلمانوں نے بھی حملہ کر دیا۔ آپ کو تو بس وردان کی تلاش تھی۔ رومی بہادروں اور شہ زوروں نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا۔ آپ دائیں بائیں ہر طرف سے مخالف حملوں کو روک کر اپنا دفاع کرتے اور چاروں طرف لڑ رہے تھے۔ آپ جس کو بھی برچھا مارتے اس کی جڑ کاٹ کر رکھ دیتے اور جو گھوڑسوار بھی آپ کی طرف بڑھتا، آپ اس کو خاک و خون میں لوٹا دیتے۔ اس طرح کرتے کرتے آپ نے بہت سارے رومی بہادروں اور سورموں کو ڈھیر کر دیا اور بڑے بڑے جانبازوں کو جہنم رسید کر کے ان پر حاوی رہے۔ آپ نے قومِ مسلم کو اونچی آواز میں پکارا کہ مسلمانو!

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ۝﴾

''بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انھیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا باندھ کر گویا وہ عمارت ہیں رانگا پلائی۔'' [3]

مسلمانوں کے آپ کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی رومیوں کا لشکر شور و غل کرتا ہوا بڑھا۔ مسلمان بھی ان کی طرف چلے، گھمسان کا رَن پڑا اور زوردار معرکہ آرائی شروع ہو گئی۔ جنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے کہ ہمدان [4] بن وردان،

---

[1] جائے فرار و پناہ گاہ۔

[2] نوٹ: بعض نسخوں میں دوسرا مصرعہ (وجنة الفردوس خير من سقر) اس کا معنی ہے ''اور جنت الفردوس جہنم سے بہتر ہے۔''

[3] پارہ 28، الصف 4، ترجمہ کنزالایمان [4] ایک نسخہ کے مطابق ہمدان ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ تک پہنچ گیا۔ آپ کے زور سے ایک تیر مارا جو آپ کے بائیں بازو میں لگا آپ کا ہاتھ کمزور ہو گیا اور سخت درد محسوس ہونے لگا، مگر آپ کا حوصلہ بلند رہا۔ بپھرے ہوئے شیر کی طرح پوری ہمت کے ساتھ ابن وردان پر حملہ آور ہوئے، نیزہ سنبھال کر تان کے اس کے سینہ پر ایسی مہارت سے مارا کہ دل کو چیرتا ہوا پار نکل گیا۔ جس وقت آپ نے نیزے کو اپنی طرف کھینچا اور باہر نکالنا چاہا تو وہ نہ نکلا کیونکہ نیزہ کا پھالا پیٹھ کی ہڈی توڑ کر مہروں سے بھی تجاوز کر گیا تھا۔ پھل ٹوٹ گیا اور لاٹھی باہر نکل آئی۔ رومیوں نے جب آپ کا نیزہ خالی دیکھا تو آپکی طرف طمع سے ٹوٹ پڑے اور سب آپ کی طرف لپکے اور جلدی سے گھیرا ڈال کر شیر کو قابو میں کرلیا اور سب نے مل کر آپ کو گرفتار کر کے قیدی بنالیا۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی گرفتاری پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ردعمل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے جب اپنے کمانڈر حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو کفار کے ہاتھوں میں گرفتار اور اسیر ہوتے دیکھا تو ایک نہایت شدت کے ساتھ زوردار حملہ کیا تاکہ آپ کو مشرکوں کے چنگل سے چھڑالیں، مگر اس کی راہ نہ پائی اور آپ کو رہا کرانے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ پھر مسلمانوں نے پسپائی اختیار کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے سامنے ایک مختصر تقریر کر کے ان کو پسپا ہونے سے روک دیا۔ آپ نے اپنے خطاب میں فرمایا:

"اے نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کے نگہبانو! اور قرآن کے حاملو! کدھر جاتے ہو؟ کیا تمھیں علم نہیں ہے کہ جو دشمن کے مقابلہ سے پشت پھیر کر بھاگتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو لے کر لوٹتا ہے اور بلاشبہ جنت کے کچھ دروازے ایسے ہیں جو نہیں کھولے جاتے مگر صبر کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں کے لئے، مسلمانو! صبر کرو، صبر کرو، ڈٹ جاؤ ڈٹ جاؤ اور یہ دیکھو میں تم سب سے آگے اور سب سے پہلے حملہ کرنے والا ہوں سنو تمھارا سپہ سالار اور سردار اگر گرفتار ہوا ہے یا قتل ہو گیا ہے تو یقیناً تمھارا اللہ تعالیٰ تو زندہ ہے اس پر تو کبھی موت نہیں آسکتی اور وہ تمھیں دیکھتا ہے اور تم اس کی نظر رحمت میں ہو۔"

راوی کہتے ہیں کہ مسلمان آپ رضی اللہ عنہ کے خطاب کے بعد دوبارہ میدان میں آگئے اور آپ کے ساتھ مل کر رومیوں پر حملے شروع کر دیئے اور انھوں نے تابڑ توڑ حملوں کے ذریعے بہت سارے مردوں کو قتل کر دیا اور رومیوں کے کافی سارے بہادروں کو خاک و خون میں لوٹا دیا اور بعض مسلمانوں نے بھی جام شہادت نوش فرمایا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی آمد اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی رہائی کے لئے کوشش

راوی کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ حضرت ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ گرفتار ہو گئے ہیں اور چند

مسلمان شہید ہو گئے ہیں تو آپ کو یہ سُن کر بہت صدمہ ہوا۔ آپ نے پوچھا: رومی کتنے ہیں؟ مخبر نے بتلایا کہ بارہ ہزار سوار ہیں۔

فرمایا: بخدا! اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ دشمن کی تعداد اس قدر زیادہ ہے تو میں ان کے مقابلہ کے لئے مسلمانوں کی اتنی مختصر سی جماعت کو کبھی جانے کی اجازت نہ دیتا اور انھیں ہلاکت کی طرف روانہ نہ کرتا۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ رومیوں کی اس فوج کا جنرل کون ہے؟ کہا کہ حمص کا گورنر جنرل وردان ہے اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے اس کے لڑکے حمران بن وردان کو بھی قتل کر دیا ہے۔ آپ نے پڑھا: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.

اور آپ نے مشورہ طلب کرنے کے لئے ایک شخص کو حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا۔ انھوں نے فرمایا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے جا کر کہو جس آدمی پر تم کو اعتماد ہو اس کی زیر قیادت کچھ فوج شرقی دروازہ پر چھوڑ کر خود دشمن کے مقابلہ کے لئے چلے جاؤ۔ مجھے اُمید ہے کہ وہ اُن کو چکّی کی طرح دَل کر رکھ دینگے اور پچھاڑ کر زمین پر پھینک دینگے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو جب یہ جواب موصول ہوا تو انھوں نے کہا: اللہ عزوجل کی قسم! میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں، جو اللہ عزوجل کی راہ میں اپنی جان دینے میں بخل کرتے ہیں۔ میسرہ بن مسروق عبسی رضی اللہ عنہ کو آپ نے ایک ہزار سوار دیکر فرمایا کہ تم یہیں رہو، اپنی جگہ کو نہ چھوڑنا اللہ عزوجل سے مدد مانگنا اور اسی پر توکل اور بھروسہ کرنا۔ حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''حُبًّا وَّكَرَامَةً (میرے لئے یہ سعادت ہے اور میں اس ڈیوٹی کو خوشی سے انجام دوں گا)۔'' اور انھوں نے فوراً اپنا منصب سنبھال لیا اس کے بعد آپ نے فوج کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:

بس اب گھوڑوں کی باگیں چھوڑ دو، نیزے سیدھے کر لو اور جب دشمن کے قریب پہنچو تو ایک متفقہ حملہ کر دو، ممکن ہے کہ ہم حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو چھڑا لینے میں اگر وہ زندہ ہیں، کامیاب ہو جائیں اور اگر خدا نہ کرے کہ دشمن نے ان کو عجلت کر کے شہید کر دیا ہے تو انشاء اللہ عزوجل ہم اُن کا بدلہ ضرور بالضرور دشمن سے لے کر رہیں گے۔ مجھے ذات باری تعالیٰ سے قوی اُمید ہے کہ وہ ہمیں ضرار رضی اللہ عنہ کے بارے میں صدمہ نہیں دے گا (وہ زندہ رہائی پائیں گے) آپ لوگوں کے آگے آگے رجز یہ اشعار پڑھتے ہوئے چلے جا رہے تھے:

ترجمہ اشعار:

- آج وہ دن ہے جس میں سچا کامیاب ہوگا، موت کے متعدد اسباب ہیں، موت جس طریق سے بھی آئے، سچے آدمی کو کیا ڈر ہے؟
- میں اپنے نیزے کی پیاس کو آنکھ کے خون سے بجھاؤں گا، خود اور ڈھال ہر دو کو پھاڑ ڈالوں گا، جو کچھ سبقت کرنے والے شخص نے پا لیا ہے میں بھی اس مقصود کو کل پالوں گا۔

راوی کہتا ہے: حضرت خالد رضی اللہ عنہ مندرجہ بالا اشعار ترنم سے پڑھتے ہوئے چلے جا رہے ہیں کہ اچانک آپ کی نظر ایک کمیت (سرخ اور سیاہ) گھوڑے پر پڑتی ہے جو بلند قامت کوتاہ گردن ہے اس پر ایک سوار نے اپنے ہاتھ میں ایک چمکدار دراز نیزہ لیا ہوا ہے، جس کی چال ڈھال سے دانائی مُتَرَشِّح ہوتی تھی اور اس کے باگیں کاٹنے اور پھیرنے سے شجاعت آشکارا ہوتی تھی۔ آپ نے دیکھا کہ وہ شہسوار اپنے عمدہ اور اصیل گھوڑے کی باگیں ڈھیلی چھوڑے زین پر اس طرح جم کر بیٹھا ہے جیسے اس کے اندر جوڑ دیا گیا ہو۔ زرہ کے اُوپر سیاہ کپڑا پہنے ہوئے ہے، سبز عمامہ کا پٹکا کمر سے باندھے ہوئے ہے جس کو اس نے اپنے سینے سے پشت تک ڈال رکھا تھا، فوج کے آگے آگے شعلہ جوالہ کی طرح جا رہا تھا۔ جس وقت آپ نے اُسے اس شان وشوکت کے ساتھ جاتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: اے کاش! کہ مجھے معلوم ہوسکتا کہ یہ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ شخص نہایت بہادر اور دلیر معلوم ہوتا ہے! یہ سوار سرعت رفتاری کے ساتھ سب سے آگے آگے مشرکین روم کی طرف چونکہ بڑھ رہا تھا، آپ نے بھی اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور تیزی سے اس کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ نہایت استقلال اور بہادری کے ساتھ دشمن سے لڑ رہے تھے کہ انھوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اپنی کمک کے لئے آتے دیکھا اور لشکر کے پہنچتے ہی اس سوار کو جس کی ہم ابھی تعریف وتوصیف کر چکے ہیں، رومیوں پر اس طرح گرتے ہوئے دیکھا جس طرح باز چڑیا پر گرتا ہے۔ اس کا ایک حملہ اس قدر شدید تھا جس نے رومی فوج کے اندر تہلکہ مچا دیا تھا، لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے اور پیش قدمی کرتے کرتے رومی لشکر کے وسط میں جا گھسا۔ وہ کوندتی ہوئی ایک بجلی تھی جو آنا فانا چند جوانوں کے سروں پر گرتی ہوئی چمکی، دو چار کو بھسم کر کے پانچ سات کے بدن پر گر کے پھر اسی جگہ نمودار ہوئی۔ اس سوار کا نیزہ جس وقت وسط لشکر میں سے ظاہر ہوا تو خون آلود تھا۔ اس کی چال ڈھال سے قلق واضطراب اور اس کی حرکات وسکنات سے افسوس وناامیدی ٹپکتی تھی، یہ اپنی جان کو چونکہ خطرات میں ڈال چکا تھا اس لئے ہلاکت کی پرواہ کئے بغیر دوبارہ پلٹا اور بڑھ کر اس بے جگری کے ساتھ نڈر ہو کر حملہ کیا کہ لوگوں کو کاٹتے، صفوں کو چیرتے، صف دری کرتے ہوئے بہادروں کی صف میں ہلچل اور کھلبلی ڈال دی اور اتنا آگے نکل گیا کہ اپنے لشکر والوں کی نظروں سے اُوجھل ہو گیا مگر اس کو چین تھا کہ کہیں مل نہیں رہا تھا، مسلسل اس کے اضطراب میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔

حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی مجاہدوں کا خیال یہ تھا کہ یہ حضرت سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے سوا ایسے کارہائے نمایاں کون انجام دے سکتا ہے، یہ اسی خیال میں تھے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ہمراہ تشریف لاتے ہوئے دکھائی دیئے۔ حضرت رافع بن عمیرہ رضی اللہ عنہ نے دور سے چلا کر کہا: اے دلیر! یہ سوار جو اپنی جان کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں بے خوف وخطر پیش کر رہا ہے اور خدا کے دشمنوں کو بے دریغ قتل کر رہا ہے، کون ہے؟

آپ نے فرمایا: بخدا! میں خود اس سے ناواقف ہوں اور اس کی شجاعت، دلیری اور جرأت سے خود حیران اور متعجب ہوں!

حضرت رافع بن عمیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر! یہ عجیب شخص ہے، رومیوں کے لشکر کے اندر جا گھستا ہے اور دائیں بائیں نیزہ بازی کر کے ان کے بہادروں کو گرا دیتا ہے۔

تب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسلمانو! دین کی مدد اور حمایت کے لئے متحد ہو جاؤ اور مل کر ایک متفقہ حملہ کر دو۔

یہ سنتے ہی بہادران اسلام نے باگوں کو درست کیا، نیزوں کو سنبھالا اور صف بندی کر کے کھڑے ہو گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ صف کے آگے کھڑے ہوئے۔ آپ نے ارادہ کیا کہ دشمن پر حملہ کریں کہ اچانک وہی سوار جو خون میں لت پت اور جس کا گھوڑا پسینہ پسینہ ہوا ہوا تھا، رومیوں کے قلب لشکر سے شعلہ جوالہ کی طرح نکلا۔ اگر کوئی رومی سپاہی اس کی طرف آتا اور قریب ہوتا تو پشت دیکر بھاگ جاتا تھا اور یہ تن تنہا رومیوں کے کئی کئی آدمیوں کے ساتھ لڑتا تھا۔ یہ دیکھتے ہی حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی جمعیت کے ساتھ حملہ کر دیا اور جو رومی اس سوار پر حملہ کر رہے تھے ان کی تیزی حملہ سے اس کو بچا لیا اور اس طرح یہ سوار مسلمانوں کے لشکر میں آ ملا۔

مسلمانوں نے اس کی طرف غور سے دیکھا۔ گویا وہ گلاب کے سرخ پھول کی طرح ایک ارغوانی پنکھڑی ہے، جو خون میں رنگی ہوئی ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے آواز دی اور کہا اے شخص! تو نے اپنی جان کو خدا کی راہ میں خرچ اور اپنے غیض وغضب کو اللہ ﷻ کے دشمنوں پر صرف کیا ہے۔ تمہیں باری تعالیٰ بہتر جزا سے نوازے۔ مہربانی کر کے تُو اپنے منہ سے کپڑے کو ہٹا دے تا کہ ہمیں پتہ چل سکے کہ تو کون ہے؟

کہتے ہیں کہ اس سوار نے ان کی بات کی طرف قطعی التفات نہیں کی اور کچھ توجہ اور پرواہ نہیں کی اور اس سے پیشتر کہ آپ سے مخاطب ہو، لوگوں میں جا گھسا۔ اہل عرب نے چاروں طرف سے چیخنا اور کہنا شروع کیا:

اے بندہ خدا! امیر افواج اسلامیہ تجھے آواز دیتا اور مخاطب کرتا ہے، مگر تو اس سے اعراض کرتا ہے اور جواب تک دینے سے اعراض کرتا ہے۔ تجھے چاہئے کہ اس کے پاس حاضر ہو کر اپنے نام اور حسب ونسب کے بارے ان کو مطلع کر، تا کہ عزت افزائی کی جائے اور تیرے منصب اور عہدہ میں ترقی کر دی جائے! مگر سوار نے ان کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس سوار کے متعلق کچھ معلوم نہ ہو سکا تو آپ خود بنفس نفیس اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمانے لگے بندۂ خدا! سخت افسوس کی بات ہے کہ میرا دل اور اسی طرح تمام مسلمانوں کا دل تیرے حالات معلوم کرنے کے لئے بے چین ہے اور تو اس قدر بے پرواہ! تُو بتا تو سہی کون ہے؟

آخر آپ کے بے حد اصرار پر دہان بند کے اندر سے نسوانی زبان میں اس سوار نے اس طرح کہنا شروع کیا: "اے

امیر! میں آپ سے کسی نافرمانی کے باعث اعراض نہیں کر رہی ہوں بلکہ مجھے آپ سے مخاطب ہوتے ہوئے شرم مانع ہے کیونکہ میں دراصل ایک پردہ نشین خواتین میں سے ہوں اور حجاب میں زندگی گزارنے والیوں میں سے ہوں۔ مجھ سے یہ کام میرے دکھی اور جلے ہوئے دل نے کرایا ہے اور میں نے ایک مجبوری کے تحت میدان جنگ میں قدم رکھا ہے!"

آپ نے فرمایا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: حضرت ضرار رضی اللہ عنہ جو قید ہو گئے ان کی بہن خولہ بنت ازور ہوں، میں قبیلہ مذحج کی چند عرب عورتوں میں بیٹھی ہوئی تھی کہ دفعتاً مجھے اپنے "بھائی" حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی گرفتاری کی خبر ملی، جس نے میرے تن بدن میں آگ لگا کر رکھ دی فوراً سوار ہو کر بھائی کی رہائی یا بدلہ لینے کے لئے اور شیر کو چھڑانے کے لئے یہاں پہنچی اور باقی جو کچھ ہوا وہ آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ ہی لیا۔

کہتے ہیں کہ یہ سن کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا دل بھر آیا، آپ رونے لگے اور فرمایا: ہم سب کو متفقہ حملہ کرنا چاہئے۔ مجھے اللہ تعالیٰ سے قوی اُمید ہے کہ ہم تمہارے بھائی تک پہنچ کر اُن کو رہائی دلانے اور چھڑانے میں ضرور کامیاب ہونگے۔

حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا نے کہا میں اس حملہ میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ سب سے پیش پیش رہوں گی۔

حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے دائیں جانب تھا کہ خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے آگے سے دشمن پر حملہ کر دیا اور اُن کے ساتھ ہی تمام مسلمان ایک دم دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا کے حملے نے رومیوں کا قافیہ تنگ کر دیا اور اُن پر آپ کا حملہ اتنا شاق گزرا کہ آپس میں سرگوشیاں ہونے لگیں کہ:

"اگر تمام اہلِ عرب اسی سوار کی طرح بہادر اور جری ہیں تو ہم اُن کے مقابلے کی تاب کبھی نہیں لا سکتے!۔"

جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی جمعیت کے ساتھ حملہ کیا تو رومیوں کے چھکے چھوٹ گئے، ان کے قدم ڈگمگا گئے، قریب تھا کہ وہ میدان سے سرکنے لگ جائیں، مگر وردان نے یہ حالت دیکھ کر پکارنا شروع کیا:

"اے قوم روم سنبھلو! ثابت قدم رہو! اگر تم نے ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا تو سمجھ جاؤ کہ مسلمان اب بھاگے! اور تمام اہل دمشق بھی تمہاری مدد کو اب پہنچا ہی چاہتے ہیں۔"

یہ سنتے ہی رومی پھر ڈٹ گئے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر اس بے جگری کے ساتھ حملہ کیا کہ رومی فوج کے قدم اب کسی طرح جم نہ سکے اور لشکر اِدھر اُدھر منتشر ہو گیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ارادہ فرمایا کہ وردان تک پہنچ جائیں مگر چونکہ بڑے بڑے جانبازوں اور ماہرین حرب نے اس کو چاروں طرف سے اپنے حلقۂ حفاظت میں لیا ہوا تھا اور وہ سخت حفاظتی حصار اور گھیرے میں تھا، اس لئے آپ اس تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ مسلمان بھی منتشر ہو گئے۔ جو مسلمان جس رومی کے قریب تھا اسی سے لڑنے میں مشغول ہو گیا۔

حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ نے دشمن پر تابڑ توڑ سخت ترین حملے کئے اور بڑی جانثاری سے لڑے، حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا اپنے بھائی، شیر اسلام حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی تلاش میں غضبناک، بپھری ہوئی شیرنی کی طرح رومیوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے ان کے اندر جا گھستی ہیں اور شمالاً یمیناً دائیں بائیں رومی سُورموں کو مار مار کر ڈھیر کرتی جاتی ہیں۔ اُن کی آنکھیں اپنے بھائی حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی تلاش میں چاروں طرف گھوم جاتی ہیں، زور زور سے چلا چلا کر پکارتی اور یہ اشعار پڑھتی جاتی ہیں:

ترجمہ اشعار:

- ضرار کہاں ہیں میں آج اُنہیں نہیں دیکھتی اور نہ انھیں معاشرہ اور میری قوم دیکھ رہی ہے۔
- اے میرے اکلوتے اور میرے ماں جائے بھائی! تم نے تو میرے عیش کو مکدر اور زندگی کو گدلا کر دیا ہے اور میری آنکھوں سے نیند اڑا دی ہے۔

کہتے ہیں کہ ان کے یہ اشعار سُن کر تمام مسلمانوں کی پلکیں بھیگ گئیں اور لڑائی برابر جاری وساری رہی مگر حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کا کہیں کوئی سراغ نہیں لگتا اور ان کی موجودگی کا کوئی اثر ونشان دکھائی نہیں دیتا، دوپہر ڈھلتی ہے تو دونوں طرف کی فوجیں ایک دوسرے سے الگ ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مسلمانوں کا پلّہ کافروں پر بھاری رہتا ہے۔ مسلمانوں نے مشرکوں کے بھاری تعداد میں لوگ جہنم رسید کئے ہوئے ہیں۔ دونوں لشکر اپنے اپنے کیمپ میں لوٹ جاتے ہیں، مسلمانوں کی برتری سے رومیوں کے دل ٹوٹ جاتے ہیں، بھاگنے کا سوچتے ہیں، مگر جنرل وردان کا خوف ان کو یہاں روکے ہوئے ہے۔

جب مسلمان میدان جنگ سے اپنی قیامگاہ اور چھاؤنی میں پہنچتے ہیں تو حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا فرداً فرداً ہر مسلمان سپاہی سے اپنے بھائی کے متعلق استفسار کرتی ہیں کہ تم میں سے کسی نے میرے ضرار بھیا کو تو نہیں دیکھا؟ مگر کوئی بندہ بشر جواب نہیں دیتا کہ اس نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو قید میں دیکھا ہے یا ان کے قتل کر دیئے جانے کا اس کو کوئی علم ہے۔ جب حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا کو بھائی کی طرف بالکل نا اُمیدی ہو جاتی ہے تو رونے لگتیں ہیں اور نہایت یاس کی حالت میں اس طرح پھوٹ پھوٹ کر بیان کرنا شروع ہو گئیں:

''ماں جائے بھائی! کاش! مجھے یہ خبر ہوتی کہ آیا تمھیں کسی جنگل میں پھینک دیا گیا ہے یا ذبح کر ڈالا، تمھاری بہن تم پر قربان! افسوس! مجھے یہی خبر ہو جاتی کہ میں تم سے کبھی پھر ملوں گی بھی یا نہیں، بھائی! اللہ تعالیٰ کی قسم! تم نے اپنی بہن کے دل میں ایک ایسی سلگتی ہوئی چنگاری چھوڑی ہے جس کے شرارے کبھی ٹھنڈے نہیں ہو سکتے۔ تم اپنے والد، جو کافروں کے قاتل تھے، اُن سے جناب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا ملے۔ میری طرف سے تمھیں قیامت تک سلام پہنچتا رہے۔''

یہ رونا اور گریہ وزاری سن کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور تمام مسلمان بھی اشکبار ہو جاتے ہیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ارادہ ہوا کہ اسی وقت دوبارہ حملہ کر دیا جائے لیکن اتفاق سے آپ نے چند سوار رومی لشکر کے (میمنہ) جانب راست سے (رائٹ سائیڈ) سے نکلتے ہوئے دیکھے کہ گھوڑوں کی باگیں چھوڑے ہوئے اس طرح سرپٹ آ رہے ہیں کہ گویا وہ تعاقب کر رہے ہیں، یہ دیکھ کر آپ فوراً لڑائی کے لئے الرٹ اور مستعد ہو جاتے ہیں بہادرانِ اسلام تیار ہو کر آپ کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ جس وقت یہ سوار، مجاہدین کے قریب پہنچتے ہیں تو ہتھیار ڈال کر پا پیادہ ہو کر لَفُوْن لَفُوْن[1] پکارنے لگ جاتے ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے فرمایا: ان کے امان طلب کرنے کو منظور کرو اور انھیں میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ جس وقت وہ آپ کی خدمت میں حاضر کئے گئے تو آپ نے دریافت فرمایا:

تم کون ہو؟

انھوں نے جواب دیا:

ہم جنرل وردان کی فوج کے سپاہی ہیں ہمیں کامل یقین ہو گیا ہے کہ ہم آپ سے جنگ کی ہمت رکھتے ہیں اور نہ اس کی ہم میں تاب ہے۔ ہمیں اندازہ ہو گیا ہے کہ آپ کے مقابلہ میں ہم میدان کارزار میں پڑے رہنے اور آپ لوگوں سے برسرِ پیکار ہونے کی سکت اپنے اندر نہیں پاتے ہیں۔ بہتر صورت یہی ہے کہ آپ ہمیں ہمارے اہل وعیال اور آل و اولاد کو امان بخشیں اور جن جن ممالک سے آپ کی مصالحت اور معاہدہ ہو چکا ہے، ہمیں بھی انہی میں شمار کریں۔ صلح کے معاوضہ میں جتنا مال آپ طلب کریں گے ہم دینے کو تیار ہیں اور جس قرارداد، اور اصول پر ہماری اور آپ کی صلح ہو گی ہمارے ملک کے دوسرے باشندے بھی ہماری طرح اس کی بال برابر کوئی خلاف ورزی نہیں کریں گے۔

آپ نے فرمایا: جس وقت ہم تمھارے شہر میں پہنچ جائیں گے، صلح وہاں ہو گی یہاں نہیں ہو سکتی۔ البتہ تم اس وقت تک ہمارے ساتھ رہو جب تک اللہ تعالیٰ ہمارے اور دشمن کے درمیان کوئی فیصلہ جو اس کو منظور ہو، نہ کر دے۔

اس کے بعد آپ نے انھیں حراست میں لے لینے کا حکم جاری فرما دیا اور اُن سے پوچھا کہ ہمارے جس بہادر نے تمھارے سردار کے لڑکے کو قتل کیا تھا، اس کے متعلق تمھیں کچھ علم ہے یا نہیں؟

انھوں نے کہا: شاید آپ ان کے بارے میں دریافت کر رہے ہیں جو ننگے بدن تھے اور جنھوں نے ہمارے اکثر آدمیوں کو قتل اور ہمارے سردار کے بیٹے کو قتل کیا تھا۔

آپ نے فرمایا: ہاں میں انہی کے بارے میں پوچھتا ہوں۔

---

[1] یہ رومی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی امان امان کے ہیں۔ (مترجم عفی عنہ)

انھوں نے کہا کہ جس وقت وہ گرفتار ہو کر وردان کے پاس پہنچے ہیں تو اس نے انھیں سو (100) سواروں کے ہمراہ خچر پر سوار کر کے حمص کی طرف روانہ کر دیا تھا تا کہ وہاں سے انھیں اپنی شجاعت دکھلانے کی غرض سے ہرقل کے پاس بھیج دیا جائے۔

یہ سن کر آپ بہت خوش ہوئے اور حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ کو بلا کر آپ نے فرمایا: رافع رضی اللہ عنہ! تم یہاں کے راستوں اور گھاٹیوں سے خوب واقف ہو، تمھاری ہی تدبیر اور تجویز پر ہم نے ساوہ وغیرہ کے صحراؤں اور بیابانوں کو آسانی کے ساتھ طے اور عبور کیا تھا۔ جس وقت تم نے اونٹوں کو پیاسے رکھنے کے بعد پانی پلا کر ان کا منہ باندھ دیا تھا اور ہم ہر روز دس اونٹ ذبح کر کے اُن کا گوشت خود کھاتے اور اُن کے پیٹ کے اندر سے جو پانی برآمد ہوتا تھا وہ ہم گھوڑوں کو پلا دیتے تھے حتیٰ کہ ہم اپنی فوج سمیت مقام اَرکہ تک پہنچ گئے تھے۔ تم چونکہ دیگر حضرات کی بہ نسبت زیادہ تجربہ کار اور منفرد قسم کے مُدَبِّر آدمی ہو، لہٰذا تم اپنے ہمراہ ایک سو ساتھیوں کا انتخاب کر کے ان کو ساتھ لے لو جن کو تم مناسب سمجھتے ہو اور حمص کی طرف فوراً روانہ ہو جاؤ اور اس رومی دستے کا تعاقب کرو۔ مجھے اُمید ہے کہ تم انھیں قریب ہی کہیں جا پکڑو گے اور ان کی قید سے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کو چھڑا لو گے۔ اگر تمھارے ہاتھ سے یہ کارنامہ سرانجام پا جاتا ہے تو خدا جانتا ہے کہ ہمارے لئے نہایت مسرّت کا مقام ہو گا اور بخدا یہ ایک بہت بڑی کامیابی اور کشائش کا پیش خیمہ ہو گا۔

حضرت رافع رضی اللہ عنہ کا حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی رہائی کی مہم پر روانہ ہونا

حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے کہا: حُبًّا وَّ کَرَامَةً؟ انجام دینا بخوشی قبول ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے ایک سو سواروں کا انتخاب کیا اور چلنے کا ارادہ کر رہے تھے کہ حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا کو بھی اس خوش کن خبر سے آگاہی ہو گئی کہ حضرت رافع رضی اللہ عنہ اُن کے بھائی کی تلاش اور رہائی کے لئے جا رہے ہیں تو یہ خبر سنتے ہی ان کے دل میں خوشی اور مسرت کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔ خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا مسلح ہوئیں اور گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اذنِ سفر طلب کرنے کے لئے حاضر ہو گئیں۔

عرض کیا: اے امیر لشکر اسلام! میں آپ کو طاہر مطہر خیر البشر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ آپ فوج کا جو دستہ روانہ کر رہے ہیں اس کے ہمراہ مجھے بھی جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں تا کہ میں بھی ان کی کوئی مدد کر سکوں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی درخواست سن کر حضرت رافع رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: رافع رضی اللہ عنہ! تم مجاہدۂ اسلام حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا خاتون کی بہادری اور شجاعت سے خوب واقف ہو انھیں بھی اپنے ساتھ لے جاؤ۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی رہائی

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا فرمان مبارک سن کر حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حکم کو سنا اور دل سے مان لیا ہے۔ پھر آپ نے تعمیلِ حکم کرتے ہوئے حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا کو بھی اپنے دستے میں شامل کر لیا اور سفر پر چل دیئے۔ حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا مسلمانوں کے پیچھے پیچھے رہتی تھیں مردوں کے لشکر میں مخلوط ہو کر نہیں چلتی تھیں۔ دستہ فوجی قواعد وضوابط کے مطابق پیش قدمی کر رہا تھا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ چلتے چلتے جب یہ دستہ سَلَمِیۃ کی شاہراہ پر پہنچا تو حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے اِدھر اُدھر دیکھا اور کسی فوج یا دستہ کے گزرنے کے آثار اور گھوڑوں کے سموں اور ٹاپوں کا کوئی نشان نہ دیکھ کر آپ نے اپنے نوجوانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: دوستو! تمھیں خوش ہونا چاہئے کہ دشمن ابھی یہاں تک نہیں پہنچا ہے۔

یہ کہہ کر آپ نے اپنے رسالہ (فوجی دستہ) کو ''وادیٔ حیات'' میں روپوش ہو جانے کا حکم صادر فرمایا اور تمام سپاہی دشمن کی گھات میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ ابھی یہ کمین گاہ میں چھپے ہی تھے کہ اتنے میں دور سے گرد وغبار اٹھتا ہوا دکھائی دینے لگا، آپ نے دستہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''اسلام کے شیر جوانو! ہوشیار اور الرٹ ہو جاؤ!''۔ مسلمانوں نے تیار ہو کر ابھی انتظار کرنا شروع ہی کیا تھا کہ وہ پہنچ گئے اور انھوں نے شیر اسلام حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو اس طرح اپنے حصار میں لے رکھا تھا جیسے آنکھ کی پتلی حلقۂ چشم کے درمیان ہوتی ہے......

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ یہ اشعار گنگناتے ہوئے آ رہے تھے:

ترجمہ اشعار:

- اے قاصد! میری قوم اور (میری ہمشیرہ) خولہ کو یہ خبر پہنچا دے کہ میں ہاتھ اور پاؤں بندھا ہوا قیدی ہوں۔
- شام کے کافر اور مشرک جو مسلح ہیں میرے اردگرد پہرہ دیتے ہیں اور تمام نے زرہ پہن رکھی ہے۔
- اے دل! تو غم، حزن اور حسرت میں مَر مَر کے جی، اور اے میرے آنسو! تم میرے رخساروں پر سیل بیکراں کی طرح رواں اور جاری ہو جاؤ۔
- کیا تو جانتا ہے کہ میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ میں زندگی میں ایک مرتبہ اپنے اہل اور اپنی بہن خولہ کو دیکھوں گا اور میں اس عہد کی یادوں کو پھر زندہ کر دوں گا جس میں ہم پہلے تھے۔

حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا کے کانوں میں جب ان اشعار کی آواز پہنچی تو انھوں نے فوراً اپنی کمین گاہ سے جواب دیا اور کہا: اللہ تعالیٰ نے تمھاری دعاؤں اور التجاؤں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما لیا ہے، تمھاری گریہ وزاری کو سن لیا ہے، میں

ہوں تمھاری بہن خولہ!

یہ کہہ کر انھوں نے زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور اللہ اکبر کہہ کر حملہ کر دیا۔ حضرت رافع رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمان مجاہدین بھی اللہ عزوجل کا نام لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑے۔

حمید بن سالم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بھی اس جماعت میں شامل تھا، جس وقت ہم نے اللہ اکبر کے نعرے لگائے تو الہام خداوندی سے ہمارے گھوڑے بھی کیف و مستی میں آ کر خوشی سے زور زور سے ہنہنانے لگے، ہمارے ایک ایک سوار نے رومیوں کے ایک ایک سوار کو آگے رکھا اور بمشکل گھنٹہ بھر گزرا ہوگا۔ ہمارا ہر سپاہی اپنے حریف کو جہنم رسید کر چکا تھا۔ اللہ عزوجل کے فضل و کرم سے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو دشمن کے پنجوں سے رہائی نصیب ہو چکی تھی اور ہم نے رومیوں کے گھوڑے اور ان کے چھوڑے ہوئے ساز و سامان اور اسلحہ کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔

حضرت رافع بن قادم التنوخی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم ابھی ان ایک سو سواروں کے رسالہ کے ساتھ لڑنے میں مشغول تھے کہ حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی کو چھڑایا، مشکیں کھولیں اور سلام کیا۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کو شاباش دی۔ مرحبا کہا اور ایک خالی گھوڑے پر جو دوڑتا ہوا پھر رہا تھا، سوار ہو گئے۔ وہاں پڑا ہوا ایک نیزہ اٹھا کر ہاتھ میں لیا اور حسب ذیل اشعار پڑھنے لگے:

ترجمہ اشعار:

- اے میرے پروردگار! میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے میری دعا کو شرف قبولیت بخشا، میری مشکل کشائی فرمائی اور مصیبت کو مجھ سے دور کر دیا۔
- اے اللہ عزوجل تو نے میری موت سے پہلے مجھے میرا مطلوب عطا فرما دیا اور تو نے مجھے میری بہن سے ملا دیا ہے۔
- آج میں اپنے دشمنوں سے (انتقام لے کر) اپنی روح کو تسکین پہنچاؤں گا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ کا یہ دستہ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو چھڑانے کے بعد مال غنیمت اور گھوڑے وغیرہ جمع کرنے میں مصروف ہی تھا کہ ادھر اچانک رومی، حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے شکست کھا کر بھاگے اور گھبراہٹ کا عالم یہ تھا کہ آگے والوں نے اپنے پچھلوں کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے جب رومی فوجیوں کو بھاگتے ہوئے آتا دیکھا تو فوراً سمجھ گئے اور آپ نے ایک ایک کو جو آتا رہا گرفتار کرنا شروع کر دیا۔

کہتے ہیں کہ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت رافع رضی اللہ عنہ کو اس مہم پر بھیجا تھا تو خود وردان کی فوج پر آپ نے سخت حملہ کر دیا تھا جیسا کہ کوئی شخص طلب شہادت اور حصول سعادت کے لئے جان ہتھیلی پر رکھ کر کیا کرتا ہے، آپ کے ساتھی مسلمانوں نے بھی سردھڑ کی بازی لگا دی تھی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ رومی فوج نے جلد ہی پشت دکھا کر بھاگنا شروع کر دیا۔

وردان بھاگنے والوں میں سب سے آگے تھا۔ مسلمانوں نے بھاگتے ہوئے رومی فوجیوں کا تعاقب کیا، ان کا مال، گھوڑے اور اسلحہ جو فرار ہوتے ہوئے وہ چھوڑتے جا رہے تھے، اپنے قبضہ میں کرنا شروع کر دیا اور ان کا تعاقب کرتے کرتے وادی حیات، جہاں حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اور حضرت رافع رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تشریف رکھتے تھے، پہنچ گئے۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو مبارک باد دی اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت رافع رضی اللہ عنہ کو خراج تحسین پیش کیا اور ان کا شکریہ ادا کیا۔ پھر یہاں سے لشکر اسلام خوشی خوشی دمشق کی طرف رواں دواں ہو گیا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو فتح کی خوشخبری سنائی اور دمشق کی فتح کا کامل یقین ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ جب رومی جرنیل وردان کی شکست اور اس کے لڑکے جنرل حمران کے قتل کی شاہ روم ہرقل کو اطلاع پہنچی تو اُسے اپنی سلطنت کے زوال کا یقین ہو گیا اور اس نے وردان کو حسب ذیل مضمون کا خط لکھا:

بادشاہ روم ہرقل کا خط، بنام جنرل وردان

"مجھے اطلاع پہنچی ہے کہ ننگے بھوکے عربوں نے تجھے شکست دے دی ہے اور تیرے لڑکے کو قتل کر دیا ہے۔ مسیح نے اس پر رحم کیا نہ تجھ پر۔ اگر میں نہ جانتا ہوتا کہ تو بہادر شہسوار، نیزہ باز اور ماہر، تلوار کا دھنی ہے تو میں تجھے فوراً قتل کر دیتا۔ خیر، اب کیا ہو سکتا ہے جو ہونا تھا سو ہو گیا۔ گذشتہ کو بھول جاؤ اور آئندہ کا سوچو، میں نے "اجنادین" کی طرف نوے ہزار (90000) فوج روانہ کی ہے۔ تجھے اس کا سربراہ مقرر کرتا ہوں، تو ان کے پاس چلا جا اور فوج کو لے کر اہل دمشق کی مدد کو پہنچ۔ کچھ فوج کو فلسطین کی طرف روانہ کر دے تاکہ جو عرب وہاں موجود ہیں وہ ان سے لڑے۔ نیز اس کا دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ جو اہل عرب فلسطین میں ہیں ہمارا یہ دستہ ان کو وہاں مشغول رکھے گا اور اس طرح وہ انھیں دمشق جانے سے روک رکھیں گے۔ تجھے چاہئے کہ تو اپنے دین اور اپنے ساتھیوں کی ہر طرح مدد کرے۔"

وردان نے جب یہ خط پڑھا اس کی ڈھارس بندھی، حوصلہ بڑھا، جان میں جان آ گئی اور اس نے آ کر یہاں

رومیوں کو بڑے طمطراق کے ساتھ علم اور صلیبوں سے لیس پایا جو اس کے استقبال کے لئے آئے تھے اس کے سامنے خدمت کے لئے زمین بوس ہوئے اس کے قتل ہو جانے والے لڑکے کی تعزیت کی۔

جب وردان اپنے خیمہ میں پہنچا تو اس نے ان کے سامنے بادشاہ کا فرمان پڑھ کر سنایا۔ رومیوں نے سن کر اس کو بخوشی منظور کر لیا اور اطاعت کے لئے تیار ہو گئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مجھے عامر زبیدی رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جس وقت وردان کو شکست دیکر باب شرقی پر واپس تشریف لائے تو وہاں ہمارے پاس حضرت عباد بن سعید حضرمی رضی اللہ عنہ جن کو حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بصرہ سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس لئے بھیجا تھا کہ وہ انھیں بتائیں کہ روم سے نوّے ہزار فوج ''اجنادین'' کی طرف چل پڑی ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو جب یہ اطلاع ملی تو آپ گھوڑے پر سوار ہوئے اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر کہا یاأمینَ الأمة! یہ عباد بن سعید الحضرمی رضی اللہ عنہ ہیں، انھیں شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے اس غرض سے روانہ کیا ہے کہ وہ مجھے اس بات سے مطلع کر دیں کہ ''اجنادین'' میں ہرقل سرکش نے نوّے ہزار فوج بھیجی ہے اور اس پر وردان کو امیر مقرر کیا ہے، لہٰذا میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ آپ کی کیا رائے ہے؟

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے ابو سلیمان![1] ہمارے خاص خاص بہادر اور کمانڈر اس وقت مختلف مقامات اور الگ الگ شہروں میں بکھرے ہوئے ہیں۔

مثلاً: شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ بصرہ میں، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حوران میں، یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ بلقاء میں، نعمان بن مغیرہ رضی اللہ عنہ ارضِ تدمر میں، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ارضِ فلسطین میں۔

اس لئے میرے نزدیک بہتر اور درست رائے یہ ہے کہ ہم ان سب کو لکھ بھیجیں کہ یہ حضرات ہمارے پاس آ جائیں اور اس کے بعد ہم دشمن کا قصد کریں اور مل کر اس پر حملہ کریں۔

فتح و نصرت صرف اور صرف اللہ جل جلالہ ہی کے قبضہ و قدرت میں ہے۔

اس مشورہ کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو حسب ذیل خط لکھا:

---

[1] یہ حضرت خالد کی کنیت ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا مکتوب بنام حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ

بسم الله الرحمن الرحيم

امابعد فان اخوانك المسلمون قدعوّلوا على المسير إلى الاجنادين فان هناك من العدو تسعين الفاوهم يريدون المسير الينا (يريدون ليطفئوا نورالله بافوا ههم والله متم نوره ولو كره الكافرون)، فاذا وصل اليك كتابى هذا فاقدم بمن معك من المسلمين إلى اجنادين فانك تجدنا هنالك ان شاء الله تعالىٰ.

والسلام عليك و على من معك

اللہ عزوجل کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم فرمانے والا

امابعد

بیشک آپ کے مسلمان بھائیوں نے "اَجْنَادِیْن" جانے کا قصد کرلیا ہے کیونکہ وہاں نوّے ہزار دشمنِ اسلام جمع ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے نور کو اپنی افواہوں (پھونکوں) سے بجھا دیں اور اللہ عزوجل اپنے نور کو مکمل فرمانے والا ہے اگرچہ کافروں کو یہ بُرا ہی لگے۔ دشمنانِ اسلام ہماری طرف چل پڑے ہیں لہٰذا آپ کے پاس جیسے ہی میرا یہ خط پہنچے اپنے تمام ساتھیوں کو اپنے ہمراہ لے کر "اجنادین" کی طرف چل پڑو، ہمیں بھی آپ وہاں پائیں گے انشاء اللہ عزوجل۔ آپ کو اور آپ کے تمام مسلمان ساتھیوں کو سلام!۔

جنگِ اجنادین

جنگِ اجنادین

لشکرِ اسلام کی اجنادین کی طرف روانگی

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آپ نے جو خط ارسال کیا، اسی مضمون کی چند کاپیاں اور نقول آپ نے مسلمانوں کے دوسرے کمانڈروں کو بھی جن کا ذکر ماقبل میں ہم کر چکے ہیں، بھیجیں اور اس کے بعد کوچ کا حکم دے دیا۔ خیموں کو اونٹوں پر لادا، دوسرے اموال اور بکریوں کو ہانک دیا اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں ساق لشکر (لشکر کے پیچھے پیچھے) میں بکریوں، عورتوں اور مال غنیمت کے ساتھ رہوں اور آپ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب خاص کے ساتھ ساتھ فوج کے مقدمۃ الجیش (ہراول دستہ) پر موجود رہیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں! بلکہ میں ساق پر رہوں گا اور تم فرنٹ پر رہو۔ اگر وردان کے لشکر سے تمہارا سامنا ہو جائے تو وردان اور اس کا لشکر تم سے مرعوب اور ہیبت زدہ ہو جائے گا اس لئے تم اسے عورتوں، بچوں، مال غنیمت تک نہیں آنے دو گے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا بہت اچھا، میں آپ کے حکم کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ پھر لشکر کی روانگی سے قبل حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''اے لوگو! تم ایک لشکر کثیر اور جم غفیر کی طرف جا رہے ہو، اپنی ہمت کو بیدار کر لو اور موت سے پیار کر لو اور جو اللہ ﷻ نے تمہارے لئے (آخرت میں نعمتیں) تیار کر رکھی ہیں اس کے لئے عمل کرو، اللہ ﷻ نے تم سے فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے پھر آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

﴿ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ ﴾

''بارہا کم جماعت غالب آئی بڑے گروہ پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔''[1]

اس مختصر خطاب کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لشکر کو اپنے ہمراہ لیا اور خود مقدمۃ الجیش میں ہو گئے اور لشکر روانہ ہو گیا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ایک ہزار سواروں کے ساتھ پیچھے مقیم رہے۔ علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

---

[1] پارہ 2، البقرۃ 249، ترجمہ کنز الایمان

جب اہلِ دمشق نے مجاہدین کو جاتے دیکھا تو خوشی سے اُچھل پڑے اور بغلیں بجانے لگے اور ان کا گمان یہ تھا کہ ان کو ہماری فوج کے ''اجنادین'' میں پہنچنے کی خبر ہو گئی ہے اس لئے اپنے ملک عرب کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ بعض اہل دانش کی رائے یہ تھی کہ اگر یہ ''بعلبک'' کا رُخ کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ یہ بعلبک، نیز حمص کو فتح کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور اگر ''مرج شَحُوْراء'' اور ''مرج راھط'' کے راستہ کی طرف جائیں تو پھر سمجھ لو کہ اُن کا حجاز بھاگنے کا ارادہ ہے، بلکہ جو بلاد انھوں نے فتح کئے تھے ان کو بھی چھوڑ جائیں گے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

دمشق میں بولص بن بلقاء نامی ایک بہت بڑا جرنیل تھا۔ نصرانیوں میں اس جنرل کی بہت قدر و منزلت تھی حتیٰ کہ بادشاہ ہرقل کے پاس جب کسی سلطنت کے ایلچی یا سفیر آتے تھے اور ہرقل اُن کے کسی پیام اور جواب میں عاجز ہوتا تھا تو بادشاہ اسے مشورہ کے لئے بلا کر جواب دیا کرتا تھا۔ یہ شخص تیراندازی میں بہت ماہر تھا اس نے اس زور سے درخت میں کھینچ کر تیر مارا تھا کہ یہ تیر اس درخت میں گھس کر اس کے اندر رہ گیا تھا اور بولص نے درخت پر لکھ دیا تھا کہ ''اگر کسی کو شجاعت اور بہادری کا دعویٰ ہو تو وہ درخت کے دوسری جانب سے تیر مار کر گھسا دے'' اور اس درخت اور تیر کے متعلق اس کی یہ بات بہت عام اور مشہور ہو گئی تھی۔

اصحاب رسول ﷺ نے جب سے شام پر چڑھائی کی تھی، بولص آج تک ان سے جنگ کے لئے نہیں نکلا تھا۔ آج جب اہل دمشق نے مسلمانوں کو دمشق سے مراجعت کرتے دیکھا تو وہ اکٹھے ہو کر بولص کے پاس آئے۔ اس نے ان سے آنے کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ اہل عرب جا رہے ہیں۔ اب اگر تو چاہے تو تیرے لئے موقع ہے کہ بادشاہ اور اہل شام کی نظروں میں اپنی وقعت اور مرتبہ ہمیشہ کے لئے قائم کرے۔ بہتر ہو کہ تو ہمارے ساتھ چلے اور جو شخص ان میں سے رُکا ہو یا پیچھے رہ جائے اسے گرفتار کرے اور اگر تم سمجھو کہ ہمیں ان کے ساتھ جنگ کرنی چاہئے، تو ہم سب تمھاری اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے تمھارے ساتھ ہیں اور تیرے ساتھ مل کر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔

بولص نے کہا: تمھاری مدد سے میرا ہاتھ کھینچنا اور پیچھے رہنا محض اس وجہ سے تھا کہ میں نے دیکھا کہ تم لوگ عربوں کا مقابلہ کرنے میں نہایت کم ہمت اور انتہائی بزدل واقع ہوئے ہو اس لئے میں نے تمھاری مدد نہ کی لہٰذا اب بھی مجھے عربوں سے جنگ و قتال کی کوئی ضرورت نہیں۔

انھوں نے کہا: ہمیں مسیح اور انجیل کی قسم! اگر تم ہمارے ساتھ چلو، ہم آخر دم تک تمھارا ساتھ دینگے، ہم میں سے کوئی شخص میدان سے پسپائی اختیار نہیں کرے گا اور ہم تمھیں اس امر کا اختیار دیتے ہیں کہ جو شخص ہم سے میدان جنگ سے راہِ فرار اختیار کرے اور مقابلہ سے جان بچا کر بھاگے تم اس کو گرفتار کر لو۔ کوئی شخص تم پر اعتراض نہیں کرے گا۔

جس وقت سب عہد و پیمان کر چکے اور بولص نے اُن سب کا اعتماد حاصل کر لیا تو اُٹھ کر گھر چلا گیا۔ اپنی زرہ زیب تن کی اور مسلح ہو کر نکلنے کو تھا کہ اس کی بیوی نے پوچھا: کدھر کا ارادہ ہے؟ بولص نے کہا: مجھے اہلِ دمشق نے اپنا قائد اور حاکم مقرر کیا ہے اور میں ان عربوں سے دو دو ہاتھ کرنے چلا ہوں! اس کی بیوی نے کہا: تو ایسا ہرگز نہ کر اور آرام سے اپنے محل میں بیٹھ جا۔ تو ایسی چیز کی خواہش نہ کر جس کو پانے کی تجھ میں طاقت نہیں۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تم نے اپنے ہاتھ میں کمان پکڑی ہوئی ہے اور اس سے تم ہوا میں پرندوں پر تیر مار رہے ہو، کچھ پرندے تمھارے تیروں سے زخمی ہو کر زمین پر گر پڑتے ہیں مگر گرنے کے بعد پھر دوبارہ اُوپر کو اڑ جاتے ہیں، میں ان کے اٹھ کر دوبارہ اڑنے پر متعجب تھی کہ اچانک چند عقاب اور جارح قسم کے شاہین آتے ہیں اور وہ تمھارے اور تمھارے ساتھیوں پر اس زور سے جھپٹتے ہیں کہ اپنے پنجوں اور نوک دار ناخنوں سے تم سب کا سر اور منہ نوچ ڈالتے ہیں۔ یہ حالات دیکھ کر تم اور تمھارے ساتھی پشت پھیر کر بھاگ پڑتے ہیں مگر میں کیا دیکھتی ہوں کہ وہ عقاب جس شخص کے بھی پنجہ مار دیتا ہے وہ زمین پر گر جاتا ہے۔ یہ دیکھ کر میں ہڑبڑا کر ایک دم خوفزدہ ہو کر اٹھ بیٹھتی ہوں اور مجھے تیری سخت فکر دامن گیر ہو جاتی ہے اور میں تمھارے بارے بہت پریشان اور گھبرائی ہوئی ہوں۔

بولص نے یہ سن کر کہا: کیا تو نے مجھے بھی خواب میں بے ہوش ہو کر گرا ہوا دیکھا؟

اس نے کہا جی ہاں اللہ ﷺ کی قسم! میں نے دیکھا کہ ایک عقاب نے زور سے تمھارے اپنی منقار (چونچ) سے ٹھونگ ماری اور تمھیں گرا دیا۔ بولص نے اپنی بیوی کے زور سے ایک تھپڑ مارا اور کہا: تیرے پاس یہی ایک منحوس خبر تھی جو مجھے سنانے کے لئے رہ گئی تھی؟ پرے دفع ہو مرن جوگی نہ ہووے تے! افسوس کہ عربوں کا رعب تیرے دل پر اس قدر چھایا ہوا ہے کہ ہر وقت وہی تیرے دل و دماغ پر مسلط رہتے ہیں حتیٰ کہ خواب میں بھی تو انہی کو دیکھتی ہے۔ سن لے! تجھے ان عربوں سے متعلق خوف کھانے کی ضرورت نہیں، میں عنقریب ان کے امیر کو تیرا خادم بنا دوں گا اور اس کے ساتھیوں کو بکریوں اور خنزیروں کے چرواہے بنا کر چھوڑوں گا۔

اس کی بیوی نے کہا: میں نصیحت کرتی ہوں باقی آگے تیری مرضی جو تیرے من میں آئے کرتا چل۔

بولص نے بیوی کی بات پر کچھ توجہ نہیں دی اور من موجی ہو کر لڑائی کے لئے تیار ہوا اور گھوڑے پر سوار ہو کر گھر سے نکل کھڑا ہوا اور اہل دمشق کے چھ ہزار سوار اور دس ہزار پیدل جوان جو کہ سب کے سب جنگ آزمودہ اور فن حرب کے ماہر اور تجربہ کار تھے، اپنے ساتھ لے کر عربوں سے مقابلہ کے لئے میدان جنگ کی طرف چل دیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ چونکہ مقدمۃ الجیش میں تھے اور آپ عورتوں اور بچوں سے بہت آگے دور نکل چکے تھے اور عورتوں بچوں اور اموال وغیرہ کے ساتھ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے۔ اس لئے بولص اور اہل دمشق نے انہی کا

تعاقب کیا۔ آپ مع اپنے ساتھیوں کے اونٹوں پر سوار چلے جا رہے تھے کہ اچانک آپ کے ساتھیوں میں سے ایک نے دور سے غبار اڑتا دیکھا۔ اس نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بتلایا اور کہا کہ میرا گمان یہ ہے کہ یہ ہمارے دشمن کا غبار ہے۔ آپ نے فرمایا بے شک اہل دمشق معلوم ہوتے ہیں اور ہماری تعداد کم دیکھ کر ان کے منہ میں پانی آ گیا ہے اور یہ ہم پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ یہ کہہ کر آپ وہاں ٹھہر گئے۔ عورتوں کے ہودج اور بکریاں وغیرہ آ آ کر آپ کے پاس جمع ہو گئیں، ساتھ ہی غبار بڑھنے لگا، آوازیں بلند ہونے لگیں۔

آپ نے فرمایا: اے گروہ مسلم! ہوشیار ہو جاؤ، دشمن سر پر پہنچ گیا ہے! آپ نے ابھی خطرے کا سارن بجایا ہی تھا کہ اتنے میں دشمن کی فوج گھٹا ٹوپ اندھیرے کی طرح چھا گئی۔ بولص فوج کے آگے تھا۔ جس وقت اس نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو چھ ہزار سواروں کے ساتھ آپ پر حملہ آور ہوا۔ بولص کا بھائی بطرس پیدل فوج کے ساتھ خواتین اسلام کی طرف بڑھا اور کچھ خواتین کو گرفتار کر کے دمشق کی طرف لوٹ گیا اور جس وقت ''دریائے استریاق'' پر پہنچا ہے تو بطرس وہاں اس غرض سے ٹھہر گیا کہ اپنے بھائی بولص کے متعلق معلوم کرے کہ کیا ہوتا ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی خبر ہونا اور آپ کا لوٹنا

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کفار روم کی طرف سے نازل ہونے والی افتاد اور آفت ناگہانی کو دیکھ کر فرمایا: واللہ! خالد کی رائے ساقِ لشکر پر رہنے کے متعلق بہت زیادہ مناسب تھی۔ بولص نے آپ کو تاک لیا اور آپ کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کے سر پر علَم اور صلیبیں معلق تھیں، اس وقت عورتیں سخت بے چین ہوئیں اور بچوں نے چلانا شروع کر دیا۔ ایک ہزار مسلمان جو اس وقت یہاں موجود تھے، رومیوں کی طرف چل دیئے اور سامنے آ گئے۔

دشمنِ خدا بولص نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا قصد کیا اور آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ بھی سینہ سپر ہو کر مقابلہ میں ڈٹ گئے پھر دونوں میں گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مشرکوں کے درمیان دُوبدُو لڑائی ہونے لگی۔ غبار سروں پر بلند ہونے لگا اور اس زور شور سے تلوار چلی کہ ارضِ سحورا کا رنگ سرخ ہو گیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بولص کے مقابلہ میں اگرچہ بہت پریشان ہوئے مگر پورے صبر واستقلال کے ساتھ ڈٹے رہے۔

حضرت سہیل بن صباح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک عمدہ یمنی پنج کلیان گھوڑے پر سوار تھا۔ میں نے اس کی لگامیں چھوڑ دیں اور وہ ایک برق خاطف (کوندتی ہوئی بجلی) کی طرح آناً فاناً مجھے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے گیا۔ میں نے چیخ کر آواز دی۔ آپ نے گھوڑا موڑ کر فرمایا: اے ابن صباح رضی اللہ عنہ! کیا ہوا؟

میں نے کہا: اے امیر! حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور عورتوں کی مدد کو پہنچو! دمشق کی طرف سے فوج نے ان پر چڑھائی کر دی ہے اور کچھ عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لیا گیا حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اس وقت سخت مشکل میں ہیں اور یہ مصیبت

ان کے لئے ناقابل برداشت ہے۔

آپ نے یہ خبر سن کر ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن'' پڑھا اور فرمایا: واللہ! میں نے پہلے ہی حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا تھا کہ آپ ساق لشکر پر مجھے چھوڑ دیجئے، مگر انھوں نے نہ مانا۔ خیر! حکم خداوندی میں کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں جو دکھ مصیبت تقدیر میں لکھا ہو وہ مل کر ہی رہنا ہوتا ہے۔

اس کے بعد آپ نے حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ایک ہزار سوار لے کر فوراً پہنچیں اور عورتوں کی حفاظت کریں۔ ان کے پیچھے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک ہزار سوار دے کر فرمایا: دشمن کے مقابلہ کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ ان کے بعد حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کو حضرت قیس بن ہبیرہ المرادی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک ہزار فوج دے کر ان کو روانہ فرمایا۔ پھر خود بنفس نفیس تمام لشکر کو لے کر چل پڑے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بولص کے ساتھ جنگ میں مشغول تھے کہ مسلمانوں کا لشکر پہنچ گیا اور اللہ عزوجل کے دشمنوں پر چاروں طرف سے چھا گیا۔ اسلام کے بہادر جوانوں نے اس زور سے حملہ کیا کہ صلیبیں جھک گئیں۔ رومیوں کو اپنی ذلت وخواری کا یقین ہو گیا۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ آگ کے شعلہ کی طرح بولص کی طرف بڑھے جس وقت خدا کے دشمن نے آپ کو دیکھا ہوش اڑ گئے، برگ بید کی طرح تھر تھر کانپنے لگا اور چونکہ ان کی بہادری شجاعت اور سپہ گیری کے جوہر کلوص اور عزرائیل کے لشکر کے مقابلے میں نیز بیت لہیا کے میدان میں شہر پناہ کی دیوار سے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر چکا تھا اس لئے انھیں دیکھ کر فوراً پہچان لیا اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا:

اے عربی! تمھیں اپنے دین کی قسم! اس شیطان کو مجھ سے دور رکھو، میرے پاس نہ آنے دو اس جن کو! حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں شیطان اسی وقت تو ٹھہروں گا جس وقت تیری طلب پر تیرے پاس آنے میں مَیں تقصیر کروں گا، یہ کہہ کر آپ نے ایک دم اس کے ایک نیزہ مارا۔ بولص نے جب اپنی طرف نیزہ آتے دیکھا تو جان بوجھ کر خود ہی گھوڑے سے نیچے گر پڑا اور پیدل اپنے لشکر کی طرف بھاگا۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ بھی گھوڑے سے اتر کر اس کے تعاقب میں دوڑے اور فرمایا: تو کہاں جاتا ہے، حالانکہ تیرا شیطان تیرے پیچھے پیچھے تیری طلب میں ہے۔ اس نے جواب دیا: بدوی مجھے زندہ رہنے دے، میری زندگی کے ساتھ ساتھ تمھاری عورتوں اور بال بچوں کی بھی زندگی وابستہ ہے۔ یہ سن کر آپ نے قتل سے ہاتھ روکا اور زندہ گرفتار کر لیا۔ ادھر مسلمانوں نے دل کھول کر رومیوں کے ساتھ سخت قتال کیا اور انھیں ناکوں چنے چبوائے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ماجد بن رویم العبسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھی جنگ صورا کے روز حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لشکر میں حاضر تھا، رومی فوج کی تعداد تقریباً چھ ہزار تھی جس نے انھیں چاروں طرف سے گھیر کر ان پر خوب شمشیر زنی کی۔

حضرت رفاعہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جہاں تک ہمیں علم ہے ان چھ ہزار میں سے ایک سو سے زیادہ زندہ بچ کر نہیں گئے۔

کہتے ہیں کہ جب حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو اپنی بہن مجاہدہ اسلام حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا کی گرفتاری کا پتا چلا تو آپ کو بہت گراں گزرا۔ آپ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انھیں بھی اس کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں ہم نے ان کا سردار پکڑا ہوا ہے۔ ہمیں اپنی خواتین کی رہائی کے لئے دمشق ضرور چلنا ہے۔ ان قیدیوں کے تبادلہ میں ہم اپنی عورتوں کو رہا کرا لیں گے۔ اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ عورتوں کو آہستہ آہستہ لے کر چلیں، میں قیدی خواتین کی رہائی کے لئے جا رہا ہوں آپ نے دو ہزار سوار چیدہ چیدہ منتخب فرمائے اور اپنے ساتھ کر لئے اور باقی تمام لشکر اس اندیشے سے کہ کہیں وردان اور اس کے لشکر سے راستہ میں ٹکراؤ نہ ہو جائے، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہنے دیا آپ قیدیوں کی رہائی کے لئے چل دیئے۔

حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ میسرہ بن مسروق العبسی، ضرار بن ازور رضی اللہ عنہم اور چند سرداران قوم اور رؤسا آپ کے آگے آگے چل رہے تھے۔ راستہ تیزی کے ساتھ طے ہو رہا تھا۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے:

ترجمہ اشعار:

- یارب آپ ہماری جن مصیبتوں کو دیکھ رہے ہیں دور کر دیجئے اور مجھے جلدی سے حسرت کی موت نہ دیجئے۔
- میری یہ تمنا اور خواہش ہے کہ میں اپنی آنکھوں سے اپنی بہن خولہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ لوں۔
- میرے دوستو! میرے ساتھ دشمن کی طرف چلو، تا کہ میں اپنی مراد اور خواہش کو جلدی سے حاصل کر سکوں۔
- پھر اگر میں نہ لڑ مروں تو تم میری داڑھی مونڈ دینا۔

کہتے ہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہ سن کر ہنس پڑے۔ یہ حضرات برابر راستہ طے کرتے ہوئے چلے جا رہے تھے جب دریائے استریاق کے قریب پہنچے تو دور سے ایک غبار اٹھتا ہوا نظر آیا جس میں علم لہراتے ہوئے اور تلواریں چمکتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ عجیب حیرت انگیز بات ہے!

حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میری رائے میں یہ شاید دمشق کے باقی ماندہ سوار ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نیزے تان کر تیار ہو جاؤ، تاوقتیکہ یہ معلوم نہ ہو جائے کہ کیا معاملہ ہے؟ آپ کے فرمان کے مطابق مسلمانوں نے نیزے تان لئے اور آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ کہتے ہیں کہ جس وقت بولس کا بھائی بطرس خواتین عرب کو گرفتار کر کے نہر استریاق پر پہنچا تو اپنے بھائی کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے ٹھہر گیا۔ وہاں اس نے اپنے سامنے ان عورتوں کو بلا کر کھڑا کیا۔

حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر ان میں کوئی زیادہ حسین عورت نہیں تھی، اس لئے اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ میری ہے اور میں اس کا ہوں۔ اس کے بارے میں کوئی شخص مجھ سے معارضہ نہ کرے۔ لوگوں نے اس کی اس بات کو مان لیا۔ اسی طرح باقی دمشقیوں نے ایک ایک عورت کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ عورت میری ہے پھر انھوں نے بکریوں کو اور دوسرے اموال کو جو انھوں نے لوٹا تھا، جمع کیا اور اس کے بعد بولص کا انتظار کرنے لگے۔

جو مسلمان عورتیں گرفتار ہوئی تھیں ان میں زیادہ تر قوم حمیر، قبیلہ عمالقہ اور تبابعہ کی سیانی اور تجربہ کار خواتین بھی تھیں، جو گھوڑے کی سواری، راتوں رات سفر کرنے اور وقتاً فوقتاً قبائلی لڑائیوں میں حصہ لیتے رہنے کی وجہ سے مقابلہ کرنے کی خوگر اور عادی ہو چکی تھیں۔ کہتے ہیں کہ خواتین نے آپس میں میٹنگ کی اور ان جمع ہونے والی خواتین سے حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا نے انھیں مخاطب کر کے کہا:

حمیر کی بیٹیو! اور قبیلہ تبع کی یادگارو! کیا تم اس بات پر راضی ہو اور پسند کرو گی کہ رومی بے دین کافر پلید تم پر غالب آ جائیں اور تمھیں لونڈیاں بنا کر رکھیں؟ کہاں گئی تمھاری وہ شجاعت اور کیا ہو گیا تمھاری اس غیرت کو جس کا چرچا عرب کی لونڈیوں کی زبان پر عام رہا اور جس کا ذکر اہل عرب کی محفلوں اور مجلسوں میں ہوا کرتا تھا؟ افسوس! میں تمھیں غیرت و حمیت سے خالی اور شجاعت و برتری سے عاری اور کنارہ کشی اختیار کیے ہوئے دیکھ رہی ہوں۔ میرے نزدیک اس آنے والی مصیبت سے تمھارا قتل ہو جانا بہتر اور رومی کتوں کی خدمت کرنے کے لئے زندہ رہنے سے، مر جانا افضل ہے۔ یہ سن کر عفرہ بنت غفار حمیریہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

اے بنت ازور رضی اللہ عنہا! تم نے ہماری شجاعت و برتری، عقل و دانائی، بزرگی اور مرتبہ کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک امر واقعہ اور حقیقت ہے اور اس میں بھی کیا شبہ ہے کہ ہمیں گھوڑے کی سواری میں مہارت ہے اور دشمن کا راتوں کے وقت بھی قافیہ تنگ کر دینا آتا ہے، مگر یہ بتلایئے کہ جو اپنے پاس نہ گھوڑا رکھتا ہو نہ نیزہ اور اس کے پاس کوئی ہتھیار ہو نہ تلوار، وہ بھلا کرے تو کیا کرے؟ آپ جانتی ہی ہیں کہ ہمیں دشمن نے اچانک گرفتار کر لیا اور اس وقت ہم بالکل غیر مسلح تھیں اور ہم بکریوں کی طرح اِدھر اُدھر بھٹکتی پھر رہی تھیں۔

یہ جواب سن کر حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا نے فرمایا: قبیلہ تبع کی بیٹیو! تمھاری غفلتوں کا کوئی ٹھکانا ہے؟ خیموں کی چوبیں اور بانس نظر نہیں آتے ہیں؟ ہمیں چاہیے کہ انہی چوبوں، بانسوں کو اٹھا کر بد بخت دشمن پر حملہ کر دیں! ممکن ہے کہ ارحم الراحمین ہماری ان کافروں کے مقابلہ میں غیبی مدد فرما دے اور ہم ان پر غالب آ جائیں ورنہ کم از کم شہید ہی ہو جائیں تاکہ یہ ذلت و رسوائی کا دھبہ تو ہمارے ماتھے پر نہ لگے!

عفرہ بنت غفار رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میرے نزدیک بھی آپ کی یہ رائے نہایت مناسب ہے اور خدا لگتی کہوں مجھے تو بہت پیاری لگی ہے۔

اس کے بعد ہر ایک عورت نے خیمہ کی ایک ایک چوب اٹھائی۔ حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا کمر باندھ کر ایک چوب کاندھے پر اٹھائے آگے ہوئیں ان کے پیچھے عفرہ بنت غفار رضی اللہ عنہا، ام ابان بنت عتبہ، سلمہ بنت نعمان بن المقر رضی اللہ عنہا اور دوسری عورتیں چلیں۔

خواتین اسلام کا قابلِ تقلید کارنامہ

پھر کہنے لگیں: رومی خنزیرو! کسی میں ہے جنگ کی ہمت تو میدان میں آؤ! هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ کا نعرہ لگا کر جنگ کی منتظر ہوئیں اور خواتین کی اس مختصر سی اسلامی فوج کو مخاطب کر کے حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا اس طرح تنظیم اور ڈسپلن کا درس دینے لگیں:

زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک دوسری سے ملی رہنا کہیں بکھر نہ جانا اگر خدانخواستہ تم ادھر ادھر منتشر ہو گئیں، اکٹھی نہ رہیں تو یاد رکھو تمھارے سینے چھلنی کر دیئے جائیں گے، تمھاری گردنوں کو تلوار کاٹ دے گی، تمھاری کھوپڑیوں کو اڑا دیا جائے گا اور تم سب کا یہیں ڈھیر ہو کر رہ جائے گا۔

یہ کہہ کر آپ نے پیش قدمی کی اور ایک رومی کے سر پر چوب سے ایسی ضربِ کاری لگائی کہ دھڑام سے گرا اور موقع پر ہی ہلاک ہو گیا۔ رومیوں میں کھلبلی پڑ گئی۔ ایک دوسرے سے دریافت کرنے لگے کہ "کیا ہو گیا؟" اچانک چوبیں اٹھائے عورتوں کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ بطرس نے چلا کر عورتوں سے کہا "بدبختو! تمھیں کیا ہو گیا ہے یہ کیا کرتی ہو؟"

حضرت عفرہ بنت غفار الحمیر یہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ آج ہم نے ارادہ کر لیا ہے کہ ان چوبوں کے ذریعے تمھارے دماغوں کو درست اور تمھاری زندگیوں کا سلسلہ منقطع کر کے اپنے اسلاف کے چہروں سے ننگ و عار کا داغ دھبہ دھو ڈالیں!

بطرس یہ سن کر ہنسا اور اپنی قوم کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا: ڈوب مرو، تُف ہے تم پر۔ یہ زنانہ فوج تمھیں آگے لگائے پھرتی ہے، ان کو منتشر کر کے زندہ ہی قابو کر لو۔ تم میں سے جو شخص خولہ کو پکڑے اس پر لازم ہے کہ وہ اس کے ساتھ کسی ناپسندیدہ امر کا خیال تک نہ لائے (کیونکہ اس کو میں اپنے لئے مخصوص کر چکا ہوں)۔

کہتے ہیں کہ رومیوں نے انھیں چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا تھا، چاہتے تھے کہ ان تک پہنچیں مگر چونکہ جو بھی ان کے قریب بھٹکنے کی کوشش کرتا تھا یہ پہلے تو چوب سے اس کے گھوڑے کی ٹانگیں توڑ دیتی تھیں اور جب سوار اوندھے منہ گرتا، تو مار مار کر اس کا سر کچل دیتیں۔ اس لئے ان تک کوئی نہ پہنچ سکا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عورتوں نے اسی طرح تیں سوار موت کے گھاٹ اتار دیئے۔ بطرس یہ دیکھ کر سخت پیچ پا ہوا۔ گھوڑے سے نیچے اترا۔

اور اسے پیادہ دیکھ کر اس کے ساتھی بھی اتر آئے اور پیدل ہو گئے۔ تلواریں اور نیزے لے کر ان کی طرف بڑھے، عورتیں آپس میں ایک دوسرے کی طرف لپکیں اور آپس میں کہنے لگیں ذلت کی زندگی سے عزت سے اللہ ﷻ کی راہ میں لڑتے ہوئے جان دے دینا افضل ہے۔

رومی کمانڈر بطرس نے خواتین اسلام کے مقابلے میں اگرچہ بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر اُن کی بہادری اور شجاعت کے سامنے کفِ افسوس ملنے کے سوا اور کچھ نہ کر سکا۔ حضرت خولہ بنت ازور ﷞ کی طرف اس نے دیکھا جو ایک شیرنی کی طرح غرّا رہی ہیں اور وہ رزمیہ اشعار پڑھ رہی ہیں:

❀ ہم قبیلہ تبع اور حمیر کی لڑکیاں ہیں، ہمارے لئے تمھیں قتل کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔

❀ کیونکہ ہم جنگ میں ایک بڑھتی اور دہکتی ہوئی آگ ہیں۔ کافرو! سن لو! آج ہم تمھیں سخت عذاب میں مبتلا کریں گی۔

بطرس نے جب حضرت خولہ بنت ازور ﷞ کی زبان سے یہ اشعار سنے، آپ کا حسن و جمال دیکھا اور قدرعنا ملاحظہ کیا، تو آپ کے قریب آ کر گویا ہوا: عربیہ! تم باز آ جاؤ، میرے دل میں تمھاری بڑی عزت ہے اور میں اپنے دل میں تمھارے لئے ایک ایسا راز رکھتا ہوں جس کو سن کر تمھیں یقیناً فرحت ہو گی۔ کیا تمھیں یہ پسند نہیں کہ میں تمھارا مالک ہو جاؤں، حالانکہ میں وہ شخص ہوں جس کی تمنا تمام نصرانی عورتیں اپنے دل میں رکھتی ہیں۔ نیز میں زرعی زمینوں، باغوں، کثیر مویشیوں اور مال و اسباب کا مالک ہوں اور بادشاہِ روم ہرقل کی آنکھ کا تارا ہوں۔ اس کے نزدیک جو کچھ میری عزت اور قدر و منزلت ہے وہ کم ہی کسی کو نصیب ہو گی اور یہ سارے مال، زمینیں، باغات عزتیں اور عہدے تمھارے لئے ہوں گے، تمھیں چاہئے کہ اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو! اور خود کو خطرات میں ڈال کر اپنی زندگی ضائع نہ کرو!

حضرت خولہ ﷞ نے فرمایا: بد بخت کافر! بدکار اولاد، فاجر کے تخم! اللہ ﷻ کی قسم! اگر میرے بس میں ہو تو میں ابھی اس لٹھ سے تیرا سر پھوڑ کر، بھیجا نکال دوں، واللہ میں تو تجھ جیسے شخص کو اپنے اونٹ چرانے اور بھیڑ بکریوں کی رکھوالی کے لئے نوکر رکھنا بھی پسند نہ کروں، چہ جائیکہ تو میری برابری اور ہمسری کے خواب دیکھتا ہے۔

بطرس یہ سن کر غصہ میں لال پیلا ہو گیا، اس کی آنکھوں سے آگ برسنے لگی ساتھیوں سے کہنے لگا: تمام ملک شام میں اور گروہ عرب میں تمھاری اس سے بڑی ذلت اور رسوائی کیا ہو گی کہ عورتیں تم مردوں پر غالب آ جائیں؟ شرم کرو، یسوع مسیح اور بادشاہ ہرقل کی ناراضگی سے ڈرو اور ان مٹھی بھر خواتین اسلام کو قتل کر دو۔

علامہ واقدی ﷫ لکھتے ہیں:

مشرکین یہ سن کر طیش میں آ گئے اور فوراً حملہ کر دیا۔ خواتین اسلام اس حملہ کو بڑی استقامت، عزم اور صبر و سکون

سے برداشت کر رہی تھیں کہ اسی اثناء میں انھوں نے دیکھا کہ گرد وغبار اٹھ رہا ہے اور تلواریں چمک رہی ہیں۔ یہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا لشکر تھا جو قریب آ گیا تھا ادھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کچھ فاصلے پر ٹھہر کر اپنے جانبازوں سے فرمایا: تم میں سے کون شخص ہے جو مجھے اس معاملہ کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کی ڈیوٹی اپنے ذمہ لے گا؟

حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ نے سبقت کر کے اس خدمت کے لئے خود کو پیش کر دیا اور گھوڑے کی عنان پھیر دی۔ عورتوں کے قریب پہنچ کر لوٹے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو خواتین اسلام کے دشمن سے مدافعانہ جنگ لڑنے کی اطلاع دی۔ آپ نے بڑی حیرت کی، وہ عورتیں خاندان عمالقہ اور قبیلہ تبابِعہَ کی ہیں۔ بعض ان میں سے تُبّعْ بِنْ اَقْرَنْ کی اور بعض تبع بن ابی کرب کی۔ بعض ذی رعین، بعض عبدالکلال المعظم اور بعض تبع بن حسان بن تبع کی ہیں۔ تُبّع بن حسان یہ وہی ہیں جنھوں نے قبل از ظہور، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا تھا اور آپ کی بعثت سے قبل آپ کی نبوت کی شہادت دی تھی نیز آپ کی شان اقدس میں حسب ذیل اشعار مرتب کئے تھے۔

ترجمہ اشعار:

- میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام روحوں کو پیدا کرنے والے اللہ تبارک وتعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
- آپ کی ایک اُمت ہوگی جس کا نام زبور میں ''اُمت احمد خیر الامم'' رکھا گیا ہے۔
- اگر میری عمر لمبی ہوئی اور اس نے آپ کے زمانہ مبارک تک وفا کی تو میں ان کا وزیر اور ان کا ابن عم ہوں گا۔

(حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا): اے رافع! ان عورتوں کے جنگی کارنامے اکثر جگہ پہلے ہی مشہور ہیں اور اگر واقعی انھوں نے ایسی ہی بہادری دکھائی ہے جیسا کہ تم ذکر کرتے ہو اور دشمن کے مقابلے میں اسی طرح شجاعت کے جوہر دکھائے ہیں، تو یاد رکھو! انھوں نے مردوں اور عربوں کی لڑکیوں پر قیامت تک اپنی بہادری کی دھاک بٹھا دی ہے اور عورتوں کی پیشانیوں پر ننگ وعار کا دھبہ لگنے سے ان کو محفوظ کر کے اس کا سہرا اپنے سر باندھ لیا ہے۔

کہتے ہیں کہ عورتوں کی اس غیر معمولی بہادری اور بے سروسامانی کے عالم میں بھی ایسی شجاعت دکھانے کا سن کر خوشی سے مسلمانوں کے چہرے دمک اٹھے۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے جب حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ سے یہ خبر سنی تو خوشی اور فرحت سے اُچھل پڑے اور والہانہ انداز میں ایک جست لگائی اور آپ پر جو پرانی چادر تھی، اتار پھینکی۔ نیزہ ہاتھ میں لیا اور یہ ارادہ کر کے کہ میں سب سے پہلے بناتِ اسلام کی مدد کے لئے پہنچوں، گھوڑے کی عنان پھیر دی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ضرار رضی اللہ عنہ! ذرا ٹھہرو جلدی نہ کرو۔ جو شخص کسی کام کو صبر واستقلال کے ساتھ کرتا ہے وہ ہمیشہ خوشی کے ساتھ اس کو پورا کر دیتا ہے لیکن اگر آدمی جلد بازی کرے تو پھر اس کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے اور اسے مراد کو پانے کی توفیق کم ہی ہوتی ہے۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر! بہن خولہ کی مدد کو پہنچنے کے لئے میرے ہاتھ سے دامنِ صبر چھوٹا ہی جا رہا ہے، آپ خود سوچیں کہ کوئی بھائی اپنی بہن کو دشمنوں کے نرغہ میں اور حالت جنگ میں سن کر کیسے رُکا رہ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: انشاء اللہ عزوجل آپ فتح کی خوشخبری بہت جلد سنیں گے۔

اس کے بعد آپ نے لشکر کے قریب گھوڑوں کو برابر، سر سے سر ملا کر کھڑا کیا۔ جھنڈوں کو اونچا کرنے کا حکم دیا اور خود قلب لشکر میں پہنچ کر حسب ذیل خطاب کیا:

''اے گروہ مسلمین! جس وقت تم دشمن کی فوج کے قریب پہنچ جاؤ تو متفرق ہو کر فوراً چاروں طرف سے اس کے گرد گھیرا تنگ کر دینا اور حریف کے پورے لشکر کو اپنے حصار میں لے لینا۔ اللہ عزوجل کی ذات پاک سے قوی اُمید ہے کہ وہ اس طرح ہماری خواتین کو دشمن کے پنجے سے نجات اور ہمارے بچوں کو آزادی عطا فرمائے گا۔''

مسلمانوں نے اس کا جواب نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ اثبات میں دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس کے بعد لشکر کے آگے آگے چلے۔ رومی فوج خواتین اسلام کے ساتھ ہنوز برسر جنگ ہی تھی کہ لشکر اسلام توحید کے علم لہراتے ہوئے دشمن کے سر پر پہنچ گیا۔

مجاہدات کی رومیوں سے جنگ

حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا نے بلند آواز سے مسلم مجاہدات سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے قبیلۂ تبابعہ کی لڑکیو! اللہ عزوجل کی طرف سے تم پر رحمت نازل ہوئی ہے اور اس کریم و رحیم ذات نے محض اپنے فضل اور مہربانی سے تمہارے دلوں کو خوش کیا۔

کہتے ہیں کہ بطرس نے جب اہل توحید کی فوج کو بڑے منظم طریق سے قریب آتے ہوئے دیکھا کہ ان کے نیزے سرکنڈے کے جنگل کی طرح گھنی قطاریں بنائے لہرا رہے ہیں اور ان کی شمشیریں بجلی کی طرح چمکتی دکھائی دیتی ہیں، تو اس کا دل دھڑکنے لگا اور اس کے شانوں کا گوشت پھڑکنا شروع ہو گیا۔ اہل روم کی حالت یہ ہوئی کہ وہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ (کہ اب کریں تو کیا کریں کہ نہ پائے رفتن نہ پائے ماندن؟) بطرس ان کے درمیان سے نکلا اور چلّا چلّا کر کہنے لگا:

اے گروہ خواتین! یقین کرو کہ تمہارے لئے میرے دل میں رحم اور شفقت پیدا ہو گئی ہے اس لئے کہ ہماری بھی تم جیسی بہنیں بیٹیاں، مائیں اور پھوپھیاں ہیں۔ میں تم پر ترس کھا کر اس صلیب کے صدقے میں تمھیں آزاد کرتا ہوں، جس وقت تمہارے مرد پہنچیں تو انھیں تم اپنے ساتھ میرے اس حسن سلوک کی ضرور خبر دینا۔

یہ کہہ کر بطرس نے فرار کے ارادہ سے گھوڑے کی باگ پھیر دی، مگر اس سے پہلے کہ اس کا گھوڑا رفتار پکڑتا اس نے دیکھا کہ قلب لشکر سے دو سوار نکلتے ہیں جن میں سے ایک نے زرہ پہن رکھی ہے اور دوسرا ننگے بدن ہے، اور بغیر زین عربی گھوڑے کی برہنہ پشت پر جم کر بیٹھا ہے، ہاتھ میں ایک لمبا نیزہ ہے۔ یہ دونوں شہسوار بڑی برق رفتاری کے ساتھ اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے اس کی طرف بڑھ رہے ہیں اور شیر کی طرح دھاڑ رہے ہیں، ان میں سے ایک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سپہ سالارِ افواج اسلامیہ اور دوسرے شیر اسلام حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ ہیں۔

جس وقت حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو آواز دی اور کہا بھائی جان کہاں چلے؟ آپ کی مدد اور معاونت سے تو اللہ رب العزت نے ہمیں پہلے ہی مستغنی فرما دیا ہے۔

بطرس، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی طرف چلا کر کہنے لگا تم اپنے بھائی کے پاس چلی جاؤ! اگرچہ مجھے تمھاری جدائی شاق ہو گی مگر میں تمھیں ان کے حوالے کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر چاہا کہ بھاگ پڑے مگر ''بھاگ ماڑے'' حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے اس کی طرف بانہیں لمبی کرتے ہوئے فرمایا:

تم ہماری طرف ملاپ اور مہربانی کا ہاتھ بڑھاؤ اور اس کے جواب میں ہماری طرف سے بے رخی اور کج ادائی کا مظاہرہ ہو یہ ہم عربوں کی ریت ہے اور نہ شیوہ۔ تُو اپنی خواہش کا غلام اور مرضی کا طالب صادق بن کر دکھا، یہ کہہ کر آپ اس کے سامنے اس کا راستہ روک کر کھڑی ہو گئیں۔

بطرس نے کہا: میرے دل سے تیری محبت نکل چکی ہے اس لئے اب مجھے اپنی صورت نہ دکھلاؤ۔ آپ نے فرمایا: مگر مجھے ہر حالت میں تیرا ساتھ دینا چاہئے۔ یہ کہہ کر آپ اسکی طرف لپکیں۔ ادھر حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی اس کی طرف جھپٹے۔ فوج نے بھی اسی کی طرف رُخ کیا۔ جس وقت اس نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور آپ بھی اس کی طرف متوجہ ہوئے تو یہ چلا کر کہنے لگا: اے عربی! لو اپنی بہن کو لے لو تمھیں مبارک ہو! یہ میری طرف سے تمھیں ایک ہدیہ ہے۔

بطرس کا مارا جانا

آپ نے فرمایا: بہت اچھا، میں نے تمھارا ہدیہ قبول کیا مگر میرے پاس اس وقت ہدیہ کا بدلا دینے کو سوائے میرے اس نیزے کی اَنی (پیکان) کے اور کچھ نہیں یہی لے لو۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھتے ہوئے کہ:

﴿وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ط﴾

''اور جب تمھیں کوئی کسی لفظ سے سلام کہے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو۔'' [1]

[1] پارہ 5، النساء 86، ترجمہ کنزالایمان

اس پر حملہ کر دیا اور آپ کا نیزہ اس کے دل پر لگا، ادھر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے بڑھ کر اس کے گھوڑے کے پیروں پر ایک ضرب لگائی گھوڑا چکرا کر سر کے بل آیا اور یہ دشمن خدا قریب تھا کہ زمین پر گر جائے کہ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے اس سے پہلے ہی فوراً اس کے اس زور سے نیزہ مارا کہ پھل آر پار ہو گیا اور یہ مردہ زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے زوردار نعرہ لگایا اور فرمایا: ضرار رضی اللہ عنہ! ماشاء اللہ! خوب رہا، شاباش یہی وہ نیزہ مارنے کا انداز ماہرانہ ہے جس سے نیزہ باز کو ناکامی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ ادھر مسلمانوں نے رومیوں پر حملہ کر دیا اور یہ حملہ شعلہ جوالہ کی طرح اتنا یکا یک کیا گیا تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے رومیوں کے تین ہزار ''مردانِ آزمودہ کار'' کشتہ ہو چکے تھے۔

حضرت حامد بن عون الربعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے شمار کیا تھا، حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ نے اس معرکہ میں تیس رومی قتل کئے تھے اور حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا نے خیمے کی چوب سے ہی متعدد رومیوں کو جہنم رسید کر دیا تھا۔ میں نے حضرت عفرہ بنت غفار الحمیریہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ آپ اس شدت سے لڑیں کہ اس سے قبل کبھی میں نے ان کو اس جاں بازی کے ساتھ لڑتی ہوئی نہیں دیکھا تھا۔

جو رومی فوجی مسلمانوں کی تلوار سے بچ رہے انھوں نے بھاگم دوڑ شروع کر دی۔ مسلمانوں نے بھی برابر ان کا تعاقب جاری رکھا حتیٰ کہ ان کا پیچھا کرتے کرتے دمشق تک جا پہنچے۔ شہر میں سے ان کے اہل میں سے کوئی بندہ ان کی مدد کرنے نہیں نکلا بلکہ ان پر اور زیادہ ہیبت چھا گئی اور پہلے سے بھی زیادہ وہ مرعوب اور خوفزدہ ہو گئے۔ مسلمان واپس پلٹے، مالِ غنیمت، گھوڑے اور دشمن کا چھوڑا ہوا اسلحہ جمع کیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس جلدی پہنچنے کی کوشش کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ وردان آپ کو جا گھیرے۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے بطرس کا سر اپنے نیزے پر لٹکایا اور لوگوں نے کوچ کر دیا۔ حتیٰ کہ کاروانِ اسلام مرج راہط [1] کے مقام پر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے جا ملا۔ آپ چلنے سے ٹھہر گئے تھے یہاں تک کہ مسلمان جب حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچے تو انھوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے بھی زور زور سے اللہ اکبر کی آوازیں بلند کیں جب قریب آئے تو ایک دوسرے کو سلام کیا عورتوں کو دیکھا تو بڑی فرحت اور خوشی ہوئی اور ان کے کارنامے سن کر بے حد خوشی حاصل ہوئی۔ اللہ عزوجل کی اس نصرت اور غیبی مدد کو دیکھ کر مسلمانوں کے دلوں میں یقین اور بھی پختہ تر ہو گیا کہ اب ''شام'' ان کا ہے اور یہ فتح و نصرت شام کی فتح کا پیش خیمہ اور بشارت و نوید ہے۔

---

[1] شام کے ایک مقام کا نام ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

بطرس کے بھائی کو دعوتِ اسلام

اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ''بولص'' کو بلا کر اس کے سامنے اسلام پیش کیا اور فرمایا اسلام قبول کر لو ورنہ تیرا وہی انجام ہوگا جو تیرے بھائی کا ہوا۔

اس نے پوچھا کہ میرے بھائی کے ساتھ کیا ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ ہلاک کر دیا گیا ہے۔ یہ اس کا سر موجود ہے اور آپ نے اس کا سر منگا کر اس کے سامنے ڈال دیا۔ بھائی کا سر دیکھ کر بولص نے رونا شروع کر دیا اور کہنے لگا: بھائی کے مرنے کے بعد زندگی بے لطف ہو گئی اب مجھے جینے کا کوئی مزہ نہیں، مجھے بھی اسی کے ساتھ لاحق کر دو۔ چنانچہ حضرت میسب بن نجیبۃ الفزاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور حکم پاتے ہی بولص کی گردن اڑا دی اور مسلمان وہاں سے آگے چل پڑے۔

عساکر اسلامیہ کی اجنادین میں صف بندی

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی پوری سند کے ساتھ لکھتے ہیں: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جو خطوط اسلامی لشکروں کے امیروں کے نام ارسال کئے تھے۔ جیسے حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ! جب ان امراء اسلام کے پاس یہ خطوط پہنچے تو ہر امیر نے خط پڑھتے ہی اپنی اپنی فوج کو مسلمانوں کی مدد کے لئے چلنے کا فوراً حکم دے دیا اور یہ سردار اپنے ماتحت لشکر کو لے کر ''اجنادین'' پہنچ گیا۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام بیان کرتے ہیں: میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھا۔ سب ایک ہی تاریخ میں یعنی یکم جمادی الاولیٰ 12 ھ کو تمام لشکروں کی آمد شروع ہو گئی تھی۔ مسلمانوں نے ایک دوسرے کو سلام کیا۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے دیکھا کہ رومیوں کا لشکر اتنا بڑا ہے کہ جسے شمار کرنا مشکل تھا۔ جس وقت ہم ان کے اتنے قریب ہو گئے کہ وہ ہمیں دیکھ سکیں تو انھوں نے ہمیں دیکھ کر اپنا ساز و سامان اور لشکر کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ سوار اور پیادہ فوجوں کی صف بندی کرنا شروع کر دی اور ہمارے سامنے اپنی افرادی قوت کا مظاہرہ کرنے کی غرض سے ''اجنادین'' کے میدان میں اپنی صفوں کو دور تک پھیلا دیا۔ اس وقت رومی لشکر کی نوّے (90) صفیں تھیں اور ہر صف میں ایک ہزار جوان موجود تھے۔

حضرت ضحاک بن عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بھی عراق گیا وہاں کسریٰ کا لشکر اور ''جرامقہ'' کی فوجیں دیکھیں مگر اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے رومیوں جیسا لشکر عظیم اکی تعداد اور اتنا زیادہ اسلحہ نہیں دیکھا تھا۔ ہم نے ان کے

مقابلے کیلئے یہیں پڑاؤ کیا۔ اگلے روز صبح سویرے رومیوں نے ہماری طرف پیش قدمی شروع کر دی، جس وقت ہم نے رومی فوج کی نقل وحرکت کو دیکھا تو ہم بھی چوکنا ہو گئے اور مقابلہ کی تیاری شروع کر دی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہو کر ہماری صفوں میں تشریف لائے اور فرمایا: مسلمانو! یاد رکھو جس قدر تمہارے مقابلے کیلئے آج لشکر موجود ہے تم اس کے بعد کبھی نہیں دیکھو گے اگر اللہ عزوجل نے اس لشکر کو تمہارے ہاتھوں سے شکست دے دی تو پھر کبھی بھی کوئی تمہارے مقابلے پر نہیں آسکے گا۔ تم پر لازم ہے کہ جہاد میں جان کی بازی لگا دو۔ اللہ عزوجل کے دین کی مدد کرو۔ یاد رکھو! اگر تم نے میدان جنگ میں پشت دکھائی اور راہ فرار اختیار کی تو تمہارے سامنے دوزخ ہوگی۔ کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہو جاؤ اور تلواروں کو حرکت میں لے آؤ اور جب تک میں حکم نہ دوں از خود حملہ نہ کرنا۔ ہوشیار ہو جاؤ اور اپنے عزم وارادہ کو مضبوط رکھو۔

رومی لشکر کی تیاری

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھے باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ جس وقت جنرل وردان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جنگ کیلئے مجتمع اور حملہ کرنے کیلئے بالکل تیار اور آمادہ دیکھا تو اس نے اپنے ماتحت کرنل اور سرداروں کو جمع کر کے کہا:

اے رومیو! یاد رکھو بادشاہ ہرقل کو تم پر بہت ناز اور بھروسہ ہے اگر تم شکست کھا گئے، پھر کوئی شخص تمہارے بعد عربوں کے مقابلہ میں نہیں نکل سکے گا۔ عرب تمہارے علاقوں پر قبضہ کر لیں گے، تمہارے مردوں کو قتل کرنے کے بعد عورتوں کو قیدی بنا لیں گے۔ لہٰذا تمھیں جوانمردی سے لڑنے کیلئے تیار ہو جانا چاہئے اور ایک متفقہ حملہ کی منصوبہ بندی کرنی چاہئے۔ یاد رکھو تم ان سے تین گنا زیادہ ہو، تمہارے ہر تین شخصوں کے مقابلے میں ان کا محض ایک آدمی ہے۔ صلیب سے مدد طلب کرو، وہ ضرور تمہاری مدد کرے گی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا رومی لشکر کی جاسوسی کروانا

راوی کا بیان ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے مجاہدانِ اسلام! تم میں کون شخص ہے جو رومی لشکر کے پاس جا کر ان کی صحیح تعداد، ان کے سازوسامان اور دیگر حالات کی ہمیں اطلاع دے؟ حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کام کیلئے میں تیار ہوں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واللہ اس کام کے لئے تم ہی موزوں ہو مگر اے ضرار! جس وقت تم دشمن کے پاس پہنچ جاؤ تو احتیاط رکھنا اور دشمن کے دھوکے میں نہ آنا اور اپنے نفس پر غرور کر کے اپنی جان کو خواہ مخواہ دشمن کے نرغے

میں نہ پھنسانا کیونکہ اللہ ﷻ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾

''اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔''[1]

تم خودکشی نہ کرنا۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کی باگ پھیری اور چل دیئے اور وہاں پہنچ کر آپ نے رومی لشکر کے ساز وسامان، خیمے، خودوں اور نیزوں کی چمک اور ان کے طمطراق اور تزک واحتشام کو دیکھا اور آپ نے پرندوں کے پروں کی طرح ان کے فوجی نشانوں اور چھوٹے بڑے جھنڈوں کو لہراتے ہوئے اور پھریرے اڑاتے ملاحظہ کیا۔ وردان جو اسلامی لشکر اور ان کے طور وطریق کو نظر عمیق سے دیکھ رہا تھا، اچانک اس کی نظر حضرت ضرار رضی اللہ عنہ پر پڑی اور وہ اپنے چند سرداروں سے کہنے لگا: میں نے ایک سوار کو آتے ہوئے دیکھا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ اپنی قوم میں کوئی معزز سردار ہے پس تم میں کون ہے جو اسے گرفتار کر کے لائے۔

یہ سنتے ہی فوج میں سے تیس جوان نکلے اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی طرف چل دیئے۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے جب انہیں اپنی طرف آتے دیکھا تو آپ پیچھے کو مڑے اور اُن جوانوں نے آپ کا پیچھا کیا اور وہ یہ سمجھے تھے کہ یہ مقابلہ سے بھاگ نکلا ہے مگر آپ نے جنگی چال کے ارادہ سے ایسا کیا۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ اس پلٹن کو ان کے لشکر سے دور کر کے پھر مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ جب یہ اپنے لشکر سے دور چلے آئے تو آپ نے گھوڑے کا رُخ ان کی طرف کر دیا۔ برچھا سنبھالا اور ایسی کاری ضرب لگائی کہ ان کا ایک سوار برچھا کھاتے ہی خاک وخون میں لوٹنے لگا۔ آپ فوراً ہی دوسرے پر پلٹے اور شیر ببر کی طرح حملہ کرتے ہوئے ان کے درمیان میں گھستے چلے گئے اور ان کے درمیان میں پہنچ کر اس زور کا نعرہ لگایا کہ دشمن کے دل دہل گئے اور ان پر رعب چھا گیا۔

رومی فوج کے یہ نوجوان بھاگنا شروع ہو گئے اور آپ نے بھی ان کا پیچھا نہیں چھوڑا اور ایک ایک کو گراتے چلے گئے یہاں تک کہ آپ نے انیس رومیوں کو ہلاک کر دیا۔ جب تعاقب کرتے کرتے رومی لشکر کے قریب پہنچ گئے تو آپ واپس پلٹ آئے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں واپس آ کر اس تمام کارروائی سے باخبر کیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں نے پہلے ہی آپ سے نہیں کہا تھا کہ اپنی طاقت پر مغرور ہو کر اکیلے ان پر حملہ آور نہ ہونا۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اے امیر! دراصل رومی مجھے گرفتار کرنا چاہتے تھے اور مجھے شرم آئی کہ میرا خدا

[1] پارہ 2، البقرہ 195، ترجمہ کنزالایمان

مجھے دشمن کے مقابلہ سے پشت دکھا کر بھاگتا ہوا دیکھے، لہٰذا میں نے محض اللہ ﷻ کی رضا اور خوشنودی کیلئے اخلاص کے ساتھ اللہ ﷻ کے دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ اسی لئے تو اللہ رب العزت نے یقیناً میری مدد فرمائی۔ اللہ ﷻ کی قسم ہے! اگر مجھے آپ کی ملامت کا ڈر نہ ہوتا تو میں جب تک رومیوں کے پورے لشکر پر حملہ نہ کر لیتا میرا دل واپس آنے کو ہرگز نہیں چاہتا تھا۔ اے امیر! آپ یقین کریں کہ تمام لشکر ہمارے لئے ٹھنڈی غنیمت ہے۔

معرکۂ اجنادین اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا خواتینِ اسلام کو خطاب

کہتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا، میمنہ، میسرہ، قلب اور ہراوّل، اور ہراوّل کے پھر دو حصے بنائے۔ ہراول ایمن اور ہراول ایسر۔ میمنہ کی کمان حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے سپرد کی۔ میسرہ پر سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ ہراوّل ایمن پر حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ اور ہراوّل ایسر پر حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ چار ہزار سوار حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی کمانڈ میں دے کر ان کو لشکر کے پچھلے دستے پر مامور کیا تاکہ وہ اس لشکر سے خواتین اور بچوں کی حفاظت کریں۔

اس کے بعد آپ خواتین کی طرف متوجہ ہوئے جن میں حضرت عفرہ بنت غفار الحمیریہ رضی اللہ عنہا، ام ابان بنت عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہا جن کی نئی نئی شادی ہوئی تھی اور ابھی ان کے ہاتھوں میں مہندی کا رنگ اور سر میں عطر کی خوشبو باقی تھی اور خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا (حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی بہن) مزروعہ بنت عملوق رضی اللہ عنہا، سلمیٰ بنت زارع بن عروہ رضی اللہ عنہا، لبنیٰ بنت سوار رضی اللہ عنہا، سلمیٰ بنت نعمان رضی اللہ عنہا اور انہی جیسی بہادر اور بے نظیر دیگر خواتین اس میں شامل تھیں جن کی شجاعت اور بہادری کے چرچے عام تھے۔ آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اے قبیلۂ تبابعہ، بقیۃ العمالقہ اور سردارانِ اکاسرہ کی قابلِ فخر بیٹیو! تم نے وہ کارنامے انجام دیئے ہیں کہ اُن اعلیٰ کارناموں کی بدولت تم نے اپنے مولیٰ کریم وحدہ لاشریک لہ کو راضی کر لیا اور تمام مسلمانوں کو خوش کر دیا ہے۔ تمہارے ان کارناموں کی وجہ سے ہمیشہ تمہارا ذکرِ جمیل ہوتا رہے گا اللہ ﷻ کی راہ میں تمہارے اس عمل نے تم پر جنت کے دروازے کھول دیئے ہیں اور تمہارے دشمن کے لئے دوزخ کی آگ بھڑکا دی ہے، یقین کرو مجھے تم پر مکمل اعتماد ہے۔ اگر رومیوں کا کوئی طائفہ (گروہ) تم پر حملہ کر دے تو اسے موت کے گھاٹ اتار دینا اور اگر مسلمانوں میں سے تمہیں کوئی فرد میدان جنگ سے بھاگتا ہوا نظر آئے تو اس کو روکنا اور اس کے بچوں کو سامنے لا کر اس سے پوچھنا: اے مرد! ان بچوں کو دشمن کے نرغے میں چھوڑ کر کدھر جا رہے ہو؟ اور اپنی بیوی کفار کے پنجے میں دے کر کدھر چل دیئے ہو؟ ان باتوں سے گویا تم مسلمانوں کو لڑنے اور دشمن سے جنگ کرنے پر برانگیختہ کرو گی اور زیادہ مستعد کرو گی۔

خواتینِ اسلام کا جواب

حضرت عفرہ بنت غفار رضی اللہ عنہا نے کہا: اے امیر! قسم ہے اللہ رب العزت کی کہ ہمیں خوشی اور فرحت صرف اس وقت ہوگی جب آپ ہمیں لشکر کے فرنٹ پر رکھیں اور ہم لشکر روم کے چہرے اپنی تلواروں کی ضربوں سے کچل کر رکھ دیں اور ہم رومی فوج سے اس وقت تک لڑنا چاہتی ہیں کہ جب تک ہم میں سے ایک بھی باقی ہے۔

حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا نے کہا: اے امیر! ہمیں کسی بڑے سے بڑے لشکر کی بھی کوئی پرواہ نہیں، ہم کسی کی سختی سے مرعوب ہونے والی ہیں نہ دشمن کی افواج اور اس کے اسلحہ کی کثرت سے خوفزدہ ہونے والی ہیں۔

آپ نے فرمایا: ان بہادر مسلمان خواتین کو اللہ عزوجل بہتر جزاء اور اچھا انعام و صلہ عطا فرمائے، آپ وہاں سے مردوں کی صفوں میں تشریف لے آئے اور یہاں پہنچ کر آپ نے گھوڑے پر سوار رہ کر ہی صفوں میں چکر لگایا، جہاد کی ترغیب دی اور پُر جوش انداز میں فرمایا:

لشکر سے خطاب

اے گروہ مسلمین! اللہ عزوجل (کے دین) کی مدد کے لئے اٹھ کھڑے ہو! اللہ عزوجل تمہاری مدد فرمائے گا، اللہ عزوجل کے دشمنوں کے ساتھ جنگ میں ثابت قدم رہو اور اپنی خواتین کی عزتوں کی حفاظت اور حرمت کے لئے، اپنے بچوں کے دفاع کی خاطر اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنے سچے دین، دین اسلام کی حفاظت اور سربلندی کے لئے اپنی جانوں تک کے نذرانے پیش کرنے سے بھی گریز نہ کرو اور شرحِ صدر کے ساتھ دل کھول کر لڑو، اور یاد رکھو کہ یہاں نہ تمہارا کوئی قلعہ ہے جس میں جا کر تم پناہ لے لو گے اور نہ ہی کوئی چھپنے کی کوئی جگہ ہے کہ اس مورچے، بنکر، غار اور کمین گاہ میں تم چھپ کر دشمن سے اپنی جان بچا لو گے۔ تمہارے سامنے ایک ہی راستہ ہے اور ایک ہی آپشن ہے اور وہ یہ کہ جنگ اور صرف جنگ! لہٰذا تم کندھے سے کندھے کو ملا کر سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاؤ اور تلواروں کو میانوں سے نکال لو اور تیار ہو جاؤ لیکن جب تک میں حکم نہ دوں از خود دشمن پر حملہ نہیں کرنا اور تیر اندازی کے وقت یہ اصول پیش نظر رکھنا کہ جس وقت وہ تمہاری کمانوں سے نکلیں تو ایک ساتھ نکلیں اور یوں لگے کہ جیسے ایک کمان سے نکلے ہوں [1] اگر اس طرح ملا کر دشمن پر تیروں کی بارش کی جائے گی تو تقریباً تمہارے تیر اپنے اہداف پر ٹھیک جا لگیں گے اور جنگ کے وقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ ارشاد مبارک خوب ذہن نشین رہے اللہ عزوجل فرماتا ہے:

---

[1] یہ ہے کارپٹ بمبارمنٹ کا اصول...... لیکن ہائے افسوس! آج اس پر تو ہمارا دشمن عمل پیرا ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

﴿ اِصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا قف وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ؏ ﴾

"اے ایمان والو صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس اُمید پر کہ کامیاب ہو۔"[1]

اور یقین کرو کہ تمھارا مقابلہ ایسی فوج سے کبھی نہیں ہو گا جس کی حمایت میں ان کے بڑے بڑے بہادر سردار اور ہیرو سب اکٹھے ہیں۔[2]

مسلمانوں کا جواب اور پیش قدمی

کہتے ہیں کہ مسلمان مجاہدین آپ کی تقریر سُن کر بہت خوش ہوئے اور انھوں نے تلواریں میان میں سے کھینچ لیں، کمانوں کا چلہ چڑھایا، تیروں کو سیدھا کیا اور ضرب وحرب کے لئے تیار ہو گئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ قلب لشکر میں تشریف لے گئے اور وہاں حضرت عمرو بن عاص، عبدالرحمٰن بن اَبی بکر صدیق، قیس بن ہبیرہ، رافع بن عمیرہ الطائی، میتب بن نجیہ، ذوالکلاع، ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہم اور چند ایسے ہی حضرات کے ساتھ آپ نے یہاں توقف فرمایا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ فوج کو لے کر دشمن کی طرف بڑھے۔

رومی پادری کی حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے گفتگو

ادھر وردان نے جس وقت لشکر اسلام کی پیش قدمی کو دیکھا تو اس نے بھی اپنی فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دے دیا۔ اس کے سپاہیوں سے تمام طول وعرض میں زمین پٹی پڑی تھی، سب طرف سے گروہ در گروہ اس کے سپاہی آ آ کر جمع ہونا شروع ہو گئے اور صلیبوں جھنڈوں اور کفریہ نعروں سے انھوں نے اپنی قوت کا مظاہرہ کیا، جب دونوں فوجیں میدان جنگ میں آمنے سامنے ہو گئیں تو رومیوں کی صفوں سے ایک کہنہ مشق جہاں دیدہ گرم وسرد چشیدہ نہایت بوڑھا شخص جس نے ایک سیاہ زرہ پہن رکھی تھی، نکلا جس کے آگے چند پادری تھے وہ مسلمانوں کی فوج کے قریب آ کر کہنے لگا (اور وہ بڑی روانی سے عربی بول رہا تھا):

تم میں سردار کون سا ہے؟ میں اس کے ساتھ مذاکرات کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے۔

پادری نے پوچھا: کیا قوم کے امیر آپ ہی ہیں؟ آپ نے فرمایا:

---

[1] پارہ 4، آل عمران 200. ترجمہ کنزالایمان

[2] گویا سارے مغزی مغز ہیں اور اپنی قوموں کے اعلیٰ دماغ یکجا تمھیں اکٹھے ملے ہیں موقع غنیمت جانو ایسے مواقع بار بار ہاتھ تو نہیں آیا کرتے۔ (مترجم عفی عنہ)

جس وقت تک میں اللہ ﷻ کی اطاعت اور اللہ ﷻ کے محبوب رسول ﷺ کی نسبت پر قائم ہوں اس وقت تک یہ قوم مجھے ہی اپنا امیر سمجھتے ہیں، لیکن اگر میں اللہ ﷻ اور اس کے رسول کریم ﷺ کے حکم سے ذرّہ برابر بھی انحراف کروں تو پھر نہ میری ان پر اطاعت لازم ہے اور نہ ہمارے پاس حکومت و امارت باقی رہ سکتی ہے۔

پادری نے کہا: ''اسی وجہ سے تم مسلمان ہم پر غالب اور فتح یاب ہو۔''

اگر تم اس راستہ سے (جو خدا اور رسول ﷺ کا مقرر کردہ راستہ ہے) ذرا بھی اِدھر اُدھر ہٹ جاؤ تو تمھاری کبھی قدرت مدد نہ کرے۔

اس کے بعد وہ کہنے لگا: تم نے ایسے شہروں اور ملکوں کا رُخ کیا ہے جن کی طرف کبھی کسی بادشاہ کو رُخ کرنے کی ہمت اور جرأت نہیں ہوئی تھی چہ جائیکہ کوئی ان بلاد (شہروں) کو فتح کرتا۔ اہل فارس آئے اور انھیں منہ کی کھانا پڑی اور ناکام لوٹے۔ جرامقہ نے لشکرکشی کی اور فتح پانے کے لئے ہزار قربانیاں دیں مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ اب تم آئے ہو، فتوحات بھی کچھ تمھیں ہوئیں مگر یہ فتوحات ہو سکتا ہے کہ تمھارے لئے دائمی ثابت نہ ہوں۔

ہمارے سردار ''وردان'' نے مجھے ازراہ شفقت و ہمدردی تمھارے پاس بھیجا ہے اور کہا ہے کہ:

میں تمھارے ہر مجاہد اور سپاہی کو ایک ایک سوٹ، ایک ایک پگڑی اور ایک ایک دینار اور آپ کو سو دینار، دس جوڑے کپڑا اور آپ کے خلیفہ (حضرت) ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کو ایک ہزار دینار اور ایک سو کپڑے دینے کو تیار ہوں، اگر تم اپنے لشکر کو یہاں سے لے کر چلے جاؤ۔ ہمارے لشکر کی تعداد چیونٹیوں کے لشکر سے کچھ کم نہیں ہے اور آپ کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری یہ فوج بھی اسی فوج جیسی ہے جس سے تمھارا مقابلہ ہو چکا ہے بلکہ شاہ روم ہرقل نے اس میں بڑے بڑے بہادر جرنیل اور تجربہ کار پادری ساتھ بھیجے ہیں۔

آپ نے فرمایا: قسم ہے اللہ عزت و جلال والے کی! جب تک ہماری تین باتوں میں سے کسی ایک کو قبول نہیں کر لو گے اس وقت تک ہم کبھی یہاں سے پیچھے ہٹنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

اول یہ کہ ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ اور وہی کلمہ پڑھو جو ہم پڑھتے ہیں، یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ کر اسلام میں داخل ہو جاؤ اور اگر یہ نہیں تو جزیہ دو اور یا تیسری بات یہ کہ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

باقی رہا تمھارا یہ کہنا کہ ہمارا لشکر چیونٹیوں کے دل کی طرح ہے تو یاد رکھو کہ ہمارے ساتھ اللہ ﷻ نے ہمارے نبی برحق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زبان مبارک اور صادق و امین سے ہماری مدد، فتح اور نصرت کا وعدہ فرمایا ہے اور یہ وعدہ اس نے اپنی کتاب عزیز قرآن مجید میں نازل فرما دیا ہے اور پھر تمھارا یہ کہنا کہ تمھارا امیر ہمیں کپڑے، پگڑیاں اور دینار دے گا تو سن لو کہ بہت جلد تم دیکھ لو گے کہ تمھارے کپڑے، عمامے ہمارے پاس اور تمھارا ملک ہمارے قبضہ میں ہوگا۔

پادری کا وردان کے پاس واپس جانا

یہ سن کر وہ پادری کہنے لگا کہ اچھا! میں تمھاری یہ گفتگو من وعن اپنے سپہ سالار ''وردان'' تک پہنچا دوں گا۔ وہ یہ کہہ کر چلا گیا اور جو کچھ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا اس نے وردان سے جا کر کہہ دیا۔

وردان، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی باتیں سن کر کہنے لگا دراصل یہ عرب لوگ ہمیں بھی اسی طرح کے لوگ سمجھ رہے ہیں جس طرح کے سپاہیوں سے ان کا اب تک مقابلہ ہوا ہے، انھیں یہ تصور اور خیال اس لئے ہوا کہ ہم نے ان کے ساتھ جنگ میں جتنی کوتاہی کی ہے اسی قدر ان کے اندر ملک گیری کی ہوس بڑھی ہے اور ہماری اب تک کی نرمی نے ان کے حوصلے بڑھا دیئے ہیں۔

بادشاہ روم شاہ ہرقل نے اب ان کے مقابلہ کے لئے ''اقوام متحدہ'' کی فوج بھیجی ہے جس میں قبیلۂ اراحیہ، اروحانیہ، ہرقلیہ، اور بطارقہ کے بہادر اور جان پر کھیل جانے والے جوان شامل ہیں۔ اب محض جنگ کا طبل بجنے کی دیر ہے، جنگ شروع ہوتے ہی ہم ان عربوں کو خاک وخون میں لوٹا دینگے۔

اتنا کہنے کے بعد اس نے اپنی فوج کو پیش قدمی کا حکم دے دیا، آگے آگے پیدل فوج کے دستے تھے جن کے ہاتھوں میں کمانیں اور برچھے تھے اور اس کے پیچھے گھڑ سواروں کا لشکر چلتا تھا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے دشمن فوج کی یہ حرکت اور پیش قدمی دیکھ کر بلند آواز سے فرمایا: مسلمانو! جنت تیار ہے دوزخ کے دروازے بند ہیں، رحمت کے فرشتے بالکل قریب ہیں، حوریں بناؤ سنگھار کئے تمھارے انتظار میں ہیں، تمھیں دائمی زندگی مبارک ہو! اس کے بعد آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

﴿إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾

''بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس بدلے میں کہ ان کے لیے جنت ہے اللہ کی راہ میں لڑیں۔''[1]

پھر آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس حملہ میں تمھیں برکت عطا فرمائے۔''

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: معاذ! ذرا صبر کرو تاکہ میں لوگوں کو کچھ وصیتیں کر دوں۔ یہ فرما کر آپ نے صفوں کو ترتیب دی اور فرمایا: کندھے سے کندھے کو ملا کر کھڑے ہوں اور یاد رکھنا کہ تمھارا مقابلہ ایک ایسے لشکر کے ساتھ

[1] پارہ ۱۱، التوبہ ۱۱۱، ترجمہ کنزالایمان

ہے جو تعداد میں تم سے دوگنا ہے۔ عصر کے وقت تک لڑائی کو طول دیتے رہو کیونکہ وہ وقت ایسا وقت ہے جس میں ہمارے نبی مکرم ﷺ کو آپ ﷺ کے دشمنوں پر فتح و نصرت عطا کی گئی ہے میدان جنگ سے پیٹھ دکھا کر بھاگنے سے بالکل بچنا کیونکہ اللہ عزوجل تمھیں ہر حال میں دیکھتا ہے اور اب چلو اور اللہ عزوجل کی برکت اور اس سے مدد طلب کرتے ہوئے دشمن پر حملہ کردو۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کا لشکرِ روم پر حملہ

راوی بیان کرتے ہیں کہ جب دونوں لشکر مقابلے کے لئے ڈٹ گئے اور آمنے سامنے آ گئے تو اَرمَن رجمنٹ کے لوگوں نے تیراندازی شروع کر دی، جس سے چند آدمی قتل اور کچھ سپاہی زخمی ہو گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے چونکہ اپنے لشکر کو حملہ سے منع کیا تھا۔ مسلمان جب شہید اور زخمی ہونے لگے تو حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اب ہمیں کس بات کا انتظار ہے اللہ عزوجل ہمیں دیکھ رہا ہے اور اس کی تجلیات کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں، ایسا نہ ہو کہ اللہ عزوجل کے دشمن یہ گمان کرنے لگیں کہ ہم ڈر گئے ہیں اور بزدل ہو گئے ہیں۔ آپ بلا تاخیر ہمیں حملہ کا حکم دیں اور اگر وقت کا انتظار ہے تو تب تک ہم میں سے چند جوان نکل کر ان کے مقابلے کے لئے چلے جائیں اور حملے کے وقت جنگ کو طول دیتے ہیں۔ پھر وقت آنے پر ہم سب حملہ کر دیں۔

آپ نے فرمایا: ضرار رضی اللہ عنہ! اس کام کے لئے بھی آپ ہی موزوں ترین شخص ہیں آپ نے جواب دیا کہ اللہ عزوجل کی قسم! میرے لئے اس امر سے بڑھ کر کون سا کام محبوب ہوگا۔ یہ کہہ کر آپ نکل پڑے اور آپ نے بولص کے بھائی بطرس والی زرہ جو آپ کے پاس تھی، پہن لی اور ایک ماسک چہرے پر ڈال لیا اور گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ آپ نے اپنے گھوڑے کو ہاتھی کے چمڑے کا تجفاف پہنا لیا یہ تجفاف بطرس کے گھوڑے کا تھا۔ نیز آپ نے رومیوں سے مخفی رہنے کی خاطر انہی جیسا لباس پہن لیا اور گھوڑے کی باگ دشمن کی طرف موڑ دی۔ وہاں پہنچ کر برچھا سنبھالا اور رومیوں کی صفوں میں گھس گئے اور ان پر حملہ کر دیا۔ دشمن نے تیراندازی اور سنگ باری شروع کر دی، مگر اللہ عزوجل نے آپ کو ان کے شر سے بالکل محفوظ رکھا۔ ضرار رضی اللہ عنہ برابر صفیں چیرتے ہوئے ان کے شہ زوروں اور بہادروں کو کاٹتے جا رہے تھے اور آپ ایک شعلۂ جوالہ کی طرح ان پر پھر پھر کر تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے یہاں تک کہ آپ نے بیس کے قریب دشمن پیدل اور سوار جوانوں کو ہلاک کر ڈالا۔

حضرت حسان بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کے مقتولین کو گن رہا تھا جس وقت آپ کسی پیدل یا سوار کو قتل کرتے تو میں شمار کرتا جاتا تھا اس حملہ میں حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں واصلِ جہنم ہونے والے دشمنانِ خدا کی کل تعداد تیس تھی۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی ہمت و بہادری

ظریف بن طارق یربوعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کے اس حملہ نے رومی فوج میں کھلبلی مچا دی۔ آپ کی بہادری، جرأت، شجاعت اور ہمتِ مردانہ نے ان کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ اس کے بعد آپ نے سر سے خود اتار کر پھینک دیا اور زرہ نما نقاب بھی، اور فرمایا:

اے بنو اصفر! (رومیو!) میں ضرار بن ازور ہوں! میں کل تمھارا ساتھی تھا اور آج تمھارا دشمن ہوں، حمران بن وردان کا قاتل میں ہی ہوں، یاد رکھو! جس نے رحمٰن کے ساتھ کفر کیا میں اس کے لئے آفت اور بلائے بے درمان ہوں اور ہر جگہ اور ہر آن تمھیں فنا کے گھاٹ اتارنے والا ہوں۔

رومی سپاہیوں نے آپ کی یہ گفتگو سن کر آپ کو پہچان لیا اور اُلٹے پاؤں بھاگے۔ آپ کا جوش کہیں تھمنے والا نہ تھا، آپ نے ان کا تعاقب کیا۔ ادھر سے قوم بطارقہ، اراحیہ، ہرقلیہ اور مذبحہ نے یکے بعد دیگرے ایک ایک کر کے آپ کی طرف بڑھنا شروع کر دیا، یہ دیکھ کر آپ پیچھے ہٹ گئے۔

وردان نے دریافت کیا: یہ کون سا بدوی ہے؟ لوگوں نے اسے بتایا کہ یہ وہی ہے جو کبھی ننگے بدن نیزہ لے کر چلا آتا ہے، کبھی بغیر نیزہ کے تنہا ہی آ دھمکتا ہے اور کبھی نیزے لئے ہوئے آ موجود ہوتا ہے۔

وردان نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کا نام سن کر ایک ٹھنڈی سانس کھینچی اور کہا: میرے کنبہ کی جڑ کاٹنے والا اور میرے لڑکے کا قاتل یہی شخص ہے، میری دلی خواہش ہے اور میں سچ کہتا ہوں کہ جو شخص میرا بدلہ اور میرا انتقام اس سے لے گا وہ جو کچھ مانگے گا میں اسے دینے کے لئے تیار ہوں۔

اراحیہ کے ایک بہادر نے یہ بات سنی تو فوراً اس خدمت کے لئے تیار ہو گیا۔ راوی کہتا ہے کہ یہ والئ طبریہ تھا۔ ہلال بن مرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں فوج کے میمنہ میں تھا میرے بائیں طرف روماس گورنر بصرہ تھے ان کی زبانی سنا وہ کہتے تھے کہ اگرچہ میں اس کے نام سے واقف نہیں ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ جوڑ برابر کا ہے۔

بہر حال یہ شخص وردان سے کہنے لگا کہ آپ کا بدلا اور انتقام میں لوں گا اور گھوڑے پر سوار ہو کر چل پڑا اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا۔ تین گھنٹے سے زیادہ دونوں دادِ شجاعت دیتے رہے اور فنِ حرب کے جوہر دکھاتے رہے۔ آخر حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے نیزے کا ایک ایسا کاری وار کیا کہ زرہ کو پھاڑتا اور توڑتا ہوا اپنا کام کر گیا اور دشمن منہ کے بل زمین پر گرا۔ وردان نے یہ منظر دیکھا تو کہنے لگا یہ بھی اسے گرفتار نہ کر سکا اور اگر گرفتار کر کے لے بھی آتا تو بھی مجھے یقین نہ آتا بلکہ میں اس کو اپنی نظر کی غلطی گمان کرتا اور کبھی یقین نہ کرتا۔ یقین آئے بھی تو کس طرح آخر یہ کوئی انسان تھوڑا ہی ہے یہ تو جن ہے! بھلا کوئی آدمی جن سے لڑ سکتا ہے اب میں اپنے سوا کسی دوسرے شخص کو نہیں دیکھتا کہ جو اس بھوت سے

بھڑ سکے۔

یہ کہہ کر تاتاری گھوڑے سے اترا۔ زرہ پہنی، ایک دوسری زرہ جس میں موتی جڑے ہوئے تھے زیب تن کی، حضرت ضرار رضی اللہ عنہ پر رعب اور دبدبہ ڈالنے کے لئے تاج سر پر سجایا، عربی گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا، قریب تھا کہ گھوڑے کو ایڑ لگائے اور چل دے اچانک والئی عمان جنرل دریحان جو قوم ''اردیحان'' سے تعلق رکھتا تھا، اس کا نام ''اصطفان'' تھا آیا اور رکاب کو بوسہ دیا اور کہا:

ارے صاحب! اس کم ذات سے انتقام لینے کے لئے میں تیار ہوں۔ اگر میں اسے قتل کر دوں یا پکڑ لاؤں تو کیا آپ اس کے عوض میں اپنی بیٹی کا نکاح میرے ساتھ کر دینگے؟

وردان نے کہا: ضرور! اگر تو یہ کارنامہ سرانجام دیتا ہے تو اس کے صلہ میں میں یقیناً اپنی دختر بلند اختر کا رشتہ تجھ سے کر دوں گا اور وہ تیری ہو کر رہے گی۔ میں اپنے اس قول پر امراء شام اور خاصان ملک روم کو گواہ کرتا ہوں ان سے زیادہ شاید تجھے کسی اور قابل اعتماد گواہوں کی ضرورت نہ پڑے گی۔

اصطفان یہ سن کر آگ کے بگولے کی طرح نکلا اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہ پر حملہ آور ہو کر کہنے لگا کہ لیجئے یعنی اپنے وار اور ضرب کاری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ یہ وہی حملہ ہے جس کے دفاع اور روکنے کی تجھ میں سکت اور ہمت نہیں ہے۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اس کے رومی زبان میں کہے گئے ان کلمات کا مطلب کچھ نہ سمجھ پائے البتہ ہوشیار ہو گئے اور اس پر جوابی دفاعی حملہ کیا۔ اصطفان نے اپنے گلے میں سونے کی ایک صلیب جو چاندی کی زنجیر میں بندھی ہوئی تھی، گردن میں لٹکا رکھی تھی اس کو بوسے دینے لگا۔ آپ سمجھ گئے کہ یہ صلیب سے مدد طلب کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: تو اگر اس صلیب سے استعانت چاہتا ہے اور مدد طلب کرتا ہے تو میں اس کے مقابلہ میں اس ذات والا صفات سے مدد مانگنے والا ہوں جو اپنی مدد کے اعتبار سے شہ رگ سے بھی قریب ہے اور وہ ذات وحدہ لاشریک دعا مانگنے والے کی دعا کو ضرور قبول فرمانے والی ہے چنانچہ آپ نے ذات حق سے مدد چاہی۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اور اصطفان کے درمیان جنگ

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے حملہ کر دیا اور دونوں نے فنِ حرب کے دروازے کھول دیئے۔ یہاں تک کہ لوگ تنگ آ گئے اور بے چین ہو کر کسی نتیجہ کا انتظار کرنے لگے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے چلا کر فرمایا: اے ازور رضی اللہ عنہ کے نامور فرزندِ ارجمند! یہ سستی کیسی؟ یہ ڈھیل اور تغافل کیسا؟ لڑائی میں اس قدر طول چہ معنی دارد؟ حالانکہ دوزخ تیرے دشمن کی راہ تک رہی ہے اور اس کے لئے بھڑکا دی گئی ہے، دیکھو! بزدلی سے دور رہنا اور بچنا، نیز مردانہ وار حملہ کرو اللہ جل جلالہ کی تم پر عنایت ہے وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

یہ سن کر آپ کو ایک تازہ ولولہ ملا اور دل میں جوش پیدا ہوا اور آپ گھوڑے کی زین پر بیٹھے بیٹھے لرزہ براندام ہو گئے اور دشمن پر زور کا حملہ کر دیا۔

کہتے ہیں کہ رومی چلا چلا کر اصطفان کو بہادری کی اُمنگ دلا رہے تھے اور اس کو ہلا شیری دے رہے تھے۔ یہ دونوں شہ زور "حرب عظیم" میں مشغول تھے حتیٰ کہ سورج میں بھی گرمی آ گئی اور وہ بھی گرم ہو کر آگ برسانے لگا تھا۔ دونوں حریف پسینہ پسینہ ہو گئے۔ گھوڑے بھی تھک گئے اور ان کی ہمت جواب دے رہی تھی۔

اصطفان نے آپ کی طرف اشارہ کیا کہ گھوڑوں کو چھوڑ دیں اور پیدل ہو کر لڑتے ہیں۔ آپ نے گھوڑے پر ترس کھا کر ابھی اترنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ اچانک ایک سوار جو اصطفان کا غلام تھا خالی پیٹھ گھوڑا یعنی جس پر کوئی سوار نہیں تھا لے کر آتے ہوئے دیکھ لیا۔ اُسے دیکھتے ہی آپ نے گھوڑے سے چلا کر فرمایا جس کو لوگوں نے بھی سنا کہ "تو تھوڑی دیر میرے نیچے اور چست و چالاک رہ ورنہ سرور دو جہاں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی قبرِ انور کے پاس جا کر تیری شکایت کروں گا۔"

"وَهُوَ يَقُوْلُ تَجْلِدُ مَعِیَ سَاعَةً وَّاِلَّا شَكَوْتُكَ عِنْدَ قَبْرِ النَّبِیِّ ﷺ"

گھوڑا یہ سن کر ہنہنایا اور ٹاپیں بھرنے لگا۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ بطریق کے غلام کی طرف جھپٹے اور نیزے کا وار کر کے اس کو قتل کر دیا اور اس کے خالی گھوڑے کو پکڑ کر اس پر خود سوار ہو گئے اور اپنے گھوڑے کو مسلمانوں کی طرف چھوڑ دیا، جو ان سے جا ملا۔ پھر آپ اصطفان کی طرف لوٹے۔ اس نے جب دیکھا کہ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے اس کا گھوڑا لے کر آنے والے غلام کو قتل کر دیا ہے اور اس گھوڑے پر خود سوار ہوئے آ رہے ہیں تو اسے اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا اور اس نے جان لیا کہ وہ اب میری جان کے درپے ہیں اور لامحالہ مجھے اب وہ کسی صورت چھوڑیں گے نہیں۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے جب اللہ تعالیٰ کے دشمن کی بوکھلاہٹ کو دیکھا تو آپ نے فوراً اندازہ لگا لیا کہ دشمن مغلوب ہوا چاہتا ہے ابھی آپ اس پر حملہ کیا ہی چاہتے تھے کہ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ رومیوں کا ایک دستہ گھوڑوں پر سوار آپ کی طرف بڑی تیزی کے ساتھ بڑھا آ رہا ہے۔ کیونکہ وردان نے جب دیکھا کہ اس کا جرنیل اصطفان ہلاکت کے دھانے پر پہنچ چکا ہے تو اس نے یقین کر لیا کہ اگر اس نے اپنے اس ساتھی کی مدد کے لئے کمک نہ پہنچائی تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔

اصطفان کی امداد کے لیے رومیوں کا آنا

اس نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ شیطان میرے جگر کے ٹکڑے کو تو پہلے ہی کھا گیا ہے اور آج اگر میں اس کو قتل نہیں کرتا تو اس کا مطلب ہے میں اپنی جان کا قاتل خود ہوں اور پھر میری اپنی جان خطرے میں ہے اس لئے اب

ضروری ہے کہ اس کے مقابلے کیلئے میں خود نکلوں۔ اگرچہ دیگر رؤسا اور امراء مجھے اس ضعیف بدوی کے مقابلہ کرنے پر عار دلائیں گے، مگر چھوڑو ان بادشاہوں کو ان کے حال پر! مجھے اس وقت ان کی عار کی پرواہ نہیں کرنا چاہئے۔

کہتے ہیں بطارقہ، قیاصرہ اور ہرقلیہ کے قبائل اس وقت تک اس سے جُدا نہ ہوئے جب تک کہ اس نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لئے نکلنے کا صلیب پر حلف نہیں لے لیا، چنانچہ اس عہد و پیان اور حلف برداری کے بعد قبیلہ مذبحہ کے دس مردان کارزار جو سب کے سب زرہ پوش تھے، پیروں میں لوہے کے موزے، بازوؤں پر آہنی خول چڑھائے، ہاتھوں میں فولادی لٹیں اور گرزیں اٹھائے اس کے ساتھ ہو لئے اور یہ زرہ میں ملبوس تاج سر پر سجائے آگ کے شعلہ کی طرح ان کے آگے آگے چلا۔ اصطفان نے جو حضرت ضرار رضی اللہ عنہ سے طوعاً و کرہاً مرے دل کے ساتھ لڑ رہا تھا ان کی طرف دیکھا۔ یقینی ہلاکت کے بعد اب اس کی جان میں ذرا جان آئی۔ بزدلی کے بعد حرب و ضرب کا پھر شوق چڑھا اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہ سے چیخ کر کہنے لگا کہ لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ!

لیکن حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف کوئی التفات کی اور نہ اس کے ساتھیوں کی پرواہ کی اور نہ ان سے مرعوب ہوئے البتہ آپ ان کے مقابلہ کے لئے تیار ہو کر کھڑے ہو گئے۔ آپ اسی حالت میں تھے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بھی ان کے آنے والے سواروں کو دیکھ لیا، اور جب آپ نے ان کے کمانڈر اور افسر کے سر پر تاج چمکتا ہوا دیکھا تو آپ نے فرمایا تاج بادشاہوں کے سر پر ہوا کرتا ہے لامحالہ یہ فوج کا کمانڈر ہے اور ہمارا خیال ہے کہ یہ ہمارے آدمی پر خروج کرنا چاہتا ہے لہٰذا ہمیں بھی اپنے آدمی کی مدد اور اعانت کے لئے کمک بھیجنی چاہئے۔

آپ نے اپنی فوج سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم میں سے بھی دس آدمی نکلنے چاہئیں تا کہ پلہ برابر رہے اس کے بعد آپ بذات خود دس منتخب آدمیوں کو لے کر مقابلہ کے لئے نکلے اور اپنے گھوڑوں کی باگیں دشمنوں کی طرف چھوڑ دیں اور سرپٹ دوڑتے ہوئے میدان جنگ کی طرف چل دیئے۔

ادھر رومی حضرت ضرار رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئے، آپ نہایت اولوالعزمی اور جوانمردی کے ساتھ دشمن کے مقابلہ میں ڈٹ گئے۔

مسلمانوں کا حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی امداد کے لیے آنا

آپ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پہنچنے تک برابر ہمت اور ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے قریب پہنچ کر زور سے فرمایا: ''ضرار رضی اللہ عنہ! آپ کو بشارت ہو جبار و قہار مولیٰ نے تمھیں سعادت بخشی ہے، بزدل کافروں سے کسی قسم کا خوف و ہراس اپنے دل میں نہ لانا۔''

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت کتنی قریب ہے!

کہتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے چاروں طرف سے ان کا محاصرہ کر لیا اور انھیں گھیرے میں لے کر ایک ایک سپاہی کی طرف ایک ایک مسلمان مجاہد نے رُخ کیا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کے شہسواروں اور وردان کو مقابلہ کے لئے للکارا۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اپنے حریف اور خصم کے حملے اور وار کو برابر روک رہے تھے اور آپ کے حریف میں سچی بات تو یہ ہے کہ اب وہ دم خم نہیں رہا تھا۔ اس کے بازو شل ہو چکے تھے اور اس کے شانوں کا گوشت پھڑ پھڑا رہا تھا اور اس پر ایک خوف اور دہشت طاری تھی۔ جس وقت اس نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ایک مختصر دستہ لے کر حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی مدد کے لئے پہنچتے دیکھا تو اس کی وہ خوشی بھی ہرن ہو گئی جو اس کو اپنے ساتھیوں کے امداد کے لئے پہنچنے پر حاصل ہوئی تھی اور اب اس نے دائیں بائیں دیکھنا شروع کر دیا۔ اس کے اوسان ٹھکانے نہیں رہے تھے اور وہ سہا ہوا نظر آتا تھا اور اس کے گھوڑے میں بھی حرکت نہیں رہی تھی۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اس کی گھبراہٹ اور درماندگی کو جان گئے اور اپنے نیزے کے ساتھ اس پر فوراً حملہ کیا۔

اصطفان نے خود کو جب موت کے منہ میں دیکھا تو خود کو گھوڑے سے گرا دیا اور اُٹھ کر بے تحاشا بھاگ نکلا۔ آپ بھی فوراً گھوڑے سے اترے اور دشمن خدا کا تعاقب شروع کر دیا اور کچھ دور جا کر جب نزدیک ہوئے تو آپ نے ہاتھ سے نیزہ پھینک دیا پھر دونوں میں زمین پر ہی کشتی ہونے لگی۔ ایک نے دوسرے کے مونڈھے پکڑ لئے اور معرکہ آرائی شروع ہو گئی۔ اللہ عزوجل کا دشمن اصطفان ایک ٹھوس چٹان کی مانند تھا اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اکہرے بدن کے نحیف الجسم آدمی تھے مگر اللہ عزوجل نے ان کو قوت اور سمجھ وافر عطا فرما رکھی تھی۔

لڑائی نے جب طول پکڑا تو حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے آخر بڑی تدبیر کے ساتھ دشمن خدا کے کمر بند پر ہاتھ مارا اور ناف کے قریب سے اس کے کمر بند کو پکڑا اور اس کو اٹھا کر زور سے زمین پر پٹخ کر مارا۔ اصطفان نے چلّا چلّا کر وردان کو مدد کے لئے پکارا اور رومی زبان میں کہہ رہا تھا: اے سردار! مجھے اس مصیبت سے نجات دلاؤ ورنہ میں ہلاک ہو جاؤں گا! وردان نے دور ہی سے بلند آواز میں جواب دیا ''ککھ نہ رہے اوئے تیرا'' اور مجھے ان درندوں سے کون نجات دلائے گا!؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان دونوں سورموں کی یہ یاوہ گوئی اور بک بک جو وہ آپس میں کر رہے تھے، سن رہے تھے۔ آپ نے جب ان کی یہ بے ہودہ گوئی سنی تو آپ حملہ کے لئے بے چین سے ہو گئے اور آپ نے وردان پر حملہ کر ہی دیا۔ ادھر حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے اپنے حریف کا ارادہ کیا۔ ان دونوں کا تماشہ دونوں لشکروں کے نوجوان دیکھ رہے تھے۔ رومیوں نے یہ دیکھ کر آسمان سر پر اٹھا لیا اور عجیب شور و غل مچانا شروع کر دیا۔ ادھر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نعرہ ہائے تکبیر سے فضا گونج اٹھی۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ حریف کے سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گئے اور اسے بالکل مہلت نہ دی اور اصطفان نیچے پڑا نہایت

خوفزدہ تھا اور اونٹ کی طرح بڑبڑا رہا تھا۔ دونوں طرف کے لشکروں کا ہر سپاہی اپنے اپنے صاحب کی نصرت واعانت سے پہلوتہی کرتا تھا۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار ہاتھ میں لی اور دشمن خدا کے سینے میں اتار کر حلق کی جانب کھینچ لی اس وقت اللہ عزوجل کے دشمن نے اتنا شور مچایا کہ دونوں لشکروں نے سنا آخر اس کے شور وغوغا کو سن کر تمام رومی لشکر نے مل کر یکبارگی حملہ کر دیا۔ جب حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے یہ معاملہ دیکھا تو آپ نے سوچا کہ مجھے خواہ مخواہ خود کو مصیبت میں پھنسانے کا فائدہ! کیونکہ اب آپ کا وہاں ٹھہرے رہنے کا مطلب اس کے سوا کیا تھا کہ خود کو گھوڑوں کے سموں اور کھر وں کے نیچے پامال کرتے اور روندواتے۔ یہ سوچ کر آپ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور دشمن کا سر کاٹ کر اس کے سینہ سے اتر آئے۔ آپ کا پورا بدن خون سے لتھڑا ہوا تھا، آپ نے باآواز بلند نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ مسلمانوں نے اللہ اکبر کہہ کر نعرے کا جواب دیا اور حملہ کرنے کے لئے دوڑ پڑے۔

رومیوں کا یکبارگی حملہ

دوسری طرف رومی، جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے، حملہ کرنے کے ارادہ سے آگے بڑھے اور ان کے میمنہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ پر اور میسرہ نے حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا۔ قبیلہ ازمن اور دوسرے عرب قبائل کے نوجوانوں کی طرف سے اور دوسری طرف سے یعنی دونوں فریقوں نے باہم ایک دوسرے پر اس قدر تیروں کی بوچھاڑ کی کہ تیروں کی بارش میں سورج گہنا گیا۔ حضرت سعید بن زید بن عامر (عمرو) بن نفیل رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

> ''اے مسلمانوں کے گروہ! تم خدائے جبّار جلّ شانہٗ کے سامنے کھڑا ہونے کے وقت کو یاد کرو۔ اور جنگ سے فرار اختیار کر کے آتشِ دوزخ کو خود پر لازم نہ کرو۔ صبر سے کام لو صبر سے، دین کے محافظو! اے قرآن مجید کی تلاوت کرنے والو! ثابت قدم رہو اور ڈٹ جاؤ۔''

آپ کے ان الفاظ نے مسلمانوں کے اندر ایک نیا ولولہ پیدا کر دیا اور لوگوں کے دلوں میں چستی اور نشاط، بہادری اور پیش قدمی کا حوصلہ بڑھا دیا۔

کہتے ہیں دونوں فریقوں میں گھمسان کا رن پڑا اور یہ لڑائی نماز عصر تک جاری رہی۔ عصر کے وقت دونوں فریق جدا جدا ہو گئے۔ دونوں طرف کے آدمی کام آئے مگر مشرکین کے بندے زیادہ قتل ہوئے تھے۔

جنگِ اجنادین میں شہید ہونے والوں کے نام

اجنادین کی جنگ اول میں جام شہادت نوش کرنے والے مسلمانوں کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

حضرت سلمہ بن ہشام مخزومی، حضرت نعمان عدوی، حضرت ہشام بن عاص تیمی، حضرت ہبان (ہبار) بن سفیان، حضرت عبداللہ بن عمرو دوسی، حضرت ذر بن عوف نمری، حضرت راعب بن رہین خزرجی، حضرت قادم بن مقدام زہری، حضرت ذوالیسار بن خزرجہ تیمی، حضرت حزام بن سالم غنوی، حضرت سعید بن عاص ابی لیلیٰ کلابی، حضرت حازم بن بشرالسکسکی، حضرت امیہ بن حبیب بن یسار (جو کہ عبداللہ بن عبدالدار کے ایک بیٹے تھے) حضرت مرہف بن واثق یربوعی، حضرت محلی بن حنظلۃ ثقفی، حضرت عدی بن یسار اسدی، حضرت مالک بن نعمان طائی، حضرت سالم بن طلحہ غفاری رضی اللہ عنہم اس کے علاوہ بارہ نفوس قدسیہ اور تھے جن کے اسمائے گرامی اور ان کے قبیلوں کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔ اس طرح گویا کل شہدائے کرام کی تعداد تیس بنتی ہے۔

[خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را
عجب راسے بنا کردند بخاک و خون غلطیدن] (مترجم)

ہلاک ہونے والے رومی سپاہیوں اور سرداروں کی تعداد

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: رومی فوج کے اس معرکہ میں تین ہزار افراد ہلاک ہوئے تھے، جن میں دس سردار اور والیان ملک بھی شامل تھے، جن کی تفصیل یہ ہے:

1. مارس بن مناف، والئی ریاست عمان
2. مرقش بن لبنا، حاکم ضمین دیرا یوب اور منطقہ نویٰ
3. دمدر بن قالا، رئیس جولان جس کی سرحد ریاست کہف اور رقیم تک پھیلی ہوئی تھی
4. لاون بن جنہ، یہ عاملہ اور جبل السواد کا گورنر تھا
5. مذارعون بن روس، یہ غزہ اور عسقلان کا گورنر تھا
6. بخاہ بن عبدالمسیح، یہ ریاست حلحول اور اس کے شہروں کا والی تھا
7. جرقیاس بن جرون، یہ بانا اور رملہ کا گورنر تھا
8. مریونس، یہ سرزمین بلقاء کا والی تھا
9. کورک سلطنت نابلس کا نواب اور والی تھا
10. اور دسواں گورنر ریاست العواصم تھا اس کا نام معلوم نہیں ہو سکا

رومی سردار وردان کا اپنی قوم سے خطاب

اس کے بعد جب فوجیں لوٹ گئیں تو فوجوں کے انخلاء کے بعد جنرل وردان اپنے کیمپ میں واپس آ گیا، چونکہ

اس کا دل مسلمانوں کی شجاعت اور صبر و استقامت کو دیکھ کر مرعوب ہو چکا تھا اس لئے اس نے اپنے بہادروں اور سپہ سالاروں کو جمع کر کے ان سے مشورہ طلب کیا اور انھیں مخاطب کر کے کہا:

"اے پیروانِ دینِ مسیح! ان عربوں کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے؟ میرا دل تو یہ کہتا ہے کہ یہ لوگ غالب آئیں گے اور مغلوب نہیں ہونگے، میں ان کی تلواروں کو قاطع (کاٹنے والی) اور تمھاری تلواروں کو کند، ان کے گھوڑوں کو تازہ دم صابر اور تمھارے گھوڑوں کو ہانپتے کانپتے، ان کے بازوؤں کو سخت اور تمھارے دست و بازو کمزور اور سست دیکھ رہا ہوں۔ ساتھ ہی اس قوم عرب کو تم سے زیادہ اپنے رب کی اطاعت شعار اور فرمانبردار اور سچے دل سے ماننے والی سمجھتا ہوں۔ جبکہ تم ظلم و تعدّی اور اپنی غداری کی وجہ سے بہت ذلیل خوار ہورہے ہو۔ میں پورے یقین اور وثوق سے تمھیں یہ بات کہہ رہا ہوں کہ اگر تم نے اپنی موجودہ حالت کو نہ بدلا تو تمھارے ہاتھ سے یہ دولت وثروت اور حکومت واقتدار جاتا رہے گا الّا یہ کہ تم اپنے قلوب کو گناہوں سے پاک صاف کرلو اور گناہوں سے اپنے رب کی بارگاہ میں توبہ کرلو۔ اگر تم نے ایسا کرلیا تو مجھے امید ہے اللہ ﷻ تمھارے دشمن کے مقابلہ میں تمھاری مدد اور نصرت فرمائے گا اور اگر تم اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور توبہ کرنے سے انکار کیا تو یاد رکھو! پھر ہلاکت کے گڑھے میں گرنا تمھارا مقدر ہوگا کیونکہ اللہ رب العزت نے تمھیں ایک سخت سزا میں مبتلا کر دیا ہے وہ یہ کہ تم پر ایک ایسی قوم مسلّط کر دی ہے جس کو ہم کبھی شمار و قطار میں ہی نہ لاتے تھے اور نہ ہی کبھی ہمیں اس کی طرف سے کسی قسم کا فکر لاحق ہوا تھا اور نہ ہمارے دلوں میں کبھی ان کی طرف سے کسی قسم کا کوئی خوف و خطرہ کا خیال پیدا ہوا تھا، اس لئے کہ ان کی اکثریت میں چرواہے، غلام، بھوکے اور مسکین تھے مگر آج یہی لوگ ہمارے اوپر ایک عذابِ شدید اور آفت عظیم بن کر مسلّط ہیں اور دردِ سر اور وبالِ جان بنے ہوئے ہیں، حجاز کے قحط، تنگی اور ابتلاء نے ان کو ہماری طرف نکلنے پر مجبور کیا اب یہاں آ کر جب انھوں نے تمھارے شہروں اور دیہاتوں کی خیرات وثمرات کو کھایا پیا اور تمھاری زمین کے پھل اور میوے کھائے، جو، مکئی اور باجرے کی جگہ گندم کی روٹی نصیب ہوئی سرکہ اور روغن زیتون کی جگہ شہد، دیسی گھی اور تازہ مکھن ملنے لگا اور انجیر، انگور اور قسم قسم کے تازہ پھل کھانے کو ملے اور پھر سب سے عظیم بات یہ ہے کہ ان عربوں نے آ کر تمھاری عورتوں، تمھاری ماؤوں اور اہل وعیال کو قیدی بنالیا تو نہ جانے کس طرح تم نے اپنی بیویوں کی ہتک عزت پر صبر کرلیا اور نہ معلوم تم اس بلائے عظیم کو کیسے برداشت کر گئے؟

بعد از خطاب رومی لشکر کی حالت

کہتے ہیں کہ وردان کی یہ تقریر سن کر کوئی رومی ایسا باقی نہیں رہا تھا جو دھاڑیں مار مار کر نہ رویا ہو۔ ان کی چیخیں نکل

گئیں، ہر شخص رو رہا تھا اور کفِ افسوس مل رہا تھا، رومیوں میں سے ہر شخص غصہ میں بھر گیا اور وہ سخت غیظ وغضب کے عالم میں یہ کہہ رہے تھے کہ اب ہم اپنے خون کے آخری قطرہ تک لڑیں گے اور جب تک ہم میں سے ایک متنفس (سانس لینے والا) بھی موجود ہوگا، جنگ جاری رکھی جائے گی! عرب قوم اس حد تک نہیں پہنچ سکتی ہم انھیں تلواروں سے قتل کر دیں گے، نیزوں میں پرو ڈالیں گے۔ تیروں سے ان کو چھلنی کر کے رکھ دینگے اور جن باتوں کا آپ نے ذکر کیا ہے ہرگز نہ ہونے دینگے!

وردان اپنی قوم کے اس جواب سے بہت خوش ہوا۔ عوام، سردارانِ قوم اور بڑے بڑے سپہ سالاروں اور بہادر جنگجوؤں کو ایک اعلان کے ذریعے طلب کیا گیا تا کہ سب سے مشورہ کر کے ان کو اعتماد میں لیا جائے۔ پھر وردان نے اپنے سپہ سالاروں اور سرداروں کو بلند آواز سے کہا بادشاہِ روم ہرقل کی فوج نے میری تقریر کا جو جواب دیا ہے، وہ آپ لوگوں نے سنا؟ قوم میں سے ایک شخص نے جواب دیا:

''اے وردان! آپ ان ''العوام کلا نعام'' کی باتوں پر اعتماد نہ کریں اور یہ سمجھ لیں کہ آپ کا ایک ایسی قوم سے پالا پڑا ہے جس سے کسی صورت میں عہدہ برآ نہیں ہوا جا سکتا۔ کیا آپ نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا کہ ان کا ایک شخص ہمارے تمام لشکر پر حملہ آور ہو جاتا ہے اور ہماری جمعیت اور کثرت سے ذرا بھی مرعوب نہیں ہوتا اور جب تک وہ تن تنہا ہمارے کئی آدمیوں کو قتل نہیں کر دیتا واپس نہیں جاتا، ان کے نبی (علیہ السلام) نے جو کچھ ان سے کہہ دیا ہے وہ ان کے دل میں ایک پختہ عقیدہ کی طرح بیٹھ گیا ہے کہ اگر انھوں نے ہم میں سے کسی شخص کو قتل کر دیا تو ہمارا آدمی دوزخ میں چلا گیا اور اگر ان کا کوئی آدمی قتل ہو گیا تو سیدھا جنت میں پہنچ گیا۔ موت اور زندگی اس قوم کے نزدیک ایک برابر ہے ہم میں سے اب تک کثیر تعداد قتل ہو چکی ہے جبکہ ان کے معدودے چند آدمی جنگ میں کام آئے ہیں سو مجھے اس قومِ روم سے آپ کے لئے کوئی خاص اُمید اور توقع نہیں البتہ اگر آپ کسی ترکیب اور کسی طریقہ سے ان کے سردار تک پہنچ سکیں اور اس کا کام تمام کر دیں تو پھر اُمید کی جا سکتی ہے کہ اس کے ساتھی خود بخود ہی پسپا ہو کر بھاگ کھڑے ہوں مگر ان کے سردار تک رسائی بھی کسی حیلہ اور مکر و تدبیر کے بغیر ناممکن ہی ہے۔

مسلمانوں کے امیر کو دھوکا سے شہید کرنے کی سازش

وردان نے یہ سن کر اس مشورہ دینے والے اپنے مشیر سے سوال کیا کہ ''امیرِ جیش المسلمین'' کو کس حیلے سے قتل کیا جا سکتا ہے؟ حیلے اور مکر و تدبیر کو جس طرح یہ عرب جانتے ہیں، کون جانتا ہوگا؟

اس پر وہ بطریق (سردار رومی) کہنے لگا: وردان صاحب! اس کی ترکیب یہ ہے کہ آپ مسلمانوں کے امیر کو

مذاکرات کے بہانے اپنے پاس بلالو جس وقت آپ دونوں علیحدہ کسی جگہ تنہا ہو جاؤ تو موقع پا کر آپ اس کا گلا دبا دینا اور اپنے آدمیوں کو جو پہلے سے ہی قریب کسی مقام پر گھات میں اس کو قتل کرنے کے ارادہ سے بٹھا رکھے ہونگے، اُن کو آواز دیکر بلا لینا اس طرح یہ منصوبہ قتل اپنے انجام کو پہنچ جائے گا۔

وردان نے کہا: میں کسی تدبیر اور ترکیب و طریقہ سے اس شخص تک نہیں پہنچ سکتا اس لئے کہ وہ نہایت بہادر اور زیرک آدمی ہیں ایسی تراکیب اور حیلوں فریبوں سے وہ ہمارے دام تزویر میں آنے سے رہے! یہ بہت پیچیدہ اور مشکل امر ہے۔ دوسرے یہ کہ نہ میں ان سے بات چیت اور گفتگو کر سکتا ہوں اور نہ وہ مجھ سے شکار ہو سکتے ہیں!

بطریق (رومی سردار) پھر بولا کہ اچھا ایک اور بات میرے ذہن میں آتی ہے اگر آپ نے یہ کام کر لیا تو سمجھ لو کہ لشکر اسلام کے امیر تک پہنچ گئے اور کوئی ضرر بھی نہیں پہنچے گا۔ وہ یہ کہ اپنے دس نہایت بہادر سپاہی، جانے سے پہلے کمین گاہ میں چھپا کر بٹھا دیں پھر اسے بلالیں اور اسی جگہ کے قریب جہاں وہ دس سپاہی چھپے ہوں، مذاکرات کے بہانے اسے لے کر بیٹھ جانا اور اسے باتوں میں منہمک کر لینا۔ جب آپ کی طرف سے اسے مکمل اطمینان ہو جائے تو ایک دم اس پر حملہ کر دینا اور ان مورچہ بند سپاہیوں کو چیخ کر آواز دینا تا کہ وہ برق رفتاری سے اپنے مورچوں سے نکل کر اس امیر کی تکّہ بوٹی کر ڈالیں اور آپ اس کی ایذا رسانی اور گزند سے محفوظ رہو گے اور باقی ساتھی پھر خود ہی اِدھر اُدھر منتشر ہو جائیں گے حتیٰ کہ دور تک بھی ایک جگہ جمع نہ ہو سکیں گے۔

وردان یہ ترکیب سن کر بڑا خوش ہوا اس کے چہرے پر مسّرت کی ایک لہر دوڑ گئی اور بولا کہ یہ ترکیب بہت خوب رہی اور میں آپ کی رائے کے ساتھ پورا اتفاق کرتا ہوں مگر اس پر عمل رات ہی میں ممکن ہے اور کل صبح نہیں ہو گی مگر ہم اپنے ارادہ کو عملی جامہ پہنا کر فراغت حاصل کر چکے ہوں گے۔

سازش کے لیے داؤد نصرانی کا انتخاب کرنا اور اس کا جواب

اس کے بعد وردان نے شام کے نصاریٰ میں سے ایک داؤد نامی شخص کو، جو حمص کا رہنے والا تھا اپنے پاس بلا کر کہا: میں جانتا ہوں کہ تم فصیح اللسان اور جرأت مند دل کے مالک ہو اور اپنے فن خطابت کے زور اور دلیل و برہان کے طریق سے مقابل کو زیر کرنا جانتے ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ان عربوں کے پاس جاؤ اور ان کو یہ پیغام دو کہ کل تک کے لیے وہ جنگ کو موقوف رکھیں نیز ان سے کہنا کہ کل صبح سویرے ان کا سردار ہمارے پاس آئے تا کہ میں (وردان) بذاتِ خود اس سے مذاکرات کر کے کوئی معاملہ طے کروں اور صلح کی کوشش کی جائے، کیونکہ صلح کے امکان کو ابھی تک رد نہیں کیا جا سکتا اور اس صلح کے نتیجہ میں ان عربوں کے جو مطالبات ہونگے اس پر سنجیدگی سے غور کیا جائے گا اور ہم ان کو بہت کچھ مال و اسباب اور دولت دینے کا ارادہ کیے ہوئے ہیں

داؤد نصرانی نے کہا: حیف ہے تجھ پر، بادشاہ نے تجھے جنگ کا حکم دیا ہے اور تو اس کی مخالفت کرتا ہے، تو نے عربوں سے اگر مصالحت کی تو عرب دنیا تجھے بزدل اور ڈرپوک کے لقب سے یاد رکھے گی اور مجھ سے یہ کبھی نہیں ہو سکتا ہے کہ میں عربوں سے مصالحت کے لئے بات چیت کروں کیونکہ اگر بادشاہ کو یہ خبر پہنچ گئی کہ میں صلح کے لئے درمیان میں واسطہ بنا تھا تو وہ مجھے فوراً قتل کرا دے گا لہٰذا میں اس طرح کی کسی ڈیل کے لئے ہرگز تیار نہ ہوں گا۔

وردان نے کہا: تجھ پر افسوس ہے! یہ تو دراصل ہم نے ایک حیلہ سوچا ہے اور تو بات کو نہیں سمجھتا، میں اس طریقے سے اصل میں ان کے سردار تک رسائی حاصل کرنا چاہتا ہوں تاکہ اسے قتل کر دوں اور بعد میں اس کی یہ سپاہ خود ہی تتر بتر ہو جائے گی اور منتشر جمعیت کو تہہ و تیغ کرنا آسان ہوتا ہے اور پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے متعلق اس نے جو خفیہ سازش تیار کی تھی، اس کے متعلق داؤد کو بریف کیا۔

داؤد نصرانی اس کی پلاننگ کو سن کر کہنے لگا: اے وردان! باغی، مکار اور دغا باز آدمی! ہمیشہ اور ہر منصوبے میں منہ کی کھاتا ہے اور ذلیل و خوار ہوا کرتا ہے۔ ہیرا پھیری اور دجل و فریب، جس کا تانا بانا تو نے بُن رکھا ہے اس کو چھوڑ اور جمعیت کا مقابلہ اپنی جمعیت سے کر۔

وردان یہ سن کر لال پیلا ہو گیا اور غصے میں کہنے لگا: میں تجھ سے اس کام میں مشورہ نہیں طلب کرتا بلکہ تجھے حکم دیتا ہوں کہ میرا پیغام پہنچا دے اور جو میں کہتا ہوں وہ کر، اور تُو بحث اور جھگڑا چھوڑ......!

داؤد نصرانی کا بطور سفیر مسلمانوں کے پاس آنا

داؤد نے کہا: بالکل ٹھیک ہے سر آنکھوں پر۔ یہ کہہ کر چل دیا مگر دل نے اس کی بات کو قبول نہ کیا اور جی میں کہا، وردان نے بھی لگتا ہے اپنے بیٹے کے پاس جانے کا ارادہ کر لیا ہے جو ایسی باتیں کرتا ہے۔ یہ چلا اور مسلمانوں کے لشکر کے قریب جا کر ٹھہر گیا اور زور سے آواز دی اور بلند آواز سے کہا:

اے اقوامِ عرب! کیا خون ریزی اور قتل پر بس نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ تم سے اس کے متعلق باز پُرس کرے گا ہم ایک امر پر متفق ہو گئے ہیں اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ اس امر پر صلح ہو جائے گی۔ تمہارے سردار کو مکالمہ کے لئے میرے پاس آنا چاہئے تاکہ میں اپنے یہاں آنے کا مقصد اور غرض اس کے سامنے بیان کر سکوں اور اگر کسی وجہ سے وہ خود نہ آ سکتے ہوں تو اپنے نمائندہ کو بھیج دیں تاکہ وہ میرا پیغام ان تک پہنچا دے۔

یہ ابھی اپنی بات مکمل نہ کر پایا تھا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آگ کے شعلہ کی طرح یک دم نمودار ہوئے اپنی لمبی زرہ کو کفن کی طرح پہنا ہوا ہے اور ہاتھ میں نیزہ ہے جسے آپ نے اپنے اصیل گھوڑے کے دونوں کانوں کے درمیان رکھا ہوا ہے۔

بوڑھے نصرانی نے جب آپ کی طرف دیکھا تو بولا: اے عربی! رکیئے اور آرام سے میری بات سنیئے! میں جنگ کرنے نہیں نکلا ہوں اور نہ ہی جنگ میرا مشغلہ ہے، میں تو امن کا پیام بر ہوں، لڑائی بھڑائی اور شمشیر وستان کا میں قائل نہیں ہوں میں مذاکرات سے مسائل حل کرنے کا خواہاں ہوں۔ میں سفیر ہوں اور آپ تک ایک پیغام پہنچانے کی غرض سے آیا ہوں اور اب جو میں کہوں وہ سن لیں۔ نیزے کو آپ ذرا دور رکھیں تا کہ میں بے دھڑک ہو کر اور کھل کر آپ سے اپنے آنے کا مدعا بیان کرسکوں۔

داؤد نصرانی کا حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کلام کرنا

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے نصرانی کے مطالبہ پر نیزہ واپس زین کے قربوس میں رکھ دیا اور عیسائی کے قریب ہو گئے اور اس سے فرمایا: تو اپنا کام پورا کر اور جو پیغام لایا ہے بیان کر، مگر ایک بات پیش نظر رہے کہ سچ پر کار بند رہنا اور سچ بولنے کا فائدہ تجھے ہی ہو گا کیونکہ جو شخص سچ بولتا ہے نجات پانے والا ہوتا ہے اور جو جھوٹ بولتا ہے وہ ہلاکت کے گڑھے میں گرتا ہے۔

داؤد نے کہا: اے اعرابی آپ سچ فرماتے ہیں۔ میں اس غرض کے لئے حاضر ہوا ہوں کہ ہمارا امیر اور ہمارا سپہ سالار خون ریزی کو پسند نہیں کرتا اور وہ تمہارے ساتھ جنگ کا ارادہ نہیں رکھتا، اب تک ہم دونوں فریقین کے جتنے آدمی جنگ میں قتل ہو چکے ہیں اس کو مقتولین کا بہت زیادہ رنج اور ملال ہے، اس لئے اس کی رائے یہ ہے کہ انسانی جانوں کا یہ قتل عام دونوں طرف سے اب بند ہو جانا چاہیئے۔

اس سلسلہ میں ہمارے امیر نے کہا ہے کہ ہم آپ کی مالی امداد کرنے کو تیار ہیں لیکن شرط یہ ہے ہم لوگ آپس میں ایک تحریری معاہدہ کرلیں جس پر آپ کے اور آپ کے بڑے سرکردہ حضرات کے دستخط ثبت ہوں۔ معاہدہ میں یہ بات ملحوظ رکھنی ہوگی کہ آپ اور آپ کے ساتھی آج کے بعد ہم سے کوئی تعرّض اور ٹکراؤ نہیں کرینگے، نہ آپ حضرات ہمارے شہروں اور قلعوں پر حملہ کریں گے۔ اگر آپ ایسا کرنے کی یقین دہانی کرا دیں تو ہمیں آپ کے قول پر مکمل اعتماد اور وثوق ہوگا اور آپ کے اس کردار پر ہمیں خوشی ہوگی۔

اس کی یہ بھی خواہش ہے کہ اس بقیہ دن میں بھی لڑائی موقوف رکھی جائے اور جب صبح طلوع ہو تو آپ اکیلے تن تنہا تشریف لے جا کر معاہدہ کریں اور جنگ بندی کے معاہدہ کی دستاویزات پر اپنے دستخط ثبت فرمائیں اور مل بیٹھ کر غور وفکر کے اور بحث و تمحیص کے بعد جو کچھ آپ دونوں طے کریں اس پر عمل ہونا چاہیئے اور ٹھنڈے دل و دماغ سے ایک دوسرے کی بات سنی چاہیئے۔ اللہ عزوجل سے اُمید ہے کہ دونوں سرداروں کی باہمی بات چیت کے نتیجہ میں دونوں فریق کی فوجوں کے قتل اور ہلاکتوں کا یہ بڑھتا ہوا سلسلہ بند ہو جائے اور امن ہو جائے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا جواب

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب داؤد کی یہ تمام گفتگو سن لی تو بڑی دیر تک سوچتے رہے، پھر فرمایا: جنرل وردان کے دل میں جو بات ہے اور جس مقصد کے لئے اس نے تجھے میرے پاس بھیجا ہے اگر اس کے اندر کسی قسم کی چال یا مکر و حیلہ اور سازش مضمر اور مخفی رکھی گئی ہے تو کان کھول کر سن لو، اللہ عزوجل کی قسم! خفیہ تدبیر، جنگی مکر و خداع اور چال چلنا ہماری گھٹی میں شامل اور ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے اور اس فن میں ہمارے مثل اور برابر شاید ہی کوئی پیدا کیا گیا ہو۔ پھر سُن لو کہ اس قسم کی سازش کر کے اور فریب دے کر اگر وہ کسی کامیابی کا خیال اپنے دل میں چھپائے ہوئے ہے تو میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ وہ کبھی کامیاب نہیں ہوگا بلکہ منہ کی کھائے گا اور اس طرح شاید وہ خود کو موت اور ہلاکت کے منہ میں دھکیل رہا ہے اور مکر و فریب اور دھوکا دہی کے ذریعے جنگ جیتنے کا اس کا منصوبہ دھرے کا دھرا رہ جائے اور وہ اپنی افواج کا استحصال کر کے اور ان کو بیخ و بُن سے کاٹ کر اپنی آرزوؤں کا خون کرنا چاہتا ہے۔ اگر اس کا یہ قول حق و صداقت پر مبنی ہے تو پھر سُن لو اور اسے یہ جواب پہنچا دو کہ تمہارے ساتھ ہماری مصالحت اور امن و صلح کا معاہدہ صرف دو باتوں پر ہو سکتا ہے:

① پہلی بات یہ ہے کہ تم اسلام قبول کر لو۔

② اور دوسرے نمبر پر یہ کہ تم اپنی جماعت اور اپنے سرداروں اور اپنی اولاد کا جزیہ ادا کر کے امن حاصل کر سکتے ہو۔ باقی رہا مال، سو اس کی مجھے خواہش نہیں ہے۔ ہاں! البتہ مال اسی طریقے سے لے سکتا ہوں جس کا ابھی میں نے تذکرہ کیا ہے کہ ہر سال کے آغاز میں بطور جزیہ ہمیشہ مال ادا کرو۔

داؤد بادلِ نخواستہ آپ کی یہ گفتگو سنتا رہا آخر کہنے لگا چلیں ٹھیک ہے جیسے تمہاری خواہش ہے ایسا ہی ہو جائے گا۔ مگر جس وقت تم دونوں ہم منصب سپہ سالاروں کی ایک جگہ بیٹھ کر آپس میں گفتگو ہو جائیگی تو تمہارے درمیان تصفیہ ضرور ہو جائے گا، اور مجھے اب اجازت دیجئے۔

داؤد نصرانی کا امان طلب کرنا اور سچ بات بتانا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی گفتگو سن کر داؤد کے دل پر آپ کا رُعب چھا گیا اور وہ گھبرا گیا، پھر اس نے اپنے دل میں کہا: اللہ عزوجل کی قسم! یہ عربی سچا ہے اور عرب اپنے قول کے پکے ہوتے ہیں اور خدا کی قسم! میں یقین سے جانتا ہوں کہ وردان قتل ہو کر رہے گا اور اس کے بعد ہمارا بھی نمبر ہے۔ میرے لئے اس کے علاوہ اب کوئی چارہ کار اور جائے فرار نہیں ہے کہ میں عربی سے سچ سچ کہہ کر اپنے لئے اور اپنے بیوی بچوں کے لئے امان طلب کر لوں لہٰذا سوچ کر وہ جہاں بیٹھا ہوا تھا

نصرانی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا: اے عربی بھائی! مجھے میرے سردار نے جو کچھ تلقین کیا تھا، اس میں سے ایک اہم بات تو میں آپ سے کہنی بھول ہی گیا!

آپ نے پوچھا وہ کیا؟

داؤد نے کہا: آپ کو محتاط رہنا چاہئے اور اپنی جان کی حفاظت کرنی چاہئے، جنرل وردان نے دراصل آپ کے خلاف ایک سازش تیار کی ہے، اس کے بعد داؤد نے پوری سازش سنائی اور آپ کو وردان کے مکر وحیلہ سے مطلع کر دیا اور کہا کہ میں اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے آپ سے امان کی درخواست کرتا ہوں۔

حضرت خالد نے فرمایا: تیرے، تیری آل اولاد اور تیرے مال واسباب کے لئے امان ہے اور تحفظ کی ضمانت دی جاتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ اگر تو اپنی قوم کو اس عہد و پیمان سے آگاہ کرنے کی مخبری کرے اور نہ غداری کا مرتکب ہو!

اس نے کہا: اگر میں نے غداری کرنی ہوتی تو تمام واقعہ ہی آپ سے بیان نہ کرتا۔ آپ نے فرمایا: اب یہ بتاؤ کہ رومیوں نے ان دس آدمیوں کو چھپانے کے لئے کمین گاہ کہاں مقرر کی ہے؟

داؤد نے کہا: لشکر کے دائیں طرف ریت کے ٹیلے کے پاس ان کا مورچہ ہوگا۔

پھر اس نے اجازت چاہی اور واپسی کی راہ لی اور جا کر اپنے "صاحب" کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے جواب سے آگاہ کیا۔ جنرل وردان سن کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا "صلیب" سے اُمید ہے کہ میں کامیاب ہوں گا، پھر اس نے فوری طور پر دس بہادر اور جان باز فوجیوں کا ایک دستہ طلب کیا اور ان کو حکم دیا کہ وہ پیدل ہو کر جائیں اور نامزد کمین گاہ میں جا کر چھپ جائیں۔

ادھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ واپس لوٹے تو ان کی ملاقات حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ انھوں نے آپ کو ہنستا ہوا دیکھ کر فرمایا اے ابو سلیمان! [1] اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کو ہنستا رکھے، کیا خبر لائے ہو؟ آپ نے نصرانی بابا والی ساری کہانی سنائی، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا پھر آپ کا کیا ارادہ ہے؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عزم کیا ہے کہ میں انشاء اللہ تعالیٰ اکیلا ہی اس قوم کی طرف نکلوں گا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابو سلیمان! مجھے اپنی جان کی قسم! تم ان سب کو کافی ہو مگر اللہ تعالیٰ نے تم کو یہ حکم نہیں دیا ہے کہ تم اپنی جان کو خود ہلاکت میں ڈالو، اللہ تعالیٰ تو یہ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾

---

[1] حضرت خالد کی کنیت ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

"اوران کے لیے تیار رکھو جو قوت تمھیں بن پڑے اور جتنے گھوڑے باندھ سکو کہ ان کے دلوں میں دھاک بٹھاؤ جو اللہ کے دشمن اور تمھارے دشمن ہیں۔" [1]

دشمن نے تمھارے مقابلہ میں دس آدمی تیار کئے ہیں اور اس طرح وہ گیارہواں ہے، مجھے اس لعین سے اس وقت تک تمھارے متعلق اطمینان نہیں ہوسکتا جب تک تم بھی اس کی طرح دس آدمی متعین کر کے ان کی کمین گاہ کے قریب گھات میں نہ لگا دو اور چھپا کر بٹھا نہ دو کیونکہ مخبر نے ان کے مورچے کا پتہ تو آپ کو بتایا ہی ہوگا آپ نے فرمایا کہ ہاں کمین گاہ کا پتہ اس نے دیا ہے۔

مسلمانوں کی حکمت عملی

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو بس ٹھیک ہے تم بھی اپنے دس آدمی چُن لو اور ان کو حکم دے دو کہ ان کی کمین گاہ کے قریب کہیں چھپ کر بیٹھ جائیں جس وقت وہ لعنتی اپنے فوجیوں کو چلا کر بلائے گا تم بھی اپنی پلٹن کو آواز دے دینا، وہ انشاءاللہ عزوجل انھیں کافی ہونگے اور اس طرح آپ کے متعلق میرا خدشہ دور ہو جاتا ہے اور ادھر ہم اپنے گھوڑوں پر الرٹ رہیں گے جس وقت تم اس دشمنِ خدا سے فارغ ہو جاؤ تو ہم اپنی سپاہ کے ساتھ اس کی فوج پر حملہ کر دیں گے اور اللہ عزوجل سے ہمیں فتح و نصرت کی کامل اُمید ہے وہی ہماری مدد فرمائے گا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کا ارشاد بجا ہے میں آپ کے قول کی مخالفت نہیں کرسکتا۔ اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مذکورہ زیریں دس حضرات کو بلایا:

① حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ

② حضرت میسب بن نجیہ فزاری رضی اللہ عنہ

③ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

④ حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ

⑤ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل العدوی رضی اللہ عنہ

⑥ حضرت سعید بن عامر بن جریج رضی اللہ عنہ

⑦ حضرت ابان بن عثمان بن سعید رضی اللہ عنہ

⑧ حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ

---

[1] پارہ 10، الانفال 60، ترجمہ کنزالایمان

⑨ حضرت زفر بن سعید البیاضی ﷜

⑩ حضرت عدی بن حاتم الطائی ﷜

جب یہ تمام حضرات مجتمع ہوئے تو حضرت خالد ﷜ نے جنرل وردان کی سازش اور اس کے مکر و حیلہ کے بارے اپنے ان اعلیٰ فوجی کمانڈروں کو بریفنگ دی اور رومیوں کی سازش سے آگاہ کیا اور دفاعی پالیسی مرتب کرتے ہوئے ان حضرات سے فرمایا کہ تم سب دائیں ٹیلے کی جانب نشیب میں جا کر مورچہ بند ہو جانا اور جس وقت میں تمھیں آواز دوں تو میری آواز کے ساتھ ہی فوراً نکل کر دشمن کے ایک ایک شخص کو ایک ایک کر کے دبوچ لینا اور اللہ ﷻ کے دشمن جنرل وردان کو میرے حصہ میں چھوڑ دینا، اس کے لئے انشاء اللہ ﷻ میں کافی ہوں گا۔

حضرت ضرار بن ازور ﷜ نے کہا: اے امیر! یہ معاملہ زیادہ نازک اور پیچیدہ معلوم ہوتا ہے، شر حد سے بڑھ چکا ہے۔ میرا وجدان یہ کہتا ہے اور مجھے یہ خدشہ ہے کہ وردان کی فوج اس کو آپ کے مقابلہ میں آنے سے روک دے گی اور پھر تمام کے تمام یکبارگی آپ پر حملہ کر دینگے لہٰذا آپ دشمن کی طرف اور بھی زیادہ احتیاطی " بیر اختیار کریں تا کہ اللہ ﷻ کرم کرے اور ان کا شر آپ تک نہ پہنچے اور میری رائے یہ ہے کہ ہمیں اسی وقت رات ہی رات میں اس قوم کی کمین گاہ کی طرف چل پڑنا چاہئے اور اگر ہم انھیں سوتا ہوا پائیں تو صبح چڑھنے سے پہلے ہی ان سے فارغ ہو لیں اور ان کی جگہ پھر ہم چھپ کر بیٹھ جائیں۔ صبح کو جب جنرل وردان سے آپ تنہا ملاقات کریں تو ہم بغیر کسی لڑائی اور مزاحمت کے نکل آئیں۔

حضرت خالد ضرار ﷜ کی بات سن کر مسکرائے اور ہنس کر فرمانے لگے اگر ایسا ممکن ہو تو لیجئے پھر تم ہی یہ کرو اور تم دس ساتھی، جن کو میں نے چنا ہے جانے کی تیاری کرو اور میں تم کو ان ساتھیوں پر سردار مقرر کرتا ہوں تم ان کو اپنی کمان میں لے کر ابھی روانہ ہو جاؤ۔ اللہ ﷻ تمھیں تمھارے ارادہ اور مقصد میں کامیاب فرمائے گا انشاء اللہ ﷻ، اگر یہ کام ہو جاتا ہے تو اس میں ہماری بہت بڑی کامیابی ہے اور آئندہ کے لائحہ عمل کے لئے نیک فال۔

حضرت ضرار ﷜ یہ کہہ کر کہ میں انشاء اللہ ان تک پہنچنے میں ضرور کامیاب ہوں گا، اپنے لشکر سے جدا ہوئے اور تمام ساتھیوں نے ننگی تلواریں ہاتھوں میں لیں اور حضرت خالد ﷜ اور تمام مسلمانوں کو السلام علیکم کہا، دعاؤں کی التجاء کی اور رات اس وقت جب ایک پہر گزر چکی تھی کہ چل دیئے۔ حضرت ضرار ﷜ خود اپنے ساتھیوں کے فرنٹ پر تھے اور رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے (اور اللہ کے شیروں اور مجاہدوں کا مختصر سا کارواں رواں دواں تھا)۔

ترجمہ اشعار:

❀ اندھیرے میں مجھ سے جن بھی گھبراتا ہے میں اس میں بھی داخل ہوتا ہوں۔

- تُف اس مکار اور حیلہ ساز پر جس نے ہمیں دھوکا دینے کو کمین گاہ بنائی حالانکہ خفیہ تدبیر کرنے اور جنگی چال بازی میں تو اس کی اصل اور جڑ ہم ہیں۔
- میں دشمنوں کے ساتھ جہاد میں ضرور اپنے اللہ ﷻ کی رضا اور خوشنودی حاصل کروں گا۔
- جسارت مند اور بہادر آدمی جنگ کی ہولناکیوں سے جزع فزع کرنے اور ڈرنے والا نہیں ہوتا۔

مکار اور سازشی نصرانیوں کا انجام

حضرات ضرار رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر رات چلتے رہے یہاں تک کہ وہ اس ٹیلہ کے پاس پہنچ گئے اور اپنے ساتھیوں کو وہاں رکنے کو کہا اور فرمایا تم لوگ یہیں ٹھہرو تاوقتیکہ میں رومیوں کے بارے میں کوئی خبر لے کر تمھارے پاس نہ آؤں پھر آپ نے کپڑے اتار دیئے۔[1] تلوار ہاتھ میں لی اور آہستہ آہستہ پہاڑ اور ریت کے ٹیلوں کی آڑ میں چھپتے ہوئے چلتے گئے جب آپ قوم روم کے پاس پہنچے تو آپ نے ان کو دن بھر کی تھکاوٹ کی وجہ سے نیند میں مدہوش اور مست پایا۔ پھر ان کو کسی طرف سے دشمن کے حملہ اور مقابلہ کا بھی کوئی سامنا نہیں تھا اس لیے وہ مطمئن ہو کر سوئے ہوئے تھے۔

راوی کہتے ہیں کہ پہلے تو حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کا ارادہ ہوا کہ ان کو قریب جا کر موت کی نیند سُلایا جائے مگر معاً خیال آیا کہ اس طرح وہ جاگ جائیں گے کیونکہ جب ایک کو قتل کروں گا تو اس کے شور کی وجہ سے دوسرے اٹھ جائیں گے چنانچہ قتل کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنے ساتھیوں کے پاس واپس پلٹ آئے اور ان کو صورت حال سے آگاہ کیا اور فرمایا کہ تمھیں خوشخبری ہو! جس چیز کا ارادہ کر کے تم لوگ یہاں آئے تھے وہ موجود ہے اور جس چیز کا تمھیں ڈر تھا وہ مفقود ہے، تلواریں ننگی کر لو اور اس قوم کی طرف چل پڑو اور پھر جس طرح چاہو ان کو کاٹ دو، یاد رہے کہ تم میں سے ہر ایک نے ایک ایک کو بانٹ لینا ہو گا اور سب نے یکبارگی ضرب لگانی ہے اور جس قدر ہو سکے اپنی آواز کو بلند نہیں ہونے دینا۔ سب ساتھیوں نے یک زبان ہو کر کہا: ''حُبًّا وَّ کَرَامَةً......'' یہ کہہ کر انھوں نے اپنی زرہیں اتاریں، تلواریں غلافوں اور میانوں سے باہر نکالیں اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ان کے پیچھے چل دیئے، جب یہ حضرات اس قوم کے پاس پہنچے اور ان میں سے ہر ایک اپنے ہتھیار اتار کر اپنے اپنے سرہانے رکھے ہوئے تھے۔ مجاہدین متفرق ہوئے اور ایک ایک کو سنبھال لیا۔ جب پوری طرح ان کے قتل پر متمکن ہو گئے تو اپنی تلواریں بلند کیں اور ان کے منہ، گردنوں اور پشتوں میں پیوست کر دیں اور انھیں اٹھنے نہیں دیا۔ تلواروں کی ضربیں اتنی کاری تھیں اور جم کر لگائی گئیں تھیں کہ کاٹ کر ان کی

[1] یعنی جنگی لباس اتار دیا۔ (مترجم عفی عنہ)

بوٹی بوٹی کر دی گئی اور جب سب کو فنا کے گھاٹ اتار دیا تو اس کے بعد ان کے اسلحہ اور دوسرے سامان کو قبضہ میں لے لیا۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ساتھیو! تمھیں خوشخبری ہو، یہ پہلی فتح ہے اور انشاء اللہ عزوجل اس کے بعد بھی اللہ پاک سے ہمیں فتح کی قوی اُمید ہے وہ اپنے وعدہ کو پورا فرمانے والا اور اس امر کو اپنے درست انجام تک پہنچانے والا ہے۔ سب نے اپنے پروردگار کی اس مدد اور نصرت فرمانے پر حمد و ثنا کی اور پوری رات اللہ عزوجل کی اس عنایات بے پایاں اور بے حد کرم اور بندہ نوازی پر شکر و سپاس سے رطب اللسان رہے اور آئندہ بھی اس طرح فتح و نصرتِ خداوندی کے لئے رات بھر دعائیں کرتے رہے حتیٰ کہ فجر کی ضیاء اور روشنی نے بجلی کی طرح چمک اور لشکارا مارا، یہ حضرات مجتمع ہوئے اپنے کپڑے اتار کر رومیوں کی وردیاں پہن لیں اور نقاب اوڑھ لئے اس ڈر سے کہ ممکن ہے جنرل وردان کا بھیجا ہوا کوئی شخص اچانک آ دھمکے اور ان کو دیکھ لے اور بنا بنایا سارا منصوبہ اور کام خراب ہو جائے، چھپ کر بیٹھ گئے۔ جاسوسوں کی لاشیں ٹبہ کے نشیبی گڑھے میں غائب کر دیں اور اوپر مٹی ڈال دی اور مسلح ہو کر فتح کے انتظار میں بیٹھ گئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جب فجر کا وقت ہوا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی، اپنے ساتھیوں کو حرب کے طریقہ کے مطابق مرتب فرمایا، سرخ کپڑے زیب تن کئے اور سر پر زرد عمامہ باندھا۔ ادھر رومیوں نے بھی صف بندی کی اور ہتھیار لگائے اور صلیبوں کو بلند کیا۔ مسلمان تیاری میں ہی تھے کہ رومیوں کے لشکر کے قلب (سینٹر) میں سے ایک سوار نے نکل کر ندا دی اور کہا: اے گروہ عرب! جو ہمارے اور تمھارے درمیان کل معاہدہ ہوا تھا، وہ کیا ہوا؟ کیا تم عہد شکنی کرنے پر اتر آئے ہو؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہ سن کر آگے بڑھے اور اس کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: ہمارا شیوہ غداری کرنا نہیں ہے۔ سوار نے کہا: وردان چاہتا ہے کہ آپ اس کے پاس جا کر مذاکرات کریں تاکہ غور و فکر کیا جائے اور دیکھا جائے کہ آپ اور وہ کس امر پر متفق ہوتے ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم واپس ہو جاؤ اور اپنے جنرل صاحب کو اطلاع دو کہ میں بھی بلا تاخیر اور بغیر کسی قسم کی ڈھیل دیئے بے خوف ہو کر کھلے دل و دماغ کے ساتھ اس سے مذاکرات کرنے کے لئے آ رہا ہوں تیار ہو جاؤ۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا جنرل وردان کی ملاقات کے لیے جانا

اس نے جا کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا جواب جنرل وردان کو پہنچا دیا۔ اس دشمنِ خدا نے فوراً اپنی لمبی سی زرہ کفن کی طرح زیب تن کی، جواہرات جڑے گلو بند اور مفلر کو ٹائی کی طرح گلے میں باندھا خود نما ٹوپی سر پر رکھی اور اُوپر تاج سجا کر چل دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جب اس کو آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا یہ تمام چیزیں مسلمانوں کے لئے مال غنیمت ہوں

گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ پھر آپ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا: میرا غالب امکان یہ ہے کہ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سمیت دشمن تک ضرور پہنچ چکے ہوں گے، جس وقت آپ مجھے حملہ آور ہوتا دیکھیں تو آپ بھی مع لشکر ایک دم دشمن پر ٹوٹ پڑنا۔ پھر آپ نے مسلمانوں کو سلام کیا اور حسب ذیل اشعار پڑھتے ہوئے دشمنِ خدا کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو گئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ہم سے ناقد بن علقمہ نے بیان کیا کہ میں نے سنا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہ اشعار پڑھتے ہوئے تشریف لے گئے۔

ترجمہ اشعار:

- یا اللہ عزوجل! میرا تمام امور میں تجھی پر بھروسہ ہے، اگر میری موت قریب آ گئی ہو تو میری مغفرت فرما دینا۔
- یا اللہ عزوجل! مجھے نیک عمل کی توفیق دے، اور میرے کاموں میں جو لغزشیں ہوئیں ان کو معاف فرما دے۔
- یا اللہ عزوجل! میری تلوار سے شرک کا قلع قمع کر دے حتیٰ کہ وہ نیست و نابود ہو جائے۔
- اے مولائے کریم! تمام امور میں ایک تیرے سوا میرا کوئی سہارا نہیں ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ناقد بن علقمہ ریمنی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ میں عیاض بن غنم اشعری کی یونٹ کے قلب (سینٹر) میں تھا، میں نے اپنے کانوں سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا، جب اللہ عزوجل کے دشمن وردان نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور آپ کے لباس کو دیکھا تو اس کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا اور اس نے گمان کیا کہ وہ بس میرے پاس پہنچنے ہی والے ہیں یہ سمجھ کر وہ ٹیلے کے قریب ہو گیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور وردان کا آمنا سامنا

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اسی طرح چلتے رہے یہاں تک کہ وردان کے بالکل قریب ہو گئے اور جب اس نے آپ کو اپنے بالکل قریب پایا تو اپنے خچر سے اتر پڑا۔ ادھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی گھوڑے سے اتر آئے اور دونوں جنرل ٹیلے پر آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ جنرل وردان نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے حملہ کے خوف سے تلوار ہاتھ ہی میں رکھی۔ آپ اس کے عین مقابل بیٹھے تھے، فرمایا: جو کچھ کہنا چاہتا ہے کہہ، مگر سچ پر کاربند رہنا، حق کا راستہ اختیار کرنا اور یہ خوب اچھی طرح سمجھ لے کہ تو ایسے شخص کے سامنے بیٹھا ہے کہ جو کسی کے دھوکا میں نہ آئے گا نہ مکر و حیلہ سے سرنگوں ہونے والا ہے کیونکہ وہ، خود مکر و چال بازی کی جڑ اور اصل ہے اور جنگی تدابیر اور حیلہ سازیوں کے قلعہ کا ستون ہے بہر حال تو نے جو کہنا ہے کہہ!

وردان نے کہا: خالد (رضی اللہ عنہ)! اس وقت معاملہ میرے تمہارے درمیان ہے جو کچھ تو چاہتا ہے مجھ سے بیان کر، لیکن

لوگوں کے قتل عام اور خون ریزی سے باز آ جاؤ اور خوب جان لو کہ تم نے جو کچھ کیا ہے اور خدا کے بندوں کا خون بہایا ہے، تمھارے ان افعال و اعمال کا خدائے برتر کے ہاں حساب ہوگا اور تم سے اس کی باز پُرس ہوگی اگر تمھیں ہماری دنیا سے کسی چیز کی خواہش اور مال و اسباب کی حاجت ہے تو ہم ہرگز تم پر اپنی طرف سے خیرات کرنے اور صدقہ دینے میں کسی قسم کا بخل نہیں کرینگے کیونکہ ہمارے نزدیک تم دنیا کی سب سے زیادہ کمزور، ضعیف، مفلوک الحال اور پسماندہ قوم ہو اور ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ تم ایک ایسے ملک میں رہتے ہو جہاں لوگ قحط کی وجہ سے بھوکے مر رہے ہیں اور تمھارا حال بہت ہی پتلا ہے، تم جو مانگنا چاہو مانگ لو ہم تمھیں صدقہ و خیرات دینے کو تیار ہیں۔ اب جو جی میں آئے کہو اور ہماری طرف سے تھوڑا بہت مال و منال لو اور قناعت کرو۔

آپ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا: اے دنیائے نصرانیت کے ذلیل کتے سُن! اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمھارے صدقات سے مستغنی اور بے نیاز فرما دیا ہے اور تمھارے اموال کو ہمارے لئے حلال کر دیا ہے، ہم اسے جس طرح چاہیں تقسیم کریں اور تمھاری عورتوں اور بچوں کو ہمارے لئے مُباح اور حلال کر دیا ہے مگر یہ کہ تم لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ پڑھ کر مسلمان ہو جاؤ تو تم ہمارے بھائی ہو لیکن اگر اس کا انکار کرو تو پھر ذلت و خواری کے ساتھ ہر ایک کی طرف سے جزیہ دو، اور اگر اس کا بھی انکار ہے تو پھر ہمارے اور تمھارے درمیان بہترین فیصلہ کرنے والی تلوار ہے حتیٰ کہ ہم دونوں فریقوں کے آدمی جنگ میں کام آئیں اور گردنیں کٹائیں پھر اللہ تعالیٰ ہم میں سے جسے چاہے فتح و نصرت سے نواز دے اور ہمارے پاس تمھارے لئے یہی کچھ ہے، جو تم سن رہے ہو اگر اس کا انکار ہے تو جنگ ناگزیر ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں ہمیں جہاد کا بہت شوق بھی ہے!

باقی تیرا ہماری جماعت اسلام کو سب سے زیادہ ضعیف اور کمزور کہنا، تو کان کھول کر سن لو، تم ہمارے نزدیک کُتے کے برابر ہو، ہمارا ایک آدمی تمھارے ہزار آدمی کو بھی کمزور سمجھتا ہے۔ تیری یہ باتیں اس قسم کی نہیں جیسی کہ ہمارے ساتھ اب تک مصالحت اور امن و آشتی کے خواہش مند کرتے رہے ہیں اور اگر تو مجھے میرے لشکر اور قوم سے دُور اور الگ تنہا دیکھ کر ایسی باتیں کر رہا ہے اور اگر تمھارے دل میں مجھے اکیلے دیکھ کر کچھ ہلچل ہو رہی ہے تو چل یہ چاؤ بھی پورا کر لے میں حاضر ہوں، انشاء اللہ العزیز میں تجھے کافی رہوں گا۔

وردان کا حضرت خالد رضی اللہ عنہ پر حملہ

علامہ واقدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: جنرل وردان نے جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی گفتگو سنی تو مورچوں میں چھپے بیٹھے اپنے ساتھیوں پر بھروسہ اور اعتماد کرتے ہوئے وہ ایسے چھلانگ لگا کر اٹھا کہ اپنی تلوار بھی غلاف اور کور سے نہیں نکالی اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بازوؤں سے پکڑ لیا۔ اُدھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جوابی حملہ میں اس کے دونوں بازوؤں پر زور سے

ہاتھ مارا اور دونوں پہلوان آپس میں گتھم گتھا ہو گئے اور ایک دوسرے کو مضبوطی سے پکڑ لیا، دشمنِ خدا وردان نے چلا چلا کر اپنی فوج کو بلایا کیونکہ اس کو پورا وثوق تھا کہ اب خالد رضی اللہ عنہ میری گرفت میں ہے۔

اس نے چیخ کر بلند آواز سے کہا: جلدی دوڑو اور میرے پاس پہنچو، صلیب نے امیر عرب کو مغلوب کر لیا ہے اور وہ اس کی گرفت میں ہے۔

ابھی وہ اپنا یہ کلام پورا بھی نہ کر پایا تھا کہ قوم نے اس کی آواز کو سن لیا اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم جو ٹیلے کے پیچھے مورچہ بند تھے، انھوں نے جیسے ہی یہ آواز سنی فوراً پرانے کپڑوں کو جو وہ پہنے ہوئے تھے اور زرہوں کو جوان کے بدنوں پر تھیں، اتار پھینکا اور ہاتھ میں برہنہ شمشیریں لئے عقابوں کی طرح اس کی طرف جھپٹے اور جتنا ممکن ہوا جلدی پہنچنے کی کوشش کی۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی آمد

جو شخص سب سے پہلے پہنچا، وہ اسلام کے قابلِ صد فخر بہادر سپوت حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ تھے اور وہ حسب عادت ننگے بدن تھے صرف تہبند باندھ رکھا تھا۔ تلوار کے دستہ پر ہاتھ تھا اور ببر شیر کی طرح دھاڑ رہے تھے۔ باقی بہادرانِ عرب آپ کے پیچھے پیچھے تھے، اللہ ﷻ کا دشمن وردان آنے والوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور دیکھتا ہے کہ فوج کا ایک مختصر سا دستہ اس کی طرف تیزی سے پیش قدمی کر رہا ہے اور اس کو یہی یقین تھا کہ اس کی فوج کا وہ دستہ اس کی کمک اور مدد کے لئے پہنچ رہا ہے جسے اس نے منصوبہ کے تحت ریت کے ٹیلے کے پیچھے اپنی خاص مہم کے لئے چھپا رکھا تھا اس لئے وہ آخر دم تک یہی سمجھتا رہا کہ اس کے اپنے آدمی پہنچ رہے ہیں حتیٰ کہ جب بہادرانِ اسلام اس کے نزدیک پہنچے اور ان کے فرنٹ پر حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ چیتے کی طرح لپکتے اور جست لگاتے تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے اور اپنی شمشیر کو گھما اور لہرا کر حرکت دیتے آ رہے تھے، وردان نے جب اس خلافِ توقع صورتحال کو دیکھا تو اس کے ہوش اڑ گئے، ہاتھ ڈھیلے پڑ گئے اور وہ کھڑا درخت بید کی طرح کانپ رہا تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا: میں تمھیں تمھارے معبود کا واسطہ دے کر یہ سوال کرتا ہوں کہ مجھے تم ہی قتل کر دینا، اس جن بھوت سے مجھے ہلاک نہ کروانا کیونکہ اس شیطان کی تو شکل دیکھ کر ہی مجھے نفرت اور وحشت ہوتی ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرا قاتل لامحالہ یہی شیر بہادر ہوگا۔ وردان اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ ابھی گفتگو کر ہی رہے تھے کہ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ تلوار کو حرکت دیتے شیر کی طرح ڈکارتے اور رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے اس کے پاس پہنچ گئے:

ترجمہ اشعار:

✿ میں ابھی ابھی وردان کو اس کے بیٹے حمران سے لاحق کر دوں گا اور بتوں کے پجاریوں کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دوں

گا میں اپنے اس عمل سے اپنے بہت احسان فرمانے والے مالک حقیقی کو خوش کروں گا اور اس کام کے ذریعے میں اللہ ﷻ کی معافی اور بخشش کا طلبگار ہوں۔

پھر آپ نے فرمایا: اے اللہ ﷻ کے دشمن! کہاں ہے تیرا مکر وفریب جو تو نے اصحاب رسول ﷺ و رضی اللہ عنہم کے لئے سوچا تھا؟ یہ کہہ کر آپ نے اس کی طرف تلوار چمکائی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو چلا کر فرمایا: اے ضرار رضی اللہ عنہ! ذرا رکئے اس تک پہنچنے میں صبر سے کام لیجئے جب تک میں اس کو قتل کرنے کا حکم نہ دوں اسے ہلاک کرنے سے توقف کیجئے، اس وقت تک اصحابِ رسول ﷺ جو حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کے پیچھے آ رہے وہ بھی اپنی تلواروں کو لہراتے ہوئے پہنچ گئے۔ ان میں سے ہر ایک وردان کو قتل کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انھیں بھی منع فرما دیا۔ آپ نے ان کو اشارے سے حکم دیا کہ اپنی جگہ اطمینان سے کھڑے رہئے اور جب تک میں حکم نہ دوں اُسے مہلت دو۔ وردان نے جب یہ منظر دیکھا تو اس کے دل میں اس قدر دہشت پیدا ہوئی کہ گھبراہٹ سے کانپنے لگ گیا اور بوکھلا کر زمین پر گر پڑا اور انگلی سے اشارہ کر کے امان امان پکارنے لگا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امان صرف اس شخص کو دی جاتی ہے جو امان کا اہل ہو اور تو تو وہ شخص ہے جس نے ہم سے منافقت کی ہے کیونکہ تو زبان سے امن وسلامتی کا راگ الاپتا رہا اور دل میں مکر وفریب کو چھپائے رکھا، گویا منہ میں رام رام اور بغل میں چھری!؟ مگر اللہ ﷻ کا کام ہوا کہ تیرا مکر وفریب ہم پر چل نہ سکا کیونکہ ﴿وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ﴾ "اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر فرمانے والا ہے۔"[1]

وردان کا قتل

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی یہ گفتگو سنی تو اب تو انھوں نے اسے بالکل مہلت نہ دی اور اس کے شانے کی ہڈی پر زور سے تلوار کا ایسا کاری وار کیا کہ تلوار آر پار ہوگئی اور جھٹ سے اس کے سر پر سے تاج کو اچک لیا اور کہا جو شخص (جنگ میں) کسی چیز کو جلدی سے بڑھ کر اٹھالے اس کا حق دار وہی ہوتا ہے۔ یہ دیکھ کر مجاہدین کی تلواریں حرکت میں آئیں اور اس کی تکہ بوٹی کر کے رکھ دی اور جلدی سے اس کے تمغات، اسلحہ اور زائد لباس کو قبضہ میں لے لیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے میری قوم! مجھے تمھارے بارے میں رومیوں کی طرف سے ڈر ہے کیونکہ رومی فوج کو اپنے سپہ سالار کا انتظار ہے اور وہ اس کے لئے چشم براہ ہیں، ان کو ذرا بھی شک گزرا تو وہ ایک دم تم پر ٹوٹ پڑیں گے اس لئے فوراً وردان کا سر کاٹ لو اور رومی مقتولین کی جو وردیاں تمھارے پاس ہیں ان کو پہن لو اور جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ جب تم رومی لشکر کے قریب ہو جاؤ تو اللہ اکبر کہہ کر ان پر حملہ کر دینا تمھاری تکبیر

[1] پارہ 3، ال عمران 54، ترجمہ کنز الایمان

کے وقت دوسرے مسلمان بھی حملہ کر دینگے۔

کہتے ہیں کہ یہ حکم سن کر ہر شخص نے اپنے اپنے مقتول کا قصد کیا اور اس کا لباس اور اس کا اسلحہ اتار کر خود پہن لیا اور انہی کی زرہیں بھی اتار کر خود پہن لیں اور مقابلہ کے لئے رومیوں کی طرف چل دیئے۔ وہ رومی لباس اور اسلحہ میں چونکہ خود کو چھپائے ہوئے تھے، اس لئے ان کو شک نہ ہوا کہ یہ مسلمان مجاہدین ان کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں وہ انہیں اپنے آدمی سمجھتے رہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہ دونوں لشکر کے آگے رہ کر ان کی قیادت فرمارہے تھے۔ وردان کا سر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کی نوک پر لگا رکھا تھا، جس وقت یہ ٹیلے کی اوٹ سے دونوں لشکروں کے سامنے میدان میں آئے تو رومیوں کے لشکر کی طرف چل دیئے ان کے ادھر مڑنے اور ان کی طرف رُخ کرنے سے رومیوں کو مغالطہ ہوا اور انہوں نے وردان کے سر کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا سر سمجھا اور مسلمانوں کو اپنے فوجی تصور کر لیا اور انہوں نے خوشی سے بھنگڑے ڈالنے اور تالیاں بجانی شروع کر دیں اور بطورِ فخر صلیبوں کو بلند کرنے لگے اور شور وغل سے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ مسلمانوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو ان کے دلوں پر خوف سا چھا گیا اور ان کو ایسے لگا کہ ان کے امیر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کسی بڑی مصیبت میں پھنس گئے ہیں، کوئی دعائیں مانگ رہا ہے اور کوئی خوف زدہ اور سہما ہوا ہے اور کسی نے رونا شروع کر دیا اور کسی نے چیخ و پکار شروع کر رکھی ہے۔

عام جنگ کا شروع ہونا

جس وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ رومی لشکر کی صفوں کے قریب پہنچے تو آپ نے جنرل وردان کا سر لیا اور لوگوں کے سامنے کر دیا اور دکھلا کر بلند آواز سے فرمایا۔

اے اللہ جل جلالہ کے دشمنو! یہ تمہارے سپہ سالار، وردان کا سر ہے اور میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہوں۔ پھر آپ نے اس کو پھینک دیا اور نعرۂ تکبیر بلند کر کے آپ نے حملہ کر دیا۔ آپ کے بعد حضرت ضرار رضی اللہ عنہ بھی اللہ اکبر پڑھ کر دشمن پر ٹوٹ پڑے اور پھر تو تمام مسلمانوں نے نعرہ تکبیر کی آوازیں بلند کرتے ہوئے دشمن پر ہلہ بول دیا۔

ادھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے بھی مجاہدین کو جہاد کے لئے اُبھارا اور ندا کر کے فرمایا: اے اسلام کے محافظو! اور دین کے حمائتیو! دشمن پر حملہ کر دو۔

اور یہ کہہ کر خود بھی حملہ آور ہوئے اور ساتھ ہی دوسرے مسلمانوں نے بھی ان کو دیکھ کر دشمن پر حملہ کر دیا۔ رومی فوج نے جب اپنے "صاحب" کا سر دیکھا اور ان کو یقین ہو گیا کہ عرب مجاہدین نے ان کے سردار وردان کو قتل کر دیا ہے تو انہوں نے پسپا ہو کر بھاگنا شروع کر دیا۔ مگر وہ گھیرے میں آ چکے تھے، اس لئے ہر طرف سے تلوار نے ان کا خوب کام

کام کیا۔ پتھروں، ڈھیلوں غرضیکہ جہاں بھی کوئی چھپا ہوا تھا مجاہدین نے ڈھونڈ ڈھونڈ کران کو تہہ تیغ کیا اور چاشت کے وقت سے لے کر نماز عصر تک تلوار برابر اپنا کام کرتی رہی۔ رومی فوجی بدکے ہوئے اور بے مہار اونٹوں کی طرح اِدھر اُدھر منتشر اور بکھرے ہوئے تھے۔

حضرت عامر بن طفیل دوسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھا، میرے پاس دمشق کے گھوڑوں میں سے ایک گھوڑا تھا اور ہم مشرکین کے نشانات دیکھ کر ان کا تعاقب کر رہے تھے۔ جب ہم ''دعر'' نامی ایک شاہراہ پر پہنچے تو ہمیں دور سے غبار اٹھتا ہوا دکھائی دیا، ہم نے گمان کیا کہ یہ ہرقل بادشاہ نے اپنے لشکر کی امداد کے لئے کوئی تازہ دم فوج بھیجی ہے۔ یہ سمجھ کر ہم چوکنا اور ہوشیار ہو گئے اسی طرح ہمارے پیچھے آنے والے مسلمانوں نے بھی غبار سے یہ خیال کیا کہ رومی فوج کی مدد کے لئے یہ لشکر آ رہا ہے، چنانچہ وہ بھی فکرمند ہوئے اور ہوشیار ہو گئے۔ جب یہ غبار ہمارے قریب ہوا تو دفعتاً ہمیں معلوم ہوا کہ خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہماری مدد کے لئے یہ لشکر روانہ فرمایا ہے۔ چونکہ رومی فوج اپنے سردار کے قتل کے بعد انتشار کا شکار ہو گئی تھی اور وہ اسی طرف منتشر ہوئی پھر رہی تھی، جدھر سے مسلمانوں کا لشکر آ رہا تھا اس لئے رومیوں کا جو فوجی بھی ان کے ہتھے چڑھا، انھوں نے اس کو قتل کر دیا اور اس کے مال و اسباب کو غنیمت بنا لیا۔

اجنادین کی فتح

مصنف لکھتے ہیں علامہ ثقفی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت یونس بن عبدالاعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد حرام میں مجھ سے یہ بیان کیا تھا کہ یہ لشکر جو مشرکین کی شکست اور پسپائی کے دن ''اَجنادین'' کے مقام پر مسلمانوں کی ریلیف اور کمک کے لئے پہنچا تھا، اس کی کمان حضرت عمرو بن عاص بن وائل سہمی رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے۔ یہ لشکر رومی فوج کے ساتھ لڑائی کے وقت موجود نہ تھا اور اس کی کمان بھی وہاں پہلے سے موجود لشکر اسلام میں سے کوئی شخص نہ کر رہا تھا بلکہ یہ لشکر اُن اسی روز پہنچا تھا جس روز روم کی فوج کو ہزیمت اور پسپائی ہوئی تھی۔ علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اجنادین'' کے مقام پر رومی فوج کی نفری نوّے ہزار (90,000) تھی اور ان میں سے اس روز جو قتل ہوئے ان کی تعداد پچاس ہزار (50,000) سے زائد تھی، اس سے کم ہرگز نہ تھی۔ لڑائی کے گرد و غبار کی وجہ سے کچھ تو اپنوں کے ہاتھ سے ہی قتل ہوئے، باقی ماندہ فرار ہو گئے جن میں سے بعض نے قیساریہ کا رُخ کیا اور بعض دمشق کی طرف بھاگ گئے۔ مسلمانوں کے ہاتھ اتنا مال لگا کہ اس سے قبل کبھی اسقدر مالِ غنیمت حاصل نہیں ہوا تھا۔ سونے اور چاندی کی صلیبیں اور سونے کی زنجیریں جو انھیں میدان جنگ سے ملیں، ان کا تو کوئی حد اور حساب نہ تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس تمام مال کو بمع اس تاج کے جو وردان کے سر سے مال غنیمت میں ہاتھ آیا تھا، جمع کر کے تقسیم کے لئے رکھ لیا اور فرمایا:

ابھی اس میں سے کوئی چیز تقسیم نہیں کی جائے گی جب انشاء اللہ ﷻ دمشق فتح ہوگا تو پھر مالِ غنیمت کو آپ لوگوں پر تقسیم کرینگے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مکتوب بھیجنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اجنادین کی جنگ اٹھائیس جمادی الاولیٰ 13 ھ کو واقع ہوئی تھی اور فتح اجنادین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات سے صرف تیس روز پہلے واقع ہوئی تھی۔ جب ''اجنادین'' کی مکمل فتح ہوگئی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے تمام اُمور سے فراغت حاصل کر کے جنگ کی مکمل رپورٹ لکھی اور دربارِ خلافت میں خلیفۂ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک تفصیلی خط تحریر کیا جس کا مضمون یہ تھا:

بسم الله الرحمن الرحيم

من خالد بن الوليد الى خليفة رسول الله ﷺ، سلام عليكم فاني احمد الله الذى لا اله الا هو و اصلى على نبيه محمد ﷺ ثم ازيده حمداً و شكراً على سلامة المسلمين و دمارا على المشركين واخماد جمرتهم وانصداع بيضتهم وانا لقينا جموعهم بأجنادين مع وردان صاحب حمص و قد نشروا كتبهم ورفعوا صلبا نهم وتقاسموا بدينهم الا يفروا ولا ينهزموا فخرجنا اليهم وايقنا بالله متوكلين على الله فعلم ربنا ما اضمرناه فى افئدتنا وسرايرنا فرزقنا البصر وايدنا بالنصر وكتب اعداء الله بالقهر فقتلنا منهم فى كل فج و شعب وواد وجملة من احصيناهم من الروم ممن قتل خمسون الفاً وقتل من المسلمين فى اليوم الاول والثانى اربع مائة وخمسة وسبعون رجلاً ختم الله لهم بالشهادة

ويوم كتبت اليك هذا الكتاب وهو يوم الخميس للليلتين خلتا من جمادى الآخرة ونحن راجعون الى دمشق فادع الله لنا بالنصر والسلام عليك و على جميع المسلمين ورحمة الله و بركاته .

اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع

از خالد بن ولید............ بخدمت خلیفۂ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ

السلام علیکم! میں اللہ عزوجل کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں ہے اور میں درود وسلام پیش کرتا ہوں اللہ عزوجل کے نبی حضرت محمد ﷺ کی بارگاہ میں۔

پھر میں مزید حمد اور شکر ادا کرتا ہوں اللہ عزوجل کے اس امر پر کہ اس کے فضل وکرم سے مسلمان سلامت رہے اور مشرکین ہلاک اور برباد ہوئے، خدا کا شکر ہے کہ دشمنوں کی عداوت کے شعلے ٹھنڈے ہوئے اور ہماری مڈبھیڑ ہوئی اجنادین میں گورنر حمص جنرل وردان کے ساتھ، انھوں نے اپنی فتح کا قبل از وقت ہی خوب پروپیگنڈہ اور چرچا کر رکھا تھا اور صلیبوں کو اٹھا رکھا تھا اور اپنے دین کی قسمیں کھا کھا کر باہم ایک دوسرے سے عہد و پیمان باندھا تھا کہ وہ میدان جنگ سے راہِ فرار اختیار کرینگے اور نہ ہی کسی صورت پسپا ہونگے، مگر ہم خالص اللہ پاک کی ذاتِ ''وحدہ لاشریک'' پر توکل کرتے ہوئے یقین اور ایمان کے ساتھ لڑ رہے تھے اور ہمارا رب عزوجل ہمارے دلوں کے چھپے ارادوں کو جاننے والا ہے اور وہ ہمارے اسرار اور بھیدوں سے باخبر ہے اس لئے اللہ پاک نے ہماری نیک نیتی اور سچے ارادوں کی برکت سے اپنا فضل وکرم کرتے ہوئے ہمیں فتح ونصرت عطا فرمائی اور اللہ عزوجل کے دشمنوں کو اللہ عزوجل کے قہر وغضب نے مغلوب کر دیا اور ہم نے ان کو ہر جگہ اور ہر ایک گھاٹی اور ہر وادی میں تہہ تیغ کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ جب ہم نے شمار کیا تو ہلاک ہونے والے کفار ومشرکین کی تعداد پچاس ہزار تھی جبکہ مسلمان مجاہدین جو اس معرکہ میں دو دنوں میں شہید ہوئے وہ کل چار سو پچھتر (475) تھے ان میں سے بیس پچیس انصار تھے اور تیس مکہ مکرمہ کے اور باقی دوسرے لوگ تھے۔ اللہ عزوجل ان سب کو مرتبہ شہادت پر فائز فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین!

میں یہ خط آج بروز خمیس (جمعرات) 2 جمادی الثانی کو لکھ رہا ہوں، اب ہم دمشق کی طرف روانہ ہونے والے ہیں آپ ہمارے لئے اللہ ﷻ سے مدد اور فتح و نصرت کی دعا فرمائیے گا اور ہم سب کی طرف سے آپ کو اور تمام مسلمانوں کو دعا سلام قبول ہو۔ (والسلام......آپ کا خالد)

شہداء کے ناموں کی تفصیل (نیچے حاشیہ میں) اس طرح ہے:[1]

یہ خط آپ نے بند کر کے حضرت عبدالرحمٰن بن الجمعی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا اور فرمایا کہ اسے جلدی مدینہ منورہ پہنچا دیں اور خود اسی وقت دمشق کی طرف چل دیئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خط ملنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روزانہ نئی خبروں کے تجسس میں مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے جاتے تھے ایک روز حسبِ معمول جب آپ مدینہ منورہ سے باہر موجود تھے تو اچانک آپ نے عبدالرحمٰن بن حمید الجمعی رضی اللہ عنہ کو آتے ہوئے دیکھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب بلندی سے ان کی طرف دیکھا تو فوراً دوڑ کر اُن کے پاس پہنچے اور دریافت کیا کہ آپ کہاں سے تشریف لا رہے ہیں؟ انھوں نے بتلایا کہ میں اس وقت شام سے آ رہا ہوں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خوش خبری دو کہ اللہ ﷻ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی ہے۔

آپ نے یہ مژدہ سنتے ہی اللہ ﷻ کے حضور شکر ادا کیا۔ اتنے میں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بھی آپ کے پاس آ گئے

---

[1] ① حضرت سلمہ بن عوف رضی اللہ عنہ ② حضرت عمرو بن مازن رضی اللہ عنہ ③ حضرت شاکر بن مزروع رضی اللہ عنہ ④ حضرت واقد بن حسان رضی اللہ عنہ ⑤ حضرت مرہ بن عجلان رضی اللہ عنہ ⑥ حضرت مقنع بن نجبہ رضی اللہ عنہ ⑦ حضرت صفوان بن خزرجہ رضی اللہ عنہ ⑧ حضرت اوس بن جوشنہ رضی اللہ عنہ ⑨ حضرت مطر بن العاطون رضی اللہ عنہ ⑩ حضرت عبداللہ بن بشر رضی اللہ عنہ ⑪ حضرت سلول بن قرم رضی اللہ عنہ ⑫ حضرت حامد بن عطا رضی اللہ عنہ ⑬ حضرت سفیان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ ⑭ حضرت اکوع بن مرۃ رضی اللہ عنہ ⑮ حضرت سیف بن جابر رضی اللہ عنہ ⑯ حضرت صامت بن حمید رضی اللہ عنہ ⑰ حضرت عالی بن شجیع رضی اللہ عنہ ⑱ حضرت میسرہ بن ماجد رضی اللہ عنہ ⑲ حضرت کلیل بن مزینہ رضی اللہ عنہ ⑳ حضرت عتاب بن اکال الدم رضی اللہ عنہ۔

اہل مکہ میں سے تین مرد مجاہد شہید ہوئے جن کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ ① حضرت قیس بن عامر مخزومی رضی اللہ عنہ ② حضرت نعیم بن صفوان رضی اللہ عنہ ③ حضرت ہاشم بن حرولہ رضی اللہ عنہ (از قبیلہ بنی عبدالدار)۔

قبیلہ حمیر کے بیس مرد مجاہد شہید ہوئے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ ① حضرت رفاعہ بن موہوب رضی اللہ عنہ ② حضرت عبد بن مالک رضی اللہ عنہ ③ حضرت سعید بن رافع رضی اللہ عنہ ④ حضرت ماجد بن اسلح رضی اللہ عنہ ⑤ حضرت عاطر بن مغرب رضی اللہ عنہ ⑥ حضرت طحان بن عوف رضی اللہ عنہ ⑦ حضرت یزید بن عبداللہ رضی اللہ عنہ وغیرہ وغیرہ۔

اور انھوں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا اور کہا: یا خلیفہ رسول اللہ ﷺ! سجدہ سے سر اٹھایئے اللہ ﷻ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرما کر آپ کی آنکھوں کو قرار اور ٹھنڈک بخشی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سجدہ سے سر اٹھایا تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے خط آپ کے سپرد کیا۔ آپ نے اس خط کو پہلے راز کے ساتھ خود پڑھا اور آہستہ آہستہ پڑھنے کے بعد جب خط کے مضمون کو پوری طرح سمجھ لیا تو پھر اس کو با آواز بلند لوگوں کے سامنے پڑھا اور آپ کے پاس خط سننے کے لئے لوگوں کی بھیڑ لگ گئی اور یہ (شام کی فتح کی) خبر مدینہ میں (صبح ہی) پھیل گئی، لوگوں نے جوق در جوق مسجد کے دروازہ کے پاس جمع ہونا شروع کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تیسری بار خط پڑھ کر لوگوں کو سنایا۔

مسلمانوں کا ملکِ شام جانے کے لیے اجازت لینا

کہتے ہیں کہ اہلِ مدینہ سے لوگوں نے جب یہ سنا کہ اللہ ﷻ نے مسلمانوں کو فتح بخشی ہے اور انھوں نے ان کے ہاتھ بہت سامان غنیمت آیا ہے تو لوگوں نے اجر و ثواب میں رغبت کی وجہ سے نیز شام میں سکونت کے لئے شام کی طرف خروج کے لئے بیعت ہونا شروع کر دیا جب یہ خبر اہل مکہ تک پہنچی تو اہل مکہ کے عظماء اور اکابر اپنے گھوڑوں پر کیل کانٹوں سے لیس ہو کر مدینہ منورہ آئے ان کی قیادت ابوسفیان صخر بن حرب اور غیداق بن ہشام کر رہے تھے یہ حضرات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس شام کی طرف خروج کے لئے اذن طلب کرنے کی غرض سے حاضرِ خدمت ہوئے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا منع کرنا

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں کا شام جانا پسند نہ تھا چنانچہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ چونکہ ان لوگوں کے دلوں میں ابھی تک ہمارے بارے میں نفرت عداوت اور بغض و کینہ موجود ہے، اس لئے ان کو شام جانے کی اجازت نہ دیں۔ شکر ہے اس ذات پاک کا جس کا دین سر بلند اور بالا و برتر ہے اور ان کفار کا قول و کلمہ سرنگوں اور نیچا ہے، یہ لوگ ہنوز کفر کے طریق پر ہیں اور دین اسلام کے چراغ کو اپنی افواہ سے بجھا دینا چاہتے ہیں، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ ﴾

"چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا پڑے۔"[1]

[1] پارہ 28، الصف 8، ترجمہ کنزالایمان

اور ہمارا ایمان اور دعویٰ ہے کہ ایک اللہ ﷻ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور ان کا عقیدہ شرکیہ ہے اور اللہ ﷻ کے ساتھ بہت سارے معبودانِ باطلہ کو شریک مانتے ہیں۔

دراصل بات یہ ہے کہ جب اللہ ﷻ نے ہمارے دین کو عزت و غلبہ عطا فرمادیا اور ہماری شریعت کو فتح و نصرت بخشی تو یہ لوگ تلوار کے ڈر سے اسلام لے آئے۔ اور اب جو انھوں نے یہ سنا کہ اللہ ﷻ کے مجاہدوں نے اہل روم پر فتح حاصل کر لی ہے، تو ہمارے پاس چلے آئے ہیں تا کہ ہم ان کو دشمن کی طرف بھیج دیں حتیٰ کہ یہ بھی سابقین اولین یعنی مہاجرین و انصار کے ساتھ شریک و سہیم اور ان کے قسیم و ہم پلہ ہو جائیں، اور میری رائے میں درست اور صائب یہ ہے کہ آپ ان کو وہاں جانے کی اجازت مرحمت نہ فرمائیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اِنِّیْ لَا اُخَالِفُ لَکَ قَوْلًا وَّلَا اَعْصِیْ لَکَ اَمْرًا" میں آپ کی بات کا احترام کرتا ہوں اور اس کے خلاف عمل نہیں کیا جائے گا۔"

مسلمانوں کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جانا اور منع کرنے کے بارے وضاحت لینا

کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ مشورہ جو انھوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا، اہل مکہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی اور انھیں یہ معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے شام جانے کی مخالفت کر رہے ہیں تو وہ تمام متحد ہو کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آپ اس وقت مسجد نبوی شریف میں مسلمانوں کی جماعت میں جلوہ فرما تھے اور اللہ ﷻ نے مسلمانوں کو جو فتح بخشی اور مشرکوں پر غلبہ عطا فرمایا، اس بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دائیں طرف شیرِ خدا حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ رونق افروز تھے اور آپ کے بائیں طرف حضرت فاروق اعظم سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تشریف رکھتے تھے جبکہ دوسرے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے اردگرد حلقہ بنائے ہوئے تشریف فرما تھے۔

قریش مکہ کی یہ جماعت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی تو سلام عرض کر کے آپ کے سامنے بیٹھ گئی اور باہم مشورہ ہونے لگا کہ آپ سے گفتگو کا آغاز کون کرے؟

آخر یہ طے پایا کہ ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ بات کا آغاز کرینگے۔

چنانچہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا:

"اے عمر! ہم یہ مانتے ہیں کہ دورِ جاہلیت میں آپ کے اور ہمارے درمیان دشمنی رہی ہے اور ہم ایک دوسرے سے ناراض تھے، آپ نے ہم پر سختی کی اور ہم نے آپ پر سختی کی لیکن جب اللہ ﷻ نے ہمیں اسلام کی ہدایت عطا فرمادی تو ہمارے دلوں میں آپ کے متعلق جو بھی بغض و عداوت اور دشمنی و کینہ تھا وہ سب یکسر ختم ہو گیا ہے کیونکہ (آپ جانتے

ہی ہیں کہ) ایمان شرک، بغض کینہ وکدورت سب کچھ دھوڈالتا ہے مگر حیرت ہے کہ آپ آج بھی ہمیں اپنا دشمن سمجھ رہے ہیں اور ہم سے ناراض لگتے ہیں۔

اے عمر! یہ بتاؤ کہ کیا ہم آپس میں دینی رشتہ میں منسلک ہونے کے بعد آپس میں بھائی بھائی نہیں بن چکے ہیں؟ اور پھر ہمارے تو آپ سے نسبی لحاظ سے بھی برادرانہ تعلق ہیں اور اب تو ہمارا اور تمہارا مضبوط اسلامی رشتہ بھی قائم ہو چکا ہے لہٰذا ہم ایک اور ایک ہیں اور اس کے بعد بھی آپ اس پرانی دشمنی رکھنے اور نئی دشمنی کے اظہار پر کیوں تلے ہوئے ہیں؟

کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ آپ بھی اپنے دل سے ہمارے متعلق جو دشمنی اور کدورت رکھتے ہیں اس کو دھوڈالیں کیونکہ ہم تو آپ کے بارے میں اپنے دل صاف رکھتے ہیں۔ ہم اس بات کا دل سے اعتراف کرتے ہیں کہ آپ ہم سے افضل ہیں اور ایمان لانے اور اسلام قبول کرنے اور جہاد میں حصہ لینے میں ہم سے بہت پہل کرنے والے ہیں، ہم آپ کے ان مراتب اور اعزازات کے منکر نہیں ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ کلام سن کر خاموش ہو گئے اور آپ نے اس گفتگو سے بڑی شرمندگی محسوس کی حتیٰ کہ حیاء اور شرم کی وجہ سے آپ کی جبین عالیہ پر پسینہ کے قطرے نمودار ہو گئے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا:

"اللہ عزوجل کی قسم! میرا یہ مطلب ہرگز نہ تھا جو تم نے سمجھا، میرا مقصد فقط خون ریزی کو روکنا اور جنگ کو بند کرنا تھا کیونکہ میں جانتا ہوں تمہارے دماغ میں زمانۂ جاہلیت کی حمیت اور غیرت ابھی تک باقی ہے اور تم اب تک "سابقین فی الاسلام" پر اپنے حسب ونسب اور خاندانی بڑائی و برتری کو جتاتے رہے ہو اور فخر کرتے رہے ہو۔ [1]

ابو سفیان نے کہا: میں آپ کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو فی سبیل اللہ (اللہ کے راستہ میں) وقف کر چکا ہوں۔

اس کے بعد مکہ مکرمہ کے دوسرے سرداروں نے بھی اسی طرح اقرار کیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی اس تقریر اور حلفیہ بیانات سے بہت خوش ہوئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے یہ دعا کی کہ:

"اَللّٰهُمَّ بَلِّغْهُمْ اَفْضَلَ مَا يُؤَمِّلُوْنَ وَاَجْزِهِمْ بِاَحْسَنَ مَا يَعْمَلُوْنَ وَارْزُقْهُمُ النَّصْرَ عَلٰى

---

[1] اس لئے اندیشہ تھا کہ تم ان سابقین فی الاسلام پر اپنی برتری قائم کرنے کے لئے جا کر دشمن کو سخت مارو گے، بہت خون ریزی کرو گے اور جنگ کی آگ بھڑکاؤ گے، امن قائم نہیں ہونے دو گے۔ (مترجم عفی عنہ)

عَدُوِّهِمْ وَلَا تُمَكِّنْهُمْ مِنْ نَوَاصِيهِمْ . "

"یااللہ! ان کی اُمیدوں سے بڑھ کر ان کو وہاں تک پہنچا جہاں تک رسائی کا ان کو گمان بھی نہ تھا، ان کے کاموں کی ان کو اچھی جزاء اور خوبصورت صلہ عطا فرما، ان کو ان کے دشمنوں پر نصرت عطا فرما اور ان کے دشمنوں کو مغلوب فرمادے اور تو ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔"

فتوحُ الشّام

فتحِ دمشق

فتح دمشق

مسلمانوں کے قافلوں کا جانبِ شام روانہ ہونا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: بخدا ابھی چند ہی دن گزرے تھے کہ یمن سے بھی بہت سے وفود آ گئے جن میں سب سے پہلے حضرت عمرو بن معدی کرب زبیدی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں آنے والا وفد تھا۔ ان کے ساتھ عورتیں اور بچے بھی تھے اور یہ لوگ شام جانے کے ارادہ سے آئے تھے، ابھی یہ لوگ مدینہ منورہ میں خیمہ زن بھی نہیں ہوئے تھے کہ ان کے پیچھے ہی حضرت مالک الاشتر نخعی رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے۔ حضرت مالک نخعی رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہرے اور آپ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کئی معرکوں اور جنگوں میں شریک ہو چکے تھے۔ آپ بھی مع اپنے اہل و عیال اور قبیلہ کے دوسرے لوگوں کے ساتھ شام کی طرف خروج کے لئے تشریف لائے تھے اور اجازت کے خواہاں تھے، اس طرح مدینہ طیبہ میں مسلمانوں کا جیش عظیم اکٹھا ہو گیا اور قوم جُرہُم سمیت نو ہزار (9000) کے لگ بھگ ایک بڑا لشکر بن گیا جب تیاری مکمل ہو گئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے نام مندرجہ ذیل مضمون پر مشتمل خط تحریر فرمایا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من ابی بکر خلیفة رسول الله ﷺ الی خالد بن الولید المخزومی و من معه من المسلمین

اما بعد فانی احمد الله الذی لا اله الا هو واصلی علی نبیه محمد ﷺ و امرك بتقوی الله فی السر والجهر

والرفق بالمسلمين والحمل لضعيفهم والتجاوز عن مسيهم والمشاورة لهم وقدفرحت بما فتح الله تعالیٰ عليكم وافاء الله عليكم من النصر و هزيمة الكفار فاجعل اليسر دأبك الى ان تطأ اقصى ارضهم وانزل على جنة الشام الى ان ياذن الله تعالیٰ بفتحها على يدك ثم الى حمص و المعرات و اطلب انطاكية

والسلام عليك و على من معك من المسلمين ورحمة الله و بركاته،

وقد نفذت اليك ابطال اليمن وليوث النخع واقيال مكة ويكفيك عمرو بن معدى كرب ومالك الاشتر وان نزلت على المدينة العظمیٰ ذات الجبل المعطل انطاكية فان الملك هناك فان صالحك فصالحه وان حاربك فحاربه ولا تدخل الدروب وتكاتبنى بذالك مع انى اظن ان الاجل قد اقترب هرقل ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾ والسلام، ....

اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع

یہ خط، اللہ ﷻ کے رسول ﷺ کے خلیفہ ابوبکر کی طرف سے خالد بن ولید مخزومی رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھی مسلمانوں کے نام ہے:

امابعد! میں اس اللہ ﷻ کی حمد وستائش کرتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور میں درود پڑھتا ہوں اللہ ﷻ کے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر، میں تجھے خلوت اور جلوت میں اللہ ﷻ سے ڈرتے رہنے کی تاکید کرتا ہوں، مسلمانوں کے ساتھ نرمی کے ساتھ پیش آنا، ان کے کمزور کا بوجھ اٹھانا اوران کی غلطیوں سے درگزر کرنا اور جب بھی کوئی قدم اٹھاؤ تو اپنے ساتھیوں سے مشورہ ضرور کر لینا اور مجھے یہ جان کر نہایت خوشی اور فرحت محسوس ہوئی ہے کہ اللہ ﷻ نے تمھیں فتح دی ہے اور تمھاری مدد اور نصرت فرمائی ہے اور کفار کو شکست ہوئی ہے۔ اب تم اپنے گھوڑوں کو

مسلسل بڑھاتے چلے جاؤ حتیٰ کہ تم دشمن کی سرزمین کے آخری حصہ تک پہنچ کر دم لو اور ملک شام کے باغات میں جا کر اُترو، اللہ ﷻ شام کو اپنے اذن سے تمھارے ہاتھ پر فتح کرا دے، جب شام فتح ہو جائے تو اس کے بعد پھر ''حمص'' اور ''معرات'' کی طرف پیش قدمی کرنا اور ان دونوں شہروں کے بعد پھر ''انطاکیہ'' کی جانب بڑھنا تم کو اور تمھارے تمام مسلمان ساتھیوں کو میری طرف سے سلام اور دعائے برکت قبول ہو۔

میں تمھارے پاس یمن کے بہادروں، نخع کے شیروں اور مکہ مکرمہ کے سرداروں کو بھیج رہا ہوں اور ان میں سے ایک تو عمرو بن معد یکرب اور مالک اشتر نخعی ہوں تو تمھارے لئے یہی کافی ہوں گے، اور جب تم بہت بڑے پہاڑوں والے شہر، انطاکیہ میں پہنچو تو بادشاہ روم ہرقل چونکہ اسی شہر میں قیام رکھتا ہے، اگر وہ تم سے صلح چاہے تو صلح کر لینا اور اگر وہ جنگ پر آمادہ ہو تو پھر تم جنگ لڑنا۔ ایک بات یاد رہے کہ پہاڑی دروں کا آپریشن شروع کرنے سے پہلے مجھے ضرور لکھنا! مجھے اطلاع کئے بغیر یہ کام شروع نہ کرنا اور ویسے بھی سامنے کی بات ہے کہ ہرقل کی موت اب قریب آئی لگتی ہے۔ ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾ (یقیناً مرنا تو ہم نے بھی کیونکہ) ارشاد خداوندی ہے: ''ہر جان موت کو چکھنے والی ہے۔'' والسلام

آپ نے مکتوب کو ملفوف اور لپیٹ کر اس پر رسول اللہ ﷺ والی مہر لگائی اور اسے عبدالرحمٰن بن حمید جمی رضی اللہ عنہ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ تم ہی شام سے خط لے کر آئے تھے لہٰذا تم ہی اس کا جواب بھی پہنچاؤ۔ [1]

چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن حمید جمی رضی اللہ عنہ اسی وقت اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے اور جنگلوں بیابانوں کو طے کرتے اور مختلف مناہل و منازل پر اترتے چڑھتے ہوئے آخر دمشق پہنچ گئے اور یہ مکتوب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تک پہنچایا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا جانبِ دمشق کوچ اور اہلِ دمشق کا قلعہ بند ہونا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت نافع بن عمر جرحمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جس

[1] کیونکہ تم نے راستہ دیکھا ہوا ہے کسی نئے آدمی کی بجائے تمھارے لئے یہ کام زیادہ آسان رہے گا۔ (مترجم عفی عنہ)

وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں خط بھیجا تھا اس کے بعد آپ دمشق کی طرف روانہ ہو گئے تھے، ادھر اہلِ دمشق نے جس وقت سنا کہ ان کے بڑے بڑے بہادروں کو قتل کر دیا گیا ہے اور شاہِ روم کے لشکر کو شکست ہو گئی ہے تو وہ خوفزدہ اور مضطرب ہو کر قلعہ بند ہو گئے، دیہاتوں اور مضافات کے کاشتکار اور دوسرے لوگ بھی شہر میں آ کر قلعہ میں پناہ گزیں ہو گئے۔ انھوں نے سامان حصار تیار کیا، تلواریں، نیزے، ڈھالیں، منجنیقیں اور گوپیے (غلیلیں) شہر کی دیواروں پر جمع کر لیں، چھوٹے چھوٹے جھنڈے لہرا دیئے تھے اور صلیبیں نصب کر دی تھیں، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جس وقت یہاں پہنچے، تب تک یہ لوگ محفوظ ہو چکے تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ ان کے سر پر پہنچ گئے اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نو ہزار اور حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اپنے دو ہزار کے لشکر کے ساتھ بھی ان سے آ کر مل گئے اس طرح آپ کا لشکر مزید بڑھ گیا، پھر حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا بھی ایک ایک ہزار کا لشکر آپ کے ساتھ آ ملا اور ان کے قدم بقدم سوادِ اعظم کا ایک اور لشکر جرار حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی معیت اور قیادت میں چلا آ رہا تھا۔ اہل دمشق نے جب لشکر جرار کو دیکھا تو انھیں اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آئے اور شہر سے ایک میل سے کم فاصلہ پر واقع ایک "دیر" (گرجا) کے قریب فروکش ہو گئے۔ جب آپ وہاں چھاؤنی بنا چکے تو آپ نے امراء اور سرداروں کا اجلاس طلب فرمایا۔ چنانچہ جب تمام کمانڈر حاضر ہو گئے تو ان کی موجودگی میں آپ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ:

آپ جانتے ہیں کہ اس قوم نے ہمارے ان کے ہاں سے واپس لوٹنے کے وقت ہمارے ساتھ غداری کی اور ہمارے وہاں سے چلتے ہی انھوں نے پیچھے بغاوت کر دی! لہٰذا اس قوم کا بالکل اعتبار نہیں ہے، آپ امان نہ دیں اور اپنے اس مقام سے بالکل نہ ہٹیں، ورنہ یہ لوگ آپ کو دھوکا دے سکتے ہیں اور اس کے علاوہ آپ کے ساتھ کوئی سازش کر سکتے ہیں۔ آپ اپنی جگہ پر قائم رہیں اور قلعہ کے دروازوں سے خود کو دور فاصلہ پر رکھیں اور وہاں سے چھوٹے چھوٹے دستے وقفے وقفے سے روانہ کرتے رہیں تا کہ وہ ان لوگوں کو مسلسل جھڑپوں میں مشغول رکھ کر ان کو سنبھلنے نہ دیں اور آپ یہاں طویل قیام کی وجہ سے تنگ دل نہ ہونا، صبر سے کام لینا، کیونکہ صبر کے بعد ہی فتح اور کامیابی ہوتی ہے اور اپنے مقام کو خالی نہ چھوڑنا اور اس قوم کے مکروفریب سے ہوشیار رہنا اور اپنا خیمہ قلعہ کے دروازوں سے دور فاصلے پر نصب کروانا اور وہاں سے تھوڑی تھوڑی فوج بھیجتے رہنا۔

آپ نے یہ ہدایات سن کر کہا مجھے یہ بسر وچشم قبول ہے چنانچہ آپ نے چوتھائی لشکر ساتھ لیا اور بابِ جابیہ پر جا کر

خیمہ زن ہو گئے آپ کے لئے قلعہ کے دروازہ سے فاصلے پر کچھ دور طائف کے بنے ہوئے چمڑے کا ایک خیمہ نصب کیا گیا تھا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ابو محمد عبداللہ بن حجاج انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا حضرت رفاعہ بن عاصم رضی اللہ عنہ جو دمشق کی ایک جنگ میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی فوج میں شامل تھے، سے پوچھا کہ دادا جان! کیا وجہ تھی کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے پاس باوجودیکہ اس وقت رومیوں سے حاصل ہونے والے مال غنیمت کے جو انھیں اجنادین، بصرہ، سحورا، حوران کے واقعات اور معرکوں میں ملا تھا، ہزاروں خیمے موجود تھے، پھر کیا رکاوٹ تھی کہ ان کے لئے طائف کا بنا ہوا ایک چمڑے کا ہی خیمہ نصب کیا گیا؟

انھوں نے فرمایا کہ بیٹے! کوئی رکاوٹ نہیں تھی، یہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی اللہ عزوجل کے لئے تواضع اور انکساری کے اظہار کے طور پر تھا اور کسرِ نفسی تھی کہ وہ دنیا کی زیب و زینت میں رغبت اور دلچسپی نہیں رکھتے ہیں، نیز رومیوں کو یہ بات باور کرانا مقصود تھی کہ مسلمانوں کا ہدف ملک گیری اور دنیوی مال و اسباب ہرگز نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی وہ دنیا کی خواہش کے لئے لڑتے ہیں، مسلمان تو فقط اپنے اللہ عزوجل کی رضا جوئی کے لئے لڑتے ہیں، جنگ سے ان کا مقصد دین کی نصرت اور اللہ عزوجل کے کلمہ کو بلند کرنا اور کفر و شرک کو مٹانا ہی ہوتا ہے جس سے وہ اُخروی اجر و ثواب کے طالب ہوتے ہیں۔

مزید فرمایا: بیٹا! مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ جب وہ رومیوں کے کسی شہر میں اترتے تو اپنے پرانے خیمے ہی اپنے لئے نصب کراتے تھے اور مال غنیمت میں ملنے والے خیموں کو ان سے کچھ فاصلے پر نصب کر کے ان میں گھوڑوں کو باندھ دیا کرتے تھے یا ان میں اسلحہ، زرہیں، ڈھالیں پیش قبض اور دیگر سامان جنگ وغیرہ رکھ دیا جاتا تھا اور ہم میں سے کوئی شخص ان خیموں کے قریب تک نہ جاتا تھا۔ بسا اوقات اگر بارش ہوتی اور ہم میں سے کوئی شخص بارش میں بھیگ بھی رہا ہوتا تھا تو پھر بھی ان خیموں میں جا کر پناہ نہیں لیتا تھا، کیونکہ ان خیموں میں خالص اللہ عزوجل کا نام نہیں لیا گیا ہوتا تھا اس لئے مسلمان ان خیموں سے رغبت نہیں رکھتے تھے۔ یہی حال اسلحہ اور ہتھیاروں کا تھا کہ ہمارے ساتھی خالی ہاتھ اور نہتے دشمن کے سامنے چلے جاتے لیکن انھیں استعمال نہ کرتے حتیٰ کہ بعض مسلمان کھجور کی گٹھلیوں میں سوراخ کر کے اور ڈوری میں پرو کر اس سے اپنی زرہیں تیار کر کے پہن لیتے تھے مگر کفار کی زرہوں کو استعمال کرنا پسند نہ کرتے تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی فوج کا دمشق پر حملہ کے لئے جنگی مشقیں

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جب حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ "باب جابیہ" پہنچ گئے تو انھوں نے اپنی فوج کو جنگ کا حکم دیا، بعدازاں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو طلب فرما کر ہدایت کی کہ تم اپنے دستے کو لے کر "باب الصغیر" پر پہنچ جاؤ، اپنی قوم اور آدمیوں کی حفاظت پر مستعد رہنا اگر شہر کے اندر سے کوئی

تمہارے مقابلہ کے لئے خروج کرے اور تم محسوس کرو کہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکو گے تو فوراً مجھے اطلاع دے دینا، میں انشاء اللہ ﷻ تمہارے لئے کمک بھیج دوں گا۔

ازاں بعد حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کاتب رسول ﷺ کو طلب فرمایا اور ان کو "باب توما" پر متعین کرتے ہوئے ہدایت کی کہ بہت احتیاط اور ہوشیاری کے ساتھ ڈیوٹی انجام دینا کیونکہ سنا ہے اس دروازے کا حاکم "توما" بہت ہوشیار اور دلیر آدمی ہے، وہ اپنی قوم کا سردار اور بادشاہ، شاہ روم ہرقل کے دربار میں اپنی بہادری اور شجاعت کی وجہ سے بہت محبوب ہے۔ اسی وجہ سے ہرقل نے اپنی بیٹی کی اس سے شادی کر دی تھی۔ اگر "توما" تم پر حملہ آور ہو تو فوراً مجھے اطلاع کر دینا، میں انشاء اللہ ﷻ تمہاری مدد کو پہنچوں گا۔

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میرے سپاہیوں میں ایسا کوئی شخص نہیں ہے جس پر اس کا حیلہ چل سکے انشاء اللہ ﷻ

پھر آپ نے حضرت عمرو بن عاص بن وائل سہمی رضی اللہ عنہ کو طلب فرما کر حکم دیا کہ اے عمرو رضی اللہ عنہ! تم اپنے دستے کو لے کر "باب فرادیس" پر پہنچ جاؤ اور اس طرف کی حفاظت تم پر لازم ہے اور تم نے وہاں سے ادھر ادھر نہیں ہونا کیونکہ میں نے سنا ہے کہ اس گیٹ کی طرف بہادرانِ قوم اور ان کے ہیرو جمع ہیں۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: مجھے یہ حکم بسر و چشم قبول ہے پھر آپ اپنی رجمنٹ کو لے کر باب فرادیس کی طرف تشریف لے گئے۔

پھر اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ "بابِ کیسان" [1] پر چلے جاؤ اور ان کے ساتھ آپ نے لشکر کا خُمس یعنی پانچواں حصہ روانہ کیا چنانچہ آپ ان ساتھیوں کو لے کر وہاں تشریف لے گئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: دمشق کا "بابِ مرقش" مقفل رہتا تھا اور اس پر جنگ و قتال نہیں ہوتا تھا، اس وجہ سے عرب اس باب کو باب السلامۃ "امن گیٹ" کہتے تھے۔

اس انتظام کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ خود باقی فوج کو لے کر "شرقیہ گیٹ" پر فروکش ہو گئے اور حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کو بلا کر دو ہزار کا لشکر دیا اور ہدایت کی کہ تم فرنٹ پر رہو اور دشمن کی نقل و حرکت کی اطلاعات فراہم کرتے۔ [2]

---

[1] ایک نسخہ میں "باب الفرج" بھی آیا ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

[2] لاجسٹک انفارمیشن فراہم کرنے والے حفاظت کرنے والے اس فرنٹ کو اور ہراول دستہ کو طلیعہ کہتے ہیں۔ (مترجم عفی عنہ)

اپنے اس دستے کے ہمراہ شہر کے چاروں طرف گشت لگاتے رہو اور تمہارے اس موبائل دستے کو اگر گشت کے دوران میں کوئی مشکل محسوس ہو تو مجھے فوری اطلاع کر دینا، جو کچھ اس وقت مناسب ہوگا میں اس کا اہتمام کر دوں گا۔

آپ نے جواب دیا کہ یہ کام تو میرے ضمیر کے خلاف ہے کہ میں لڑائی اور جنگ کو چھوڑ کر انتظار کروں اور آنے والی مدد کی راہ تکنا شروع کر دوں! اس طرح ہماری قوت بٹ جائے گی اور دوسرا آنے والی امداد پر انحصار کی پالیسی مجھے قطعاً پسند نہیں، جو کچھ ہوا میں خود اپنے دست و بازو کے زور پر کروں گا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اچھا! آپ اپنی صوابدید کے مطابق جو بہتر سمجھتے ہیں، آپ کو اتھارٹی اور اختیار ہے، حتی المقدور لڑنا۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر ایسا ہے تو لیجئے بسم اللہ ہم چلتے ہیں اللہ حافظ! چنانچہ آپ حسب ذیل رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے روانہ ہو گئے۔ (فوجی ترانہ کی گونج اور دھنوں میں میدان جنگ کی طرف روانہ ہو گئے):

ترجمہ اشعار:

- اے دمشق! جس وقت ضرار تیرے پاس پہنچے گا تو تیرے لئے ایک بہت بڑی تباہی لے کر اترے گا۔
- میں عنقریب کاٹ دار تیز تلوار سے گردنوں میں ضربیں لگاؤں گا۔ گردنیں اڑانے والی یہ تلوار بہت قاطع، نئی اور چمکدار ہے۔
- اے دمشق! میں بہت جلد تیری سرزمین پر آ کر تیرے ہر طرف جنگ کی آگ بھڑکا دوں گا اور دشمن قوم پر ایسی تیراندازی کروں گا کہ اس کو ایک بڑی مصیبت میں ڈال دوں گا۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ یہ رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے چل رہے تھے تو ایسے لگتا تھا جیسے ایک شیر بپھرا ہوا ہے یا خطرناک چیتا جا رہا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مشرقی دروازے پر موجود رہے۔ آپ کی قوم نے وہاں رومی سپاہیوں پر حملہ کا پروگرام بنایا تو جب لشکر اسلام نے یہ وضع اختیار کی اور جنگ کے لئے آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگے تو اہلِ دمشق نے بھی تہیہ کر لیا کہ آخری آدمی تک انھیں جنگ کرنی ہے اور اپنی عورتوں اور بچوں کو سلامت رکھنا ہے۔ اس کے بعد انھوں نے تیروں کی بارش برسا دی اور پھر تو دونوں طرف سے جنادل اور مقالیع یعنی بھاری ہتھیاروں کا استعمال شروع ہو گیا اور منجنیق سے اس قدر سنگ باری ہوئی کہ دونوں طرف سے بکثرت فوجی زخمی ہو گئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خط آنا

اسی اثناء میں حضرت عبدالرحمٰن بن حمید رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مکتوب گرامی لے کر یہاں پہنچے اور انھوں نے جنگ والی سمت کا رُخ اختیار کیا۔ چنانچہ شرقی گیٹ پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے ان کی ملاقات ہوئی جہاں آپ کے کچھ ساتھی حضرت رافع بن عمیرہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں لڑائی میں مشغول تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ

نے خلیفۃ المسلمین کا خط مبارک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دیا۔ جب آپ نے پڑھا تو بہت خوش ہوئے، پھر آپ نے مسلمانوں کو حضرت ابوسفیان اور حضرت عمرو بن معدیکرب زبیدی رضی اللہ عنہما اور ان کے لشکروں کے آنے کی خوش خبری سنائی۔ یہ خبر مسلمانوں کے تمام لشکروں میں پھیل گئی۔

مسلمان تمام دن جنگ میں مشغول رہے یہاں تک کہ جب رات کی تاریکی چھانے لگی تو دونوں فریق متفرق ہو گئے اور مسلمانوں کا ہر امیر اپنے اپنے دروازہ پر متعین رہا، جہاں اس کی ڈیوٹی لگی تھی۔ پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خط ہر دروازے پر بھیجا اور لوگوں کو پڑھ کر سنایا گیا۔ مسلمان کو امدادی دستوں کی آمد کی خبر سن کر بے حد فرحت اور خوشی ہوئی۔

مسلمانوں کا جنگ کے لیے جذبۂ جہاد

لوگوں نے ساری رات صبح کی جنگ کے لئے تیاری میں گزار دی اور باری باری پہرہ دیتے رہے۔ حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ نے رات بھر آنکھ لگا کر نہ دیکھی، وہ برابر اپنی فوج کے گردگشت پر رہے کہ مبادا دشمن شہر سے نکل کر مسلمانوں پر اچانک کہیں حملہ نہ کر دے یا ہرقل کی طرف سے آنے والا لشکر ان پر آ کر شب خون مارے اور یہ بے خبری میں دھر لئے جائیں اور مسلمانوں کا نقصان ہو!

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مسلمانوں نے رات بھر ''نعرۂ تکبیر اللہ اکبر'' کی آوازوں سے فضا کو گرمائے رکھا، ادھر رومی عیسائی بھی اپنے مخصوص شعار بگل اور گھنٹیوں سے شور کرتے رہے اور انھوں نے قلعہ کی چار دیواری پر اس قدر مشعلیں جلا رکھی تھیں جس سے ایسے لگتا تھا جیسے دن چڑھا ہوا ہو۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ اہلِ دمشق اپنے اربابِ حکومت اور اکابرین کے پاس اکٹھے ہوئے اور ان سے مشورہ کیا کہ انھیں کیا کرنا چاہئے۔

بعض نے یہ مشورہ دیا کہ مصالحت بہتر ہے اور ہماری رائے یہی ہے کہ مسلمانوں کے مطالبات کو تسلیم کر کے ان سے صلح کر لینی چاہئے، ہم میں مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے، اجنادین میں بادشاہ ہرقل کا لشکر موجود تھا اس کے علاوہ بطارقہ، اراجیہ، قیاصرہ غرضیکہ ہر قبیلہ کے منتخب نوجوان سپاہی موجود تھے، مگر اتنی کثرت اور تعداد کے باوجود اس جنگ میں وہ مسلمانوں کے آگے نہ ٹھہر سکے، بلکہ مسلمان مجاہدین نے ان سب کو مقابلہ میں اس طرح پیس کر رکھ دیا جیسے غلہ پیسا جاتا ہے اور ہم ان لشکروں سے کوئی زیادہ بہادر بھی نہیں ہیں کہ مسلمانوں کا مقابلہ کر کے خود کا دلیہ کرائیں۔

بعض نے یہ رائے دی کہ ہمیں شاہ ہرقل کے داماد ''جنرل توما'' سے اس معاملہ سے مشاورت کر لینی چاہئے اور ان کی بات بھی سن لینی چاہئے، وہ کیا کہتے ہیں؟ اور ان سے درخواست کرنی چاہئے کہ وہ اس بحران سے نکالنے میں ہماری

مدد کریں، ورنہ بصورت دیگر پھر ہم مصالحت کرلیں گے۔

رومیوں کا سردار توما کے پاس جانا

راوی کا بیان ہے کہ یہ سب مل کر ''جنرل توما'' کے دروازے پر آئے تو وہاں مسلح سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔انھوں نے دریافت کیا کہ تم لوگوں کے کیا عزائم ہیں؟ آنے والوں نے بتلایا کہ ہم کنگ ہرقل کے داماد ''جنرل توما'' سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔بعض سپاہی اجازت لینے اندر چلے گئے اور ان کو اجازت مل گئی۔اجازت ملنے پر یہ لوگ اندر داخل ہوئے، جنرل توما کے سامنے زمین کو چوم کر انھوں نے اس کی تعظیم کی، توما ان پر بہت خوش ہوا اور بیٹھنے کا حکم دیا۔وہ بیٹھ گئے مگر ان کے چہروں پر غم اور پریشانی عیاں تھی، یہ لوگ بہت سخت پریشان تھے پھر توما ان کی طرف متوجہ ہوا اور دریافت کیا کہ اتنی اندھیری شب میں تمھارے آنے کا سبب کیا ہے؟

انھوں نے کہا: اے ہمارے سردار! اے جہاں پناہ! اور اے ہمارے فریادرس اور دستگیر! ہمارے شہروں پر مصیبت نازل ہوئی ہے اور افتاد آپڑی ہے، ہم آپ کی مدد اور دستگیری کے طالب بن کر حاضر خدمت ہوئے ہیں کیونکہ ہم اکیلے اس مصیبت کا مقابلہ کرنے کی ہمت وطاقت اور سکت اپنے اندر نہیں پاتے۔اس لئے ہم اکٹھے ہوکر آپ کے پاس آگئے ہیں اور آپ پر ہمیں اعتماد اور بھروسہ ہے کہ جس طرح بھی مناسب ہوا آپ ضرور ہماری مدد کریں گے!

اب ایک صورت تو یہ ہے کہ ہم عربوں سے صلح کرلیں اور ان کے جو بھی مطالبات ہیں، ان کو مان لیں اور دوسری صورت یہ ہے کہ آپ بادشاہ کو لکھیں تاکہ وہ ہماری مدد کے لئے فوج بھیجے اور تیسری صورت یہ ہے کہ آپ اپنے لشکر کے ذریعے مسلمانوں کو ہمارے شہروں سے دور کریں اور ہمارا ان سے بچاؤ اور دفاع کریں کیونکہ اس وقت ہم بالکل ہلاکت اور تباہی کے کنارے پر کھڑے ہیں اور خطرات کے بادل ہمارے سروں پر منڈلا رہے ہیں۔

''توما'' نے جب وفد کی گفتگو سنی تو وہ قہقہہ مار کر ہنسا اور کہا: تف ہے تم پر، دشمن کو تم نے خود ہی اپنی بزدلی کی وجہ سے اتنا سر چڑھایا ہے، پھر ان میں یہ طمع اور جرأت تو پیدا ہونی ہی تھی، مجھے اپنے بادشاہ کے سر کی قسم! میں تو اس قوم کو جنگ لڑنے کی اہل ہی نہیں مانتا اور نہ اس امر کے قابل جانتا ہوں کہ یہ مسلمان لوگ تیروں کی بارش کی تاب لاسکیں گے، اگر انھوں نے کبھی میرے قریب آنے کی سعی کی تو میں ان کے اگلوں کو پچھلوں کے ساتھ لاحق کردوں گا اور ملادوں گا اور اپنی قوم کا ان سے انتقام اور بدلہ لوں گا، تم جاؤ اور اپنے شہروں میں اطمینان اور سکون سے رہو، خوف زدہ ہونے اور ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ان بے چاروں میں تو اتنی ہمت بھی نہیں ہے کہ اگر تم شہر کا دروازہ ان پر کھول دو تو ان میں سے کوئی شہر کے اندر داخل ہوسکے، پھر ڈرتے کیوں ہو؟

دمشق والوں کا توما کو جنگ کے لئے آمادہ کرنے کا بیان

اہلِ دمشق نے جب جنرل توما کی باتیں سنیں تو کہنے لگے: اے سردار! آپ نے مسلمانوں کے متعلق غلط اندازہ لگا رکھا ہے، مسلمان بڑے سخت ہیں آپ نے ان کے بارے جو کچھ بیان کیا ہے وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہیں اور آپ نے ان کے متعلق جو کچھ اظہار خیال فرمایا ہے، فوجِ مسلم کا مورال اس سے بہت اعلیٰ اور بلند ہے اور ان میں سے سب سے چھوٹا شخص اور سب سے کم زور آدمی بھی ہمارے دس سے بیس آدمیوں سے بے دھڑک لڑ سکتا ہے اور ان کا قائد تو کوئی بلا ہے، اس کا تو ہم میں سے کوئی بھی مقابلہ کرنے کی طاقت ہی نہیں رکھتا! اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہمارے شہر، ہمارے مال اور ہماری جانیں محفوظ رہیں اور آپ اگر واقعی ہمارے محافظ ہیں اور ہمارے جان و مال اور شہروں کے دفاع میں دلچسپی رکھتے ہیں، تو آیئے ہمارے ساتھ میدان میں نکلیں اور ان مسلمانوں سے یا تو صلح کر لیں یا پھر ہمارے ساتھ مل کر ان کا مقابلہ کریں۔

توما نے جواب دیتے ہوئے کہا: پہلی بات تو یہ ہے کہ تم ان سے تعداد کے لحاظ سے زیادہ ہو، پھر دوسری چیز یہ کہ تمہارے پیچھے یہ شہر موجود ہیں جن میں قلعے اور پناہ گاہیں موجود ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ تمہارے پاس اسی طرح کے دیگر شہر بھی ہیں۔ چوتھی بات یہ ہے کہ تمہاری نفری کے زیادہ ہونے کے ساتھ ساتھ تمہارے پاس ہر قسم کا اسلحہ، ہتھیار اور زرہ اور دوسرا جنگی سامان وافر مقدار میں موجود ہے جبکہ دوسری طرف تمہارے دشمن کی پوزیشن یہ ہے کہ یہ لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن اور نہتے ہیں، ان کے پاس کوئی قابلِ ذکر اسلحہ ہے نہ جنگی ساز و سامان!

اہلِ دمشق نے کہا: اے سردار! ان کے پاس ہمارا ہی ساز و سامان اور بے شمار ہتھیار موجود ہیں کیونکہ جنگ فلسطین میں "روبیس" کے لشکر سے، اور بصرہ کی لڑائی میں "کلوص" سے مقابلہ کے وقت اور بیتِ لہیا کے پاس جنرل "عزرائیل" کے ساتھ مقابلہ کے دوران میں ہمارا بہت سارا اسلحہ ان مسلمانوں کے ہاتھ لگا ہے۔ لہٰذا ان کے پاس خود ہم سے چھینا ہوا اسلحہ اور جنگی ساز و سامان موجود ہے، پھر نہتے کہاں ہیں؟ اور جنگ سحورا میں جو انھوں نے "بولص" اور اس کے بھائی سے سامان پکڑا تھا۔ علاوہ ازیں اجنادین میں بھی بہت سامانِ جنگ ان کو حاصل ہوا کیونکہ ہمارے اموال اور آدمی بھی انھوں نے وہاں پکڑے تھے، لیکن وہ اس اسلحہ کو اپنے دفاع اور حفاظت کے لیے استعمال میں اس لئے نہیں لاتے کہ وہ کوئی پرواہ ہی نہیں کرتے کہ ہم ان سے تعداد میں زیادہ ہیں اور نیز ان کے نبی (ﷺ) نے ان سے فرمایا ہے کہ ان کے رب ﷻ کا ارشاد ہے کہ جو کافر قتل ہو جاتا ہے، وہ دوزخ میں چلا جاتا ہے اور جو مسلمان قتل کر دیا جائے، وہ جنت میں جائے گا اور وہاں سرمدی زندگی پائے گا۔

اس وجہ سے وہ ہم سے ننگے بدن اور ننگے پاؤں ہر طرح لڑتے ہیں تا کہ وہ اللہ ﷻ کے راستہ میں لڑ کر جنت کی

اعلیٰ نعمتوں کو حاصل کرسکیں جیسا کہ ان کے نبی (ﷺ) نے ان سے کہا ہے۔

توما ان کی باتیں سن کر ہنس دیا اور کہنے لگا: تمھاری انہی باتوں نے اور اسی سادہ لوحی نے تو ان مسلمانوں کو اس قدر دلیر کیا ہے۔ اس طرح کی باتیں تمھارے اذہان میں بیٹھ گئی ہیں جس کی وجہ سے یہ کمتر اور غلام لوگ تمھیں مارنے لوٹنے پر حریص ہو گئے ہیں، اگر تم صدق دل سے ان کے ساتھ جنگ کرتے تو ضرور ان پر غالب آ جاتے۔ کیونکہ تم ان سے کئی گنا زیادہ ہو اور وہ لوگ تعداد میں بھی تم سے کم ہیں اور ہیں بھی کمزور۔

انھوں نے کہا: جناب! آپ جیسے بھی ممکن ہو، یہ مصیبت ہم سے دور کر دیں اور آپ ایک بات یاد رکھیں! اگر آپ نے خود جا کر ان کو ہم سے نہ روکا تو ہم ان کے لئے اپنے دروازے کھول دینگے اور پھر وہ جو بھی ہم سے مطالبہ کریں گے اس پر ہم ان سے صلح کر لیں گے۔

توما نے جب ان کی گفتگو سنی تو دیر تک سوچ میں ڈوبا رہا اور اس کے دل میں گویا یہ خوف پیدا ہو گیا یہ لوگ واقعی ایسا کریں گے! پھر سوچ بچار کے بعد کہنے لگا:

تم فکر نہ کرو، میں عربوں کا منہ تم سے موڑ دونگا، ان کے سرداروں میں سے ایک ایک کو چُن چُن کر قتل کر دوں گا، میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم میرے دست و بازو بنو اور میرے سامنے ایسے لڑو کہ مجھے خوش کر دو، اس طرح تم اپنی مراد کو پہنچ جاؤ گے۔

انھوں نے کہا: ہم آپ کے ساتھ ہیں بلکہ آپ کے آگے ہو کر لڑیں گے اور اس وقت تک ہم لڑتے رہیں گے جب تک ہمارا آخری آدمی زندہ ہے!

اس نے کہا: اچھا تو پھر صبح قوم کو جنگ کے لئے لے آؤ تو ہم اسی وقت عرب پر ایک بڑی مصیبت نازل کر دینگے۔

یہ لوگ واپس لوٹ آئے اور اس کے لشکر گزار تھے اور مسلسل قلعہ پر پہرہ دیتے رہے، بُرجوں اور دروازوں پر آگ جلائے رکھی اور "جنرل توما" کے انتظار میں انھوں نے رات گزار دی۔

ادھر رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اپنے مراکز اور مقامات میں رات "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کا ورد کرتے رہے اور فضا، اللہ اکبر کے نعروں سے گونجتی رہی اور صحابہ کرام ﷡ بشیر و نذیر حضور ﷺ پر درود و سلام پڑھتے رہے۔[1]

حضرت خالد بن ولید ﷜ مقام "دیر" میں خواتین، بچوں اور مال غنیمت، جو دشمنوں سے حاصل ہوا تھا، کے پاس موجود رہے۔ حضرت رافع بن عمیرہ الطائی ﷜ مشرقی گیٹ پر لشکر زحف وغیرہ میں تھے تمام رات لوگ پہرے اور چوکی

[1] امام واقدی ﷫ کے الفاظ یہ ہیں: "ولهم ضجة بالتهليل والتكبير والصلاة على النبي المختار" (مترجم عفی عنہ)

پر رہے، یہاں تک کہ فجر کا وقت ہوا تو ہر امیر نے اپنی اپنی یونٹ کو نماز باجماعت پڑھائی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے بھی باب جابیہ پر اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی اور اس کے بعد پیش قدمی کا امر دیا اور فرمایا: جنگ سے دل تنگ نہ کرنا، آج تکلیف اُٹھاؤ گے تو کل راحت پاؤ گے! اور وہ بہت بڑی راحت ہو گی، تیراندازی احتیاط سے کرنا کیونکہ تیر کچھ تو نشانہ پر لگتے ہیں اور کچھ خطا چلے جاتے ہیں اور گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ کیونکہ اللہ عزوجل کے دشمن تم سے اونچی جگہ پر ہیں اور ان کے لئے تمھاری نسبت تیر چلانے میں زیادہ آسانی ہے، تم ایک دوسرے کی بھرپور امداد کرتے رہنا۔ ثابت قدمی سے لڑنا اور صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔

مسلمانوں کا جنگ کے لیے پیش قدمی کرنا

راوی کا بیان ہے کہ یہ لوگ ڈھالوں سے اپنے جسموں کو ڈھانپ کر پیدل ہی دشمن کی طرف چل دیئے، ادھر حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ''بابِ صغیر'' سے، حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ ''باب کیسان'' سے، حضرت رافع بن عمیرہ رضی اللہ عنہ ''بابِ شرقی'' سے حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ ''بابِ توما'' سے اور حضرت عمرو بن عاص ''بابِ الفرادیس'' سے دشمن کی طرف بڑھے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی پوری سند کے ساتھ لکھتے ہیں: حضرت رفاعہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد، حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے، جو فتوح شام کے وقت فاتحین میں حاضر تھے۔ میں نے ان سے سوال کیا اور عرض کیا کہ دمشق کے محاصرہ کے وقت آپ حضرات گھوڑوں پر سوار تھے یا پیدل تھے؟

انھوں نے فرمایا کہ حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کے دو ہزار سواروں کے ماسوا، جو اس معرکہ کے وقت پورے لشکر اور شہر کے گرد گشت پر تھے تا کہ دشمن اچانک حملہ نہ کر دے، باقی سب حضرات پیدل ہی لڑ رہے تھے۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ جب کسی دروازہ پر پہنچتے تو ٹھہر کر لوگوں کو جنگ کا شوق دلاتے اور اللہ عزوجل کے دشمنوں سے جہاد کی ترغیب دیتے اور فرماتے کہ:

اللہ عزوجل کے دشمنوں سے جنگ کے وقت صبر سے کام لینا! کل قیامت کے دن ہم اللہ عزوجل کے جوارِ رحمت میں ہونگے اور اگر دشمنِ خدا قلعہ کی دیواروں کے پیچھے سے نکل آئیں تو اللہ عزوجل اس بات پر قادر ہے کہ ان پر اُوپر سے یا نیچے سے عذاب بھیج دے اور مجھے اُمید ہے کہ فتح تمھاری ہی ہو گی انشاء اللہ عزوجل۔

جنگ شروع ہو گئی

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: راوی نے بیان کیا کہ جب دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کو جنگ کے لئے للکارا اور

ساتھ ہی تیراندازوں نے تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ قلعہ والوں کی طرف سے سنگ باری شروع ہو گئی۔ عرادات (پتھر پھینکنے کا آلہ) اور منجنیقوں سے پتھر پھینکے جانے لگے، مسلمانوں نے مشرکین کی طرف سے نازل ہونے والی اس آفت اور مصیبت پر نہایت صبر و استقلال کا مظاہرہ کیا اور ثابت قدم رہے۔

بادشاہ ہرقل کا داماد ''جنرل توما'' ''توما گیٹ'' سے جو اسی کے نام پر رکھا گیا تھا، باہر آیا، ''جنرل توما'' ان رومیوں میں ایک عابد، راہب، زاہد، ناسک شخص تھا، اس کے ساتھ ساتھ وہ انتہائی بہادر اور دانا بھی تھا مشرک ممالک میں اس جیسا عابد اور زاہد کوئی نہیں تھا قوم اس کی بڑی تعظیم کرتی تھی اس دن جب وہ اپنے محل سے باہر آیا تو اس نے اپنے سر کے اوپر بڑی صلیب بلند کر رکھی تھی جسے اس نے بُرج کے اُوپر گاڑ دیا۔ بطارقہ، اراحیہ اور بڑے بڑے نصرانی اس کے اردگرد کھڑے تھے۔ ایک صاحبِ معرفت آدمی نے انجیل کو اٹھایا ہوا تھا وہ بھی اس نے صلیب کے پاس رکھ دی۔ اس وقت قوم نے چلانا شروع کر دیا اور ان کی آوازوں نے شدت اختیار کر لی۔ توما آگے بڑھا اور اس نے اپنا ہاتھ انجیل کی سطروں پر رکھ کر یہ دعا پڑھنا شروع کی:

''اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ كَانَ مِنَّا عَلَى الْحَقِّ وَانْصُرْنَا وَلَا تُسَلِّمْنَا وَاخْذُلِ الظَّالِمَ فَأَنْتَ بِهٖ عَالِمٌ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَتَقَرَّبُ اِلَيْكَ بِالصَّلِيْبِ وَمَنْ صُلِّبَ عَلَيْهِ وَاظْهَرِ الْاٰيَاتِ الرَّبَّانِيَّةَ وَالْاَفْعَالَ اللَّاهُوْتِيَّةَ وَهُوَ الْقَدِيْمُ لَمْ يَزَلْ مِنْكَ بَدَأَ وَاِلَيْكَ عَادَ وَيَحْمِلُهٗ مِنْكَ انْصُرْنَا عَلٰى هٰؤُلَاءِ الظَّالِمِيْنَ وَانْصُرْ مَنْ كَانَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ .''

''اے خدا! ہم میں سے جو حق پر ہے اس کی مدد فرما، تو ہمیں فتح دے اور ہمیں دشمن کے سپرد نہ کر اور تو ظالم کو رسوا کر دے اور تو جانتا ہے ظالم کون ہے۔ اے خدا! ہم صلیب کے واسطہ سے اور اس شخص کے وسیلہ سے جو سولی دیا گیا اور جس نے معجزات الٰہیہ کو ظاہر کیا اور جس کے ہاتھ پر لاہوتی افعال ظاہر ہوئے تیرا قرب چاہتے ہیں وہ شخص مدقدیم یعنی ہمیشہ سے تیرے ساتھ رہا ہے، دنیا میں آیا اور پھر تیرے پاس لوٹ گیا تیرے پاس سے انجیل لایا، پس ہمیں ان ظالموں سے نجات اور ان کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما اور جو شخص ہم دونوں میں سے سیدھے راستہ پر ہے اس کو غالب کر دے'' اسکی دعا پر سب لوگوں نے آمین کہی۔ [1]

حضرت رفاعہ بن قیس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح بیان فرمایا ہے اور ان سے روماس حاکم بصرہ نے جو اس وقت ان کے پاس باب توما پر متعین شرحبیل رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود تھے، تفصیل سے بیان کیا، رومی فوجی جب بھی کوئی بات اپنی زبان میں کرتے تو روماس حاکم بصرہ ہمیں اس کا

[1] انھوں نے اپنے عقیدے کے مطابق دعا مانگی تھی۔ (مترجم عفی عنہ)

ترجمہ عربی میں کر کے ساتھ ساتھ بتا دیتے تھے۔

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رومیوں کی کفریہ باتیں اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام پر ان کافروں کی جھوٹی تہمتیں سن کر مسلمانوں نے اللہ عزوجل کی پناہ مانگی۔ حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی مسلمان حملہ کے ارادہ سے دروازہ کی طرف بڑھے کیونکہ آپ کو جنرل توما لعنتی کا وہ (کفریہ) قول بہت گراں گزرا تھا۔

آپ نے فرمایا: اے اللہ عزوجل کے دشمن! تو جھوٹ بکتا ہے، بیشک حضرت عیسیٰ بن مریم اللہ عزوجل کے نزدیک حضرت آدم علیہ السلام کی مثل ہیں ان کو اللہ عزوجل نے مٹی سے پیدا فرمایا، پھر جب تک چاہا ان کو زمین پر زندگی عطا فرمائی اور پھر جس وقت چاہا ان کو آسمانوں کی طرف (زندہ ہی) اٹھالیا۔ اس کے بعد حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے کافروں پر بھرپور حملہ کر دیا۔

جنگ دمشق اور حضرت ابواَبان بن سعید رضی اللہ عنہ کی شہادت

ملعون عیسائی سپہ سالار ''توما'' اس دن اتنی سختی اور بے جگری سے لڑا کہ اس سے پہلے اس کو کبھی کسی نے اس طرح زبردست ہمت اور زور سے جنگ کرتے اور لڑتے نہیں دیکھا تھا۔ اس کے سپاہیوں نے مسلمانوں پر پتھراؤ کیا اور وہ تیروں کی مسلسل بارش کرتے رہے جس سے بہت سے مسلمان زخمی ہوئے۔ سخت زخمی ہونے والوں میں حضرت ابواَبان بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ بھی تھے، آپ کو زہر میں بجھا ہوا ایک تیر لگا، آپ نے اس مسموم تیر کو کھینچ کر نکال دیا اور اپنے عمامہ سے اس جگہ کو مضبوط باندھ لیا تاکہ زہر بدن میں آگے نہ پھیلے مگر تیر چونکہ سخت زہریلا تھا، آپ نے اس کا اثر اپنے جسم میں سرایت کرتا ہوا محسوس کیا، ساتھیوں نے حملہ متاخر کر دیا اور آپ کو زخمی حالت میں اٹھا کر خیمہ میں لے آئے اور چھاؤنی میں لانے کے بعد عمامہ کو کھول کر زخم پر دوائی لگانا چاہی مگر حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ نے اشارہ سے منع کیا کہ زخم سے عمامہ کو مت کھولیں کیونکہ اگر تم لوگوں نے اس کو کھول دیا تو اس کے ساتھ ہی میری روح پرواز کر جائے گی اور پھر کہنے لگے: اللہ عزوجل کی قسم! میری خواہش پوری ہوتے نظر آتی ہے اور جس چیز کی میں اپنے مولائے کریم عزوجل سے اُمید کرتا تھا (شہادت فی سبیل اللہ)، وہ مجھے مل گئی۔

تاہم ساتھیوں نے ان کے روکنے کے باوجود زخم سے پٹی کھولنا شروع کر دی ابھی وہ پوری کھولنے نہ پائے تھے کہ آپ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور انگشت شہادت سے اشارہ کیا اور کہا:

''أَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَمُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ. هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ.''

''میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے

رسول ﷺ ہیں...... : یہ وہ ہے جس کا وعدہ (اللہ) رحمٰن (جلّ شانہ) نے کیا تھا اور رسولوں نے سچ فرمایا تھا۔"

ابھی آپ یہ الفاظ پورے کر ہی رہے تھے کہ موت نے آپ کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

شہید اسلام حضرت ابوابان بن سعید رضی اللہ عنہ کی بہادر زوجہ محترمہ کا واقعہ

حضرت ابوابان بن سعید رضی اللہ عنہ کی شادی نئی نئی مقام اجنادین میں حضرت اُم ابان بنت عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی تھی اور آپ کے ہاتھوں سے ہنوز مہندی کا رنگ اور سر سے عطر کی خوشبو بھی زائل نہ ہوئی تھی کہ آپ کو اپنے بہادر شوہر کی شہادت کی خبر سننی پڑی۔ اُم ابان ایک نہایت بہادر خاتون تھیں اور پیدل لڑنے والی عورتوں میں سے ایک دلیر عورت تھیں۔ آپ کا تعلق ایک جانباز اور شجاعت و بہادری میں مشہور خاندان سے تھا، جب انھوں نے اپنے شوہر نامدار کی شہادت کی خبر سنی تو اپنے لمبے دامنوں میں اُلجھتی پڑتی شوہر کی لاش کے پاس آ کھڑی ہوئیں۔ انھیں دیکھ کر، جبکہ وہ ابھی میدان جنگ ہی میں تھے، نہایت صبر کا مظاہرہ کیا اور ان کے لئے اجر وثواب کی طلبگار ہوئیں اور ان کی زبان سے اس سخت صدمہ کے وقت بھی کسی نے اس کلمہ کے سوا کچھ نہیں سنا:

آپ کو جو عطا ہوا ہے، مبارک ہو! آپ رب العالمین کے جوارِ رحمت میں چلے گئے ہیں جہاں آپ کو موٹی موٹی آنکھوں والی گورے چٹے رنگ کی حوریں ملنے والی ہیں، اس خداوندِ قدوس کے پاس جس نے ہمیں ملایا تھا، پھر جُدا کر دیا، چونکہ میں آپ کی مشتاق ہوں اس لئے میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں اپنی پوری جدوجہد سے آپ سے ملنے کی کوشش کروں گی، کیونکہ دنیا میں ہم دونوں ایک دوسرے کو اچھی طرح نہ دیکھ سکے اور نہ ارمان پورے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا، ہمارے مقدر میں یہی زندگی کا مکدر ہو جانا لکھا تھا! اب میں نے اپنے اُوپر حرام کر لیا ہے کہ آپ کے بعد مجھے کوئی شخص مَس کرے۔ میں نے اپنی جان کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں وقف کر دیا ہے میں آپ سے بہت جلد ملوں گی اور میں امید کرتی ہوں کہ یہ مقصد جلد سے جلد پورا ہو جائے گا۔

کہتے ہیں کہ ان سے زیادہ صبر وتحمل کرنے والی خاتون کوئی دیکھنے میں نہیں آئی، اس کے بعد حضرت ابوابان بن سعید رضی اللہ عنہ کا اسی جگہ کفن دفن کا اہتمام کیا گیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور مسلمانوں نے آپ کو سپردِ خاک کیا۔ آپ کی قبر شریف مشہور ہے۔ حضرت ام ابان رضی اللہ عنہا آپ کو سپردِ خاک کرنے کے بعد نہ تو روئیں اور نہ ہی آپ کی قبر پر ٹھہریں بلکہ سیدھی خیمہ میں آئیں، ہتھیار پہنے اور ڈھاٹا باندھا (نقاب پہنا) تلوار ہاتھ میں لی اور ہیئت بدل کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے علم میں لائے بغیر، مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ جا کر مل گئیں۔

لوگوں سے پوچھا کہ میرے شوہر کو کون سے دروازے پر شہید کیا گیا؟

انھوں نے بتایا کہ "توما گیٹ" پر جو شاہ روم ہرقل کے داماد کے نام پر رکھا ہے اور مشہور ہے اور قتل بھی "توما" ہی نے کیا ہے۔

یہ سنتے ہی آپ حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی طرف چل دیں اور اس میں جا کر گھل مل گئیں اور سخت جنگ وقتال کیا۔ آپ تیراندازی میں بہت بڑی ماہر تھیں۔

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دمشق کی جنگ کے دن "باب توما" پر ایک شخص کو صلیب اٹھائے دیکھا جو "توما" کے آگے آگے چل رہا تھا اور وہ ہماری طرف اشارے کرتا اور منادی کرتا تھا اور کہتا تھا:

"اَللّٰهُمَّ انصُرْ هٰذَا وَمَنْ لَاذَبِهِ اَللّٰهُمَّ اظْهَرْ لَهٗ نُصْرَتَه، وَأَعْلِ دَرَجَتَهٖ"

"اے اللہ عزوجل! تو اس صلیب کو اور جس نے اس کی پناہ لی ہے اس کو فتح عطا فرما دے اور اس کی پناہ لینے والوں کو غلبہ عطا فرما اور اس کو سربلندی عطا فرما!"

جنرل توما کا میدانِ جنگ میں اُترنا

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں ابھی اس کی طرف دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک اُمِ ابان رضی اللہ عنہا نے ایک ایسا تیر مارا کہ وہ اس شخص کے بدن پر جا کر لگا اور نشانہ خطا نہ ہوا اور ساتھ ہی صلیب اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑی وہ ہماری طرف گری اور میں گویا اس کے جواہر کو چمکتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ ہم میں سے ہر شخص اس کی طرف تیزی سے بڑھا تاکہ اس کو اٹھا لے۔

دشمن خدا "توما" نے جب دیکھا کہ لوگ صلیب کی طرف کثرت سے بڑھ رہے ہیں، تو اس کو اپنی رسوائی اور ذلت کا احساس ہوا اور اس کو یقین ہو چلا کہ اب ہلاکت قریب ہے۔ اس کا کفر اس وقت اور تیز ہوا اور اسے یہ بات سخت ناگوار گزری، اس نے دل میں سوچا کہ بادشاہ روم کو جب اس چیز کی اطلاع پہنچی کہ "صلیبِ اعظم" مجھ سے سلب ہو گئی ہے اور مسلمانوں کے قبضہ میں چلی گئی ہے تو بڑی شرمندگی ہوگی۔ یہ سوچ کر اس نے اپنی کمر کس لی اور اپنی ڈھال اور تلوار ہاتھ میں لے کر اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا:

جس کو میرے ساتھ چلنا ہو، چلے اور جس کو بیٹھنا ہو، بیٹھا رہے۔ میں نے تو اب لڑنے کا عزم کر لیا ہے اور ضرور میدان جنگ میں نکلوں گا اور ان بھیڑیوں کو بھگا کر اور مار کر ہی اپنے دل کو سکون پہنچانا چاہتا ہوں۔

یہ کہہ کر وہ تیزی سے نیچے اترا اور قلعہ کا دروازہ کھولنے کا حکم دے دیا۔ دروازہ کھلتے ہی سب سے پہلے میدان

میں نکلا۔ رومی چونکہ اس کی حس، جنگی عزم، عمدہ فراست اور شدت حملہ سے خوب واقف تھے اس لئے کوئی بھی پیچھے نہ رہا اور سب ہی اس کے ساتھ نکل پڑے اور تیر کمانیں ڈھالیں، تلواریں لے کر ٹڈی دل کی طرح چہار طرف پھیل گئے۔

کہتے ہیں کہ مسلمان صلیب کو لینے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں مشغول تھے کہ ادھر رومی چیختے چلاتے دروازے سے باہر نکلنا شروع ہوئے۔ شور برپا ہے، مسلمانوں نے یہ صورتحال دیکھ کر ایک دوسرے کو خبردار کیا اور جب ان مسلمانوں نے رومیوں کی اپنی طرف پیش قدمی کو دیکھا تو صلیب حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی اور خود دشمن کے مقابلہ میں ڈٹ گئے۔ دشمن کی طرف بڑھے اگرچہ دروازہ کے اُوپر سے تیروں اور پتھروں کی بارش ہو رہی تھی مگر بایں ہمہ مسلمان اس کی پرواہ کئے بغیر آگے بڑھتے رہے اور رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے بلند آواز سے کہا: اے لوگو! دروازے سے دور اپنے پیچھے کی طرف ہٹ کر لڑو تا کہ تم قلعہ کے اوپر سے کی جانے والی تیراندازی اور پتھراؤ سے محفوظ رہو!

یہ سن کر مسلمانوں نے رجعت قہقری اختیار کی اور پیچھے ہٹ کر لڑنا شروع کیا اور اس طرح اپنے سروں پر برسنے والے تیروں اور پتھروں سے محفوظ ہو گئے۔ جس وقت یہ پیچھے ہٹے تو اللہ تعالیٰ کے دشمن، توما نے ان کا پیچھا کیا اور اس نے تعاقب کرتے ہوئے دائیں بائیں سے بڑی ضربیں لگائیں، یہ مست اونٹ کی طرح لوگوں کو کاٹنے کو دوڑا پھر رہا تھا اور اس کے اردگرد دوسرے بہادر سورمے بھی موجود تھے۔ حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے جب اس کی یہ حالت اور مشرکوں کا غلبہ دیکھا تو اپنی قوم کو خطاب کیا اور فرمایا:

اے لوگو! اپنے رب سے جنت کی طلب میں اپنی زندگیوں کو بھول جاؤ اور اپنے کردار اور عمل سے اب خالق و مالک کو خوش کر لو! اور یاد رکھو، تمہارا رب میدان سے تمہارے فرار ہونے، پیٹھ پھیرنے اور پسپائی اختیار کرنے سے ہرگز راضی نہیں ہوتا، آگے بڑھو! حملہ کرو اور دشمن میں گھس جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے گا!

کہتے ہیں کہ خطاب سنتے ہی مسلمانوں نے سخت حملہ کیا، گھمسان کی جنگ چھڑ گئی، لوگ گتھم گتھا ہو گئے، تلواروں نے اپنا کام دکھایا، تیروں اور پتھروں کا استعمال شروع ہو گیا، ڈھالیں اور سپر کام میں لائی گئیں۔ اہل دمشق کو خبر ہوئی کہ "توما" مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے نکلا تھا اور صلیب اعظم اس کے ہاتھ سے گری اور مسلمانوں کے ہاتھ لگ گئی ہے یہ خبر پھیلتے ہی لوگ جوق در جوق میدان جنگ کی طرف دوڑ پڑے، یہاں تک کہ معاملہ بہت بڑھ گیا اور رومیوں کی جمعیت میں کثرت ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ کا دشمن "توما" اپنے چپ و راست دیکھنے لگا اور اس نے قوم کو اپنے خطاب سے خوب بھڑکایا اور "بڑی صلیب" کے حصول کے لئے ان کو برانگیختہ کرتا رہا کہ اچانک اس کی توجہ حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی طرف ہوئی۔ اس نے دیکھ لیا کہ وہ بڑی صلیب آپ کے پاس ہے، بس پھر کیا تھا نظر پڑتے ہی وہ صلیب کو حاصل کرنے کے لئے بے چین ہو گیا اور تلوار سونت کر آپ کی جانب بڑھا اور چیخ کر کہنے لگا:

"بس تم صلیب رکھ دو اور تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم پر یہ مصیبت اور سختی اسی کی وجہ سے نازل ہوئی ہے۔"

حضرت اُم ابان رضی اللہ عنہا کے تیر سے "توما" کا زخمی ہو کر گر جانے کا واقعہ

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے جب اچانک اس کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے اور اس کے حملہ آور ہونے کے ارادہ کو دیکھا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے صلیب کو پھینک دیا۔ ڈھال کو سینہ کے برابر کر لیا اور تلوار سونت لی اور مقابلہ کے لئے اس کے سامنے ڈٹ گئے۔ اس اللہ عزوجل کے دشمن نے صلیب کو جب زمین پر پڑے ہوئے دیکھا تو اس نے بڑی بُری طرح سختی سے حملہ کیا اور ایک ہولناک چیخ کے ساتھ چلا کر اپنے ساتھیوں کو آواز دی۔ وہ مشرک اس کی امداد کے لئے آ گئے اور اس کو تقویت پہنچائی۔ ادھر حضرت اُم ابان بنت عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہا نے جس وقت دشمنِ خدا "توما" کو حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ پر حملہ کرتے ہوئے دیکھا تو دریافت فرمانے لگیں کہ یہ اپنے نفس کو ذلیل کرنے والا کون ہے!

لوگوں نے بتلایا کہ یہی تو ہے، وہ بادشاہ ہرقل کا داماد "توما" اور آپ کے شوہر حضرت ابوابان بن سعید رضی اللہ عنہ کا قاتل!

حضرت اُمِ ابان رضی اللہ عنہا نے یہ سنتے ہی اس پر سخت حملہ کیا یہاں تک کہ اس کو ہلاکت کے قریب کر ڈالا، کمان پر چلہ چڑھا کر اس پر تیر برسانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ رومی محافظ اس کے قریب پہنچ گئے اور انھوں نے آپ کو نقصان پہنچانا چاہا اور مرعوب کرنا چاہا مگر آپ نے اس چیز کی کوئی چنداں پرواہ نہ کی اور "بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ" کی ندا بلند کی (نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت بلند کیا) اور تیر چھوڑ دیا۔ ادھر اللہ عزوجل کا دشمن "توما" حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچ گیا اور قریب تھا کہ وہ صلیب پر قبضہ کر لے کہ اچانک تیر آ کر اس کی دائیں آنکھ میں لگا اور آنکھ کے اندر پھنس گیا۔ تیر کھا کر وہ چلاتا ہوا پیچھے کی طرف مُڑا۔ حضرت اُم ابان رضی اللہ عنہا نے دوسرے تیر کا ارادہ کیا ہی تھا کہ کچھ رومی مرد تیزی سے اس کی طرف بڑھے اور انھوں نے اللہ عزوجل کے اس دشمن کو ڈھالوں اور سپروں سے چھپا لیا۔ ادھر حضرت اُم ابان رضی اللہ عنہا کی قوم کے لوگ بھی آپ کی طرف دوڑے تا کہ آپ کو بچائیں، جب آپ دشمنوں کے شر سے محفوظ ہو گئیں تو آپ نے پھر دوبارہ مندرجہ ذیل رجزیہ شعر پڑھتے ہوئے دشمن پر تیر برسانے شروع کر دیئے:

ترجمہ اشعار:

- اے اُم ابان! تو اپنے (شوہر) کا انتقام لے اور ان دشمنانِ خدا پر ایک جان لیوا حملہ کر، تیری تیر اندازی سے رومیوں کے لشکر میں ایک شورش اور ہنگامہ برپا ہو گیا ہے میں نے قسم کھائی ہے کہ ایک نیا معرکہ قائم کروں گی اور اب میں تجھے چھوڑ کر زندگی بسر نہیں کروں گی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: پھر حضرت ام ابان رضی اللہ عنہا نے ایک موٹے قوی رومی کافر کے ایک تیر مارا جو اس کے

سینے میں لگا اور وہ ساتھ ہی زمین پر گر گیا۔ پھر آپ نے ایک اور تیر پھینکا یہ بھی اس کے سینے پر لگا جس سے وہ اوندھے منہ گر کر مر گیا۔

اللہ ﷻ کا دشمن ''توما'' پہلا تیر کھا کر ہی اونٹ کی طرح بلبلاتا اور چلاتا ہوا بھاگ کھڑا ہوا تھا اور قلعہ کے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف دیکھا تو اپنے ساتھیوں سے چیخ کر فرمایا:

تم پر افسوس ہے! کھڑے کیا دیکھ رہے ہو۔ رومی کتا تم سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہے، ان کتوں پر حملہ کر دو۔ قریب ہے کہ اللہ ﷻ کی مدد سے تم ان دشمنان خدا کو پالو۔

مسلمانوں نے ایک تابڑ توڑ حملہ کر دیا۔ حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی مسلمانوں نے بھی حملہ کر دیا اور رومیوں کو مارتے مارتے وہ دروازے تک پہنچ گئے۔ مسلمان مجاہدین جب دروازے کے قریب گئے تو قلعہ کی فصیل سے انھوں نے پتھروں اور تیروں کی بوچھاڑ کر دی جس کی وجہ سے مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا، تاہم مسلمان مجاہدین نے رومیوں کے تین سو فوجیوں کو ہلاک کر دیا اور ان کے ہتھیار، صلیبیں اور دوسرا ساز و سامان اپنے قبضہ میں کر لیا۔

دشمنِ خدا ''توما'' شہر میں اسی حالت میں داخل ہو گیا کہ تیر اس کی آنکھ میں پیوست ہے اور وہ تیر اتنا مضبوطی سے اندر دھنسا ہوا تھا کہ نکل نہیں رہا تھا۔ جب (رومیوں) کے لوگ شہر میں داخل ہو گئے تو فوراً دروازہ بند کر لیا اور روم کے سرکردہ بڑے لوگ ''توما'' کے گرد جمع ہو گئے اور اسے اپنے جھرمٹ میں لے لیا۔ حکماء اور اطباء نے تیر کو اس کی آنکھ سے نکالنے کی تدابیر کیں اور اسے نکالنا چاہا مگر تیر تھا کہ نکلنے کا نام نہیں لیتا تھا ''توما'' شدت درد سے چیخ رہا تھا اور تیر کے نکلنے کی کوئی صورت سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ آخر تیر کا لکڑی والا حصہ کاٹ کر الگ کر دیا گیا اور پیکان آنکھ میں رہنے دیا گیا۔ پٹی باندھنے کے بعد گھر چلنے کے لئے کہا گیا لیکن یہ اسی جگہ دروازے کے اندر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کچھ سکون محسوس کیا تو لوگوں نے دوبارہ گھر چلنے پر اصرار کیا اور کہا کہ بہتر ہے کہ آپ گھر جا کر آرام کر لیں۔

رومیوں کا توما کو صلح کرنے کا مشورہ

اہلِ دمشق نے کہا: ہائے افسوس! آج ہم پر مصائب دو چند ہو گئے۔ پہلی مصیبت صلیب اعظم کا ہمارے ہاتھ سے جاتے رہنا اور اور دوسری مصیبت آپ کی آنکھ میں تیر کا پیوست ہونا ہے، یہ دونوں مصیبتیں آپ کو ان کمینے لوگوں کی طرف سے پہنچی ہیں اور اب اچھی طرح سے ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ اس قوم عرب کا نہ تو مقابلہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ان کی بھڑکائی ہوئی آتش جنگ کی تپش کے آگے زیادہ دیر ٹھہرا جا سکتا ہے۔ ہم نے یہ سوال پہلے بھی آپ کے آگے رکھا تھا کہ ہمیں ان لوگوں سے صلح کر لینی چاہئے اور وہ جو کچھ مانگتے ہیں، ان کو دے دینا چاہئے۔ باقی مقابلہ کر کے تو ہم نے دیکھ لیا ہے!

توما کا جواب

''توما'' یہ گفتگو سن کر غضب ناک ہو گیا اور اس کو بہت زیادہ غصہ آیا اور کہنے لگا: تم پر افسوس ہے بدبختو! ذرا ہوش کے ناخن لو! ہماری صلیب اعظم ہمارے ہاتھ سے چھن گئی ہے، میری ایک آنکھ ضائع ہو گئی ہے اور میرے خاص قریبی لوگ مارے گئے ہیں، اب بھی ہم اس غلام قوم سے چشم پوشی کریں؟! اور خفت کا مظاہرہ کریں۔ بادشاہ کو جب میری اس غفلت کی خبر پہنچے گی تو وہ اس کو میری کمزوری اور عجز کی دلیل سمجھے گا۔ بہر حال مجھے ان کی طلب میں نکلنا ہوگا اور ان سے اپنی صلیب اعظم ہر صورت میں واپس حاصل کرنی ہے اور اپنی ایک آنکھ کے بدلہ میں ان کی ہزار آنکھیں لے کر رہوں گا تا کہ بادشاہ کو معلوم ہو جائے کہ میں نے ان سے اپنا انتقام لے لیا ہے اور عنقریب میں ان کے ساتھ ایک ایسا حیلہ اور چال چلوں گا کہ ان کے سردار تک رسائی حاصل کر لوں اور اس کے بعد ان کی جمعیت کو تباہ کر دوں گا اور جتنا مال انھوں نے ہمارا لوٹا ہے، سب واپس لے کر بادشاہ ہرقل کے پاس بھیج دوں گا۔ اس کے بعد بھی میری انتقام کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوگی اور اتنے پر ہی راضی ہو کر بیٹھ نہیں جاؤں گا بلکہ میں بہت بڑا لشکر تیار کرونگا۔ باربرداری کا سامان اور زادِ راہ کھانا پانی ساتھ لے کر حجاز اور اس کے بادشاہ ابوبکر کی طرف جاؤں گا اور ان کے آثار کو مٹا دوں گا ان کی مسجدوں کو مسمار کر دوں گا اور ان کے شہر حجاز کو ایسے کھنڈرات اور ویران جنگل اور بیابان میں تبدیل کر دوں گا کہ وہاں بچھو اور وحشی جانوروں کا مسکن ہو اور وہاں الو اپنا بسیرا کریں۔

پھر وہ ملعون قلعہ کے مرکزی دروازے پر چڑھا حالانکہ آنکھ پر پٹی اس نے اسی طرح باندھی ہوئی تھی، تا کہ اس کی قوم کے حوصلے بلند ہوں اور اس کو دیکھ کر مسلمانوں کا رعب اس کی قوم کے دلوں سے نکل جائے اور اس نے اپنی قوم کو جنگ کی ترغیب دیتے ہوئے کہا:

مسلمانوں کی طرف سے تمھیں جو صدمات پہنچے ہیں ان سے گھبرانا مت، صلیب ضرور ان کو پسپا کرے گی اور اٹھا پھینکے گی، اگر تمھیں کوئی تردد ہو تو میں اس کا ضامن ہوں۔

اس کی گفتگو سے لوگوں کا حوصلہ بڑھا اور وہ دوبارہ دلجمعی سے ڈٹ کر لڑنے لگے، سخت جنگ شروع ہو گئی اور مسلمانوں نے بھی ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اور صبر کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا۔

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی بھیجا تا کہ وہ انھیں یہاں کے واقعہ کے متعلق باخبر کریں۔ آپ نے قاصد کو تاکید کی کہ وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اس بات سے بھی مطلع کرے کہ ہمیں شاہ روم ہرقل کے داماد ''توما'' کی طرف سے بے حساب غلبہ حاصل ہوا، لیکن چونکہ ہر جگہ کی بہ نسبت اس مرتبہ جنگ زیادہ زور پر ہے اس لئے آپ ہماری مدد کے لئے کچھ مردان جنگ فوراً بھیج دیں، قاصد جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا

تو اس نے آپ کو تمام امور سے آگاہ کیا، مثلاً: مشرکین سے لڑائی، حضرت ام ابان رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سے "جنرل توما" کا زخمی ہونا اور اس کی آنکھ کس طرح پھوٹی؟ اور صلیب اعظم کا ان کے ہاتھوں سے گرنا اور مسلمانوں کا اس پر قبضہ کرنا اور حاملِ صلیب کا قتل ہونا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو یہ تمام خبریں سن کر نہایت فرحت اور خوشی ہوئی اور آپ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سجدہ شکر بجالائے۔

پھر آپ نے فرمایا: یہ لعنتی توما، بادشاہ کے نزدیک بڑا معزز ہے اور یہی ملعون ہے جو قوم کو صلح سے منع کرتا ہے، بہر حال ہمیں اللہ عزوجل سے امید واثق ہے کہ وہ اس کے معاملہ میں ہمارے لئے کافی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے شر کو ہم سے دور کر دے گا۔

اس کے بعد آپ نے قاصد سے فرمایا کہ تم واپس لوٹ جاؤ اور حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کو جا کر میرا یہ پیغام دو کہ جس مقام پر میں نے تمھیں متعین کیا تھا اس جگہ قائم رہو اور تم میں سے ہر دستہ اپنی اپنی ڈیوٹی میں مشغول رہے اور یہ سمجھو کہ میں تمھارے پاس ہی ہوں اور نیز تمھارے یہ "صاحب" حضرت ضرار رضی اللہ عنہ شہر کے چاروں طرف گشت لگا رہے ہیں، وہ بھی ہمہ وقت تمھارے قریب ہیں۔ انشاء اللہ عزوجل اللہ تمھارا کام بگڑنے نہیں دے گا، دلگیر مت ہوئیے، ثابت قدمی کے ساتھ برابر لڑائی جاری رکھئے۔

کہتے ہیں کہ قاصد نے واپس آ کر حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا پیغام پہنچا دیا۔ آپ نے نہایت جوانمردی اور مستقل مزاجی کے ساتھ باقی دن جنگ جاری رکھی اور دیگر مسلمان بھی ان کے لئے مراکز میں ڈٹے رہے۔ ادھر صلیب اعظم کے مسلمانوں کے ہاتھ لگنے اور جنرل توما کے زخمی ہونے کی اطلاع حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو اور دوسرے تمام اسلامی لشکر کے سرداروں کو پہنچ چکی تھی، وہ بھی اس سے نہایت مسرور تھے اور لوگ باقی دن بھی لڑائی میں مشغول رہے حتیٰ کہ ظہر کا وقت بھی گزر گیا اور عصر کا وقت قریب آ لگا تو انھوں نے جنگ بندی کر دی۔ ہر فریق نے اپنی جگہوں کی طرف واپس آنا شروع کر دیا اور اس طرح واپسی تک شام ہوگئی۔ قوم نے پہرہ کی ڈیوٹی سنبھال لی۔ آگ روشن کر دی گئی اور قرآن مجید کی تلاوت شروع ہوگئی پھر مؤذنوں نے اپنے اپنے مقام پر اذانیں دیں اور الگ الگ طور پر ہر یونٹ کے امیر نے اپنی اپنی یونٹ کے سپاہیوں کو نماز باجماعت پڑھائی۔

جنرل توما کا اپنی فوج سے خطاب

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جب رات خوب تاریک ہوگئی اور اس نے ہر چیز کو اپنی تاریکی میں چھپا لیا تو اس وقت "جنرل توما" ملعون نے قوم کے اکابر (بڑوں) اور بہادر مردوں کو طلب کیا، جب وہ جمع ہوگئے تو اس نے ان کے سامنے حسب ذیل تقریر کی:

''اے حاملین دین عیسائیت! تمھارے گرد، وہ قوم گھوم رہی ہے اور اس نے تمھارا محاصرہ کر رکھا ہے جس کا نہ کوئی دین ہے نہ اخلاق، نہ عہد نہ امان اور نہ ہی یہ کوئی ذمہ دار لوگ ہیں، اب اگر تم نے اس قوم سے مصالحت کر لی تو یہ قوم تم سے وفا نہیں کرے گی اور اگر اس نے تمھیں امان دے بھی دی تو اس کا پاسِ عہد نہیں کرے گی اور تم سے مصالحت کا لحاظ نہیں کرے گی۔

یہ لوگ اپنی اولاد اور عورتوں کو اسی لئے اپنے ساتھ لائے ہیں کہ انھوں نے تمھاری مرضی کو نہیں دیکھنا، تم چاہے راضی ہو کہ ان کو اجازت دو، چاہے ناراض ہو۔ کہ انھوں نے ہر صورت میں تمھارے شہروں پر قبضہ کرنا ہے۔ کیا تم اس بات کو برداشت کرو گے کہ وہ تمھاری عورتوں کو قیدی بنالیں اور تمھیں تمھارے وطن سے نکال دیں اور تمھاری عورتیں ان کی لونڈیاں بن کر ان کے پاس رہیں اور تمھاری اولادیں ان کے غلام بن جائیں کیا تم یہ ساری ہتک اور بے حرمتی قبول اور برداشت کرلو گے؟!

میں نہیں سمجھتا کہ تم لوگ اس پر صبر کرلو گے؟ صلیب اعظم کا تمھارے ہاتھ سے نکل جانا اور جاتی رہنا صرف اسی لئے ہوا کہ وہ تم پر ناراض ہوگئی ہے کیونکہ تم نے جب اپنے دلوں میں یہ ارادہ کرلیا کہ مسلمانوں سے صلح کرلیں تو گویا تم نے تو خود ہی دین نصرانیت کو مٹانے اور منہدم کرنے کا ارادہ کرلیا! اسی وجہ سے صلیب تم پر غضب ناک ہوگئی اور اس نے تمھیں ذلت سے دوچار کیا اور تمھیں یہ اہانت اور ہتک کا مزہ چکھنا پڑا۔

میں آج جب ان کے مقابلہ کے لئے نکلا تھا تو اگر مجھے آنکھ کا صدمہ نہ پہنچتا تو میں ان سے فارغ ہوکر ہی دم لیتا، اب بھی میں ان سے انتقام لے کر ہی رہوں گا اور جیسے بھی ممکن ہوا اپنی اس عار کو دور کروں گا اور میں رحیم بادشاہ کی عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مسلمانوں سے بدلہ لینا میرے اُوپر قرض ہے اور میں یہ قرض چکا کر ہی دم لوں گا، میں پھر ان کو شاہ روم کی طرف بھیجوں گا اس کے بعد اپنی صلیب ان سے تلاش کروں گا اور اسے بھی جب تک حاصل نہ کرلوں، چین سے نہیں بیٹھوں گا اگر میں اس معاملہ میں کسی قسم کی سستی اور غفلت کرتا ہوں تو بادشاہ کے مجھ پر ناراض ہونے اور ملکی حالات کے دِگرگوں ہونے کا سخت اندیشہ ہے اور میرا اقتدار بھی ہاتھ سے جاسکتا ہے۔''

''توما'' کی یہ گفتگو سن کر تمام سرداران قوم نے اتفاق رائے سے اسے یہ کہا:

جناب! اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی فوج کثیر تعداد میں ہے اور آپ کی بات کا جو مطلب ہم سمجھیں ہیں، وہ یہ ہے کہ ہم کسی ایک طرف سے اور ایک دروازے سے مسلمانوں پر حملہ بول دیں اور ٹوٹ پڑیں مگر جناب یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ہمیں یہ بات بھی پہلے ہی سوچ لینی چاہئے کہ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو پھر تمام طرف سے مسلمان اپنے گھوڑوں کی باگیں اسی طرف کو پھیر دینگے اگر ان کے لشکر کا سردار اعظم شرقی آپ پر وارد ہوتا ہے تو ان کا دوسرا سردار اور

سپہ سالار جابیہ گیٹ سے داخل ہو جائے گا۔ یہ بہت خطرناک معاملہ ہے اور اس کے بعد ہمارے لئے اس بڑی مصیبت سے نمٹنے کے لئے کوئی طاقت اور کوئی چارہ کار نہیں ہوگا۔ باقی آگے آپ کی جو مرضی ہے کریں ہم ہر طرح سے حاضر ہیں۔ اگر آپ ہمیں شہر کی پناہ سے نکلنے کا امر دیں تو ہم کھلے میدان میں نکل کر لڑنے کو تیار ہیں اور اگر فصیل کے اندر رہ کر قلعہ بند جنگ کا پروگرام ہے تو اس کے لئے بھی تیار ہیں اور آپ کے حکم کے مطابق لڑیں گے۔

توما کی جنگ کے لیے از سرِ نو منصوبہ بندی

''توما'' نے کہا: میں تمھارے لئے جنگ کی ایک خاص تدبیر کرتا ہوں۔ میرے ذہن میں اس وقت ایک خاص بات آرہی ہے، پہلے آپ تمام امراء کو اور خاص و عام سب لوگوں کو اکٹھا کرو تاکہ سب کو اعتماد میں لے کر حملہ کیا جائے۔

چنانچہ چند لوگوں کے علاوہ جو مسلمانوں کے خوف سے مورچوں پر قائم رہ گئے باقی سب جمع ہو گئے، ''توما'' نے ان سب حضرات کو خطاب کرتے ہوئے کہا: میرا پروگرام یہ ہے کہ آج مسلمانوں پر رات کے اندھیرے میں اچانک بے خبری میں حملہ کر دیا جائے اور ان کے خیموں اور ٹھکانوں پر چھپ کر حملہ کر دیا جائے۔ رات زیادہ مہیب اور اندھیری ہے اور یہ لوگ یہاں کے راستوں اور گھاٹیوں سے بھی واقف نہیں ہیں جبکہ تم تو یہاں کے چپے چپے سے واقف ہو، لہٰذا تم میں سے کوئی شخص اسلحہ کے بغیر نہ رہے، ہر فرد مسلح ہو جائے اور بھرپور تیاری کر لے اور تم کو اپنے اپنے دروازے سے نکلنا ہو گا۔ اس قوم پر شب خون مارنا ہوگا، میں بھی اپنی پلٹن کے ساتھ اپنے گیٹ سے خروج کروں گا اور اس طرح مجھے امید ہے کہ ہم کامیاب ہو کر خوشی اور مسرت و فرحت کے ساتھ واپس لوٹیں گے۔

میں مسلمانوں پر حملہ کر کے ان کو تباہ و برباد کرتا ہوا ان کے سپہ سالار تک رسائی حاصل کروں گا اور اس کو گرفتار کر کے ایک قیدی کے طور پر بادشاہ روم کی خدمت میں بھیج دونگا۔ پھر بادشاہ اس کے ساتھ جو چاہیں گے، سلوک کریں گے۔ تم میں سے جو شخص بھی اپنے دروازے سے خروج کرے تو وہ نہ تو اپنی جگہ سے ہٹے اور نہ پسپا ہو اور نہ واپس آئے، بلکہ ڈٹ کر رہے اور میں لڑتا ہوا خود تم تک پہنچوں گا اور تمھیں تمھاری جگہوں پر موجود پاؤں۔ یہ سن کر سب نے خوشی سے اس تجویز کو منظور کر لیا۔

جنرل توما کا شب خون مارنے کی نیت سے صف بندی کرنا

اب ''توما'' نے کچھ سپاہی جابیہ گیٹ پر تعینات کر دیے اور کچھ شرقی (ایسٹ) گیٹ پر اور ان سے کہا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ قوم (مسلم) کا امیر اعظم ''خالد بن ولید'' تم سے بہت دور ہے۔ تمھارے ان گیٹوں پر محض چند غلام اور نچلے طبقے کے لوگ ہیں۔ انھیں تم اناج کی طرح پیس کر رکھ دینا اور کھانے کی طرح ہڑپ کر جانا۔

پس یہ دونوں گروہ اپنے اپنے دروازے کی طرف جہاں انھیں حکم ملا تھا، چل دیئے۔ پھر اس لعین نے ایک اور گروہ کو بلایا اور اسے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی طرف چھوٹے دروازے کی جانب روانہ کر دیا اور اس کے بعد اس نے ایک اور گروہ کو بلا کر ''باب الفرادیس'' (گارڈن گیٹ) کی طرف، جہاں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ متعین تھے، بھیجا اور اسی طرح ایک گروہ کو ''بابِ کیسان'' کی طرف، جہاں حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ متعین تھے، روانہ کیا۔ اور جب ہر گروہ اپنی اپنی ڈیوٹی پر روانہ ہو چکا تو ''توما'' خود اپنے دروازے کی طرف چل دیا اور اس نے ان کے ہمراہ تمام بہادروں اور ایسے لوگوں کو رکھا جن کے بارے میں وہ جانتا تھا کہ یہ داد شجاعت دینے میں مشہور ہیں اور اس نے ایسا کوئی ایک بھی شخص نہیں چھوڑا جس کی بہادری کو وہ آزما نہ چکا تھا یا اس کی شجاعت و بہادری سے واقف نہ تھا۔

پھر وہ اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا: میں اپنے دروازے پر ایک شخص کو مقرر کرتا ہوں جس کے پاس ناقوس ہوگا اور جنگ کے لئے نکلنے کی گھنٹی ہوگی، پس جس وقت وہ ناقوس پر ضرب لگائے اور گھنٹی بجا دے تو تم سمجھ جانا کہ اعلانِ جنگ ہو گیا ہے اور اس کو میرے اور اپنے جنگ شروع کرنے کی علامت سمجھنا پھر فوراً اپنے دروازوں سے تیزی کے ساتھ دشمن کی طرف نکل کھڑے ہونا اور ایک دم ان پر حملہ کر دینا۔ یقیناً تمھارے دشمن اس وقت محوِ خواب ہونگے اور یا کچھ افراد بیٹھے ہوں گے، تم اس طرح پھرتی کے ساتھ ان میں گھس جانا کہ انھیں اپنے ہتھیاروں تک پہنچنے اور ہتھیار پہننے کی مہلت ہی نہ دینا اور پوری بے دردی کے ساتھ ان کا قتل عام کرنا۔ تمھیں اجازت ہے کہ تم ان کو جیسے چاہو اور جہاں سے چاہو قتل کرنا۔ اگر تم نے یہ کام پوری صداقت اور سچائی کے ساتھ کر ڈالا تو مجھے مکمل یقین ہے کہ وہ آج رات ہی ایسے شکست و ریخت کا شکار ہوں گے اور ان کا شیرازہ اس طرح بکھر جائے گا کہ جس کی تلافی اور تدارک ان سے کبھی بھی نہیں ہو سکے گا۔

جنرل توما کی گفتگو سن کر قوم بگل بجنے سے پہلے ہی بغلیں بجانے لگی اور خوشی سے اچھلتی کودتی ہوئی اپنے اپنے مقام کی طرف چل پڑی ہر ایک، جہاں جہاں جانے کا اس کو امر ہوا تھا، وہاں پہنچ کر اس بات کا انتظار کرنے لگا کہ کب جنگ کا نقارہ بجتا ہے اور میں مسلمانوں کی طرف حملہ کے لئے دوڑ پڑوں!

بیان کرتے ہیں کہ ''توما'' نے ایک نصرانی شخص کو ناقوس پر متعین کیا اور اس سے کہا کہ تم اس دروازے پر ناقوس لے کر چڑھ جاؤ اور جس وقت تم دیکھو کہ ہم نے دروازہ کھول دیا ہے تو آہستہ آہستہ آواز میں ناقوس بجانا شروع کر دینا، جسے مختلف دروازوں پر مقرر صرف ہمارے نمائندے ہی سن سکیں تاکہ وہ دشمن کی طرف تیزی سے چل پڑیں۔

نصرانی نے بڑی محبت اور شوق سے اور اپنے لئے اعزاز سمجھتے ہوئے اس حکم کو قبول کیا اور چلا اور فوراً ایک بڑا ناقوس لے کر اس مقام کی طرف جلدی سے پہنچ گیا، جہاں اس کو مقرر کیا گیا تھا۔ ناقوس ہاتھ میں پکڑ کر دروازے پر بیٹھ گیا اور وقت کا انتظار کرنے لگا۔

اب ''توما'' لشکر کا ایک دستہ لے کر چلا جس نے زرہیں، خود (ہیلمٹ) پہنے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھوں میں تلواریں اور ڈھالیں تھیں، توما خود اس دستے کے آگے آگے تھا اور اس کے ہاتھ میں ہندی شمشیر، جرمتی ڈھال اور لوہے کے جوشن (بازوؤں) پر پہنے ہوئے اور سر پر کسروی (بادشاہی) خود پہنا، جو ہرقل نے اس کو تحفہ بھیجا تھا اور وہ شاہی اسلحہ خانہ کا بہترین خود ہوتا تھا جس پر سونے اور چاندی کا کام ہوا ہوتا تھا اور قاطع تلوار بھی اس پر کارگر نہ ہوسکتی تھی۔ جب وہ دروازہ پر پہنچا اور اس کا لشکر مکمل ہو گیا تو اس نے لشکر سے مخاطب ہو کر کہا:

''اے قوم! جیسے ہی دروازہ کھلے، تم نے سرعت کے ساتھ اپنے دشمن کی طرف بڑھنا ہے اور پوری پوری ہمت اور کوشش کرنی ہے کہ جتنا جلد ہو سکے دشمن تک پہنچو اور پہنچتے ہی فوراً حملہ کر دینا ہے، اگر ان کا کوئی فرد تم سے امان طلب کرے تو اس کی فریاد اور چیخ و پکار پر بالکل کان نہ دھرنا اور نہ اس کو امان دینا مگر یہ کہ اگر ان کا کوئی امیر ہو تو اس کو تم امان دے سکتے ہو اور اگر تم میں سے کوئی شخص صلیب کو کسی کے پاس دیکھ لے تو اس کی بازیابی کے لئے فوراً پہنچے، اگر دیکھو کہ وہ تم سے دور کچھ فاصلے پر ہے تو مجھے آواز دے لینا تا کہ میں خود چل کر وہاں پہنچوں اور صلیب کو حاصل کر سکوں۔''

قوم نے کہا: ہم آپ کا حکم بخوشی قبول کرتے ہیں اور ان باتوں پر عمل کرنا ہم اپنے لئے باعث عزت اور ایک اعزاز سمجھتے ہیں۔

پھر اس نے اپنے ساتھیوں میں ایک شخص کو حکم دیا کہ تم اس ناقوس والے آدمی کے پاس جاؤ اور اسے میرا حکم پہنچاؤ کہ ناقوس بجادو اور ساتھ ہی اس نے دروازہ کھول دینے کا حکم دے دیا۔

ادھر دروازہ کھلتا ہے اور ادھر وہ آدمی ناقوس والے کے پاس پہنچ جاتا ہے اور اس کو حکم پہنچ جاتا ہے کہ ناقوس بجا دیا جائے۔ اس نے حکم کے مطابق آہستہ آہستہ ناقوس بجانا شروع کر دیا تا کہ اس کی قوم کے علاوہ کوئی اور نہ سن سکے، حتیٰ کہ اس کی قوم نے ناقوس بجتے ہی دروازے کھول دیئے اور وہ تیزی کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کے لئے دوڑ پڑے۔

''توما'' بھی کود کر میدان میں آ نکلا وہ بہت تیزی کے ساتھ اپنی جگہوں سے اصحاب رسول اللہ ﷺ و ﷺ کی طرف بڑھے، صحابہ کرام ﷺ اس قوم کے مکر و فریب سے بے خبر تھے مگر بعض مسلمان بیدار اور پُر حذر تھے۔ جب انھوں نے آوازیں سنیں تو ایک دوسرے کو جگایا اور شور و غل مچ گیا اور وہ شیروں کی طرح اپنی خوابگاہوں اور بستروں سے اٹھے اور یہ سوئے ہوئے شیر بپھرے ہوئے شیروں کی طرح اچھل کر کھڑے ہو گئے اور دشمن کے اوپر آنے سے پہلے یہ حملے کے لئے تیار تھے اور ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اگرچہ بے ترتیب تھے مگر حملہ کر دیا اور پھر رات بھی سخت اندھیری تھی، تلواریں چلنے لگیں اور اپنا کام دکھانے لگیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچنا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب یہ شور وغل اور چیخ و پکار سنی تو بڑے گھبرائے اور نہایت جزع اور بے حواسی کے عالم میں یہ پکار کرنے لگے:

"وَاغَوْثَاهْ وَإِسْلَامَاهْ وَا مُحَمَّدَاهْ أُكِيْدُوْا قَوْمِيْ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ اَللّٰهُمَّ انْظُرْ اِلَيْهِمْ بِعَيْنِكَ الَّتِيْ لَا تَنَامُ وَانْصُرْهُمْ وَلَا تُسَلِّمْهُمْ اِلٰى عَدُوِّهِمْ."

"یا دستگیر فریاد رس! وائے اسلام! یا محمد مصطفیٰ! (صلی اللہ علیہ وسلم) رب کعبہ کی قسم میری قوم کے ساتھ مکر کیا گیا ہے، یا اللہ جل جلالہ! تو ان مسلمانوں کی طرف نظر رحمت فرما، تیری نظر کبھی نہیں سوتی اور تو ان کی مدد فرما اور ان کو دشمنوں کے سپرد نہ فرما۔"

پھر آپ نے حضرت فتحان (ملحان) بن زید طائی، حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ کے بھائی کو بلا کر فرمایا:
تم میرے قائم مقام ہو اور تم خواتین اور بچوں کے پاس رہو اور محتاط رہئے گا کوئی تمھاری طرف آنے نہ پائے۔ میں نے جو کچھ سنا ہے، اس کے بعد میرے لئے یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے اور میرا جانا ناگزیر ہے۔
لشکر کو ان کے پاس چھوڑا اور ان میں سے چار سو سوار اپنے ساتھ لئے اور عجلت کی وجہ سے بغیر زرہ اور خود کے برہنہ سر ہی صرف شام کے کتانی لباس میں ہی روانہ ہو گئے اور مسلمانوں کی طرف جانے کی عجلت کی وجہ سے ہتھیار بھی نہ پہن سکے اور یوں ہی گھوڑوں کی باگیں چھوڑ دیں۔ آپ کا معاون دستہ بھی آپ کے پیچھے پیچھے اپنے گھوڑوں کی باگیں چھوڑ کر چل پڑا۔ آپ سب سے آگے تھے اور مسلمانوں کی پریشانی پر روتے ہوئے آپ کے رخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے۔ لوگوں نے آپ کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا، آپ پڑھتے ہوئے جا رہے تھے:

ترجمہ اشعار:

- میرے آنسو جاری ہو گئے اور غم نے مجھے عریاں اور ننگا کر دیا اور میرا سینہ گھٹن محسوس کرتا ہے اور میرے غم اور پریشانی کو واضح دیکھا جا سکتا ہے۔
- اے پروردگار! اے احسان فرمانے والے ان نازل ہونے والی مصیبتوں سے تُو ہمیں سلامت رکھنا اور اسلام کی حفاظت فرمانا۔

آپ مندرجہ بالا اشعار پڑھتے ہوئے بڑی تیزی کے ساتھ پیش قدمی فرما رہے تھے اور آپ کے پیچھے پیچھے چار سو گھوڑوں پر سوار مجاہدین اپنی تلواروں کو لہراتے ہوئے چلے آ رہے تھے، یہاں تک کہ آپ باب شرقی پر پہنچ گئے۔ اس سے ذرا ہی دیر پہلے شرقی گیٹ پر متعین عیسائی فوج نے حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ اور آپ کے

ساتھیوں پر حملہ کر دیا تھا اور آپ بھی ڈٹ کر ان کا مقابلہ کر رہے تھے، تلواریں چمک رہی تھیں اور اپنا کام دکھا رہی تھیں اور ڈھالوں پر لگنے کی وجہ سے ان کی آواز پیدا ہو رہی تھیں۔ دروازوں کے پیچھے سے چیخنے چلانے کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور مسلمانوں کی طرف سے نعرہ ہائے تکبیر کی آوازوں سے فضا گونج رہی تھی۔ جیسے جیسے مسلمان بیدار ہوتے جا رہے تھے، ویسے ویسے عیسائی قلعہ کی دیوار کے اُوپر سے چیختے اور چلاتے تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی آمد اور قوم سے خطاب

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے پہنچتے ہی کافر قوم پر حملہ کر دیا اور بلند آواز سے اپنی قوم مسلم کو مخاطب کر کے نداء دی:

"أَبْشِرُوْا يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ! أَتَاكُمُ الْغَوْثُ مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ انَا الْفَارِسُ الْمَبِيْدُ أَنَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ."

"اے گروہ مسلمین! تمھیں خوشخبری ہو کہ تمھارے پاس رب العالمین کی طرف سے غوث اور دستگیر آ گیا ہے، میں دشمنان خدا کو ہلاک کرنے والا شہسوار ہوں، میں (اللہ تعالیٰ کی شمشیر) خالد بن ولید ہوں۔"

پھر آپ نے دشمنوں کے وسط میں گھس کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ رومیوں پر حملہ کر دیا اور ان کے بہت سے مردانِ کار کو قتل کر دیا، مگر اس کے باوجود آپ کا دل حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور باقی مسلمانوں کے ساتھ تھا جن کو آپ نے دروازوں پر متعین کیا تھا۔ آپ اُن کی آوازیں، آہ و فغاں اور فریاد کو سن کر دل گرفتہ ہو رہے تھے۔ رومی نصاریٰ اور یہودیوں کی چیخیں بھی بلند ہو رہی تھیں۔

حضرت سنان بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے چچا کے بیٹے حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آیا یہود بھی آپ کے ساتھ جنگ کر رہے تھے؟

انھوں نے فرمایا کہ "ہاں" وہ بھی لڑ رہے تھے اور قلعے کے اُوپر سے ہم پر تیروں اور پتھروں کی بارش برسا رہے تھے۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ اندیشہ اور فکر لاحق تھا کہ توما ان ہی کے دروازہ پر ہے اور آپ کو ڈر تھا کہ توما بہت بہادر اور شجاع ہے، وہ حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کو کوئی گزند نہ پہنچا دے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو دشمن خدا کی طرف سے بہت زیادہ تکلیف اور مصیبت اٹھانا پڑی کہ ایسی مشقت کسی اور کو نہیں پہنچی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ توما نے آپ کی مختصری جماعت پر جو آپ کے ساتھ تھی، اچانک حملہ کیا اور وہ اسی دروازے سے نکلا جس پر آپ متعین تھے۔ سب سے پہلے رومی عیسائی قوم سے نکل کر مسلمانوں کی طرف پہنچنے والا توما ہی تھا۔ مسلمانوں نے ان کے سامنے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور معزز لوگوں کی طرح شریفانہ انداز سے

اس مصیبت پر صبر کیا اور ثابت قدمی کے ساتھ لڑتے رہے۔

اللہ ﷻ کا دشمن ''توما'' سخت جنگ کر رہا تھا اور وہ دائیں بائیں صفوں کو چیرتا پھاڑتا ہوا بڑی بے جگری کے ساتھ لڑ رہا تھا اور وہ منادی کر رہا تھا:

اے مسلمانو! کہاں ہے تمھارا امیر، جس نے مجھے تیر سے زخمی کیا؟ میں ملک کا ایک ستون ہوں، میں صلیب کا مددگار ہوں، لاؤ صلیب حتیٰ کہ میں تمھارے پاس سے لوٹ جاؤں۔

توما اور حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کا مقابلہ

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی رسول اللہ ﷺ نے جب اس کی آواز سنی تو اس کی طرف جانے کا قصد کیا، کیونکہ وہ بہت سے مسلمانوں کو زخمی کر چکا تھا، آپ نے فرمایا:

لو میں ہوں تیرا مقابلہ کرنے والا تیرا قرض چکانے والا! میں قوم کا سردار ہوں، میں تمھاری جمعیت کا نام ونشان مٹا کر رکھ دینے والا ہوں اور میں ہی تمھاری صلیب کو لینے والا ہوں، میں کاتبِ وحی رسول اللہ ﷺ ہوں!

توما یہ سن کر آپ کی طرف شیر کی طرح جست بھر کر کودا اور کہا: تجھے ہی میں تلاش کر رہا تھا اور تیرے لئے ہی میرا ارادہ تھا۔

پھر وہ آپ کے لئے علیحدہ ہو گیا اور آپ سے ٹکرا گیا پھر تصادم شروع کر دیا اور لوگوں نے زمانہ دراز تک میں ایسی سخت معرکہ آرائی اور زور آزمائی نہیں دیکھی تھی، جیسی اس رات میں ان دونوں جرنیلوں کے درمیان ہوئی۔ حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے اس کی شبیہ کو دیکھا اور دونوں کی لڑائی مسلسل آدھی رات تک ہوتی رہی اور ہر ایک اپنے مدمقابل کے ساتھ لڑائی کرتا رہا۔

حضرت اُمِّ ابان رضی اللہ عنہا کی گرفتاری

حضرت اُم ابان بنت عتبہ رضی اللہ عنہا، حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھیں اور آپ سے دور نہ ہوئیں، اس رات آپ نے بہت احسن طریق سے ثابت قدمی دکھائی اور صبر واستقلال کے ساتھ جنگ لڑی اور تیر اندازی کی۔ آپ کا کوئی تیر نشانے سے خطا نہیں جاتا تھا۔ آپ اپنے ہر تیر کے ساتھ ایک مشرک کو ڈھیر کر دیتی تھیں یہاں تک کہ آپ نے کثیر تعداد میں مشرکین کو ہلاک کیا۔ رومی یہ گمان کرتے رہے کہ یہ کوئی مرد ہے اور آپ برابر اسی طرح دادِ شجاعت دیتی رہیں یہاں تک کہ تیر ختم ہو گئے اور آپ کے ترکش میں فقط ایک تیر باقی رہ گیا۔ آپ اس تیر سے دائیں بائیں مشرکین کو اشارہ کر کے ڈرائے اور بھگائے پھر رہی تھیں اور وہ لوگ آپ کے تیر سے بچتا ہوئے ادھر ادھر ہو جاتے تھے، اچانک روم کا

ایک مرد آپ کے سامنے آیا۔ آپ نے اس کی طرف تیر پھینکا اور وہ جا کر اس کے سینہ میں پیوست ہو گیا۔ اس نے اپنی موت کو بہت محسوس کر لیا تو اس نے اپنی قوم یعنی رومیوں کو چیخ چیخ کر پکارا اور خود بھی حضرت اُم ابان رضی اللہ عنہا پر حملہ آور ہوا۔ وہ اس کی مدد کیلئے دوڑے اور انھوں نے اُم ابان رضی اللہ عنہا پر یک بارگی مل کر حملہ کر دیا۔ آپ چونکہ خالی ہاتھ ہو چکی تھیں اس لئے انھوں نے آپ کو گرفتار کر کے قیدی بنالیا اور وہ دشمن خدا، جس کو آپ نے تیر مارا تھا، مر گیا۔

ادھر حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو دشمنان خدا کی طرف سے اتنی تکالیف پہنچیں کہ کسی دوسرے کو اتنی مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑا مگر آپ نے اس سخت گھڑی میں بڑے صبر سے کام لیا اور بڑی بہادری کے ساتھ دشمن خدا توما کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے۔ آخر آپ نے اللہ عزوجل کے دشمن پر ایک ضرب کاری لگائی لیکن اس نے آپ کے وار کو ڈھال پر روک لیا اور حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی۔

دشمن کو آپ کے پکڑنے میں طمع ہوئی اور اس نے آپ پر پھر حملہ کیا۔ اس کا گمان تھا کہ اب آپ اس کی قید میں آ ہی چکے ہیں کہ اتنے میں اللہ عزوجل کا کرنا یہ ہوا کہ دو سوار اچانک اس وقت آپ کی مدد کو پہنچ گئے اور ان دونوں کے پیچھے گھوڑ سواروں کا ایک دستہ بھی آ گیا جنھوں نے رومیوں پر آتے ہی حملہ کر دیا اور مسلمان مجاہدین نے دیکھا کہ اُم ابان بنت عتبہ رضی اللہ عنہا ان کے قبضہ میں ہیں اور ایک سوار ان کو گرفتار کر کے لے جا رہا ہے، آپ فریاد کر رہی ہیں اور مسلمانوں کو مدد کے لئے بلا رہی تھیں۔ [1]

آپ کی فریاد کو سن کر دو سوار آپ سے آ ملے ان میں سے ایک حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ تھے۔ انھوں نے اس گھڑ سوار کو (ایک نسخہ کے مطابق دو شخصوں کو) قتل کر دیا اور حضرت اُم ابان مجاہدہ اسلام رضی اللہ عنہا کو ان کی قید سے چھڑا لیا۔ حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی بھی توما سے گلوخلاصی ہوئی اور توما شہر کی طرف بھاگ گیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت تمیم بن عدی رضی اللہ عنہ جو ان لوگوں میں سے تھے جو فتوحات شام میں موجود تھے، روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھا اور تمام امیروں سے کوئی نہیں تھا جو کہ ان کی مثل لڑا ہو اور نہ آپ کے ساتھیوں کا کوئی جواب اور مثال تھی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اپنے خیمہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور یہ خیمہ "باب جابیہ" کے قریب نصب تھا۔ آپ دوہرے

[1] اور ایک نسخہ میں ہے کہ حضرت ام ابان رضی اللہ عنہا دو رومی مردوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے تھیں اور نہتی ہونے کے باوجود آپ نے ہمت نہ ہاری اور ان کو قبضہ میں لئے ہوئے تھیں۔

مسلمانوں سے کچھ دور تھے کہ اچانک آپ نے چیخ و پکار کی آوازیں سنیں، دروازہ کھولا اور مسلمانوں کو تیزی کے ساتھ رومیوں کی طرف دوڑتے ہوئے دیکھا تو آپ نے نماز کو مختصر کر دیا اور سلام پھیر کر آپ نے "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ" پڑھا اور اس کے بعد ہتھیار پہنے اور اپنی فوج کو فوراً تیار کیا۔ جب تمام مسلمان مجاہدین نے زرہیں پہن لیں اور اسلحہ سے لیس ہو گئے تو ان کو لے کر آپ میدان کی طرف چل دیئے۔ آپ نے ملاحظہ کیا کہ مسلمان جنگ کی پوزیشن میں ہیں۔ آپ ان کے دائیں بائیں سے ہوتے ہوئے آگے نکل گئے پھر آپ دروازہ کی طرف مائل ہوئے، جب دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ قوم لڑائی میں مصروف ہے۔ آپ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا، آپ کے پیچھے قوم نے بھی نعرے بلند کئے۔ مشرکوں نے جب لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ کی آواز سنی تو وہ سمجھ گئے کہ مسلمانوں نے پیچھے سے ان کو آ لیا ہے اور ان کی مدد کے لئے ایک بھاری جمعیت آ پہنچی ہے۔

یہ صورتحال دیکھتے ہی انھوں نے پسپائی اختیار کرنے میں ہی عافیت سمجھی اور واپس دروازے کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ ان کے فرنٹ پر ان کا "امیر الباب" تھا جس کا نام، جُرجی بن قالا یا جرجس بن کالا تھا (واللہ اعلم) مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور ان کو خوب تہہ تیغ کیا۔ جب وہ دروازے کے قریب آئے تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اور ان کے ساتھیوں نے ان پر حملہ کر دیا اور ان کو آڑے ہاتھوں لیا۔ ادھر قلعہ کے اُوپر سے تیروں اور پتھروں کی بارش شروع ہو گئی مگر مسلمان پتھروں کی بوچھاڑ اور پتھراؤ کے باوجود پیچھے نہیں ہٹے، برابر ان کا تعاقب کرتے رہے۔ اب ان کو یہ خوف ہوا کہ ان کے یہ پتھر اور تیر خود ان کے اپنے ساتھیوں کو ہی نہ ہلاک کر دیں تو انھوں نے پتھراؤ وغیرہ سے ہاتھ کھینچ لیا اور تیراندازی کو روک دیا۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا تو انھوں نے حالات کو اپنے موافق جان کر موقع غنیمت سمجھا۔ خوب تلوار چلائی اور رومیوں کے سپاہیوں کو ہلاک کر کے ڈھیر لگا دیئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ہماری معلومات اور تحقیق کے مطابق اس معرکہ کے موقع پر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے کوئی رومی چاہے بڑا تھا چاہے چھوٹا ایک بھی سلامت بچ کر نہیں گیا تھا۔ انھوں نے تمام کو تہہ تیغ کر دیا تھا حتیٰ کہ ان کا سردار جرجی بن قالا (یا جرجس بن کالا) بھی ہلاک ہوا۔

ادھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی اس طرح لڑے کہ اس سے پہلے اس طرح سخت جنگ کرتے کبھی نہ دیکھے گئے تھے۔ ابھی معرکہ گرم تھا کہ اسی دوران میں حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ خون میں لت پت ہو کر آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

ضرار رضی اللہ عنہ! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ سناؤ کیا احوال ہیں؟

انھوں نے جواب دیا: اے امیر! آپ کو بشارت ہو، میں آپ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا ہوں، جب میں نے یہ شمار کر لیا ہے کہ مجھ اکیلے نے ایک سو پچاس مشرکوں کو واصل جہنم کر دیا ہے اور میرے بہادر ساتھیوں نے تو اتنے کافروں کو جہنم رسید کیا ہے کہ جس کی کوئی حد اور شمار نہیں ہے۔ ہمارا سب سے پہلے تو ان رومیوں سے سخت معرکہ ہوا جو باب صغیر سے حضرت یزید بن سفیان رضی اللہ عنہ کی طرف نکلے تھے، اس سے ہمیں کافی مشکل پیش آئی۔ تاہم، ہم اس مشکل سے نکل گئے اور بعد ازاں ہم نے باقی تمام دروازوں پر متعین اپنے مجاہد ساتھیوں کی یکے بعد دیگرے سب کی اعانت کی اور کافروں کو قتل کر کے اپنے ساتھیوں کے ہاتھ مضبوط کئے۔

کہتے ہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے پھر سب اکٹھے ہو کر حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کے کاموں کا شکریہ ادا کیا۔

اخیر رات میں رومیوں کا توما سے مشورہ

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یہ رات بڑی عظیم رات تھی، لوگوں نے اس جیسی رات اس سے قبل کم دیکھی ہو گی۔ اس رات میں ہزاروں رومی قتل ہوئے۔ اہلِ دمشق کے بڑوں کا توما کے پاس اجتماع ہوا اور انھوں نے کہا:

اے سردار جی! ہم نے آپ کو پہلے ہی خیر خواہانہ مشورہ دیا تھا، مگر آپ نے ہمارا مشورہ قبول نہ کیا اور ہماری رائے سے فائدہ نہ اٹھایا جس کا نتیجہ آپ نے اور ہم نے دیکھ لیا ہے کہ جہاں ہمیں سب کو اجتماعی جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا ہے، وہیں آپ کو ذاتی طور پر بھی سخت گزند لاحق ہوئی اور ہمارے بہت سے ساتھی ہلاک ہو گئے۔

اب زمینی حقائق کا تقاضا یہ ہے کہ معاملہ چونکہ ہماری طاقت سے باہر ہو چکا ہے اس لئے آپ حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے اس قوم (مسلم) سے صلح کا ڈول ڈالیں، یہی راستہ ہمارے سب کے حق میں سب سے زیادہ سلامتی کا راستہ ہے اور آگے آپ کی مرضی ہم نے تو آپ کو بہتر مشورہ دے دیا ہے اور پھر یہ بھی ہے کہ اگر آپ کو ہماری رائے سے اتفاق نہیں تو آپ جانے اور آپ کا کام، ہم خود ان سے صلح کر لیں گے اور آپ کو آپ کے حال پر چھوڑتے ہیں!

توما نے کہا: اے میری قوم! مجھے تھوڑی سی مزید مہلت دیں، میں شاہ روم کی خدمت میں خط لکھ کر ان کی رائے معلوم کر لوں۔

میں ساری صورت حال ان کو لکھتا ہوں اگر بادشاہ ہماری مدد کے لئے فوج بھیجتے ہیں اور ہمارے ہاتھ مضبوط کرتے ہیں تو بہتر، ورنہ پھر اس کے بعد صلح کر لیں گے۔ یہ کہہ کر توما نے اسی وقت فوراً شاہ روم ہرقل کے نام مندرجہ ذیل مضمون پر مشتمل خط لکھا:

توما کا شاہ ہرقل کو خط

رحیم (ومشفق) بادشاہ کی خدمت میں ان کے داماد توما کی طرف سے عریضہ:
ہمیں قوم عرب نے اس طرح گھیر لیا ہے جس طرح آنکھ کے ڈھیلے کی سفیدی نے آنکھ کی سیاہ پتلی کو گھیرا ہوتا ہے، انھوں نے اہل اجنادین کو جنگ میں مات دی اور پھر انھوں نے ہماری طرف رجوع کیا ہے اور ہمارے لوگوں کو انھوں نے مار مار کر ایک بہت بڑا مقتل بنا دیا ہے۔ میں ان کے مقابلہ کو نکلا مگر زخمی ہو گیا اور میری قوم اور اہل شام نے مجھے چھوڑ دیا ہے۔ مجھے ان عربوں کے سپرد کر دیا اور میری ایک آنکھ بھی ضائع ہو گئی ہے۔ قوم نے عربوں کو جزیہ دینے اور ان کے ساتھ صلح کرنے کا پختہ عزم کر لیا ہے۔ اب ہمارے سامنے تین آپشنز ہیں:

① آپ بذات خود ہمارے پاس چلے آئیں
② ہماری مدد کے لئے لشکر بھیجیں جو ہمیں اس بحران سے نکال سکے
③ آپ اہل عرب سے صلح کا حکم صادر فرما دیں کیونکہ معاملہ اب حد سے بڑھ چکا ہے!

پھر اس نے خط کو بند کیا، اس پر اپنی مہر لگائی اور دن چڑھنے سے پہلے ہی اسے روانہ کر دیا۔ ادھر رات کی ظلمت اور تاریکی دور ہوئی ادھر مسلمان صبح سویرے ہی لڑائی اور جنگ کے لئے پھر تیار اور مستعد ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ہر امیر کی طرف پیغام ارسال فرمایا کہ اپنی جگہ سے فوج کو لے کر آہستہ آہستہ میدان کی طرف چل دے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور جنگ شروع ہو گئی۔ اہل دمشق پر معاملہ سخت ہو گیا تو انھوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف اپنا نمائندہ بھیجا اور درخواست کی کہ ہمیں مہلت دی جائے تاکہ ہم اپنے معاملات میں غور وفکر کر لیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جنگ بندی سے انکار کر دیا اور لڑائی جاری رکھنے کا عندیہ دیا، حتیٰ کہ جب جنگ کے تسلسل سے اہل دمشق کے گرد گھیرا تنگ ہو گیا اور انھوں

دمشق کے سرداروں کا باہم مشورہ

انھیں شاہِ روم کے جواب کا انتظار تھا مگر اربابِ شہر ایک جگہ مجتمع ہوئے اور انھوں نے باہم مشورہ کرکے یہی فیصلہ کیا کہ اب مزید صبر کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ اب اگر جنگ جاری رکھتے ہیں تو اہل عرب ہم پر غالب آ جائیں گے اور اگر لڑائی چھوڑ کر گھروں میں بند ہو کر بیٹھ جاتے ہیں تو اس سے بھی ہمیں ہی نقصان ہوگا، آخر کب تک محصور ہو کر بیٹھیں رہیں گے! بہتر یہی ہے کہ ان کے جو مطالبات ہوں، مان لئے جائیں اور جو کچھ وہ طلب کریں، دے کر صلح کر لیں اور امان طلب کریں۔

یہ سن کر ایک شیخ کبیر، جو روم کا سن رسیدہ بزرگ تھا اور اس نے سابقہ کتب پڑھی ہوئی تھیں اور وہ ایک مدبر شخص تھا، اس نے اٹھ کر اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا:

خدا کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ اگر بادشاہ خود بھی اپنے تمام لاؤلشکر کے ساتھ چلا آئے تو وہ بھی ان لوگوں کو تم سے دور نہیں کر سکے گا۔ میں نے کتب سابقہ میں پڑھا ہے کہ ان کے آقا و مولیٰ محمد ﷺ خاتم النبیین و سید المرسلین ہوں گے اور ان کا دین بہت جلد تمام ادیان پر غالب ہو کر رہے گا۔ لہٰذا تم لوگ تمام تر حیلے، اسباب اور تشاغل بالحالات کو چھوڑ کر ان کی اطاعت کر لو اور اس قوم عرب کے مطالبات کو سنو! اور وہ جو کچھ مانگیں، ان کو دے دو، تمھارے لئے یہی سب سے زیادہ مناسب ہے۔

قوم نے جب اس بزرگ کی گفتگو سنی تو اس کی طرف متوجہ ہوئے، کیونکہ وہ اس بزرگ کا پہلے ہی بہت احترام کرتے تھے اور انھیں اس کے علم و معرفت کا پتہ تھا۔ تاریخ اور جنگوں کے بارے میں اس کی معلومات سے واقف تھے، تو انھوں نے شیخ سے کہا: ”آپ ہمیں کیا مشورہ دیتے ہیں؟“

رومی راہب کے کہنے پر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے مذاکرات

اس نے کہا: ہم چاہیں گے کہ تمھیں معلوم ہو جائے کہ یہ امیر، جو باب شرقی پر ہے، بڑا سفاک اور خون ریز آدمی ہے (حضرت خالد رضی اللہ عنہ) اور اگر تم چاہتے ہو کہ معاملہ قریب قریب تمھاری خواہش کے مطابق طے پا جائے تو تم لوگ اس شخص کی طرف چلے جاؤ، جو باب جابیہ پر متعین ہے۔ (حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ)۔

راوی کہتے ہیں کہ انھوں نے بزرگ کی صائب رائے کی تصدیق کی۔ جب رات کا اندھیرا ہوا تو وہ "باب جابیہ" پر اپنے جتھے کو لے کر پہنچے اور ان میں ایک آدمی جس نے کچھ عربی زبان یاد کر رکھی تھی بلند آواز سے کہنے لگا:

اے گروہِ عرب! کیا ہمارے لئے تمھاری طرف سے امان ہے کہ ہم تمھارے پاس آ سکیں اور تمھارے سردار کے

ساتھ بات کریں، حتیٰ کہ ہمارے اور تمھارے درمیان صلح کا معاہدہ ہو جائے!

حضرت ابو ہریرہ دوسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ گذشتہ رات جو واقعہ ہوا اسی قسم کے واقعہ کے ڈر سے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دروازے کے قریب ہی کچھ مسلمان مردان کار کو مقرر کر رکھا تھا اور اس رات پہرے کی باری قبیلہ دوسی کے جوانوں کی تھی۔ دوس رجمنٹ پر امیر حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا گیا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم اپنے مقام پر بیٹھے ہوئے تھے کہ میں نے قوم روم کی آوازیں سنیں جو نداء دے رہے تھے، میں نے جب ان کی آوازیں سنیں تو دوڑ کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انھیں اسکی بشارت دی اور میں نے کہا: شاید اللہ عزوجل مسلمانوں کو اس مشقت سے راحت بہم پہنچائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ میری بات سن کر خوش ہوئے اور فرمایا: تم جاؤ اور ان لوگوں سے بات کرو اور ان سے کہہ دو کہ تمھارے لئے امان ہے، حتیٰ کہ تم اپنے شہر کی طرف صحیح سلامت لوٹ جاؤ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ان لوگوں کے پاس آیا اور ان کو آواز دے کر کہا کہ اتر آؤ تمھیں امان ہے۔

انھوں نے کہا کہ تم اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے کون سے صاحب ہو؟ حتیٰ کہ ہمیں تمھارے قول پر بھروسہ ہو۔

میں نے کہا میں ابو ہریرہ ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہوں، ہماری عادت کسی کو دھوکا دینا نہیں ہے، اے تم پر افسوس! ہمارا کوئی غلام بھی اگر تمھیں امان دیدے اور تم سے کوئی عہد و پیمان کر لے تو اس کو پورا کرنا ہم اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں۔ مسلمان کبھی دھوکا فریب اور غداری نہیں کیا کرتے کیونکہ اللہ عزوجل کا فرمان عالی شان ہے:

﴿وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا﴾

''اور عہد کو پورا کرو بیشک عہد سے سوال ہوتا ہے۔''[1]

نیز ہم عربوں کا عہد کو پورا کرنا اور ذمہ داری سے اپنے اقرار سے وفاداری کرنا تو دور جاہلیت میں بھی مشہور تھی، تو اب کیسے نہ ہوگی۔ جبکہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہمیں ہدایت عطا فرمادی ہے اور اب راہ ہدایت پانے اور صراط مستقیم پر گامزن ہونے کے بعد ہم مسلمانوں سے بدعہدی اور عہد شکنی کیونکر متصور ہو سکتی ہے؟!

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر وہ لوگ نیچے اترے، دروازہ کھولا اور سو آدمی جن میں ان کے سرداران قوم (اکابر ملت پادری و مشائخ) اور علماء دین شامل تھے، باہر آئے۔ جب وہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے قریب آئے تو مسلمانوں نے دوڑ کر ان کی زنانیر اور صلیبوں کو اتار کر الگ کر دیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے خیمہ کے پاس پہنچے تو انھوں نے مرحبا (خوش آمدید) کہا اور اُٹھ کر کھڑے ہو گئے اور ان کو عزت سے بٹھایا اور فرمایا: ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا

---

[1] پارہ 15، الاسراء 34، ترجمہ کنزالایمان

ہمیں حکم ہے کہ "اِذَا اَتَاکُمْ کَرِیْمُ قَوْمٍ فَاَکْرِمُوْہُ"، جب تمہارے پاس کسی قوم کے معزز اور شریف لوگ آئیں تو ان کو عزت دو اور احترام کرو۔ [1]

اس کے بعد انھوں نے صلح کے معاملہ میں گفتگو کی اور کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ تم ہمارے کنیسوں (عبادت گاہوں) کو ہمارے لئے چھوڑ دو اور ان پر قبضہ نہ کرو پھر انھوں نے کنیسوں کی ایک فہرست دی جو حسب ذیل تھی۔

① کنیسہ یحییٰ [2] ② کنیسہ مریم ③ کنیسہ حنینا [3] ④ کنیسہ بولص ⑤ کنیسہ المقساط ⑥ کنیسہ سوق النمل [4] ⑦ کنیسہ اندریا ⑧ کنیسہ قرناریسی [5]

حضرت ابو عبیدہ ؓ کا صلح پر راضی ہونا

حضرت ابو عبیدہ ؓ نے اس شرط کو اور اس کے علاوہ بھی انھوں نے جو شرائط رکھیں، منظور فرما لیں اور انھیں صلح نامہ تحریر فرما دیا اور امن کا پروانہ ان کے لئے لکھ دیا مگر آپ نے اس پر نہ تو اپنا نام لکھا اور نہ دستخط کئے اور نہ گواہوں کی گواہی ثبت کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب سے حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے آپ کو معزول کیا، آپ نہیں پسند کرتے تھے کہ خود کو مسلمانوں کے معاملات کا والی سمجھیں اور اس میں سرکاری حیثیت سے کوئی کارروائی کریں اور دخل دیں۔

راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو عبیدہ ؓ نے صلح نامہ لکھ کر ان کے سپرد کیا تو انھوں نے درخواست کی کہ اب آپ اٹھیں اور ہمارے ساتھ چلیں۔ آپ ان کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو گئے اور آپ کے ہمراہ یہ پینتیس حضرات صحابہ کرام ؓ بھی گھوڑوں پر سوار ہوئے۔

① حضرت ابو ہریرہ ؓ، ② حضرت معاذ بن جبل ؓ، ③ حضرت سلمہ بن ہشام مخزومی ؓ، ④ حضرت نعیم بن عمرو ؓ، ⑤ حضرت وہبان بن سفیان ؓ، ⑦ حضرت عبداللہ بن عمرو دوسی ؓ، ⑧ حضرت عامر بن طفیل ؓ، ⑨ حضرت سعید بن جبیر دوسی ؓ، ⑩ حضرت ذوالکلاع حمیری ؓ، ⑪ حضرت حسان بن نعمان طائی ؓ، ⑫ حضرت جریر بن نوفل حمیری ؓ، ⑬ حضرت سالم بن فرقد یربوعی ؓ، ⑭ حضرت سیف بن سلمہ طائی ؓ، ⑮ حضرت معمر بن خلیفہ سکسکی ؓ، ⑯ حضرت سنان بن اوس انصاری ؓ، ⑰ حضرت مخلد بن عوف کندی ؓ، ⑱ حضرت ربیعہ بن مالک تمیمی ؓ، ⑲ حضرت محکم بن عدی نبہانی ؓ، ⑳ حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی ؓ، ㉑ حضرت بکر بن عبداللہ تمیمی ؓ،

---

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الأدب، رقم الحديث : 3712، السنن الكبرى للبيهقي، جلد 8، صفحه: 168، مطبوعه دار صادر بيروت، المستدرك للحاكم، كتاب الأدب، رقم الحديث: 7791. یعنی کسی قوم کے معززین کو پروٹوکول دینا ہمارے نبی ﷺ کی تعلیم ہے اور اسلام کا شعار ہے۔ (مترجم عفی عنہ) [2] اور وہ آجکل دمشق کی جامع مسجد ہے۔ (مترجم عفی عنہ) [3] ایک نسخہ میں کنیسہ حنا ہے۔ (مترجم عفی عنہ)
[4] ایک نسخہ میں اس کی بجائے کنیسہ سوق الخیل ہے [illegible]

㉒ حضرت راشد بن سعد رضی اللہ عنہ، ㉓ حضرت قیس بن سعید رضی اللہ عنہ، ㉔ حضرت سعید بن عمرو غنوی رضی اللہ عنہ، ㉕ حضرت رافع بن اوس سہل رضی اللہ عنہ، ㉖ حضرت یزید بن عامر رضی اللہ عنہ، ㉗ حضرت عبیدہ بن اوس رضی اللہ عنہ، ㉘ حضرت مالک بن حرث رضی اللہ عنہ، ㉙ حضرت عبداللہ بن طفیل رضی اللہ عنہ، ㉚ حضرت ابولبابہ منذر رضی اللہ عنہ، ㉛ حضرت عوف بن ساعدہ رضی اللہ عنہ، ㉜ حضرت عباس بن قیس رضی اللہ عنہ ㉝ حضرت عباد بن عتبہ بہانی رضی اللہ عنہ ㉞ حضرت سبرہ بن عامر رضی اللہ عنہ، ㉟ حضرت عبداللہ بن قرط الاسدی رضی اللہ عنہ۔

ان پینتیس اعیان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ پینسٹھ دوسرے عامۃ المسلمین بھی ساتھ ہو گئے۔ جس وقت آپ سوار ہو کر دروازے کی طرف بڑھے تو آپ نے فرمایا تم ضمانت دو کہ ہم شہر میں داخل ہونگے تو کوئی بدعہدی نہیں کی جائیگی۔

چنانچہ انھوں نے ضمانت اور کچھ رہن رکھ کر آپ کو اطمینان کرایا پھر آپ تشریف لے گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں فتح دمشق کی خبر دینا اور خلیفۃ المسلمین کا وصال

حضرت عقبہ از صفوان بن عمرو از عبدالرحمٰن بن جبیر از پدرش بزرگوار روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے قوم روم سے کوئی ضمانت نہیں لی تھی بس آپ اللہ تو کل شہر میں داخل ہو گئے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ اسی رات جس میں آپ سے عیسائی قوم نے صلح کی تھی، جب آپ عشاء کی نماز ادا کر کے سوئے تو آپ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے فرمار ہے تھے: ((تُفْتَحُ الْمَدِيْنَةُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِىْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ)) ''آج رات شہر (دمشق) فتح ہو جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔''

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ جلدی میں ہیں۔ میں نے عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں نے (حضرت) ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے جنازہ میں شریک ہونا ہے۔'' ادھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے اور ادھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آکر آپ کو رومی قوم کی طرف سے صلح کی بشارت دیدی اور آپ نے قوم سے کوئی ضمانت نہیں لی کیونکہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی وجہ سے اعتماد حاصل ہو گیا تھا۔ [1]

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ جب اپنے ساتھیوں کے ہمراہ شہر میں داخل ہوئے تو وہ پادری اور راہب جو صلح کے لئے آئے تھے، وہ آپ کے آگے آگے چل رہے تھے۔ انھوں نے سیاہ

---

[1] اس واقعہ سے بخوبی جانا جا سکتا ہے کہ اللہ عزوجل کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بعد از وصال بھی امت کے احوال سے خوب واقف ہیں اور جہاں چاہیں تصرف فرما سکتے ہیں کیونکہ ایک جانب تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بشارت دیتے ہیں دوسری طرف وصال حضرت ابوبکر کی اطلاع دینے کے ساتھ جنازہ میں شرکت کا ذکر فرمار ہے ہیں۔ اسی عقیدہ کو امام اہل سنت مولانا شاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح بیان فرمایا:

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

بالوں کا لبادہ اور لباس پہن رکھا تھا اور ''اناجیل'' اٹھا رکھی تھیں اور صندل وعود اور دوسری خوشبودار دھونی جلاتے ہوئے اور اگربتیوں کی مہک میں جلوس جا رہا تھا۔ یہ سوموار کا دن جمادی الاخریٰ کی اکیس تاریخ اور تیرہ سن ہجری کا سال تھا۔

اہلِ سِیَر نے اپنی اخبار میں ان لوگوں سے جو فتوح شام کے راویوں میں سے ہیں نقل کیا ہے اور ان میں سے ایک راوی محمد بن اسحاق اموی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور ان کے علاوہ اور بھی راوی ہیں، جن کا ذکر اور ان کی اسناد خبر کے شروع میں بیان ہوئیں۔ یہ رُواۃ مؤرخین اور اہلِ سِیَر کے نزدیک ثقہ اور قابلِ اعتماد ہیں۔ ان سے روایت کرتے ہوئے علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، مجھ سے یہ بات عبدالحمید بن ابی عمران رحمۃ اللہ علیہ نے ابی انس امیہ رحمۃ اللہ علیہ (اور یہ ان لوگوں میں سے تھے جو فتوح الشام کی اخبار سے واقف کار تھے) بیان کی کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ دمشق میں ''بابِ جابیہ'' سے داخل ہوئے اور اس کی اطلاع حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو نہیں دی گئی تھی کیونکہ وہ بابِ شرقی پر سخت جنگ میں مشغول تھے۔ جس کی وجہ یہ بنی تھی کہ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ جو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے اخیافی (ماں کی طرف سے) بھائی تھے، ایک زہریلا تیر لگنے سے شہید ہو گئے تھے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھ کر بابِ شرقی اور بابِ توما کے درمیان دفن کر دیا تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ان کے شہید ہونے کا حد درجہ صدمہ تھا اور اس لئے آپ بہت شدت کے ساتھ لڑ رہے تھے۔

رومی پادری کا حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس آنا

بیان کرتے ہیں کہ بابِ شرقی کے متصل قلعہ کی فصیل کے ساتھ ایک پادری یوشا بن مرقس سکونت پذیر تھا اس کے پاس حضرت دانیال علیہ السلام وغیرہ کے ملاحم (بڑی بڑی جنگوں کے متعلق پیشین گوئیاں) کے بیان پر مشتمل کتاب تھی، اس نے یہ پڑھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان شہروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے ہاتھوں ان کے لئے فتح فرمائے گا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین تمام ادیان پر غالب ہو گا۔ اس نے اکیس جمادی الثانی سوموار کی رات سن 13ھ کو نقب لگائی اور قلعہ سے باہر نکل گیا۔ اس بات کا علم اس کے بیوی بچوں کو بھی نہ ہوا اور وہ خفیہ طور پر چھپ کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا اور اس نے آپ کو جس طرح آیا تھا، بیان کیا اور اپنے اہل وعیال کے لئے امان طلب کی۔

آپ نے امان دے دی اور اس کے ساتھ ایک سو مردانِ کار تیار کر کے ساتھ کر دیئے۔ جن میں سے اکثریت کا تعلق قبیلۂ حمیر سے تھا اور ان کو ہدایت کر دی کہ جب تم شہر میں داخل ہو جاؤ تو ل کر آوازیں بلند کرنا اور دروازہ کا قصد کرنا اور اس کے تالے توڑ کر اس کی زنجیریں پھینک دینا، حتیٰ کہ ہم بھی اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو اندر داخل ہو جائیں گے۔

چنانچہ قوم نے ایسا ہی کیا آپ نے ان کا امیر کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا تھا[1] ان کے آگے یوشا بن مرقس تھا اور وہ ان کو لے کر اسی طرح داخل ہوا جس طرح نکلا تھا، یعنی نقب کے ذریعے جب یہ لوگ اس کے گھر پہنچ گئے تو زرہیں پہن لیں اور نہایت حزم واحتیاط کے ساتھ مین گیٹ کا قصد کر کے اس کی طرف نکلے اور بلند آواز سے اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ قوم قلعہ پر جنگ لڑ رہی تھی، انھوں نے جب دیکھا تو ان کے تو ہوش اڑ گئے اور وہ سمجھ گئے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب (رضی اللہ عنہم) شہر میں گھس آئے ہیں اور وہ ان کے سر پر کھڑے ہیں۔ یہ سمجھتے ہی ان کے ہاتھوں سے خود بخود ہتھیار گر گئے۔ حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ نے مین گیٹ کا قصد کیا، اس کے تالے توڑ دیئے اور زنجیریں کاٹ دیں۔ دروازہ کھلتے ہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سمیت اندر داخل ہو گئے اور انھوں نے رومیوں کو اپنی تلواروں کے نیچے رکھ لیا۔ رومی ان کے آگے ادھر ادھر بھاگتے تھے مگر بچنے کی کوئی راہ نہیں ملتی تھی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ برابر رومیوں کو قتل کرتے اور ان کے اہل وعیال کو قیدی بناتے جاتے تھے یہاں تک کہ اسی طرح آپ کنیسہ مریم تک پہنچ گئے۔

حضرت خالد اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما کی ملاقات

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کنیسہ مریم کے پاس حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا لشکر اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا لشکر دونوں مل گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جب حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو دیکھا کہ وہ چلے آ رہے، ہیں لاٹ پادری اور راہب ان کے آگے آگے ہیں اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے کسی ایک ساتھی نے بھی تلوار میان میں نہیں کر رکھی اور نہ وہ لڑ رہا تھا تو وہ یہ دیکھ کر مبہوت رہ گئے اور حیران ہو کر تعجب سے ان کی طرف دیکھنے لگے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا تو ان کے چہرے پر ناگواری اور ناراضی کے آثار عیاں تھے۔ آپ نے یہ دیکھ کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا:

"يَا اَبَا سُلَيْمَانَ! قَدْ فَتَحَ اللّٰهُ الْمَدِيْنَةَ صُلْحًا عَلٰى يَدِىْ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ."

"بیشک اللہ تعالیٰ نے دمشق شہر کو صلح کے ذریعے میرے ہاتھ پر فتح کر دیا اور مسلمانوں کو جنگ سے بچا لیا ہے۔"

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

فتح دمشق کے روز حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ذرا آمرانہ اور تحکمانہ انداز اور لہجہ میں مخاطب کیا اور

---

[1] اور ایک نسخہ میں حضرت مسعود بن عون کا نام لیا گیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ مترجم عفی عنہ

کہا: ''اَيُّهَا الْاَمِيْرُ! تَمَّ الصُّلْحُ'' اے امیر! صلح کا معاملہ مکمل طے پا چکا ہے جس پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: کون سی صلح؟ لَا اَصْلَحَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَحْوَالَهُمْ.

دمشق کو تو میں نے تلوار کے ذریعے جنگ سے فتح کیا ہے ان کی حمایت کرنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں ہے، میں ان سے کس طرح صلح کرلوں؟

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ عزوجل سے ڈرو اے امیر! اب تیر چل چکا ہے اور جہاں اس نے پہنچنا تھا، پہنچ چکا ہوں اور تحقیق بخدا میں اس قوم سے صلح کر چکا ہوں اور میں لکھ کر صلح نامہ ان کو دے چکا ہوں، یہ منشور نامہ ان کے ہاتھ میں ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے میرے حکم کے بغیر اور مجھے اطلاع کئے بغیر صلح کیسے کر لی؟ تیرا حاکم میں ہوں۔ تیری رائے کے نافذ ہونے یا نہ ہونے کا اختیار میرے پاس ہے، میں خدا کے ان دشمنوں سے تلوار کو نہیں ہٹا سکتا جب تک ان کے آخری آدمی تک کو فنا کے گھاٹ نہیں اتار لیتا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ عزوجل کی قسم! میرا گمان یہ نہیں تھا کہ جب میں کوئی معاہدہ کرلوں گا تو آپ میری مخالفت کریں گے، واللہ میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آپ میرے کسی کئے ہوئے عہد یا رائے کی اس طرح مخالفت کریں گے۔

دیکھیں یہ معاملہ بہت بڑا معاملہ ہے کیونکہ خدا کی قسم! میں نے اس قوم کے ساتھ صلح کا معاہدہ کیا اور ان کو خدا اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے امان دی ہے اور ان سب کی ذمہ داری اپنے اُوپر لی ہے۔ میرے ساتھ اس امر پر تمام مسلمان جو میرے ہمراہ تھے متفق اور راضی تھے اور ان سے تعرض کرنا اور ان کے کسی بھی آدمی کو نقصان پہنچانا اس عہد کے خلاف ہوگا۔ عذر کرنا اور دھوکا دینا ہماری عادت سے نہیں ہے اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے!

معاہدہ صلح پر اختلاف رائے ہونا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ان دونوں کے درمیان آوازیں بلند ہوئیں اور لوگوں نے ان دونوں حضرات کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھنا شروع کر دیا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس گفتگو کے باوجود اپنے ارادہ سے رجوع نہیں کیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور وہ جیش زحف اور بدوی عربوں کا تھا اور وہ عامۃ الناس کو دھڑا دھڑ قتل کر رہے تھے اور بچوں کو قید کر رہے تھے اور ان کی تلواریں کسی کو نہیں چھوڑ رہی تھیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے زور سے چلا کر آواز دی اور کہا: ہائے میری ماں مجھے روئے! بخدا میرے ذمہ کی تحقیر کی گئی اور میرے عہد کو توڑا جا رہا ہے۔ آپ نے اپنے گھوڑے کو حرکت دی اللہ کبھی بائیں طرف اور کبھی دائیں جا کر لوگوں کو بلند

آواز سے منادی کر کے اشارے کرنے اور سمجھانے لگے کہ ''اے گروہ مسلمین! میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ تمھیں اس راستہ کی طرف کوئی دست درازی ہرگز نہیں کرنی ہے، جدھر سے میں شہر میں داخل ہوا ہوں یہاں تک کہ میں اور خالد رضی اللہ عنہ غور و فکر کر کے کسی امر پر متفق نہیں ہو جاتے۔ تم لوگ قتل عام سے باز آ جاؤ۔'' آپ کے کہنے پر لوگ قتل سے رک گئے۔

مسلمانوں کے دونوں لشکروں کے صاحب رائے اور بہادران لشکر کنیسہ مریم، جس جگہ دونوں لشکر باہم ملاقی ہوئے تھے، صلاح مشورہ کے لئے اکٹھے ہوئے۔ اس اجلاس کے شرکاء میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ، حضرت ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ، حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت مسیب بن نجیہ فزاری رضی اللہ عنہ، حضرت ذوالکلاع الحمیری رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب فکر و نظر لوگ تھے۔ یہ کنیسہ مریم جہاں دونوں لشکروں کی ملاقات ہوئی تھی، میں مشورہ اور مناظرہ (غور و فکر) کے لئے جمع ہوئے۔

مسلمانوں کے ایک گروہ جس میں حضرت معاذ بن جبل، یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے، کی رائے یہ تھی کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے جو طریق اختیار کیا ہے اس پر چلنا زیادہ موزوں اور مناسب ہے اور قوم کے قتل سے ہاتھ روک لینا چاہئے کیونکہ شام کے بہت سے شہر ابھی فتح نہیں ہوئے اور ہرقل جیسا کہ آپ جانتے ہیں ''انطاکیہ'' میں مقیم ہے ایسی صورت میں اگر غیر مفتوحہ شہروں میں یہ افواہ پھیل گئی اور مشہور ہو گیا کہ مسلمانوں نے عہد اور صلح کر کے دمشق میں بدعہدی کی ہے تو پھر صلح سے کوئی شہر فتح کرنا ممکن نہیں رہے گا۔ علاوہ ازیں اگر ان رومیوں کو تم صلح میں لے لو تو یہ تمھارے لئے بہت مفید رہے گا، بہ نسبت اس کے کہ تم ان کو قتل کر دو۔

اس کے بعد ان سب حضرات رضی اللہ عنہم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ آپ نے شہر کا جو حصہ تلوار کے ذریعے فتح کیا ہے اس کو آپ اپنے کنٹرول میں رکھیں اور شہر کی جو جانب حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے صلح کے ذریعے فتح کی ہے اس جانب کے حصہ کو وہ اپنے ماتحت رکھیں اور آپ دونوں حضرات یہ تمام صورت حال دربار خلافت لکھ بھیجیں۔ خلیفۃ المسلمین جو فیصلہ فرمائیں اور جو حکم ان کی طرف سے آئے، اس پر دونوں حضرات عملدرآمد کریں اور کرائیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے تمھاری رائے پسند ہے اور تمھارا مشورہ میں قبول کرتا ہوں اور تمام اہل دمشق کو سوائے توما اور ہربیس ان دو ملعونوں کے اور ان دونوں کے لشکروں کے، جو ان کی پناہ میں جمع ہو گئے ہیں، ان کو نہیں چھوڑوں گا، ان کے علاوہ تمام اہل دمشق کے لئے امن

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: شاہ روم، ہرقل نے جب اپنے داماد توما کو دمشق کی ریاست کا والی مقرر کیا اور یہ ریاست اس کے سپرد کی تھی تو توما نے اپنی ریاست کے آدھے حصہ پر اپنی طرف سے ہربیس کو والی مقرر کر دیا تھا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ دونوں آدمی (توما اور ہربیس) تو سب سے پہلے میری صلح میں داخل ہو گئے ہیں، آپ مجھے یہ بتاؤ اگر آپ یہی معاملہ کرتے تو کیا میرے لئے یہ جائز ہوتا کہ میں آپ کے ذمہ کی تحقیر کرتا؟ اگر جواب نہیں میں ہے تو پھر آپ بھی میری ذمہ داری کی تحقیر مت کریں اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، آپ مجھے بتائیں کہ توما اور ہربیس سے جب میں نے صلح کی اور امان دی تو آیا یہ دونوں شہر میں تھے یا شہر سے خارج؟ اگر تو یہ شہر میں داخل تھے تو پھر یقیناً یہ دونوں بھی میری ذمہ داری میں آتے ہیں اور اگر خارج تھے تو پھر ان پر میری ذمہ داری نہیں (مگر یہ تو آپ کو معلوم ہے شہر میں تھے تو ان کو بھی امان حاصل ہے)۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر آپ کی ذمہ داری نہ ہوتی تو میں ان دونوں کو قتل کرتا، لیکن اب یہ دونوں اس شہر سے جہاں چاہیں نکل کر چلے جائیں۔ میں ان کو یہاں نہ دیکھوں، خدا ان دونوں پر لعنت کرے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے ان کے ساتھ صلح بھی اسی شرط پر کی ہے کہ یہ دونوں اپنے ساتھیوں کو لے کر شہر بدر ہو جائیں گے۔

رومیوں کا جلاوطنی اختیار کرنے کی تجویز دینا

حضرت خالد رضی اللہ عنہ جس وقت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جھگڑ رہے تھے تو توما اور ہربیس دونوں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ رہے تھے اور ان کو اپنی ہلاکت کا خوف تھا۔ توما اپنے ترجمان کو ساتھ لے کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف آیا، وہ جو کہتا تھا اس کا ترجمان اس کا ترجمہ کرتا جاتا تھا۔ ترجمان نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا، توما کہتا ہے کہ آپ ہمیں آگاہ کریں کہ آپ کے اور آپ کے صاحب کے درمیان جو بحث ہوئی وہ کیا تھی؟ اگر آپ کا صاحب (خالد بن ولید رضی اللہ عنہ) ہمارے ساتھ دھوکا اور عہد شکنی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو ہم اور دوسرے شہری برابر ہیں، ہم تمہارے عہد و پیمان میں داخل ہیں۔

ترجمان نے بتایا کہ توما کا کہنا ہے کہ ہم اپنے مقتولین کے خون کا آپ سے مطالبہ نہیں کرتے اور میں آپ سے صرف یہ درخواست کروں گا کہ مجھے چھوڑ دیں تاکہ میں اپنے ساتھیوں کو لے کر اس شہر سے نکل جاؤں اور میں جس راستے کو اختیار کرنا چاہوں، کرسکوں۔ بس آپ ہمیں شہر سے جانے کی اجازت دے دیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی مشروط رضامندی

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو اب ہماری ذمہ داری میں ہے تو جو راستہ چاہے پکڑ لے اور جب تو دارالحرب میں پہنچ جائے یعنی ایسی سرزمین میں جس میں تمھاری عملداری اور شاہی ہو تو پھر تو ہماری ذمہ داری سے خارج تصور ہوگا، پھر تمھارے لئے کوئی امان نہیں ہوگی۔

توما اور ہربیس نے کہا کہ آپ ہمیں تین دن کی امان دے دیں، تین دن کے بعد بیشک آپ ذمہ نہ لیں اور تین روز کے بعد اگر تمھارا کوئی آدمی ہم تک پہنچ جائے اور وہ ہمارے کسی آدمی کو پکڑ لے تو وہ چاہے اس کو غلام بنا کر قید میں رکھے چاہے قتل کردے! تین دن کے بعد تمھارے پاس ہمارا کوئی ذمہ ہے اور نہ تمھاری گردن ہمارے لئے کوئی عہد و پیمان۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمھاری یہ شرط منظور کرتا ہوں مگر اس صورت میں کہ اس شہر سے تم زادِراہ کے سوا جس میں اشیاء خورد و نوش آتی ہیں اور کوئی چیز اپنے ساتھ اٹھا کر نہیں لے جاؤ گے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: سبحان اللہ! یہ کلام تو عہد و میثاق کو توڑنے کا داعی ہے، ہمارے اور ان کے درمیان یہ قرار پایا ہے کہ ان کو اپنے مال و اسباب کے ساتھ شہر بدر ہونے کی اجازت ہوگی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: چلیں میں ان کو اس کی بھی اجازت دیتا ہوں، مگر یہ اپنے ساتھ اسلحہ نہیں لے جاسکتے۔

ہربیس نے کہا: ہمیں ہتھیار ساتھ رکھنے تو ضروری ہیں تاکہ ہم راستہ کی آفات و خطرات سے محفوظ طریقے سے اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکیں ورنہ اس طرح تو راستہ میں ہمیں خطرہ رہے گا اور ہم اپنے مأمن محفوظ اور پُرامن مقام تک نہیں پہنچ سکیں گے! آئندہ ہم آپ کے قبضہ میں ہیں، آپ جو چاہیں ہمارے ساتھ کریں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہر ایک شخص کو اپنے ساتھ ایک ایک ہتھیار رکھنے کی اجازت دے دینی چاہئے۔ مثلاً ایک شخص کے پاس تلوار ہے تو وہ اپنے پاس نیزہ نہیں رکھ سکتا اور اگر اس کے پاس تیر و کمان ہے تو اس کے پاس چاقو اور خنجر نہ ہو۔

توما نے کہا: ہمیں یہ منظور ہے، ہمیں بس ایک ہی ہتھیار کی حاجت ہے۔ اس کے بعد "توما" حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو مخاطب ہو کر کہنے لگا: مجھے اس شخص سے خوف ہے (حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے) اس لئے ہمیں ایک عہد نامہ جس میں یہ تمام باتیں جو قرارداد میں پاس ہوئی ہیں، تحریر ہوں، لکھ دیجئے اور اس پر گواہوں کی شہادت بھی ہو جائے تاکہ مجھے اطمینان رہے!

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیری ماں تجھے روئے خاموش رہ، ہم اہل عرب ہیں ہم نہ جھوٹ بولتے ہیں اور نہ مکر کرتے ہیں اور یہ امیر، ابوسلیمان ہیں، جن کی بات، بات ہوتی ہے اور جن کا عہد، عہد ہوتا ہے (یہ عہد شکن ہیں نہ بات

کے کچے جوزبان سے کہہ دیا وہ پتھر پر لکیر) تم مطمئن رہو۔ حضرت خالد ﷛ حق کے سوا کچھ نہیں کہتے اور وہ صرف صدق سے مانوس ہے۔

رومیوں کا روانہ ہونا

راوی کہتا ہے توما اور ہربیس یہاں سے چلے گئے۔ دونوں اپنی قوم کو جمع کر کے ان کو جانے کا حکم دینے لگے اور انھوں نے مال واسباب باندھنا شروع کر دیا۔ کہتے ہیں کہ دمشق میں بادشاہ ہرقل کا ایک بہت بڑا خزانہ تھا جس میں تین سو سے زائد اونٹوں کا لوڈ اور لدتو فقط ریشمی کپڑے، جن پر سونے کے تلّہ کا کام ہوا تھا، وہی تھے۔ توما اور ہربیس نے یہ ذخیرہ اپنے ساتھ لے جانے کا ارادہ کیا۔ توما نے حکم دیا کہ شہر سے باہر اس کے لئے ایک ریشم کا خیمہ نصب کر دیا جائے اور پھر رومی لوگوں کو انھوں نے وہاں سامان لا کر جمع کرنے کا حکم دیا۔ وہ اپنے سامان اور تمام بوری بستر اٹھا کر وہاں جمع کرنے لگے حتیٰ کہ انھوں نے وہاں سامان کے ڈھیر لگا دیئے۔ حضرت خالد ﷛ نے انکی اتنی بڑی نفری اور اس قدر کثیر اموال کو دیکھا تو فرمانے لگے: کتنی بڑی قوم ہے اور کس قدر مال کی کثرت ہے! پھر آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی اور کہا اللہ بزرگ و برتر نے سچ فرمایا ہے:

﴿ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَّاحِدَةً ﴾

''اور اگر تمھارا رب چاہتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی امت کر دیتا۔''[1]

پھر آپ نے رومیوں کی طرف دیکھا جو عجلت کی وجہ سے بھاگنے والے گدھوں کی طرح اس طرح بھاگم بھاگ آتے جاتے تھے کہ ایک دوسرے کی طرف مڑ کر دیکھتے ہی نہیں تھے۔ حضرت خالد ﷛ نے جب ان کی طرف دیکھا تو آسمان کی جانب ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی:

''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لَّنَا وَمَلِّکْنَا اِیَّاہُ وَاجْعَلْ ھٰذِہِ الْاَمْتِعَۃَ قَسِیْمًا لِّلْمُسْلِمِیْنَ اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ .''

''یا اللہ یہ ہمارے لئے کر دے اور ہمیں اس کا مالک بنا دے اور یہ سامان مسلمانوں کے لئے غنیمت بنا دے بیشک تو دعا کو سنتا ہے۔''

اس کے بعد آپ اپنے ساتھیوں کے پاس آئے اور فرمایا: اس وقت میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے، کیا تم میری بات مانو گے؟

---

[1] پارہ 12، ھود 118، ترجمہ کنزالایمان۔

لوگوں نے کہا آپ حکم فرمائیں ہم بخوشی آپ کا حکم ماننے کے لئے تیار ہیں۔ آپ نے فرمایا تم اپنے گھوڑوں کی جس قدر خدمت کر سکتے ہو خوب اچھے طریقے سے کرلو اوران کو ہر طریقے سے تیار رکھو۔ اسلحہ تیار کرلو اور اپنی تلواریں تیز اور کمانیں نیزے ٹھیک کرلو۔ تین دن کے بعد ہم نے ان رومیوں کے تعاقب میں چلنا ہے، مجھے اپنے مولیٰ ﷻ سے اُمید ہے کہ وہ ان تمام اموال کو جو میں اس وقت دیکھ رہا ہوں، ہمارے لئے غنیمت بنادے گا۔ میرا دل کہتا ہے کہ اس قوم نے کوئی عمدہ اور فاخرہ چیز اور کوئی اچھا کپڑا چھوڑا نہیں، سب اپنے ساتھ لے لیے ہیں۔

مسلمانوں نے کہا: آپ کے لئے جو ظاہر ہوا ہے آپ اس رائے پر عمل کریں، ہم کسی امر میں آپ کی مخالفت نہیں کریں گے۔ اس کے بعد اپنے کاموں کی اصلاح و درستگی اور گھوڑوں کی دیکھ بھال میں لگ گئے اور ان کے چارے دانے پر خوب توجہ دی۔ توما اور ہربیس نے دیہات میں جا کر مال جمع کیا اور اس کے بعد جو کچھ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو دینا طے پایا تھا، ان کے پاس لائے۔ آپ دیکھ کر خوش ہوئے اور فرمایا چونکہ تم نے وعدہ وفا کیا ہے اس لئے تم ان تین دنوں کے اندر اندر جہاں تمھارا دل چاہے چلے جاؤ! تمھارے ساتھ ہم میں سے کوئی مزاحمت نہیں کرے گا لیکن اگر ان تین دنوں کے بعد کوئی مسلمان تمھیں پکڑ لے تو اس کی ذمہ داری ہم پر نہیں ہوگی اور نہ وہ پکڑنے والے قابل ملامت ہونگے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا تعاقب کرنے کا ارادہ کرنا

حضرت زید بن ظریف کعبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رومیوں نے جس وقت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو مال دینے کے بعد کوچ کیا اور ان کے قافلے چلے تو ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ حدِ نگاہ تک زمین انسانی سروں سے سیاہ نظر آتی تھی۔ گویا ایک تاریک اور ظلمت چھائی ہوئی ہے اور اس سوادِ اعظم کی وجہ یہ ہوئی کہ رومی قوم کے ساتھ اہل دمشق کی کثیر عوام اپنے اہل خانہ اور بچوں سمیت نکل پڑی تھی اور انھوں نے مسلمانوں کے قرب و جوار اور ہمسائیگی میں رہنا پسند نہ کیا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کا پیچھا کرنے سے اس لئے لیٹ ہوئے کہ اہل دمشق اور مسلمانوں کے درمیان اس بارے میں اختلاف واقع ہوگیا کہ شہر میں جو کثیر مقدار میں گندم اور جَو کا غلہ موجود ہے، یہ کس کی ملکیت ہے؟ مسلمانوں کا دعویٰ تھا کہ یہ ہماری ملکیت ہے اور اہل دمشق کا دعویٰ تھا کہ یہ اناج ہمارا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ یہ اہل دمشق ہی کی ملکیت ہے کیونکہ یہ صلح میں داخل ہے۔ قریب تھا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے درمیان کوئی فتنہ پھیل کر بدمزگی پیدا کرتا، اصحاب رائے نے باہمی مشاورت سے اس بات پر اتفاق کیا کہ یہ بات بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تحریر کرکے بھیج دو، وہاں سے جو فیصلہ اور حکم آئے گا سب کے لئے قابل قبول

ہوگا اور کسی کو یہ خبر ہی نہ تھی کہ فتح دمشق کے روز ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو وصال فرما چکے ہیں۔

حضرت عطیہ بن عامر سکسکی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جس دن توما اور ہربیس دمشق سے چلے ہیں اور بادشاہ ہرقل کی بیٹی ان دونوں کے ساتھ تھی، میں اس وقت دمشق کے دروازہ جابیہ پر کھڑا تھا تو میں نے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ رومیوں کو آنکھ کے کونے سے گھور کر دیکھ رہے تھے اور ان کے اپنے تمام تر مال و اسباب کے ساتھ بچ کر چلے جانے پر حسرت کے ساتھ دانت پیس پیس کر رہ جاتے تھے کہ ہم نے بہت کچھ کھو دیا ہے۔ میں نے یہ منظر دیکھ کر ان سے کہا:

اے ابن ازور رضی اللہ عنہ! کیا بات ہے کہ میں آپ کو ایک حسرت زدہ شخص کی طرح دیکھ رہا ہوں؟ جو کچھ اللہ عزوجل کے پاس ہے، وہ بہت زیادہ ہے۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم! غنیمت مجھے مطلوب نہیں ہے، مجھے افسوس فقط اس بات پر ہے کہ یہ دشمنان خدا ہمارے ہاتھوں سے زندہ بچ کر نکل گئے ہیں۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے ساتھ یہ کچھ اچھا معاملہ نہیں کیا۔

میں نے کہا: اے ابن ازور رضی اللہ عنہ! امین الأمة نے بہتر چیز کا ہی ارادہ کیا ہے۔ انھوں نے لوگوں کو خون ریزی سے محفوظ کر دیا ہے اور ان کو جنگ کی مشقت سے آرام میں رکھا اور ایک شخص کی حرمت (عزت) اللہ عزوجل کے نزدیک ان تمام چیزوں سے افضل اور بڑھ کر ہے، جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل نے مسلمانوں کے دلوں میں رحم دلی اور نرمی کو بٹھا دیا ہے اور کافروں کے دلوں سے رحمت اور خدا ترسی کو دور فرما دیا ہے۔ اللہ عزوجل اپنی نازل کردہ بعض کتب میں ارشاد فرماتا ہے:

''اَنَا الرَّبُّ الرَّحِيْمُ لَا اَرْحَمُ مَنْ لَّا يَرْحَمُ.''

''میں بہت رحم کرنے والا رب ہوں، جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر میں رحم نہیں کروں گا۔''

اور نیز اللہ عزوجل فرماتا ہے:

''وَالصُّلْحُ خَيْرٌ.''

''اور صلح بہت اچھی ہے۔''

یہ سن کر حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''لَعُمْرِيْ اِنَّكَ صَادِقٌ وَّلٰكِنِ اشْهَدْ عَلٰى اَنِّيْ لَا اَرْحَمُ مَنْ جَعَلَ لِلّٰهِ زَوْجَةً وَّوَلَدًا.''

''مجھے اپنی زندگی کی قسم بیشک تم سچے ہو اور لیکن تم گواہ رہنا میں کسی ایسے شخص پر کبھی رحم نہیں کروں گا جو اللہ

سبحانہ وتعالیٰ کے لئے زوجہ اور اولاد کا عقیدہ رکھتا ہو (میں کسی مشرک پر ہرگز رحم کرنے کا قائل نہیں ہوں)۔"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا تعاقب کرنے کا ارادہ ترک کرنا

حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے جب دیر ہوگئی تو رومیوں کا تعاقب کرنے کا ارادہ ترک کر دیا مگر اہل دمشق میں سے ایک شخص نے، جو آپ کے پاس قیدی تھا اور وہ روم کے شہسواروں میں شمار ہوتا تھا، آپ کو ان کا ضرور پیچھا کرنے پر اُبھارا۔
علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں جیش دمشق میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور آپ نے مجھے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس دستہ میں متعین کیا تھا، جو باب شرقی سے باب سلامت، باب فرادیس، باب جابیہ، باب کیسان اور باب صغیر تک گشت پر مامور اور تعینات تھا اور یہ شام کے فتح ہونے سے پہلے کی بات کرتا ہوں۔
ایک رات ہم حسب معمول گشت پر تھے، چاندنی رات تھی جس وقت ہم باب کیسان کے قریب پہنچے تو اچانک ہم نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی، ہم وہیں رک گئے دروازہ کھلا اور اندر سے ایک سوار باہر نکلا۔ ہم نے اس کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا اور آگے بڑھ کر تعرض نہ کیا حتیٰ کہ جب وہ ہمارے قریب ہوا تو ہم نے اسے پکڑ کر اپنے قبضہ میں کر لیا اور اس سے کہہ دیا کہ "اگر تو نے شور کیا تو گردن اڑا دی جائے گی!" وہ خاموش رہا۔ اتنے میں دو افراد اور دروازے سے باہر نکلے اور احتیاطاً دروازہ کے پاس کھڑے ہوگئے اور اس شخص کا نام لے کر اس کو آوازیں دینی شروع کر دیں جس کو ہم نے گرفتار کر لیا تھا۔ ہم نے اس سے کہا کہ تو ان کو جواب دے دے تاکہ وہ بھی تیرے پاس آ جائیں مگر اس نے رومی زبان میں ان سے کہا "پرندہ جال میں ہے" وہ سمجھ گئے کہ ان کا ساتھی گرفتار ہوگیا ہے پس وہ تیزی سے واپس لوٹ گئے اور انھوں نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ارادہ کیا کہ اس کو قتل کر دیں مگر ہمارے بعض ساتھیوں کی رائے یہ ہوئی کہ اس کو قتل مت کرو اسے ہم امیر کے پاس لے جاتے ہیں، وہ ان کے متعلق جو فیصلہ فرمائیں گے وہ بہتر ہے۔ چنانچہ ہم اس کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تو کون ہے؟
اس نے کہا: میں رومی نژاد ہوں اور ان کے سرداروں میں سے ایک سردار ہوں۔ میں نے انہی دنوں تمہارے یہاں ہمارے ہاں نازل ہونے سے پہلے اپنی قوم کی ایک لڑکی سے شادی کی تھی اور میں اس لڑکی سے بہت زیادہ محبت کرتا ہوں۔ جب تمہارا محاصرہ بہت طویل ہوا تو میں نے اس لڑکی کے گھر والوں سے درخواست کی کہ وہ اسے رخصت کر دیں مگر انھوں نے انکار کر دیا اور کہا ہمیں رخصتی کا کہاں ہوش ہے! ہم تو بہت اہم کام میں مشغول ہیں اور مجھے اس سے ملاقات کرنے کا حد سے زیادہ شوق تھا، اس لئے ہمارے شہر میں جو کلب ہیں، جہاں ہم کھیلتے ہیں اور رنگ رلیاں مناتے

اور داد عیش دیتے ہیں، میں نے اس سے ملاقات کے لئے وہاں آنے کا وعدہ لے لیا کہ ہم ان Clubs اور سیر گاہوں کی طرف جائیں گے۔

ہماری گفتگو ہوئی تو اس نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں اسے شہر کے دروازے سے باہر لے جاؤں، چنانچہ میں تم لوگوں کی طرف تمھاری خبر معلوم کرنے کو نکلا ہی تھا کہ تمھارے سپاہیوں نے مجھے گرفتار کر لیا اور میرا ساتھی اور وہ لڑکی جس سے میری شادی ہوئی، دونوں نکلے تو میں نے اپنے دونوں دوستوں کو آواز دے کر کہا کہ "چڑیا دام میں پھنس گئی ہے" میں نے ایسا اس لئے کیا تا کہ وہ بچ جائیں کیونکہ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں میری بیوی کو تمھارے آدمی پکڑ کر قیدی نہ بنالیں اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور ہوتا تو میرے لئے مسئلہ آسان تھا، مجھے اس کے پکڑے جانے کی کوئی پرواہ نہ ہوتی مگر یہاں میری بیوی کا مسئلہ تھا جس کو میں بہت چاہتا ہوں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس نوجوان سے فرمایا کہ اسلام کے متعلق تو کیا کہتا ہے؟ اگر تو اسلام قبول کر لے تو جب میں شہر میں داخل ہوں گا، اس لڑکی کے ساتھ تیرا نکاح کر دوں گا اور اگر تو نے انکار کیا تو تیرا علاج تلوار ہے۔

اس نے اسلام کو اختیار کر لیا اور کہا:

"اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ؐ."

"میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور بتحقیق حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ عزوجل کے بندے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔"

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بعد ازاں یہ شخص اسلام کا سچا مجاہد ثابت ہوا اور ہمارے ساتھ مشرکوں سے سخت قتال کرتا رہا اور جب صلح کے بعد ہم شہر میں داخل ہوئے تو وہ اپنی زوجہ کو تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ اس سے کہا گیا کہ اس نے راہبوں کا لباس پہن لیا ہے اور وہ تجھ پر اپنے غم کی وجہ سے راہبہ بن گئی ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ وہ کنیسہ کی طرف آیا اور جب اس کی طرف نظر کی تو اس نے اس کو نہیں پہچانا، یہ اس سے کہنے لگا آپ کو رہبانیت پر کس چیز نے اُبھارا ہے تو اس نے جواب دیا کہ مجھے اپنے شوہر سے بے حد محبت تھی حتیٰ کہ عربوں نے جب اس کو گرفتار کر لیا تو میں نے اس غم اور صدمہ میں رہبانیت کو اختیار کر لیا۔ اس نے کہا کہ میں تیرا شوہر ہوں اور میں اہل عرب کے دین میں داخل ہو گیا ہوں اور تو میری ذمہ داری اور پناہ میں آجا، جب اس نے اپنے شوہر کا قول سنا تو بولی نہیں حق مسیح کی قسم! نہیں یہ کبھی نہیں ہو سکتا اور تیرے لئے اس صورت میں مجھے پالینے کی کوئی سبیل نہیں ہو سکتی۔

یہ کہہ کر وہ توما اور ہربیس کے کارواں کے ساتھ شہر سے نکل گئی اور اس شخص نے جب دیکھا کہ اس کی بیوی نہیں مانتی اور وہ اس سے ملنے سے انکار کرتی ہے تو اس نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر تمام تفصیل بتائی اور آپ کے پاس

شکایت کی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بلاشبہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے شہر کو صلح سے فتح کیا ہے اور تیرے لئے اس لڑکی پر کوئی اختیار نہیں ہے!

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا تعاقب کرنے کے لیے آمادہ ہونا

راوی کہتے ہیں کہ جب اس شخص کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ (رومیوں کے) تعاقب میں چلنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو اس نے کہا: میں آپ کے ساتھ چلوں گا شاید کہ میں اپنی بیوی کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں!

قوم کے کوچ کرنے کے بعد بعض وجوہات کی بناء پر چونکہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو چوتھے روز بھی دمشق میں ٹھہرنا پڑا اور آپ ان کے پیچھے نہ جا سکے تو اب آپ نے جانے کا ارادہ منسوخ کر دیا۔ اب وہ رومی النسل دمشقی آپ کے پاس آ کر کہنے لگا: اے امیر! آپ کا عزم اور ارادہ ان دو ملعونوں کی طلب میں جانے اور ان کے ساتھ جو کچھ تھا اس کو حاصل کرنے کا نہیں تھا؟

آپ نے فرمایا: کیوں نہیں؟ ضرور تھا۔

اس نے عرض کیا: تو پھر اب آپ کو کس بات نے ارادہ ترک کر کے بٹھا دیا؟ آخر آپ نے پروگرام منسوخ کیوں کر دیا ہے؟

آپ نے فرمایا: اب چونکہ چار دن اور چار راتیں ان کو یہاں سے چلے ہوئے ہو گئی ہیں اور وہ بہت دور نکل گئے ہونگے اور آپ جانتے ہیں کہ جب آدمی کے سر پر خوف بھی سوار ہو تو وہ کتنی تیزی سے سفر طے کرتا ہے تاکہ پکڑا نہ جائے، ان کی حالت بھی کچھ ایسی ہے۔ لہٰذا اب وہ بہت دور جا چکے ہونگے اور ہمارا ان کو جا ملنا بہت مشکل ہے۔

وہ رومی نژاد دمشقی جس کا نام یونس تھا، کہنے لگا اے امیر! اگر تو آپ کے ان کا تعاقب نہ کرنے کی یہ وجہ ہے کہ دیر ہو جانے کی وجہ سے وہ اس وقت تک بہت دور جا چکے ہوں گے اور ہم ان تک پہنچ نہیں سکیں گے تو میں چونکہ ان شہروں کے راستوں سے واقف ہوں اس لئے میں آپ کو ایسے مختصر راستہ سے لے چلوں گا جس سے ہم ان کو راستہ میں ہی جا ملیں گے۔ آپ ارادہ ترک نہ فرمائیں، انشاء اللہ عزوجل اب بھی ہم ان کو پکڑ لیں گے اور میں یہ کام اس لئے بھی کرنا چاہتا ہوں کہ میں اپنی بیوی کو اپنی مِلک میں کر سکوں!

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس کی بات کی طرف متوجہ ہوئے اور دریافت فرمایا: اے یونس! کیا تو راستہ سے واقف ہے اور تو ہماری رہنمائی کر سکے گا؟ اس نے عرض کیا جی ہاں! لیکن آپ سب حضرات قبیلہ لخم اور جذام جو عرب نژاد نصرانی تھے، ان کی طرح کا لباس پہن لیں اور زادِ سفر ساتھ لے کر چل پڑیں۔ چنانچہ قوم نے ایسا ہی کیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لشکر زحف جو چار ہزار کی نفری پر مشتمل تھا، اپنے ساتھ لیا اور انہیں چلنے کا امر کیا اور فرمایا کہ تیز ترین

چال کے گھوڑوں پر سوار ہو جایئے اور زادِ راہ کا بار کم رکھیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور آپ لشکر کو لے کر روانہ ہو گئے اور شہر دمشق کے متعلق حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو تاکید کر دی کہ آپ شہر کے معاملات سنبھالیں۔

حضرت زید بن ظریف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم یونس بھائی کی رہنمائی میں رومیوں کا تعاقب کر رہے تھے وہ ہمارے آگے آگے تھے۔ وہ ان کے نشانات پر چل رہا تھا اور ہم اس کے ساتھ گھوڑوں کے نشانات اور خچروں کے کُھروں کے آثار دیکھ کر چل رہے تھے۔ اس قوم کا طریقہ یہ تھا کہ جب بھی کوئی اونٹ اور خچر گرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور اگر دوسرا کوئی مویشی اور چار پایا چلنے سے رکتا تھا تو اس کو ذبح کر کے پھینک دیتے اور ہم مسلسل اسی طرح رات دن چلتے رہے۔ صرف نماز کے وقت اترتے اور نماز ادا کر کے پھر چل دیتے تھے حتیٰ کہ رومی قوم کے نشانات نظر آنے ختم ہو گئے اور یہ بات ہمیں عجیب اور حیران کن لگی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے یونس رحمہ اللہ! ان لوگوں کے متعلق اب تیری کیا رائے ہے، کیا کرنا چاہئے؟

یونس رحمہ اللہ نے عرض کیا: اے امیر! سفر جاری رکھو اور اللہ عزوجل سے مدد طلب کرو، بس ہوا یہ ہے کہ رومیوں نے آپ کے ڈر کی وجہ سے سیدھا راستہ چھوڑ کر پہاڑوں، گھاٹیوں اور جنگلات کے اندر سے چھپ کر چلنا اختیار کر لیا ہے اور ہم انشاء اللہ عزوجل ان سے ملنے ہی والے ہیں۔

راستے میں مشکلات

حضرت ضحاک بن حسان طائی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یونس رحمہ اللہ ہمیں ایسے راستہ پر لے چڑھا جہاں بکثرت پتھر تھے اور ہم بڑی دشواری اور مشکل کے ساتھ چل رہے تھے۔ پتھروں کے درمیان چلتے چلتے ہمارے گھوڑوں کے سموں سے خون نکلنے لگا اور ان کے نعل کھروں سے ظاہر ہونے لگ گئے۔ ہمارے پیروں میں موزے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر رہ گئے تھے، صرف موزوں کا وہ حصہ باقی رہ گیا جو ہماری پنڈلیوں کے ساتھ تھا۔

حضرت عباد بن سعید حضرمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اس دن حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور ہمیں ایک راہنما چلا رہا تھا۔ بخدا! میرے پاس چمڑے کے دو موزے تھے اور ان کے تلووں میں مَیں نے یمنی نعل لگوا رکھے تھے اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ یہ نہایت مضبوط اور عمدہ قسم کے موزے ہوتے ہیں۔ میں اپنے ذہن میں یہ سوچتا تھا کہ یہ موزے کئی سال میرے پاس چلیں گے مگر اللہ عزوجل کی قسم! اس رات ان موزوں کی فقط ساق والا حصہ میری پنڈلی میں باقی رہ گیا تھا اور باقی سب کے چیتھڑے اڑ گئے تھے۔ میں پہاڑی علاقہ کی اس سنگلاخ اور دشوار گزار راہوں سے سخت گھبرایا ہوا تھا کیونکہ میرے پاؤں ان نوکیلے پتھروں پر چل چل کر زخمی ہو گئے تھے۔ مگر میں نے دیکھا کہ راستہ کی شدت سے فقط میں ہی نالہ کرنے والا نہیں ہوں، بلکہ میرے تمام اہل عرب ساتھی ایک دوسرے سے یہی ذکر کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ کاش! ہمارا یہ

راستے کا رہنما ہمیں کسی ایسے راستہ سے لے کر چلتا جو کشادہ اور آسان راستہ ہوتا۔ اس رات ہم نے یہ کوہ پیمائی اور کٹھن راہ بڑی مشکل سے طے کی، یہاں تک کہ ہم اس سخت راستہ سے نکل کر ہموار راستہ پر آ پڑے۔

ہمارے رہبر یونس رحمہ اللہ کا گمان تھا کہ اب عنقریب ہم اس قوم روم سے ملنے ہی والے ہیں، جب ہم اس دشوار گزار راستہ سے نکلے تو واقعی ہی ان لوگوں کے نشانات نظر آنے لگے اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہمارے آگے آگے گزر گئے ہیں، گویا کہ وہ بھاگم بھاگ کی کیفیت سے دوچار ہیں اور بہت تیزی کے ساتھ سفر طے کر کے نکل گئے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے صورت حال کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ لوگ اپنے آپ کو بچا نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

یونس رہبر نے کہا: حضرت، مجھے اللہ عزوجل سے قوی اُمید ہے کہ وہ ان لوگوں کو ہمارے ہاتھوں گرفتار کرا دے گا، انشاء اللہ عزوجل اب ہم ان سے لاحق ہونے ہی کو ہیں پس ہمیں تیز چلنا چاہئے۔

فرماتے ہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ تیز ہو گئے اور آپ نے فرمایا: اے لوگو! تیز چلو اللہ عزوجل تم پر رحم فرمائے۔

مسلمانوں نے عرض کیا: اے ہمارے امیر! سفر کی شدت اور راستے کی صعوبت و دشواری نے ہمیں تھکا دیا ہے، اب کچھ دیر ہمیں آرام کرنے دیں حتیٰ کہ ہمارے گھوڑے بھی کچھ آرام کر لیں اور ہم ان کو دانہ پانی کھلا پلا لیں! تازہ دم ہو کر پھر چلیں گے۔

حضرت خالد نے فرمایا: ''سِيْرُوْا عَلَى اسْمِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْرُ'' اللہ کے نام پر چلتے جاؤ بیشک اللہ عزوجل ہی چلانے والا ہے۔ اور تم اپنے دشمنوں کو ڈھونڈ کر رہو۔

راوی کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے سفر جاری رکھا اور رہبر ان کے آگے آگے تھا اور ہم برابر چل رہے تھے، رہبر ہمیں ترجمانی کر کے بتا رہا تھا کہ ہم روم کے شہروں میں سے جس شہر اور بستی سے بھی گزرتے ہیں وہ ہمیں قبیلۂ غسان، قبیلۂ لخم اور قبیلۂ جذام کے عرب نصاریٰ سمجھتے ہیں اور ہمارے لباس کو دیکھ کر خیال کرتے ہیں کہ یہ عرب نژاد عیسائی ہیں۔ یہاں تک کہ رہبر یونس رحمہ اللہ نے ہمیں جبلہ اور لاذقیہ کو طے کرا کے ساحل سمندر پر لا ڈالا اور اب وہ قوم کے نشانات قدم تلاش کرنے لگا۔ کیونکہ رومی لشکر شاہ روم ہرقل کے خوف سے انطاکیہ کا راستہ ترک کر کے بائی پاس سے آگے گزر گئے تھے۔ یونس رہبر اب تصویر حیرت بن کر کھڑا تھا، اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ پھر وہ قریبی گاؤں کی طرف گیا اور وہاں جا کر بعض دہکانوں سے دریافت کیا تو انھوں نے اس کو بتلایا کہ بادشاہ ہرقل کو جب خبر پہنچی تھی کہ جنرل توما اور ہربیس شہر دمشق مسلمانوں کے سپرد کر کے سفر سے نکل گئے ہیں تو وہ نہایت غضب ناک ہوا اور ہرقل چونکہ ارادہ رکھتا ہے کہ ایک لشکر جمع کر کے یرموک کی طرف روانہ کرے اور ساتھ ہی اس کو یہ بھی فکر ہوئی کہ کہیں توما اور ہربیس، اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت اور جوانمردی کے متعلق عیسائی افواج کے سامنے ان کے کارناموں کو بیان نہ کر ڈالیں اور وہ

مسلمانوں کی بہادری کے کارناموں کو سن کر بزدل نہ بن جائیں، اس لئے اس نے احتیاطاً انھیں کہلا بھیجا کہ تم ادھر قدم نہیں رکھنا بلکہ اپنے قافلے قسطنطنیہ کی طرف لے جاؤ۔ اس لئے اب وہ اتطا کیہ کی طرف جانے کی بجائے لکام کے راستہ سے ہوتے ہوئے قسطنطنیہ جائیں گے۔ یونس رضی اللہ عنہ یہ سن کر فکر مند سا ہوا اور مسلمانوں کی تکلیف کا اب اسے بہت احساس ہوا اور آنے والی مصیبت کا سوچ کر وہ چکرا کر رہ گیا۔

رومی لشکر کا راستہ بدل کر نکل جانا

رجب کی پہلی تاریخ، منگل کا دن تھا جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو فجر کی نماز پڑھائی۔ آپ گھوڑے پر سوار ہونے کا ارادہ کر رہے تھے کہ یونس کو دیکھا کہ اس پر شکستگی اور انکسار کے اثرات ہیں۔

آپ نے پوچھا: اے یونس رضی اللہ عنہ! اس پریشانی کا پس منظر؟ یونس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ایہا الامیر! اللہ ﷻ کی قسم میری وجہ سے آپ کو بہت دھوکا ہوا۔ میں آپ کو دشمن کی تلاش میں اُمید دلاتا دلاتا یہاں تک لے آیا اور افسوس کہ ہمارا مطلوب ہمارے ہاتھ نہ آیا اور ہم جس مقصد کے لئے اتنا مشکل سفر کر کے یہاں تک آئے تھے، وہ مقصد حل نہ ہوا اور دشمنانِ خدا اپنے تمام اموال اور ریشم کے کپڑوں کے سمیت سب کچھ بچا نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

آپ نے پوچھا: تمھیں کیسے معلوم ہوا؟

یونس نے عرض کیا اے امیر! میں رومیوں کے نشانات پر چلتے ہوئے اس جگہ تک اس اُمید سے چلا آیا تھا کہ سوریہ میں ہم ان سے مل جائیں گے اور جب میں نے دیکھا کہ وہ اس جگہ سے بلندی کی طرف چڑھ گئے ہیں تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ قوم اپنے آپ کو اور اپنا تمام سامان اور اپنے مال مویشی بچا کر لے گئے ہیں اور ہمارے ہاتھ سے بچ گئے ہیں۔ اس گاؤں کے کسانوں میں سے ایک کسان نے مجھے خبر دی ہے کہ بادشاہ ہرقل نے ان کو اتطا کیہ میں داخل ہونے سے منع کر دیا تھا تاکہ اس کا لشکر ان سے مسلمانوں کی بہادری کے متعلق سن کر مرعوب نہ ہو جائے۔ ہرقل نے ان کو قسطنطنیہ کی طرف چلے جانے کا حکم دے دیا اور بادشاہ نے ہمارے مقابلہ کے لئے ایک لشکر تیار کر لیا ہے اور آپ لوگ شہر اتطا کیہ کے بالکل قریب ہیں۔ اس کے اور آپ کے درمیان یہ بڑا پہاڑ جو کوہ ہرقل کے نام سے جانا جاتا ہے، حائل ہے اور اس کا لشکر ہمارے ساتھ جنگ کے لئے چل پڑا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ اگر آپ نے اس پہاڑ کو اپنے پس پشت رکھا تو ہلاکت سر پر ہے اب اس کے بعد آپ کا جو حکم ہو گا اور آپ جو کچھ فرمائیں گے میں اس کی تعمیل کے لئے حاضر ہوں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا خواب

حضرت سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ یونس رہبر کی یہ گفتگو سن کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا رنگ اس طرح

ہو گیا جیسے خضاب سے ہوتا ہے اور میں نے گمان کیا کہ آپ سخت گھبرا گئے ہیں، حالانکہ اس سے قبل زندگی میں مَیں نے کبھی ان کو اس طرح گھبرائے ہوئے اور خوفزدہ نہیں دیکھا تھا۔ آپ پر خوف طاری دیکھ کر میں نے عرض کیا:

اے امیر! آپ کیوں خوفزدہ ہیں؟ کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ تو اس طرح نظر آتے ہیں جیسے آپ کو اپنے کیے پر کوئی ندامت ہو کہ آپ نے ایسا کرنے کا کیوں ارتکاب کیا!

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم! مجھے موت کی گھبراہٹ نہیں ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ میں موت سے ہرگز ڈرنے والا شخص نہیں ہوں اور نہ ہی مجھے جنگ کا ڈر ہے، بلکہ مجھے اس بات کی فکر ہے کہ کل قیامت کے دن مسلمانوں کے متعلق جب مجھ سے بازپُرس ہوگی تو کیا جواب دوں گا [1] اور میں نے دمشق کی فتح سے قبل ایک خواب دیکھا تھا، اس نے دراصل مجھے پریشان کر رکھا ہے اور مجھے اس کی تعبیر کا انتظار ہے۔ اللہ عزوجل سے مجھے اُمید ہے کہ اللہ کریم ہمارے لئے بہتر کرے گا اور دشمن پر ہمیں فتح و نصرت عطا فرمائے گا۔

لوگوں نے کہا خیر ہوگی اور اللہ عزوجل انشاء اللہ العزیز بہتری فرمائے گا۔ آپ ہمیں (بیان فرمائیں کہ) کیا خواب دیکھا ہے؟

آپ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اور دوسرے مسلمان ایک بے آب و گیاہ صحرا میں ہیں اور ہم اس میں چل رہے ہیں، اسی اثناء میں بڑے بڑے جنگلی گدھوں اور گورخروں کا ایک گلّہ (گروہ) ظاہر ہوتا ہے۔ ان کے اجسام بڑے بڑے اور موٹے موٹے ہیں، ان کی کمریں پتلی اور ان کے بال اور جلدیں بڑی خوبصورت ہیں گویا کہ وہ گلّہ ہمارے آڑے آ جاتا ہے اور اس نے ہمیں اپنے مونہوں سے کاٹنا اور اپنی ٹانگوں سے مارنا شروع کر دیا ہے، لیکن اس کے باوجود ہم اپنے گھوڑوں پر ان کے گرد گھوم رہے ہیں اور ان کو گھیرے میں لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اپنے نیزوں سے ان کو مار رہے ہیں اور تلواروں سے ان پر ضربیں لگا رہے ہیں مگر اس گلہ گورخراں کو ہماری اس مار کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ وہ برابر دولتیاں جھاڑ رہے ہیں اور کاٹ کھانے کو دوڑ رہے ہیں، ہماری طرف سے پہنچنے والی اذیت و بلا کی ان کو کوئی چنداں فکر نہیں ہے، ہم بھی مسلسل ان کے ساتھ لڑ بھڑ رہے ہیں حتیٰ کہ ہم تھک جاتے ہیں اور ہمارے گھوڑوں کی طاقت و ہمت جواب دے جاتی ہے۔

پھر گویا میں اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور ان کو چار حصوں میں تقسیم کر کے ان سے کہتا ہوں کہ چاروں اطراف سے ان پر حملہ کر دو اور گھیر گھیر کر ان کو مارو! جب ہم نے چاروں اطراف سے ان پر حملہ کیا تو انھوں نے ہمارے

---

[1] اندازہ لگایئے، اپنے ماتحتوں کے حوالے سے کتنی فکر، آخرت میں پکڑ کا خوف اور اندیشہ جبکہ فی زمانہ امیر و حاکم عیش میں جبکہ ماتحت و محکوم پریشان حال! اللہ عزوجل ہمیں آخرت کے معاملہ میں سستی سے محفوظ فرمائے آمین۔ (مترجم غفرلہ)

آگے سے بھاگ کر تنگ جگہوں، ٹیلوں کی پشتوں، وادیوں اور پناہ گاہوں کی طرف دوڑنا شروع کر دیا اور ہم ان میں سے چند ایک کے سوا زیادہ کو مارنے پر قادر نہ ہو سکے۔

ابھی ہم ان کے اچھے اور عمدہ کھانے پکانے اور بھوننے میں مصروف تھے کہ وہ اچانک دوبارہ ہماری طرف لوٹ آتے ہیں، جب میں نے ان کی طرف دیکھا تو وہ تنگ جگہوں اور ٹیلوں کی اوٹ سے نمودار ہو رہے ہیں تو میں نے مسلمانوں کو زور سے چیخ چیخ کر آواز دی کہ سوار ہو جاؤ اور ان کی طلب میں نکلو، اللہ ﷻ تمھیں برکت دے گا۔ پس مسلمان اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور میں خود بھی ان کے ساتھ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان وحشیوں کے تعاقب اور طلب میں نکلا حتیٰ کہ ہم ان کو جا پڑے اور میں نے ان وحشیوں میں سے ایک اونٹ کو، جو سب سے آگے آگے تھا، شکار کر لیا اور مسلمانوں نے ان کو قتل کرنا اور شکار کرنا شروع کر دیا۔ ان میں سے بدک کر بہت کم تعداد میں بھاگ سکے، اسی دوران میں کہ میں ان کو شکار کر لینے اور پکڑنے میں نہایت شاداں و فرحاں تھا اور میں بھی ارادہ ہی کر رہا تھا کہ مسلمانوں کو لے کر ان کے وطن واپس لوٹ جاؤں، اچانک گھوڑے نے مجھے نیچے گرا دیا اور عمامہ میرے سر سے اڑ کر دور جا گرا! میں اس کو اٹھانے کی طرف جھکا تو ایسے میں آنکھ کھل گئی کہ میں گھبرایا ہوا اور مرعوب ہوا ہوا ہوں۔

یہ میرا خواب تھا، اب بتاؤ کہ تم میں سے کوئی شخص اس کی تعبیر بتانے والا ہے؟ میرا تو اپنا خیال یہ ہے کہ اس کی تعبیر یہی ہے جس مصیبت میں اس وقت ہم مبتلا ہیں۔

قوم پر یہ بات بہت شاق اور گراں گزری۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے دل میں واپسی کا ارادہ کر لیا تھا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے: موٹے اور فربہ وحشی جانور تو اس سے مراد یہی عجمی عیسائی ہیں جن کے تعاقب اور طلب میں ہم نکلے ہیں اور رہا آپ کا گھوڑے سے زمین پر گرنا، تو اس سے مراد ہے کہ آپ اپنے گھوڑے کو لے کر بلند جگہ سے پست زمین کی طرف اتریں گے اور باقی سر سے عمامہ کا گرنا تو عمامہ چونکہ اہل عرب کے لئے تاج ہے، تو یہ آپ کو کسی رسوائی اور مصیبت کے لاحق ہونے کی طرف اشارہ ہے!

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اگر یہ خواب اور اس کی تعبیرات میرے حق میں سچی ہیں تو ان کو امورِ دنیا سے بنا دے اور امورِ آخرت سے اس کو نہ بنائے! اور اللہ ﷻ سے ہی مدد چاہتا ہوں اور تمام امور میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔

پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے مسلمانوں کے شہسوارو! سن لو، بیشک خالد! فقط اپنے نفس کا مالک ہے۔ میں نے تو اپنی جان کو فی سبیل اللہ وقف کر دیا ہے تو کیا تمھیں بھی رغبت ہے کہ ان لوگوں کی طلب میں نکلیں؟ (لیکن یہ پہلے سوچ کر) کہ یہ فتح اور مال

غنیمت یا پھر جنت، جس کا مومنین سے وعدہ کیا گیا ہے۔

مسلمانوں نے عرض کیا: آپ کا جو ارادہ ہو، کر گزریں ہم آپ کے ساتھ ہیں، مگر بعض مسلمانوں کو جو نہایت ہی قلیل مقدار میں تھے اور انھیں حد سے زیادہ تھکاوٹ اور مشقت و تکلیف لاحق ہوئی تھی، انھوں نے اس کو پسند نہ کیا۔

پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، یونس رہبر رحمۃ اللہ علیہ جن کا نام آپ نے نجیب رکھا ہوا تھا، کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے یونس! تم کیا کہتے ہو؟ کیا ہم واقعی ان لوگوں سے جا ملیں گے؟

یونس نے کہا: بیشک آپ اب بھی ان کو جا لیں گے مگر مجھے اس بات کی فکر ہے کہ اگر رومیوں کو آپ کا اور آپ کے لشکر کا علم ہو گیا تو وہ چاروں اطراف سے آپ کا محاصرہ کرنے کی جان توڑ کوشش کریں گے۔

آپ نے فرمایا: یونس! اللہ عزوجل پر توکل کر کے ہمارے آگے لگ اور چل، اللہ عزوجل خیر کرے گا! مجھے اپنے اللہ عزوجل پر بھروسہ ہے اور مجھے مدینہ میں آرام فرمانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کی قسم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حق بیعت کی قسم! خالد بن ولید (مَیں) رضی اللہ عنہ ان کی طلب میں ذرّہ بھر بھی کوتاہی نہیں کرے گا۔

پھر آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے اور دوسرے مسلمان بھی سوار ہو گئے۔ یونس آپ لوگوں کے آگے آگے تھا اور آپ سب یونس کی راہنمائی میں ان کے تعاقب میں چل دیئے۔ حتیٰ کہ بلندی پر چڑھ گئے اور جبل لکام کا راستہ آپ نے قطع کر لیا۔

یونس ان کے نشانِ قدم کو دیکھ کر چل رہا تھا اور ان کے آثار اور ان کے جانوروں کے آثار کو دیکھ کر چلتا تھا، جس رات کی صبح کو ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ ہم ان تک پہنچ جائیں گے۔ اسی رات زور کا مینہ برسنا شروع ہو گیا۔ بارش اتنی زور سے برس رہی تھی کہ لگتا تھا کہ جیسے مشکیزہ کا منہ کھول دیا گیا ہو۔ یہ دراصل اللہ عزوجل کی طرف سے ہمارے حق میں بہتر ہوا کہ اس کی وجہ سے وہ قوم چلنے سے رک گئی۔

فروح بن طریف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ منظر میری نگاہوں میں ہے، ہم ایک دوسرے کو خوشخبری دیتے ہوئے چل رہے تھے۔ موسلا دھار بارش ہو رہی ہے اور یہ بارش پوری رات جاری رہی تھی، جب صبح کی روشنی چمکی اور بادل چھٹ گئے اور دھوپ نکل آئی تو یونس رہبر نے کہا: اے امیر! آپ یہاں ٹھہریں، میں اس قوم کی خبر لے کر آتا ہوں۔ بیشک اب ہم ان کے بہت قریب پہنچ چکے ہیں اور میں نے ان کا شور سنا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ارے واقعی تم نے ان کا شور سن لیا ہے؟!

اس نے عرض کیا: جی ہاں اے امیر! میری خواہش ہے کہ اگر آپ اجازت عطا فرمائیں تو میں جاؤں اور ان کی خبر لے کر آپ کے پاس آؤں! انشاء اللہ عزوجل۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا رومی لشکر کو جالینا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بڑے بصیرت والے شخص تھے اور دھوکہ نہیں کھاتے تھے۔ احتیاط کے پیش نظر آپ نے حضرت مفرط بن جعدہ رضی اللہ عنہ کو یونس دمشقی کے ساتھ کر دیا اور فرمایا: اے مفرط! تم یونس نجیب کے ساتھ چلو اور ان کا مونس اور نگران رہنا اور دونوں ملکر قوم کی خبر لاؤ۔

مفرط بن جعدہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے حکم سن لیا اور اے امیر! اطاعت، اللہ عزوجل کی ہے اور مسلمانوں کے امیر کی ہے، مجھے حکم قبول ہے۔

پھر دونوں روانہ ہو گئے یہاں تک کہ دونوں پہاڑ پر چڑھ گئے، جس کا نام ''الابرش'' تھا اور اہلِ روم اس کو ''جبل بارق'' کہتے تھے۔

حضرت مفرط بن جعدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم پہاڑ کی چوٹی پر چڑھے تو ہم نے دیکھا کہ پہاڑ کی دوسری طرف وسیع و عریض نہایت سرسبز و شاداب زمینیں ہیں اور بکثرت سرسبز فصلیں لہرا رہی ہیں۔ اس وسیع میدان کے وسط میں ہمیں نظر آیا کہ قوم جمع ہے اور اکثریت کو بارش نے متاثر کیا ہوا تھا حتیٰ کہ ان کے کجاوے اور سامان بارش سے بھیگ گئے تھے اور اب دھوپ تیز تھی تو ان کو اندیشہ ہوا کہ سامان خراب نہ ہو جائے، اس لئے انھوں نے کپڑوں کو اور دوسرے سامان کو بوریوں وغیرہ سے نکال کر خشک کرنے کے لئے دھوپ میں ڈال دیا تھا۔ ان میں سے اکثر سو رہے تھے کیونکہ کئی دن سے مسلسل چلنے کی وجہ سے اور تیز تیز سفر کرنے سے نیز رات بھر زور کی بارش سے وہ تھکے ہوئے تھے۔

حضرت مفرط بن جعدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے یہ دیکھ کر بڑی فرحت ہوئی اور میں چوٹی سے اترا اور اس وجہ سے کہ میں جلدی سے جا کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مال غنیمت کی خوشخبری دوں، اتنی تیزی سے چلا کہ اپنے ساتھی یونس راہبر کو بھی اپنے پیچھے چھوڑ دیا اور وہ ابھی چوٹی پر قوم کو جھانک جھانک کر دیکھنے میں مشغول تھا اور ان کی نقل و حرکت اور ان کے سامان کا جائزہ لے رہا تھا، میں واپس مسلمانوں کے پاس پہنچ گیا تھا۔

حضرت مفرط بن جعدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب مجھے دیکھا کہ میں اکیلا نہایت سرعت کے ساتھ ان کے پاس پہنچ گیا ہوں تو انھوں نے گمان کیا کہ میرے ساتھی نے ضرور میرے ساتھ کوئی مکر کیا ہے۔

آپ نے دریافت فرمایا: اے ابن جعدہ رضی اللہ عنہ! پیچھے کی کیا خبر ہے؟

میں نے عرض کیا: خیر ہے انشاء اللہ عزوجل غنیمت ہاتھ لگنے والی ہے، قوم اس پہاڑ کے پیچھے ہے ان کو بارش نے متاثر کیا ہے اور وہ دھوپ میں پڑے آرام کر رہے ہیں۔ انھوں نے اپنے سامان سوکھنے کو دھوپ میں ڈال رکھے ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل آپ کو اچھی خبر سنانے پر خوش رکھے! پھر میں نے دیکھا کہ آپ کے چہرے پر

خوشی اور فرحت و مسرت کے آثار عیاں ہیں۔ اتنے میں یونس بھی آ گیا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا نجیب خیر ہو!

یونس نے عرض کیا: آپ کو خوش خبری ہو اے امیر! قوم نے انطاکیہ کا راستہ ترک کرنے کے بعد اطمینان کر لیا تھا کہ وہ محفوظ ہو گئے ہیں اور ان کا خیال یہ تھا کہ اب آپ ان کا اس حد تک پیچھا نہیں کرینگے اور ہم بچ گئے ہیں اچھا اب آپ اپنے ساتھیوں کو تاکید فرما دیں کہ ان میں سے جو بھی میری بیوی کو پائے تو وہ اسے میرے لئے محفوظ رکھے اور میں مال غنیمت میں سے اس کے سوا اور کچھ نہیں چاہوں گا! حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ انشاء اللہ عزوجل تیری ہے اور تجھے ہی ملے گی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کر کے صف بندی کرنا

پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے جیش کو چار حصوں میں تقسیم کر کے ان میں سے ایک ہزار سواروں پر حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا۔ ایک دستہ پر حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ کو اور ایک دستہ پر حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا اور چوتھا دستہ جو باقی بچ گیا، اس کو خود اپنی کمان میں رکھا اور امر فرمایا کہ چلو، اللہ عزوجل برکت عطا فرمائے اور مدد فرمائے گا۔ پھر آپ نے ان تینوں افسروں کو ہدایت فرمائی کہ دشمن پر یکبارگی سب نے حملہ نہیں کرنا بلکہ تم میں سے ہر امیر علیحدہ علیحدہ خروج کرے اور تمھارے درمیان فاصلہ رہے اور وقفہ وقفہ سے دشمن کا رُخ کرنا ہے، متفرق ہو کر دشمن پر واقع ہونا ہے اور دوسری بات یہ یاد رکھو کہ جب تک میں حملہ نہ کر دوں تم نے حملہ نہیں کرنا۔ پھر چلنے کا حکم دیا تو سب سے پہلے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور پہاڑ کے درہ سے ہو کر قوم کی طرف، اس طرف سے پیش قدمی کی جدھر قوم اطمینان سے سوئی پڑی تھی۔ ان کے پیچھے حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور پھر سب سے آخر میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نکلے، یہاں تک یہ سب کھلے میدان کے اندر پہنچ گئے۔

حضرت عبید بن سعید التمیمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس سریہ میں تھا جس کی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ خود قیادت کر رہے تھے جب ہم سرسبز و شاداب میدان اور چراگاہ میں پہنچے اور اس چراگاہ کی شادابی اور تروتازگی کے حسن کو دیکھا تو وہاں کے اچھلتے ہوئے پانیوں کا نظارہ کیا اور سرخ و زرد ریشمی کپڑوں کے چمک دار رنگوں کا حسن، جس کو دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہو رہی تھیں، دیکھا تو حضرت عبید بن سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بخدا قریب تھا کہ ہم اس کے حسن منظر کی وجہ سے کسی فتنہ میں مبتلا ہو جاتے اور وہ ہمیں طلب جہاد سے غافل کر دیتا، (ہم خالص جہاد فی سبیل اللہ کی بجائے دنیا کی طلب میں پڑ جاتے) کہ بنو تمیم کے ایک مرد نے کہا: ''قَبَّحَ اللّٰهُ الدُّنْيَا'' اللہ عزوجل بُرا کرے اس دنیا کا! یہ کتنی جلدی ہاتھ سے چلی جانے والی ہے اور کس قدر جلد متغیر ہو جاتی ہے۔

اے مسلمانو! تم اس جلد فنا ہونے والی دنیا کی رنگینیوں کے فریب میں نہ آنا یہ بڑی غدار اور مکار ہے، اس کے خیال کو چھوڑ دو۔

حضرت عبید بن سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس تمیمی کی گفتگو اور دنیا کی مذمت میں اس کے ان کلمات کو سن کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمانے لگے: اللہ عزوجل کی قسم! ہمارے تمیمی بھائی نے سچ کہا ہے۔ پھر آپ نے بلند آواز میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

اے مسلمانو! اَللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ کے دشمنوں کو طلب کرو اور ان کے ساتھ جنگ اور ان کی ہلاکت و تباہی میں رغبت رکھو، مالِ غنیمت کا خیال بھی دل میں نہ لاؤ۔ بیشک دنیا کا یہ سارا مال و اسباب اللہ عزوجل کو منظور ہوا تو تمہارے ہی لئے ہے۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ہر تبدیلی اور طاقت صرف اس عظمت اور بلندی والے اللہ عزوجل کے دست قدرت میں ہے۔ یہ کہہ کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو ساتھ لے کر دشمن پر ایک بپھرے ہوئے شیر کی طرح جھپٹ کر حملہ کر دیا۔

رومی لشکر پر حملہ

رومیوں نے جب دیکھا کہ لشکر اسلام نے ان پر حملہ کر دیا ہے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کے آگے آگے ہیں اور جھنڈا ان کے ہاتھ میں ہے تو وہ جان گئے کہ یہ مسلمانوں کا لشکر ہے۔ انھوں نے چیخ و پکار اور واویلا مچانا شروع کر دیا۔ توما نے اپنے نوجوانوں کو پکارا اور ہربیس نے اپنے بہادروں کو آواز دی۔ فوج اپنے اسلحہ کی طرف دوڑی اور گھوڑوں پر سوار ہوئی۔ بعض نے بعض سے کہا: یہ تو نہایت قلیل ہیں۔ مسیح ان کو تمہاری طرف ہانک لایا ہے اور ان مٹھی بھر مسلمانوں کو مسیح نے تمہارے لئے غنیمت بنا دیا ہے، ان پر تیزی سے حملہ کر دو اور (سولی) کی مدد و نصرت پر بھروسہ کرو۔

چنانچہ رومیوں نے اپنے ہتھیار پہن لئے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنے اموال کی حفاظت کے لئے اس کے پاس کھڑے ہو گئے اور اس کی حفاظت کرنی شروع کر دی۔ ان کا گمان یہ تھا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پیچھے کوئی نہیں ہے یہ اکیلے ہیں، وہ بھی کھڑے ہوئے ہی تھے کہ اتنے میں حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ ایک ہزار نوجوانوں پر مشتمل گھوڑ سواروں کے ساتھ آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ پھر کچھ دیر کے بعد حضرت رافع بن عمیرہ رضی اللہ عنہ بھی یوں ظاہر ہوئے جیسے سورج طلوع ہوتا ہے۔ آپ بھی ایک ہزار مجاہدین کی قیادت فرما رہے تھے اور ان کے پیچھے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بھی اپنا لشکر لے کر پہنچ گئے اور ہر دستے نے دشمن کی طرف تیز پنجوں والے شاہین اور عقاب کی طرح بازوؤں کو سمیٹ کر بڑھنا شروع کیا اور اللہ اکبر کی آوازوں سے فضا گونج اٹھی اور چاروں اطراف سے دشمن کا گھیرا تنگ کر دیا اور ان کے اردگرد متفرق ہو گئے۔ جو کچھ ان کے ہاتھ میں تھا سب کچھ اٹھا لینے کا عزم کر لیا اور سب مجاہدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم با آواز بلند

پڑھ رہے تھے:

''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ''

''نہیں ہے کوئی عبادت کے لائق مگر اللہ، حضرت محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔''

جنرل توما کی ہلاکت کا بیان

راوی کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے گھوڑے رومی کافروں پر اس طرح گر رہے تھے جس طرح پانی بلندی سے پستی کی طرف بہتا ہے۔ ہربیس لعین نے اپنے نوجوانوں کو آواز دی اور کہا:

تم اپنے قیمتی ساز و سامان اور اموال کی حفاظت کے لئے جان بکف ہو کر جنگ کرو اور ان مسلمانوں کا کوئی حیلہ اور تدبیر کارگر نہیں ہوگی، وہ کبھی اس جگہ سے جان بچا کر نہیں جا سکیں گے۔

رومی فوج یہ سن کر تقسیم ہوگئی اور ایک دستہ توما کے ساتھ ہو گیا اور ایک گروہ ہربیس کی سرکردگی میں لڑنے کیلئے تیار ہو گیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لئے جنرل توما پانچ ہزار کا گھوڑوں پر سوار لشکر لے کر آگے بڑھا، دونوں آنکھوں کے درمیان سونے کی ایک صلیب، جس پر ہیرے جواہر جڑے ہوئے تھے، بلند کی۔ آپ نے بھی گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اس کا رُخ توما کی طرف کر دیا۔ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ للکار کر فرمایا: اے اللہ کے دشمن! تم لوگوں نے خیال کر لیا تھا کہ تم بھاگ نکلے ہو اور بچ گئے ہو، لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے لئے زمین کو سمیٹ دیا ہے اور اپنے فضل اور مہربانی سے تمھاری گرفتاری کے اسباب پیدا فرما دیئے ہیں۔

پھر آپ نے توما کا قصد کیا۔ اس کو ایک آنکھ سے کانا تو اس سے قبل حضرت اُم ابان رضی اللہ عنہا نے کر ہی دیا تھا اور اب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے توما پر حملہ کر کے اس کی دوسری آنکھ میں نشانہ باندھ کر نیزہ مارا تو اس کی دوسری آنکھ بھی پھوڑ دی اور اس کو گھوڑے سے نیچے گرا دیا۔ پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے توما کے ساتھیوں پر حملہ کر کے لڑنا شروع کر دیا اور توما کی وہ صلیب بھی انھوں نے قبضہ میں لے لی اور ان رومیوں کا قتل عام کرنے لگے۔ اللہ اللہ! کیا کہنے شہ سوار حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بہادری کے کہ وہ توما کے علاوہ کسی اور کی طرف نہیں گئے، ان کا دھیان توما پر رہا۔ جب وہ اپنے گھوڑے سے اوندھے منہ گرا، آپ اس کی طرف لپکے اور اس کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گئے اور دشمن خدا کا سر کاٹ لیا اور اس کو اپنے نیزے کی نوک پر لٹکا کر مسلمانوں کو بلند آواز سے پکارا کہ ''توما ملعون تو قتل ہو گیا ہے اب تم ہربیس کو تلاش کرو۔''

راوی بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو اس خبر سے بڑی فرحت اور خوشی ہوئی۔

یونس راہبر کی اپنی بیوی کے ساتھ مرج الدیباج کے مقام پر جنگ

حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے میمنہ کے دائیں بازو میں تھا، میں اپنے دستے کے ساتھ رومیوں کے اہل وعیال کے خیموں کی طرف بڑھا، میں نے دیکھا کہ رومیوں کی عورتیں بڑی سختی کے ساتھ اپنا دفاع کر رہی ہیں اور مسلمانوں کو اپنی طرف آنے سے سخت طریق سے روک رہی ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ ایک شخص جس نے رومیوں کا لباس پہنا ہوا ہے اور وہ اپنے گھوڑے سے اتر کر روم کی عورتوں میں ایک نوجوان لڑکی سے لڑ رہا ہے، کبھی وہ لڑکی اس پر غالب آ جاتی ہے اور کبھی یہ اس پر غالب آ جاتا ہے۔ میں یہ دیکھنے کے لئے کہ یہ کون مرد ہے، ان کے قریب چلا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ یونس راہبر ہے اور وہ اپنی بیوی سے برسرِ پیکار ہے اور وہ اس کے ساتھ اس طرح کشتی کر رہا ہے اور پنجے لڑا رہا ہے جس طرح ببر شیر اپنی مادہ سے کشتی کرتا ہے اور اسے پچھاڑا کرتا ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کی مدد کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ دس رومی عورتیں میری طرف بڑھیں اور انھوں نے میرے گھوڑے پر پتھر برسانے شروع کر دیئے۔

ان میں سے ایک حسین وجمیل عورت جس نے ریشمی لباس پہن رکھا تھا اس نے ایک بڑا پتھر پھینکا جو میرے گھوڑے کی پیشانی پر آ کر لگا، گھوڑے نے اپنا سر اپنے زانو پر مارا اور گر کر مر گیا۔ یہ گھوڑا بڑا عمدہ تھا اور اسی پر میں جنگ یمامہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ شریک جنگ رہا، جب گھوڑا گرا تو میں کود کر اس کی پیٹھ سے اترا۔ مجھے اس سے بڑا صدمہ پہنچا اور اس عورت پر مجھے بہت غصہ آیا۔ میں اس کو پکڑنے کے لئے دوڑا تو وہ ہرن کی طرح چوکڑیاں بھرتی ہوئی میرے سامنے سے بھاگ گئی اور اس کے پیچھے دوسری عورتیں بھی بھاگ نکلیں۔

بہرحال میں نے ان کا تعاقب کیا تو ان سے جا ملا۔ پہلے تو میں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا مگر پھر اس ارادہ سے رجوع کر لیا، البتہ ان کو ڈرا دھمکا کر اپنے قبضہ میں کر لیا۔ ویسے بھی میرا ارادہ صرف اس لڑکی کو قتل کرنے کا تھا جس نے میرے گھوڑے کو پتھر مار کر ہلاک کیا تھا اور کسی عورت کو قتل کرنے کا قصد نہ تھا، اس لئے میں اسی کی طرف بڑھا اور اسکے نزدیک جا کر جب اس کے سر پر تلوار اٹھائی تو اس نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیا اور رومی زبان میں کلام کرنے لگی اور وہ کہہ رہی تھی لفون لفون جس کا معنی ہوتا ہے جان کی امان! جان کی امان!، مجھے تعجب ہوا اور پھر میں نے یہ الفاظ سن کر اسکے قتل سے ہاتھ کھینچ لیا۔

اس لڑکی نے نہایت بیش بہا ریشمی کپڑے زیب تن کر رکھے تھے اور قیمتی موتیوں کی لڑیاں اس کے سر پر آویزاں تھیں۔ میں نے اس کے اور اس کے ساتھ جو دوسری عورتیں تھیں ان سب کے ہاتھوں کو کندھوں کے پیچھے کر کے باندھ دیا اور ان کو قید کر لیا۔ میں واپس لوٹا تو راستہ میں رومی فوج کا ایک خالی گھوڑا ملا جس پر کوئی سوار نہیں تھا، میں نے اس کو

پکڑا اور اس پر سوار ہو گیا۔ میں میدان جنگ کی طرف واپس آنے کا ارادہ کر رہا تھا تو پھر اچانک خیال آیا کہ بخدا یونس رہبر کا ضرور پتہ کرنا چاہئے کہ وہ کس حال میں ہے؟ میں نے اس کو تلاش کرنا شروع کر دیا، ڈھونڈتے ڈھونڈتے جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ بیٹھا تھا اور اس کی بیوی خون میں لت پت اس کے سامنے پڑی تھی اور وہ زار و قطار رو رہا تھا میں نے اس کو آواز دی ''یونس! تمھیں کیا ہوا کیوں رو رہے ہو؟''

اس نے کہا: یہ میری بیوی ہے جس کی تلاش میں مَیں یہاں تک پہنچا اور اس کے حصول کے سوا میرا مطلوب اور کچھ نہ تھا، کیونکہ بخدا میں اس سے شدید محبت کرنے والا تھا جب میں نے اس کو دیکھ لیا تو میں نے اس سے کہا کہ دیکھئے میں آپ کے ساتھ آملا ہوں جبکہ آپ مجھ سے گریزاں ہیں اور میرے پاس آنے سے نفرت کرتی اور بھاگتی ہیں۔ اس نے جواب دیا میں مسیح کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میرا اور تمہارا کبھی اجتماع نہیں ہو سکتا کیونکہ تو نے اپنا پرانا دین چھوڑ کر محمد (ﷺ) کا دین اختیار کر لیا ہے اور میں نے اپنی جان مسیح کے لئے ہبہ کر دی ہے اور میں قسطنطنیہ جا رہی ہوں اور وہاں جا کر رہبانیت کی زندگی گزاروں گی اور ایک راہبہ بن کر رہوں گی۔ پھر اس نے جنگ سے خود منع کیا لیکن میں اس کے ساتھ لڑتا رہا حتیٰ کہ میں نے اس کو اپنی ملکیت میں لے لیا اور اسے قید کر لیا۔ جب اس نے دیکھا کہ میں نے اس کو قیدی بنا لیا ہے اور اس کا مالک بن گیا ہوں تو اس نے چاقو نکالا جو اس کے پاس موجود تھا اور اسے اپنے سینہ میں گھونپ کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا اور مقتولہ ہو کر گر گئی اسی لئے میں اس پر رو رہا ہوں کیونکہ مجھے اس کے ساتھ شدید عشق تھا۔

جنرل توما کی بیوی یونس رہبر کے پاس

حضرت رافع بن عمیرہ طائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں یونس کی داستانِ غم سن کر، سچی بات تو یہ ہے کہ میں بھی روئے بغیر نہ رہ سکا اور میں نے تسلی دیتے ہوئے یونس بھائی سے کہا: اللہ عزوجل نے تیرے لئے اس سے بھی بہتر لڑکی ظاہر فرما دی ہے جو اس سے بہتر ہے اور اس سے زیادہ حسین اور خوبصورت ہے۔ اس نے دیباج (ریشم کی اعلیٰ قسم) کے کپڑے زیب تن کئے ہوئے ہیں۔ قیمتی موتیوں کے آویزے اور سونے کے کنگن اس نے پہن رکھے ہیں اور اس کا چہرہ چاند کی طرح دمکتا ہے۔ آپ یہ پری پیکر حسین و جمیل لڑکی قبول کریں۔

یونس نے پوچھا کہ وہ کہاں ہے؟ میں نے جواب دیا یہ میرے ساتھ ہے۔ یونس نے جب اس کی طرف دیکھا اور اس کے لباس فاخرہ اور گراں بہا زیورات کو ملاحظہ کیا اور اس کا حسن و جمال اس پر آشکار ہوا تو اس سے رومی زبان میں گفتگو کی اور کچھ دیر اس سے احوال دریافت کرتا رہا، وہ لڑکی برابر روئے جا رہی تھی۔ آخر یونس راہبر میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا آپ نے کچھ سمجھا بھی کہ یہ لڑکی کون ہے؟ میں نے نفی میں جواب دیا کہ نہیں مجھے تو کچھ معلوم نہیں کہ یہ کون ہے؟ اس نے بتلایا کہ یہ بادشاہ روم ہرقل کی بیٹی ہے اور جنرل توما کی بیوی ہے، ظاہر ہے کہ مجھ جیسا شخص اس کی صلاحیت

ہرگز نہیں رکھتا لازماً ہرقل اپنی فوج کے ذریعے اسے واپس لینے کی کوشش کرے گا اور وہ مال فدیہ دیکر اس کو طلب کرے گا۔ بہرحال وہ میرے جیسے آدمی کے پاس تو کسی صورت اس کو نہیں رہنے دے گا۔

میں نے کہا اب تو یہ تیرے لئے ہے اور تو اس کے لئے۔ یہ سن کر یونس نے اسے لے لیا۔

حضرت رافع بن عمیرہ طائی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مسلمان اس وقت ایسی سخت جنگ لڑ رہے تھے کہ اس سے زیادہ سخت جنگ نہیں ہوسکتی اور ان میں سے بعض دیباج کے کپڑوں کو جمع کرنے میں مصروف تھے اور اسی طرح دوسرے مال و اسباب کو اکٹھا کرنے میں لگے ہوئے تھے۔

فتوح الشام

واقعہ مرج الدیباج

واقعہ مرج الدیباج اور اس کی وجہ تسمیہ کا بیان

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مرج الدیباج کی وجہ تسمیہ اور اس وادی کا یہ نام جواب تک اسی نام سے معروف ہے اس وجہ سے پڑا کہ اہل عرب جب کسی کے پاس دیباج کے کپڑے دیکھتے تو اس سے دریافت کرتے کہ تمھارے پاس یہ ریشم کے کپڑے کہاں سے آئے؟ تو وہ شخص جواب میں کہتا کہ یہ مرج الدیباج کے مال غنیمت میں سے مجھے ملے تھے اور چونکہ یہ کپڑے دیر تک ان لوگوں کے پاس چلتے رہے۔ اس لئے یہ واقعہ مشہور ہوا اور اس جگہ کا نام مرج الدیباج یعنی ریشمی کپڑوں کی وادئ سرسبز مشہور ہوگئی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مسلمان مجاہدین جب جنگ سے فارغ ہوئے اور انھوں نے امیر لشکر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنے درمیان موجود نہ پایا اور نہ ہی ان کا کوئی نشان اور اتا پتا معلوم ہو سکا تو مسلمان سخت بے چین ہوگئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھ سے عبدالحمید نے سند کے ساتھ یہ روایت بیان کی ہے اور کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا ہے آپ بصرہ میں تھے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور فتح شام کے متعلق بیان فرما رہے تھے تا آنکہ انھوں نے اس ضمن میں مرج الدیباج کا واقعہ بھی بیان فرمایا۔

انھوں نے فرمایا کہ یہ ایک بہت بڑا معرکہ تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے خود کو دشمن کے شہروں میں داخل کر کے اور طلب غنیمت میں بلادِ روم کے وسط تک جا کر اپنے آپ کو سخت نقصان اور خطرے میں مبتلا کر لیا تھا۔ بنو مازن کے ایک شخص نے سوال کیا یا خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا واقعہ تھا؟

راوی کہتا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو جب یا خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر مخاطب کیا جاتا تو آپ اس خطاب سے بہت زیادہ خوش ہوتے تھے [1] تو انھوں نے بیان فرمایا:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دمشق سے رومی عیسائی جو بے حساب مال و اسباب لے کر چلے گئے اور آپ مال غنیمت کی طلب اور دشمنان خدا کی سرکوبی کے لئے چار ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوئے تھے، وہاں پہنچ کر آپ نے جنرل توما کو قتل کیا۔ اس کے جانبازوں کی پلٹن کو قیدی بنایا اور بہت سا مال غنیمت آپ کے ہاتھ آیا۔ گورنر ہربیس آپ کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے میدان جنگ میں اس کو بہت تلاش کیا مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ آپ کو اس کی سخت تلاش

---

[1] پتہ چلا نسبت اگر اچھی جانب ہو تو اس کے اظہار پر مسرت کرنا سنت صحابہ ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

تھی اور آپ ہر صورت میں اس کو پانا چاہتے تھے۔ آپ روم کے لشکر میں چکر لگا رہے تھے اور ان کے مردان کار کو قتل کر رہے تھے اور ان کے بہادر سورموں کو کاٹ کاٹ کر پھینک رہے تھے۔ اچانک آپ کی نظر روم کے پہلوانوں میں سے ایک پہلوان پر پڑی جو عظیم الخلقت، ہاتھی کی طرح اس کی جثہ، لال سرخ رنگ کی بڑی بڑی گھنی داڑھی اور ریشم کے بھاری بھرکم کپڑے اس نے پہن رکھے تھے اور اوپر سے پورے بدن کو اس نے لوہے سے ڈھانپ رکھا تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا ایک پہلوان کو پچھاڑنا

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ ڈیل ڈول اور وضع قطع دیکھ کر گمان کیا کہ یہی لعین ہربیس ہے۔ آپ نے اپنے گھوڑے کا رُخ اس کی طرف موڑ دیا اور گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے اس کی طلب میں نکل پڑے تا کہ بجلی بن کر اس پر گریں اور اس کو اب ایک پل کے لئے بھی زمین پر زندہ نہ رہنے دیں۔ اس پہلوان نے جب آپ کو آتے ہوئے دیکھا اور آپ کے حملہ آور ہونے کی کیفیت کو ملاحظہ کیا تو وہ آپ کے سامنے سے بھاگ پڑا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنا گھوڑا اس کے پیچھے لگا دیا، اس نے میدان کے چکر لگا کر اپنے آپ کو بچانا چاہا۔ آپ کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا آپ نے نشانہ باندھ کر اس کی پشت پر اس زور سے نیزہ مارا کہ وہ اسی دم اپنے گھوڑے سے منہ کے بل زمین پر آ گرا حضرت خالد رضی اللہ عنہ غضبناک شیر کی طرح اس پر جھپٹے اور وہ فرما رہے تھے: تیرا ستیاناس ہوائے ہربیس! کیا تو نے یہ گمان کر لیا تھا کہ تو مجھ سے جان بچا کر بھاگ جائے گا۔

وہ پہلوان عربی زبان بولتا اور سمجھتا تھا، اس نے عربی زبان میں فریاد کی اور کہا: اے عربی! بیشک میں ہربیس نہیں ہوں، آپ مجھے قتل نہ کریں بلکہ زندہ چھوڑ دیں حتیٰ کہ میں آپ کو اپنی جان کے فدیہ میں اتنا مال دوں گا کہ آپ خوش ہوں گے اور جب بھی طلب کرو گے میں اسی وقت آپ کو دے دوں گا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ارے تیرا ستیاناس! تیری اس وقت تک خلاصی نہیں ہوگی جب تک تو مجھے ہربیس کے بارے خبر نہیں دے دیتا کہ وہ کہاں ہے؟ اور ہربیس کے علاوہ اور کوئی میرا مقصد نہیں ہے، مجھے بس وہی مطلوب ہے میں صرف اب اس کا ارادہ رکھتا ہوں اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے توما کو تو میرے ہاتھ سے ہلاک فرما دیا ہے اور مجھے امید ہے کہ میں ہربیس تک بھی پہنچ کر ہی رہوں گا۔ اگر تو مجھے اس کے متعلق بتلا دے تو میں تجھے ایسے ہی چھوڑ دوں گا اور تجھ سے کوئی فدیہ نہیں لیا جائے گا اور کوئی مال وصول نہیں کیا جائے گا۔

اس پہلوان نے یہ سن کر کہا آپ کو خوش خبری ہوائے عرب بھائی! یقیناً آپ اپنی مراد اور مطلوب پانے ہی والے ہیں اور ہاں! البتہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ سے پکا عہد لوں کہ جب میں ہربیس کے بارے تمہیں بتلا دوں تو تم مجھے چھوڑ دو گے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم نے ہربیس پر میری رہنمائی کر دی اور وہ ہاتھ آ گیا تو انشاء اللہ عزوجل اس کا عوض تجھے ضرور دیا جائے گا۔

اس پہلوان نے کہا: اے برادرِ عرب! یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اس سے قبل تم لوگوں نے ہمارے ساتھ یہ غداری کی ہے کہ تم نے ہمیں امان دی تھی اور دمشق سے جب ہم نکلے تو تم لوگوں نے عہد کیا تھا کہ تم یہاں سے نکل جاؤ۔ ہم تین دن اور تین رات تک تمہارا پیچھا نہیں کریں گے، لیکن تم پھر ہمارے تعاقب میں یہاں تک آ گئے۔ یہ سب کچھ کیا ہے؟ یہ تمہارا دھوکہ اور غداری ہے۔ کیونکہ تم نے کہا تھا کہ ہم دمشق سے باہر تمہیں نہیں پکڑیں گے اور ہمیں یہ گمان نہ تھا کہ تمہارا کوئی شخص اس جگہ تک پہنچ جائے گا، لیکن تم نے ہمارا تعاقب کیا اور جو کچھ مال واسباب اور قیمتی اشیاء ہم دمشق سے نکال لائے تھے وہ سب کچھ تم نے ہم سے چھین لی ہیں۔ کیونکہ پہلے دن سے ہی تمہاری نظریں اس مال واسباب اور قیمتی اشیا پر لگی ہوئی تھیں۔ پھر اب تم کہتے ہو کہ اگر میں تمہیں ہربیس کا بتلا دوں تو مجھے رہائی مل جائے گی اور میری جان کو امان ہوگی، میں یہ کیسے یقین کرلوں جبکہ ایک مرتبہ تمہاری غداری اور عہد شکنی ظاہر ہو چکی ہے؟ اور میں تمہیں ہربیس کے گرفتار ہو جانے کی ضمانت بھی تو کیونکر دے دوں، کیونکہ وہ اپنے دور کا ایک بہادر اور شہ زور مرد ہے اور اپنے ہم عصروں پر قدرت رکھنے والا شخص ہے اور تمہارا یہ کلام بھی عذر اور دھوکا کا داعی ہے۔

راوی کہتے ہیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اس کی گفتگو سے بہت غصہ آیا اور آپ اس پر غضبناک ہوئے اور فرمایا: تیری ماں مرے! کیا تو ہمیں غدر کی طرف منسوب کرتا ہے اور عہد شکنی کا طعنہ دیتا ہے؟ غداری کرنا ہماری فطرت نہیں ہے، کیونکہ ہم شفیع الامۃ نبی الرحمۃ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں جب ہم کوئی بات کرتے ہیں تو اس کو پورا کرتے ہیں اور جب ہم کسی کو امان دیتے ہیں تو اس کی ادائیگی میں وفاداری کا دامن نہیں چھوڑتے۔

سنو! تمہارے الزام کا جواب یہ ہے کہ ہم تمہاری طلب میں تین دن اور تین رات کے بعد چوتھے دن ہی نکلے تھے، اس میں ہم نے کوئی عہد شکنی نہیں کی کیونکہ ہم نے تین دن اور تین رات تک وعدہ کیا تھا کہ تمہارا تعاقب نہیں کریں گے جبکہ ہم چوتھے دن تمہارے تعاقب کے لئے نکلے اور اللہ عزوجل نے یہ دوری ہمارے لیے آسان فرما دی اور ہر سختی اور صعوبت کو اس نے طے کرا دیا۔

میں نے جو کچھ تم سے کہا کہ تم ہربیس پر میری رہنمائی کر دو تو جب وہ مجھے نظر آ گیا تو نظر پڑتے ہی میں انشاء اللہ العزیز اس کو پکڑ لوں گا اللہ عزوجل میری مدد فرمائے گا۔ میری یہ نیت ہے اور مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کے حق کی قسم! اگر تو نے مجھے اس پر دلالت (رہنمائی) کر دی تو میں ضرور تجھے رہا کر دوں گا اور اس سلسلہ میں تجھ سے کوئی فدیہ اور کسی قسم کا مال وصول نہیں کیا جائیگا، رہائی تجھے مفت ملے گی۔

پہلوان نے جب یہ گفتگو سنی تو کہا: اے عرب کے نوجوان! میرے سینہ سے اٹھ تاکہ میں تجھے ہربیس کے متعلق بتلاؤں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس کے سینہ سے اٹھ کھڑے ہوئے، پہلوان کو دکر اٹھا اور دائیں بائیں نظر گھما کر دیکھا اور پھر کہنے لگا کیا تم پہاڑ کی گھاٹی میں چڑھائی پر چڑھتے ہوئے گھوڑوں کو دیکھ رہے ہو ناں!

آپ نے فرمایا: "ہاں!" کافر پہلوان بولا گھوڑوں کی جماعت کا قصد کرو کیونکہ ہربیس اس جیش کے مقدمہ اور فرنٹ میں موجود ہے اس کے سر پر صلیب کے جواہر اور موتی چمک رہے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کے اوپر قبیلہ جُرہم یا قبیلہ ہزبیدہ کے ایک آدمی کو جس کا نام اسد بن جابر تھا، مسلط کر کے اسے ہدایت کر دی کہ اے اسد! اگر تو وہ شخص، جس کی طرف اس نے میری رہنمائی کی ہے، واقعی وہ ہربیس نکلا تو اس کو رہا کر دینا اور اگر اس نے جھوٹ بولا ہو تو پھر اس کی گردن اڑا دینا۔

فرماتے ہیں کہ حضرت اسد بن جابر رضی اللہ عنہ اس پر مسلط ہو گئے، اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے گھوڑے کی عنان آزاد چھوڑ دی اور گھوڑے کو مطلق العنان کرنے کے بعد نیزہ سیدھا کر لیا حتیٰ کہ گھوڑوں کی جماعت کے ساتھ جا ملے اور ان کے قریب جا کر بلند آواز سے ان کو للکارا اور کہا:

تمہارا ناس ہو تم مجھ سے کہاں خلاصی پا سکتے ہو، یہ دن تمہیں پیشانیوں کے بالوں سے پکڑ پکڑ کر گھسیٹنے کا دن ہے۔

ہربیس نے جب آپ کے چلانے کی آواز سنی اور آپ کا کلام اس کے کان میں پڑا تو اس کو یقین ہو گیا کہ یہ کوئی عرب ہے اس کے تو منہ میں طمع سے پانی آ گیا اور وہ فوراً آپ کے قتل کے ارادہ سے کھڑا ہو گیا اور اس کے فوجی جرنیل اس کے اردگرد گھیرا ڈال کر کھڑے تھے۔ وہ سب کے سب تلواروں، خودوں اور ہتھیاروں سے مسلح اور لیس تھے۔ ان میں سے ہر ایک دلیری اور برتری والا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان پر سخت حملہ کیا اور فرمایا: بدبختو! تم نے یہ گمان کر لیا تھا کہ اللہ ﷻ تمہارے اور تمہارے اموال پر ہمیں قدرت عطا نہیں فرمائے گا اور تم اپنے جان و مال کو ہم سے بچا کر بھاگ نکلو گے سنو!

"أَنَا الْفَارِسُ الشَّدِيْدُ أَنَا الْبَطَلُ الْعَنِيْدُ أَنَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ"

"میں طاقت ور شہ سوار ہوں، میں بہادر سردار ہوں۔ میں خالد بن ولید ہوں!"

یہ کہہ کر آپ نے ان کے ایک شہسوار کو نیزہ مار کر ہلاک کر دیا اور پھر ایک اور شہسوار کی طرف متوجہ ہوئے اور اُسے بھی جہنم رسید کر دیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا تنہا ہربیس کے لشکر سے مقابلہ

علامہ واقدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ہربیس نے جس وقت آپ کی للکار کو سنا کہ کوئی للکار رہا ہے کہ "ہے کوئی جو مقابلہ کے

لئے میدان میں اترے" تو وہ آپ کا کلام سن کر گھوڑے کی زین پر بیٹھا بیٹھا ہی لڑکھڑا گیا اور اپنے ساتھیوں سے چلا کر بولا: تمہارا بیڑا غرق! کھڑے کیا دیکھ رہے ہو، یہی وہ شخص ہے جس نے شام میں انقلاب برپا کیا اور اہل شام کے امور کو الٹ پلٹ کر کے رکھ دیا ہے۔ یہی وہ شخص ہے جو تمہارے شہروں، ارکہ، تدمر، حوران، بصرہ پر قبضہ کر چکا ہے اور اسی نے تمہارے دمشق اور اجنادین کو فتح کر کے تم سے چھین لیا ہے۔ آج یہ شخص اکیلا یہاں تمہارے نرغے میں پھنسا ہے، پکڑ لو یہ جانے نہ پائے اور یاد رکھو اگر تم نے اسے پکڑ لیا تو سمجھو کہ تمہاری کھوئی ہوئی عزت لوٹ آئی اور گویا تم نے اپنی عظمت رفتہ کو دوبارہ پالیا ہے اور پھر تمہارے مقبوضہ علاقے اور شہر بھی دوبارہ تمہارے ہاتھ میں آ جائیں گے۔ اس ایک شخص کو ہلاک کر کے گویا کہ تم اپنے جملہ مقتولین کے خونوں کا بدلہ اور انتقام بھی لے لو گے، لہٰذا اب یہ تم سے بچ کر نہ جائے، ٹوٹ پڑو اور اس کو پکڑ لو۔

راوی کہتے ہیں کہ رومی فوج نے آپ کو تن تنہا اور اپنے ساتھیوں سے الگ دیکھ کر آپ کو پکڑنے میں طمع کی اور مسلمانوں کا حال یہ تھا کہ وہ کچھ تو رومیوں سے جنگ کرنے میں مشغول تھے اور کچھ مال غنیمت لوٹنے سمیٹنے میں لگے ہوئے تھے الغرض ہر ایک اپنی اپنی جگہ مشغول تھا۔ ادھر ہربیس کے فوجی جرنیل اپنے گھوڑوں سے اترے اور انھوں نے آپ کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ چونکہ لوگ ایک ایسے پہاڑ پر تھے جہاں درختوں کے جھنڈ کے جھنڈ کھڑے ہوئے اور راستہ کٹھن اور نہایت دشوار گزار تھا، اس لئے آپ اس طرح سے ایک نازک مقام پر گویا پھنس کر رہ گئے جس کا دفاع آپ کی طاقت سے باہر تھا۔ آپ وہاں اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آئے، تلوار ہاتھ میں لے لی اور ڈھال کو سامنے کر لیا پھر صبر و استقلال سے تن تنہا رومی جرنیلوں اور بہادر سورموں کے مقابلہ کے لئے ڈٹ گئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری سند کے ساتھ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور وہ "مرج الدیباج" کے معرکہ میں خود شریک ہوئے تھے۔ انھوں نے بیان کیا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب اپنے گھوڑے سے اترے اور خود کو رومی سورموں اور بہادر جرنیلوں کے درمیان محصور اور گھیرا ہوا دیکھا تو خود سے کہا: اے خالد! تیرا خواب سچا ہو گیا ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کی تو طلب کیا کرتا تھا!

آپ کو اس نازک وقت میں یہ بھی احساس ہوا کہ آپ نے تعاقب میں نکل کر غلطی کی ہے، میرا کام یہ تو نہ تھا کہ اکیلے اتنی کثیر فوج سے لڑنے کے لئے نکل کھڑا ہوں۔ بلکہ میرا کام تو یہ تھا کہ اپنے جھنڈے کے نیچے مسلمانوں کو مجتمع رکھ کر انکو دشمن سے لڑاتا۔

علماء کرام نے لکھا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بتیس جنگیں لڑی ہیں اور ہر جنگ میں ان کی تمنا ہوتی تھی کہ جام شہادت نوش کریں مگر ان کی یہ شہادت کی طلب قدرت کی طرف سے پوری نہ ہوئی، آج جب وہ اپنے گھوڑے سے پیادہ ہوئے اور سپر اور تلوار لے کر جنگ کے لئے بڑھے تو آپ کا مقابلہ بیس

(20) چوٹی کے بہادروں کے ساتھ تھا جو نہایت قوی الجثہ، موٹے تازے نوجوان رومی نسل تربیت یافتہ فوجی جرنیل تھے۔ سب سے پہلے ہربیس آپ کی طرف آگے بڑھا۔ آپ چاہتے تھے کہ اس پر ایک ایسی کاری ضرب لگائی جائے جو اس کی کھوپڑی تک پہنچے اور اس کا کام تمام کرے مگر آپ کثیر تعداد فوج کے ساتھ تن تنہا لڑ رہے تھے، اس لئے ہربیس نے آپ کے پیچھے سے آ کر وار کیا اور اس کی تلوار آپ کے خود پر آ کر لگی جس سے خود بھی کٹا اور آپ کا عمامہ بھی پھٹ کر گر گیا۔

ہربیس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر پرے جا گری اب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو خدشہ یہ تھا کہ اگر تو آپ اپنے پیچھے کی جانب متوجہ ہوتے ہیں اور ہربیس کے حملہ کا جواب دیتے ہیں تو وہ بیس کافر آپ پر یکبارگی ٹوٹ پڑتے ہیں اور دوسری طرف یہ بھی ہے کہ کہیں ہربیس آپکے ہاتھ سے بھاگ نہ جائے یا وہ آپ پر پیچھے سے دوبارہ حملہ نہ کر دے اور آپ کو قتل کر دے۔ آپ نے فوراً ایک جنگی چال چلی اور حربی حیلہ کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی دائیں بائیں اشارہ کرتے ہوئے حملہ کے ساتھ ساتھ زور زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا اور ایک شور برپا کر دیا جیسے آپ کسی امداد کے پہنچنے پر خوش ہو رہے ہوں، جو آپ کے لئے کمک کی صورت میں پہنچنے ہی والی ہو حالانکہ اس طرح سے دراصل آپ ایک جنگی تدبیر اور حیلہ سے کام لے رہے تھے اور ان رومی جرنیلوں کے ساتھ چال چل رہے تھے۔

آپ اسی حال میں تھے کہ قدرت کی طرف سے سچ مچ مسلمان آپ کی مدد کو پہنچ گئے اور آپ نے عربوں کی آوازوں کو بلند ہوتے ہوئے سنا، جنھوں نے آتے ہی رومیوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ مسلمان مجاہدین اللہ اکبر کی آوازیں بلند کر رہے تھے اور ان میں سے ایک کہہ رہا تھا:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ"

"ایک اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں ہے اور بیشک محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔"

انھوں نے کہا: اے ابا سلیمان (یہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے)! رب العالمین کی طرف سے آپ کے پاس دستگیر اور فریادرس آ گیا ہے، میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق ہوں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جب آپ کی آواز سنی تو آپ نے ان کی طرف توجہ نہیں کی اور نہ ان کے ساتھ آنے والوں کی طرف مڑ کر دیکھا بلکہ لڑنے کی طرف متوجہ رہے حتیٰ کہ ان تمام رومیوں کو دائیں بائیں متفرق اور منتشر کر دیا۔

ہربیس کا قتل ہونا

ہربیس نے جس وقت مسلمانوں کے نعروں کی آوازیں سنیں تو پیٹھ دے کر بھاگ گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ فوراً اس کی طرف بڑھے اور آپ نے تلوار کے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا اور وہ خون میں نہا گیا۔ اب حضرت عبدالرحمٰن

بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھیوں کے اور ہربیس کے ساتھیوں کے درمیان رَن پڑا اور دونوں طرف سے تلواریں چلنی شروع ہو گئیں اور مسلمان مجاہدین نے رومیوں کو ہلاک کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے جب کرب واندوہ کے یہ بادل چھٹے تو آپ نے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کے کردار اور بہادری کو دیکھ کر فرمایا واللہ اے ابن ازور رضی اللہ عنہ! تم فلاح پا گئے، تم سرخرو ہوئے، تم اپنے تمام افعال میں ہمیشہ مبارک باد کے مستحق قرار پائے ہو!

آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو سلام کیا پھر دوسرے مسلمانوں کو سلام کیا اور پوچھنے لگے آپ حضرات کو کیونکر معلوم ہوا کہ میں اس جگہ ہوں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہا: اے امیر! جس دوران ہم رومیوں سے جنگ میں مشغول تھے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان پر فتح نصیب فرمائی، وہ لوگ ہلاک ہو گئے اور بعض کو قیدی بنا لیا گیا، مسلمان اموال غنیمت کے جمع کرنے میں منہمک ہو گئے تو اسی اثناء میں ہم نے ہوا میں ایک غیبی آواز سنی، غائب سے ہاتف آواز دیکر کہہ رہا تھا:

''تم یہاں غنیمت کے اموال جمع کرنے میں مگن ہو اور خالد کو دشمنوں نے گھیرا ہوا ہے۔''

میں نے جب یہ آواز سنی تو میں نہیں جانتا تھا کہ آپ کس جگہ پر ہیں کیونکہ ہم نے آپ کی شخصیت کو اپنے درمیان سے کھو دیا تھا اور آپ ہم سے مفقود الخبر تھے اور مسلمانوں کو آپ کی وجہ سے سخت غم لاحق تھا کہ آپ کے ساتھیوں میں سے ایک ساتھی کے ہاتھ میں جو موٹا رومی پہلوان تھا، اس نے ہماری رہنمائی کی کہ تمھارے صاحب کو میں نے ہربیس کے متعلق بتلایا ہے اور وہ اس پہاڑ پر ہربیس سے برسرپیکار ہیں۔ پس ہم اس کے بتلانے پر آپ کی طرف جلدی سے دوڑے اور آپ کو پا لیا ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس نے ہمارے دشمن کے متعلق رہنمائی کی اور پھر مسلمانوں کو ہماری نصرت پر رہنمائی اور دلالت کرنے سے ہم پر اس کا حق واجب و ثابت ہو گیا ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے لشکر کی طرف واپس لوٹ آئے اور سب مسلمان آپ کے غائب ہونے کی وجہ سے سخت بے چین اور مضطرب تھے۔ جب انھوں نے آپ کو دیکھا تو ان کو حد درجہ فرحت اور خوشی ہوئی اور آپ کو سلام کرنے کے لئے دوڑ پڑے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے استقبال کے لئے آنے والوں کو سلام کیا اور ان کا شکریہ ادا فرمایا اور ان کے کارناموں کی تعریف کی۔ اس کے بعد آپ نے اس موٹے رومی پہلوان کو طلب فرمایا جس نے ہربیس کے متعلق آپ کی رہنمائی کی تھی، جب وہ آ گیا تو آپ نے اس سے فرمایا چونکہ تم نے ہمارے ساتھ وفا کی ہے اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ حسب وعدہ ہم تمھارے ساتھ حقِ وفاداری ادا کریں۔ پہلے تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم پر واجب ہے اور ہمارا مذہبی فریضہ ہے کہ تمھیں خیر خواہانہ مشورہ دیتے ہیں اور تم سے یہ پوچھتے ہیں کیا تمھیں رغبت اور شوق ہے کہ تم اپنی خوشی اور مرضی سے نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے والے لوگوں میں سے بن جاؤ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت میں شامل ہو جاؤ جس سے تم اہل جنت میں سے ہو جاؤ گے اور اس سے تمھارا

ہی بھلا ہوگا۔

رومی پہلوان بولا: میں اپنا دین نہیں بدلنا چاہتا۔ فرماتے ہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد اس کو آزاد فرما دیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی واپسی اور مالِ غنیمت جمع کرنا

حضرت نوفل بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس کافر رومی پہلوان کو دیکھا کہ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اکیلا ہی بلادِ روم کی طلب میں چل دیا۔ اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو مال غنائم جمع کرنے کا امر دیا اور قیدیوں کو اکٹھا کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ جب سب کچھ جمع ہو گیا تو آپ نے مال واسباب کی کثرت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور باری تعالیٰ کی بارگاہ میں شکرانہ ادا کیا۔ پھر آپ نے یونس رہنما جس کا نام آپ نے نجیب رکھا ہوا تھا، اس کو طلب فرمایا اور اس کا حال پوچھا۔ آپ نے فرمایا: یونس نجیب سناؤ بھئی! تم نے اپنی بیوی کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

شاہ ہرقل کی بیٹی یونس رہبر کو عطا کرنا

یونس نے اپنی تمام سرگذشت سنائی اور اس کی خودکشی کا واقعہ بیان کیا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ کو بڑا عجیب قرار دیا اور آپ کو یہ سن کر تعجب اور حیرت ہوئی۔ حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے امیر! میں نے ہرقل بادشاہ کی بیٹی کو گرفتار کر کے قیدی بنا لیا ہے اور وہ شہزادی میں نے یونس کو اس کی بیوی کے بدلہ میں اس کے سپرد کر دی ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ شاہ روم ہرقل کی بیٹی کہاں ہے؟ کہتے ہیں جب میں نے وہ آپ کی خدمت میں پیش کی تو آپ نے اس کے حسن و جمال کو دیکھا، جو اللہ تعالیٰ خالق حسن و جمال نے اس کو عطا فرمایا تھا تو اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور پڑھا:

"سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ"

"اے اللہ تو پاک ہے اے اللہ ہر کمال پر تعریف کے لائق تو ہی ہے اللہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے اور اسکی جو مرضی ہے اختیار اور پسند فرمائے۔"

پھر آپ نے یونس نجیب سے فرمایا: اے نجیب! کیا تم اس ملکہ کو اپنی بیوی کے عوض قبول کرتے ہو؟

اس نے کہا: ہاں! قبول کرتا ہوں، مگر مجھے یقین ہے کہ یہ میرے پاس نہیں رہے گی کیونکہ اس کا باپ ہر صورت میں اس کو بازیاب کرنے کی کوشش کرے گا، چاہے اس کا فدیہ دیکر حاصل کرے، چاہے اس کو جنگ برپا کر کے اس کو

بازیاب کرانا پڑے وہ اس کو چھوڑے گا ہر گز نہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اپنی زوجہ کے بدلہ اسے بہر حال لے لو، اگر تو ہرقل نے اس کو طلب نہ کیا تو یہ تیری ہے اور اگر اس نے طلب کر لی تو اللہ عزوجل اس کے عوض تجھے اس سے بھی اچھی بیوی عطا کرے گا انشاء اللہ عزوجل!

فاتح اسلامی لشکر کا واپس لوٹنا

یونس نے کہا: اے امیر! آپ ایسے شہروں میں ہیں جہاں آپ کے لئے ٹھہرنا بہت سخت اور کٹھن ثابت ہو سکتا ہے لہٰذا کسی تنگی میں مبتلا ہونے سے قبل آپ یہاں سے کوچ کرنے کا فوری عزم کریں اور اس سے پیشتر کہ رومی لشکر آپ کو آ ملے، آپ اس مقام سے نکل جائیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارا اللہ عزوجل ہمارے ساتھ ہے یہ کہہ کر آپ واپس لوٹنے کے لئے مائل ہو گئے اور تیزی سے چل پڑنے کا حکم دے دیا، آپ تیز تیز چل رہے تھے۔ اموال غنیمت آپ کے ساتھ تھے اور مسلمان آپ کے پیچھے پیچھے شاداں و فرحاں غانم اور سالم چل رہے تھے۔

حضرت روح بن عطیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ہم نے پورا راستہ قطع کر لیا اور پورے سفر میں کوئی رومی ہمارے آڑے نہیں آیا، ہم رومیوں کے شہروں کے اندر سے گزرتے رہے لیکن کسی نے ہم سے تعرض نہیں کیا تا آنکہ جب ہم "مرج الصغیر" جو اُم حکیم نامی پل کے قریب واقع تھا، کے پاس پہنچے تو ہمیں اپنے پیچھے ایک غبار ابھرتا ہوا نظر آیا اور ہوا کے بگولے کی طرح کوئی چیز اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھی تو ہمیں سخت ناگوار لگا۔

مسلمانوں میں سے ایک شخص تیزی سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف آیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو خبر دی، آپ نے فرمایا: تم میں سے کون شخص اس کی مکمل معلومات حاصل کر کے مجھے آ کر بتلائے گا؟ قوم غفار کے ایک شخص جس کا نام صعصعہ بن یزید غفاری تھا، نے فوراً لبیک کہا اور آگے بڑھ کر خود کو پیش کر دیا اور کہا میں حاضر ہوں۔ پھر وہ اپنے عمدہ گھوڑے سے اتر گیا اس کو دوڑنے میں خاص ملکہ اور تجربہ حاصل تھا۔ یہ شخص دوڑ میں گھوڑے کو بھی پیچھے چھوڑ جاتا تھا پس اس نے غبار میں داخل ہو کر لشکر کی خبر لی اور الٹے پاؤں واپس پلٹ آیا اور اس نے دور سے ہی چلا کر کہا:

اے امیر! صلیب والوں نے ہمیں گویا پکڑ لیا اور اس مقدمۃ الجیش کے پیچھے ایک ایسا لشکر چلا آ رہا ہے جو سر سے پاؤں تک لوہے سے لیس ہے، ان کی آنکھوں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔

شاہ ہرقل کے لشکر کی آمد

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے یونس راہبر کو بلایا، جب گھڑسوار قریب آ گئے، آپ نے فرمایا: اے یونس! آپ ان گھڑسواروں کی طرف جائیں اور معلوم کریں کہ ان کے کیا عزائم ہیں؟ نجیب یونس نے عرض کیا: میں نے آپ کا حکم سنا اور فرمانبرداری کے لئے تیار ہوں۔ یہ کہہ کر یونس لشکر روم کے پاس گیا اور ان کے بالکل قریب سے جائزہ لے کر واپس پلٹ آئے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا:

میں نے تو پہلے ہی آپ سے عرض کر دیا تھا کہ ہرقل اپنی بیٹی کی طلب اور تلاش سے کبھی غفلت نہیں کرے گا، یہ دیکھ لیں اس نے اسی مقصد کے نفاذ کے لئے بھیجا ہے اور وہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے غنیمت کے اموال واپس لے لیں گے اور جب یہ آنے والا لشکر آپ سے لاحق ہوگا تو یہاں دمشق کے قریب سے آپ کے پاس ایک وفد بھیجے گا، وہ وفد آپ سے ہرقل بادشاہ کی لڑکی کے بارے پوچھے گا اور چاہے بطور ہدیہ آپ اس لڑکی کو واپس کر دیں، چاہے مال لے کر بہرحال وہ اس لڑکی کو حاصل کر کے رہیں گے۔

مذاکرات کا آغاز اور شاہ ہرقل کی بیٹی کی واپسی کا مطالبہ

اسی اثناء میں جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ یونس نجیب کے ساتھ گفتگو فرما رہے تھے کہ اچانک ایک عیسائی بزرگ شخص جس نے ٹاٹ کا لباس پہن رکھا تھا، مسلمانوں کے پاس آ کر کہنے لگا میں نمائندہ اور قاصد ہوں، تمہارا سردار کہاں ہے؟

مسلمانوں کے بعض افراد نے اس بوڑھے کا ہاتھ پکڑ کر اس کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا آپ نے اس سے فرمایا: کہو کیا چاہتے ہو؟

بوڑھے قاصد نے کہا: میں ہرقل بادشاہ کا نمائندہ اور ایلچی ہوں۔ بادشاہ روم نے تمہارے نام پیغام میں کہا ہے کہ تم نے میرے آدمیوں کے ساتھ جو کچھ سلوک کیا، میرے فوجیوں کو قتل کیا اور میری بیٹی کو گرفتار کر کے قیدی بنایا، ان تمام باتوں کی مجھے خبر پہنچی ہے۔تم نے میرے داماد کو ہلاک کر کے اور میری بیٹی کو قید کر کے میری توہین کی ہے۔ یہ بجا ہے کہ تم نے غلبہ حاصل کیا اور فاتح تمہی رہے ہو، تم نے ہمارے اموال بھی ہتھیا لئے اور صحیح وسلامت بچ کر نکل گئے لیکن یاد رکھو کہ جو فاتح ہو، اگر وہ ظلم اور زیادتی کرنے لگے تو پھر یہ ظلم اور زیادتی فاتح کو مفتوح بنا دیا کرتی ہے لہٰذا حد سے تجاوز مت کرو میری لڑکی کو یا تو ہدیہ لے کر چھوڑ دو ورنہ اس کا جو فدیہ تم نے لینا ہو مجھے بتاؤ، مجھے اُمید تو یہی ہے کہ تم اس کو ویسے ہی باعزت طور پر چھوڑ دو گے کیونکہ جود وکرم اور بخشش تم اہلِ عرب کی عادت اور فطرت ہے اور یاد رہے ''جو شخص دوسروں پر

رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔'' مجھے اُمید ہے کہ بیشک اب ہمارے اور تمھارے درمیان صلح واقع ہو جائے گی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا پیغام اور بیٹی کی رہائی

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب اس بوڑھے قاصد کی گفتگو سنی تو اس سے فرمایا: تو اپنے بادشاہ سے کہہ دینا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اس وقت تک واپس نہیں لوٹوں گا جب تک اس جگہ کا بھی مالک نہیں بن جاتا جو تیرے قدموں کے نیچے ہے جیسا کہ یہ بات تو اپنے علم میں پاتا ہے۔ رہا تیرا ہمیں باقی رہنے دینا، سو اگر تجھے ہم پر غلبہ اور قدرت حاصل ہو جاتی تو تُو کبھی کوئی کسر باقی نہ رہنے دیتا ہمارے ہلاک کرنے میں، اب رہا تیری بیٹی کا معاملہ سو وہ تجھے ہماری طرف سے ہدیہ ہے اور مجھے امید ہے کہ یہ اپنی جگہ پہنچ جائیگی۔

پھر آپ نے لڑکی کو آزاد کر کے ان تک پہنچانے کا بندوبست فرما دیا اور اس کے فدیہ میں کوئی مال نہ لیا اور مفت میں اس کو رہا کر دیا۔

سفیر جب شاہ روم ہرقل کے پاس واپس پہنچا تو اس نے روم کے شاہوں اور سرداروں کو جمع کیا اور ان سے کہا: میں نے تمھیں پہلے ہی اس امر سے آگاہ کر دیا تھا اور تم لوگوں نے میری بات کی طرف توجہ نہ دی، ابھی تو یہ کچھ بھی نہیں ہوا اس سے بھی بڑا معاملہ پیش آنے والا ہے اور اس میں تمھارا دراصل کوئی قصور نہیں ہے بلکہ یہ سب کچھ رب کائنات کی طرف سے ہے۔ رومی بادشاہ سفیر کی تقریر سن کر دھار، دھار رونے لگے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا واپس دمشق آنا

حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہاں سے چل پڑے حتیٰ کہ دمشق آ گئے، یہاں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور ان کے دوسرے ساتھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی طرف سے مایوس ہو گئے تھے۔ وہ حضرات جب انتہائی نااُمیدی اور یاس کے عالم میں تھے تو اچانک حضرت خالد رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ مسلمان مسرت سے آپ کے استقبال کے لئے نکلے اور صحیح و سلامت پہنچنے پر آپ کو مبارکباد دینے لگے۔ تمام مسلمان ایک دوسرے کو سلام کرنے اور ملنے لگے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے یہاں دمشق میں حضرت عمرو بن معدیکرب زبیری رضی اللہ عنہ، حضرت مالک الاشتر نخعی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو موجود پایا۔ پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اپنی ساری سرگزشت بیان کی۔ انھوں نے پوری رپورٹ سن کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی شجاعت و جسارت پر تعجب کیا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے خیمہ میں آرام کرنے کے بعد اموال غنیمت کا خمس 1/5 نکال کر الگ کر دیا اور باقی مال و اسباب مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ اپنے حصہ میں سے یونس رہبر کو مزید کچھ مال عنایت کر کے ارشاد فرمایا: ان سے اپنے نکاح کا بندوبست کر لو یا کوئی رومی لڑکی خرید لو۔

یونس نے کہا: اللہ ﷻ کی قسم! میں اپنی اس زوجہ کے بعد اس دنیا میں کبھی کسی سے شادی نہیں کروں گا اور اب میری ایک ہی خواہش ہے کہ آخرت سنور جائے اور آخرت میں ہی کسی حورعین سے شادی بھی کروں گا اور بس!

حضرت یونس رہبر کی شہادت کا واقعہ

حضرت رافع بن عمیرہ طائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت یونس رضی اللہ عنہ یرموک کی لڑائی تک ہمارے ساتھ شریک جہاد رہے۔ آپ بڑی بہادری اور جانثاری کے ساتھ دشمنوں سے لڑتے تھے اور بڑے بہادر مجاہد تھے۔ جنگ یرموک میں آپ کی آزمائش کا وقت آ گیا اور بڑا اچھا وقت آپ کو نصیب ہوا۔ میں نے دیکھا کہ میدان یرموک میں ایک تیر آ کر آپ کے سینہ میں پیوست ہوا اور آپ زمین پر گرتے ہی شہید ہو گئے۔ مجھے آپ کی جدائی کا بہت صدمہ ہوا اور میں آپ کے لئے بکثرت اللہ ﷻ سے رحمت کی دعائیں کرتا رہا۔ ایک رات میں نے خواب میں ان کو دیکھا، انھوں نے چمکدار پوشاک پہنی ہوئی ہے اور پاؤں میں زریں کھسہ پہنا ہوا ہے اور گرین گارڈن (روضۃ اخضر) میں گھوم رہا ہے۔ میں نے اس سے کہا: اللہ ﷻ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک فرمایا؟

انھوں نے جواب دیا: اللہ ﷻ نے میری مغفرت فرما دی اور مجھے دنیا کی بیوی کے بدلے میں ستر ایسی حوریں عطا فرمائی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک حور بھی دنیا کی طرف اتر آئے تو اس کے چہرے کی چمک کے آگے چاند اور سورج کا بھی چہرہ اتر جائے، تم سب کو بھی اللہ ﷻ اچھا صلہ عطا فرمائے۔

حضرت رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اپنا خواب بیان کیا تو آپ نے فرمایا: اللہ ﷻ کی قسم! یہ بلند رتبہ سوائے شہید کے کسی کو نہیں ملتا۔ پس خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو اللہ رب العزت نے اس مرتبہ سے سرفراز فرمایا۔

دمشق اور مرج الدیباج کی فتوحات کے متعلق خلیفۃ الرسول کے نام مکتوب

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب سریۂ مرج الدیباج سے سالم و غانم واپس پلٹے تو اُن کے خیال میں خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بقیدِ حیات ہیں اور آپ کا وصال نہیں ہوا۔ اس لئے آپ نے ان کی خدمت اقدس میں خط لکھنے کا ارادہ کیا، جس میں فتح نصیب ہونے اور اہل روم سے مال غنیمت کے حاصل ہونے کی خوشخبری کی اطلاع کرنا مقصود تھا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو ابھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال فرما جانے اور آپ کے وصال کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خلیفہ مقرر ہونے کی خبر نہیں دی تھی چنانچہ آپ نے دوات اور سفید کاغذ منگوا کر خط لکھا جس کا متن درج ذیل تھا:

بسم الله الرحمن الرحيم

لعبد الله خليفة رسول الله ﷺ من عامله على الشام
خالد بن الوليد المخزومى

اما بعد، فانى، احمد الله الذى لا اله الا هو و اصلى على نبيه محمد ﷺ و ثم انا لم نزل من مكابدة العدو على حرب دمشق حتى انزل الله علينا نصره وقهر عدوه و فتحت دمشق عنوة من الباب الشرقى بالسيف و كان ابو عبيده على باب الجابية فخدعته الروم فصالحوا على الباب الآخر ومنعنى ان أسبى و اقتل و التقينا عند كنيسة يقال لها كنيسة مريم و امامه القسس والرهبان و معهم كتاب الصلح وان صهر الملك "توما" و آخر يقال له "هربيس" خرجامن المدينة بمال عظيم و احمال جسيمة فسرت خلفهم و نزعت النعمة من ايديهما وقتلت اللعينين واسرت ابنة الملك هرقل ثم اهد يتها اليه وقدرجعت سالما وانا انتظر امرك والسلام

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

از خالد بن ولید مخزومی، گورنر شام از جانب خلیفۃ المسلمین۔

بخدمت جناب عبداللہ خلیفۂ رسول ﷺ امابعد!

السلام علیکم! بیشک میں حمد کرتا ہوں اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور میں درود و سلام پیش کرتا ہوں اللہ ﷻ کے نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ میں، دمشق کی لڑائی میں ہمیں مسلسل دشمن کی طرف سے سخت مزاحمت اور تکلیف کا سامنا رہا، یہاں تک کہ اللہ ﷻ

نے ہم پر اپنی مدد نازل فرمائی اور اپنے دشمن کو مغلوب اور مقہور فرما دیا، میں نے مشرقی گیٹ سے شہر کا شرقی حصہ بزور شمشیر جنگ سے فتح کیا۔ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی ڈیوٹی جابیہ گیٹ پر تھی اور وہ ادھر متعین تھے۔ دشمن نے ان کے ساتھ فراڈ کر کے دوسرے دروازے پر مصالحت کر لی اس لئے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے مجھے کسی شخص کو بھی قتل کرنے یا قیدی بنانے سے منع کر دیا۔ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات چرچ کے پاس ہوئی تھی جس کو کنیسہ مریم کہا جاتا ہے، ان کے ساتھ اس وقت پادری اور راہب بھی تھے اور انھوں نے صلح نامہ بھی اپنے ہاتھ میں اٹھا رکھا تھا۔ بادشاہ روم ہرقل کا داماد جنرل توما اور اس کا ایک کمانڈر ہربیس نامی شخص یہ دونوں شہر کا بہت سا مال اور بہت سے افراد کو ساتھ لے کر شہر سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے میں نے ان کا پیچھا کر کے ان دونوں لعینوں کو قتل کر دیا اور جتنا مال سمیٹ کر وہ فرار ہوئے تھے سب حاصل کر لیا۔ شاہ روم ہرقل کی دختر جو توما کی بیوی تھی اس کو قید کر لیا تھا تاہم پھر بعد میں سیاسۃً بغیر کسی معاوضہ کے احساناً اور ہدیۃً اس کو رہا کر دیا اور بحفاظت ان کے سپرد کر دی گئی اور میں خود بھی اپنے ساتھیوں سمیت سالم و غانم واپس لوٹ آیا۔ آئندہ کے لائحہ عمل کے لئے آپ کے امر کا انتظار ہے۔

والسلام (اللہ حافظ)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے خط کو تہہ لگا کر اس پر اپنی مہر لگائی اور عرب کے ایک مرد جس کا نام عبداللہ بن قرط تھا، کو بلایا اور اس کے سپرد کر دیا۔ وہ یہ خط لے کر مدینہ منورہ کی طرف چل دیا جب وہ شخص مدینہ منورہ وارد ہوا تو اس وقت خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مقرر ہو چکے تھے اس نے عریضہ آپ کے سپرد کر دیا۔ آپ نے جب اس کا عنوان پڑھا کہ ''من خالد بن ولید الی خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم''

''خالد بن ولید کی طرف سے خلیفہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام''

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: کیا ابھی تک وہاں کے مسلمانوں کو حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی وفات کی خبر نہیں ہوئی؟

قاصد نے عرض کیا: یا امیر المومنین! نہیں۔

آپ نے فرمایا: میں اس کے متعلق ایک خط ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ارسال کر چکا ہوں اور اس خط میں میں نے

یہ بھی لکھ بھیجا ہے کہ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا امیر مقرر کیا جاتا ہے اور خالد کو معزول کیا جاتا ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو ذاتی طور پر امارت اور سرداری کی تمنا اور خواہش نہیں۔ پھر آپ نے خاموشی سے پورا خط پڑھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت پر ایک نظر

اصحابِ سیرت جن کا ذکر بمع اسناد جزء اول کے شروع میں گزر چکا ہے، جو فتوحات شام کے راوی ہیں اور انھوں نے اس کو ثقہ راویوں سے نقل کیا ہے، انہی میں سے محمد بن اسحاق، سیف بن عمر اور ابوعبداللہ محمد بن عمر الواقدی بھی ہیں سب نے وہ کچھ بیان کیا جو انھوں نے خود دیکھا یا جن راویوں سے سنا وہ تمام ثقہ اور معتبر راوی ہیں وہ سب اپنی اخبار میں بیان کرتے ہیں:

جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روح قبض کر لی گئی اور ان کے بعد (خلافت کا) معاملہ (حضرت) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوا تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عمر باون (52) سال تھی، لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، آپ کی بیعت، بیعت تامہ تھی کوئی ایک شخص بھی آپ کی بیعت سے پیچھے نہیں رہا نہ کوئی چھوٹا نہ کوئی بڑا (سب نے بالاتفاق آپ کی خلافت پر بیعت کر کے آپ کو خلیفہ تسلیم کیا) آپ کے دورِ خلافت میں، شقاق اور نفاق ختم ہو گئے۔ باطل نابود ہوا اور حق قائم ہو گیا۔ سلطان قوی اور کید و مکر شیطان ضعیف ہو گیا۔ اللہ عزوجل کا دین غالب آ کر رہا اگرچہ کافروں کو ناگوار ہی تھا۔ آپ اپنے زمانہ خلافت میں مسکینوں اور غریبوں پر احسان اور نرمی کرتے تھے، چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کی عزت و توقیر کرتے تھے، یتیموں پر مہربانی کرتے اور مظلوم کو انصاف مہیا فرماتے تھے اور ظالم کو سزا دیتے تھے اور آپ اللہ عزوجل کے احکام میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ آپ اپنے زمانۂ خلافت میں مدینہ منورہ کے بازاروں اور منڈیوں کا دورہ کرتے اور آپ نے پیوند لگا ہوا لباس زیب تن فرمایا ہوتا، ہاتھ میں دُرّہ ہوتا تھا اور آپ کی وہ چابک ہماری ان تلواروں سے زیادہ ہیبت ناک ہوتی تھی، آپ کی خوراک روزانہ جَو کی روٹی ہوتی جس کو آپ پسے ہوئے نمک کے ساتھ تناول فرما لیتے تھے اور بسا اوقات نمک کے بغیر ہی آپ روٹی کھا لیتے تھے اور ایسا آپ زہد و تقویٰ اور مسلمانوں پر مہربانی کرتے ہوئے کیا کرتے تھے آپ مسلمانوں پر نہایت رحم اور نرمی کرتے تھے اور مقصد صرف اللہ عزوجل سے ثواب کا حصول ہوتا تھا اور کوئی شغل آپ کو ان امور کی ادائیگی سے غافل نہیں کرتا تھا جو اللہ عزوجل نے حقوق آپ پر واجب فرمائے تھے اور اسی طرح اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی ادائیگی سے کوئی چیز اور کام آپ کے لئے مانع نہیں بن سکتا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تاثرات

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ کی قسم! حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب منصب

خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں تو وہ اپنے پیشرو دونوں صاحبوں حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قدم بہ قدم چلے اور دین کے کاموں کے لئے آپ ہمیشہ مستعد اور کمربستہ رہتے تھے، غرور اور تکبر تو آپ میں نام کو بھی نہ تھا، جَو کی روٹی اور نمک نے آپ کو بہت جان سوختہ کر کے رکھ دیا تھا جس سے آپ میں نقاہت اور کمزوری بہت پیدا ہو گئی تھی۔ اسی طرح تیل اور چھوہاروں نے بھی آپ کی صحت کو نقصان پہنچایا، گھی آپ بہت کم استعمال فرماتے اور فرمایا کرتے تھے کہ نمک کے ساتھ جَو کی روٹی کھا لینا اور بھوک کاٹ لینا آسان ہے کل کو دوزخ کی آگ میں جلنے سے، کیونکہ جو شخص آگ میں ڈالا جائے گا وہ نہ مرے گا اور نہ وہاں کوئی سکھ راحت پائے گا جس کی گہرائی بہت زیادہ اور اس کا عذاب بڑا ہی سخت ہے اور اس میں پینے کو پانی کی جگہ پیپ ملے گی۔ آپ نہ تو کسی کو طلب کرتے اور نہ اجازت دیتے تھے پھر بھی لشکر آپ کے دور خلافت میں جمع ہوتے رہے۔ آپ نے بہت سے لشکروں کو مختلف اطراف میں روانہ فرمایا اور بہت فتوحات فرمائیں اور بہت سارے نئے شہر آباد کیے۔ آپ رضی اللہ عنہ عذابِ آتش سے ہمیشہ خوف زدہ رہتے تھے۔ [1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد ہرقل کا اپنی قوم سے خطاب

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ بادشاہ روم ہرقل کو جب یہ اطلاع ملی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے خلیفہ مقرر ہوئے ہیں تو اس نے اپنے تمام وزیروں، گورنروں، سرداروں اور ارکان دولت کو طلب کیا اور کنیسہ قسان میں اپنے لئے نصب کئے گئے منبر پر چڑھ کر اپنے لوگوں کو خطاب کیا۔ اس کی تقریر کا مضمون یہ تھا:

''اے بنی اصفر! یہ ہی وہ شخص ہے جس سے میں تمہیں ڈراتا رہا ہوں اور تم نے میری بات نہ سنی اور اب تو معاملہ بہت سخت ہو گیا ہے جب گندمی رنگ، سرگیں آنکھوں والا شخص والی بن گیا ہے اور اس کے بعد عنقریب ہی صاحب فتوح مشابہ بہ نوح (علیہ السلام) شخص کی ولایت بخدا بخدا! حتمی بات ہے کہ میرے اس تخت سلطنت تک ضرور پہنچ کر رہے گی اور وہ یہاں تک کا مالک ہوگا ''الحذر الحذر'' خوف خدا، خوف خدا! اب بھی سمجھ جاؤ اور اس سے پیشتر کہ تم پر آسمان سے کوئی بڑی بلا اور مصیبت نازل ہو، تمہارے محلات وقصور منہدم کر دیئے جائیں، پادریوں کا قتل ہو، ناقوس بجنا معطل ہوں، ڈرنا چاہئے یہ شخص حرب وضرب کا ماہر ہے۔ فارس اور روم پر لشکر کشی کرے گا اور ان دونوں کو فتح کرے گا یہ اپنے دین کا زاہد اور جو دوسرے دین اور ملت کی اتباع کرنے والا ہو، اس پر بڑا سخت گیر ہے، اب بھی وقت ہے کہ تم نیکی کا حکم دو اور بُرائی

[1] مطبوعہ نولکشور کے مطابق یہاں جزاول ختم ہوتا ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

سے روکو اور بے حیائی کے کاموں کو چھوڑ دو، فرماں بردار بن جاؤ اور فرائض و واجبات کی ادائیگی میں دینِ مسیح کی پیروی شروع کر دو، زنا کاری اور دوسری بد عملیوں سے توبہ تائب ہو جاؤ تو مجھے اُمید ہے کہ خدا تمھاری ضرور مدد فرمائے گا لیکن اگر تم نے انکار کیا اور اسی طرح عناد، دشمنی، فسق و فجور نافرمانی اور دنیوی خواہشات کی طرف مائل رہے تو خدا تمھارے دشمن کو تم پر مسلط فرما دے گا اور تمھیں ایسی مصیبت میں مبتلا کرے گا جس کو برداشت کرنے کی تم میں سکت نہیں ہے۔

مجھے معلوم ہے کہ اس قوم کا دین تمام ادیان پر غالب آ کر رہے گا اور اس دین کے حاملین جب تک اس میں کوئی تغیر و تبدل پیدا نہیں کریں گے، ہمیشہ بہتر حالت میں رہیں گے اور تمھارے لیے اب میرا مشورہ یہ ہے کہ تم دو باتوں میں سے کسی ایک بات کو اختیار کر لو......:

اوّل تو یہ کہ تم دین اسلام قبول کر لو اور اگر یہ نہیں کرتے تو پھر دوسری صورت یہ ہے کہ تم اس قوم سے جزیہ ادا کرنے پر مصالحت کر لو۔"

ہرقل کی قوم نے جب اس کے منہ سے یہ الفاظ سنے تو اس پر قتل کے ارادہ سے جھپٹے مگر اس نے فوراً روئے سخن بدلا اور بڑی نرمی اور شفقت کے ساتھ ان سے مکالمہ شروع کر دیا اور ان کے غصہ کو یہ کہہ کر ٹھنڈا کر دیا کہ بس میں یہی دیکھنا چاہتا تھا کہ آیا تم لوگوں کے قلب و ذہن میں اپنے دین کے متعلق غیرت و حمیت کی کوئی رمق باقی ہے یا اس کا جنازہ نکل گیا ہے اور میں نے تمھاری جانچ اور آزمائش کے لئے ایسا کیا ہے تاکہ پتا چلاؤں کہ تمھارے دلوں پر عرب قوم کا خوف تو کہیں غالب نہیں آ گیا؟

ہرقل کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قتل کروانے کی سازش کرنا

پھر ہرقل نے ایک عرب نژاد نصرانی کو جس کا نام "طلیقہ بن ماران" تھا، بلایا اور اس کو کثیر مال دینے کا وعدہ کرتے ہوئے کہا کہ تم اسی وقت اسی گھڑی مدینہ کی طرف چل دو اور وہاں پہنچ کر دیکھو اور جائزہ لو کہ عمر کو کس طریقے سے قتل کیا جائے؟ اور یاد رکھو کہ یہ کام تم ہی نے سرانجام دینا ہے۔

اس عیسائی کافر نے آپ کے قتل کی حامی بھرتے ہوئے کہا "ہاں ٹھیک ہے بادشاہ سلامت!" اور رختِ سفر باندھ کر وہ سوئے مدینہ چل پڑا حتیٰ کہ مدینۃ النبی ﷺ میں واردات کے لئے وارد ہو گیا اور مدینہ منورہ کے اردگرد کہیں چھپ کر بیٹھ گیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حسبِ معمول یتیموں اور بیواؤں کے اموال اور ان کے کھیتوں اور باغوں کی دیکھ بھال اور نگرانی کے لئے باہر تشریف لائے تو ادھر یہ نصرانی ایک گھنی شاخوں والے گھنے درخت کے اوپر چڑھ کر اس کے پتوں

اور شاخوں میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ اتفاقاً آپ بھی اسی درخت کے نیچے جس کے اوپر وہ چڑھا بیٹھا تھا، زمین پر پتھر کا سرہانہ بنا کر لیٹ گئے۔

جب آپ رضی اللہ عنہ کو نیند آ گئی تو اس کافر نے ارادہ کیا کہ اب اتر کر آپ کو قتل کر دوں تو اچانک جنگل سے ایک درندہ آیا اور اس نے آپ کے اردگرد طواف شروع کر دیا اور پھر وہ آگے بڑھا اور آپ کے قدموں کو چاٹنے لگا (بوسہ دینے لگا) اور اچانک فضا میں ایک غیبی آواز گونجی کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے:

"بِأَبِیْ وَأُمِّیْ مَنِ الْكَائِنَاتُ تَحْفَظُهُ وَالسِّبَاعُ تَحْرِسُهُ وَالْمَلَائِكَةُ تَصِفُهُ، وَالْجِنُّ تَعْرِفُهُ"

"میرے ماں باپ قربان ہوں اس مرد خدا پر کہ کائنات جس کی حفاظت پر مامور ہے، درندے جس پر پہرہ دیتے ہیں، فرشتے جس کی صفتیں بیان کرتے ہیں، جس کے مقام و مرتبہ سے جن بھی آشنا ہیں۔"

پھر اس نے آپ سے اپنا تمام قصہ بیان کیا اور اپنے ارادہ سے آگاہ کیا اور اسی وقت اپنی مرضی اور خوشی سے آپ کے سامنے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فتح دمشق کی خبر ملنا اور آپ کا خط لکھنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ:

"میں تمھیں شام پر والی (گورنر) مقرر کرتا ہوں اور تمھیں مسلم افواج کا امیر بناتا اور خالد رضی اللہ عنہ کو معزول کرتا ہوں۔ والسلام۔"

یہ خط آپ نے حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا اور جب مسلمانوں نے اپنے معاملات اور اُمور میں آپ کی طرف رجوع کرنا شروع کیا تو آپ بہت بے چین رہنے لگے۔

عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے اُمور کے والی بن گئے تو آپ نے اپنی توجہ شام کی طرف مبذول فرمائی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں: حضرت عبداللہ بن سالم ثقفی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ثقہ استادوں سے روایت کرتے ہیں کہ جس رات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، اس رات حضرت عبدالرحمٰن بن عوف الزہری رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا اور صبح کو جس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بیعت ہو رہی تھی انھوں نے اپنا رات کا خواب آپ سے بیان کیا اور بعینہٖ اسی طرح خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی اسی رات خواب دیکھا تھا۔

انھوں نے بیان کیا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ مسلمانوں نے دمشق کا محاصرہ کیا ہوا ہے اور میرے کانوں میں اللہ اکبر اللہ اکبر یعنی نعرہ ہائے تکبیر کی آوازیں آ رہی ہیں جس وقت مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر لگا کر حملہ کیا تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ قلعہ زمین میں دھنس جاتا ہے اور اس کا کوئی نشان تک دکھائی نہیں دیتا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بزور شمشیر دمشق شہر کے اندر داخل ہوئے ہیں اور آپ کے آگے آگ جل رہی ہے پھر اس آگ پر پانی پڑا اور وہ بجھ جاتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ خواب سن کر فرمایا: تجھے خوش خبری ہو کہ بیشک دمشق اسی روز جب تم نے خواب دیکھا، فتح ہو گیا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔

کچھ دنوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ دمشق سے مدینہ منورہ پہنچے اور ان کے پاس فتح دمشق کی خوش خبری کا خط تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ان کو دیکھا تو فرمایا: ابن عامر! تمھیں شام سے چلے ہوئے کتنے دن ہو گئے ہیں؟

انھوں نے کہا: میں جمعہ کے دن شام سے چلا تھا اور آج بھی جمعہ ہے اور ہفتہ بھر سے مسلسل حالت سفر میں ہوں۔
آپ نے فرمایا: تم نے صحیح سنت طریقہ پر عمل کیا ہے، تم اپنے ساتھ کیا خبر لائے ہو؟
کہنے لگے: خیر اور بشارت لے کر آیا ہوں، میں اس کی تفصیل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کروں گا۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا! وہ اس عالم میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے کہ دنیا ان کی ستائش میں رطب اللسان تھی اور اب وہ اپنے کریم رب کے پاس پہنچ چکے ہیں اور ان کے انتقال کے بعد خلافت کا قلادہ ضعیف و ناتوان "عمر" کی گردن میں لوگوں نے ڈال دیا ہے، سو اگر "عمر" اس میں انصاف کرے گا تو نجات پا گیا اور اگر اس نے عدل کو چھوڑا یا اس میں کسی قسم کی کوتاہی کی تو جانو کہ ہلاک ہو گیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو معزول کرنا

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ خبر سن کر رونا شروع کر دیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائے رحمت کی، پھر میں نے وہ خط نکال کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا۔ آپ نے اسے علیحدگی میں پڑھا اور جمعہ کی نماز تک معاملہ کو مخفی رکھا اور جب خطبہ دیکر نماز پڑھا چکے تو آپ منبر پر چڑھے اور مسلمان آپ کے پاس جمع ہو گئے اور ان کے سامنے آپ نے وہ خط پڑھا جس میں دمشق کے فتح ہونے کی بشارت تھی۔
مسلمانوں نے اللہ اکبر کے نعرے بلند کیے جس سے فضا گونج اٹھی اور اہل اسلام کو اس خبر سے بہت خوشی اور فرحت ہوئی پھر آپ منبر سے اتر آئے اور اُتر کر آپ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے نام ایک چٹھی لکھی جس

میں ان کے والی مقرر کیے جانے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کا حکم درج تھا۔
آپ نے یہ خط میرے سپرد فرماتے ہوئے مجھے واپس دمشق لوٹ جانے کا امر فرمایا۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو مکتوب کا ملنا

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں دمشق پہنچا تو اس وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ''توما'' اور ''ہربیس'' کے تعاقب میں گئے ہوئے تھے۔ پس میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مکتوب شریف حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا۔
آپ نے رازداری سے اس کو پڑھا اور کسی کو اس کی خبر نہ ہونے دی اور آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال فرما جانے کی کسی کو خبر دی اور نہ ہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کا بتلایا اور نہ اپنا مسلمانوں کا امیر مقرر ہونے کی ان کو اطلاع کی، یہاں تک کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنی جنگی مہم سے واپس تشریف لے آئے اور آپ نے مسلمانوں کے دمشق کو فتح کر لینے اور اپنے دشمنوں پر کامیابی پانے، مرج الدیباج سے حاصل ہونے والے مال غنیمت اور ہرقل بادشاہ کی بیٹی کو آزاد کر دینے کے بارے ایک خط تحریر فرمایا اور اسے حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ کے سپرد کر کے ان کو مدینہ منورہ روانہ فرمایا۔
حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ جب وہ خط لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور آپ نے وہ خط ملاحظہ فرمایا تو آپ کو اس کا یہ عنوان پڑھ کر عجیب لگا جس میں لکھا ہوا تھا کہ:
ازطرف خالد بن ولید مخزومی بنام حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) ناگواری کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کے چہرے مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا:
اے ابن قرط رضی اللہ عنہ! کیا مسلمانوں کو ابھی تک یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انتقال فرما گئے ہیں اور میں نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا دمشق میں امیر مقرر کیا ہے؟
انھوں نے عرض کیا: ''نہیں۔''
آپ کو یہ سن کر بہت غصہ آیا۔ فوراً مسلمانوں کو جمع فرمایا اور خود منبر پر تشریف فرما ہوئے اور مسلمانوں کو وہ خط پڑھ کر ان کو خبر دی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی ہے۔ دمشق مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو گیا۔ مرج الدیباج سے بہت سارا مال غنیمت ان کے ہاتھ لگا ہے اس پر مسلمانوں نے خوشی اور مسرت سے نعرے لگائے اور اپنے بھائیوں کے لئے دعا کی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کا سبب کیا تھا؟

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے اجتماع سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اے لوگو! ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ جو ایک امین شخص ہے، میں نے ان کو سرداری کا اہل سمجھ کر مسلمانوں پر امیر مقرر کر دیا ہے اور خالد رضی اللہ عنہ کو امیر کے منصب سے معزول کر دیا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی تقریر سن کر بنو مخزوم کا ایک نوجوان مرد کھڑا ہوا اور اس نے کہا:

آپ اس شخص کو معزول کر رہے ہیں جس کو اللہ عزوجل نے سیف قاطع بنایا ہے اور اس کو مشرکین کیلئے دافع قرار دیا ہے، بعض لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھی ان کی معزولی کا مطالبہ پیش کیا تھا مگر آپ نے لوگوں کا یہ مطالبہ منظور نہیں فرمایا بلکہ فرمایا تھا کہ میں اس تلوار کو کبھی میان میں نہیں کروں گا جسے اللہ عزوجل نے خود برہنہ فرمایا ہے اور اس کو اپنے دین کی نصرت کا ذریعہ بنا دیا ہے۔

اے امیر المؤمنین! آپ کے اس عمل پر نہ اللہ عزوجل آپ کا عذر قبول فرمائے گا اور نہ ہی مسلمانوں کے نزدیک آپ کا عذر قابل قبول ہوگا، آپ نے اللہ عزوجل کی شمشیر کو غلاف اور کور میں بند کر کے رکھ دیا ہے اور ایک ایسے امیر کو معزول کر دیا ہے جس کو اللہ عزوجل کی طرف سے یہ امارت اور سرداری کا منصب ملا تھا۔ آپ نے قطع رحمی کی ہے اور اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ حسد سے ایسا کیا ہے پھر وہ نوجوان خاموش ہو گیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف نظر کی اور دیکھا کہ یہ ایک نوعمر لڑکا ہے تو آپ نے فرمایا:

یہ کم عمر و نوعمر ہے اور جوان خون ہے، اس لئے اپنے چچا زاد بھائی کے معاملہ میں غصے میں آ گیا ہے۔

پھر آپ منبر سے اتر آئے اور اس مکتوب کو اپنے سرہانے رکھ لیا اور لیٹ گئے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کے متعلق سوچ بچار کرنے لگے جب صبح ہوئی تو آپ نے لوگوں کو فجر کی نماز پڑھائی پھر اُٹھے اور منبر پر چڑھ کر اللہ عزوجل کی حمد و ثنا کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر فرمایا (درود و سلام پڑھا) اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے مغفرت کی اور اس کے بعد مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اے لوگو! میں نے ایک امانت کو اٹھا لیا ہے جو بہت بڑی امانت ہے، میں ایک نگران اور ذمہ دار بن گیا ہوں اور ہر راعی اور ذمہ دار سے اس کی رعایا کے متعلق باز پُرس ہو گی، اللہ عزوجل نے پسند فرما لیا ہے کہ وہ تمہاری بھلائی، تمہارے معاملات کی دیکھ بھال اور تمہاری خوشحالی کا معاملہ میرے سپرد فرما دے۔

لہٰذا اب تمہارے اور اس شہر میں آباد سب لوگوں کے امور کی نگہبانی میری ذمہ داری ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے خود سنا ہے آپ ﷺ فرماتے تھے:

((مَنْ صَبَرَ عَلٰی بَلَائِهَا وَشِدَّتِهَا كُنْتُ لَهٗ شَهِيْدًا وَّشَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.))

''جو شخص مدینہ منورہ کی آزمائش اور سختی پر صبر کرے گا قیامت کے دن میں اس کے حق میں شہادت دینے والا اور اس کی شفاعت کرنے والا ہوں گا۔''[1]

اور تمہارے یہ علاقے زرعی علاقے نہیں ہیں اور نہ ہی اس میں دودھ زیادہ دستیاب ہے اور یہ سب کچھ دور دراز کے شہروں سے درآمد کرنا پڑتا ہے جو مہینے بھر کی مسافت طے کر کے اونٹوں کے ذریعے آتا ہے۔

البتہ اللہ ﷻ نے ہم مسلمانوں سے بہت زیادہ مال غنیمت کا وعدہ فرمایا ہے اور میں ہر خاص و عام کو امانت کے ادا کرنے میں نصیحت کرنا چاہتا ہوں اور جو شخص قوم کی اس امانت کا بوجھ اٹھانے کا اہل نہیں ہے میں یہ معاملہ اس کے سپرد نہیں کر سکتا بلکہ میں اسی شخص کو منتخب کروں گا جو ادائے امانت کی خواہش رکھتا ہو اور مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ کرے۔

بس میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ولایت کو محض اس وجہ سے ناپسند کرتا ہوں کہ وہ مال میں اسراف اور تبذیر بہت کرتے رہے ہیں۔

ان کی عادت یہ ہے کہ اگر کوئی شاعر ان کی مدح کر دیتا ہے تو اس کو عطیات اور انعامات دے دیتے ہیں اور اگر کوئی شہسوار ان کے سامنے مجاہدانہ کردار ادا کرتے ہوئے بہادری کے جوہر دکھاتا ہے تو اس پر کثیر مال صرف کر دیتے ہیں جو اس کے استحقاق سے بڑھ کر ہوتا ہے اور اس طرح وہ فقراء اور ضعفاء کے لئے کچھ نہیں چھوڑتے۔

اس لئے میں ان کو منصب ولایت سے معزول کرتا ہوں اور ان کی جگہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو مقرر کرتا ہوں۔

اب تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ ایک قوی اور سخت گیر آدمی کو معزول کر کے اس کی جگہ ایک ایسے شخص کو مقرر کر دیا گیا ہے جو اگرچہ امین ہونے میں تو مسلم ہیں مگر نرم دل مطیع اور آرام سے مطالبات کو مان جانے والے ہیں (اور دشمن کے لئے خالد رضی اللہ عنہ جیسا سخت آدمی ہونا چاہئے) جبکہ میں نے مسلمانوں پر ایسا نرم شخص حاکم مقرر کیا ہے اس میں میری نیت مسلمانوں کی بھلائی کے سوا کچھ نہیں، اللہ ﷻ اس کی مدد اور اعانت فرمائے گا اگر وہ نرم ہے تو اللہ ﷻ خود اس کی نصرت مدد فرمانے کے لئے اس کے ساتھ ہے۔

---

[1] سنن ترمذی میں اسی طرح روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: ((مَنْ صَبَرَ عَلٰی شِدَّتِهَا وَلَأْوَائِهَا كُنْتُ لَهٗ شَهِيْدًا وَّ شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.))
كتاب المناقب، باب: ما جاء في فضل المدينة، حديث نمبر: 3918.

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب

پھر آپ منبر سے اتر آئے اور صاف کئے ہوئے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام خط تحریر فرمایا جس کا مضمون حسب ذیل تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا
اللہ عزوجل کے بندے مؤمنوں کے امیر مسلمانوں کے اجیر (خادم) کی طرف سے ابو عبیدہ عامر بن جراح رضی اللہ عنہ کے نام۔
السلام علیکم! بیشک میں اللہ عزوجل کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں درود بھیجتا ہوں اللہ عزوجل کے نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں۔
میں نے تمہیں مسلمانوں کے امور پر والی مقرر کیا ہے تم اس میں شرماتے نہ رہنا کیونکہ اللہ عزوجل حق کو بیان کرنا ترک نہیں فرماتا (منشاء خداوندی یہی ہے کہ حق کے بیان میں شرم نہیں کرنی چاہئے) اور میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اور تاکید کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل سے ڈرتے رہو اور ہمیشہ پرہیز گار بن کر رہو۔ باقی رہنے والی ذات صرف اللہ عزوجل کی ہے اس کے سوا سب کچھ فانی ہے۔ وہی اللہ عزوجل جس نے تمہیں کفر سے ایمان کی طرف اور گمراہی سے ہدایت کی طرف نکالا، میں نے تمہیں خالد رضی اللہ عنہ کے لشکروں کا امیر مقرر کیا۔ اس کے لشکروں کو اپنے زیرکمان کر لو، اور غنیمت کی اُمید سے مسلمانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور چھوٹے سے دستے کو بہت بڑے لشکر کی طرف یہ کہہ کر کہ "مجھے فتح کی اُمید ہے" مت بھیجو کیونکہ فتح و نصرت اپنی طرف سے پوری تدبیر اور مکمل تیاری اور انتظامات کے بعد اللہ عزوجل پر بھروسہ کرنے سے حاصل ہوتی ہے (تقدیر کے ساتھ تدبیر بھی ضروری ہے) نفس کے دھوکے میں آ کر مسلمانوں کو ہلاکت میں مت ڈالو، دنیا سے اپنی دونوں آنکھیں بند کر لو اور دل کو دنیا کے شوق اور رغبت سے پاک رکھو۔
تم سے پہلے لوگ جس وجہ سے ہلاک اور برباد ہوئے تم ان چیزوں سے بچو

تم نے گذشتہ زمانوں کے لوگوں کی ہلاکت گاہوں کو اور ان کے اسرار کو دیکھا اور آزمایا ہے اور ان سے آگاہ ہو، تمھارے اور آخرت کے درمیان دوپٹے کی مانند باریک سا پردہ ہے۔ تمھارے اسلاف آخرت کی طرف چلے گئے اور تم کوچ کے لئے منتظر بیٹھے ہو۔ آخرکار تم نے یہ دنیا جس کی تازگی اور شادابی ختم ہونے اور مرجھانے والی ہے، چھوڑ جانی ہے اس لئے تم لوگوں کو اس دار دنیا سے دار آخرت کی طرف اس طرح روانہ کرو کہ ان کے پاس تقویٰ و پرہیزگاری کا زادِ راہ موجود ہو اور جس قدر استطاعت ہو مسلمانوں کو مراعات دو، باقی رہا اس گندم اور جو کا معاملہ جو تمھیں دمشق میں دستیاب ہوا ہے اور اس غلے کے بارے میں تمھارا کافی جھگڑا بھی ہوا تو وہ مسلمانوں کا حق ہے اور رہا وہ سونا اور چاندی جو تمھارے ہاتھ آئے ہیں اس میں 1/5 نکال کر (مرکز) فیڈرل گورنمنٹ کو بھیج دو اور باقی مسلمان باہم تقسیم کرلیں اور رہا یہ مسئلہ کہ دمشق صلح سے فتح ہوا ہے یا بزورِ شمشیر جس میں تمھارا اور خالد رضی اللہ عنہ کا باہم تنازع چل رہا ہے تو چونکہ وہاں کے حاکم اور امیر تم ہی ہو اس لئے تمھاری رائے کو ترجیح ہوگی کہ یہ فتح صلح سے قرار پائیگی نہ کہ تلوار سے، اور اگر تم نے صلح نامہ مرتب کرتے وقت اناج کے متعلق رومیوں کا حق مان لیا تھا تو پھر تمھیں چاہئے کہ اناج اقرار کے مطابق ان کو دے دو۔ تمھیں اور تمام مسلمانوں کو سلام قبول ہو (اللہ حافظ) حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا دشمن کے تعاقب میں مرج الدیباج تک جانا نفس کا دھوکہ تھا کہ اس نے اپنے مسلمان بھائیوں کے خون کو بہانے کی جرأت دلائی۔

خالد رضی اللہ عنہ خون بہانے میں بڑا سخی ہے (اس طرح کی بے باکی خطرناک ہوتی ہے) اور ہرقل کی بیٹی کو قید کرنے کے بعد ہدیہ کے طور پر اس کے باپ کو دے دینا بھی خالد رضی اللہ عنہ کی کوتاہی ہے حالانکہ اس سخاوت اور دریا دلی کے بجائے اس کو چاہئے تھا کہ وہ اس کے عوض بہت سارا مال لے کر غریب اور کمزور حال مسلمانوں میں تقسیم کر دیتا۔

پھر آپ نے خط کو تہہ کر کے اس پر مہر ثبت فرمائی اور اس کو دستی ارسال کرنے کے لئے حضرت عامر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو جو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی لگتے ہیں، بلایا اور یہ مکتوب ان کے سپرد کرتے ہوئے ہدایت کی کہ تم دمشق پہنچ کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو یہ خط دے دینا اور میری طرف سے ان کو یہ حکم پہنچا دینا کہ وہ تمام مسلمانوں کو اپنے پاس جمع کر لیں جب تمام مسلمان جمع ہو جائیں تو تم خود یہ خط سب کو پڑھ کر سنا دینا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر سے سب کو مطلع کر دینا۔

اس کے بعد آپ نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلایا۔ ان سے مصافحہ کے بعد فرمایا کہ شداد رضی اللہ عنہ! تم نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شام جانا ہے اور وہاں پہنچ کر جب یہ خط پڑھ چکیں تو تمھیں یہ کام کرنا ہوگا کہ تم سب لوگوں کو میری طرف سے یہ حکم دینا کہ وہ تمھارے ہاتھ پر بیعت کریں اور تمھارے ہاتھ پر ان کا بیعت کرنا میرے ہاتھ پر بیعت کرنا قرار پائے گا۔

یہ ارشادات سماعت کرنے کے بعد یہ دونوں حضرات عازم سفر ہوئے اور چلنے میں حد سے زیادہ کوشش اور سعی کر کے آخر کار دمشق جا پہنچے، والحمد للہ!

مسلمانوں کو امیر المومنین کا مکتوب پہنچنا

ادھر دمشق میں مسلمان حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خیریت اور ان کے احکامات کے شدت سے منتظر تھے۔ جس وقت مسلمانوں نے ان دونوں حضرات کو دور سے آتے ہوئے معلوم کیا تو گردنیں اٹھا اٹھا کر ان کی طرف دیکھتے تھے۔ بعض حضرات استقبال کے لئے آگے بڑھے اور خوش آمدید کہا، جب یہ لوگ یہاں پہنچے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے کیمپ میں آئے ان کی خدمت میں سلام پیش کیا اور وہیں قیام کیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے خلیفۂ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خیریت دریافت کی۔ حضرت عامر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا وہ خیریت سے ہیں (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) اور کہا کہ میں اپنے ساتھ ان کا خط لے کر آیا ہوں اور انھوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہ خط لوگوں کو پڑھ کر سناؤں آپ تمام لوگوں کو اکٹھا ہو جانے کا حکم دیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ سب کچھ بھانپ گئے اور آپ کو معاملہ مشکوک نظر آیا پس آپ نے مسلمانوں کو جمع فرمایا۔

حضرت عامر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے وہ مکتوب پڑھنا شروع کیا، جب وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر تک پہنچے تو مسلمانوں کی چیخیں نکل گئیں اور ان کے رونے چلانے سے ایک شور برپا ہو گیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے روتے ہوئے کہا: اگر جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ

امور خلافت کے والی بن گئے ہیں تو ہم ان کا حکم سنیں گے اور ان کی اطاعت کریں گے۔ بخدا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت و ولایت سے زیادہ محبوب میرے نزدیک روئے زمین پر کوئی چیز نہ تھی اور نہ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ولایت سے بڑھ کر کوئی چیز ناپسند تھی مگر اب جبکہ وہ خلیفہ مقرر ہو گئے ہیں تو ہمیں اللہ عزوجل کی اطاعت اور اُولو الامر ہونے کے ناطے ان کی اطاعت بخوشی قبول ہے اور ہم ان کے حکم کے تابع ہو کر رہیں گے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ جب پورا خط پڑھ چکے اور لوگوں نے اس کو بغور سن لیا اور اس خط میں جہاں اور باتیں تھیں وہیں ایک حکم یہ بھی تھا کہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ امیر المومنین کے لئے لوگوں سے بیعت لیں گے چنانچہ تمام لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور انھوں نے حضرت شداد بن اُوس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ بیعت دمشق میں تین شعبان 13 ہجری کو واقع ہوئی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت ابوعبید بن جراح رضی اللہ عنہ نے مال اپنے قبضہ میں لے لیا اور لشکر کا سارا کنٹرول خود سنبھال لیا اور لوگوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے آگاہ کر دیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا گمان یہ تھا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ پر یہ امر بڑا ہی گراں گزرے گا اور وہ دشمن کی طلب میں کمی کرینگے اور آج کے بعد وہ لڑائی میں سستی اور کمزوری دکھائیں گے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مگر مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنی معزولی کے بعد پہلے سے بھی زیادہ دشمن پر تابڑ توڑ حملے کرتے اور زیادہ سختی اور شدت کے ساتھ جنگ کرتے اور جان جوکھوں میں ڈال کر جہاد کا فریضہ انجام دیتے تھے اور خصوصاً قلعہ ابوالقدس کو فتح کرنے میں تو آپ نے نہایت ہی زیادہ بہادری اور شجاعت کے جوہر دکھائے اور قلعہ کو فتح کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

شہر تدمر کا ایک پرانا محل

تدمر قلعہ کے کھنڈرات

فتح الشقیف

قلعہ ابو القدس

قلعہ ابوالقدس

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: قلعہ ابوالقدس کے متعلق جس شخص نے مجھ سے یہ روایت بیان کی میں نے اس سے سوال کیا تھا کہ شام میں یہ کس مقام پر واقع ہے؟

اس راوی نے مجھے بتلایا کہ یہ قلعہ عرفہ طرابلس اور مرج السلسلہ کے درمیان واقع تھا، اس کے سامنے ایک ''دیر'' ہے جس میں ایک عبادت خانہ ہے اور اس صومعہ میں ایک راہب رہتا ہے جو دین نصرانیت کا عالم تھا اور گذشتہ اُمتوں کی تاریخ اور تمام قدیم کتب پڑھا ہوا تھا۔ رومی اس کے پاس علم کی روشنی حاصل کرنے اور استفادہ کرنے کی غرض سے آتے تھے۔ اس کی عمر سو سال سے زائد تھی اس کا معمول تھا کہ وہ ہر سال اپنے ''دیر'' کے پاس رومیوں کے ماہ صیام کے اختتام پر ایک عید میلہ منعقد کیا کرتا تھا اس کا نام ''عید شعانین'' تھا۔ عید کے اس موقع پر رومی نصاریٰ وغیرہ گردونواح کے تمام علاقوں سے اور ساحلی باشندے بھی مجتمع ہوتے تھے اور مصر سے قبطی بھی اس میں شرکت کرتے تھے۔ یہ سارا مجمع اس راہب کو آنکھیں اٹھا کر دیکھتا اور وہ اپنے بالاخانہ سے ان کی طرف اس طرح آتا جیسے سورج طلوع ہو گیا ہو پھر وہ اجتماع سے خطاب کرتا، ان کو انجیل کی وصیتوں کی تعلیم دیتا اور وعظ ونصیحت کرتا۔

اس دیر (گرجا گھر) کے قریب سال بہ سال ایک بہت بڑی منڈی بھی لگتی تھی اس نمائش گاہ میں لوگ اپنے اپنے علاقہ کی مصنوعات، ساز وسامان، سونا چاندی وغیرہ لے کر آتے تھے اور خوب خرید وفروخت کا بازار گرم ہوتا، تین سے سات دن تک بڑی گہما گہمی اور چہل پہل رہا کرتی تھی۔ مسلمانوں کو اس بازار کا علم نہ تھا یہاں تک کہ معاہدین نصاریٰ عرب میں سے ایک عیسائی نصرانی نے ان کی اس بازار کے متعلق رہنمائی کی۔ وہ خود بھی ان معاہدین میں تھا جن کو حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے امان دے رکھی تھی اور وہ اس کو اپنے لئے اور اپنے اہل خانہ کے لئے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے بہت بڑا احسان سمجھتا تھا۔

جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے امیر مقرر ہوئے تو اس معاہد نصرانی نے چاہا کہ وہ آپ کا قرب حاصل کرے، ممکن ہے کہ آپ کلیسا اور اس کے متصل واقع وہ بازار فتح کر لیں جس میں نمائش لگا کرتی تھی۔ چنانچہ وہ نصرانی معاہد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ اس وقت اس فکر میں مبتلا تھے کہ زمام حکومت سنبھالنے کے بعد اب ان کو پہلا اقدام کیا کرنا چاہئے اور یہ کہ روم کے شہروں میں سے کون سے شہر کی طرف قصد کرنا چاہئے؟

کبھی آپ کا ارادہ بنتا کہ "انطا کیہ" کو ہدف بنایا جائے اور روم کا بادشاہ ہرقل بھی چونکہ اسی شہر میں قیام رکھتا ہے تو پہلے اس سے نمٹ لیا جائے اور کبھی خیال آتا کہ "بیت المقدس" کی طرف چلتا ہوں کیونکہ وہ عیسائیوں کے نزدیک سب سے زیادہ افضل شہر ہے اور مملکت روم کا پایہ تخت بھی وہیں ہے اور ان کا دینی مرکز بھی ہے۔

قلعہ ابو القدس کے بارے ایک نصرانی کا بیان

آپ اسی فکر میں غلطاں اور پیچاں تھے اور مسلمانوں سے مشاورت کرنے میں مشغول تھے کہ اتنے میں وہ معاہد نصرانی بھی آ گیا اس نے کہا:

اے امیر! آپ چونکہ میرے بہت بڑے محسن ہیں آپ نے مجھ پر اور میرے اہل و عیال پر امان دیکر بہت عظیم احسان کیا ہے، اس لئے میں اس احسان کے شکریئے کے طور پر آپ کے پاس ایک خوشخبری لے کر حاضر ہوا ہوں اور ایک عظیم غنیمت جو اللہ ﷻ نے مسلمانوں کے لیے بھیج دی ہے اس کی اطلاع دینے آیا ہوں۔ اگر مسلمانوں نے اللہ ﷻ کی بھیجی ہوئی اس غنیمت کو پا لیا اور اس مقام کو فتح کر لیا تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس کے بعد اتنے غنی اور صاحب ثروت ہو جائیں گے کہ کبھی مفلس اور نادار نہیں ہونگے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم آپ کو اپنا خیر خواہ ہی سمجھتے ہیں، اس مال غنیمت کی ہمیں تفصیل سے خبر دیں کہ یہ مال کہاں ہے؟

اس نے کہا: اے امیر! آپ کے بالکل سامنے یہ ایک مضبوط قلعہ ہے جو قلعہ "ابو القدس" کے نام سے معروف ہے اس کے سامنے ایک دیر (چرچ، گرجا، کلیسا) واقع ہے جس میں ایک راہب (پادری) رہتا ہے۔ عیسائی اس کی بہت تعظیم کرتے ہیں اور اس کی دعا سے برکت حاصل کرتے ہیں اور اس کے علم سے استفادہ کرتے ہیں، راہب نے سال بھر میں ایک عید کا دن مقرر کر رکھا ہے جس میں لوگ جمیع اطراف و اکناف کے دیہاتوں، شہروں، مختلف ملکوں اور گرجا گھروں سے آکر جمع ہوتے ہیں۔ اس کے قریب بازار لگاتے ہیں جس میں لوگ پوشاک ہائے فاخرہ، عمدہ سامان، کام والے ریشمی کپڑے زیب تن کر کے شریک ہوتے ہیں۔ اس میں سونے اور چاندی کے بکثرت زیورات کی بھی خرید و فروخت ہوتی ہے۔ اب اس عید میلہ لگنے کے دن قریب ہیں یہ میلہ تین سے سات دن تک جاری رہتا ہے۔ پھر لوگ چلے جاتے ہیں، اگر آپ ایک چھوٹا لشکر جو مردان عرب پر مشتمل ہو ادھر روانہ کر دیں جو چھاپہ مارے، تو چونکہ وہ لوگ اطمینان اور سکون سے اپنے کاروبار میں مشغول ہونگے اس طرح یہ مختصر سا دستہ ان کا سارا ساز و سامان حاصل کر سکے گا۔ اگر مردوں کو قتل اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیں گے تو یہ مشرکین کو کمزور کرنے کا ذریعہ ہوگا اور مسلمانوں کو کثیر مقدار میں غنیمت کا مال بھی حاصل ہو جائے گا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے معاہد کی گفتگو سن کر اس کے بتلائے ہوئے فوائد کے حصول کی اُمید پر نہایت خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ ہمارے اور اس دیر (کلیسا) کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟

اس نے کہا دس فرسخ (تیس انگریزی میل) کی مسافت بنتی ہے اور اگر آدمی کوشش کر کے چلے تو ایک دن میں پہنچ سکتا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اس میلہ کے انعقاد میں کتنے دن باقی رہ گئے ہیں؟ اس نے کہا: بہت ہی کم دن باقی رہ گئے ہیں۔

آپ نے فرمایا کیا روم میں سے کوئی لوگ ان کے حامی ہیں؟

معاہد نے کہا: اس ملک کے شہروں میں اس کا کم ہی لوگوں کو علم ہے کیونکہ بادشاہ روم کی ہیبت اور رعب بہت زیادہ ہے اس لئے اس کے شہروں کو اب تک اس عید میلے کی خبر نہیں ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جس وقت یہ بات سنی تو آپ نے پوچھا کہ کیا اس دیر (کلیسا) کے قریب شام کے شہروں میں سے بھی کوئی شہر ہے؟

اس نے کہا: ہاں اے امیر! اس عوامی بازار کے نزدیک ہی ایک شہر واقع ہے جس کو "طرابلس" کہتے ہیں اور یہ شام کی بندرگاہ ہے جہاں ہر طرف سے بحری بیڑے اور کشتیاں آتے جاتے رہتے ہیں اور اس شہر میں ایک ظالم و جابر سردار رہتا ہے جس کے غرور و تکبر اور ڈر کی وجہ سے بادشاہ نے وہاں کا کافی علاقہ اس کو بطور جاگیر دے رکھا ہے، یہ شخص بھی اس بازار میں نہیں آتا اور روم میں سے تو کوئی بھی اس بازار کا حامی اور سپورٹ کرنے والا نہیں ہے ہاں البتہ اب آپ کی طرف سے خوف و ہراس پھیلنے کی وجہ سے یہ لوگ متحد ہو سکتے ہیں اور کوئی نیا اتحاد کر لیں اور ایک دوسرے کی مدد کو آ جائیں تو اس امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا، مگر مجھے اُمید ہے کہ مسلمان اگر جلد ہی ان پر دھاوا بول دیں اور یلغار کر دیں تو انشاء اللہ عزوجل فتح اور غنیمت یقینی ہے۔

آپ نے مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر ان سے فرمایا:

"اَيُّهَا النَّاسُ! اَيُّكُمْ يَهَبُ نَفْسَهٗ لِلّٰهِ وَيَنْطَلِقُ مَعَ الْجَيْشِ اَبْعَثُهٗ اِلٰى هٰذَا السُّوْقِ، فَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّنْصُرَهٗ وَيُظْفِرَهٗ فَيَكُوْنُ ذٰلِكَ فَتْحًا لِّلْمُسْلِمِيْنَ."

"اے لوگو! تم میں سے کون اللہ عزوجل کے لئے اپنی جان کا ہبہ پیش کرے گا اور اس لشکر کے ساتھ جسے میں اس بازار کی طرف بھیج رہا ہوں جائے گا؟ اس امید پر کہ اللہ عزوجل مدد اور کامیابی عطا فرمائے تو یہ مسلمانوں کے لئے بہت بڑی فتح ہو گی۔"

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لوگ خاموش رہے اور کسی ایک نے بھی جواب نہ دیا تو آپ نے دوبارہ ذرا بلند آواز سے لوگوں سے یہی بات کہی۔ دراصل آپ کا مطلوب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی رائے معلوم کرنا تھی مگر آپ کو ان کی معزولی کی وجہ سے براہ راست ان کو مخاطب کرتے ہوئے شرم اور جھجک محسوس ہو رہی تھی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ پھر خاموش رہے اور انھوں نے کوئی بات نہیں کی، لشکر کے وسط سے ایک نوجوان جس کی داڑھی مونچھ ابھی اُگ رہی تھیں، کھڑا ہوا یہ نوجوان شخص حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما تھے ان کی والدہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس الخثعمیہ رضی اللہ عنہا تھیں، جس وقت ان کے والد حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک میں شہید ہو گئے تو وہ ابھی بہت کم سن تھے، ان کی والدہ ماجدہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نکاح فرما لیا تھا اور حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما کی کفالت اور تربیت و پرورش آپ نے ہی فرمائی تھی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جب ذرا بڑے ہوئے تو اپنی والدہ ماجدہ سے اپنے والد کے بارے پوچھتے تو آپ کی والدہ فرماتیں کہ بیٹا تیرے باپ کو رومیوں نے شہید کر دیا تھا۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ یہ سن کر کہتے: ماں! اگر میں زندہ رہا تو رومیوں سے اپنے عظیم باپ کا بدلہ ضرور لوں گا۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ والیٔ خلافت ہوئے تو انھوں نے حضرت عبداللہ بن انیس الجہنی رضی اللہ عنہ کی زیر کمان شام کی جانب ایک لشکر روانہ فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما بھی اس دستے کے ساتھ شام آئے تھے۔ آپ صورت اور سیرت دونوں لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہ تھے اور بڑے سخی دل تھے۔

قلعہ ابوالقدس کی طرف لشکر کی روانگی

جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے کون اس دیر (کلیسا) کی طرف جانے کو تیار ہے؟ تو سب سے پہلے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کود کر کھڑے ہوئے اور کہا:

یا امین الأمة! اے اُمت محمدیہ کے امین! آپ جس لشکر کو تیار کر کے بھیجنے والے ہیں میں اس لشکر کا سب سے پہلا سپاہی ہوں گا۔

آپ ان کے اس اہتمام پر بڑے خوش ہوئے اور ان کے ساتھ جانے کے لئے دوسرے مسلمان مردوں اور شہسوار موحدین کو طلب فرمانے لگے۔ چنانچہ آپ نے پانچ سو مجاہدین کا دستہ ترتیب دیکر آپ کے لئے ایک سیاہ رنگ کا جھنڈا اپنے ہاتھ سے باندھ کر اور شہسواروں کا یہ دستہ آپ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا:

اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے! تمھیں اس لشکر کا امیر مقرر کیا جاتا ہے اس لشکر اور دستہ کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں بعض اہل بدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شریک تھے ویسے تو اس گروہ میں پانچ سو نفوس قدسیہ شامل

تھے لیکن ان میں سے چند حضرات کے اسماء گرامی زیادہ مشہور ہیں جن میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ، حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن انیس الجہنی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ثعلبہ رضی اللہ عنہ، حضرت عقبہ بن عبداللہ السلمی رضی اللہ عنہ، حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن سعید رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن مالک السہمی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن بشر سلمی رضی اللہ عنہ، حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن صعصعہ رضی اللہ عنہ، حضرت محمد بن ربیع بن سراقہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن سراقہ بن نعمان معتمر بدری رضی اللہ عنہ، حضرت سالم بن قانع بدری رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن مسروق ربعی بدری رضی اللہ عنہ، حضرت قارع بن خزعل بدری رضی اللہ عنہ، حضرت ناجی بن معاذ اسلمی بدری رضی اللہ عنہ ان کی مثل اور بھی حضرات سادات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔

جس وقت حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے جھنڈے تلے پانچ سو ایسے شہسوار جمع ہو گئے جو جنگ بدر اور اسی طرح کے دوسرے معرکوں میں دادِ شجاعت دے چکے تھے، ان میں کوئی ایسا نہ تھا جو میدان سے پیٹھ پھیرنے والا اور جنگ سے فرار اختیار کرنے والا ہو جب آپ نے چلنے کا عزم کر لیا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما سے فرمایا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد! بازار قائم ہونے کے پہلے دن ہی تم ان پر حملہ کر دینا۔ پھر آپ نے لشکر کو الوداع کیا اور وہ روانہ ہو گیا۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما کے اس فوجی دستے میں موجود تھا۔ دمشق سے دیر ابی القدس کی طرف ہم نصف شعبان المعظم کی رات کو نکلے تھے، خوب چاندنی تھی اور میں حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں چل رہا تھا۔ آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: اے اسقع کے بیٹے! آج کی رات چاند کتنا حسین اور اس کی روشنی کتنی خوبصورت ہے!

میں نے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد! یہ رات نصف شعبان کی رات جو ہوئی اتنی خوبصورت تو ہونی ہی ہے اور یہ بڑی مبارک رات ہے۔

آپ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو۔ اسی رات میں رزق اور موت لکھی جاتی ہے اور اسی رات میں گناہ بخشے جاتے ہیں۔ میرا ارادہ آج شب بیداری کا تھا۔

میں نے کہا: بلاشبہ ہمارا چلنا ہمارے قیام سے افضل ہے اور اللہ عزوجل بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے۔

آپ نے فرمایا: آپ نے سچ کہا ہے۔

راستے میں گرجا میں پادری سے ملاقات

کہتے ہیں کہ ہم نے پوری رات سفر جاری رکھا یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور ہم اس معاہد رہنما کے ساتھ صبح کے وقت ایک

بہت بڑے پہاڑ کے قریب پہنچ گئے، ابھی چل ہی رہے تھے کہ ہمیں اپنی دائیں جانب اس راہب کا صومعہ (گرجا) نظر آنا شروع ہو گیا تھا، پس حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس دیر کی طرف مڑ گئے اور ہم سب نے بھی آپ کے ساتھ اسی طرف اپنی سواریاں موڑ لیں۔ راہب (پادری) اپنے صومعہ (گرجا) سے اتر کر ہماری طرف آیا۔ اس نے سر پر بالوں کی بنی ہوئی سیاہ رنگ کی ٹوپی پہن رکھی تھی وہ ہمیں بڑے غور سے دیکھنے لگا اور پھر کہا کہ تم کون ہو؟

ہم نے جواب دیا: ہم عربی ہیں۔ اس نے کہا: تم محمدی ہو؟

ہم نے کہا: ''جی ہاں'' وہ ہمیں بنظر تامل دیکھنے لگ گیا ہم میں سے ایک ایک کو اس نے غور سے دیکھا پھر اس نے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے چہرے پر نظریں جما دیں اور پوچھنے لگا کیا یہ نوجوان تمھارے نبی کا بیٹا ہے؟

ہم نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: اس کی پیشانی سے نور نبوت چمکتا ہے کیا یہ تمھارے نبی کا قرابت دار ہے؟

ہم نے اس سے کہا کہ یہ ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا محترم کے بیٹے ہیں۔

راہب (پادری) نے کہا: یہ ایک پتا ہے اور پتے درخت کا پتہ دیتے ہیں۔ ●

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے راہب! کیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہے؟

اس نے کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مجھے ان کا علم نہ ہو حالانکہ تورات، انجیل اور زبور میں ان کا اسم مبارک لکھا ہوا ہے اور ان کی علامات اور نشانیاں بتا دی گئی ہیں۔ بیشک وہ سرخ اونٹ والے اور برہنہ تلوار والے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پادری صاحب! پھر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کیوں نہیں لاتے اور ان کی تصدیق کیوں نہیں کرتے ہو؟

پادری نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا: جب تک اس گنبد نیلگوں کے مالک کی مشیت نہ ہو بندہ از خود کچھ نہیں کر سکتا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اس کے کلام اور گفتگو سے تعجب کرتے ہوئے چل رہے تھے اور رہنما ہمارے آگے آگے چل رہا تھا یہاں تک کہ ہم ایک ایسی وادی میں پہنچے جہاں گھنے درختوں اور پانی کے چشموں کی کثرت تھی، ہمارے رہنما اور راہبر نے ہمیں یہ مشورہ دیا کہ آپ حضرات اسی گھنے اور پُر فضا جنگل میں چھپ کر بیٹھ جائیں اور میں وہاں بازار میں جاتا ہوں اور معلومات حاصل کر کے آتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا کہ تجھے جلدی واپس آ جانا چاہئے۔ وہ انتہائی تیزی اور سرعت کے ساتھ ادھر کو چل دیا اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اپنی فوج کے ساتھ ایک مقام پر چھپ کر ٹھہرے رہے۔

● یعنی پھل اور پھول سے ان کے شجرہ نسب اور قبیلے کی اولاد کا پتہ چل جاتا ہے یا خوشبو اپنے پھول پر دلالت کر دیتی ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس جگہ ہم نے کھانا کھایا اور اپنا سامان درست کیا جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے بذات خود مسلمانوں کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے سر لیتے ہوئے نگرانی اور پہرہ شروع فرمایا اور پوری رات آپ نے پہرہ دیتے ہوئے گزار دی۔

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب صبح ہوئی تو ہم نے جاگ کر صبح کی نماز ادا کی اور قاصد کے واپس آنے کے انتظار میں بیٹھ گئے بڑی دیر ہوگئی مگر اس کی کوئی خبر نہ آئی تو مسلمانوں کو اس کے دیر کرنے اور وہاں رُک جانے پر بہت قلق ہوا اور یہ امر اس کے مکروفریب کا بھی خوف پیدا کرتا تھا اور راہبر کے متعلق بدگمانی ہونے لگی۔

تمام مسلمان اس معاہد کے بارے یہی سوچ رہے تھے کہ اس نے ہمارے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا اور ہمیں پھنسا دیا ہے مگر ایک حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ واحد ایسے شخص تھے جو فرما رہے تھے کہ تم اپنے اس ساتھی کے متعلق بدگمانی نہ کرو بلکہ اچھا گمان رکھو اور اس کی طرف سے کسی قسم کے مکروفریب اور سازش کا خوف نہ کھاؤ، کوئی خاص وجہ بن گئی ہوگی جس کی بناء پر تاخیر ہوگئی ہے اور عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔

قلعہ ابوالقدس کے حالات کا علم ہونا

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی اس بات سے مسلمانوں کو اطمینان اور سکون ملا اور اتنے میں وہ راہبر معاہد بھی پہنچ گیا، اسے دیکھ کر مسلمانوں کو فرحت ہوئی، ان کا خیال تھا کہ وہ ہمیں دشمن کی طرف چلنے کے لئے کہے گا، وہ آیا اور مسلمانوں کے درمیان میں کھڑا ہو گیا اور کہا:

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب! مجھے مسیح علیہ السلام کے حق کی قسم ہے کہ میں نے جو کچھ تم سے بیان کیا تھا اس میں کسی قسم کی دھوکہ دہی والی بات نہیں تھی اور میں نے بالکل سچ کہا تھا، مجھے تمہارے لئے غنیمت کے ملنے کی اُمید تھی لیکن اب موجودہ حالات میں تمہارے اور مال غنیمت کے حصول کے درمیان ایک رکاوٹ حائل ہوگئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کون سی رکاوٹ پیش آ گئی ہے؟

اس نے کہا: ایک بحر دخار ہے جس کی تلاطم خیز موجوں کا شور دور دور تک سنائی دیتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب میں اس قوم کے قریب پہنچا اور ان کے بازار کو قریب سے دیکھا اور وہاں خرید و فروخت ہو رہی ہے اور دین نصرانیت کے پیروکاروں کا وہاں اجتماع ہے۔ لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد نے قلعہ ابوالقدس کا چاروں اطراف سے احاطہ کیا ہوا ہے اور وہاں بڑی تعداد میں بڑے چھوٹے راہبوں، پادریوں، مختلف ریاستوں کے بادشاہوں اور سرداروں کا جم غفیر موجود ہے اس لئے میں نے سوچا کہ مجھے اتنے بڑے اجتماع کا سبب معلوم کئے بغیر واپس نہیں لوٹنا چاہیے۔

چنانچہ میں ان کی طرف چل دیا اور [illegible]

اپنی بیٹی کی شادی روم کے شہزادوں میں سے کسی شہزادے کے ساتھ کردی ہے اور یہ لوگ قلعہ ابوالقدس کے نزدیک واقع دیر (کلیسا) میں شہزادی کو لے کر مذہبی رسومات ادا کرنے کی غرض سے کلیسا کے راہب (پوپ) کے پاس آئے ہیں اور وہ لڑکی کی جانب سے قربانی پیش کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں اور کلیسا کا روم کے فوجی گھڑسوار دستوں نے گھیراؤ کیا ہوا ہے جو حد نگاہ تک آہنی زرہیں پہن کر پھیلے ہوئے ہیں اور یہ سب کچھ اے گروہ عرب! تمھارے خوف کی وجہ سے انھوں نے کیا ہوا ہے۔

میری رائے اور مشورہ یہ ہے کہ ان حالات میں آپ لوگوں کو وہاں نہیں جانا چاہئے کیونکہ شادی کی وجہ سے وہاں خلق کثیر اور جم غفیر جمع ہے اور حفاظتی انتظامات کی خاطر وہاں ایک بہت بڑی تعداد میں مسلح افواج بھی موجود ہے جو اپنے اپنے ملک اور ریاست کے بادشاہ، سردار اور معززین اور شرفاء کی حفاظت اور پروٹوکول کی خاطر ساتھ آئے ہیں اس لئے اب وہاں جانا قرین قیاس نظر نہیں آتا۔

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تمھارے اندازے کے مطابق اُن لوگوں کی تعداد کتنی ہوگی؟ اور محافظ دستہ کے افراد کتنے ہونگے؟

اس نے کہا جہاں تک بازار کا تعلق ہے تو اس میں عوام کی تعداد بیس ہزار سے کم نہیں ہے جس میں روم، ارمن، نصاریٰ، مصر کے قبطی، یہود، اہل سواد، بطارقہ، متنصر (عرب نصاریٰ) سبھی موجود ہیں اور جو فوجی سامان حرب وضرب سے تیار اور مستعد ہیں ان کی تعداد پانچ ہزار سوار کے لگ بھگ ہوگی جن کا مقابلہ کرنے کی طاقت آپ لوگوں میں نہیں ہے کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ ان کے شہر قریب ہیں اگر وہ مزید امداد طلب کرنا چاہیں تو فوری طلب کر سکتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے آپ کی نفری ان کے مقابلہ میں ایک تو پہلے ہی بہت کم ہے اور پھر مزید کمک پہنچنا بھی دوری کی وجہ سے ممکن نہیں ہے۔

مسلمانوں کا باہم مشورہ کرنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس کی یہ گفتگو مسلمانوں پر بہت گراں گزری۔

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اے گروہ مسلمین! اس بارے میں تمھارا کیا مشورہ ہے کیا کرنا چاہئے؟

مسلمانوں نے بیک زبان ہوکر کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ ہمیں خود کو ہلاکت میں نہیں ڈالنا چاہئے جیسا کہ ہمیں اپنے رب کریم کا بھی یہی حکم ہے کہ تم اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو اور ایسے حالات میں ہمیں اپنے امیر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس واپس لوٹ جانا چاہئے اور اللہ تعالیٰ ہمارے اجر و ثواب کو ضائع نہیں فرمائے گا۔

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی یہ رائے سماعت فرمانے کے بعد فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں

یہاں سے جنگ کیے بغیر واپس لوٹ جاتا ہوں تو کہیں اللہ ﷻ مجھے جہاد سے راہ فرار اختیار کرنے والوں میں نہ لکھ دے، لہٰذا میں بارگاہ خداوندی میں کوئی عذر خاص پیش کیے بغیر ہرگز واپس نہیں لوٹوں گا پس جو شخص بھی میرا دست و بازو بنے گا اور میرا ساتھ دے گا اس کا اجر و ثواب اللہ ﷻ ہی کے پاس ہے اور جو شخص واپس جانا چاہتا ہے اسے اجازت ہے اس سے کسی قسم کا مؤاخذہ ہوگا اور نہ اس پر کوئی عتاب ہوگا۔

مسلمانوں کا لڑائی کے لیے تیار ہونا

مسلمان حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما کی یہ گفتگو سن کر اور ان کا اللہ ﷻ کی راہ میں جان نثاری کا جذبہ دیکھ کر شرمسار ہوئے اور سب نے بیک زبان ہو کر کہا: آپ جو ارادہ رکھتے ہیں اس کو عملی جامہ پہنانے سے ہرگز پیچھے نہ ہٹیے تقدیر سے ڈرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

آپ مسلمانوں کے اس جواب سے بہت خوش ہوئے، پھر آپ نے اپنی زرہ پہنی اور خود سر پر رکھا اور کمر کو کس کر باندھا لیا اور اپنے والد ماجد حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی تلوار گردن میں لٹکالی، گھوڑے پر سوار ہوئے، علم ہاتھ میں تھام لیا اور مجاہدین کو تیاری کا حکم فرمایا۔ جانبازوں نے زرہیں پہن کر تلواریں حمائل کر لیں اور مسلح ہو کر اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور رہنما سے کہا کہ تم ہمیں اس قوم کی طرف لے کر چلو پھر دیکھنا اصحاب رسول ﷺ کیسے کیسے بہادری کے جوہر دکھاتے ہیں، تمھیں تعجب ہوگا۔ انشاء اللہ ﷻ۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ اس رہنما کا چہرہ زرد ہو گیا اور رنگ بدل گیا اور کہا: اب آپ حضرات اپنی رائے سے چلتے ہو تو چلو، مجھ پر کوئی الزام نہ رکھنا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ اس راہبر کے ساتھ نہایت نرمی اور شفقت سے پیش آ رہے تھے حتیٰ کہ وہ آپ کے آگے آگے چل رہا تھا اور ایک گھنٹے بھر کے سفر کے بعد اس نے کہا کہ اب آپ لوگ اس قوم کے بالکل قریب پہنچ گئے ہیں۔ آپ لوگ اسی مقام پر ٹھہریں اور صبح تک یہیں مورچہ بند رہیں پھر اس قوم پر حملہ بول دینا اور انھیں تاخت و تاراج کر دینا۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے پوری رات اسی مقام پر گزاری جہاں اس نے ٹھہرنے کا مشورہ دیا تھا اور ہم رات بھر اللہ ﷻ سے دشمن کے خلاف نصرت کی دعائیں اور التجائیں کرتے رہے، جب صبح ہوئی تو حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز فجر پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا: قوم کفار پر حملہ کے بارے میں تمھارا کیا مشورہ ہے؟

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمھیں ایک امر کی ہدایت کرتا ہوں کہ تم کیا کرو۔ لوگوں نے کہا: فرمایئے۔

انھوں نے کہا اس قوم کو چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ کاروبار میں منہمک ہو جائیں جب وہ خرید و فروخت میں مگن ہو جائیں اور اپنا ساز و سامان نمائش کے لئے لگا دیں پھر ان کی غفلت کی حالت میں ان پر اچانک ٹوٹ پڑنا، اس حال میں کہ ان کو خبر بھی نہ ہو۔

مسلمانوں نے اس رائے کو پسند کیا اور موقع کا انتظار کرنے لگے تا کہ بازار لگ جائے اور مارکیٹیں کھل جائیں۔ مسلمانوں نے اپنی تلواریں غلافوں سے نکال لیں اور کمانوں کو چلوں پر چڑھا لیا، نیزے تان لئے اور مستعد ہو گئے۔

لشکرِ اسلام کا روانہ ہونا

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ جھنڈا ہاتھ میں لے کر سب سے آگے کھڑے ہو گئے جب سورج طلوع ہو گیا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر ان کے لشکر کے سو (100) سو (100) سوار پر مشتمل پانچ دستے ترتیب دیئے اور ہر دستہ پر ایک ایک تجربہ کار نقیب (نگران) مقرر فرما دیا اور حکم دیا کہ تم میں سے ہر ایک دستہ بازار کے ایک قطر اور سمت کو اپنے لئے مقرر اور متعین کر لے، لوٹ مار اور مال چھیننے کی طرف مطلق دھیان نہ کرنا بلکہ اپنی تلواروں کو کھوپڑیوں اور سروں کے اتارنے میں مشغول رہنا اور اسی کی طرف پوری توجہ رکھنا۔ یہ کہہ کر آپ علم ہاتھ میں لئے ہوئے آگے بڑھے اور قوم دشمن کی طرف چڑھ دوڑے، جب ان کے سر پر جا پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ وہ لوگ زمین میں اس طرح پھیلے ہوئے ہیں جیسے چیونٹیوں کی قطاریں ہوں اور وہ زمین پر رینگتی ہوئی چل رہی ہوں یعنی ان کی بہت زیادہ کثرت تھی۔

قلعہ ابوالقدس والوں کی حالت

وہ تو ایک خلق کثیر ہے، جس نے دیر (کلیسا) کو چاروں اطراف سے گھیرے میں لے رکھا ہے اور اس راہب نے دیر (کلیسا) سے اپنا سر باہر نکالا ہوا ہے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کر رہا ہے اور انھیں ہلاکت کی نشانیوں کے بارے تعلیم دے رہا ہے، لوگ ہمہ تن گوش ہو کر اس کی تقریر سن رہے ہیں اور سب نے اپنی نظریں اسی کی طرف جما رکھی ہیں۔ والی طرابلس کی بیٹی (جس کی شادی تھی) راہب کے پاس کلیسا میں موجود تھی اور سرداران قوم اور ان کی اولادیں بھی ریشمی لباس زیب تن کئے اور آہنی زرہیں اُوپر سے پہنے ہوئے اور سروں پر خود (ہیلمٹ) پہنے ہوئے تھے جو چمک رہے تھے۔

یہ لوگ راہب کے کلیسا سے نکل کر ان کی طرف آمد کے منتظر تھے۔ انھوں نے حذر و احتیاط کی چادریں اوڑھ رکھی تھیں۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کسی پیش آنے والے خطرہ کے انتظار میں ہوں اور کسی ہنگامہ کے برپا ہونے کے لئے پہلے سے تیار اور کمر بستہ بیٹھے ہوں۔

مسلمانوں کا حملہ

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے دیر (کلیسا) کی طرف ایک نظر دیکھا اور کلیسا، راہب اور اس کے گرد حلقہ بنائے کھڑے ہوئے لوگوں کا جائزہ لیا، پورے ماحول پر نظر ڈالنے سے آپ کو معاملہ نہایت ہولناک محسوس ہوا اور حملہ سے قبل آپ نے اپنے ساتھیوں کو زوردار آواز سے پکارا اور چلّا کر کہا:

اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ! حملہ کر دو، اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے عمل میں برکت فرمائے گا اگر غنیمت اور خوشی حاصل ہوگئی تو فتح اور سلامتی ہے اور راہب کے کلیسا کے نیچے ہمارا اجتماع ہوگا اور اگر صورت حال دگرگوں ہوگئی، جس سے ہم اللہ عزوجل کی پناہ طلب کرتے ہیں تو پھر ہمارے ساتھ اللہ عزوجل نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور ہم سب میرے چچا کے بیٹے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض (حوض کوثر) کے پاس انشاء اللہ عزوجل ملاقات کریں گے۔

یہ کہہ کر آپ نے جھنڈا لہرایا اور حملہ کے لئے مشرکین کی طرف بڑھے اور ایک سو سواروں کا دستہ آپ کے ہمراہ تھا جنھوں نے آپ کے گرد حلقہ بنایا ہوا تھا۔ آپ ان میں ایسے لگتے تھے جیسے آنکھ میں پتلی ہو۔ ان ساتھیوں میں اکثریت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سابق الایمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تھی آپ نے مجمع عظیم اور جم غفیر کے مقام کو ڈھونڈا اور اس کے وسط میں گھس گئے، کبھی تلوار چلاتے اور کبھی نیزے سے وار کرتے اور مشرکوں کو کاٹ کاٹ کر پھینک رہے تھے، دوسرے مسلمان بھی آپ کے پیچھے پیچھے حملہ آور ہو رہے تھے اور ٹوٹ کر لڑ رہے تھے۔

رومیوں کا جوابی حملہ

رومیوں نے جب مسلمانوں کی آوازیں سنیں کہ وہ بلند آواز سے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَللّٰهُ اَکْبَرُ کی آوازیں بلند کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں تو انھیں یقین ہوگیا کہ مسلمانوں کے لشکروں نے ان کو آ لیا ہے، یہ بھی پہلے ہی سے کسی ممکنہ خطرہ سے نمٹنے کے لئے تیار بیٹھے ہوئے تھے اور پوری طرح بیدار تھے۔ بازار کے لوگ بھی یہ منظر دیکھ کر اپنے ہتھیاروں کی طرف دوڑے تاکہ اپنی جانوں اور مالوں کا بچاؤ کر سکیں۔ چنانچہ انھوں نے تلواریں، گرزیں اور ڈھالیں ہاتھوں میں لیں اور مسلمانوں سے جنگ کیلئے میدان میں کود پڑے اور شکاری شیر کی طرح مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور انھوں نے مسلمانوں کے علم بردار کو تلاش کرنا شروع کر دیا اور چونکہ مسلمانوں کے پاس حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے علم کے علاوہ اور کوئی جھنڈا نہیں تھا اس لئے ان سب نے آپ پر یلغار کر دی اور چاروں طرف سے آپ ہی کو گھیر لیا اب جنگ کا میدان خوب گرم تھا گرد و غبار اٹھ رہی تھی۔

رومیوں نے ہر طرف سے مسلمانوں کا محاصرہ کر لیا تمام مسلمان تھے بھی کتنے؟ وہ تو ان کے سامنے ایسے لگ رہے تھے جیسے سیاہ رنگ

کے اونٹ کے جسم پر ایک سفید تل ہو۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی ایک دوسرے کو صرف لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ کی آواز سے پہچانتے تھے ہر شخص کو اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے اور وہ دوسرے سے بے خبر تھا۔

حضرت ابو سبرہ بن ابراہیم بن عبدالعزیز بن ابی قیس رضی اللہ عنہ جو اسلام میں سب سے پہلے ایمان لانے والے گروہ صحابہ میں سے ۔تھے اور صاحب ہجرتین تھے، فرماتے کہ میں جنگ حبشہ میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ، غزوہ بدر، احد اور حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر رہا ہوں، میں کہتا تھا کہ ایسے معرکے کبھی دیکھنے میں نہیں آئیں گے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ فرما گئے تو مجھے اس کا انتہائی زیادہ غم ہوا اور میں اپنے اندر اس امر کی ہمت نہیں پاتا تھا کہ مدینہ منورّہ میں مقیم رہ سکوں چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کے بعد مکہ معظمہ چلا آیا اور مکہ شریف میں اقامت اختیار کر لی۔ جہاد سے کنارہ کشی اختیار کرنے پر مجھے خواب میں جھاڑ پڑی اور عتاب ہوا تو میں شام آ گیا میری زوجہ محترمہ اُم کلثوم بنت سہل بن عمرو بن عاص عامری رضی اللہ عنہا بھی میرے ساتھ تھیں۔

شام آ کر میں جنگ اجنادین، سریہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جو توما اور ہربیس کے تعاقب میں واقع ہوا تھا، سریہ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ میں شریک ہوا اور قلعہ ابوالقدس میں، میں حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک تھا۔ میں جنگ ابوالقدس دیکھ کر پچھلے تمام غزوات کو بھول گیا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عہد میں دیکھے اور ان میں بذات خود شریک ہوا تھا۔

رومی لشکر کی آمد

اس جنگ کا واقعہ یوں ہوا کہ ہم نے رومی فوج کی کثرت عدد (نفری) اور مدد کو دیکھ کر ہی حملہ کیا تھا۔ ہمارا خیال یہ تھا کہ ان کے علاوہ ان کی اور کوئی فوج نہیں ہے جو کمین گاہوں اور مورچوں میں محفوظ اور چھپی ہوئی ہو، مگر ہمارے خیال اور اندازے کے برعکس اچانک ان کا ایک بہت بھاری لشکر نکل آیا جو کمین گاہ میں محفوظ تھا یہ محفوظ لشکر نہایت قدر آور اور لحیم وشحیم ہیبت ناک نوجوانوں پر مشتمل تھا جنھوں نے سر سے پاؤں تک زر ہیں پہن رکھی تھیں۔ ان کی صرف آنکھیں نظر آتی تھیں۔ جب وہ حملہ کرتے تو ان کی آوازوں اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے میدان جنگ میں ایسی گونج پڑتی تھی کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی حتیٰ کہ میں نے مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ ان کے درمیان سے غائب ہو کر رہ گئے ہیں۔

مسلمانوں کی تکبیر کی آوازیں وقفہ وقفہ سے سنائی دیتی تھیں اور بس! باقی وہ نظر نہیں آتے تھے۔ جب آوازیں آنا بند ہو جاتیں تو مجھے یقین ہو جاتا کہ مٹھی بھر مسلمان ختم ہو گئے پھر اچانک میری نظر جھنڈے پر پڑتی جو حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں بلند ہوتا تو فرحت ہوتی آپ شانہ بشانہ لڑ رہے تھے اور لگاتار مشرکین پر حملے کر

رہے تھے۔ میں نے ایسا کم سن مجاہد اس بہادری کے ساتھ لڑتا ہوا کبھی نہ دیکھا تھا بالآخر جنگ طویل ہو گئی اور اس کے شعلے اور زیادہ بڑھکنے لگے اور غبار بلند ہونے لگی اور جنگ کی آگ ٹھنڈا ہونے کا نام نہ لیتی تھی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ قوم کے وسط میں تھے اور آپ کے گرد آپ کے ساتھی تھے۔ ان سب کا رومی فوج نے چاروں طرف سے گھیراؤ کر رکھا تھا جیسے دائرے کا حلقہ ہوتا ہے اور آپ اپنے ساتھیوں سمیت اس گول دائرہ میں نقطہ کی طرح تھے۔

امیر لشکر اسلام کی حالت

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ اگر دائیں طرف حملہ کرتے تو میں دائیں طرف حملہ کرتا اور اگر آپ بائیں طرف پلٹتے تو میں بھی آپ کی پیروی کرتے ہوئے اسی طرف پلٹ آتا، ہمارے بہادر مجاہد جان لڑا کر اپنی جنگی مہارت کے جوہر دکھا رہے تھے حتیٰ کہ ہمارے بازو شل ہو گئے، شانے سُن ہو گئے اور ہاتھ سُست پڑ گئے، معاملہ نازک اور صبر کرنا دشوار ہو گیا اور سب عاجز و بے بس ہو کر رہ گئے۔ سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی تلوار کند ہو گئی، قریب تھا کہ آپ کے نیچے جو گھوڑا تھا وہ بھی چلنے سے رُک جائے، آپ نے اپنے ساتھیوں کے پاس ایک جگہ پناہ لے کر تھوڑا سا دم لیا تا کہ آپ کے دوسرے اصحاب بھی جمع ہو جائیں۔

مسلمانوں نے جب جھنڈے کی طرف دیکھا تو سب نے ادھر کا قصد کیا آپ کا ہر ساتھی مشرکین کے ہاتھوں زخمی تھا۔ آپ کو اس کا بہت زیادہ دکھ اور صدمہ تھا۔ آپ کو اپنی تکلیف کا دکھ نہیں مسلمانوں کو جو مصیبت آئی، اس کا غم تھا۔ آپ نے سخت مصیبت کی اس گھڑی میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالی میں التجاء کی اور اس بھیدوں کو جاننے والے کی جناب میں اپنا حال زار پیش کیا اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا دیئے، اپنی دعا میں اللہ رب العزت سے عرض کرتے ہوئے کہا:

"اے وہ ذات جس نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا! تو نے انسان کو انتہائی خوبصورت شکل میں تخلیق فرمایا اور بعض کو بعض کے ساتھ آزمائش میں ڈالا اور اس ابتلاء کو ان کے لئے امتحان بنا دیا (کہ اس امتحان میں کون سرخرو ہوتا ہے اور کون ناکام!؟)۔

"أَسْأَلُكَ بِجَاهِ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ اِلاَّ جَعَلْتَ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا فَرَجًا وَّمُخْرَجًا"

"یا اللہ میں تجھ سے تیرے عبد خاص حضرت محمد ﷺ کے جاہ و مرتبہ کے وسیلہ جلیلہ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو ہمارے لئے کشادگی اور (اس مشکل وقت سے) نکلنے کا سبب عطا فرما۔"

یہ دعا کرنے کے بعد آپ پھر جنگ کی طرف لوٹ آئے اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے آپ کے جھنڈے کے نیچے دشمن سے جنگ [illegible]

کے چچازاد کی مدد کے لئے آپ کے سامنے جہاد کرنے میں کمال بہادری دکھائی۔

حضرت عمرو بن ساعدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ باوجود کبرسنی کے رومیوں پر تلوار چلا رہے ہیں اور اپنی قوم کی طرف نسبت کرتے ہوئے اپنا نام لے کر کہتے:

میں "ابوذر" ہوں۔

اور یہ کہہ کر دشمن پر تابڑ توڑ حملے کر رہے ہیں، دوسرے مسلمان بھی آپ کی طرح بڑی جانبازی سے لڑ رہے تھے۔ یہاں تک کہ حملے کرتے کرتے ان کے کلیجے منہ کو آنے لگے اور ان کو یقین ہو گیا کہ یہ میدان ان کیلئے قبرستان ثابت ہوگا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور کہا کہ میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے بہت محبت کرتا تھا اور آپ کی اولاد میں مجھے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ محبوب تھے، جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ ماجدہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو غمگین حالت میں دیکھا تو آپ کو اس کا بہت ملال ہوا۔ نیز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد کی جگہ تھے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بہت محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شام جانے کی اجازت طلب کر کے میرے پاس آئے اور کہنے لگے: ابن انیس! میں شام جا کر جہاد کرنے کی خواہش رکھتا ہوں۔ آپ بھی میرے ساتھ چلیں۔

میں نے کہا: لبیک، آپ نے اپنے چچا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمانوں سے الوداعی ملاقات کر کے رخصت چاہی اور ہم شام کی طرف چل دیئے۔ ہمارے ساتھ یمن کے بیس شہسوار اور قبیلہ ازد کے بہادر نوجوان بھی شام جانے کے لئے تیار ہو گئے حتیٰ کہ جب ہم تبوک پہنچے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پوچھنے لگے:

اے ابن انیس! تمہیں معلوم ہے کہ میرے ابو کی قبر کہاں ہے؟

میں نے کہا: ہاں ان کی قبر مقام موتہ میں ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میری دلی خواہش ہے کہ اپنے والد ماجد کی قبر کی زیارت کروں، ہم چلتے رہے حتیٰ کہ ہم حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی قبر کے مقام پر آ پہنچے اور اس جگہ جہاں جنگ تبوک، موتہ ہوئی تھی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی قبر پر قوم کلب کے لوگوں نے قبر سے تبرک کے لئے بطور نشانی پتھر لگا دیئے تھے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا خواب

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جب اپنے والد گرامی رضی اللہ عنہ کی قبر نظر آئی تو آپ سواری سے نیچے اترے اور اپنے آپ کو اس

کے اُوپر گرا دیا اور قبر کے ساتھ چمٹ کر روتے رہے۔ پھر دعائے رحمت مانگتے رہے۔ ہم نے دوسرے دن کی صبح تک وہیں قبرِانور کے پاس قیام کیا، جب ہم نے وہاں سے کوچ کیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ رو رہے ہیں اور ان کا چہرہ زعفران کی طرح زرد ہو چکا ہے۔ میں نے اس کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے بتلایا کہ میں نے آج رات اپنے باپ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی خواب میں زیارت کی ہے۔

آپ نے دو سبز رنگ کے حُلے پہن رکھے ہیں جو خون سے آلودہ ہیں۔ آپ نے وہ تلوار میرے سپرد کرتے ہوئے فرمایا: اے بیٹے! تم اس تلوار سے اللہ عزوجل کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں سے جنگ کرو، میں اس مرتبہ تک جسے تم دیکھ رہے ہو جہاد ہی کی برکت سے پہنچا ہوں۔ میں وہ تلوار لے کر گویا لڑتا رہا حتیٰ کہ وہ کُند ہو گئی۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر ہم وہاں سے چل دیئے اور دمشق میں آ کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں آ ملے۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما کو اس سریہ اور دستہ کا جو انھوں نے دیر ابوالقدس کی طرف روانہ کیا تھا، امیر مقرر کر دیا۔

ابن انیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور اہل روم کے درمیان یہ زوردار معرکہ برپا دیکھا تو دل میں سوچا کہ قریب ہے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کسی بڑی مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گے، پس میں برق رفتاری سے چل کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا:

اے ابن انیس رضی اللہ عنہ! کوئی خوشخبری لائے ہو؟ میں نے عرض کیا آپ فوری اور جس قدر جلد ہو سکے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے مسلمانوں کی کمک روانہ کر دیں اس کے بعد میں نے تمام کارروائی کی رپورٹ پیش کی اور آپ کو بریفنگ دی۔ آپ نے یہ خبر سن کر ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن'' پڑھا اور اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہا:

اے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ! اگر عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو کسی بڑی مصیبت نے آ گھیرا اور وہ تیرے جھنڈے کے نیچے ہلاک ہو گئے تو یہ تمھاری امارت کی پہلی ناکامی ہوگی اور بڑے افسوس اور صدمے کا مقام ہوگا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مسلمانوں کی مدد کے لیے نکلنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس کے بعد آپ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: یا ابا سلیمان! میں خدا کے لئے آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ فوراً عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی مدد کے لئے ان کے پاس پہنچ جاؤ، اس کام کے لئے آپ سے زیادہ لائق اور کوئی نہیں ہے۔ میں آپ ہی کو اس مہم کے سر کرنے کے لئے اہل سمجھتا ہوں جلدی کیجئے معاملہ انتہائی نازک ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا: بخدا میں اس کے لئے تیار ہوں اللہ عظمت والے کی قسم! میں اس مہم کو سر کر کے

رہوں گا، محض آپ کے حکم کا منتظر تھا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا ابا سلیمان! میں آپ کو کہتے ہوئے شرماتا تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگر کسی لڑکے کو بھی میرے اُوپر امیر مقرر کر دیتے تو میں اس کی اطاعت سے بھی ذرا بھر روگردانی نہ کرتا بلکہ اس کی اطاعت بجالاتا آپ کی مخالفت بھلا میں کیونکر کر سکتا ہوں جبکہ آپ مجھ سے ایمان لانے اور حلقۂ اسلام میں داخل ہونے میں مقدم ہیں۔ سابقین کے ساتھ ایمان لانے میں آپ مجھ سے سبقت کرنے والے ہیں اور جلدی کرنے والوں میں آپ مجھ سے جلدی اسلام قبول کرنے والے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ''امین'' کا لقب عطا فرمایا ہے پھر میں کیونکر آپ پر سبقت کر سکتا ہوں اور آپ کے درجہ کو کیسے پا سکتا ہوں۔

بخدا میں نے ایک زمانہ تک مسلمانوں کے روبرو شمشیر زنی کی ہے اور اب میں آپ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیا ہے اور عنقریب میں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے ثابت کر دوں گا کہ جہاد سے میرا مقصود نام پیدا کرنا ہرگز نہیں ہوتا جیسا کہ انھوں نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

''وہ نام پیدا کرنے کے لئے جہاد کرتا اور شجاعت کے جوہر دکھاتا ہے۔''

بلکہ میرا مقصد خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے اور اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی سربلندی کے لئے جان کی بازی لگانا ہے، خدا کی قسم! میرے دل میں کبھی امارت کی خواہش پیدا ہوئی اور نہ ہی میں نے کبھی اپنی برتری اور ناموری کے لئے جان لڑائی ہے۔

مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے کلام کو بہت سراہا اور اس کی تحسین کی پھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوسلیمان! اب آپ جلدی کریں اور اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کے لئے ان سے جا ملیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ببر شیر کی طرح کود کر اٹھے اور اپنے گھوڑے اور سامان حرب کی طرف چل دیئے اور آپ نے جنگ یمامہ کے دن مسیلمہ کذاب سے جو زرہ سلب فرمائی تھی، اس زرہ کو زیب تن کیا، خود (ہیلمٹ) سر پر سجایا شمشیر حمائل کی گھوڑے کی زین کس کر باندھی اور اس میں یوں جم کر بیٹھ گئے کہ گویا اس میں سوراخ کر کے کوئی کیل گاڑ دیا گیا ہو اور لشکر زحف کو للکار کر فرمایا: ''شمشیر زنی کے لئے آؤ۔''

راوی کہتے ہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی پکار سن کر تمام مسلمانوں نے لبیک کہا اور انتہائی سرعت کے ساتھ تمام فوج نے عملی جواب دینا شروع کر دیا اور اُن عقابوں کی طرح جو اپنے بازو سمیٹ کر بجلی کی طرح شکار پر گرتے ہیں ایک دم میدان میں اترنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے منٹوں میں لشکر زحف حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے گرد دائرہ بنا کر کھڑا ہو گیا۔

مسلمانوں نے ایک دوسرے کو الوداعی سلام کیا پھر یہ لشکر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانہ ہو گیا اور حضرت عبداللہ بن انیس الجہنی رضی اللہ عنہ اس لشکر کی راہنمائی کر رہے تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا بطور کمک میدانِ جنگ میں پہنچنا

حضرت رافع بن عمیرہ طائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں بھی اس روز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی فوج میں شامل تھا اور آپ کے ساتھ تھا اور ہم مسلسل پوری کوشش اور جدو جہد کے ساتھ چلتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے دوری کو لپیٹ دیا گویا زمین کی طنابیں کھینچ کر مسافت کو مختصر کر دیا گیا ہے جب آفتاب غروب ہو رہا تھا تو ہم رومیوں پر طلوع ہو رہے تھے۔ رومیوں کی فوج اتنی زیادہ تھی کہ یوں لگتا تھا جیسے ٹڈیوں کا لشکر پھیلا ہوا ہو اور مسلمان ان کی کثرت میں ڈوبے ہوئے تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن انیس! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے کو کس طرف تلاش کروں؟
ابن انیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے کہا انھوں نے اپنے ساتھیوں سے یہ عہد و پیمان باندھا تھا کہ ہم سب راہب کے دیر (کلیسا) کے پاس جمع ہوں گے یا پھر اس جنت میں اکٹھے ہونگے جس کا اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں سے وعدہ فرمایا ہے۔ یہ سن کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دیر کی طرف نظریں دوڑائیں اور اچانک آپ کی نظر اسلامی جھنڈے پر پڑی اور وہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور تمام مسلمانوں کی حالت اس وقت یہ تھی کہ کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا جو زخموں سے چکنا چور اور چھلنی نہ ہوا ہو اور ہر فرد اس فانی زندگی سے آس توڑ کر حیات جاوداں اور عیش سرمدی کے حصول کے جذبہ سے سرشار نظر آتا تھا۔ رومی چاروں طرف سے بڑھ چڑھ کر ان کو تلواروں اور نیزوں سے ضربیں لگا رہے تھے۔
حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما اپنے ساتھیوں سے فرما رہے تھے:
مسلمانو! آگے بڑھو اور ان مشرکین کو لے لو، یہ بچ نہ جائیں صبر و استقامت سے کام لو تمھارا مقابلہ اللہ تعالیٰ کے باغیوں سے ہے وہ ارحم الراحمین تم پر تجلی فرما رہا ہے، تمھیں سرخرو فرمائے گا۔ اس کے بعد آپ نے قرآن عزیز کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

﴿كَم مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً م بِإِذْنِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِينَ۝﴾
"بارہا کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔"●

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا حملہ کرنا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب مسلمانوں کے صبر و استقلال اور بہادری و استقامت کو ملاحظہ کیا جس کا وہ اپنے دشمنوں کے مقابل مظاہرہ کر رہے تھے تو ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور انھوں نے اسلامی پرچم کو حرکت دی اور اپنی

● پارہ 2، البقرہ 249، ترجمہ کنزالایمان

بہادر فوج سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اس بدذات کمینی قوم کو کچل دو، ان کے خونوں سے اپنے نیزوں کی پیاس بجھاؤ، اے "حی علی الفلاح" والو! تمھیں فلاح ونجات (کامیابی وکامرانی) کی خوشخبری مبارک ہو۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے اصحاب سخت ترین آزمائش اور مصیبت میں پھنسے ہوئے تھے کہ اچانک مسلمانوں کی فوجیں اور اہل توحید کا لشکر جو کیل کانٹے سے لیس اور سرتاپا، لوہے میں ڈوبا ہوا تھا، تیز جنگلی عقابوں اور بپھرے ہوئے حملہ آور شیروں کی مثل نمودار ہوا، آوازوں کا شور برپا ہوا، گھوڑوں کی ہنہناہٹ سے میدان جنگ گونج اُٹھا۔

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے جب اس لشکر کی طرف دیکھا تو انھیں اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا اور انھوں نے اس آنے والے گھڑسواروں کے دستہ کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا شروع کر دیا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ وہ سیدھا انہی کی طرف بڑھتا آ رہا ہے تو یہ حضرات بہت گھبرا گئے اور انھوں نے یہ گمان کیا کہ رومیوں کا یہ لشکر کمین گاہوں میں چھپا بیٹھا تھا جو اچانک میدان جنگ کی طرف نکل آیا ہے اور ہمیں ہلاک کر ڈالے گا یا قیدی بنا لے گا یہ امر مسلمانوں پر نہایت شاق اور گراں گزرا...... پھر یکایک انھوں نے ایک غیبی آواز سنی: ندا کرنے والا کہہ رہا تھا:

"يَا حَمَلَةَ الْقُرْآنِ جَآءَ كُمُ الْفَرَجُ مِنَ الرَّحْمَانِ وَنُصِرْتُمْ عَلٰى عَبَدَةِ الصُّلْبَانِ"

"اے حاملین قرآن! رحمٰن جل جلالہ کی طرف سے فتح وکشائش تمھارے پاس پہنچ چکی ہے اور صلیب کے پجاریوں کے خلاف تمھاری مدد کے لئے کمک تمھارے قریب آ گئی ہے۔"

مسلمانوں کے کلیجے اس وقت منہ کو آ رہے تھے۔ شمشیر بُرّان اپنا کام دکھا رہی تھی کہ ایک دم آنے والے لشکر کے فرنٹ پر ایک گھڑسوار نے جو ببر شیر کی طرح ڈکارتا ہوا اور شکار پر جھپٹتے ہوئے چیتے کی طرح گونجتا ہوا آگے بڑھا اس کے ہاتھ میں اسلامی پرچم ہے جس کے ہلال سے روشنی اور نور یوں چمک رہا ہے جیسے چاند کی چاندنی ہوتی ہے۔

اس شہسوار نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر با آواز بلند کہا: اے گروہ مسلمین! تمھیں دشمنان خدا کو فنا اور برباد کر کے رکھ دینے والی مدد اور نصرت کی خوشخبری مبارک ہو، "میں خالد بن ولید ہوں۔"

مسلمانوں نے جو اس وقت گویا انتہائی مشکل میں تھے اور بڑی کرب کی کیفیت سے دوچار تھے اور جیسے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا والی صورت حال تھی، ایسے عالم میں سیف اللہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی آواز مبارک نے ان کے تن بدن میں نئی روح پھونک دی اور جان میں جان پڑ گئی اور مسلمانوں نے یہ صدائے جاں فزا سن کر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے نعروں سے آپ کی آواز کا استقبال کیا، مسلمانوں کی نعرہ ہائے تکبیر کی آوازوں کی گونج بجلی کی کڑک اور تہہ وبالا کر کے رکھ دینے والی بادصرصر اور طوفانی آندھی کی مثل میدان جنگ کی فضا کو گرما گئی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے لشکر زحف کے ساتھ جو آپ سے کبھی جدا نہیں ہوتا تھا، دشمن پر بھرپور وار کیا اور اللہ عزوجل کی تلوار نے اپنی تلوار کو دشمن کے سروں پر رکھ دیا (اور گاجر مولی کی طرح ان کو کترنا شروع کر دیا)۔

حضرت عامر بن سراقہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا رومیوں پر یہ اچانک حملہ ایسے تھا جیسے شیر کا بکریوں پر حملہ ہو۔ آپ نے ان کو مار مار کر دائیں بائیں منتشر کر دیا۔ رومیوں نے بھی ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اپنی جانوں کا اور اپنے اموال کا پوری طرح دفاع کیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اصل میں چاہتے یہ تھے کہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ تک پہنچ جائیں۔ مسلمانوں نے جب آنے والے لشکر کو دیکھا تو انھیں یہ خبر نہیں تھی کہ یہ کون لوگ ہیں حتیٰ کہ انھوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی آواز سنی جس میں وہ اپنے فخریہ کارناموں کا تذکرہ کر رہے تھے اور اپنا حسب ونسب بیان کر رہے تھے۔ جب حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے ان کو سنا تو انھوں نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''مسلمانو! دشمن کو لے لو اب یہ بچ کر نہ جانے پائے، بیشک تمھارے پاس آسمان سے مدد پہنچ گئی ہے۔'' یہ کہہ کر آپ نے حملہ کر دیا اور دوسرے مسلمانوں نے بھی آپ کی طرح حملہ کیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی امیر لشکر عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے ملاقات

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اپنی جانوں سے مایوس ہو چکے تھے حتیٰ کہ ہمارے پاس اللہ عزوجل کی طرف سے غیبی مدد آ پہنچی۔ ابھی رات کی تاریکی زیادہ گہری نہیں ہوئی تھی کہ میں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا۔ اسلامی پرچم آپ کے ہاتھ میں ہے اور آپ مشرکین کو اس طرح ہانکے پھر رہے ہیں جیسے چرواہا بھیڑ بکریوں کو چراگاہ کی طرف ہانک کر لے جا رہا ہو اور مسلمان خدا کے دشمن مشرک رومیوں کو قتل کرتے اور قیدی بناتے آگے بڑھ رہے ہیں۔

اور واہ واہ! سبحان اللہ، اللہ عزوجل جزائے خیر دے، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ، حضرت مسیتب بن نجیہ فزاری رضی اللہ عنہ کو کہ ان حضرات نے کندھے سے کندھا ملا کر تلواروں کو جنبش دی اور چو طرفی لڑ کر رومیوں کو ہر جانب سے قتل کیا۔ جب لڑتے لڑتے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئے، آپ نے ان کی طرف دیکھا تو حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی زرہ کی آنکھوں بلکہ پورے بدن پہ دونث کی تھی جیسے خون کے لوتھڑے جمے ہوئے تھے۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے انھیں دیکھ کر کہا: اے رسول اللہ (ﷺ) کے چچا زاد اللہ عزوجل تمھارا

سعی جمیلہ کو منظور فرمائے اور تمھیں اچھا صلہ عطا فرمائے اللہ ﷻ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تم نے اپنے عظیم باپ کا انتقام لے کر اپنی پیاس کو بجھالیا ہے اور قدرے قلبی شفاء وسکون حاصل کرلیا ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ کیونکہ ایک تو اندھیرا چھا چکا تھا اور دوسرا حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نقاب پوش تھے اور اپنے چہرے پر کپڑا باندھ رکھا تھا، جس کی وجہ سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ان کو پہچان نہ سکے۔

آپ نے بتلایا کہ میں ضرار، صحابی رسول اللہ ﷺ ہوں۔

آپ نے فرمایا: ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں ہمارے لئے آپ کا بطور ایک مددگار، ہماری مدد ونصرت کے لئے آنا خوش آئند ہے، مرحبا!

حضرت خالد بن ولید اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہما کا مل کر دیر ابی القدس پر حملہ کرنا

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ دونوں حضرات ابھی گفتگو کر رہے تھے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے اور لشکر زحف بھی آپ کے ساتھ ہی تھا۔ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا شکریہ ادا کیا اور دعائیں دیتے ہوئے فرمایا: اللہ ﷻ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کی کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے۔

پھر آپ نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: ضرار! چونکہ گورنر طرابلس کی بیٹی کلیسا میں شادی کی رسومات ادا کرنے کی غرض سے آئی ہوئی ہے، اس لئے اس کی سکیورٹی کے پیش نظر رومی سردار اور بڑے بڑے بہادر جنرل جو لوگوں کو اس کے قریب آنے سے روکنے کے لئے مقرر کیے ہیں، انھوں نے چاروں اطراف سے کلیسا کا گھیراؤ کر رکھا ہے اور چونکہ دشمن کے بڑے بڑے شہ زور ایک جگہ جمع ہیں اس لئے دشمن کو ہلاک کرنے کا یہ بہترین موقع ہے، کیا آپ دشمن پر حملہ کرنے میں میرا ساتھ دیں گے؟

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ وہ لوگ ہیں کہاں؟

آپ نے فرمایا: کیا آپ ان کو دیکھ نہیں رہے؟

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے اُبھر کر نظریں دراز کر کے ان کی طرف دیکھا تو طرابلس کے سردار اور روم کے مسلح فوجی آپ کو نظر آئے جو کلیسا کی دائیں طرف دائرہ بنا کر کھڑے ہیں اور لوگوں کو لڑکی کے پاس جانے سے روک رہے ہیں، جگہ جگہ مشعلیں روشن ہیں، آگ جل رہی ہے اور آگ کی روشنی میں صلیبیں چمک رہی ہیں اور سکیورٹی والے لوگ اس طرح کھڑے ہیں جیسے فولاد کی دیوار ہو۔

یہ دیکھ کر حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا اللہ ﷻ صلیبیوں کی طرف آپ کی رہنمائی کرے آپ ایک اچھے مرشد

ہیں، حملہ کرنے میں آپ "بسم اللہ" کریں، میں بھی آپ کے ساتھ ہی "الحمد للہ" کرتا ہوں۔

کہتے ہیں کہ ایک طرف سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دوسری طرف سے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے حملہ کر دیا۔ دوسرے مجاہدین بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑے اور رومیوں کو تہہ تیغ کرنا شروع کر دیا۔ مشرکین ان کے حملوں سے بھرپور طریق پر اپنا دفاع کر رہے تھے۔

ان میں سب سے بڑھ کر حملوں کو روکنے اور جوابی حملہ کرنے والا ایک بطریق یعنی "والی طرابلس" خود تھا، وہ فوج کے فرنٹ پر رہ کر بڑی بے جگری کے ساتھ لڑ رہا تھا۔ وہ بڑی ڈیل ڈول کا مالک تھا اور سرکش اونٹ کی طرح کلمات کفریہ بڑبڑاتا، شیر کی طرح دھاڑتا اور حملہ کرتا ہوا حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی جانب پیش قدمی کر رہا تھا حتیٰ کہ اس نے بے دھڑک آ کر آپ پر حملہ کر دیا۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اس کی جسمانی ضخامت اور عظیم الجثہ ہونے کے باوجود گھوڑے کی زین پر جم کر مضبوطی سے بیٹھنے کے انداز، شدید شمشیر زنی، حسن احتیاط و احتراز کو دیکھ کر متعجب ہوئے اور حیران رہ گئے۔ اس سے محتاط ہو گئے اور اپنے بچاؤ کی طرف توجہ دی اور وہ آپ سے بھی زیادہ اپنے بچاؤ کی کوشش کرنے لگا۔ دونوں بہادر ایک دوسرے کو زیر کرنے میں طامع اور حریص تھے۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کا والی طرابلس سے مقابلہ

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے یہ چال (جنگی تدبیر) چلی کہ خود کو اپنے ساتھیوں سے دور کر لیا۔ بطریق اپنے ساتھیوں سمیت آپ کی طلب میں آگے بڑھتا گیا اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے مقام کا قصد کیا جو گھوڑے کے گھوم جانے کے قابل ہو جہاں آپ گھوڑا دوڑا سکیں اور چکر لگا سکیں۔ آپ نے گھوڑے کی باگ کشادہ میدان کی طرف موڑ دی اور ایک وادی کے عرض میں جا کر رک گئے لیکن رات کے سخت اندھیرے کی وجہ سے گھوڑا ٹھوکر لگنے کی وجہ سے گرا اور منہ کے بل نیچے لڑھکتا چلا گیا۔ آپ بھی زین سے زمین پر سرک گئے پھر اُٹھ کر کپڑے جھاڑے اور چاہا کہ گھوڑے کو پکڑیں مگر اس پر قادر نہ ہو سکے پھر آپ اسی جگہ پا پیادہ کھڑے ہو گئے۔ تلوار اور ڈھال ہاتھ میں تھی پیادہ ہی ان سے جہاد شروع کر دیا اور اولوالعزم عظیم لوگوں کی طرح صبر و استقلال کا مظاہرہ کیا۔

رومی بطریق لوہے کا گرز ہاتھ میں لئے آپ کی طرف بڑھا اور اس نے گرز آپ پر دے مارا تو آپ نے اس کا وار روکا اور وہ خالی گیا اور بپھرے ہوئے شیر کی طرح اس کی طرف جھپٹے اور تلوار سے حملہ کیا۔ اس کا گھوڑا اس کے نیچے سے ٹھوکر کھا کر منہ کے بل گرا۔ آپ نے فوراً دوسرا وار کیا جو گھوڑے کی گردن پر لگا۔ بطریق گھوڑے کی پشت سے نیچے گر گیا اس کے پاؤں چونکہ رکابوں میں تھے اس لئے جلدی سے کھڑا نہ ہو سکا۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے اس سے پیشتر کہ اس کے مددگار غلام وحشم پہنچیں، جلدی سے اس کی شہ رگ پر تلوار ماری لیکن تلوار کا وار اچک جانے اور اوچھا لگنے کی وجہ سے کارگر نہ ہوا اگرچہ اسے اپنی ہلاکت کا یقین ہو چکا تھا لیکن اس نے پوری قوت ارادی سے اٹھنا چاہا۔

آپ نے جمپ لگا کر اس کو قابو کر لیا اور باوجود یہ کہ وہ بہت زیادہ لحیم وشحیم یعنی گوشتیلا اور چربیلا تھا آپ نے پوری قوت سے اسے اٹھایا اور زور سے زمین پر پٹخ کر دے مارا اور اس کے سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔ آپ کے پاس یمن کا بنا ہوا ایک خنجر ہمیشہ موجود رہتا تھا، وہ آپ نے غلاف سے نکالا اور اس کے سینے میں گھونپ دیا جو سینے سے ناف تک چیرتا ہوا چلا گیا۔ وہ ہلاک ہو گیا اور اللہ عزوجل نے فوراً اس کی روح کو جہنم رسید فرما دیا پھر حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے اس کے گھوڑے کو قابو کیا جو سونے چاندی اور بہت قیمتی ہیروں سے آراستہ کیا ہوا تھا جب آپ گھوڑے پر سوار ہو گئے تو آپ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور رومیوں پر حملہ کر کے ان کو دائیں بائیں منتشر کر دیا۔ ادھر آپ دشمن کے مقابلہ میں سرخرو ہوئے اور ادھر حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ دیر (کلیسا) کو فتح کر کے اس پر اور اس میں جو کچھ موجود تھا سب پر قابض ہو چکے تھے۔

مسلمانوں نے کلیسا پر مکمل قبضہ کر لیا لیکن اس کی کسی چیز کو اس وقت تک ہاتھ نہیں لگایا جب تک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رومیوں کے تعاقب سے واپس نہیں آ گئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا رومیوں کے پیچھے جانا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی مہم کا واقعہ اس طرح ہوا کہ آپ رومیوں کے تعاقب میں چرچ اور طرابلس کے درمیان جو ایک بڑا دریا حائل تھا وہاں تک نکل گئے۔ رومی چونکہ اس کے عبور کرنے کے بڑے راستے اور گھاٹ سے واقف تھے اس لئے انھوں نے اپنے گھوڑے اس جگہ سے دریا میں ڈال دیئے اور وہ دریا پار کرنے میں کامیاب ہو گئے اور بچ کر نکل گئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ وہاں رک گئے اور پھر واپس اپنے ساتھیوں کے پاس تشریف لے آئے جب آپ یہاں پہنچے تو بطریق (والی طرابلس) قتل اور چرچ کا علاقہ فتح ہو چکا تھا۔ لوگوں نے مال غنیمت کو جمع کرنا شروع کر دیا تھا اور بازار میں جو کچھ مال ومتاع ریشمی کپڑوں اور اناج کی قسم سے دستیاب ہوا، سب کو اکٹھا کر کے رکھ لیا۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے سامان کو پالانوں میں جمع کیا اور عمدہ عمدہ کھانے کی اشیا کھائیں، ہمارے ساتھیوں نے سونے چاندی کے برتن وغیرہ جو دیر میں موجود تھے، نکالے۔ بطریق (والئ طرابلس) کی لڑکی اور اس کی چالیس سہیلیوں کو جن کے پاس بہت زیادہ زیورات اور عمدہ کپڑوں اور پوشاکوں کے کئی کئی جوڑے تھے سب کچھ اپنے قبضہ میں کر لیا۔ مجاہدین مال غنیمت کو براذین (تاتاری گھوڑوں)، خچروں اور حماروں پر لاد کر غنیمت کے

اموال کثیرہ کے ساتھ واپس لوٹے۔

مسلمانوں کی دیرابوالقدس سے دمشق کی طرف واپسی

علامہ واقدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس سریہ کی نسبت تین اشخاص کی طرف گمان کی جاتی ہے حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ اس کے سربراہ تھے۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ اس کی مخبری کرنے اور انفارمیشن دینے والے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کمک پہنچانے والے تھے، اس طرح تینوں جرنیلوں کی مشترکہ جدوجہد کے نتیجہ میں قلعہ ابی القدس اور اس کا ملحقہ رقبہ فتح ہوا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس جنگ میں بہت زیادہ مشقت اٹھانی پڑی اور آپ کے جسم میں ایک بہت گہرا زخم بھی آ گیا تھا۔ جب آپ چلنے لگے تو آپ صومعہ (چرچ) میں موجود راہب (پادری) کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے زور سے اس کو آواز دی مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا آپ نے پھر اس کو بلند آواز سے بلایا اور ڈانٹ کر فرمایا تو پھر جا کر وہ باہر نکلا اور کہنے لگا:

آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں کہیے، مگر یاد رکھیے میں حق مسیح کی قسم کھا کر کہتا ہوں اس سبز آسمان کا مالک اس قتل و غارت اور خون ریزی کا ضرور تم سے بدلہ لے گا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ ہم سے کیونکر ان مقتولین کے خون کا مطالبہ کرے گا جبکہ ہم اسی مالک کی طرف سے مامور ہیں کہ تم سے قتال کریں اور جہاد کرنے کا ہمیں رب کی طرف سے امر ہوا ہے اور اس پر باری تعالیٰ نے ہم سے اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے پھر وہ ہم سے تمہارے مشرکوں کے قتل اور خون کا مطالبہ کیونکر فرمائے گا؟

پھر آپ نے فرمایا: بخدا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے ساتھ (مذہبی پیشواؤں) کے ساتھ تعرض سے منع نہ فرمایا ہوتا تو میں تجھے بھی تیرے صومعہ سے نیچے اتارتا اور پھر نہایت سختی کے ساتھ مار ڈالتا۔

راہب یہ سن کر چپ ہو گیا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ مال غنیمت کے ساتھ روانہ ہو گئے یہاں تک کہ دمشق پہنچ گئے۔ یہاں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ آپ کی آمد سے پہلے مطلع ہو چکے تھے جب انھوں نے ڈھیروں مال غنیمت ملاحظہ فرمایا تو نہایت خوش ہوئے اور دوسرے مسلمانوں کو بھی خوشی اور فرحت ہوئی۔

مالِ غنیمت کی تقسیم

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے آپ کا استقبال فرمایا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو سلام پیش کیا اور آپ کا شکریہ ادا کیا اور آپ کے ساتھ ہی باقی تمام مسلمانوں کا شکریہ ادا کیا اور ان کو سلامی دی اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو سلامی

دی، ان کا شکریہ ادا کیا اور اپنے کیمپ میں واپس تشریف لے آئے۔ وہاں آپ نے مال غنیمت کا خمس 1/5 حصہ الگ نکالنے کے بعد باقی ماندہ مال مسلمانوں پر تقسیم فرما دیا اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو آپ نے حصہ غنیمت کے علاوہ بطریق (والئی طرابلس) کا گھوڑا بمع زین اور اس پر جو سونا چاندی ہیرے جواہر تھے، سب کچھ عطا فرما دیا۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اسے لے کر اپنی بہن حضرت سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا کے پاس لائے۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے اس کے جواہر اور نگینے اتار کر مسلمان خواتین پر ان کو تقسیم فرما دیا ان میں سے ایک ایک نگینہ بیحد قیمتی تھا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد تمام قیدی حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ جن میں بطریق (والئی طرابلس) کی بیٹی بھی موجود تھی۔ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس لڑکی کے لئے درخواست پیش کی کہ انھیں عطا کر دی جائے۔

آپ نے فرمایا کہ پہلے میں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اس بارے اجازت لے لوں تب آپ کو جواب دے سکتا ہوں چنانچہ آپ نے دربار خلافت میں اس کے متعلق خط لکھا اور صورت حال سے آگاہ کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب میں مکتوب گرامی تحریر فرمایا اور آپ نے حکم فرمایا کہ بطریق کی لڑکی حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی جائے۔

چنانچہ اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے وہ لڑکی آپ کے سپرد کر دی گئی اور وہ ایک طویل زمانہ تک آپ کی خدمت میں رہی وہ رومی کھانے پکانے کی تو پہلے سے ہی ماہر تھی آپ نے اسے عربی کھانے پکانے بھی سکھا دیئے۔ امارتِ یزید کے زمانہ تک وہ آپ کے پاس رہیں جب یزید کو اس کے متعلق خبر ہوئی اور لوگوں نے اس کی تعریف کی تو یزید نے حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے ہدیہ کے طور پر مانگی۔ آپ نے اسے یزید کے پاس بطور تحفہ بھیج دیا۔

مالِ غنیمت کے متعلق امیر المؤمنین کا ایک خاص حکم

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غنیمت کے مال میں سے جو قلعہ ابی القدس سے حاصل ہوا، میرے حصہ میں ریشم کے کچھ ملبوسات آئے ان کپڑوں پر رومیوں کی تصاویر بنی ہوئی تھیں ان میں سے ایک کپڑے پر حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نہایت خوبصورت تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ میں نے وہ ملبوسات یمن لاکر فروخت کر دیئے اور ان کے عوض مجھے بہت زیادہ رقم حاصل ہوئی جس سے طائف میں آ کر میں نے سامان خریدا۔ میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ان کے لشکر میں تھا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے میرے نام ایک مکتوب گرامی تحریر فرمایا جس میں آپ نے حسب ذیل ہدایات فرمائیں:

"اے بھتیجے! اس قسم کے کپڑے یہاں مرکز میں میرے پاس بھیج دیا کرو تا کہ ان کو غریب عوام کی ضروریات

میں خرچ کیا جا سکے۔"

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جب مسلمانوں کی فوجیں مال غنیمت لے کر پلٹیں تو حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے اس فتح کی خوشخبری اور حصول مال غنیمت کے متعلق حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رپورٹ بھیجی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف ان کا شکریہ اور قلعہ اَبی القدس کی مہم پر روانگی کے وقت جوانھوں نے تقریر کی تھی، وہ بھی تحریر کی اور ساتھ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سفارش اور درخواست کی کہ آپ اپنی طرف سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو براہ کرم چند کلمات تحسین تحریر فرما دیں۔

روایت ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے یہ مکتوب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف اس وقت لکھا جب آپ بادشاہ روم ہرقل اور بیت المقدس کی طرف جا رہے تھے اور اس خط میں آپ نے بعض مسلمانوں کی امیر المؤمنین کی خدمت میں یہ شکایت بھی لکھ کر بھیجی تھی کہ وہ شراب نوشی کرتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں مسلمانوں کی شکایت

حضرت عاصم بن ذویب العامری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شام کی جنگ، فتح دمشق اور فتح غوطہ کی مہم سر کرنے والوں میں مَیں بھی موجود تھا، عرب کا جو وفد یمن سے یہاں آیا اس میں جو دیہاتی لوگ تھے، انھوں نے شراب کو مباح سمجھ کر پینا شروع کر دیا۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو یہ بہت ناگوار گزرا، عرب کے ایک نوجوان میرا غالب گمان ہے کہ وہ حضرت سراقہ بن عامر رضی اللہ عنہ تھے، انھوں نے اس گروہ سے مخاطب ہو کر کہا تھا: اے مسلمانوں کے گروہ! شراب نوشی کا طریقہ چھوڑ دو کیونکہ یہ عقل کو لے جاتی ہے اور گناہوں کے کام اسے پینے کے بعد زیادہ ہوتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شراب پینے والے، اس کو اٹھا کر لانے والے اور منگوانے والے پر لعنت بھیجتے تھے۔

حضرت اُسامہ بن زید لیثی رحمۃ اللہ علیہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف غسانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے بیان کیا ہے کہ میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے ساتھ شام میں تھا آپ نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں جب دیر (کلیسا) قلعہ ابی القدس کی فتح کے متعلق خط لکھا تو اس میں منجملہ اور باتوں کے یہ بھی لکھ کر بھیجا تھا کہ بعض مسلمانوں نے شراب نوشی کر کے حد شرع کو اپنے اُوپر لازم کر لیا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ جب میں یہ خط لے کر مدینہ طیبہ پہنچا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد نبوی شریف میں تشریف رکھتے تھے اور آپ کے پاس آپ کے احباب بھی تشریف فرما تھے جن میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، کسی مسئلہ پر گفتگو فرما رہے تھے، میں نے خط آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں

پیش کیا تو آپ رضی اللہ عنہ اسے پڑھ کر دیر تک کسی گہری سوچ میں ڈوبے رہے اور غور کرتے رہے، پھر فرمانے لگے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پینے پر کوڑے مارنے کا حکم فرمایا ہے۔ پھر آپ نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے اس بارے میں سوال کیا اور آپ کی رائے مبارک دریافت کی تو انھوں نے فرمایا:

''اِنَّ السُّكْرَانَ اِذَا سَكَرَ هَذٰى وَاِذَا هَذٰى افْتَرٰى وَاِذَا افْتَرٰى فَعَلَيْهِ ثَمَانُوْنَ جَلْدَةً فَاجْلِدْ فِيْهِ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً''

''شراب پینے والا جب نشہ میں ہوتا ہے تو بیہودہ گوئی کرتا ہے اور جب وہ بکتا ہے تو افتراء پردازی کرتا ہے اور جب دروغ گوئی کرنے لگے تو اس کو اسی کوڑے مارنے لازم ہیں پس ان کو اسی اسی کوڑے لگاؤ۔'' [1]

یہ سن کر آپ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام درج ذیل مکتوب تحریر فرمایا:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مکتوب بنام حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

''امابعد! تمھارا خط ملا میں نے غور سے اسے ملاحظہ کیا پس جن افراد نے شراب نوشی کی ہے ان پر اسی اسی کوڑے کی حد جاری کر دو، بخدا میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایسے لوگوں کی اصلاح اور درستگی صرف سختی اور فقر سے ہی ہو سکتی ہے۔ ان لوگوں پر لازم ہے کہ اپنے ارادوں اور نیتوں کو اچھا اور پاکیزہ کر لیں، رب عزوجل انھیں دیکھ رہا ہے۔ اسی کی عبادت کریں اسی پر ایمان رکھیں اور اس کے شکر گزار بن کر رہیں، ان میں سے جو شخص دوبارہ شراب نوشی کا مرتکب پایا جائے اسے پھر اسی دُرّے مارے جائیں اور اس پر حد شرعی قائم کی جائے۔''

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ خط حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور آپ نے پڑھا تو لوگوں میں اعلان کر کے کہا کہ:

''اے مسلمانو! جس شخص پر شراب پینے کی وجہ سے حد واجب ہوئی ہے وہ خود کو پیش کر دے اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں تائب ہو کر خود کو پاک کر لے۔''

---

[1] موطأ امام مالک میں حدیث پاک اس طرح ہے: ((اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اسْتَشَارَ فِى الْخَمْرِ يَشْرَبُهَا الرَّجُلُ فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ اَبِىْ طَالِبٍ نَرٰى اَنْ تَجْلِدَهُ ثَمَانِيْنَ فَاِنَّهُ اِذَا شَرِبَ سَكِرَ وَاِذَا سَكِرَ هَذٰى وَاِذَا هَذٰى افْتَرٰى اَوْ كَمَا قَالَ فَجَلَدَ عُمَرُ فِى الْخَمْرِ ثَمَانِيْنَ.)) ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شراب نوشی کے بارے میں مشورہ طلب کیا تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے خیال کے مطابق آپ انھیں اسی (80) کوڑے لگوائیں۔ اس لیے کہ جب وہ شراب پیے گا تو مدہوش ہو جائے گا اور جب وہ مدہوش ہو گا تو ہذیان بکے گا اور ہذیان کے دوران (کسی پر زنا کی) تہمت لگا دے گا اور اس تہمت کی سزا اسی کوڑے ہیں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑے سزا مقرر کی۔ (موطأ امام مالک: کتاب الاشربہ، باب الحد فی الخمر: حدیث نمبر 1588)

چنانچہ اس منادی اور اعلان پر لوگوں نے عمل کیا اور جس نے بھی شراب نوشی کی تھی خود کو حد شرعی کے نفاذ کے لیے پیش کر دیا اور اس پر حد جاری کر دی گئی۔

پھر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے انطاکیہ کی طرف جانے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے اور ہمارا ہدف قلب روم ہے اور ہمیں اُمید ہے کہ اللہ عزوجل ہمارے ہاتھوں سے روم کو فتح فرما دے۔

تمام مسلمانوں نے کہا: چلئے جہاں آپ چاہتے ہوں ہم آپ کے تابع فرمان ہیں۔ مسلمانوں کا یہ متفقہ جواب سن کر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو نہایت مسرت اور خوشی ہوئی اور فرمایا:

کوچ کے لئے تیاری مکمل کر لو، میں نے تمھیں ساتھ لے کر حلب [1] جانا ہے جب ہم حلب کو فتح کر لیں گے تو پھر انشاء اللہ عزوجل انطاکیہ کا رُخ کریں گے۔

حلب کا قدیمی اور تاریخی قلعہ

راویؔ کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے تیزی سے اپنا سامان تیار اور آلات حرب درست کرنا شروع کر دیئے اور فوراً تیار ہو گئے۔

مسلمانوں کی نئے معرکہ کے لیے پیش قدمی

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ جب تمام مصروفیات سے فارغ ہو گئے تو آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ''نشان عقاب'' جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دست اقدس سے باندھ کر ایلیاء کی مہم کے دن انھیں عطا فرمایا تھا،

[1] حلب شمالی شام کا یہ تاریخی شہر یورپی زبانوں میں الیپو (Alepoo) کہلاتا ہے۔ یہ حران سے تقریباً 300 کلومیٹر کے فاصلے پر دمشق جانے والی شاہراہ پر واقع ہے۔ اس کی آبادی 13 لاکھ سے زائد ہے۔ معجم البلدان کے مطابق اس کا نام حلب (دودھ) اس لیے رکھا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہاں قیام کے دوران میں بھیڑ بکریاں دوہا کرتے اور دودھ فقیروں میں بانٹ دیتے تھے، جب فقراء ''حلب، حلب'' پکارتے جمع ہو جاتے تھے۔ حلب کے قلعے میں آج بھی دو مقامات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منسوب ہیں جن کی زیارت کی جاتی ہے۔ قلعہ حلب میں ایک صندوق میں حضرت یحییٰ بن ذکریا علیہ السلام کے سر کا ایک حصہ دفن ہے۔ (معجم البلدان 2/282-274)

لیں اور لشکر زحف کے آگے آگے چلیں اور اس کی قیادت فرمائیں۔

چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ "مقدمہ الجیش" یعنی فرنٹ پر تھے اور اسلامی لشکر کے بہادر جرنیلوں میں سے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ، حضرت رافع بن عمیرہ طائی رضی اللہ عنہ، حضرت مسیب بن نجیبہ رضی اللہ عنہ بھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، دوسرے حضرات بھی یکے بعد دیگرے روانہ ہو گئے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت صفوان بن عامر اسلمی رضی اللہ عنہ کو پانچ سو سپاہی دے کر دمشق کی حفاظت کے لئے چھوڑا اور خود یمن اور مصر کے کچھ مجاہدوں کے ہمراہ لشکر اسلامی کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ "بقاع" اور "لبوہ" کے راستہ سے گئے تھے جب آپ وہاں پہنچے تو آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حمص جانے کے متعلق حکم جاری کیا اور فرمایا:

اے ابو سلیمان! اٹھو اللہ عزوجل کی برکت اور مدد پر بھروسہ کرتے ہوئے اور جا کر اس قوم مشرک پر بجلی بن کر گرو اور سرزمین "عواصم وقنسرین" پر ہلہ بول دو اور اسے تاخت و تاراج کر کے رکھ دو، میں "بعلبک" جا رہا ہوں، اُمید ہے اللہ رب العزت اس کی فتح کو ہمارے لئے آسان اور سہل فرما دے گا۔

پھر آپ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو الوداع کہا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر حمص کی طرف روانہ ہو گئے اور ابھی آپ "بعلبک" کی طرف جانے کے لئے تیار ہی ہوئے تھے کہ اتنے میں "والئ جوسیہ" آ گیا وہ اپنے ساتھ کچھ ہدیے اور تحائف بھی لایا تھا۔ اس نے آپ سے کہا:

اگر آپ حضرات حمص اور بعلبک کو فتح کر لیتے ہیں تو ہم بھی آپ کے ماتحت ہو جائیں گے اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس سے چار ہزار درہم اور پچاس عدد ریشمی کپڑوں کی سالانہ ادائیگی کی شرط پر صلح کر لی صلح نامہ مرتب ہونے کے بعد آپ بعلبک کی طرف روانہ ہو گئے ابھی آپ "لبوہ" سے کچھ ہی دور گئے ہوں گے کہ اونٹنی سوار نہایت سرعت اور تیزی سے آتا ہوا دکھائی دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط ملنا

آپ ٹھہر گئے جب وہ ناقہ سوار آپ کے پاس پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت اُسامہ بن زید طائی رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے ان سے معلوم فرمایا: "اُسامہ تم کہاں؟"

انھوں نے اونٹنی کو بٹھایا۔ آپ کو اور تمام مسلمانوں کو سلام کیا اور بتلایا کہ میں مدینہ منورہ سے آ رہا ہوں اور ساتھ ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خط نکال کر پیش کیا۔ آپ نے اس کی سیل توڑی اور کھول کر پڑھا اس کا مضمون یہ تھا:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من عبداللّٰہ امیر المومنین عمر بن الخطاب
الی ابی عبیدہ امین الامۃ:
سلام علیك!
اما بعد فانی احمد الله الذی لا اله الا هو واصلی علی نبیه اما بعد فلا مرد لقضاء الله وقدره ومن کتب فی اللوح المحفوظ کافراً لا ایمان له وذلك الخ......

ترجمہ: اللہ ﷻ کے بندے، مسلمانوں کے امیر، عمر بن خطاب کی جانب سے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ جن کو بارگاہ رسالت سے امین الامۃ کا لقب ملا، کے نام

امین الامۃ ابوعبیدہ ابن جراح! السلام علیکم!

اما بعد! سب سے پہلے میں اس اللہ ﷻ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اللہ ﷻ کے نبی حضرت محمد ﷺ پر درود بھیجتا ہوں اما بعد! یاد رکھو کہ اللہ ﷻ کے حکم اور قضا و قدر کو کوئی رد کر سکتا ہے اور نہ ٹال سکتا ہے، جو شخص لوح محفوظ میں کافر لکھ دیا گیا ہے وہ کبھی ایمان نہیں لا سکتا۔ یہاں ایک شخص جبلہ بن ایہم غسانی مع اپنے قبیلہ اور قوم کے میرے پاس آیا میں نے ان کو مہمان بنا کر رکھا اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا، وہ تمام لوگ میرے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے جس سے مجھے بڑی فرحت ہوئی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے ذریعے سے اسلام کو تقویت بخشی اور اسلام کا بازو مضبوط و مستحکم فرمایا ہے باقی پردہ غیب میں چھپے ہوئے بھید اللہ ﷻ ہی جانتا ہے مجھے اس کا علم نہیں۔

میں حج کے لئے مکہ معظمہ گیا، جبلہ بن ایہم بھی وہاں پہنچا ہوا تھا اس نے

بیت اللہ شریف کا سات مرتبہ طواف کیا۔ طواف کے دوران بنوفزارہ کے ایک شخص کا پاؤں اس کی چادر پر آ گیا جس کی وجہ سے وہ سرک کر کندھوں سے نیچے گر گئی جبلہ اس شخص کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: تیرا ستیاناس ہو! تو نے اللہ ﷻ کے حرم میں مجھے برہنہ کر دیا ہے۔

فزاری نے کہا اللہ ﷻ کی قسم! میں نے قصداً ایسا نہیں کیا مگر اس کے باوجود جبلہ نے فزاری کے ایک زور کا تھپڑ رسید کیا جس سے اس کی ناک اور سامنے کے چار دانت ٹوٹ گئے۔

فزاری میرے پاس جبلہ کی زیادتی کی شکایت لے کر آیا میں نے اسے گرفتار کر کے پیشی کا حکم دیا جب وہ پیش ہوا تو میں نے اس سے کہا کہ اپنے اسلامی بھائی کے تھپڑ مارنے پر تجھے کس بات نے آمادہ کیا؟ کہ تو نے طمانچہ مار کر اس کے سامنے کے چار دانت اور اس کی ناک توڑ ڈالی۔

وہ کہنے لگا: اس نے میری چادر اپنے پاؤں کے نیچے لے کر کھول دی تھی اور اگر بیت اللہ کی حرمت کا پاس نہ ہوتا تو بخدا میں اسے قتل کر دیتا۔

میں نے کہا کہ تو نے خود ہی اپنے خلاف اقرار جرم کر لیا ہے اور اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو وہ فزاری تجھے معاف کر دے، بصورت دیگر تجھ سے اس کا قصاص لیا جائے گا۔

جبلہ کہنے لگا: تم مجھ سے قصاص لو گے؟ حالانکہ میں بادشاہ اور وہ ایک بازاری آدمی ہے! میں نے کہا کہ اسلام میں بادشاہ اور گدا دونوں برابر ہیں حقوق میں اسلام ان کے درمیان تفریق نہیں کرتا۔

اس نے کہا اے عمر ٹھیک ہے۔ آپ مجھے کل تک کی مہلت دے دیجئے کل مجھ سے قصاص لے لیجئے گا میں نے فزاری سے کہا کہ کیا تم کل تک کے لئے اس سے قصاص لینے کو چھوڑ سکتے ہو؟ اس نے کہا "ہاں" جب رات ہوئی تو وہ راتوں رات اپنے قبیلہ کو ساتھ لے کر جانب شام قبیلہ کلب انطاکیہ کی طرف فرار ہو گیا۔

مجھے اُمید ہے اللہ ﷻ تمہیں اس پر فتح عطا فرمائے گا تو تم حمص میں پڑاؤ کرنا وہاں سے دور نہ جانا، اگر اہل حمص تمہارے ساتھ صلح پر آمادہ ہو جاتے ہیں تو ان سے صلح کر لینا اور اگر وہ انکار کریں تو پھر ان سے جنگ کرو اور انطاکیہ کی طرف اپنے جاسوس بھیجو جو تمہیں حالات سے آگاہ رکھیں

عیسائیت کے پیروکار عربوں سے چوکنا رہو۔ اللہ ﷻ آپ پر اور آپ کے
تمام مسلمان ساتھیوں پر اپنی رحمت فرمائے اور تمہیں خیر و برکت سے
نوازے۔ والسلام

حمص کی طرف پیش قدمی

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے پاس جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا خط پہنچا تو پہلے تو آپ نے اسے آہستہ آہستہ پڑھا اس کے بعد دوبارہ بلند آواز سے پڑھ کر تمام مسلمانوں کو سنایا۔ پھر آپ خود بھی حمص کی جانب روانہ ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پہلے ہی ایک تہائی لشکر لے کر وہاں جمعہ کے روز ماہ شوال 14 ہجری کو پہنچ گئے تھے۔

بادشاہ روم ہرقل کی طرف سے حمص کا وزیر اعلیٰ "لقیطا بن گرگس" مقرر تھا مگر اتفاق یہ ہوا کہ جس دن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حمص پہنچے اسی دن لقیطا آنجہانی ہو گیا۔

حمص میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک

(حمص) حضرت خالد بن ولید کا مزار

شام کا نقشہ

حمص

اہلِ حمص نے جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا لشکر دیکھا تو وہ بڑے مرکزی کنیسہ میں اکٹھے ہو گئے اور ان کے بطریق (سردار اعظم) نے اجتماع سے مخاطب ہو کر کہا: آپ کو معلوم ہے کہ شاہ روم کی طرف سے نامزد بطریق معظم کا انتقال ہو چکا ہے اور بادشاہ کو اس بات کی اطلاع نہیں ہے کہ عربوں نے ہم پر چڑھائی کر دی ہے، نہ ہمیں اس کی پیشگی اطلاع تھی اور ہم یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہ لوگ جوسیہ اور بعلبک کو فتح کرنے سے قبل ہماری طرف پیش قدمی کریں گے۔ یہ سب کچھ ہماری توقعات کے بالکل برعکس اور خلاف واقع ظاہر ہوا ہے، ایسی صورت میں اگر تم نے جنگ کرنے کا قصد کیا اور بادشاہ روم سے مدد کے لئے خط لکھ کر فوج طلب کی تو [illegible] ہے کہ عرب مجاہدین سپاہیوں کو تم تک پہنچنے ہی نہیں

دینگے اور دوسری بات یہ ہے کہ تمھارے پاس کھانے پینے کی اشیاء کا کوئی قابل ذکر ذخیرہ موجود نہیں ہے کہ جس پر انحصار کر کے تم قلعہ بند اور محصور ہو کر مقابلہ کرسکو۔

لوگوں نے پوچھا کہ پھر اے سردار! آپ اس کا حل بتائیں کہ ایسی صورت میں اب ہمیں کیا پالیسی اختیار کرنی چاہئے؟

اہل حمص کا صلح نامہ لکھنے کے لیے مشورہ

اس نے کہا: میرا مشورہ یہ ہے کہ تم مسلمانوں سے ان کی شرائط کے مطابق صلح کرلو اور جو کچھ بھی وہ مطالبات پیش کریں بلاچون و چرا اسے قبول کرلو اور ان کو وہ دے کر کہہ دو کہ ہم تمھارے تابع ہیں اور ہم جنگ نہیں چاہتے اور یہ بھی ان سے کہہ دو اگر تم حلب اور قنسرین کو فتح کر کے بادشاہ کی فوجوں کو شکست سے دوچار کر دو تو ہم بھی خود بخود تمھارے قبضہ میں آ جائیں گے۔ جب مسلمانوں کی فوج ہمارے علاقوں سے انخلاء شروع کر دے گی اور واپس چلی جائے گی تو پھر ہم بادشاہ ہرقل سے سفیر بھیج کر فوج طلب کرلیں گے جو ہماری حفاظت اور ڈیفنس کے لئے کافی ہو اور یہاں کا انتظام سیاست رواں دواں رکھنے کے لئے بادشاہ سے درخواست کریں گے کہ اپنے شاہی خاندان کے کسی فرد کو یا اپنے حاجبوں میں سے کسی شخص کو حمص کا گورنر مقرر کر دیں نیز تمھارے پاس اس وقت تک غلہ اور سامان بھی وافر مقدار میں میسر ہو چکا ہوگا پھر ان سے جنگ کا بھی مزا آئے گا اور ڈٹ کر لڑیں گے۔

قوم نے اس سردار کی گفتگو کو زمینی حقائق کے مطابق اور حق وصواب کے عین موافق ہونے کی وجہ سے بہت پسند کیا اور اس کی رائے کی تصدیق کر دی اور کہا کہ ہم تمھاری رائے اور تدبیر کی تحسین کرتے ہیں اور آپ اس پر عمل درآمد کریں۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

چنانچہ اس سردار نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جاثلیقا نامی شخص کو جو اُن کے ہاں بہت معزز اور محترم تھا صلح کے لئے نمائندہ بنا کر بھیجا۔ ''جاثلیقا'' نے آ کر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے صلح کے متعلق مذاکرات کئے اور سردار نے اس کو جو باتیں سمجھائی تھیں ان کے مطابق آپ سے بات چیت کی۔ ان باتوں میں ایک یہ بھی تھی کہ مسلمان حمص سے اپنی فوجوں کو نکال کر حلب، قنسرین، عواصم اور انطاکیہ کی طرف لے جائیں، اس پر بھی اس نے آپ رضی اللہ عنہ سے بات کی۔

اہلِ حمص سے صلح

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اسے منظور کرلیا (اور ان کی آزادی وخودمختاری پر شب خون نہیں مارا) اور اہل حمص سے سالانہ دس ہزار دینار، دوسو ریشمی کپڑوں پر صلح کرلی [illegible] مسلم کمیونٹی'' کو ادا کیا کرینگے جس کی ابتداء ماہ

ذیقعد سے اور انتہا شوال 14 ہجری تھی۔

کہتے ہیں کہ جب صلح نامہ مکمل ہو گیا تو اہل حمص کے تجارت پیشہ لوگ مسلمانوں کے لشکر کی طرف نکلے۔ مسلمانوں کی صاف گوئی اور کشادہ دلی سے اچھا تاثر لیا اور نفع بھی خوب کمایا۔

بلاد عواصم اور معرات کی جانب روانگی

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انھیں چار ہزار سواروں پر مشتمل لشکر جس میں قبیلہ لخم، جذام، کندہ، کہلان، سنبس، نبہان، طی اور خولان کے آدمی شامل تھے، دے کر فرمایا:

''اے ابو سلیمان رضی اللہ عنہ! تم یہ لشکر لے کر حلب کے قریب واقع شہر ''معرات'' کا قصد کر لو اور ''عواصم'' کے شہروں پر حملہ بول دو، ان شہروں کو فتح کرنے کے بعد انھیں قدموں واپس یہاں پلٹ آؤ اور وہاں اپنے جاسوس مقرر کر آؤ تا کہ وہ تمھیں وہاں کی خبریں فراہم کرتے رہیں اور اس پر نظر رکھنا کہ آیا ان کا کوئی دوسرے ملک سے حمایتی اور اتحادی ہے یا نہیں؟ جو ان کی مدد کو آ سکتا ہو۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے لبیک کہا اور پرچم اسلام ہاتھ میں لیا حسب ذیل جنگی ترانہ اور رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے فوج کے آگے آگے چلے جا رہے تھے:

- مجھے قسم ہے اللہ عزوجل کی جو تمام جہانوں کا بادشاہ اور بڑی عظمت والا ہے۔
- میں نے اس کا پرچم ہاتھ میں لیا ہے اور میں اس کو اٹھانے کا اہل اور حق دار بھی ہوں کیونکہ میں بنو مخزوم خاندان کا روشن ستارہ ہوں۔
- اور (میں اسلام کا پرچم کیوں نہ اٹھاؤں کہ) میں احمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہوں اور میں ببر شیر کی طرح چلتا ہوں (لیکن بایں ہمہ میں کسی گھمنڈ میں مبتلا ہو کر ایسا نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ مجھے اللہ عزوجل کے فضل پر بھروسہ ہے اور اسی سے دعا کرتا ہوں کہ) اے پروردگار و مالک! مجھے رومیوں سے لڑنے بھڑنے کی توفیق ارزانی فرما۔

بلادِ عواصم کی فتح

حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہ اشعار پڑھتے ہوئے شیرز کی طرف چلے اور وہاں پہنچ کر آپ نے دو یوم دریائے مقلون کے کنارے قیام کیا، اس کے بعد آپ نے حضرت مصعب بن محارب یشکری رضی اللہ عنہ کو بلا کر پانچ سو سواران کے زیر کمانڈ دیکر ان سے فرمایا کہ ''بلاد عواصم'' کا آپریشن کریں اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ خود قنسرین، حلب اور اس کے علاقہ عرج، معرات، دیر سمعان کی طرف چلے اور آپ کا لشکر جاتے ہوئے جانبین واقع دیہاتوں کا بھی آپریشن کرتا گیا اور شمال و جنوب

کے دیہاتوں کے لوگوں کو قیدی بناتے اور ان کے اموال کو غنیمت بناتے آگے بڑھتے چلے گئے۔ جب غنیمت کے اموال بہت زیادہ جمع ہو گئے اور قیدیوں کی کثرت ہو گئی تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف واپس لوٹ آئے، آپ قیدیوں کی کثرت اور اموال غنیمت کی بہتات وفراوانی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

آپ ان چیزوں کا ابھی معائنہ کر ہی رہے تھے کہ آپ نے بہت زیادہ شور سنا اور تکبیر وتہلیل کے نعروں کی آوازوں سے فضا گونج اٹھی تو آپ نے پوچھا:

''اے ابوسلیمان یہ اتنا زیادہ شور کس کا ہے اور یہ کون لوگ ہیں؟''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر! یہ مصعب بن محارب یشکری ہیں، ان کو میں نے پرچم اسلامی باندھ کر دیا اور پانچ سو یمنی سواروں کا کمانڈر مقرر کر کے ارض عواصم پر حملے کے لئے بھیجا تھا۔ انھوں نے اس علاقہ کو فتح کر لیا ہے اور اب یہ قیدیوں اور بہت سارے غنیمت کے مال کے ساتھ پلٹے ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کا استقبال کیا اور آپ نے دیکھا کہ ان کے ہمراہ ایک بہت بڑا ریوڑ بکریوں، بیلوں اور گھوڑوں کا چلا آ رہا ہے اور گھوڑوں پر مرد، عورتیں اور بچے سوار ہیں اور انھوں نے چیخ وپکار شروع کر رکھی ہے۔

آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے یہ کفار جو رسیوں سے جکڑے ہوئے تھے اپنے اہل وعیال کی گرفتاری، مال کے لٹ جانے اور اپنی بستیوں اور شہروں کے برباد ہو جانے پر آہ بکا کر رہے تھے۔

آپ نے اپنے ترجمان سے جو ہمہ وقت آپ کے ساتھ رہتا تھا، فرمایا کہ ان سے کہو کہ روتے کیوں ہو دین اسلام میں داخل ہو کر امان کیوں حاصل نہیں کر لیتے تاکہ تمھاری جان و مال اور اہل وعیال ہماری حفاظت اور ذمہ داری میں آ کر اسی طرح محفوظ ہو جائیں جس طرح دوسرے مسلمانوں کے محفوظ اور مامون ومصون ہوتے ہیں۔

ترجمان نے جب ان سے یہ بات کہی تو انھوں نے جواب میں کہا: اے امیر! ہم لوگ آپ سے بہت دور دراز علاقے میں رہنے والے ہیں آپ لوگوں کی خبریں تو ہمیں ملتی رہتی تھیں لیکن یہ تو ہمارے خیال وگمان میں بھی نہ تھا کہ آپ ہمارے علاقے تک بھی پہنچ جاؤ گے پس اسی بے خبری کے عالم میں آپ کے ان سپاہیوں نے اچانک ہم پر چڑھائی کر دی اور ہمارے اموال لوٹ لئے، ہمارے بیوی بچوں کو قیدی بنا لیا اور ہمیں رسیوں میں جکڑ کر یہاں ہانک لائے ہیں۔

قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یہ قیدی چار سو افراد کے لگ بھگ ہوں گے جو بلاد عواصم سے گرفتار ہو کر یہاں پہنچے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان قیدیوں سے فرمایا کہ اگر ہم تم لوگوں پر احسان کرتے ہوئے قید سے آزاد کر دیتے ہیں اور تمھارے بچے واپس لوٹا دیتے ہیں تو کیا تم ہمارے مطیع اور ماتحت ہو کر جزیہ اور خراج ادا کرنے پر راضی ہو؟

انھوں نے کہا: آپ بس ہمیں رہا کر دیں ہم آپ کی ہر شرط ماننے کے لئے تیار ہیں۔

اس کے بعد حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ رؤسائے مسلمین کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے آپ نے یہ فرمایا کہ اے لوگو! میری ذاتی رائے تو یہ ہے کہ میں اس قوم کو قتل سے امان دے دوں اور ان کے اموال اور ان کے بیوی بچے ان کے سپرد کر دوں، اس صورت میں وہ ہمارے ماتحت اور زیر حکم ہوں گے، زمین کاشت اور شہروں کو آباد کریں گے اور ہم ان سے جزیہ اور خراج وصول کرتے رہیں گے لیکن چونکہ میں تمھارے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا اس لئے تمھاری رائے لینی ضروری تھی، اب تم بتلاؤ کہ ان کافر قیدیوں کے ساتھ ہماری پالیسی کیا ہونی چاہیئے؟

تمام قائدین اسلام اور رؤسائے فوج نے متفقہ طور پر کہا کہ اے امیر! آپ نے جو فیصلہ فرمایا ہے ہم آپ کی رائے سے مکمل اتفاق کرتے اور آپ کی رائے کی تصویب و تائید کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی بہتری اور بھلائی کے لئے آپ جو اقدام بھی کرینگے ہم اس میں آپ کا ساتھ دینگے، اس کام میں بھی آپ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کا بھلا ہے اور انھیں نفع پہنچ سکتا ہے تو بلا جھجک اور بغیر کسی قسم کے تامل کے آپ وہ کام کر گزریں۔

چنانچہ آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق جو انھوں نے لکھ کر آپ کی طرف بھیجا تھا کہ چار دینار فی کس سالانہ کے حساب سے مقرر کر کے ان کے نام پتے رجسٹر میں درج کر لئے اور اس کے بعد ان سب کو رہا کر دیا اور ان کا مال اور جانور وغیرہ بھی انھیں واپس لوٹا دیئے اور ان کو واپس اپنے شہروں اور بستیوں میں چلے جانے کا حکم دے دیا اور وہ لوگ اپنے وطنوں کی طرف واپس چلے گئے۔

فتوح الشام

فتح قنسرین

فتح قنسرین

قنسرین کے وفد کی حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات

اہلِ عواصم اور اہلِ قنسرین کو جب یہ خبر پہنچی کہ جو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آتا ہے آپ اس کو امان دے دیتے ہیں تو انھوں نے بھی چاہا کہ اپنے لئے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے امان حاصل کرلیں چنانچہ انھوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ اپنے گورنر کو نہ بتلایا جائے اور اس کے علم میں یہ بات لائے بغیر ہی امان کا پروانہ حاصل کرلیا جائے اور اس مقصد کے لئے انھوں نے اپنا ایلچی اور نمائندہ آپ کی خدمت میں بھیجا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ہرقل بادشاہ کی طرف سے قنسرین اور عواصم میں جو ''لوقا'' نامی ایک گورنر مقرر تھا، وہ نہایت سخت گیر آدمی تھا، لوگوں کے دل میں اس کا بہت خوف اور ڈر تھا گورنر لوقا حاکم حلب اور اس کی سلطنت سے دشمنی رکھتا تھا۔ ہرقل نے ان دونوں گورنروں کو اپنے دربار میں بلاکر ان سے مشورہ طلب کیا تھا کہ ان عربوں کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے؟ تو ان دونوں نے جواب دیا تھا کہ:

''اے بادشاہ! ہم جنگ کے بغیر عربوں کو اپنا ملک سپرد نہیں کرسکتے جب تک ان کے ساتھ ہماری ٹھیک ٹھاک مڈبھیڑ نہیں ہوجاتی یوں ہی آرام سے سونے کی طشتری میں رکھ کر ہم اپنا ملک ان عربوں کو تو پیش کرنے سے رہے! پنجہ آزمائی ہوگی پھر جو جیتے گا دیکھ لیا جائے گا۔''

بادشاہ نے ان سے وعدہ کیا کہ میں تمھاری مدد کے لئے یہاں بھی لشکر بھیج دونگا اور یہ دونوں اس کے منتظر تھے اور ان میں سے ہر ایک کے پاس دس دس ہزار کے اپنے لشکر بھی تھے مگر وہ ایک مقام پر مجتمع نہ تھے۔

گورنر قنسرین کا اپنی قوم سے خطاب

گورنر قنسرین نے جب یہ سنا کہ اہل قنسرین حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کا عزم کرچکے ہیں تو اسے سخت غصہ آیا اور اس نے ارادہ کرلیا کہ اپنی رعایا کو اس حرکت پر سخت سزا دی جائے اور جس طرح انھوں نے اُسے صلح کی خبر نہیں

ہونے دی، ان کے ساتھ بھی ایسی ہی خفیہ چال چلی جائے تا کہ انھیں والئی ریاست کے ساتھ مکر وفریب کرنے کا مزہ چکھایا جاسکے۔ چنانچہ اس نے تمام اہل قنسرین کو اکٹھا کیا اور اُن سے مخاطب ہو کر کہنے لگا:

اے بنو اصفر! اور اے عباد المسیح! تمھاری کیا رائے ہے، مجھے ان عربوں کے معاملہ میں کیا کرنا چاہیے؟ کیونکہ یہ لوگ ہماری طرف بڑھ رہے ہیں اور انھوں نے ہمارے شہروں کو گویا فتح کر لیا ہے جیسا کہ انھوں نے دوسرے شہر فتح کر لئے ہیں۔

اس پر اہلِ قنسرین نے کہا:

اے سردار! ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ عرب وفادار اور صاحب ذمہ لوگ ہیں اور انھوں نے شام کے اکثر شہروں کو فتح کر لیا ہے جو شخص ان کے مقابلہ کو آیا اور ان سے برسرپیکار ہوا اسے انھوں نے تہہ تیغ کر دیا اور یا اُسے اور اس کے بیوی بچوں کو قید کر کے اپنا غلام بنا لیا لیکن جو شخص ان کی امان میں داخل ہو گیا اور ان کے زیرِ فرمان آ گیا اسے انھوں نے اس کے شہر میں برقرار رہنے دیا اور اسے جان و مال اور ہر طرح کا تحفظ دیا اور وہ کسی بھی قسم کی ظلم و زیادتی سے محفوظ ہو گیا، اس لئے ہماری سوچی سمجھی رائے یہی ہے کہ ہم بھی ان سے صلح کر لیں اور اپنی جانوں اور اپنے مال و اسباب کو محفوظ کر لیں۔

سردار نے کہا: بلاشبہ تم نے اچھا اور عین صواب مشورہ دیا ہے کیونکہ عرب جہاں کہیں بھی گئے ہیں اور جس سے بھی ان کی جنگ ہوئی ہے وہ فتح یاب ہی ہوئے ہیں۔ میں ان کے ساتھ ایک سال کے لئے صلح کا معاہدہ کر رہا ہوں یہاں تک کہ ہرقل بادشاہ کی طرف سے ہمارے پاس فوجی کمک کے طور پر کافی مقدار میں لشکر پہنچ جائیں پھر ان عربوں کو ہم دیکھ لیں گے، جب یہ پرامن حالت میں اور ہماری طرف سے مطمئن ہو نگے تو اچانک ان پر چھاپہ مار کر ان کا قلع قمع کر دیں گے اور ان کا اپنے شہروں سے نام ونشان مٹا کر رکھ دیں گے۔

لوگوں نے کہا: جو آپ کے ذہن میں ہے کیجئے ہم آپ کا ساتھ دیں گے پھر اگرچہ وقتی صلح کے لئے تمام اہل قنسرین اور سردار کا ایک نقطہ پر اتفاق رائے ہو گیا لیکن ان کے دلوں میں غداری اور مکر وفریب کا منصوبہ تھا۔

گورنر قنسرین کا صلح کے لیے قاصد بھیجنا

گورنر لوقا نے ایک شخص جس کا نام اصطخر تھا، یہ عیسائی مذہب کا عالم اور راہب (عابد) تھا اور گورنر کے مشیروں میں سے تھا، اس کی خصوصیت یہ تھی کہ یہ دین نصرانیت کے ساتھ ساتھ مذہب یہودیت کا بھی گہرا مطالعہ رکھتا تھا اور پھر عربی زبان بڑی فصاحت کے ساتھ لکھ بول سکتا تھا، اس کو بلا کر ہدایت کی کہ تم عربوں کے سردار کے پاس چلے جاؤ اور ہماری نمائندگی کرتے ہوئے ان سے ایک سال کے لئے صلح نامہ پر دستخط کرا کر لے آؤ تا کہ ہم انھیں مکر وحیلہ اور منصوبہ کے تحت بیخ وبُن سے اکھاڑ پھینکیں۔ اس کے ساتھ اس نے ایک مکتوب حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے نام لکھا جس کا

مضمون کلمات کفر کے بعد کچھ یوں تھا:

اما بعد! اے گروہ عرب! ہمارا شہر نہایت محفوظ ہے، آبادی بہت زیادہ ہے کھانے پینے کی اشیاء اور ہر قسم کے سامان کی فراوانی ہے یہاں کسی چیز کی قلت نہیں ہے، اگر تم چالیس سال تک بھی محاصرہ کر کے ہمارے سروں پر مقیم رہو پھر بھی ہم پر غالب نہیں ہو سکو گے، ہرقل بادشاہ نے تمہارے مقابلہ کی خاطر خلیج کی سرحد سے لے کر "رومۃ الکبریٰ" تک تمام ریاستوں سے فوج طلب کر لی ہے، میں اپنا نمائندہ تمہاری طرف بھیج رہا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ ایک سال کی مدت کے لئے تمہارے ساتھ امن معاہدہ ہو جائے، صلح نامہ پر دستخط کے بعد ہم دیکھیں گے کہ ان شہروں میں اقتدار کس کو حاصل ہوتا ہے آئندہ کا معاملہ اس کے مطابق طے کیا جائے گا۔

ہماری خواہش ہے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کنٹرول لائن قائم ہو جانی چاہئے تا کہ قنسرین اور عواصم کی حدود سے کسی قسم کی دراندازی نہ ہو اور یہ بھی واضح رہے کہ ہم یہ معاہدہ امن اور مصالحت ہرقل بادشاہ کو مطلع کئے بغیر اپنے طور پر کر رہے ہیں اور اس سے اس امر کو مخفی رکھنا چاہتے ہیں اگر ہرقل بادشاہ کو ہماری اس مصالحت کی خبر پتہ چل گئی تو وہ ہمیں قتل کرا دے گا۔ والسلام!

خط لکھنے کے بعد اس نے اصطخر کو ایک عمدہ پوشاک زیب تن کرائی اور اپنی سواری کا خچر اس کو عطا کیا اور دس غلاموں کو محافظ اور پروٹوکول کے لئے ساتھ روانہ کیا۔ اصطخر سفر طے کر کے جب حمص پہنچا تو اس وقت حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ عصر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ اصطخر وہاں کھڑا ہو کر مسلمانوں کا یہ عمل دیکھتا رہا جب انہوں نے نماز مکمل کر کے سلام پھیرا تو اپنے قریب پادری اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر جان گئے کہ یہ کسی کا فرستادہ ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اٹھ کر اس پادری کے قریب آئے اور اس سے دریافت فرمایا کہ آپ کون ہیں؟

اس نے جواب دیا کہ میں قاصد ہوں اور ایک خط لے کر آیا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اسے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ کے دائیں جانب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور بائیں طرف

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سامنے دوسرے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رونق افروز تھے، پادری نے آپ کو سجدہ کرنا چاہا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اسے سجدہ کرنے سے روکا اور فرمایا: ہم سب ایک اللہ عزوجل کے بندے ہیں پھر ہم میں سے بعض شقی یعنی بدبخت ہیں اور بعض سعید یعنی نیک بخت ہیں، جو شقی اور بدبخت ہیں وہ جہنم میں جائیں گے جس میں وہ گدھے کی طرح آواز نکالیں گے اور بڑے چیختے چلاتے رہیں گے اور جو سعید اور نیک بخت ہیں وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ہمیشہ کے لئے اس میں رہیں گے۔

اصطخر چپ چاپ آپ کی باتیں سنتا رہا اور اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور وہ آپ کی گفتگو سن کر نہایت متعجب تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ذرا زور سے اس کو بلایا اور یوں فرمایا او جوان! تو کون ہے؟ تجھے کس نے یہاں بھیجا ہے اور کس کام کے لئے تو آیا ہے؟

اصطخر نے کہا: آپ قوم کے امیر ہیں؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، میں تو ایک عام آدمی ہوں اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ہمارے امیر یہ ہیں۔

اصطخر نے کہا میں والئ قنسرین کا فرستادہ ہوں اور اس کا پیغام لے کر حاضر ہوا ہوں۔ پھر اس نے ایک خط نکال کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اس سے وہ خط لیا اور مسلمانوں کے سامنے پڑھ کر انھیں سنایا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جب اس خط میں ان کے شہر کی تعریف اس کی آبادی کی کثرت اور سامان عیش و عشرت کی فراوانی اور افراط کا ذکر سنا نیز ہرقل بادشاہ کے لشکر سے مسلمانوں کے ڈرانے اور دھمکی دینے والی بات سنی تو اپنے سر مبارک کو جنبش دی اور سر ہلاتے ہوئے فرمایا:

اے امیر! مجھے قسم ہے اس ذات اقدس کی جو اپنی مدد و نصرت کے ساتھ ہمیں تقویت عطا فرمانے والا ہے اور جس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں پیدا فرمایا اور آپ کا اُمتی بنایا! آپ یقین فرمائیں کہ یہ خط ایک ایسے شخص کی طرف سے آیا ہے جو صلح کرنا نہیں چاہتا وہ محض ہمیں دھوکا دینا چاہتا ہے اور اس کی اس درخواست کا بالکل جواب نہ دیں اور اس کی صلح کی اپیل کو مسترد فرما دیں اور اس کے خلاف لشکر کشی کر کے اس پر فوری حملہ کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی امارت کے حق کی قسم ہم اُسے اور اس کے تمام شہر والوں کو مسلمانوں کے لئے غنیمت بنا دیں گے اور کوئی سرکشی کی جرأت نہیں کرے گا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوسلیمان! ذرا توقف کرو، اللہ عزوجل نے امور غیبیہ پر ہر کسی کو مطلع نہیں فرمایا ہے اور بندوں کے دلوں کے راز وہی جانتا ہے۔ اب انھوں نے ہمیں صلح کی دعوت دی ہے، باقی ان کے دل کے احوال کا علم خدا ہی بہتر جانتا ہے ہم اس کے مکلف نہیں ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی رائے اور قاصد سے گفتگو

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر! آپ ان سے ہمیشہ کی صلح کی بات کریں اگر وہ مان جاتے ہیں تو ٹھیک ہے، ورنہ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیں اور ہم انشاء اللہ عزوجل ان کے لئے کافی ووافی ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ اصطخر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا کلام سن رہا تھا اور آپکی ذکاوت وزیر کی، روشن دماغی اور فصاحت و بلاغت پر متعجب بھی ہو رہا تھا اور آپ کے کلام سے چونکہ مردانگی، شجاعت اور شدت مترشح ہو رہی تھی اس لئے وہ آپ کے پاس آ گیا اور کہنے لگا:

اے سردار! آپ کا اسم گرامی کیا ہے؟ اور آپ اہل عرب میں کس لقب سے مشہور ہیں؟ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ حضرات کے ساتھ بعض ایسے مردان میدان بھی آئے ہوئے ہیں جو شجاعت و بہادری اور شدت وسخت گیری میں ایک ممتاز مقام اور نام رکھتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: میں ایک بہادر جنگجو، خدا کی تلوار جو خدا کے دشمنوں اور اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والوں کی کھوپڑیوں کو پھاڑنے والی ہے اور کفر وضلالت کو مٹانے والا بطل حریت سپاہی ''خالد بن ولید مخزومی'' ہوں۔

اصطخر نے کہا: یہ مجھے پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ آپ بہت بہادر اور شجاع ہیں مجھے حق مسیح کی قسم! میں نے جب آپ کا چہرہ دیکھا تو اسی وقت پہچان گیا تھا کہ آپ ہی ''خالد بن ولید'' شمشیر خدا ہیں اور آپ کا کلام سن کر تو اور بھی یقین پختہ ہوگیا۔ آپ کے متعلق ہمیں اس قسم کی خبریں پہنچتی رہی ہیں کہ آپ نہایت زیرک، مضبوط تن، بہادر اور جنگجو آدمی ہیں۔ اسی طرح ساتھ ہمیں یہ بھی خبریں پہنچتی رہی ہیں کہ آپ کی قوم اور آدمی نہایت اچھی سیرت وکردار کے مالک اور قول کے سچے طبیعت کے نرم عادت کے نیک اور حسن سلوک سے پیش آنے والے ہیں اور جو شخص یا جماعت آپ کے اُوپر چڑھائی کردے ان کے ساتھ بھی آپ بڑے تحمل و بردباری اور شریفانہ اور کریمانہ معاشرے والا برتاؤ کرنے والے ہیں اور پھر ہم نے یہ سنا ہے کہ آپ لوگ رحم دل لوگ ہو، آپ رحم اور شفقت کرنے والی اُمت کے افراد ہو کیونکہ آپ کا نبی، نبی رُحمت ہے۔ مگر آج میں ان سب باتوں کے برعکس معاملہ دیکھ رہا ہوں کیونکہ ہم آپ کے پاس اس لئے حاضر ہوئے ہیں تاکہ آپ سے صلح کرلیں اور آپ اس کے انکاری ہیں ہم آپ کے ساتھ امن معاہدہ کے خواہش مند ہیں لیکن آپ نے ہماری درخواست کو مسترد کر دیا ہے۔

آپ نے فرمایا: واقعی ہم ایسے ہی لوگ ہیں لیکن جب کوئی نیک نیتی سے صلح اور امن کا خواہاں ہو تو پھر اس کے ساتھ ہم صلح صفائی اور امن کے ساتھ رہنا پسند کرتے ہیں لیکن اگر کوئی مکر وفریب کے جال بُن رہا ہو تو پھر امن کی بیل کیسے منڈھے چڑھ سکتی ہے؟ مکر وفریب اور سازش کو ہم دشمن کے کلام سے ہی پہچان جاتے ہیں جیسا کہ تمھارے اس محا

کی عبارت اور مضمون سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ بظاہر تم صلح کا ارادہ کر رہے ہو مگر در پردہ دھوکہ اور فراڈ کرنے کا تمھارا منصوبہ ہے جس کو تمھارے خط سے ہم نے بھانپ لیا ہے کہ صلح کی حالت میں اگر ہرقل بادشاہ کا لشکر تمھاری مدد کو پہنچ گیا اور تم نے خود کو غالب اور ہمیں مغلوب خود کو طاقت ور اور ہمیں کمزور پایا تو سب سے پہلے تم ہی ہمارے مقابلے میں آ جاؤ گے، اور اگر ہماری قوت اور غلبہ رہا تو اس صورت میں تم ان ریاستوں کی طرف بھاگ جاؤ گے جو ہمارے ماتحت اور زیر فرمان نہیں ہیں۔

صلح نامہ پر فریقین کی رضامندی

اس لئے اگر تو صلح کا خواہش مند ہے تو ہم اس صورت میں تیرے ساتھ صلح کرنے پر آمادہ ہو سکتے ہیں کہ تو اس بات کا ہمارے ساتھ عہد کر کہ جب تک سال مکمل نہیں ہو جاتا اس وقت تک ہم کسی بھی صورت میں تمھارے ساتھ جنگ نہیں کریں گے۔ اگر سال کے دوران میں ہرقل کا کوئی لشکر آ بھی جائے تو ہمیں تو ظاہر ہے کہ اس کے ساتھ لازماً جنگ کرنا ہوگی لیکن ایسی صورت میں تم میں سے جو شخص بھی شہر کے اندر رہے گا اور ہرقل کی فوج کے ساتھ مل کر ہمارے مقابلہ کو نہیں نکلے گا، اس کے ساتھ ہماری صلح بدستور قائم رہے گی اور اس کے ساتھ ہم کوئی تعرض نہیں کریں گے لیکن اگر تم نے اس کی خلاف ورزی کرنی ہے تو ابھی بتاؤ تا کہ ہم تمھارے ساتھ اس دجل و فریب کی فضا میں صلح ہی نہ کریں۔

اصطخر نے کہا: مجھے آپ کی یہ شرط قبول ہے آپ ایک صلح نامہ تحریر کر کے مجھے دے دیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ امیر لشکر سے کہا: اے امیر! آپ ایک عہد نامہ لکھ کر اسے دے دیں جس کی ابتداء ماہ ذالحجہ (ایک نسخہ میں ذوالقعدہ ہے) 14 ہجری سے ہوگی اور اس صلح کی کل مدت ایک سال بھر ہوگی چنانچہ آپ نے اسی طرح کیا اور عہد نامہ مرتب فرما دیا۔

بطور حد بندی ہرقل بادشاہ کا مجسمہ نصب کرنا

جس وقت حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ صلح نامہ تحریر فرما چکے تو اصطخر نے کہا:

سردار! ہمارے ملک کی حد معین اور معلوم ہے اور ہمارا ہمسایہ ملک "حلب" ہے اس کی حد بھی معلوم و معین ہے اور ہم یہ چاہتے ہیں آپ ہمارے اور مسلمانوں کے درمیان اور روم کے درمیان کوئی نشان اور علامت مقرر کر دیں تا کہ جب آپ کے ساتھی "حلب" پر حملہ آور ہوں اور وہاں قتل و غارت گری کرنے جائیں تو وہ ہماری سرحدوں کے اندر تجاوز کر کے نہ گھس آئیں اور انھیں معلوم ہو جائے کہ یہ قنسرین کی سرحد ہے اس طرح ہم لوگ آپ کے ساتھیوں کی دراندازی سے محفوظ رہیں گے۔

آپ نے فرمایا: تو نے اچھی تجویز پیش کی ہے۔ میں ایک آدمی تمہارے ساتھ بھیج دیتا ہوں اور وہ حد مقرر کرا دے گا۔

اصطخر نے کہا: آپ میرے ساتھ کسی کو نہ بھیجیں بلکہ یہ کام ہم خود ہی کر لیں گے۔ ہم ہرقل کا ایک مجسمہ بنا کر ایک مینار پر اسے نصب کر دیں گے جب آپ کے ساتھی اس نشان کو دیکھیں گے اس مجسمہ سے آگے تجاوز نہ کریں۔

آپ نے فرمایا: چلیں! اچھا ایسا ہی کر لیں۔

یہ کہہ کر آپ نے وہ صلح نامہ اسے عطا فرما دیا اور اس کے ساتھ ہی آپ نے تمام مسلمانوں میں اور بالخصوص غارت کرنے والے اصحاب میں منادی کرا دی کہ:

"جو شخص اس ستون کو دیکھے جس پر ہرقل کا مجسمہ نصب ہے اس سے آگے تجاوز نہ کرے اور نہ اندر گھس کر کسی پر زیادتی کرے بلکہ سرزمین حلب تک اپنی غارت گری اور اپنے حملوں کو محدود رکھیں اور تم میں سے جو حاضر ہیں وہ یہ بات اپنے ایسے ساتھیوں تک بھی پہنچا دیں جو اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں۔"

اس کے بعد اصطخر والئ قنسرین کے پاس واپس لوٹ آیا اور وہ عہد نامہ اس کو پیش کر دیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور اس کے مابین جو مکالمہ ہوا اس سے بھی اسے آگاہ کر دیا۔ والئ قنسرین نے اس پر خوشی اور فرحت کا اظہار کیا اور پھر اس نے ہرقل بادشاہ کا ایک مجسمہ تیار کرا کے ایک بلند ستون پر اسے نصب کرا دیا جو اس طرح بنا ہوا تھا کہ گویا وہ تخت حکومت پر بیٹھا ہوا ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس کے بعد مسلمان حلب، عمق اور انطاکیہ کے علاقوں میں تو برابر حملے کرتے اور غارت کرتے رہے لیکن قنسرین اور عواصم و حاضر کی حدود کے قریب بھی نہیں جاتے تھے اور اس ستون کے قریب بھی نہیں جاتے تھے جس پر ہرقل بادشاہ کا مجسمہ نصب کیا ہوا تھا۔

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سالم بن قیس رحمۃ اللہ علیہ وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے وہ حضرت سعید بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انھوں نے بیان کیا کہ اہل قنسرین اور الحاضر کے باشندوں سے مسلمانوں کی صلح چار ہزار شاہی دینار، ایک سو اوقیہ چاندی، ایک ہزار حلب کے بنے ہوئے کپڑوں اور ایک ہزار وسق غلہ پر ہوئی تھی۔

عامر بن رفاعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح سنا ہے مگر وہ چار سو وسق غلہ کا ذکر کرتے ہیں۔

ہرقل بادشاہ کے مجسمہ کی آنکھ پھوٹ جانے کا اتفاقی واقعہ

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ملتمس بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

انھوں نے بیان کیا کہ ایک دن ہم غارت گری کے لئے گئے ہوئے تھے کہ اتفاقاً میری نظر ایک ستون پر پڑی جس پر ہرقل کی تصویر بنی ہوئی تھی ہمیں یہ دیکھ کر تعجب ہوا۔ہم نے اس ستون کے گرد چکر لگایا اور ہم دراصل اپنے گھوڑوں کے ساتھ میدان میں گھڑ دوڑ کی گیم کر رہے تھے اور ان کو کرّ وفرّ [1] کی ٹریننگ دینے میں مشغول تھے اور حضرت ابو جندل اور حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ تیر اندازی کر رہے تھے اور ہم میدان میں کھیل بازی کر رہے تھے۔ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں بڑا نیزہ تھا، وہ اپنے گھوڑے پر سوار جب مجسمہ کے قریب سے گزرے تو غیر ارادی طور پر ان کے نیزہ سے مجسمہ کی آنکھ پھوٹ گئی۔ ایسا انھوں نے دانستہ اور عمداً نہیں کیا تھا۔

قنسرین کے رومی سپاہی اور غلام اس مجسمہ کی حفاظت پر مامور تھے ان میں سے بعض نے جا کر بطریق یعنی گورنر قنسرین کے پاس اس کی شکایت کی اور اس بارے میں بات کی والئی قنسرین تو یہ خبر سن کر بہت برافروختہ ہوا

معاملے کی تحقیق کے لیے قاصد کا آنا

اس نے اپنے بعض مصاحبین کو سونے کی صلیب دی اور اس کے ساتھ ایک سو شہسوار جو رومی فوج کے سرکردہ آدمی تھے ان کا دستہ سپرد کیا جنھوں نے ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھے اور کمر میں پٹکے باندھے ہوئے تھے پھر اس نے اصطخر پادری کو بلا کر اس سے کہا کہ ان کے ساتھ تم دوبارہ امیر عرب کے پاس جاؤ اور اس سے کہو تم لوگوں نے ہمارے ساتھ غداری کی ہے اور اپنے عہد کو پورا نہیں کیا اور جو غداری اور عہد شکنی کرتا ہے ذلیل ہوتا ہے۔

اصطخر نے صلیب پکڑی اور ایک سو (100) سواروں کے دستہ کے ہمراہ چل دیا۔ یہاں تک کہ وہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا۔ مسلمانوں نے جب اسے صلیب کو بلند کئے ہوئے دیکھا تو تیزی سے اس کی طرف دوڑے اور اس کو سرنگوں کر دیا۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی ایک دم اٹھے اور ان کا استقبال کیا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟

اصطخر نے کہا میں والئی قنسرین کا نمائندہ ہوں۔ انھوں نے آپ کے پاس مجھے اپنا قاصد بنا کر بھیجا ہے میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ لوگوں نے غداری کی ہے اور عہد کو توڑا ہے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمھارے ساتھ ہماری صلح کے عہد کو کس نے توڑا ہے اور اس عہد شکنی کا سبب کیا ہے؟ مجھے تو اس بارے کوئی علم نہیں ہے۔ انھوں نے کہا: اس امن اور صلح کے معاہدہ کو اس شخص نے توڑا ہے جس نے ہمارے بادشاہ کی آنکھ پھوڑ ڈالی ہے (مجسمہ کی آنکھ)۔

---

[1] سیدھا دوڑانا اور پھر پیچھے کو ہٹ کر پھر یک دم آگے بڑھ کر حملہ کرنا (مترجم عفی عنہ)

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے رسول اللہ ﷺ کے حق کی قسم ہے! مجھے اس کے متعلق معلوم نہیں ہے اور میں ابھی اس کی تحقیق کرتا ہوں۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر آپ نے لشکر عرب میں منادی کرائی کہ اے اہل عرب! جس شخص نے اس مجسمہ کی آنکھ پھوڑی ہو مجھے اس کی اطلاع دے۔

حضرت ابوجندل بن سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے عرض کی یہ قصور مجھ سے صادر ہوا ہے لیکن میں نے قصداً ایسا نہیں کیا۔ بہرحال اس کی تلافی جس طرح بھی ہوسکتی ہو اس کے لئے میں حاضر ہوں۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اصطخر سے فرمایا کہ واقعی میرے آدمی سے یہ کام ضرور ہوا ہے لیکن اس نے دانستہ طور پر ایسا نہیں کیا۔ اب تم بتاؤ کہ تمھارا کیا مطالبہ ہے تاکہ اس کا تدارک کیا جاسکے؟

بطور قصاص مسلمانوں کے امتحان کے لیے سخت شرط رکھنا

رومی عیسائیوں نے کہا کہ ہم صرف اس صورت میں راضی ہوں گے کہ جس طرح تمھارے آدمی نے ہمارے بادشاہ کی آنکھ پھوڑی ہے ہم تمھارے بادشاہ کی آنکھ پھوڑ دیں اس سے دراصل ان کا مقصود مسلمانوں کا امتحان لینا تھا کہ مسلمان اپنے عہد اور ذمہ کو پورا کرنے میں کہاں تک وفادار ہوتے ہیں اور کتنا عہد کا پاس رکھتے ہیں!

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے لئے میں حاضر ہوں۔ آپ لوگ میری آنکھ پھوڑ کر اپنا قصاص لے لیں جس طرح میرے آدمی نے تمھارے بادشاہ کے مجسمہ کی آنکھ پھوڑی تھی آپ بھی آنکھ پھوڑ کر بدلہ چکالیں۔ انھوں نے کہا ہم اس پر راضی نہیں ہوں گے ہم اس وقت راضی ہوں گے جب تمھارے اس بادشاہ کی آنکھ پھوڑیں گے جو تمام عرب کا والی اور تمھارا سب سے بڑا بادشاہ ہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیشک ہمارے بادشاہ کی آنکھ ایسی گئی گزری نہیں وہ اس سے بہت بلند و بالا شان والی اور محفوظ ترین ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مسلمانوں نے جب امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی چشم مبارک کے متعلق ایسے ناپاک کلمات اور گستاخانہ الفاظ سنے تو انھیں سخت غضب آیا اور وہ بھڑک اٹھے اور ان گستاخوں کے سر قلم کر دینے اور ان کی زبانیں گدی سے کھینچ لینے کا ارادہ کر لیا، مگر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کو منع فرما دیا۔ مسلمانوں نے کہا: ہم اپنے امام، امیر المؤمنین خلیفۂ رسول اللہ ﷺ پر اپنی جانوں کو فدا اور قربان کر دینگے اور ان کی آنکھ کے فدیہ میں اپنی آنکھیں نثار کر دینگے لیکن ان کی شان میں کوئی گستاخی کا کلمہ نہیں سن سکتے۔

اصطخر (پادری) نے جب مسلمانوں کے جذبات اور اپنے ساتھیوں کو ان کے قتل کر دینے کے ارادہ کو دیکھا تو کہنے لگا: ہمارا مقصود حضرت عمر یا آپ حضرات میں سے کسی کی اصل آنکھ پھوڑنا نہیں تھا بلکہ ہم ان کی ایک تصویر اور مورتی بنا کر اور ستون پر نصب کر کے چاہتے ہیں کہ جس طرح تمھارے آدمی نے ہمارے بادشاہ کے مجسمہ اور مورتی کی آنکھ پھوڑی

ہے اسی طرح ہم بھی اس کے ساتھ وہی سلوک کر کے انتقام اور بدلہ لیں۔

مسلمانوں کا شرط قبول کر لینا

مسلمانوں نے کہا: ہمارے آدمی اور ساتھی نے تو قصداً ایسا نہیں کیا تھا وہ تو اتفاقاً ان کا نیزہ لگا اور مجسمہ کی آنکھ پھوٹ گئی مگر تم ایسا فعل عمداً اور قصداً کرنا چاہتے ہو جو کہ انصاف کے تقاضا کے خلاف اور سزا میں مساوات و برابری کے منافی ہے اور زیادتی ہے۔

اس پر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے فرمایا مسلمانو! چلو چھوڑو بات ختم کرو اگر یہ لوگ میری تصویر کے ساتھ ایسا کر کے راضی ہو جاتے ہیں تو میں ان کے اس مطالبہ کو منظور کرتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ ہماری طرف عہد شکنی کی نسبت کی جائے اور لوگ باتیں کریں کہ مسلمانوں نے عہد کر کے اس کو پورا نہیں کیا اور انھوں نے عہد شکنی اور غداری کی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ بالکل بے عقل اور احمق معلوم ہوتے ہیں پھر آپ نے رومیوں کو اس بات کی اجازت دیدی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: رومیوں نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا ایک مجسمہ تیار کر کے اس کو ستون پر نصب کیا، کانچ کی دو آنکھیں بنائیں اور ان کے ایک سپاہی نے غصہ کی حالت میں آگے بڑھ کر اس مجسمہ پر نیزہ مارا اور اس کی آنکھ پھوڑ دی۔ اصطخر یہ کارنامہ انجام دینے کے بعد والئی قنسرین کے پاس واپس آ گیا اور اسے ساری کارروائی کی رپورٹ پیش کر دی۔ والئی قنسرین نے بریفنگ لینے کے بعد اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا: ''انہی باتوں سے وہ لوگ اپنے عزائم میں کامیاب ہوتے ہیں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے لیے خط

کہتے ہیں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ حمص میں اپنی چھاؤنی قائم کئے ہوئے تھے اور آپ کا بیس کیمپ یہیں تھا اور اس مقام سے آپ دائیں بائیں کے علاقوں پر چھاپہ مار اور گوریلا جنگ جاری رکھے ہوئے تھے۔ آپ قنسرین کے ساتھ صلح کے معاہدہ کی مدت جو ایک سال بھر طے پائی تھی، کے ختم ہونے کا انتظار کر رہے تھے تا کہ اس کے بعد جنگ کی کارروائی شروع کی جائے اور فوج آگے بڑھے ادھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب محسوس فرمایا کہ کافی مدت سے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوئی چٹھی اور نہ فتح کی کوئی خوشخبری پہنچی ہے تو ان کو یہ بات عجیب لگی اور طرح طرح کے گمان ذہن میں آنے جانے لگے۔ انھوں نے خیال فرمایا کہ شاید ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے اندر بزدلی نے راہ پا لی ہے اور وہ جہاد کو ترک کر کے بیٹھ گئے ہیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام ایک خط مبارک تحریر فرمایا جس کا مضمون حسب ذیل تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بندۂ خدا عمر بن خطاب امیر المؤمنین کی طرف سے بنام امین الامت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ السلام علیکم!

میں اس اللہ عزوجل کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود برحق (موجود) نہیں اور میں اس کے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ وسلام پڑھتا ہوں اور میں تمھیں اللہ عزوجل سے ڈرتے رہنے اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہنے کا حکم دیتا ہوں اور میں تمھیں منع کروں گا کہ تم کہیں ان لوگوں میں سے نہ ہو جانا جن کے متعلق اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

﴿ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ ...... الخ ﴾

''تم فرماؤ اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری عورتیں اور تمھارا کنبہ اور تمھاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمھیں ڈر ہے اور تمھارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔''[1]

جب یہ خط حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ملا اور آپ نے مسلمانوں کو پڑھ کر سنایا تو وہ سمجھ گئے کہ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے انھیں جہاد پر برانگیختہ کیا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اہلِ قنسرین کے ساتھ مصالحت کرنے پر نادم ہوئے اور آپ کے ساتھی مسلمانوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس خط کو سن کر رویا نہ ہو۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ اے امیر! آپ جہاد سے ریٹائرڈ کیوں ہو گئے ہیں؟ چلیں اہل قنسرین سے تو ہم صلح کر چکے ہیں اور اب سال بھر تک ان سے تعرض نہیں کر سکتے ان کو چھوڑیں لیکن حلب اور انطاکیہ کو تو ہم ہدف بنا سکتے ہیں لہٰذا ان پر لشکر کشی کر دیجئے۔ امید ہے انشاء اللہ عزوجل ہمیں اللہ رب العزت فتح عطا فرمائے گا اور اہلِ قنسرین کے ساتھ معاہدہ امن کی مدت بھی قریب الاختتام ہے بس تھوڑا عرصہ باقی رہ گیا ہے پھر ان کو بھی دیکھ لیا جائے گا۔

[1] پارہ 10، التوبہ 24، ترجمہ کنزالایمان

فتوح الشام

مُسلمانوں کی جانب حلب روانگی

مسلمانوں کی جانبِ حلب روانگی

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے حلب کی طرف چلنے کا عزم کرلیا اور اس مقصد کے لئے آپ نے ایک پرچم حضرت مصعب بن محارب رضی اللہ عنہ کو اور دوسرا پرچم حضرت سہیل بن عمر رضی اللہ عنہ کو باندھ کر عنایت فرمایا اور مقدمۃ الجیش (ہر اول دستہ فرنٹ کور) کی کمانڈ حضرت عیاض بن غانم اشعری رضی اللہ عنہ کو سونپی اور ان کے پیچھے یعنی قلب میں (سنٹرل کمانڈ کے لئے) سیف اللہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور سب کے پیچھے خود بھی روانہ ہو گئے۔

راستہ میں رستن، حماۃ اور شیرز والوں سے امن معاہدہ کرنا

جب فوج ''الرستن الرس'' میں پہنچی تو انھوں نے آپ سے صلح کی درخواست کی جسے آپ نے منظور کرتے ہوئے ان سے مصالحت کرلی اس کے بعد آپ نے فوج کو ''حماۃ'' کی جانب پیش قدمی کا حکم دیا اور جب ''حماۃ'' آئے تو اہل حماۃ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ ان کے رہبان پادری صاحبان اور مذہبی پیشوا بھی اور بشپ پیش پیش تھے جنھوں نے اپنے ہاتھوں میں ''انجیل مقدس'' کے نسخے اٹھائے ہوئے تھے، امن کے خواستگار ہوئے اور ان کے بشپ سب سے آگے آگے تھے آپ نے جب انھیں دیکھا تو ان کے لئے ٹھہر گئے اور ان سے فرمایا کہ آپ لوگ کیا چاہتے ہیں؟

انھوں نے کہا کہ ہم صلح چاہتے ہیں اور پُرامن طریقے سے تمہارے ماتحت ذمی بن کر زندگی گزاریں گے بلکہ تم ہمیں اپنی قوم سے بھی زیادہ محبوب ہو۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ مصالحت کرلی اور صلح نامہ تحریر کرکے ان کے سپرد فرمادیا اور ذمہ داری کی دستاویزات ان کو لکھ دیں اور ان کی درخواست کے مطابق ایک آدمی کو یہاں اپنا نائب مقرر کرکے خود ''شیرز'' کے شہر کی جانب چل دیئے۔ جب آپ شیرز میں اترے تو وہاں کے باشندوں نے آپ کا استقبال کیا اور آپ نے ان سے بھی مصالحت کرلی، آپ نے ان سے پوچھا: کیا تمھیں روم کے سرکش ہرقل بادشاہ کی کچھ خبر پہنچی ہے؟

انھوں نے جواب دیا کہ ہاں اس کے متعلق ہم نے سنا ہے کہ قنسرین کے گورنر نے اس کو خط لکھا اور اس سے امداد کے لئے فوج طلب کی اور اپنی مدد ونصرت کے لئے پکارا تھا جس پر اس نے جبلہ بن ایہم غسانی جو بنوغسان کا سردار

ہے اسے دس ہزار نصرانی عربوں کے دستہ کا کمانڈر مقرر کر کے بھیج دیا ہے اس کے علاوہ قبیلہ ثمود یہ کا سردار بھی اپنی جمعیت سمیت اس کے ہمراہ ہے یہ تمام فوجیں، جسر حدید (لوہے والے پل) کے پاس آ کر اتری ہیں اور وہاں پڑاؤ ڈالا ہے۔ اے امیر! آپ ان سے خوب ہوشیار رہیں۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا:

"حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ."

"ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہت اچھا کام بنانے والا ہے۔"

پیش قدمی کے لیے مسلمانوں کا مشورہ

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ شیرز میں اقامت گزین ہو گئے اور آپ حیران اور متذبذب تھے کبھی سوچتے حلب کی طرف پیش قدمی کروں اور کبھی خیال کرتے کہ انطاکیہ کی طرف جانا چاہئے پھر آپ نے مسلمانوں کو مشورہ کے لئے اپنے پاس بلایا اور فرمایا: اے لوگو! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ والئ قنسرین نے ہرقل بادشاہ کو کمک کے لئے لکھا ہے اور اس سے مدد کے لئے فوج طلب کی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس نے یہ ہمارے ساتھ غداری کی ہے اور خفیہ طور پر ہم سے سازش اور مکر و فریب کی چال چل گیا ہے اب آپ حضرات کی کیا رائے ہے؟

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر! کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ اس کے کلام سے مکر اور دھوکہ ٹپک رہا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوسلیمان! خدا ہمارے ساتھ ہے انشاء اللہ عزوجل اس کا مکر و فریب ہم پر نہیں چل سکے گا یہ مکر و فریب اسے بہت مہنگا پڑے گا، اللہ عزوجل ان کے مکر و فریب اور دھوکہ کے معاملہ کو خوب دیکھنے والا ہے اور اس کی سزا قدرت کی طرف سے ان کو مل کر رہے گی اور ان کا مکر انہی پر لوٹ آئے گا۔ انشاء اللہ العزیز!

مسلمانوں نے مشورہ دیتے ہوئے عرض کیا: اے امیر! آپ قنسرین اور عواصم کو سردست رہنے دیں، حلب اور انطاکیہ پر لشکر کشی کریں آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اہل قنسرین سے جو ایک سال کے لئے معاہدہ امن ہوا تھا اس کے پورا ہونے میں ابھی تقریباً ایک ماہ باقی رہتا تھا اور آپ ان سے عہد شکنی کر کے اس دوران حملہ کرنے کو جائز خیال نہیں کرتے تھے اور اس لئے انتظار کر رہے تھے کہ معاہدہ کی مدت گزر جائے تو جہاد کی ابتداء اہل قنسرین ہی سے کی جائے۔

کہتے ہیں عربوں کے غلام زیتون، انار اور دوسرے پھل دار درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ اکھاڑ کر ایندھن کے لئے لے آتے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا تو آپ نے اس کو سخت ناپسند فرمایا اور آپ نے ان

غلاموں کو بلا کر اپنی ناگواری کا اظہار فرمایا اور فرمایا:

اللہ احکم الحاکمین کا خوف کرو یہ تم لوگوں نے اللہ ﷻ کی زمین میں کیا فساد اور تخریب کاری شروع کر دی ہے۔ خدا کا خوف کرو تم پھل دار درخت اجاڑ رہے ہو!

غلاموں نے عرض کی: اے امیر! جلانے کی لکڑیاں ہمارے لشکر اور چھاؤنی سے بہت زیادہ دور ہیں اس لئے ہم ایندھن کے لئے قریب کے جنگلات اور باغات سے لکڑیاں کاٹ کر اور درخت اکھاڑ کر کام چلا رہے ہیں آپ نے فرمایا: لیکن جو درخت پھل دار ہیں اور یا ایسی فصل باڑی جو کھانے کے کام آنے والی ہو اس کو ایندھن کے طور پر جلانے کے لئے میں نہ کسی آزاد کو اجازت دوں گا اور نہ کسی غلام کو اس کے کاٹنے کی اجازت ہے۔ اگر آج کے بعد کسی نے پھل دار درخت یا فصل باڑی کو اجاڑنے کی کوشش کی تو اسے سخت سزا ملے گی۔ غلام یہ حکم سن کر ڈر گئے اور آئندہ کے لیے دور دور کے جنگلات اور جزیروں سے لکڑیاں لانے لگے۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے غلام پر حملہ کا واقعہ

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے پاس ایک نہایت شریف النسب غلام تھا اس کا نام مجمع تھا وہ میرے ساتھ متعدد جنگوں اور معرکوں میں شریک رہ چکا تھا اور لڑنے میں بڑا جی دار اور بہادر واقع ہوا تھا اس کی عادت تھی کہ جب وہ لکڑیاں کاٹنے جاتا یا تاخت و تاراج کے مشن پر نکلتا تو اپنے رفقاء سے بہت آگے نکل جاتا اور ان سے الگ تھلگ ہو جاتا اور ڈرتا نہیں تھا اور دو بدو لڑائی لڑنے کا تو وہ بہت اچھا ماہر تھا۔ ایک روز جب وہ شیرز کے مقام پر اپنے دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ لکڑیاں کاٹنے جنگل کی طرف گیا ہوا تھا تو اس نے معمول کے خلاف واپس آنے میں کافی زیادہ تاخیر کر دی۔ کہتے ہیں میں (سعید بن عامر) گھوڑے پر سوار ہو کر اسے ڈھونڈنے چل نکلا۔ ابھی میں اسے تلاش ہی کر رہا تھا کہ اچانک مجھے دور سے کوئی شخص دکھائی دیا، میں اس کی طرف بڑھا تو میرا وہی غلام تھا اس کا سر زخمی تھا اور چہرہ لہولہان ہوا ہوا تھا اور پورے بدن پر خون ہی خون جما ہوا تھا اور لڑکھڑاتا اور افتاں خیزاں حالت میں آ رہا تھا میں نے اس کے پاس پہنچ کر پوچھا:

اے مجمع تیرے ساتھ کیا ہوا؟ تو یہ کس حالت میں ہے؟ تیرے پیچھے کون لگا ہوا ہے؟

اس نے کہا: اے میرے آقا! بس ہلاکت اور بربادی، میں نے کہا: تیرا بیڑا اغرق! تیری ماں تجھے روئے! اپنی بپتا تو سنا تیری کہانی کیا ہے؟ تیرے جیسا بہادر آدمی اور پھر تیری یہ حالت کیا آفت آ پڑی تجھ پر پوری بات بتاؤ کہ ہوا کیا ہے؟

غلام بجائے اس کے کہ کوئی جواب دیتا ذرا دیر بھی کھڑا نہ ہو سکا اور وہ منہ کے بل زمین پر آ رہا۔ میں فوراً گھوڑے سے اترا اور اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے جس سے اس کو قدرے ہوش آ گیا اور تسکین پانے کے بعد اس نے

پہلی بات ہی یہ کی کہ اے میرے آقا! تم اپنے آپ کو بچاؤ اور جلدی سے بھاگنے کی کوشش کرو ورنہ اگر تم یہاں ٹھہرے تو یہ قوم تمھیں پکڑ لے گی اور تمھارے ساتھ بھی یہی کچھ کرے گی جو انھوں نے میرے ساتھ کیا جو آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

میں نے پوچھا کہ کون قوم اور کیسے لوگ؟

اس نے کہا: میرے آقا! قصہ یہ ہوا کہ میں غلاموں کی ایک جماعت کے ساتھ جنگل سے لکڑیاں کاٹنے گیا تھا ہم جنگل میں ذرا دور نکل گئے، بکھر گئے۔ ابھی واپس پلٹنے کا میں سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک ہزار گھڑ سواروں کا ایک رسالہ جس کے تمام سپاہی عرب تھے ان کی گردنوں میں سونے چاندی کی صلیبیں لٹک رہی تھیں اور نیزے رکابوں میں رکھے ہوئے تھے ہمیں نظر آیا جب انھوں نے ہمیں دیکھا تو تیزی سے ہماری طرف لپکے اور ہمیں گھیرے میں لے لیا اور ہمیں قتل کرنے کا ارادہ کیا۔

میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم بھی ان سے ٹکرا جاؤ اور ان پر حملہ کر دو میرے ساتھی کہنے لگے تم تو پاگل ہو کن کے ساتھ تو ہمیں جنگ کا کہہ رہا ہے؟ اس پورے لشکر کے ساتھ لڑنے کی ہم میں بھلا طاقت اور سکت ہو سکتی ہے؟ اب ہمارے سامنے نجات کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ ہم خود کو ان کی اسیری میں دے دیں اور گرفتاری پیش کر دیں کیونکہ قتل اور ہلاک ہونے سے بہرحال قیدی ہونا ہلکی مصیبت ہے۔ میں نے کہا: خدا کی قسم! میں تو کبھی خود کو انکے سپرد نہیں کروں گا، قتل ہوتا ہوں تو بیشک ہو جاؤں مگر لڑے بھڑے بغیر خود گرفتاری نہیں دے سکتا۔

میرے ساتھیوں نے جب میرے عزم اور مردانگی کو دیکھا تو وہ دلیر ہو گئے اور مقابلے کے لئے تیار ہو گئے بس پھر کیا تھا ہم دشمن پر ٹوٹ پڑے اور ان کو کاٹ کاٹ کر پھینکنا شروع کر دیا مگر ظاہر ہے کہ کب تک وہ پورے ہزار اور ہم کل بیس آدمی تھے کرتے کرتے انھوں نے ہمارے مجاہدوں کو شہید کر دیا اور دس کو زندہ گرفتار کر لیا۔ میرا زخم چونکہ بہت گہرا اور کاری قسم کا لگا تھا اور میں خون میں لت پت ہو کر گر گیا تھا جس سے انھوں نے مجھے مردہ تصور کر لیا اور جب وہ چلے گئے تو جیسے تیسے ہوا اٹھ کر گرتا پڑتا ادھر چلا آیا باقی میری حالت آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کی گرفتاری

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حقیقت ہے کہ مجھے اس غلام کے واقعہ کا بڑا ہی صدمہ اور غم ہوا۔ میں فوراً اسے اپنے ساتھ گھوڑے پر سوار کر کے اپنے کیمپ کی طرف چل دیا۔ اچانک دیکھا کہ آندھی کی طرح تیزی سے بڑھتا ہوا ایک لشکر میرے پیچھے سے نمودار ہوا، لمبے لمبے نیزے ان کے ہاتھوں میں ہیں اور وہ یہ کہتے ہوئے کہ ہم بنو غسان ہیں ہم لشکر صلیب اور گروہ رہبان ہیں۔ انھوں نے مجھے اس طرح گھیر لیا گویا کہ جیسے میں آنکھ کے حلقہ میں سیاہ پتلی کے گرد

سفیدی ہوں۔

حضرت سعید ﷜ فرماتے ہیں: میں نے ان کو با آواز بلند جواب دیا اور کہا میں نبی مختار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی جماعت کا ایک فرد اور رکن ہوں ان میں سے ایک کافر میری طرف جھپٹا اور قتل کے ارادہ سے میرے سر پر تلوار بلند کی تو میں نے تلوار بلند کرنے والے کو زور سے چلا کر کہا اوئے تیرا ستیاناس ہو بد بخت تم اپنی ہی قوم کے آدمی کو قتل کرنا چاہتا ہے یہ سن کر اس نے کہا تمہارا تعلق کس برادری سے ہے؟

میں نے جواب دیا کہ میں خزرج کی شریف اور معزز قوم سے تعلق رکھتا ہوں، یہ سنتے ہی اس نے وار روک لیا اور کہنے لگا مسیح کی قسم تم ہمارے سردار جبلہ بن ایہم کو مطلوب ہو وہ تم سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔

میں نے پوچھا: جبلہ مجھے کیسے جانتا ہے حتیٰ کہ اس نے مجھے بلایا ہو؟

اس نے کہا: وہ دراصل ایک یمنی آدمی کو جو محمد (ﷺ) کے انصار وصحابہ میں ہو بلاتا ہے پھر کہنے لگا اگر تم اپنی خوشی سے چلتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ میں زبردستی بھی تمہیں لے جا سکتا ہوں میں اس کے ساتھ آرام سے چل دیا اور میرا غلام بھی میرے ہمراہ تھا ہم ایک کثیر التعداد فوج اور ایک عظیم لشکر کے قریب جا پہنچے جن کے پاس اچھا خاصا سامان تھا اور کھانے پینے کی اشیاء کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ جھنڈے نصب تھے اور صلیبیں اونچی کر رکھی تھیں میں برابر اس جماعت کے ساتھ چلتا گیا یہاں تک کہ جبلہ بن ایہم کے شاہی خیمہ تک پہنچ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک زریں کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ ریشمی دیباج کے لباس میں ملبوس ہے جس کے اندر قیمتی موتیوں کا جڑاؤ کیا ہوا ہے اور کپڑوں کے اُوپر ہیرے جواہر سے مزین باریک جالی دار پوشاک زیب تن کر رکھی ہے اور گلے میں یاقوت کے ہیرے والی صلیب لٹکا رکھی ہے اور ٹھاٹھ باٹھ سے بیٹھا ہوا ہے۔ میں جب اس کے روبرو جا کر کھڑا ہوا تو اس نے سر اٹھا کر مجھ سے پوچھا: تم عرب کے کس ملک سے تعلق رکھتے ہو؟

میں نے کہا میں یمنی ہوں اس نے کہا یمن کے کس قبیلہ سے ہو؟ میں نے کہا: میں حارثہ بن ثعلبہ بن عمر (عمرو) بن عامر بن حارثہ بن تغلبہ بن امرأ القیس بن عبداللہ بن الازد بن عوف (غوث) بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا سے ہوں۔ اس نے کہا: ان دو لڑکوں میں سے جو اپنی ماں کی نسبت سے جانے جاتے ہیں تم کس لڑکے کی اولاد سے ہو؟ میں نے کہا خزرج بن حارثہ جو محمد بن عبداللہ ﷺ کے انصار میں سے ہیں ان کی اولاد میں ہوں۔

جبلہ نے کہا: میں بھی تمہاری قوم غسان ہی سے ہوں۔ میں نے کہا شاید تُو اس قبیلہ میں سے ہے جو اپنی ماں کی طرف منسوب ہے۔ اس نے کہا: ہاں میں جبلہ بن ایہم ہوں جو اسلام سے پھر گیا ہوں تا کہ سزا کے طور پر ستم رسیدہ نہ ہو سکوں کیا تمہارا صاحب اس بات پر راضی نہیں ہو سکتا تھا کہ میرے جیسا آدمی اس دین پر ہو جس پر تم قائم ہو حتیٰ کہ وہ ایک ادنیٰ اور حقیر آدمی کے عوض میں مجھ جیسی اعلیٰ شخصیت سے قصاص لینا چاہتے تھے میں غسان کا سردار اور ہمدان کا

بادشاہ ہوں۔

میں نے کہا: جبلہ! اللہ ﷻ کا حق تیرے حق سے زیادہ واجب ہے اور بلاشبہ ہمارا دین (دین اسلام) انصاف کو قائم کرتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ انصاف کرنے میں کسی لومۃ لائم (ملامت گر) کی پرواہ نہیں فرماتے ان کے نزدیک انصاف کے کٹہرے میں ادنیٰ و اعلیٰ برابر حیثیت رکھتے ہیں وہ انصاف قائم کرنے اور حق دار کو اس کا حق دلوانے میں صرف خدا کا خوف کرتے ہیں اور دنیا دار چاہے کوئی جتنا بڑا ہو اس سے مرعوب نہیں ہوتے اس کو قرار واقعی سزا دیتے ہیں اور کسی ملامت گر کی ملامت کی انھیں قطعاً کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔

اس کے بعد جبلہ نے مجھ سے میرا نام دریافت کیا۔ میں نے کہا سعید بن عامر انصاری، اس نے کہا سعید بیٹھ جایئے میں بیٹھ گیا اس نے کہا حسان بن ثابت کے متعلق بھی تمھیں کچھ معلوم ہے؟

میں نے کہا: وہ رسول اللہ ﷺ کے شاعر ہیں یعنی انھیں دربار رسالت کا شاعر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ مصطفیٰ کریم ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا ہے "اَنْتَ حَسَّانٌ وَّلِسَانُکَ حَسَّامٌ" تمھارا نام حسان ہے تمھاری زبان (دشمنان خدا کے لئے) شمشیر بران ہے۔

جبلہ نے کہا سعید! تمھاری آخری ملاقات حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے کب ہوئی تھی؟

میں نے کہا: بہت قریب ہی کے عرصہ میں ان سے میری ملاقات رہی ہے۔ انھوں نے ایک دعوت میں مجھے اپنے ہاں مدعو کیا تھا اور انھوں نے اپنے اشعار بھی ہمیں سنائے تھے (اور ایک نسخہ میں ہے کہ) انھوں نے اپنی ایک باندی سے اپنے اشعار پڑھنے کے لئے کہا اور اس نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار پڑھ کر سنائے تھے۔

پھر ہم یہاں شام چلے آئے اس طرح یہ ان سے گویا آخری ملاقات رہی جس کے بعد اب تک پھر دوبارہ نہیں ملے۔

جبلہ نے کہا تم مجھے قیمتی اشعار یاد کرا سکتے ہو؟

میں نے کہا کیوں نہیں! اس کے بعد اس نے میری خاطر کتان رومی کا کپڑا منگوا کر پیش کیا اور کہا کہ میں تمھیں یہ کپڑا اس لئے پیش کر رہا ہوں تا کہ تم اسے اپنے استعمال میں لاؤ اور حرام نہ سمجھنا۔ پھر کہنے لگا تم اس مقام پر جہاں سے چلے ہو کیا کرتے ہو؟

میں نے کہا سچ سے بڑھ کر بندے کی عملی زندگی میں کوئی چیز زیادہ وفا کرنے والی نہیں ہے۔ میں امیر ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے لشکر کا سپاہی ہوں اور اب ہمارا ارادہ حلب اور انطاکیہ پر حملہ کرنے کا ہے۔

جبلہ نے کہا بیشک ہرقل بادشاہ نے ریاست عمودیہ کے اس سردار کو اور بالخصوص مجھے اپنی فوج کے ساتھ اس لئے بھیجا ہے تا کہ میں اور یہ سردار والیٔ قنسرین کی مدد کریں اور جنگ میں ان کا ساتھ دیں کیونکہ اس نے اس عہد نامہ صلح کو جو

تمہارے ساتھ ہوا تھا توڑ دیا ہے اور ہم اب یہاں اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ جوں ہی اس کا لشکر ہمارے پاس پہنچ جائے گا ہم مل کر تمہارے خلاف جنگ شروع کرنے والے ہیں۔

اب آپ یہ کام کریں کہ فوراً اپنے امیر لشکر ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس لوٹ جائیں اور جا کر اسے ہم سے اور ہماری تلواروں سے ڈرائیں اور اسے یہ پیغام دیں کہ بہتر ہے کہ وہ جہاں سے آئے تھے اسی طرف لوٹ جائیں اور بادشاہ روم کے کسی شہر کو بھی نہ چھیڑیں کیونکہ اب ہم اس کی مدد پر نکل چکے ہیں اور شام کے جن شہروں اور ملکوں پر مسلمان قبضہ کر چکے ہیں ہم وہ بھی عنقریب واپس اپنے قبضہ میں کر لیں گے۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کی واپسی

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جبلہ بن ایہم کی یہ باتیں سننے کے بعد میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے غلام کو اپنے پیچھے بٹھایا اور وہاں سے چل دیا حتیٰ کہ جب میں مسلمانوں کے لشکر کے پاس پہنچا تو لوگ میری طرف دوڑے اور مجھ سے پوچھنے لگے اے ابن عامر! تم کہاں تھے؟ ہمیں تو آپ کی گمشدگی کا بہت غم ہوا تھا۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی طرف آیا جبلہ بن ایہم کے ساتھ جو گفتگو ہوئی وہ تمام باتیں آپ کی خدمت میں عرض کیں۔ آپ نے فرمایا حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے ذکر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس مصیبت سے تمہاری گلوخلاصی فرمائی ہے۔ [1] اس کے بعد آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مشاورت کے لئے جمع ہونے کا حکم فرمایا جب سب اکٹھے ہو گئے تو آپ نے ان سے فرمایا اے لوگو! اس معاملہ میں آپ حضرات کی کیا رائے ہے؟

قنسرین کے اس بطریق (سردار) کے ساتھ حالانکہ ہم نے وفا کی اور صلح کے معاہدہ کی ہر طرح سے پاسداری کی مگر اس نے ہمارے ساتھ فریب کر کے غداری کی ہے اور صلح کے عہد و پیمان کو توڑ ڈالا ہے۔ اب آپ لوگ مشورہ دیں کہ کیا کرنا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا باغی ہمیشہ شکست کھاتا اور ہارتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی گھات میں ہے ہم بہت جلد ان شاء اللہ تعالیٰ اسے اس کے مکر کی سزا دیں گے اور اس کے مکر سے بڑھ کر اس کے ساتھ خفیہ جنگی چال چل کر اور بہترین تدبیر بروئے کار لا کر اسے مکر و فریب کرنے کا مزہ چکھائیں گے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم میں سے دس آدمیوں کو جو دس ہزار سواروں کے قائم مقام ہیں ساتھ لے کر اس سے ملاقات کے لئے جاتا ہوں۔

---

[1] توجہ فرمائیں نجات اللہ نے ہی دی تھی مگر "امین الامۃ" رضی اللہ عنہ نے نسبت حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے ذکر کی جانب فرمائی۔ (مترجم عفی عنہ)

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا مذاکرات کے لیے نکلنا

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوسلیمان! اس کے اہل بھی آپ ہی ہیں کیونکہ ہر کام کے لئے وہی آدمی موزوں ہوتا ہے جو اس کا اہل ہو"جنگ کرنا کام بھی اللہ عزوجل کی تلوار ہی کا ہے" ابوسلیمان! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے جن حضرات کو آپ پسند کریں اپنے ساتھ چن کر لے جاسکتے ہیں۔ اپنی مرضی کے دس آدمی منتخب کرلو۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جن دس حضرات کے نام پیش کئے وہ حسب ذیل تھے اور آپ کا ان بہادر مجاہدین کو بلانے کا انداز شجاعانہ یوں تھا کہ آپ فرماتے جاتے تھے کہ حضرت عیاض بن غانم اشعری رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ حضرت عمر بن سعید یشکری رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ حضرت سہیل عامری رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ حضرت رافع بن عمیرہ طائی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ حضرت سعید بن عامر انصاری رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ حضرت عمرو بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کہاں ہیں؟ حضرت ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ حضرت مسیب بن نجیہ فزاری رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ آپ نے فرداً فرداً سب کا نام پکارا۔ یہ تمام حضرات آپ کے بلانے پر لبیک لبیک (ہم حاضر ہیں ہم حاضر ہیں) کہتے ہوئے آپ کے گرد جمع ہوگئے۔

آپ نے فرمایا: اپنی تیاری مکمل کرلو اللہ عزوجل تمھیں اپنی برکات سے نوازے۔

سب نے زرہیں پہن لیں، اسلحہ سے مسلح ہوگئے اور سامان حرب لے کر آپ کے پاس جمع ہوگئے۔ آپ بھی اپنی زرہ پہن کر تیار ہو چکے ہیں آپ نے لمبا نیزہ ہاتھ میں لیا، گھوڑے پر سوار ہوگئے اور اپنے غلام ہمام سے فرمانے لگے ہمام تم بھی میرے ساتھ چلو تا کہ مجھ سے جو حیرت انگیز واقعات ظاہر ہوں انھیں تم دیکھ سکو۔ غلام نے بھی فافٹ تیاری کی اور آپ کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوگیا۔ خیر آپ اپنے دس ساتھیوں کو لے کر روانہ ہوگئے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے روانگی کے وقت سے مسلسل آپ کے لئے دعائیں کرنی اور اللہ عزوجل سے مسلمانوں کی فتح ونصرت کے لئے التجائیں کرنا شروع کردیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا گھات لگا کر بیٹھنا

کچھ سفر طے کر چکنے کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن عامر انصاری رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ سے فرمایا: اے سعید رضی اللہ عنہ! جبلہ نے آپ سے یہ کہا تھا کہ والئ قنسرین اور سردار اس کے پاس آئے گا؟

انھوں نے جواب دیا کہ"جی ہاں!" اس نے یہ بات کہی تھی۔ آپ نے فرمایا: تو پھر تم ہمیں اس راستہ پر لے چلو جو جبلہ کے پڑاؤ کی جانب جانے والا ہے تا کہ ہم اس راستہ میں کہیں مورچہ بند ہو کر اور گھات لگا کر کسی کمین گاہ میں چھپ

کر بیٹھ جائیں اور جب والئ قنسرین وہاں سے گزرے تو ہم اسے اس کے محافظوں اور سپاہیوں سمیت وہیں دھر لیں اور اسے غداری کرنے اور مکروفریب کرنے کی سزا کا مزہ چکھادیں۔

یہ سن کر حضرت سعید رضی اللہ عنہ قوم کے آگے آگے چلنے لگے اور انھیں جبلہ کے لشکر کی طرف جانے والے راستہ کی رہنمائی کرنے لگے۔ ان کا یہ سفر چونکہ رات کا تھا اس لئے جب یہ لشکر کے قریب جا پہنچے تو رات کے اندھیرے میں ان کو آگ جلتی ہوئی نظر آئی اور لوگوں کی آوازیں بھی سنائی دینے لگیں۔ حضرت سعید بن عامر انصاری رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر راستہ سے الگ ہو گئے اور راستہ سے ذرا ہٹ کر والئ قنسرین کا جس راستہ سے آنا متوقع تھا اس کے قریب ایک محفوظ جگہ میں چھپ کر بیٹھ گئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح تک وہاں گھات لگا کر بیٹھے رہے مگر اس راستہ سے کوئی نہ آیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے وہیں کمین گاہ میں اپنے ساتھیوں کو فجر کی نماز پڑھائی۔ ابھی یہ حضرات صبح کی نماز سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ جبلہ بن ایہم اور صاحب عمودیہ کے لشکروں نے وہاں سے گزرنا شروع کیا۔ لشکر کیا تھا گویا سیسہ پلائی دیوار تھی۔ سارے لشکر کا رُخ ارض عواصم کی طرف تھا۔ مسلمانوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہا: یا ابا سلیمان! کیا آپ اس لشکر کو نہیں دیکھ رہے جو ہم پر طلوع ہو رہا ہے؟ جس کی تعداد ریت کے ذرات، زمین کے ڈھیلوں، درختوں اور ان کے کانٹوں کی مثل بے شمار ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کی کثرت کیا کرے گی جب اللہ عزوجل ہمارے ساتھ ہے اور فتح و نصرت اس نے ہمارے لئے مقدر فرما دی ہے تم ان کفار کے لشکر میں خلط ملط ہو جاؤ اور اس طرح ان کے اندر گھل مل جاؤ کہ ان کو معلوم ہی نہ ہونے پائے اور یوں لگے کہ گویا تم اسی لشکر کے سپاہی ہو یہاں تک کہ ہم والئ قنسرین کو جالیں اس کے بعد وہی ہو گا جو اللہ عزوجل کو منظور ہوا۔

یہ سن کر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے لشکر میں گھل مل گئے گویا کہ یہ بھی لشکر کے ہی سپاہی ہیں یہ بالکل چپ اور خاموش تھے تیز تیز چل رہے تھے کسی سستی اور کاہلی کا مظاہرہ نہیں کرتے تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا والئ قنسرین کو گرفتار کرنے کا واقعہ

حضرت رافع بن عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب ہم بلاد عواصم اور قنسرین کے قریب پہنچے اور ان شہروں کے مکانات نظر آنے لگے تو وہاں ہمیں والئ قنسرین استقبال کے لئے آتا ہوا نظر آیا اس کے آگے آگے صلیب بردار چلے آ رہے تھے اور ساتھ میں پادری اور بشپ انجیل کی تلاوت کر رہے تھے۔ کلمۂ کفر کی آوازیں اونچی ہو رہی تھیں اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ شانہ بشانہ چل رہے تھے البطریق یعنی والئ قنسرین اپنے ساتھیوں سے آگے نکل آیا تا کہ وہ جبلہ اور

صاحب عمودیہ کو سلامی پیش کرے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ جلدی سے بڑھ کر اس کے سامنے آ گئے اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے۔ جب آپ بالکل اس کے روبرو ہوئے تو بطریق سربراہ قنسرین نے آپ کو سلامی دی اور سلیوٹ مارنے کے بعد کہنے لگا: مسیح تمھیں سلامت رکھے اور صلیب تمھاری زندگی دراز فرمائے۔ آپ نے فرمایا اوئے بدبخت تو برباد ہو جائے ہم صلیب کے پجاری نہیں ہیں ہم ایک خدا کے ماننے والے پیارے محمد مصطفیٰ خاتم الانبیاء ﷺ کے صحابہ ہیں اور ساتھ ہی آپ نے چہرہ مبارک سے نقاب ہٹا دیا اور کلمہ توحید و رسالت بلند کرتے کہا:

''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ''

''ایک اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور بیشک محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

اور میں ''خالد بن ولید مخزومی'' رسول اللہ ﷺ کا صحابی ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے اس پر ہاتھ ڈالا اور گھوڑے کی زین سے کھینچ لیا اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اس کے ساتھیوں کی طرف لپکے اور ان پر تلواریں سونت لیں، شور برپا ہوا اور اللہ عزوجل کے دشمنوں نے کلمات کفر کے ساتھ آوازیں بلند کیں اور مسلمانوں نے کلمہ توحید کے ساتھ فضا کو گرما دیا۔ جبلہ بن ایہم اور اصحاب عمودیہ نے جب لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوتی سنیں اور مسلمانوں کے نعرہ ہائے تکبیر کی آوازیں ان کے کانوں میں پہنچیں تو وہ دونوں بھی حرکت میں آ گئے اور جب انھوں نے مسلمانوں کو تلواروں کو برہنہ اور نیزوں کو سیدھا کئے ہوئے دیکھا تو اپنی جمعیت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی طرف تیزی سے بڑھے اور ہر طرف سے ان کا گھیراؤ کر لیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا دشمن کے گھیرے میں آنا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے اور اپنے ساتھیوں پر نازل ہونے والی اس بلا اور مصیبت کو دیکھا اور ادھر والئی قنسرین بطریق ان کے ہاتھ میں گرفتار ہے جبکہ آپ اس کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے کیونکہ اس کی قیادت کی باگ دوڑ بھی اس کے ساتھ آپ کے قبضہ میں آ گئی تھی آپ کو یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں وہ بدبخت سردار ہاتھ سے نکل نہ جائے یا اس کو قتل کرنے سے قبل کوئی حادثہ ہو اور آپ خود شہید ہو جائیں اور وہ مسلمانوں کے لیے کسی بڑی مصیبت کا سبب بن جائے اس لئے آپ نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ آپ نے اس ارادہ سے جب اس پر تلوار اٹھائی تو بطریق آپ کے اس طرز عمل سے مسکرایا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اس کی اس بے محل ہنسی پر تعجب ہوا۔ آپ نے فرمایا اوئے کم بخت! یہ تیرے ہنسنے کا کونسا موقع ہے تجھے اس موت کی گھڑی میں کس چیز نے ہنسایا؟

اس نے کہا: میں ہنس اس لئے رہا ہوں کہ اب تم اپنے ان چند ساتھیوں سمیت قتل کر دیئے جاؤ گے اور تو مجھے قتل کرنے کا ارادہ کر رہا ہے حالانکہ اگر تو مجھے باقی رکھے گا تو خود کو باقی رکھنے والا ہو گا کیونکہ میں اگر تیرے ہاتھ سے بچ جاتا ہوں تو تجھے میں بچا لوں گا ورنہ اگر تو نے مجھے جلدی میں قتل کر ڈالا تو بچ کر تو تو بھی نہیں جا سکے گا کیونکہ تو میرے سپاہیوں کے نرغے میں گرفتار ہے۔

آپ نے یہ سن کر اس کو قتل کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور اسے قتل نہیں کیا۔ آپ اس کے قتل سے ہاتھ روکے ہوئے تھے پھر آپ نے چلا کر فرمایا: اے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ! تم میرے اردگرد موجود رہو تم میری حمایت کرتے رہو اور میں تمھاری حفاظت کرتا رہوں گا اور اس نازل ہونے والی آفت پر صبر سے کام لو۔ جن لوگوں نے تمھیں ہر طرف سے گھیر لیا ہے ان کی کثرت پر نہ جاؤ کیونکہ سب سے زیادہ سخت چیز جس سے تمھیں ڈر، خوف لگتا ہے وہ موت ہی تو ہے اور شہادت تو تمھاری آرزو اور دلی تمنا ہے اور خالد بھی اللہ ﷻ کی راہ میں جان دیکر سرخرو ہونے کی آرزو اور تمنا دل میں رکھتا ہے تو پھر ڈر اور خوف کس بات کا ہے؟ اور آپ لوگ یقین کریں کہ اللہ ﷻ کی قسم! میں نے بارہا اپنی جان کو اللہ ﷻ کی راہ میں پیش کیا اور شہادت کے لئے ہلاکت خیز مقام پر خود کو ڈال دیا کہ شاید مجھے شہادت نصیب ہو جائے مگر وائے نصیب! اے میرے ساتھیو! اللہ ﷻ تمھارے حال پر رحم فرمائے جان لو، ہمارا راستہ واضح ہے اور وہ راستہ اللہ ﷻ کا راستہ ہے اور تم اس تک پہنچ ہی گئے ہو اور تم نے اپنے رب کریم ﷻ کا راستہ پا ہی لیا ہے اور تم گویا ایک ایسے گھر میں سکونت حاصل کرنے ہی کو ہو جس میں رہنے والا نہ تو کبھی مرے گا اور نہ ہی بوڑھا ہو گا ہمیشہ جوان اور زندہ رہے گا پھر آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

﴿لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِينَ ۝﴾

"نہ انھیں اس میں کچھ تکلیف پہنچے نہ وہ اس میں سے نکالے جائیں۔"[1]

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی تقریر سن کر ان کے گرد جمع ہو گئے اور آپ کو دائرہ بنا کر اپنے جھرمٹ میں لے لیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما آپ کے دائیں طرف ہو گئے اور حضرت رافع بن عمیرہ طائی رضی اللہ عنہ آپ کے بائیں طرف اور آپ کا غلام ہمام آپ کے پیچھے پشت کی جانب اور باقی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے اردگرد حلقہ بنا لیا۔

اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بطریق (گورنر قنسرین جسے آپ نے گرفتار کر رکھا تھا) کو اپنے غلام ہمام رضی اللہ عنہ

[1] پارہ 14، الحجر 48، ترجمہ کنزالایمان

کے سپرد کرتے ہوئے تاکید فرمائی کہ اس پر مضبوط گرفت رکھو اور تم نے اس کے پاس سے ادھر ادھر ہرگز نہ ہٹنا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: قبیلہ غسان کے عرب نصرانیوں کا ایک دستہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کی طرف بڑھا جس کی قیادت جبلہ بن ایہم غسانی کر رہا تھا اس کی گردن میں سونے کا طوق (لاکٹ) لٹک رہا تھا جس میں جواہرات کی صلیب آویزاں تھی، اس نے بھاری بھرکم ریشمی لباس پہن رکھا تھا اور اس کے اُوپر مطلا زرہ بھی تھی سر پر سونے کا خود (ہیلمٹ) اور اس زریں خود پر جواہر کی صلیب معلق تھی، اس کے ہاتھ میں ایک لمبا نیزہ تھا جس کا پھالہ ستاروں کی طرح دمک رہا تھا اور عمودیہ کا گورنر اس کے شانہ بشانہ چل رہا تھا اور جسمانی لحاظ سے ایک چونا گچ کی ہوئی برج کی طرح مضبوط تھا اس کے اردگرد قوم "مدلجہ" کے دیہاتی جوان تھے اور ان سب کے چاروں اطراف میں لشکر نے ان کو اپنے حلقہ میں لے رکھا تھا۔

بطریق نے جب دیکھا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے والئ قنسرین کو پکڑ رکھا ہے اور اس سے جُدا بھی نہیں ہو رہے تو اسے یہ خدشہ لاحق ہوا کہ آپ اس کو کہیں عجلت کر کے قتل نہ کر دیں وہ یہ سوچ کر فوراً جبلہ بن ایہم کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے کہنے لگا: یہ عرب لوگ تو کوئی جن معلوم ہوتے ہیں کیا تو اس عربی کی طرف نہیں دیکھ رہا کہ اس کے ساتھ کل بارہ آدمی ہیں اور ہماری فوج نے جو گھوڑوں پر سوار ہے اور پوری طرح مسلح ہے، ان مٹھی بھر نوجوانوں کو چاروں طرف سے اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے مگر ان لوگوں کو اتنے بڑے لشکر کی ذرہ بھر کوئی پرواہ ہے اور نہ کوئی فکر ہی دامن گیر ہے۔ انھوں نے ہمارے گورنر صاحب کو قابو کر رکھا ہے اور وہ ان کے پاس بدستور قیدی ہے اور وہ قطعاً اسے رہا کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں مجھے تو یہ خوف ہے کہ وہ اس کو قتل کر دیں گے لہٰذا تم اس عربی کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ تم ہمارے سردار صاحب کو رہا کر دو اور اسے ہمارے حوالے کر دو حتیٰ کہ اس کے عوض ہم تمھیں قتل نہیں کرینگے، جس وقت وہ ہمارے ساتھی کو رہا کر دینگے تو پھر ہم یکبارگی ان پر حملہ کر کے انھیں نیست و نابود کر ڈالیں گے اور ان کا ایک آدمی تک باقی نہیں چھوڑیں گے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور جبلہ بن ایہم کے درمیان گفتگو

حضرت رافع بن عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم دشمن کی فوج کے درمیان کھڑے ہوئے اس طرح لگتے تھے جس طرح ایک وسیع و عریض صحرا کے وسط میں ایک چھوٹا سا دائرہ ہو اور اس کے باوجود ہم بالکل فکرمند نہیں تھے اور نہ ہی دشمن کی کثرت سے ہم کوئی خوف زدہ اور ہراساں تھے کیونکہ ہمیں اللہ عزوجل پر کامل بھروسہ تھا، اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ جبلہ بن ایہم بلند آواز میں ندا کرتا ہوا ہماری طرف چلا آ رہا ہے اور کہہ رہا ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب میں سے تم کون حضرات ہو؟ عرب کے مشہور و معروف لوگ ہو یا ان کے [illegible] تم لوگوں پر تباہی نازل ہو مجھے اس بات کی خبر

دے دو۔

حضرت رافع بن عمیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہماری طرف سے اس کے ساتھ گفتگو کرنے والے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے آپ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

اے جبلہ! ہم محمد ﷺ کے مشہور صحابہ میں سے ہیں، ہم اہل قبلہ ہیں، ہم اہل اسلام، اہل کرم، اہل انعام ہیں، ہم مختلف قبیلوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اللہ عزوجل نے ہمارے قلوب کو ایک بنا دیا ہے اور ہم سب ایک کلمہ پر اکٹھے ہیں اور وہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' ہے۔

جبلہ نے جس وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا یہ جواب سنا تو بہت زیادہ غضبناک ہوا اور کہا: اے عرب کے جواں! کیا تو ان عربوں کا امیر ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، میں ان کا امیر نہیں بلکہ ان کا ایک سپاہی ہوں۔

جبلہ نے کہا: تم محمد ﷺ کے صحابہ میں سے کون سے صحابی ہو یعنی تمہارا نام ونسب کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: میں ''خالد بن ولید'' ہوں اور سردار بنو مخزوم کے نام سے مشہور ہوں اور یہ میرے دائیں طرف عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ میری بائیں طرف اہل یمن کے معزز اور اونچے قبیلہ طئی کے مرد حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ ہیں اسی طرح میرے ساتھ دیگر قبائل میں سے ضمری، فزاری اور انصاری قبیلوں کے نامور اور بہادر جوان موجود ہیں۔ میں نے ہر ایک قبیلے سے اس قبیلہ کا سب سے زیادہ بہادر اور مشہور شہسوار اپنے ساتھ لیا ہے اس لئے تو ہماری قلت کو دیکھ کر ہمیں حقیر نہ سمجھ اور اپنی کثرت پر خوش نہ ہو، جنگ میں تم ہمارے نزدیک ان چڑیوں کی طرح ہو جو اپنے گھونسلوں میں چھپی بیٹھی ہوں اور شکاری اپنا جال ان پر لاکر ڈال دے اور دو چار کے سوا سب اس جال میں پھنس جائیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی اس گفتگو کو سن کر جبلہ بن ایہم بڑا غضبناک ہوا اور غصے میں آگ بگولا ہو کر بولا: اے ابن مخزوم! تجھ کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا جب ہمارے نیزے حرکت میں آئیں گے کہ اتنا بڑا بول بولنا تمہیں کتنا مہنگا پڑا ہے!؟ اسی میدان میں ہمارے سپاہی جب تیری اور تیرے ساتھیوں کی بوٹی بوٹی کر کے پرندوں اور جنگلی درندوں کی خوراک بنا دیں گے اور وہ تمہاری لاشوں کے ٹکڑوں کو صبح اور شام نوچ نوچ کر کھائیں گے تو پتہ چل جائے گا کہ تمہارا یہ کلام خود تمہارے لئے ہی کیسے بدفال بن گیا ہے۔

آپ نے فرمایا: ہمارے لئے اس میں کوئی خوف کی بات نہیں ہے کیونکہ ہم دنیا میں ایسی چھوٹی موٹی باتوں کو کوئی چنداں اہمیت نہیں دیتے اور نہ موت سے ڈرنے والے ہیں۔ شہادت تو ہماری آرزو ہے پھر آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ اب یہ بتلاؤ کہ صلیب کی پرستش کرنے والے عربوں میں سے تم کس حسب ونسب کے مالک ہو؟

اس نے جواب دیا: میں بنوغسان کا سردار اور ہمدان کا بادشاہ جبلہ بن ایہم ہوں۔

آپ نے فرمایا: اچھا، تو ہی ہے اسلام سے پھرنے والا مرتد، جس نے ہدایت پر گمراہی اور ضلالت کو اختیار کرلیا ہے؟![1]

جبلہ نے کہا: نہیں! ایسی بات نہیں ہے بلکہ میں نے ذلت پر عزت کو ترجیح دی ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اپنے نفس کو ذلیل کرنے پر حریص ہو اور خود کو اہانت و رسوائی سے دوچار کرنے پر تلے ہوئے ہو۔ عزت و کرامت اس دار الشقاء (بدبختی کے گھر) میں نہیں ہے عزت تو اس دار البقاء میں ہے جہاں ہم سب نے ایک دن جانا ہے۔

جبلہ نے کہا: اے مخزومی بھائی! زیادہ بات نہ بڑھاؤ اور سن لو کہ تمھاری اور تمھارے ان ساتھیوں کی جان کی سلامتی اسی میں ہے کہ تم اس قیدی کو چھوڑ دو جو تمھارے ہاتھ میں ہے اور میں تم پر صرف اس قیدی کی وجہ سے حملہ نہیں کر رہا کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ میرے حملہ سے پہلے ہی کہیں تم اس کو ہلاک نہ کر ڈالو اس لئے تم اب تک میرے ہاتھ سے بچے ہوئے ہو اس قیدی کی بادشاہ کے نزدیک بہت عزت ہے اور یہ نسب کے لحاظ سے بھی بادشاہ کا بہت قریبی رشتہ دار ہے اس لئے تو اس کو باعزت طریق سے رہا کردے تاکہ اس کے عوض میں ہم تمھاری اور تمھارے ان ساتھیوں کی جان بخشی کردیں اور تمھیں قتل کرنے سے ہاتھ کھینچ لیں کیونکہ تم نہایت قلیل مقدار میں ہو اور ہم کثرت میں ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جہاں تک اس قیدی کا تعلق ہے جو میرے قبضہ میں ہے تو اسے تو میں قتل کئے بغیر نہیں رہ سکتا اور مجھے اس کی بھی کوئی پرواہ نہیں ہے جو اس کے بعد تو میرے ساتھ کرے گا۔ باقی تیرا یہ کہنا کہ تم تعداد میں تھوڑے ہو اور ہماری کثرت کے باوجود تم ہمارے ساتھ لڑنے میں کوتاہی کر رہے ہو، تو تمھاری یہ بات بالفعل اور عملی اعتبار سے مبنی برانصاف نہیں ہے اور یہ جنگ کے اصول کے مطابق انصاف کے موافق نہیں ہے۔ بیشک میں جانتا ہوں کہ تمھاری جمعیت اور جتھا بہت بڑا اور تمھاری تعداد کثیر ہے جیسا کہ تم کہہ رہے ہو اور ہم کل بارہ افراد ہیں اور بس! اور تمھارے گھوڑوں کی باگوں نے اور تمھارے نیزوں کی نوکوں نے اور تمھاری تلواروں نے چاروں اطراف سے ہمارا اس طرح گھیراؤ کر رکھا ہے جیسے حلقہ چشم نے پتلی کا احاطہ کیا ہوا ہوتا ہے، ہاں اگر انصاف پسند واقع ہوئے ہو تو آؤ! تمھارا ایک ایک سوار ہمارے ایک ایک سوار کے مقابلہ میں میدان میں آتا جائے پھر دیکھ لیتے ہیں قلت و کثرت کا بھی پتہ چل جائے گا۔ اگر تم نے ہمیں مار ڈالا تو یہ تمھارا قیدی آسانی سے تمھیں مل جائے گا اور اگر اللہ عزوجل نے ہمیں کامیاب کردیا اور تم پر غلبہ عطا فرمادیا کیونکہ فتح و نصرت اللہ عزوجل کی طرف سے ہوتی ہے وہ جسے چاہتا عطا فرماتا ہے تو اس صورت میں چونکہ

---

[1] تو نے اندھا بن کر نفسانی خواہش کا راستہ اختیار کیا اور ہدایت پر گمراہی کو ترجیح دی ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

تم لوگ خود اپنے قیدی سے پہلے اس دنیا سے کوچ کر چکے ہو گے اس لئے اس کی ہلاکت تم پر گراں نہیں گزرے گی۔

جبلہ کا حاکم عمودیہ کو تمام گفتگو کے بارے بتانا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جبلہ نے آپ کی گفتگو سن کر اپنا سر جھکا لیا اور یہ تمام مکالمہ جو اس کے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے درمیان ہوا، حاکم عمودیہ کے گوش گزار کرنے کے لئے چلا گیا۔ حاکم عمودیہ نے جب جبلہ کی زبانی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا جواب سنا تو وہ طیش میں آ گیا اور اپنی تلوار کو میان سے کھینچ لیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بطریق (سردار) کی اس حرکت سے اندازہ فرما لیا کہ اس کا ارادہ لڑائی کرنے کا ہے چنانچہ آپ نے بھی اپنی تلوار میان سے نکال لی اور تیار ہو گئے مگر جس وقت حاکم عمودیہ لڑنے کے ارادہ سے آپ کی طرف بڑھنے لگا تو جبلہ نے اس کو روک لیا اور اسے صلیب کے نیچے کھڑا کر کے خود حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

اے مخزومی سردار! جیسا کہ آپ نے کہا ہے بیشک جنگ انصاف کا تقاضا کرتی ہے مگر یہ بنو اصفر رومی لوگ بالکل جنگلی اور بھیڑ بکریوں کی طرح ہیں کسی بات کو نہیں سمجھتے۔ میں نے وہ تمام گفتگو جو میرے اور آپ کے درمیان ہوئی، انھیں بتائی اور وہ میدان میں نکل کر آپ کے ساتھ ایک ایک کر کے لڑنے اور مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے ہیں پس تم میں سے جو شخص چیلنج کے ساتھ مقابلہ کو پسند کرتا ہو وہ میدان میں نکلے اور لڑائی کے لئے سامنے آئے!

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ خود میدان میں نکل کر "هَلْ مِنْ مُبَارِزْ" کے تحت کہا ہے کوئی مقابلے میں لڑنے والا؟! کا نعرہ بلند فرمائیں لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے آپ کو روک لیا اور کہا:

اے ابوسلیمان! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کی قسم! اس قوم روم کے ساتھ مقابلہ کے لئے میرے سوا کوئی نہ نکلے۔ میں ان سے پوری کوشش سے لڑوں گا۔ شاید مجھے اس لڑائی میں شہادت نصیب ہو جائے اور میں اپنے والد گرامی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملوں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر خود نکلنے کا ارادہ ترک فرما دیا اور ان کو ترجیح دی اور تحسین و تشجیع فرمائی اور دعائیں دیتے ہوئے فرمایا: اللہ عزوجل جل مجدہ الکریم تمھارے مرتبہ و مقام کو بلند فرمائے اور تمھاری مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور تمھیں اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے!

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کا رومیوں کے لشکر پر حملہ

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما اپنے ساتھیوں کے درمیان میں سے نکلے۔ آپ اس وقت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عطا کردہ گھوڑے پر سوار تھے جو آپ نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو "جنگ اجنادین" کے اموال غنیمت

کی تقسیم کے وقت عنایت فرمایا تھا یہ گھوڑا نصرانی عربوں کی قوم بنولخم اور بنوجذام کے گھوڑوں کی نسل میں سے تھا جو چٹان کی طرح مضبوط اور ستونوں کی طرح دراز قامت تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما لوہے میں ڈوبے ہوئے ڈبل زرہ زیب تن کئے ہوئے اور ہاتھ میں کامل نیزہ پکڑے ہوئے تھے آپ نے گھوڑے کو دونوں لشکروں رومیوں اور عرب عیسائیوں کی صفوں کے درمیان خوب دوڑایا تاکہ اس کی تیزی ختم ہو جائے اور اس میں اعتدال آ جائے۔ جب گھوڑے کا جوش معتدل ہو گیا تو پھر آپ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر انھیں مقابلہ کے لئے للکارا اور میدان میں اترنے کی دعوت دیتے ہوئے کہا: اے عیسائیو! سنبھل جاؤ، میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہوں۔

پھر آپ نے جنگی اشعار پڑھنا شروع کیے جو درج ذیل تھے:

ترجمہ اشعار:

- میں بلند مرتبے والے عبداللہ کا بیٹا ہوں جو بڑے فضل وکمال والے بزرگ تھے۔
- میرے والد گرامی آزاد اور بات کے سچے پکے آدمی تھے جنھوں نے اپنے عمدہ افعال اور اعلیٰ کردار سے دین اسلام کو زینت بخشی۔

حضرت رافع بن عمیرہ طائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ روم کے بہادروں میں سے ایک کے بعد ایک پانچ شہسوار میدان میں نکلے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ایک ہی وار میں اس کا خاتمہ کر دیتے تھے جب ان کے چوٹی کے پانچ بہادر سورے کام آ گئے تو اس کے بعد آپ کے مقابلے کے لئے کوئی نہیں نکلا آپ نے پھر ان کے لشکر کے قلب (مرکزی قیادت) پر حملہ بول دیا۔ جبلہ بن ایہم خود میدان میں اچانک کود پڑا اور وہ سخت غضبناک ہو رہا تھا اس نے نہایت غصے سے کہا: اوئے لڑکے! تو اپنے عمل وکردار میں حد سے بڑھتا جا رہا ہے اور جنگ کی حدود سے تجاوز کر رہا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسی بات نہیں ہے کیونکہ سرکشی ہماری عادت نہیں ہے اور بغاوت ہماری طبیعت کا خاصہ نہیں ہے۔ جبلہ نے کہا: کیوں نہیں! تو نے ہمارے مقتولین کی لاشوں سے میدان کو بھر دیا ہے میں اس لئے نہیں نکلا ہوں کہ تم سے جنگ کروں کیونکہ تو میرا کفو اور ہمسر نہیں ہے بلکہ اس لئے آیا ہوں کہ تجھے یہ بتلاؤں کہ ہمارے ساتھی تم سے لڑ رہے ہیں اور جب بھی تیرے خلاف لڑنے اور مقابلہ کے لئے ہمارا کوئی ساتھی میدان میں نکلتا ہے تو تیرے ساتھیوں میں سے کوئی ساتھی تیری اعانت کے لئے آ جاتا ہے اور یہ چیز انصاف کی عادت میں سے نہیں ہے اور نہ ہی یہ اشراف کا فعل ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے جب جبلہ بن ایہم کا کلام سنا تو آپ مسکرا دیئے اور فرمایا: اے ابن ایہم! تو مجھے دھوکہ دینا چاہتا ہے حالانکہ میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا تربیت یافتہ سپاہی ہوں اور

فنون سپہ گری میں ان کا شاگرد ہوں، بہت سے جنگی معرکوں میں حاضر ہو چکا ہوں اور آپ کی زیر قیادت لڑائیاں لڑ چکا ہوں۔

جبلہ بن ایہم نے کہا: میں دھوکہ دینا نہیں چاہتا بلکہ میں نے تجھ سے ایک حق بات کہنی ہے۔

یہ سن کر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے جبلہ سے فرمایا: اگر تو سچا ہے تو پھر تو خود میدان جنگ میں نکل اور تیرے ساتھ تیرا کوئی اور ساتھی ہو اور تم دونوں مل کر میرے ساتھ جنگ کر لو، میں انشاء اللہ عزوجل تم دونوں کا اکیلا مقابلہ کروں گا۔

جبلہ نے جب دیکھا کہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اس کے فریب اور جھکے میں آنے والے نہیں ہیں تو وہ آپ کے کردار، جرأت، نیزہ بازی کی مہارت اور آپ کی کم سنی کے باوجود اس بہادری و شجاعت اور چالاکی کو دیکھ کر حیران و متعجب ہوا اور بلند آواز سے پکار کر آپ سے کہنے لگا: اے نوجوان! کیا آپ کو رغبت ہے کہ آپ ہماری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائیں اور میں آپ کو المعمودیہ کے پانی میں اشنان کراؤں اور غسل دے کر نکالوں تو آپ ایسے گناہوں سے پاک ہو کر نکلیں جس طرح بچہ اپنی ماں کے پیٹ سے بے گناہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر آپ صلیب کے گروہ میں داخل ہو جائیں اور دین مسیح کے پیروکاروں میں شامل ہو کر بادشاہ کے مقرب بن جائیں اور رحم دل بادشاہ سے انعام پائیں اور میں اپنی لڑکی کی شادی آپ کے ساتھ کر دوں گا اور آپ میرے لئے میرے بیٹے کی مثل ہو جائیں اور میں آپ پر انعامات کی بارش کر دوں گا اور میں وہ شخص ہوں جس کی تعریف اور مدح میں آپ کے نبی کے دربار کے شاعر نے اشعار کہے ہیں، انھوں نے میرے متعلق کہا تھا:

❀ جفنہ (قبیلہ) کا فرزندان بزرگوں کی یادگار ہے جن کو بخل اور کنجوسی کے عیب سے متصف نہیں کیا گیا۔

اے نوجوان! میں نے آپ کے سامنے جو کچھ مراعات پیش کی ہیں ان کو حاصل کرنے میں جلدی کرو اور خود کو ہلاکت سے بچالے اور اس کے بعد تمھیں پرامن زندگی اور دائمی عیش و عشرت میسر رہیں گی بس میری اس آفر کو قبول کرنے میں جلدی کرلو۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے جبلہ کی یہ پیشکش سنی تو جواب دیتے ہوئے کہا:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ."

"ایک اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور بیشک (حضرت محمد ﷺ) آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔"

اے جبلہ! تجھ پر افسوس! کیا تو مجھے ہدایت سے ضلالت (گمراہی) اور ایمان سے جہالت (کفر) کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اور میں ان لوگوں میں سے ہوں جو اللہ عزوجل پر ایمان لائے اور اسلام ان کے دل میں قرار پکڑ چکا ہے اور انھوں

نے سیدھے اور ٹیڑھے راستہ میں فرق کو جان لیا ہے اور اللہ ﷻ کے نبی مکرم ﷺ تصدیق کرنے والے اور اللہ ﷻ کے ساتھ کفر کرنے والوں کے ساتھ بغض وعداوت رکھنے والے ہیں۔

لے! اب لڑائی کے لئے ہوشیار ہو جا! اگر تو جنگ ہی چاہتا ہے حتیٰ کہ میں تجھے ایک ایسی کاری ضرب لگاؤں جس سے میں تیری موت کو معجّل کر دوں اور تیری ناک کو خاک آلود کر دوں۔ پھر عرب اس بات سے راحت محسوس کریں کہ تیرے جیسا شخص اہل عرب کی طرف اپنی نسبت کرے کیونکہ تو صلیب کے پجاریوں میں سے ہے۔

جبلہ آپ کے کلام سے سخت غصے میں آ گیا اور اس نے غضبناک ہو کر اپنی تلوار کھینچ لی اور اپنا نیزہ سنبھال کر آپ پر حملہ کرنا چاہا مگر آپ نے اس کا وار کاٹ کر اس پر جوابی حملہ کر دیا۔ دونوں حریف نیزہ بازی کے مقابلہ میں اپنی شجاعت اور بہادری کے جوہر دکھانے لگے۔ دیر تک دونوں لڑتے رہے یہاں تک کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نیزہ اٹھانے سے ست پڑ گئے آپ نے اسے ہاتھ سے پھینک دیا اور اپنی میان سے تلوار نکال لی اور دونوں ایک دوسرے کے قریب ہو گئے اور لڑنے لگے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے نہایت پھرتی سے جبلہ کے نیزے پر تلوار کی ایک ایسی کاری ضرب لگائی کہ نیزہ کٹ کر دور جا گرا اور اس نے بقیہ نیزہ کو پھینکا اور تلوار سونت لی یہ وہ تلوار تھی جو قوم ''کندہ'' کی ان یادگاروں میں سے تھی جو ان کے پاس قوم ''عاد'' کی باقی ماندہ اشیا میں سے چلی آ رہی تھی۔ شمشیر بجلی کی طرح چمکتی تھی اور جس پر بھی پڑتی تھی اس کو کاٹ کر رکھ دیتی تھی۔ جب اس نے اپنی اس تلوار کو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ پر حملہ کیلئے اٹھایا تو حضرت رافع بن عمیرہ طائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے جبلہ کے ساتھ قتال میں صبر واستقلال اور اس کم سنی میں اس تازہ دم، کہنہ مشق، شہسوار کے ساتھ بڑی مہارت سے داؤ پیچ خصوصاً جبکہ آپ اس سے قبل تن تنہا کسی مددگار کی اعانت کے بغیر ان کے پانچ بہادروں سے لڑ چکے تھے، دیکھ دیکھ کر نہایت ہی متعجب ہو رہے تھے جنگ کا معاملہ ان دونوں کے درمیان سخت سے سخت تر ہوتا چلا جا رہا تھا آخر ایک دفعہ دونوں بہادروں کی تلواریں ایک ساتھ اٹھیں بس اتنا ہوا کہ اتفاق سے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی تلوار کی ضرب ذرا سی جبلہ کی تلوار کی ضرب سے سبقت کر گئی جسے اس نے ڈھال پر لے لیا مگر یہ کاٹتی ہوئی خود (ہیلمٹ) تک پہنچ گئی لیکن اس کے پھل پر دندانے پڑ گئے اور دھار مڑ گئی، جبلہ کے کاری زخم آیا جس سے خون بہنے لگا۔ ادھر جبلہ کی تلوار حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی زرہ کو کاٹتی ہوئی آپ کے کندھوں کو زخمی کر گئی۔

آپ نے اگرچہ تلوار کی ضرب کو محسوس کیا لیکن حوصلے سے کام لیا اور اسی طرح کھڑے رہے کہ گویا آپ کو کسی قسم کا صدمہ نہیں پہنچا۔ پھر سرعت کے ساتھ گھوڑے کو پیچھے پھیر کر اس کی باگیں کھینچیں یہاں تک کہ آپ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمانوں سے آ ملے۔ مسلمانوں نے جب آپ کو زخمی حالت میں دیکھا تو فوراً آپ کو گھوڑے سے اتارا اور زخم کو مضبوط باندھ دیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابن صدیق! میرا گمان ہے کہ جبلہ نے آپ کو تلوار سے کوئی کاری زخم پہنچایا ہے۔ مجھے آپ کے باپ کے حق اور ان کے صدق کی قسم! میں جبلہ کو اسی طرح دردناک زخم پہنچا کر رہوں گا جس طرح ہم آپ کی وجہ سے درد سے دوچار ہوئے ہیں۔

پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام ہمام کو زور سے آواز دی اور فرمایا: اس مشرک پلید کو میرے پاس لاؤ ہمام والئی قنسرین کو آپ کے سامنے لایا آپ نے فوراً تلوار سے اس کا سر اڑا دیا۔

رومیوں نے اپنے والئی ریاست کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے اس طرح قتل ہوتے ہوئے دیکھا تو انھیں بہت غم ہوا اور جبلہ بن ایہم تو غصے سے آگ بگولا ہو گیا اور کہنے لگا: تم لوگوں نے ہمارے ساتھ غداری کی ہے اس لئے اب تمھیں ضرور اس کی سزا مل کر رہے گی۔ پھر اس نے چیخ چیخ کر عرب نصرانیوں اور رومی عیسائیوں کو پکارنا اور جنگ پر برانگیختہ کرنا شروع کر دیا اور کہنے لگا کہ ان مسلمانوں کا کوئی ایک فرد بھی تمھارے ہاتھ سے بچ کر نہ جانے پائے۔ رومی سپاہ مجتمع ہوگئی اور انھوں نے صلیب کو آگے کیا اور جنگ کا طبل بج گیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر اپنے غلام کو آواز دی اور اس سے فرمایا: ہمام! تو نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی حفاظت کرنی ہے ان کے سامنے کھڑے ہو جاؤ اور جو شخص ان پر حملہ کے ارادہ سے آئے اس کی گردن اڑا دو اور ان کا پوری طرح سے دفاع کرتے رہو۔

پھر آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص بھی اکیلا نکل کر حملہ کرنے کی کوشش نہ کرے تم سب میرے اردگرد جمع رہنا میں جلد باز نہیں ہوں۔ فتح و نصرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے آپ کے فرمان کے مطابق تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے گرد جمع ہو گئے ان میں سے ہر شخص زندگی کی اُمید ختم کر چکا اور کامیابی سے نااُمید ہو چکا تھا۔ رومیوں اور عرب نصرانیوں نے مل کر مسلمانوں پر حملہ کیا۔ مسلمان بھی نہایت صبر و استقلال اور پامردی سے دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے۔ لڑائی اپنے پورے شباب پر تھی۔

حضرت ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ بخدا! رومیوں کی فوج کا کوئی جتھا جب بھی ہماری طرف سیلاب کی طرح بڑھتا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بذات خود اپنی تلوار کے زور سے ان کو ہم سے دور بھگاتے اور منتشر کر دیتے۔ یہ سلسلہ برابر جاری رہا یہاں تک کہ جنگ نے ایسی صورت اختیار کر لی کہ ہمیں اس سے خلاصی کی کوئی راہ نظر نہیں آتی تھی اور گویا موت کو ہم اپنے سر پر منڈلاتی ہوئی دیکھ رہے تھے۔ ہمیں اب سخت پیاس محسوس ہونے لگی اور گرمی سے ہم پسینہ پسینہ ہو گئے تھے۔

حضرت رافع بن عمیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جب اس طرح کی صورت حال کا مشاہدہ کیا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابو سلیمان! معلوم ہوتا ہے کہ قضائے الٰہی سے اب سمجھو کہ ہم لوگ جام شہادت پینے ہی والے

ہیں۔آپ نے فرمایا بخدا!! اے ابن عمیرہ رضی اللہ عنہ تم سچ کہتے ہو۔پھر فرمایا:

"لِاَنِّیْ نَسِیْتُ الْقَلَنْسُوَۃَ الْمُبَارَکَۃَ الَّتِیْ لِیْ وَ اَصْحَبُھَا مَعِیَ وَلَقَدْ کَانَتْ بَرَکَۃٌ عَظِیْمَۃٌ فِی الشَّدَائِدِ وَاللّٰہِ مَانَسِیْتُھَا اِلَّا لِقَضَاءِ الْمُبْرَمِ"

"اس لیے کہ میں اپنی برکت والی وہ ٹوپی لانا بھول گیا ہوں جسے میں (ہمیشہ) اپنا ساتھی بنا کر رکھتا ہوں اور مشکلات میں اس سے بہت عظیم برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔قسم بخدا! قضاء مبرم کی وجہ سے ہی میں اسے بھول آیا ہوں۔"

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جنگ کا معاملہ انتہائی نازک صورت اختیار کر گیا۔صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے لگا، زندگی کی بازی موت کے ہاتھوں ہارتے نظر آنے لگی، شہادت کا پیالہ ہونٹوں کے قریب پہنچ گیا۔ادھر مشرکوں کی ہلاکت اور تباہی بھی تھوک کے حساب سے ہو رہی تھی۔آتش حرب بھڑک رہی تھی، تلواریں چمک رہی تھیں، مردوں کے سر گاجر مولی کی طرح کٹ کٹ کر گر رہے تھے، زمین لاشوں سے بھر گئی، توحید کے چند متوالے تثلیث کے بندوں کے بھاری لشکر کے نرغے میں اس طرح تھے جیسے قیدی ہوں۔

رومی فوج سخت تابڑ توڑ حملے کر رہی تھی، تلوار مردوں میں اپنا کام دکھا رہی تھی کہ اچانک ایک منادی (اعلان کرنے والا) نے ندا دی اور ایک غیر مرئی ذات (ہاتف) کی آواز آئی "بے ڈر ذلیل ہو گیا اور خدا کا خوف رکھنے والا مدد پا گیا۔ اے حاملین قرآن! رحمان کی طرف سے تمھارے لئے فتح و کشائش آ گئی اور صلیب پرستوں کے مقابلہ میں اللہ عزوجل کی طرف سے تمھارے پاس نصرت و امداد پہنچ گئی ہے۔

اس وقت کلیجے منہ کو آ رہے تھے کاٹ دار تلواریں اپنا کام دکھا رہی تھیں، دونوں طرف سے ہر شخص اپنے مد مقابل کے سامنے پورے صبر و استقامت سے ڈٹا ہوا کھڑا تھا اور پورے عزم و استقلال سے داد شجاعت دے رہا تھا۔جنگ کی چکی تیزی سے گھوم رہی تھی، لوگوں کو شدید پیاس لگی ہوئی تھی اور ادھر ہر فریق دوسرے کو نوچ رہا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو حضرت خالد کی طرف بھیجنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت اسحاق بن عبد اللہ حضرمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے باپ سے روایت کیا۔انھوں نے فرمایا کہ میں معرکہ اجنادین اور دوسری جنگوں میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا ہوں اسی طرح قنسرین اور حلب کی لڑائی میں بھی آپ کے ساتھ حاضر تھا ہم نے اللہ عزوجل کی راہ میں لڑی جانے والی ہر جنگ میں خیر و برکت اور فتح و نصرت ہی دیکھی۔

جب شیرز کے پڑاؤ میں ہم خیمہ زن تھے تو ایک رات ایسا ہوا کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اپنے کیمپ میں لیٹے ہوئے تھے کہ ایک دم آپ چلا چلا کر مسلمانوں کو بلانے لگے اور منادی فرما رہے ہیں: مسلمانو! جہاد کے لئے نکلو، جہاد کے لئے نکلو! کیونکہ ہمارے مجاہدین موحدین کا دشمنان خدا نے محاصرہ کر لیا ہے ان کی مدد کے لئے نکل پڑو!

مسلمان مجاہدین آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے چاروں طرف سے آپ کی طرف دوڑے اور حاضر ہو کر دریافت کیا: اے امیر! ہوا کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: میں ابھی ابھی سویا ہوا تھا کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ نے مجھے جھڑک کر جگایا اور سخت لہجے میں ارشاد فرمایا:

((يَا ابْنَ الْجَرَّاحِ أَتَنَامُ عَنْ نُصْرَةِ الْقَوْمِ الْكِرَامِ فَقُمْهُ وَالْحَقْ بِخَالِدٍ فَقَدْ اَحَاطَ بِهِ اللِّئَامُ فَإِنَّكَ تَلْحَقُ بِهِ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِمَشِيَّةِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.))

"اے ابن جراح! تم معزز لوگوں (مسلمانوں) کی مدد کرنے کو چھوڑ کر یہاں سوئے ہوئے ہو، پس اٹھو اور خالد رضی اللہ عنہ سے جا ملو کیونکہ کمتر لوگوں نے برتر لوگوں کا گھیراؤ کر لیا ہے۔ انشاء اللہ عزوجل تم اللہ رب العالمین کی مشیت سے ضرور اپنے معزز ساتھیوں کے ساتھ جا ملو گے۔"

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مسلمانوں نے جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا حکم سنا تو فوراً اپنے ہتھیاروں اور اپنی سواریوں کی طرف دوڑے اور مسلح ہو کر جلدی سے ننگی پشت اور بازین گھوڑوں پر سوار ہو کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی مدد کے لئے تیزی سے چل دیئے۔

ام تمیم رضی اللہ عنہا کا حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی ٹوپی لے کر آنا

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ لشکر کے ہراول دستہ میں تھے آپ نے دیکھا کہ ایک شہسوار سب لوگوں سے آگے سرپٹ اپنے گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے جا رہا ہے۔ آپ نے مسلمانوں کے بعض مردوں کو حکم دیا کہ وہ اس شہسوار سے جا کر ملیں مگر پوری کوشش کے باوجود یہ لوگ اس تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہو سکے کیونکہ اس کا گھوڑا نہایت تیز رفتار تھا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے گمان کیا کہ یہ کوئی فرشتہ ہے جس کو اللہ عزوجل نے مسلمانوں کی مدد اور رہنمائی کے لئے بھیجا ہے جو ہمارے آگے نہایت سرعت سے دوڑا چلا جا رہا ہے۔

حضرت رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہمارے گھوڑ سوار اس شہسوار کو پانے سے عاجز ہو گئے تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس سوار کو زور سے آواز دی اور فرمایا: اے تیز رو سوار! اے بہادر و نڈر شخص! اللہ عزوجل تجھ پر رحم فرمائے

اپنی جان کو اس قدر مشقت میں نہ ڈال، ذرا نرمی سے کام لے۔

آپ کی آواز سن کر وہ سوار ٹھہر گیا۔

جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سوار کے قریب پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ سوار تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت اُم تمیم رضی اللہ عنہا ہیں۔ جب آپ نے پہچان لیا تو فرمایا: ''اے اُم تمیم! تمھیں ہمارے آگے چلنے پر کس چیز نے مجبور کیا ہے؟''

تو وہ عرض کرنے لگیں: حضرت صاحب! میں نے آپ کو سنا کہ آپ زور زور سے ندا کر رہے ہیں کہ خالد رضی اللہ عنہ کا دشمنوں نے گھیراؤ کر لیا ہے میں نے دل میں سوچا کہ خالد رضی اللہ عنہ کبھی مغلوب و مخذول نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کے پاس حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے گیسوئے مبارک موجود ہیں اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی برکت اور وسیلہ جلیلہ سے کبھی ناکام اور رُسوا ہو ہی نہیں سکتے۔ پھر اچانک میری نظر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی ٹوپی پر پڑی تو میں سمجھ گئی کہ اوہ! آپ اپنی وہ مبارک ٹوپی جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیسوئے مشک بار اور کاکل عنبرین ہوتے ہیں یہیں بھول گئے ہیں سو میں نے وہ مبارک ٹوپی لی اور پوری عجلت سے آپ تک پہنچانے کو حاضر ہو گئی ہوں۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اُم تمیم! چلو تم پہنچو، اللہ عزوجل آپ کے کام کو بابرکت کرے اور آپ کی مدد فرمائے۔

اُم تمیم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں قبیلہ ''مذحج'' کی عورتوں کی جماعت میں محوِ سفر تھی۔ ہمارے گھوڑے شہبازوں کی طرح اڑتے ہوئے جا رہے تھے یہاں تک کہ ایک مقام پر ہمیں سخت گرد و غبار اڑتا ہوا دکھائی دینے لگا جہاں قتال ہو رہا ہے، نیزے چمک رہے ہیں اور تلواریں اس طرح دمک رہی ہیں جس طرح آسمان پر تارے چمکتے ہیں، مسلمانوں کی کوئی آواز سنائی نہیں دیتی تھی ہمیں یہ امر نہایت ناگوار گزرا اور ہم نے سوچا کہ دشمنوں نے مسلمانوں کو مغلوب کر لیا ہے۔ اتنے میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور دشمن پر حملہ کر دیا اور آپ کے ساتھی بھی اللہ اکبر کی آوازیں بلند کرتے دشمن پر ٹوٹ پڑے۔

حضرت رافع بن عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم اس وقت اپنی زندگیوں سے نا اُمید ہو گئے تھے کہ اچانک ہم نے کلمہ طیبہ اور اللہ اکبر کی آوازیں سنیں تو ہم نے کہا بے شک اللہ عزوجل کی مدد اور فتح و نصرت پہنچ گئی ہے انشاء اللہ عزوجل اب کشائش ہو گی، گھٹن دور ہو گی اور فتح ہماری ہو گی، پھر کیا تھا چند منٹوں میں مسلمانوں کے لشکر نے مشرکین کی فوج کا احاطہ کر کے ان پر شمشیر زنی شروع کر دی اور چاروں اطراف سے ان کو کاٹ کاٹ کر پھینکنا شروع کر دیا۔ ہر طرف چیخ و پکار کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور ایک عجیب شور و غوغا برپا تھا۔

بابرکت ٹوپی کا حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچنا

حضرت مصعب بن محارب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ صلیب کے پجاری میدان چھوڑ کر بھاگنا شروع ہو گئے اور میں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ اپنے گھوڑے کی پشت پر پوری طرح جم کر بیٹھے ہیں اور گردن مبارک بلند فرما کر تکبیر کی آوازوں کو سن رہے اور دیکھ رہے ہیں کہ یہ آوازیں کدھر سے آرہی ہیں کیونکہ گردو غبار میں کچھ نظر نہیں آرہا تھا آپ یہ معلوم کرنے کی کوشش کر ہی رہے تھے کہ ایک شہسوار گردو غبار سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ رومیوں کی صفوں کو چیرتا ہوا ہماری طرف بڑی سرعت کے ساتھ بڑھ رہا ہے حتیٰ کہ اس نے نہایت بہادری سے ہمارے گرد سے دشمنوں کو ہٹا کر میدان صاف کر دیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تیزی سے اس سوار کی طرف بڑھے اور فرمایا: تم کون ہو؟ اس سوار نے جواب دیا اے ابوسلیمان! میں اُم تمیم، آپ کی زوجہ ہوں، میں آپ کے پاس وہ مبارک ٹوپی لے کر حاضر ہوئی ہوں جس کے وسیلہ سے آپ اللہ عزوجل سے مدد اور نصرت طلب کیا کرتے ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں اس سے ''توسل'' کیا کرتے ہیں [1] اللہ عزوجل آپ کی دعا کو شرف قبول بخشتے ہوئے آپ کو فتح نصیب فرما دیتا ہے۔ لیجئے! اپنی ٹوپی مبارک، اور زیب سر فرمالیجئے۔ اللہ عزوجل کی قسم! آپ نے یہ دن دیکھنا تھا اسی لئے آپ اس کو بھول آئے تھے۔

پھر اُم تمیم رضی اللہ عنہا نے وہ بابرکت ٹوپی آپ کے سپرد کر دی۔ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس مبارک ٹوپی کو اپنے ہاتھ میں لیا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے اقدس اور گیسوئے مبارک سے اس طرح نور نکل کر بلند ہوا جس طرح آسمانی بجلی چمکتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں والی ٹوپی کی برکات

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی قسم! حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس مبارک ٹوپی کو اپنے سر پر رکھا ہی تھا کہ آپ نے ایک ہی حملہ میں انقلاب برپا کر کے رکھ دیا۔ اگلی صفوں کو پیچھے کی صفوں میں دھکیل دیا۔ دوسرے مسلمان مجاہدین نے بھی آپ کے ساتھ مل کر جاں نثاری سے حملہ کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے دشمن دم دبا کر بھاگنا شروع ہو گئے۔ محمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے، ہر طرف زخمیوں کی قطاریں لگ گئیں اور بہت سے مشرک قیدی بنا لئے گئے۔ سب سے پہلے جان بچا کر بھاگنے والا مرتد جبلہ بن ایہم تھا اور اس کے پیچھے پیچھے

[1] اس سے پتہ چلا کہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں مقدس ہستیوں کی ذات کے ساتھ ان سے نسبت رکھنے والی چیزوں سے بھی توسل کیا جا سکتا ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

عرب نژاد نصرانی تھے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب مسلمان مشرکوں کے تعاقب سے واپس لوٹے اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے جھنڈے تلے جمع ہوگئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی مسلمان مجاہدین کو سلام کیا اور اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا جس نے مسلمانوں کو کافروں کے شر سے محفوظ اور سلامت رکھا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا بدن سرخ گلاب کے پھول کی طرح بنا ہوا ہے آپ نے ان سے مصافحہ کیا۔ فتح پر مبارک باد دی اور فرمایا:

''اے ابوسلیمان! آپ نے خوب دادِ شجاعت دی ہے اللہ اللہ! آپ نے اپنی پیاس بجھالی ہے اور اپنے رب جلیل کو خوب راضی کرلیا ہے پھر آپ نے لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا: اے لوگو! میری رائے فی الفور قنسرین اور عواصم کی جانب پیش قدمی کرنے کی ہے۔ تمام مسلمانوں نے آپ کی رائے پر لبیک کہتے ہوئے کہا اے امین الأمت یہ بہترین رائے ہے۔''

قنسرین اور عواصم کی طرف پیش قدمی

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے بہادران اسلام کو منتخب کر کے ایک ہراول دستہ ترتیب دیا اور اسے حضرت عیاض بن غنم اشعری رضی اللہ عنہ کی زیر کمان کر دیا اور ان سے فرمایا: کہ قنسرین اور اس کے دیہاتوں کی طرف چل دو اور ان پر چڑھائی کردو، ان کے جنگجوؤں کو قتل کر دینا اور چھوٹوں کو قیدی بنالینا۔ ان کے اموال کو مال غنیمت کے طور پر اپنے قبضہ میں کر لینا، مگر جب یہ ہراول دستہ قنسرین پہنچا اور اہل قنسرین نے اس ناگہانی آفت کو دیکھا جو ان پر نازل ہوئی تو انھوں نے دروازے بند کر لئے اور جزیہ ادا کرنے اور صلح کرنے کے لئے درخواست کی جسے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی اجازت سے منظور کرلیا گیا اور ایک صلح نامہ لکھ کر ان کے حوالہ کر دیا گیا جس میں یہ تحریر کیا گیا تھا کہ ہر بالغ شخص پر چار دینار اور اگر دینار نہ ہوں تو پھر اڑتالیس درہم ادا کرنا ہونگے جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حکم تھا:

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: عبدالملک بن محمد بن ابی عبداللہ نے ہمیں بتایا کہ حضرت سلمان بن علی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قنسرین اور حاضر کے قیدیوں میں میں بھی شامل تھا اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے جب اموال غنیمت کا خمس $\frac{1}{5}$ حصہ نکال کر دربار خلافت میں حضرت عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا تو اس مال خمس میں اسیران جنگ بھی شامل تھے جب ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پیش کیا گیا تو میں نے سنا آپ اپنے اہل مجلس سے فرما رہے تھے: میری رائے یہ ہے کہ ہم اس قیدی کو مکتب میں مردوں کو تعلیم کیلئے مقرر کر دیں اور ان کا معمول یہ تھا کہ وہ

قیدیوں کو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیتے تھے چنانچہ آپ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں نے یہ قیدی آپ کی تحویل میں دیا اور تم اسے ابن حارث انصاری کی حویلی میں داخل کر دو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں اسی طرح کیا جاتا تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بھی اسی کے مطابق عمل جاری رہا۔

مسلمانوں کی فتح اور اگلے ہدف کے لیے مشورہ

جب ''قنسرین'' اور ''حاضر'' کو اللہ عزوجل نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی مسلمان مجاہدین کے ہاتھ پر فتح فرما دیا اس میں سے قنسرین کا شہر صلح سے فتح ہوا اور اس کا دیہاتی اور مضافاتی علاقہ جنگ سے فتح کیا گیا تھا بہرحال جب یہ شہر فتح ہو گئے اور مسلمانوں کو مال غنیمت بھی حاصل ہوا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس مال غنیمت کا خمس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ارسال کر دیا اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو جمع فرمایا اور ان سے مخاطب ہو کر کہا:

اللہ عزوجل تم سب پر رحم فرمائے۔ آپ لوگ اپنی اپنی عقل اور رائے سے مجھے مشورہ دیں کہ ہمارا اگلا ہدف اور ٹارگٹ کیا ہونا چاہئے اور لشکر کے جرنیل کی اپنے سپاہیوں سے مشاورت اس لئے ضروری ہے کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ((اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمِنٌ)) ''مشورہ کر لینے والا بے خوف ہو جاتا ہے۔''[1] (وہ طرح طرح کے اندیشوں سے نکل جاتا ہے) اور اسی طرح اللہ عزوجل کا حکم ہے: ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ ''اور کاموں میں ان سے مشورہ لو۔''[2]

چنانچہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین عالی شان کے مطابق میں نے آپ حضرات کی مجلس مشاورت بلائی ہے اب آپ مجھے مشورہ دیں کہ آیا ہمیں اس وقت ① حلب اور اس کے قلعہ کی طرف پیش قدمی کرنی چاہئے ② انطاکیہ اور اس کے سرداروں سے جنگجوئی کے لئے چلنا چاہئے ③ ہمیں واپس لوٹ جانا چاہئے؟

مسلمانوں نے جواب دیا کہ اے امیر! ہم حلب و انطاکیہ کی طرف کیونکر جا سکتے ہیں اور ہرقل کے ساتھ ہم کیسے جنگ چھیڑ سکتے ہیں جبکہ ہمارے اور اہل شیرز، حماۃ، رستن، حمص اور جوسیہ کے درمیان جو صلح اور جنگ بندی کا معاہدہ ہوا تھا اس کی مدت عنقریب ختم ہونے والی ہے۔ اس میں بھی کوئی شک شبہ نہیں ہے کہ اس مدت میں انہوں نے بھرپور جنگی تیاری کر لی ہے اپنے قلعوں کو مزید مضبوط کر لیا ہے، خود کو مضبوط حصار میں کر لیا ہے اور خوب قوت پکڑ لی ہے اور اپنے

---

[1] سنن ابو داؤد، کتاب الأدب، رقم الحديث: 5123 - 5128. سنن ابن ماجه، کتاب الأدب، رقم الحديث: 3745 - 3746.
[2] پارہ 4، ال عمران 159، ترجمہ کنزالایمان.

شہروں میں خوردنی اشیاء اور غلہ کا اچھا خاصہ اسٹاک کرلیا ہے اور اپنے لشکر اور فوج کو بہترین اسلحہ اور ہتھیاروں سے لیس کر رکھا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ اگر ہم ان حالات میں کسی اور ملک کی طرف نئی مہم پر نکل جاتے ہیں تو یہ تمام بلاد (شہر) جو ہمارے قبضہ میں ہیں ہاتھ سے نہ نکل جائیں کیونکہ یہ لوگ ان بلاد میں غارت گری مچادیں گے بالخصوص بعلبک والے کیونکہ یہ لوگ دوسرے شہروں کی بہ نسبت زیادہ بہادر، سخت اور کثیر التعداد ہیں۔ ان حالات میں ہماری سوچی سمجھی رائے یہ ہے کہ ہم انہی بلاد کی طرف رجوع کریں اور اپنی توجہ فی الحال انہی شہروں پر مبذول رکھیں اور جونہی جنگ بندی کی مدت ختم ہو جنگ کا اعلان کردیا جائے۔ اُمید ہے کہ اللہ ﷻ ہمارے ہاتھوں سے ان شہروں کو فتح فرمادے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس رائے کو درست اور راست قرار دیا اور اپنی رائے سے ان کی رائے کی طرف رجوع کرتے ہوئے اسی طریق پر عمل کیا اور کوچ کا اعلان کردیا۔

حلب کی خوبصورت جامع مسجد

حلب شہر کا ایک منظر

فتوح الشام

فتح بعلبک

فتح بعلبک

بعلبک کی جانب پیش قدمی

جب یہ حضرات ان شہروں کے قریب پہنچے تو ان کو بعینہٖ اسی کے مطابق پایا جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اظہار خیال کیا تھا کہ ان شہروں کے لوگوں نے اسلحہ اور خوراک کا بڑے وسیع پیمانے پر انتظام کر رکھا ہے اور گندم، جو اور دیگر اشیاءِ خوردنی کا انھوں نے ذخیرہ کرلیا ہے جیسے وہ کسی طویل جنگ کے لئے تیار ہو چکے ہوں۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا قصد حمص کے سوا اور کسی شہر کا نہ تھا جب آپ یہاں پہنچے تو دیکھا کہ حمص والوں نے تو خود کو قلعہ بند کرلیا ہوا ہے اور بڑی مضبوط پوزیشن میں ہیں۔ بادشاہ روم ہرقل نے ایک طاقتور اور سخت جنگجو بہادر کمانڈر جنرل مریس کو جو اہل خانہ میں سے تھا اس کو ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ اہل حمص کی مدد کے لئے بھیجا ہوا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو آپ نے اپنے بہادر جرنیل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حمص کا محاصرہ کرنے کا حکم دیکر انھیں وہاں چھوڑا اور خود بعلبک [1] کا رُخ کرلیا جس وقت آپ بعلبک کے قریب پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ سامنے سے ایک بہت بڑا قافلہ آ رہا ہے۔ یہ تاجروں کا ایک قافلہ تھا جو سامان تجارت لے کر اترا اور اب بعلبک کی طرف آ رہا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دور سے دیکھ کر فرمایا: یہ لشکر کونسا ہے؟ کہا گیا کہ ''معلوم نہیں''، تو آپ نے تحقیق کے لئے کچھ سواروں کو اس قافلہ کی طرف بھیجا۔ چنانچہ ان شہسواروں نے آ کر اطلاع دی کہ یہ روم کے قافلوں میں سے ایک قافلہ ہے جو ساز وسامان لے کر یہاں پہنچ رہا ہے۔

حضرت شداد بن عدی تنوخی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ اس قافلہ کے پاس دیگر سامان تجارت کے علاوہ سب سے زیادہ شکر کے بورے تھے اور یہ سامان اہل بعلبک کے لئے لایا جا رہا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ خبر سنی تو فرمایا کہ بعلبک ہمارے لئے دارالحرب ہے ہمارے

[1] یاد رہے کہ بعلبک شہر اس وقت لبنان میں شامل ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

اوران کے مابین کوئی معاہدہ وغیرہ نہیں ہے اور یہ مال و متاع سب مال غنیمت ہے جو اللہ ﷻ نے تمھاری طرف بھیجا ہے۔ حضرت شداد بن عدی تنوخی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ پس ہم نے قافلہ کا گھیراؤ کر لیا ان کے پاس شکر، دیسی چینی، انجیر وغیرہ کے چار سو بورے تھے وہ قبضہ میں کر لئے اور قافلہ والوں کو قیدی بنالیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان قافلے والوں کو قتل کرنے سے باز رہنا اوران سے فدیہ وصول کر کے ان کو چھوڑ دو، چنانچہ ہم نے ان سے سونا، چاندی کپڑے وغیرہ فدیہ میں لے کران کو رہا کر دیا اور شکر سے عصیدہ [1] تیار کیا اور گھی، شکر اور زیتون کے تیل سے فالودہ بنایا۔ جب ہم نے صبح کی تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے بعلبک کی طرف چلنے اور وہاں پڑاؤ کرنے کا حکم فرمایا۔ قافلے کے کچھ آدمی چونکہ بھاگنے میں کامیاب ہو گئے تھے انھوں نے اہل بعلبک کو جا کر اس کارروائی کی رپورٹ کر دی تھی۔

بعلبک کی رومی فوج سے آمنا سامنا

راوی کہتے ہیں کہ بعلبک پر بطریق (رومی فوج کا جرنل) عظیم ہربیس مقرر تھا۔ ہربیس ایک بہادر، تنومند اور بڑی ڈیل ڈول والا آدمی تھا جب اس کے پاس یہ خبر آئی تو اس نے شہر کے مردوں کو جمع کیا اور انھیں ہتھیاروں سے مسلح ہونے اور تیاری کرنے کا حکم دیا اور وہ لوگوں کا یہ لشکر لے کر خود اس کی قیادت کرتا ہوا قافلہ کو چھڑانے کے لئے چل پڑا۔ اسے یہ علم نہیں تھا کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے لشکروں کے ساتھ اس کی طرف آ رہے ہیں۔

جب دوپہر ہوئی تو ان دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہوگئی لعین ہربیس سات ہزار سواروں کی جمعیت کے ساتھ نکلا تھا اور اس کے پیچھے اہل دیہات، شہر کے عوام اور بازاری لوگ اس کے علاوہ تھے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے مقدمۃ الجیش (فرنٹ کور) نے جب انھیں دیکھا تو دشمن، دشمن کی پکار کے ساتھ جنگ کا بگل بجا دیا اور نہایت سرعت کے ساتھ شیران اسلام ان پر ٹوٹ پڑے اور شہسواروں نے تیزی سے بڑھ کر ان پر حملہ کر دیا اور بہادران اسلام نے ادھر کو پیش قدمی شروع کر دی، تیراندازی شروع ہوگئی، تلواریں کھینچ لیں۔ ادھر ہربیس نے اپنے لشکر کی صف بندی کر کے ان کو جنگ کی پوزیشن پر کھڑا کر دیا اس کے بعض جرنیلوں نے اس سے دریافت کیا کہ ان عربوں کے ساتھ تمھارا کیا کرنے کا ارادہ ہے؟

اس نے کہا: میں ان کے ساتھ لڑوں گا تا کہ ہمارے بارے میں کوئی طمع کر سکیں اور نہ ہمارے شہروں میں اتر سکیں۔ اس کے ایک جرنیل نے اسے مشورہ دیا کہ بہتر یہی ہے کہ آپ یہیں سے واپس لوٹ جائیں اور لڑائی کا ارادہ ترک کر دیں

[1] ایک قسم کا کھانا جو، گھی، آٹا اور شکر ملا کر بنایا جائے۔ (مترجم عفی عنہ)

کیونکہ اہل دمشق ان کو شکست دے سکے ہیں نہ اجنادین کی فوجیں ان کا کچھ بگاڑ سکی ہیں اور نہ یہ لوگ فلسطین کے لشکروں سے پسپا ہوئے ہیں اور پھر کل ہی والئی قنسرین حاکم عموریہ اور عرب نژاد نصرانیوں کے ساتھ جو کچھ ہوا ان تمام حالات سے تم اور اہل بعلبک خوب آگاہ ہو ان عربوں نے ان سب کو ناکوں چنے چبوائے ہیں لہٰذا اندریں حالات تمہارا ان سے ٹکرانا سوائے خودکشی کے اور کیا ہوسکتا ہے؟ لہٰذا تم کو چپکے سے واپس لوٹ جانا چاہئے اور انا کو چھوڑ دو، غرور اور تکبر کرنا ترک کرو اور اپنے لشکر کو ہلاکت سے بچاؤ اور سلامتی کی راہ اختیار کرو، سردست جنگ کرنا تمھارے لئے قطعی طور پر مناسب نہیں ہے۔

رومیوں کا مشورہ اور رومی امیر کا جواب

ہربیس نے کہا: میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا اور میرا ان بے بس فقیروں اور مسکینوں سے ڈر کر بھاگ نکلنا شکست ماننے کے مترادف ہے اور اپنے ہاتھوں خودکشی کے برابر ہے لہٰذا میں ہر حال میں ان سے جنگ کروں گا اور مجھے یہ اطلاع بھی ملی ہے کہ ان کا بڑا لشکر انکے سابق امیر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حمص میں خیمہ زن ہے اور یہ مٹھی بھر لوگ تو غنیمت ہیں جو مسیح نے ہمارے لئے ادھر بھیج دیئے ہیں۔

جرنیل نے کہا: بہرحال میں آپکی رائے سے موافقت نہیں کروں گا اور نہ ہی اپنے ساتھیوں سمیت کسی قسم کے دھوکے میں آؤں گا۔ یہ کہہ کہ اس سردار نے اپنے گھوڑے کی لگام شہر کی طرف موڑ دی، جب اس نے بعلبک کی طرف گھوڑے کا رُخ کیا تو قوم کی اکثریت نے بھی اس کی پیروی کرتے ہوئے واپس جانے کا ارادہ کرلیا۔ ہربیس نے آہستہ آہستہ مسلمانوں کی طرف بڑھنا شروع کر دیا کیونکہ وہ ہر صورت مسلمانوں سے جنگ کرنے پر ہی تلا ہوا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ وہ لوگ ہر صورت میں جنگ پر آمادہ ہیں تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو قتال پر خوب اُبھارا اور ان کو جنگی طرز پر ترتیب دیکر ان کی جب صف بندی فرمالی تو ان سے مخاطب ہوکر ان کے سامنے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا خطاب اور مسلمانوں کا حملہ

"اے لوگو! اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ تمھاری مدد فرمائی ہے حتیٰ کہ تم نے ان کافروں کے بڑے بڑے لشکروں کو شکست دی ہے اور یہ شہر جس کی طرف تمھارا جانے کا قصد ہے یہ ان تمام شہروں کا وسط اور مرکزی شہر ہے جن کو اب تک تم فتح کر چکے ہو نیز اس شہر کے لوگ دوسرے شہروں کی بہ نسبت تعداد میں بھی زیادہ ہیں اور [illegible] ان کے پاس ہر قسم کا مال ومتاع وافر مقدار میں

موجود ہے اور سامان حرب سے بھی یہ مالا مال ہیں اس لئے تم کسی خوش فہمی میں مبتلا ہو کر عجب اور غرور کا شکار نہ ہونا بس تم یہ بات پیش نظر رکھو کہ تم کس دین کے لئے جنگ کر رہے ہو اور تم کس کی مدد کر رہے ہو۔ لو! اب دشمن پر ٹوٹ پڑو، بے شک اللہ ﷻ تمھارے ساتھ ہے وہی تمھاری مدد فرمائے گا۔"

یہ کہہ کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حملہ کر دیا اور آپ کے ساتھ ہی دوسرے مسلمان بھی دشمن پر حملہ آور ہو گئے۔

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی زندگی کی قسم! ہمارے اور ان کے درمیان صرف ایک ہی وار ہوا کہ دشمن نے پیٹھ دکھا کر بھاگنا شروع کر دیا اور وہ شہر کی راہ تلاش کر رہے تھے۔

جنرل ہربیس کے سات زخم آئے جن کی وہ تاب نہ لاتے ہوئے شہر کی طرف پسپا ہونے پر مجبور ہوا۔ راستہ میں جب اسے وہ سردار ملا جس نے اس کو عربوں سے جنگ نہ کرنے کا مشورہ دیا تھا تو اس سردار نے از روئے تمسخر ہربیس سے کہا: جنرل صاحب! وہ مال غنیمت کدھر ہے جو آپ نے عربوں سے لوٹا؟ ہربیس نے کہا: خبیث! تو مجھ سے مذاق کرتا ہے حالانکہ میرے متعدد بہادر جوان مرد ہلاک ہو گئے اور خود مجھے کئی زخم آئے ہیں اور تجھے ایسے موقع پر ہنسی مذاق کی سوجھی ہے۔ مسیح تیرا ستیاناس کرے!

اس پر اس سردار نے کہا: کیا میں نے تجھے نہ کہا تھا کہ تو اپنی قوم کو ہلاک کرے گا اور اپنے مردان کار کو ضائع کر دے گا؟

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا کارواں رواں دواں ہے یہاں تک کہ آپ نے بعلبک کے پاس پہنچ کر پڑاؤ ڈالا اور جب شہر کی جانب دیکھا تو ایک ہولناک منظر ہے، اس کے قلعے بڑے مضبوط ہیں، شہر والوں نے تمام دروازے بند کر دیئے ہیں اور انھوں نے اپنے مال مویشی تک داخل شہر کر لئے ہیں اور وہ سور البلد اور فصیل شہر پر سے اس طرح نظر آ رہے ہیں جیسے ٹڈی دل لشکر ہو جو ہر طرف منتشر ہے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے جب اس قلعہ بند شہر کی مضبوطی اور اس کی چہار دیواری کی بلندی کو دیکھا اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ سردی شدید ہے کیونکہ موسم گرما ہو چکا ہے سرما سال بھر یہاں کا موسم سخت سرد رہتا ہے آپ نے ان تمام باتوں کو دیکھنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے خواص اصحاب اہل رائے اور ارباب مشورہ کا اجلاس بلایا اور تمام اہل ایمان کے سامنے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اے لوگو! اللہ ﷻ تم لوگوں پر رحم فرمائے تم مجھے اپنی رائے بتاؤ اور مشورہ دو کہ اب ہمیں کیا اقدام کرنا چاہئے؟ اس پر تمام نے متفقہ طور پر ایک ہی رائے دی کہ شہر کا محاصرہ جاری رکھا جائے اور باہر سے ہر طرح کے سامان کی سپلائی بند کر دی جائے یہ لوگ چند دنوں میں خود ہی تنگی میں مبتلا ہو جائیں گے۔ مگر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ان حضرات سے اختلاف رائے کرتے ہوئے کہا:

اللہ ﷻ امیر کا بھلا کرے جہاں تک میری معلومات ہیں اس شہر میں ہجوم خلائق کا یہ عالم ہے کہ بندے پر بندہ پڑا ہے۔ اندر اس قدر رش اور بھیڑ ہے کہ میں نہیں سمجھتا کہ یہ شہر اتنے لوگوں کی گنجائش رکھتا ہو اس قدر انسان اور حیوان اس میں سما ہی نہیں سکیں گے جس قدر داخل ہو گئے ہیں، تاہم ان کی اس کثرت اور بہتات کے باوجود مجھے اللہ ﷻ سے قوی امید ہے کہ اگر ہم ان پر ہاتھ ڈالتے ہیں تو فتح اللہ ﷻ ہمیں ہی عطا فرمائے گا لہٰذا ہمیں حملہ کر دینا چاہئے ممکن ہے اللہ ﷻ مسلمانوں کے ہاتھوں یہ شہر فتح فرما دے کیونکہ اللہ ﷻ کی ہمیشہ سے ہی یہ سنت جاریہ رہی ہے کہ وہ زمین کا وارث اپنے صالحین بندوں کو ہی بناتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ○﴾

''اور بیشک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔'' [1]

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن جبل! آپ کو کیسے پتا چلا کہ اہلیان شہر تنگی اور گھٹن میں ہیں؟

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر! میں تمام مسلمانوں سے آگے آگے گھوڑا دوڑاتے ہوئے نہایت تیزی کے ساتھ اس قلعہ تک سب سے پہلے پہنچا تو میں نے اس قلعۃ البیضاء (وائٹ ہاؤس) کو دیکھا اور مجھے اُمید یہ تھی کہ ہم تیز رفتار گھوڑوں والے ساتھی ان سے جا ملیں گے اور ہم اس قوم کفار اور ان کے شہر کے درمیان حائل ہو جائیں گے، ان کو باہر ہی دھر لیں گے اندر داخل نہیں ہونے دینگے اور شہر سے باہر ہی میدان سجائیں گے مگر مسلمانوں میں سے کوئی ایک آدمی بھی میرے ساتھ نہ مل سکا اور میں نے دیکھا قوم شہر میں اس کے تمام دروازوں سے داخل ہو رہی ہے اور آدمیوں کا ایک سیلاب ہے جو شہر پناہ کی طرف اس طرح امڈا چلا آیا ہے جیسے وادیوں میں سیلاب کا ریلا آتا ہے۔ شہر دیہاتوں، قریوں، قصبوں اور بستیوں کے لوگوں سے بھرا پڑا ہے اور ان کے ساتھ ان کے جانور بھی شہر میں بند ہیں اور ان کی کثرت کی وجہ سے ایسے لگتا تھا جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے معاذ! آپ سچے ہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ آپ کے مشورہ کو اللہ ﷻ مبارک کرے اللہ ﷻ [illegible] ہم [illegible] ب کرتے ہیں اور اسی سے توفیق کا سوال ہے وہ بہتر اسباب مہیا فرمانے والا ہے۔

مسلمانوں نے یہ رات باری باری پہرہ دیتے ہوئے گزاری اور ایک دوسرے کی حفاظت کرتے رہے یہاں تک کہ جب صبح ہوئی تو آپ نے اہل بعلبک کے نام حسب ذیل مکتوب تحریر فرمایا:

[1] پارہ 17، الانبیاء 105، ترجمہ کنزالایمان

بعلبک والوں کے نام خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شام میں مسلمانوں کے لشکروں کے امیر اور ان کے کمانڈر اور ان کے درمیان امیر المؤمنین کے نائب ابوعبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس شہر (بعلبک) کے باشندگان کے نام جو اسلام کے مخالفین اور اس کے ساتھ عناد و دشمنی رکھنے والے ہیں۔

امابعد! اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اور وہی طاقت و قدرت کا مالک ہے۔ بیشک اس نے دین اسلام کو غلبہ عطا فرمایا اور اس دین کے ماننے والے مؤمنین کو کافروں کے لشکروں پر فتح عطا فرما کر عزت بخشی اور شہروں کو مسلمانوں کے ہاتھوں میں دے دیا اور اہل عناد کو برباد و ہلاک فرمایا۔ یہ خط دراصل ہمارے اور تمہارے درمیان ایک پیشگی معذرت نامہ ہے تاکہ تمہارے چھوٹے بڑے سب اس بات سے آگاہ رہیں کہ ہم مسلمان قوم ہیں، ہمارے دین و مذہب میں سرکشی اور دھوکہ دہی کا تصور نہیں ہے، ہم امن و آشتی کے داعی لوگ ہیں ہم جنگ کو خواہ مخواہ پسند نہیں کرتے اور نہ ہماری طرف سے غداری اور بے وفائی ہوتی ہے ہم تمہارا اس بارے عندیہ معلوم کرنا چاہتے ہیں لہٰذا اگر تم دیگر شہروں کے باشندوں کی طرح ہمارے ساتھ مصالحت کر لو تو تمہیں بھی ان کی طرح امان مل سکتی ہے اور تمہیں ہماری طرف سے جان و مال اور عزت کی ذمہ داری کا پروانہ عطا کر دیا جائے گا۔ اور اگر تم اس کا انکار کر دو گے تو پھر جنگ و قتال کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہوگا اور ہم صرف اپنے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے والے ہیں وہی تمہارے خلاف ہماری مدد کرے گا اس خط کا جواب جلد مطلوب ہے۔ ہدایت کی پیروی کرنے والے پر سلام ہو۔ پھر آپ نے اس کے بعد یہ آیت کریمہ بھی لکھی:

﴿اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى﴾
''بیشک ہماری طرف وحی ہوئی ہے کہ عذاب اس پر ہے جو جھٹلائے اور منہ پھیرے۔''[1]

آپ نے خط کو تہہ اور بند کر کے معاہدین میں سے ایک دہقان کو عطا کر دیا اور اسے حکم دیا کہ وہ اسے اہل شہر تک پہنچا دے اور اس کا ان سے جواب لے کر واپس آئے اور اسے اس مراسلت کی خدمت کے عوض مسلمانوں کے مال سے بیس درہم دیئے جائیں گے کیونکہ میں کسی سے بھی پوری اجرت اور معقول تنخواہ کے بغیر کوئی کام اور خدمت نہیں لیتا لہٰذا آپ کو بھی اس خدمت کا پورا معاوضہ دیا جائے گا۔ معاہدی نے خط لیا اور شہر پناہ کی طرف چل دیا وہاں پہنچ کر انھیں ان کی زبان میں مخاطب ہو کر کہا:

''میں تمھاری طرف قاصد کی حیثیت سے آیا ہوں۔ انھوں نے قلعہ کے اُوپر سے ایک رسہ نیچے لٹکایا جسے اس معاہد دیہاتی ایلچی نے اپنی کمر سے باندھ لیا اور قلعہ پر موجود لوگوں نے اسے اُوپر کھینچ لیا اور پھر ہربیس کے پاس لے گئے اس نے ہربیس کو سلام کیا اور خط اس کے حوالے کر دیا۔ ہربیس نے اپنے جرنیلوں، سرداروں اور اہل حرب کو اپنے پاس جمع کیا اور خط پڑھ کر انھیں سنایا۔''

حضرت سفیان بن خزرجہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے ابوخزرجہ بن عوف المازنی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا اور یہ صاحب اول سے آخر تک ان فتوحات میں برابر شریک جنگ رہے تھے کہ یہ بتاؤ ہربیس نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا خط کیسے پڑھ لیا وہ تو عربی میں لکھا ہو گا جبکہ ہربیس عربی نہیں تھا؟

تو انھوں نے کہا: اے بیٹے! میں اس دن حاضر تھا جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اہل بعلبک کی طرف خط تحریر فرمایا تھا دراصل بات یہ تھی کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے شام کے نصاریٰ میں سے ایک شخص کو بلا کر اپنا منشی مقرر کر لیا تھا جو آپ کے خطوط لکھا کرتا تھا اس چٹھی نویس کا نام مرقس بن کورک یا گرگس تھا (واللہ اعلم) آپ جب رومیوں سے خط و کتابت کا ارادہ کرتے تو مرقس (یا، گرگس) سے ہی لکھواتے تھے۔

اہلیان بعلبک کا آپس میں مشورہ

ہربیس نے جب اپنی قوم کے سامنے وہ خط پڑھ کر سنا دیا تو ان سے مشورہ طلب کیا اور رائے مانگی کہ ہمیں کیا کرنا

[1] پارہ 16، طہ 48، ترجمہ کنزالایمان

چاہئے۔ اس کے ایک صاحب رائے سردار نے مشورہ دیتے ہوئے کہا: کہ ہماری رائے تو یہ ہے کہ ہم ان عربوں سے جنگ نہ کریں کیونکہ ان سے لڑنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے اور جب ہم ان سے صلح کا معاہدہ کرلیں گے تو ہم امن، خوشحالی اور سکون میں رہیں گے جیسے اہل ارکہ، تدمر، حوران، بصرہ اور دمشق والے اور دوسرے شہروں کے لوگ جنھوں نے ان عربوں سے مصالحت کر لی ہے سب امن وسکون سے رہ رہے ہیں اور اگر ہم نے خواہ مخواہ ان سے لڑائی مول لی اور انھوں نے جنگ میں ہمارے مردوں کو گرفتار کرلیا تو ہمارے اچھے اچھے لوگوں کو قتل کردیں گے، ہمارے بچوں کو غلام اور ہماری عورتوں کو لونڈیاں بنالیں گے لہٰذا میری سوچی سمجھی رائے یہ ہے کہ صلح کر لینا ہی ہمارے لئے سب سے بہتر ہے۔

ہربیس نے کہا: مسیح تجھ پر رحم نہ کرے میں نے پورے روم میں تجھ سے زیادہ بزدل کوئی نہیں دیکھا اور نہ ہی تیری طرح کا ڈرپوک کوئی ہوگا، تو کس طرح کا مشورہ دیتا ہے کہ ہم عرب کے اوباش لوگوں کو اپنے شہر کی چابی تھما دیں!، خصوصا جبکہ میں بذات خود ان کی جنگی قوت وطاقت کو بھی جانتا ہوں میں خود میدان جنگ میں اُن سے لڑ چکا ہوں، یہ تو میرے آزمودہ مہرے ہیں ابھی تو میں نے جانب میمنہ میں لشکر کے حفاظت کرنے والے یونٹ پر حملہ کیا تھا اور اگر میسرہ پر حملہ کرتا تو ان کو شکست سے دوچار کردیتا، اس پر سردار نے (پھبتی کسی اور جملہ چست کرتے ہوئے) کہا: اچھا تو میمنہ اور قلب (سنٹرل کور) تو آپ کے حملہ سے لرزہ براندام ہوگیا ہوگا اور خوف سے کانپ رہا ہوگا!؟

بعلبک والوں کا جواب

بہرحال اہلِ بعلبک دو گروہوں میں بٹ گئے ایک گروہ صلح کا خواہاں تھا اور دوسرا گروہ جنگ چاہتا تھا۔ ہربیس نے معاہد کا لایا ہوا خط پھاڑ کر پھینک دیا اور اپنے غلاموں اور چھوکروں کو امر دیا کہ اس چٹھی رساں کو شہر کے پچھواڑ کی طرف قلعہ سے نیچے رسہ کے ذریعے اتار دو چنانچہ وہ قاصد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آ گیا اور قوم روم کے ساتھ ہونے والی بات چیت سے آپ کو مطلع کیا اور بتایا کہ قوم کی اکثریت آپ کے ساتھ لڑنے سے گریز کررہی ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب اگر یہ جنگ ہی چاہتے ہیں اور صلح سے ان کو دلچسپی نہیں ہے تو پھر ان سے سختی سے نمٹا جائے۔ تمھیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ شہر (بعلبک) تمھاری قلم رو میں جو شہر اور صوبے آ چکے ہیں ان میں مرکزی شہر کی حیثیت کا حامل شہر ہے جس کی بہت زیادہ اہمیت ہے اگر یہ ان لوگوں کے پاس باقی رہا تو ان لوگوں کے لئے وبال جان بنا رہے گا جن سے تمھاری صلح اور معاہدہ ہوا ہے نیز تمھارا ان شہروں کی طرف سفر کرنا بھی مشکل ہوجائیگا اور تم کوئی کام سرانجام نہیں دے سکو گے کیونکہ یہ شہر درمیان میں ایک پل کی طرح ہے۔

آپ کی تقریر سن کر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیار سنبھالے اور شہر کی طرف بڑھے تو اہل شہر نے مسلمانوں پر

تیروں اور پھر پتھروں کی بارش کر دی اور جنگ چھڑ گئی اور دشمن خدا ہربیس کے لئے "مخلہ" کی جانب بڑے برج پر تخت بچھا دیا گیا تھا جس پر وہ بیٹھا (جنگ کا مشاہدہ اور نگرانی کر رہا) تھا اس کے زخموں پر پٹیاں باندھ دی گئی تھیں اور اس نے اپنے سر پر جواہر سے مرصع صلیب سجا رکھی تھی اس کے ارد گرد قوم "ازاورۃ اراحیۃ" اور "اردحانیہ" کے نوجوان حلقہ بنا کر کھڑے تھے جنھوں نے زرہیں پہن رکھی تھیں ان کے سروں پر موتیوں والی ٹوپیاں اور گردنوں میں سونے اور چاندی کی صلیبیں آویزاں تھیں اور وہ ہاتھوں میں کمانیں اور تیر پکڑے ہوئے کھڑے تھے۔

جنگ کا آغاز

حضرت عامر بن قیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں بعلبک کی جنگ میں شریک تھا۔ مسلمان شہر کی فصیل کے قریب ہوئے تو رومی ٹڈی دل کی طرح شہر پناہ کی دیواروں پر منتشر اور پھیلے ہوئے تھے جبکہ ہمارے عرب تو بعض ایسے بھی تھے جن کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا اور ادھر قلعہ سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔

عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے پھر یہ منظر بھی دیکھا کہ روم کے کچھ لوگ قلعہ کی دیوار کی بلندی سے نیچے خندق میں اس طرح گر رہے ہیں جیسے چڑیاں گرتی ہیں۔ میں ان گرنے والوں میں سے ایک شخص کی طرف لپکا تا کہ اسے تہہ تیغ کر دوں مگر اس نے لفون لفون [1] پکارنا شروع کر دیا ہم چونکہ ان رومیوں کے ساتھ رہ رہ کر اس کا معنی جان گئے تھے کہ یہ لوگ جنگ میں اس لفظ سے امان طلب کرتے ہیں اس لئے میں نے تلوار کا وار روک لیا اور اس کو قتل نہیں کیا اور اس سے میں نے کہا: کم بخت! تیرے لئے امان ہے مگر یہ تو بتا کہ تجھے دیوار کے اوپر سے نیچے ہماری طرف کس نے پھینکا ہے؟ اس نے رومی زبان میں کچھ کہا جسے میں سمجھ نہیں سکا کیونکہ ہم پوری طرح یہ زبان سمجھنے سے قاصر تھے۔ میں اسے امیر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے کیمپ کی طرف کھینچ کر لے آیا اور میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ امیر کو سلامت رکھے! آپ کسی ایسے شخص کو طلب فرمائیں جو اس عجمی کی گنگناہٹ کو سمجھتا ہو کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ رومی، بعض لوگوں کو دیوار سے نیچے گرا رہے ہیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس بات کی تحقیق کرنے کے لئے ترجمان کو بلایا اور اس سے فرمایا: اس سے پوچھو کہ تمہارے لوگ ایک دوسرے کو دیوار سے نیچے کیوں گرا رہے ہیں؟ ترجمان نے جب اس سے سوال کیا تو اس نے کہا: پہلے مجھ سے وعدہ کریں کہ آپ مجھے قتل نہیں کرو گے۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے کہہ دو تیرے لئے امان ہے بس تو سچی بات بتا دے۔ تو اس افتادہ نے اس افتاد سے پردہ اٹھاتے ہوئے انکشاف کیا کہ ہم (جن کو گرایا جا رہا ہے) "گراں" اور

---

[1] اس کے معنی رومی زبان میں امان طلب کرنے کے ہوتے ہیں۔ (مترجم غفی عنہ)

گاؤں کے رہنے والے اور بادیہ نشین لوگ ہیں جس وقت ہم نے سنا کہ مسلمانوں کا لشکر قنسرین سے پلٹ کر ہماری طرف چل پڑا ہے تو دیہاتوں اور قصبوں کے عوام نے شہر کی طرف پناہ گزیں ہونے کا ارادہ کرلیا اور سب شہر میں جمع ہو گئے تاکہ قلعہ میں محفوظ ہو جائیں اور چونکہ قلعہ میں شہریوں نے ہم سے پہلے ہی جگہ روک لی تھی اس لئے دیواروں کے ساتھ جو جگہیں تھیں ہم نے وہاں ٹھکانا کرنا شروع کر دیا۔ چونکہ سارا شہر اور اس کے مضافات کے تمام دیہات قلعہ اور قلعہ کے چاروں طرف شہر کی فصیل کے اندر جمع ہو گئے ہیں اس لئے اندر بے حد ازدحام اور بھیڑ ہے۔ قلعہ بھی اندر سے آدمیوں سے بھرا ہوا ہے اور کہیں کوئی جگہ خالی نہیں ہے اس لئے ہم دیواروں پر چڑھ گئے اور آپ مسلمانوں کی طرف سے حملہ شروع ہوا اور جنگ چھڑی تو ہمارے اہل حرب تمہاری طرف مقابلہ کرنے کے لئے قلعہ کے اندر سے دیواروں اور برجوں کی طرف تیزی سے آگے بڑھے اور انھوں نے ہمیں روندنا شروع کر دیا۔ چونکہ بھیڑ اتنی تھی کہ پیچھے ہٹنے کی بھی کوئی صورت نہ تھی اس لئے ان فوجیوں نے ہم جیسے غیر جنگجو دیہاتیوں کو اٹھا اٹھا کر نیچے پھینک کر برجوں اور دیواروں کو خالی کرنا شروع کر دیا ہے تاکہ وہ تم لوگوں سے مقابلہ کرسکیں اور لڑسکیں۔ اب جنگ چونکہ زور پر ہے تو تمہاری طرف سے جب کوئی تیر ان کی طرف جاتا ہے تو ان کے شہریوں میں سے ایک مرد ہمارے دیہاتیوں کے ایک مرد کو نیچے پھینک دیتا ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب اس دیہاتی کی یہ گفتگو سنی تو آپ کو ان کی اس حرکت پر ہنسی آئی اور فرمایا: ہم اُمید کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل ان کو ہمارے لئے غنیمت بنا دے گا۔ اب لڑائی نے زور پکڑ لیا اور جنگ کی چکی نے جنگجو افراد کو پیسنا اور دلیہ کرنا شروع کر دیا، چیخ و پکار اور شور و غوغا برپا ہوا، رومی افواج نے شہر کی چہار دیواری کو پوری طرح حفاظت میں کرلیا اور مسلمانوں میں سے کوئی ان کے قریب پھٹکنے کی قدرت نہیں پاتا تھا جب بھی کوئی مسلمان مجاہد ذرا آگے بڑھتا تو اس پر تیروں اور منجنیق کے پتھروں کی بوچھاڑ کر دی جاتی اس طرح بارہ مسلمان مجاہدین جام شہادت پی کر جنت کو سدھار گئے اور رومیوں کے بھی ڈھیر سارے آدمی جہنم کا ایندھن بنے اور جو اہل سواد (دیہاتی) سُور البلد سے نیچے گر کر مرے وہ ان کے علاوہ تھے۔

میدانِ جنگ کا حال اور اچانک حملہ

آخر کار مسلمان اپنے کیمپوں کی طرف لوٹ آئے۔ سردی اتنی شدید تھی کہ ان حضرات کو کھانے پینے کی اتنی بھی چاہت نہیں تھی جتنی سردی کی وجہ سے آگ تاپنے کی رغبت تھی۔ یہ رات ہم نے آگ جلا کر تاپتے ہوئے اور باری باری پہرہ دیتے ہوئے گزار دی۔ ساری رات اللہ اکبر کے نعرے لگاتے رہے اور کلمہ طیبہ کا ورد کرتے رہے جب صبح ہوئی تو ہم سب نے فجر کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے منادی نے اعلان کیا۔ امیر کا حکم ہے کہ مسلمانوں میں

سے ہر مرد مجاہد جب اپنے کیمپ سے میدان جنگ کی طرف نکلے تو کھانا کھا کر جائے لہٰذا ہر سپاہی تازہ روٹی اور تازہ گرم سالن تیار کرے اور اس کے بعد پھر میدان میں جائے تا کہ بھوک اور پیاس کی وجہ سے کوئی ضعف اور کمزوری محسوس نہ ہو اور پوری قوت اور شدت سے دشمن سے لڑائی کی جائے۔

ہم امیر کا یہ حکم سنتے ہی جلدی سے اصلاح کار میں مصروف ہو گئے۔ اہل بعلبک نے ہمارے جنگ سے بیٹھ رہنے کو ہماری کمزوری سمجھ لیا۔ انھوں نے گمان کیا کہ شاید ہم تھک گئے ہیں اور انھوں نے موقع کو غنیمت جاننے میں طمع کی اور ہربیس خبیث نے چیخ چیخ کر اپنی فوج کو کہنا شروع کر دیا، نکل پڑو اور ان مسلمانوں کو وہیں جا کر دھر لو۔

حضرت غیاث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمیں محسوس ہوا کہ ہربیس کا یہ حکم سنتے ہی شہر کے تمام دروازے کھل گئے ہیں اور سوار اور پیادہ سپاہی ہماری طرف ٹڈی دل لشکر کی طرح بڑھ رہے ہیں ہم میں سے کسی نے ابھی کھانے کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا تھا کسی نے ابھی آٹا گوندھا تھا اور کوئی سالن تیار کر رہا تھا کہ اسی اثناء میں منادی نے پکارنا شروع کیا: النفیر النفیر (کوچ کوچ) دشمن دشمن، قوم کفار کو پکڑ لو، مار دو، اس سے پیشتر کہ وہ ہم پر آ کر چڑھائی کر دیں۔

مسلمانوں کا جوابی حملہ

حضرت حمران بن اسد الحضرمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے روغن زیتون اور نمک سے نان خورش (سالن) تیار کر لیا تھا اور روٹی پکا رہا تھا کہ جنگ کا بگل بج گیا اور میں نے عجلت میں اسی طرح ادھ پکا کلچہ اپنے تیار کردہ سالن میں ڈبو کر جلدی جلدی کھانا شروع کر دیا اور چند لقمے لئے تھے کہ چلو چلو کی آواز کان میں پڑی اور میں نے اپنے گھوڑے کی عنان پر ہاتھ مارا اور اس پر سوار ہو گیا اور قوم روم پر حملہ کر دیا۔ اللہ ﷻ کی قسم! مجھے اپنے آپ کی کچھ خبر نہ تھی اور گھبراہٹ کے عالم میں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں، حتیٰ کہ میں ان کے لشکر کے اندر جا گھسا کیونکہ انھوں نے ہمارے لشکر کے اندر گھس کر ہم پر اچانک حملہ کر دیا تھا ان کا لشکر کیا تھا سیاہ رات کا ایک ٹکڑا تھا۔ میرے پاس خیمے کا بانس تھا میں نے اسی سے ان پر ضربیں لگانی شروع کر دیں اور ان کے سر پھوڑ پھوڑ کر ان کو گراتا چلا جا رہا تھا یہاں تک کہ انھوں نے بھاگنا شروع کر دیا میں نے مسلمانوں کی طرف دیکھا تو ان کے تمام سوار متفرق ہیں۔ امیر لشکر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے اپنا علم بلند کر رکھا تھا اور تمام لوگ آپ کے جھنڈے کے تلے پروانہ وار جمع ہو رہے تھے، مشرکین ہمارے لشکر کے وسط میں تھے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ پکار پکار کر کہہ رہے تھے:

اے مردان عرب! آج کے دن کو ایک تاریخ ساز دن بنا دو، آج اپنی حسرت نکال لو، کسی قسم کی کمزوری اور بے ہمتی کا مظاہرہ نہیں کرنا، اس بات سے بچو کہ کل تمہاری بزدلی اور ناکامی و پسپائی کے لوگ تذکرے کرتے پھریں یا کل کا مؤرخ تمہارے متعلق یہ لکھے کہ مردان عرب پر اہل بعلبک غالب آ گئے تھے اور انھوں نے تمہیں ہلاک یا قیدی

بنالیا تھا۔

حضرت مطرف بن عبداللہ تمیمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں بعلبک کی جنگ میں شریک تھا اور ہم بنوتمیم والے زیادہ تر پیادہ تھے ایک پکارنے والے نے پکارا: اے بنوتمیم! پس ہم نے خود کو سب سے آگے کفار پر ڈال دیا۔ سب قبیلے دوڑ پڑے اور ہر گروہ نے اپنے اپنے افراد قبیلہ کو بلانا شروع کر دیا اور ہر قبیلہ نے اپنے سردار کی طرف رجوع کر لیا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے ساتھ لڑنے پر رومیوں کے سخت صبر و استقامت کو دیکھا تو آپ نے ان کے لشکر پر حملہ کر دیا اور رومیوں پر گھیرا تنگ کر دیا۔ آپ کے ہمراہ دوسرے سواروں کے علاوہ چند مشہور شہسوار یہ تھے۔ حضرت عمرو بن معدی کرب زبیدی، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر، حضرت ربیعہ بن عامر، مالک اشتر نخعی، حضرت ضرار بن ازور اور ذوالکلاع الحمیری رضی اللہ عنہم ان سب نے خوب دادِ شجاعت دی۔ انھوں نے رومیوں میں گھس کر وہ کام کیا جو آگ میں لکڑیاں داخل ہو کر کرتی ہے۔

رومیوں کا قلعہ بند ہونا اور مسلمانوں کا مشورہ

افواج روم مسلمانوں کی پاک دامن عورتوں اور بچوں کو تو گرفتار نہ کر سکے البتہ وہ کچھ جانور، سامان کپڑے اور کھانے کی اشیاء چھین کر لے گئے اور شہر میں داخل ہو کر انھوں نے شہر کے دروازے بند کر لئے اور ان کے دل میں مسلمانوں کے بارے میں طمع پیدا ہونے لگی اور ان سے لڑنے پر وہ زیادہ جری ہو گئے۔ مسلمانوں نے مزید جب ان کے یہ افعال دیکھے تو اپنے لشکر کی طرف واپس لوٹ آئے اور آگ کے الاؤ جگہ جگہ روشن کر کے سردی کی وجہ سے آگ تاپنے لگ گئے اور اپنے زخمیوں کی مرہم پٹی کی اور اپنے مجاہدین جو شہید ہو گئے تھے، ان کے کفن دفن کا انتظام کیا اس دن جو مسلمان شہید ہوئے ان میں آٹھ آزاد مرد تھے اور سات غلام تھے۔

واپس آ کر رؤساء مسلمین اور عظماء موحدین حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے اور عرض کیا کہ اے امیر! وہ سب کچھ جو اس قوم کفار کی طرف سے آج ہم پر گزرا اسے تو آپ نے ملاحظہ فرما ہی لیا ہے لیکن آئندہ کا لائحہ عمل آپ نے کیا سوچا ہے اور اس کے بعد آپ کا عزم اور ارادہ کیا کرنے کا ہے؟

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اللہ عزوجل کی طرف سے مسلمانوں پر ایک کڑی آزمائش تھی جو اس نے ہماری تقدیر میں لکھ دی تھی۔ اس میں جو شہید ہوئے ان کے درجات کو اللہ عزوجل بلند فرمائے اور مجھے جو نظر آ رہا ہے وہ یہ کہ یہ قوم کل پھر جنگ کے لئے میدان میں اترے گی اور تمھیں مقابلہ کے لئے للکارے گی اس لئے میری رائے یہ ہے کہ تم اپنا تمام سامان اور چھوٹے بڑے تمام کیمپ اکھاڑو اور فوری طور پر شہر سے کم از کم میل ڈیڑھ میل دور پیچھے ہٹ کر خیمہ زن ہو جاؤ اس سے ایک تو گھوڑے دوڑانے کے لئے ہمیں میدان کھلا مل جائے گا اور کچھ دفاعی لحاظ سے ہم محفوظ بھی ہو جائیں

گے۔ باقی فتح ونصرت اللہ ﷻ کے ہاتھ میں ہے۔

پھر آپ نے حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل العدوی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کے لئے رات کے وقت ہی ایک جھنڈا باندھ کر دیا اور پانچ سو سواروں اور تین سو پیادہ سپاہیوں پر انھیں امیر مقرر فرمایا اور ان آٹھ سو مجاہدوں کو حکم دیا کہ وہ وادی میں پڑاؤ کریں اور جبلی گیٹ پر قوم کفار سے آغاز جنگ کر دیں کیونکہ شہر کے گیٹ پر محاذ جنگ کھل جانے سے ان کی جمعیت وہاں مشغول ہو جائے گی اور بٹ جائے گی اور دوسرے مسلمانوں اس دوران میں بخوبی اپنا دفاع کر سکیں گے۔
حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر! میں ان شاء اللہ ﷻ آپ کے اس ہدف کو پورا کرنے کے لئے کافی ثابت ہونگا باقی طاقت وقوت عطا فرمانے والی اللہ ﷻ ہی کی ذات بالا و برتر ہے۔

اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو جھنڈا عطا فرما کر ان کے ماتحت تین سو سوار، دو سو پیدل کر کے ان پانچ سو مجاہدوں کو باب شامی کی طرف چلنے کا حکم دیا اور انھیں وہاں کے رومیوں سے جنگ کرنے کا امر فرمایا چنانچہ حضرت ضرار ابن ازور رضی اللہ عنہ شامی گیٹ کی طرف چل دیئے جہاں کا آپ کو امیر کا حکم صادر ہوا تھا۔ جب صبح ہوئی تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے صبح اول وقت میں اندھیرے اندھیرے مسلمانوں کو نماز فجر پڑھائی اور اس کے بعد مسلمانوں نے ہتھیار پہن لئے۔ سورج طلوع ہونے کو تھا جب شہر کا مرکزی دروازہ کھول دیا گیا۔

لڑائی کا دوسرا دن

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی اسی مرکزی گیٹ پر اپنے لشکر کے ساتھ نازل ہو چکے تھے۔ مردان روم نے شہر سے نکلنا شروع کیا۔ ادھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کی صف بندی فرما چکے تھے، آپ کے ساتھی مجاہدین اپنی طرف شہر سے نکلنے والے کفار کی فوج کی کثرت کو دیکھ رہے تھے اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ان سے ضرب وحرب کے سلسلہ میں برابر مشاورت فرما رہے تھے، ادھر قوم روم والے اپنے سردار ہربیس کے گرد اکٹھے ہو رہے تھے اور وہ اپنی قوم سے کہہ رہا تھا: اے گروہ نصاریٰ! دراصل دین عیسائیت کے ان کرتوں دھرتوں جو تم سے پہلے تھے، ان عربوں سے جنگ کرنے میں بزدلی کا مظاہرہ کیا اور تم نے اپنی جانوں کو مسیح کے لئے وقف کر دیا ہے اس لئے درحقیقت تمھیں اپنے دین، اپنے اہل وطن اور اپنے مقدس مقامات کی حمایت وحفاظت کرنے والے اور اپنی اور اپنے اہل وعیال کی جانوں اور عزتوں کا دفاع کرنے والے ہو۔

یہ سن کر زعمائے قوم نے کہا: اے صاحب! آپ ہر پہلو سے مطمئن رہیں ہم آپ کی آنکھیں ٹھنڈی اور دل مسرور کرینگے۔ دراصل ان عربوں سے جب تک ہمارا پالا نہیں پڑا تھا ہماری ان سے جنگ نہیں ہوئی تھی اور جنگ کے میدان میں ہم نے ان کو آزمایا نہیں تھا تو واقعی ہم ان سے ڈرتے تھے اور ڈرا کرتے تھے لیکن اب تو ان کے

ساتھ جنگ وقتال کر کے ہمیں عملی تجربہ ہو چکا ہے اور ہم ان کی جنگی قوت کو پہچان گئے ہیں اور ہمیں علم ہو گیا ہے کہ اگر یہ عرب پورے صدق کے ساتھ جنگ کریں تو ہم سے سخت جان ثابت نہیں ہونگے اور نہ ہی ہم سے بڑھ کر ثابت قدمی کا مظاہرہ کرینگے اور بعض مسلمانوں کے تن پر تو پھٹے پرانے لباس کے سوا کچھ نہیں اور وہ بالکل نہتے ہیں، ان کے پاس نہ ہتھیار ہیں نہ جسم کو بچانے کے لئے کوئی جنگی لباس ہے۔ ان عربوں کی شکل وہیئت کو دیکھنے سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ فقر ان کا شعار اور ذلت و مسکنت ان کا دثار (اوڑھنا بچھونا) ہے ایک ہم ہیں کہ جنھوں نے کامل فولادی زرہیں پہن رکھی ہیں، دوہرے جوشن اور مضبوط ہیلمٹ زیب تن اور زیب سر کر رکھے ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ ہم موت کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر لڑنے والے جان باز ہیں۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا قوم سے خطاب

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: امیر جیش حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے جب قوم روم کی اس قدر کثرت و بہتات کی طرف نظر دوڑائی تو آپ نے خطاب کرتے ہوئے بلند آواز سے ارشاد فرمایا:

"اے گروہ مسلمین! بزدلی مت دکھانا ورنہ تمھاری ہوا اکھڑ جائیگی اور تمھاری ہیبت گر جائے گی (اور کفار کے دلوں سے تمھارا رعب جاتا رہے گا) لوگ مثال دیا کریں گے کہ اہلِ بعلبک نے تمھیں شکست و ہزیمت سے دوچار کر دیا تھا تمھارے خون کی ندیاں بہا دی تھیں اس لئے صبر و استقامت سے ڈٹ کر اس کی راہ میں لڑتے رہو بیشک اللہ عزوجل نے صابرین کے ساتھ بہتر انجام کا وعدہ فرمایا ہے۔"

امیر کا خطاب سن کر مسلمانوں نے جواباً اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا: اے امیر! آپ خاطر جمع رکھیں، ہم انشاء اللہ عزوجل جدوجہد میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑیں گے پوری طرح جان لڑائیں گے۔ سپاہ روم کے دلوں میں مسلمانوں کے بارے میں طمع نے گھر کر لیا ہے۔

حضرت سہل بن صباح عبسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جنگ بعلبک کا میں عینی شاہد ہوں۔ اہل شہر دوسرے دن ہماری طرف نکلے ان کی طمع ہمارے متعلق پہلے دن سے بھی زیادہ تھی۔ انھوں نے ہم پر حملے کا مصمم ارادہ کر رکھا تھا۔ میں اس دن زخمی حالت میں تھا۔ میرے دائیں بازو میں زخم آیا تھا جس کی وجہ سے میں اپنے ہاتھ کو حرکت دے سکتا تھا اور نہ تلوار اٹھانے کی پوزیشن میں تھا۔ میں اپنے گھوڑے سے اتر کر پیدل چلنے لگا اور اپنے ساتھیوں کے درمیان سے نکل گیا کیونکہ میں نے سوچا کہ اگر ان عجمیوں میں سے کسی نے مجھ پر حملہ کر دیا تو میں زخمی ہونے کی وجہ سے اپنی جان کا دفاع نہیں کر سکوں گا چنانچہ میں نے ایک پہاڑ کی طرف رُخ کیا اور پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر ایک چٹان کی آڑ میں بیٹھ کر دونوں لشکروں کی باہم لڑائی کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہا۔ رومی سپاہی مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے اور ان کے خون سے

اپنی پیاس بُجھانے کے لئے بڑی طمع رکھتے تھے۔ مسلمان ایک دوسرے کو صبر واستقامت کی تلقین چلا چلا کر کر رہے تھے اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ان سے مدد کا وعدہ فرما رہے تھے۔ مسلمانوں کے گروہ اور قبائل اپنے مفاخر بیان کر کے جوش پیدا کر رہے تھے۔

لڑائی کا آغاز

حضرت سہل بن صباح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: پہاڑ کی بلندی سے ڈھالوں اور خودوں پر شمشیروں کی ضرب پڑتی تو میں ان سے شرارے اڑتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ دونوں فریق آپس میں گھتم گتھا ہو کر لڑ رہے تھے اور ایک دوسرے کے سپاہیوں کی بوٹیاں اڑا رہے تھے یعنی گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی۔

حضرت سہل بن صباح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے یہ صورت حال دیکھ کر اپنے دل میں کہا کہ امیر جیش اسلام کے ساتھ اس طرح کارن پڑا ہوا ہے اور وہ دشمن کے حصار میں آ چکا ہے تو ایسے عالم میں حضرت سعید بن زید اور حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہما کا شہر کے مقفل دروازوں پر ٹھہرے رہنا زیادہ فائدے مند نہیں ہے۔ ملک شام میں ہمارا یہ اصول رہا کہ اگر ہم کسی وقت آپس میں اکٹھا ہونا چاہتے تو رات کو آگ جلاتے اور دن کو دھواں کر دیا کرتے تھے چنانچہ میں نے درختوں کے نیچے سے پتے اکٹھے کر کے اور کچھ لکڑیاں جمع کر کے آگ جلائی اور ان خشک لکڑیوں پر ہری گھاس اور سبز ٹہنیاں رکھ دیں جن سے دھواں ہی دھواں ہو گیا جب دھواں اٹھا اور افق کی طرف چڑھا تو فضا میں اس قدر دھواں دیکھ کر حضرت سعید بن زید اور ان کے ساتھیوں حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھیوں نے آپس میں ایک دوسرے کو آوازیں دیکر اکٹھا کر لیا اور کہا کہ خدا تم پر رحم کرے امیر پر کوئی مصیبت آ پڑی ہے، ہمیں جلدی ان کے پاس پہنچنا چاہئے کیونکہ یہ دھواں کسی بہت بڑی مصیبت پر دلالت کرتا ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ ہم سب کو ایک مقام پر اکٹھے ہو جانا چاہئے، چنانچہ یہ حضرات اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے اپنے مسلمان ساتھیوں کے پاس پہنچ گئے۔

غیبی امداد کا آنا

ادھر جنگ اپنے زوروں پر تھی، سخت گھمسان کا رن پڑا ہوا تھا، کرب بڑھ رہا تھا، تلواریں چمک رہی تھیں، مردان کار کے سر کٹ کٹ کر گر رہے ہیں، باوجود سردی کے ان پر گرمی لوٹ آئی تھی، معاملہ بڑھتا ہی جا رہا تھا اور صبر کا دامن چھوٹ جانے کو لگتا تھا۔ ادھر سورج بلند ہو رہا تھا اور ادھر خون کی ندیاں بھی بلند ہو رہی تھیں۔ مشرکوں نے تباہی مچا رکھی تھی اور ان میں جنگ کی آگ شعلے بھڑکا رہی تھی، کلیجے منہ کو آ رہے تھے، تلواریں اپنا کام برابر دکھا رہی تھیں، دونوں فریق ڈٹے ہوئے تھے اور صبر واستقامت کا مظاہرہ کر رہے تھے کہ ایک شخص نے پکار کر کہا اور یہ آواز آئی:

''کافر ذلیل ہوگئے اور خوف خدا رکھنے والوں کی مدد کی گئی'' (اور ایک نسخہ میں اس طرح ہے) ''اے حاملین قرآن تمھارے پاس رحمان کی طرف سے فتح و نصرت آ پہنچی ہے اور صلیب کے پجاریوں کے خلاف تمھاری فتح ہے۔''

اور اس آواز کے ساتھ ہی حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید رضی اللہ عنہ اپنے دستے کے آگے آگے اپنے نیزے سیدھے کئے ہوئے اور تلواریں میان سے نکالے ہوئے نمودار ہوئے جو تیزی سے اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے قریب پہنچ رہے تھے۔ زمین لرز رہی تھی اور رومیوں کو یقین تھا کہ وہ اب غالب آ کر رہیں گے مگر اچانک ان پر مسلمانوں کے علم ظاہر ہوئے اور موحدین کے دستے سامنے آ گئے تو انھوں نے ادھر توجہ کی اور مڑ مڑ کر دیکھنے لگے کہ واقعہ کیا ہے؟ اب ان کو خبر ہوئی کہ انھیں تو مسلمانوں نے پیچھے سے گھیرے میں لے لیا ہے اور وہ ان کے اور ان کی عورتوں اور بچوں کے درمیان حائل ہو گئے ہیں اب انھوں نے بجائے فتح کے نعروں کے، اپنی تباہی اور ہلاکت و بربادی کا شور اور واویلا مچانا شروع کر دیا اور ان کو یقین ہو گیا کہ مسلمانوں کے پاس مدد کے لئے نئی کمک پہنچ گئی ہے اور ان کے سردار نے ان کو دھوکے میں رکھا ہے۔

ان کے سردار نے جب اپنے سپاہیوں میں خوف و ہراس پھیلتے دیکھا تو انھیں ڈانٹ کر اور چلا کر کہا: اوئے بدبختو! شہر کی طرف تم میں سے کسی نے لوٹ کر نہیں جانا ہے تمھارے اور اس شہر کے درمیان مسلمانوں کا لشکر حائل ہو گیا ہے اور یہ عربوں کی ایک چال ہے تم ان کے مکر میں نہ آنا۔ جب مسلمانوں نے یہ آواز سنی تو انھوں نے چاروں طرف سے بطریق (رومی سردار) کا گھیراؤ کر لیا اور اسے حلقہ میں لے لیا۔

رومی سردار کا گھیراؤ

سردار اپنے ساتھیوں کو لے کر ایک پہاڑ کی طرف نکل گیا۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اپنے لشکروں کے ساتھ قلعہ کی دائیں سمت سے آ رہے تھے چنانچہ مسلمان اس کے نقش قدم پر چل نکلے حتیٰ کہ پہاڑ پر جا چڑھے۔ رومیوں نے پہاڑ کی ایک محفوظ جگہ میں پناہ لی اور اس خالی مقام میں قلعہ بند ہو گئے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ ان کا تعاقب کرتے ہوئے ان تک پہنچ گئے۔ آپ کے ساتھ پانچ سو سواروں کا لشکر تھا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب رومی فوج کو شکست کھا کر پسپا ہوتے اور اپنی جانوں کو بچانے کے لئے بھاگتے ہوئے دیکھا تو آپ نے مسلمانوں کو منادی کر کے فرمایا: اے گروہ مسلمین! خبردار! تم میں سے کوئی شخص ان رومیوں کا پیچھا نہ کرے اور تم متفرق اور منتشر ہرگز نہ ہونا کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ رومیوں کی یہ بظاہر ہزیمت اور پسپائی اختیار کرنا تمھارے لئے ان کا مکر و فریب، جنگی چال اور خفیہ تدبیر بھی ہو سکتی ہے حتیٰ کہ جب تمھاری جمعیت متفرق ہو جائے تو وہ تمھاری طرف پلٹ آئیں اور حملہ کر دیں۔

حضرت سعید بن زید ﷛ نے چونکہ حضرت ابو عبیدہ ﷛ کی ندا نہیں سنی تھی کیونکہ اگر انھوں نے آپ کی آواز سن لی ہوتی تو ان رومیوں کا تعاقب نہ فرماتے اور نہ ان کے پیچھے جاتے۔ حضرت سعید ﷛ کا اندازہ یہ تھا کہ باقی مسلمان بھی اپنی جمیتوں کے ہمراہ ان سے آملیں گے اور وہ ان کے پیچھے چلے آرہے ہیں۔ جب بطریق (رومی جرنیل) اور اس کے ساتھی جرنیل اور مردان کارزار پہاڑ کی قلعہ نما جگہ میں بند ہو گئے اور انھوں نے سمجھا کہ ہم محفوظ اور قلعہ بند ہو گئے ہیں تو حضرت سعید بن زید ﷛ نے فرمایا:

لگتا ہے کہ اللہ ﷻ اس گروہ اور طائفہ کی ہلاکت کا ارادہ فرما چکا ہے پس تم چاروں طرف سے ان کا محاصرہ کر لو اور گھیرا تنگ کر دو اور جب تک دوسرے مسلمان تمھیں نہیں آملتے اور امیر کی رائے تم تک نہیں پہنچ جاتی، ان دشمنوں میں سے کوئی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنے نہ پائے پہاڑ کی کھوہ میں ہی ان کو قابو رکھو۔ پھر آپ نے تقریباً بیس سوار اپنے ساتھ لئے اور اکابر مسلمین میں سے ایک بزرگ کی طرف متوجہ ہو کر ان سے کہا آپ میرے قائم مقام ہیں یہاں تک کہ میں امیر جیش حضرت ابو عبیدہ ﷛ کی رائے ان رومیوں کے بارے میں معلوم کر لوں یہ کہہ کر آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ چل دیئے یہاں تک کہ مسلمانوں کے لشکر سے لاحق ہو گئے۔

جس وقت حضرت ابو عبیدہ ﷛ نے آپ کی طرف دیکھا تو کہا: ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ'' بخدا! مسلمان ختم ہو گئے، پھر آپ حضرت سعید ﷛ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے فرمایا: اے سعید ﷛! تیرے ساتھ جو مرد تھے کہاں ہیں؟ تو نے ان کے ساتھ کیا کیا ہے؟

حضرت سعید ﷛ نے کہا: اے امیر! آپ کو بشارت ہو۔ بیشک مسلمان خیر اور سلامتی سے ہیں اللہ ﷻ کے دشمنوں کا انھوں نے محاصرہ کیا ہوا ہے وہ پہاڑ کی ایک کھوہ میں پھنس کر رہ گئے ہیں ہر طرف سے مسلمانوں نے ان کا گھیراؤ کر رکھا ہے اور آپ نے پورا قصہ سنایا اور عرض کی کہ جب مسلمانوں کی خبر ہم تک پہنچنے میں دیر ہو گئی تو میں پہاڑ سے نیچے اترا تا کہ مسلمانوں کے حالات معلوم کر سکوں نیز آپ کی رائے لوں کہ آپ کا کیا حکم ہے؟ حضرت ابو عبیدہ ﷛ نے فرمایا:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَزَمَهُمْ عَنْ اَوْطَانِهِمْ وَاَزْعَجَهُمْ.''

''اللہ ﷻ کا شکر ہے جس نے دشمنوں کو ان کے وطن سے شکست اور ہزیمت دیکر نکال باہر کیا ہے اور ان کے پاؤں اکھاڑ دیئے ہیں۔''

پھر آپ حضرت ضرار بن ازور ﷛ اور حضرت سعید بن زید ﷛ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے فرمایا: اللہ ﷻ تم دونوں پر رحم فرمائے! یہ تم نے کیا کیا ہے؟ میں نے تو تمھیں شہر کے دروازے پر متعین کیا تھا اور یہ حکم دیا تھا کہ تم نے شہر کے دروازے سے ادھر ادھر ہرگز نہیں ہلنا پھر تم نے میرے حکم کی مخالفت کیسے کی ہے؟ تمھیں تو یہ حکم دیا گیا تھا کہ رومیوں

کو تم نے وہیں الجھائے رکھنا ہے تا کہ وہ ہمارے لشکر کی طرف پیش قدمی نہ کر سکیں مگر تم حکم عدولی کر کے ادھر چلے آئے، تم نے تو مجھے اور میرے ساتھیوں کو اس اندیشے میں مبتلا کر دیا کہ تم اپنے ساتھیوں سمیت شہید کر دیئے گئے ہو اسی وجہ سے میں نے شکست خوردہ ہو کر بھاگنے والے رومیوں کا تعاقب کرنے سے اپنے ساتھیوں کو منع کر دیا تھا حتیٰ کہ وہ پہاڑ پر چڑھ گئے۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے امیر! ہم نے آپ کے کسی امر کی نافرمانی کی اور نہ آپ کی کسی بات میں مخالفت کی اور میں اس مقام پر ٹھہرا ہوا تھا جہاں آپ نے مجھے مقرر فرمایا تھا۔ ہم نے اچانک دھواں اٹھتا ہوا دیکھا تو ہمارے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس کی وجہ معلوم کرنی چاہئے اور ہم نے آپس میں کہا کہ یا تو یہ رومیوں کی مصیبتوں میں سے کوئی بڑی مصیبت ہے یا پھر مسلمانوں نے ہمیں طلب کرنے کے لئے ایسا کیا ہے۔ چنانچہ حقیقت حال کو جاننے کی غرض سے ہم جلدی سے آپ کی طرف چل دیئے، حتیٰ کہ جو کچھ ہوا آپ نے ملاحظہ فرما ہی لیا ہے اور ہمیں یہ ڈر پیدا ہو گیا تھا کہ اگر ہم اپنی جگہ قائم رہے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم بلانے کے باوجود آپ کی مخالفت کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ اکبر، وَمَا تَوْفِيْقِي اِلَّا بِاللّٰهِ تَعَالٰى بخدا! جس وقت رومی ہم پر ٹوٹ پڑے اور انھوں نے ہمارے لشکر پر حملہ بول دیا تو میرے دل میں فوراً تمھارا خیال آیا کہ کاش کوئی آواز دینے والا چلا کر سعید اور ضرار رضی اللہ عنہم کو اور ان دونوں کے ساتھیوں کو بلائے تا کہ وہ بھی ہمارے ساتھ ہوں اور ہم مل کر دشمنوں کا مقابلہ کر سکیں یا کوئی شخص پہاڑ پر چڑھے اور وہاں دھواں کر کے ان کو مطلع کر دے یوں وہ دونوں دھویں کی دلالت سے سمجھ کر اپنے ساتھیوں سمیت ہم سے آملیں۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ عزوجل کی قسم! میں نے پہاڑ پر آگ اور اس کا دھواں دیکھا جو آسمان کے کناروں تک پہنچ رہا تھا۔ یہ بات سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے لشکر میں منادی کر کے دریافت فرمایا: اے گروہ مسلمین! تم میں سے کون ہے جس نے پہاڑ پر آگ جلا کر دھواں کیا تھا؟ وہ امیر کے پاس آ کر اس بات کا جواب دے۔" حضرت سہل بن صباح رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کیا: اے امیر! میں نے جب نداء سنی کہ کوئی شخص ہمیں اللہ عزوجل کی قسم دے کر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کا واسطہ دے کر پکار رہا ہے اور میں اس وقت اپنے لشکر میں واپس لوٹ آیا تھا قوم روم کی شکست کے بعد، چنانچہ میں نے منادی کی نداء پر لبیک کہا اور امیر کی طرف چلا آیا تھا اور یہ پہاڑ پر آگ جلانا اور دھواں کرنا میرا کام ہے میں نے ہی ایسا کیا تھا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کو ایسا کرنے کی کیونکر جرأت ہوئی؟ پس میں نے آپ کے سامنے تمام قصہ بیان کر دیا جس پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل تجھے جنت کی توفیق بخشے آئندہ کے لئے تمھیں تنبیہ کی جاتی ہے

کہ امیر کے اذن کے بغیر ایسا کوئی ہنگامی کام ازخود کرنے کی جسارت مت کرنا اس طرح کا کام اجازت اور مشورہ سے کرنا چاہئے۔

مسلمانوں کا مشکل میں پھنسنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ جب حضرت سہل بن صباح رضی اللہ عنہ سے گفتگو فرما رہے تھے اسی دوران میں مسلمانوں میں سے ایک شخص پہاڑ سے اتر کر آیا اور وہ ''جنگ کے لئے نکلو'' ''جنگ کے لئے نکلو'' کی نداء کرتا ہوا آ رہا تھا اور چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا اپنے مسلمان بھائیوں سے جاملو اور ان کی خبر لو کیونکہ رومیوں نے ان کا گھیراؤ کر لیا ہے اور مسلمان سخت ترین جنگ کی حالت میں ہیں اور ایک بڑی مصیبت میں پھنس کر رہ گئے ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہوئی کہ بطریق (رومی سردار) نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کی تعداد نہایت قلیل ہے تو اس نے اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے چلا کر کہا: اس مٹھی بھر ٹولے اور چھوٹے سے گروہ کی طرف نکلو جس نے تمہارا گھیراؤ کر رکھا ہے ان کو قتل کر ڈالو اور واپس شہر کی طرف چلو یاد رکھو اگر تم نے ان کو ہلاک کر دیا تو سمجھ لو کہ تم نے عرب کی حدت کو توڑ دیا اور باقی ماندہ عرب خود ہی بھاگ جائیں گے۔

حضرت مصعب بن عدی التوخی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: بعلبک کی لڑائی میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے جملہ اصحاب میں شامل تھا اور ہم بطریق اور اس کے رومی ساتھیوں کا پہاڑ کی گھاٹی میں اپنے پانچ سو ساتھیوں کے ہمراہ محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ ہمیں رومیوں کا علم اس وقت ہوا جب بطریق (رومی جرنیل ہربیس) اور اس کے ساتھی ہماری طرف ایک دم تیزی سے دوڑ پڑے اور انھوں نے ہر طرف سے ہمیں گھیرے میں لے لیا ہم نے اپنے ساتھیوں کو آوازیں دے دے کر اکٹھا کیا اور بڑی مشکل سے مجتمع ہوئے۔

اللہ عزوجل کی قسم! میں شام کی تمام لڑائیوں میں اور روم کی فوج کے ساتھ جنگ میں حاضر رہا ہوں لیکن میں نے بعلبک کے گورنر کے ساتھیوں سے زیادہ سخت جان اور بڑے جنگجو مرد کبھی نہیں دیکھے تھے۔ یہ لوگ نہایت ثابت قدمی سے آہن وفولاد کے نیچے لڑ رہے تھے بخدا! انھوں نے ایک دم ہم پر حملہ بول دیا اور ٹوٹ پڑے اور ہمارے اردگرد ٹڈی دل کی طرح پھیل گئے اور آہستہ آہستہ ہمارا احاطہ کر لیا حالانکہ پہلے ہم نے ان کے جتھے کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ اس دن ہمارا اشعار (کوڈ ورڈ) یہ تھا کہ ہم آپس میں کہتے تھے: ''اَلصَّبْرُ بِعُقْبَةِ النَّصْرِ'' ''صبر واستقامت کے بعد ہی فتح ونصرت حاصل ہوتی ہے۔'' ہم سخت ترین جنگ کی حالت میں تھے اور پوری جانثاری سے لڑ رہے تھے کہ اچانک ہم نے آوازیں بلند ہوتی سنیں جس کی گونج سے پہاڑ بھر گئے ایک شخص ندا کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا:

''هَلْ مِنْ رَجُلٍ يَهَبُ نَفْسَهُ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ فَاِنَّهُمْ بِالْقُرْبِ مِنَّا وَلَا

يَعْلَمُوْنَ مَا نَزَلَ بِنَا."

"کیا کوئی ایک ایسا مرد خدا نہیں ہے جو اللہ ﷻ اور اللہ کے رسول ﷺ کے لئے اپنی جان کا ہبہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو ادھر کھینچ لائے کیونکہ وہ ہم سے بہت قریب فاصلے پر موجود ہیں مگر انھیں خبر نہیں ہے کہ ہم پر کیسی مصیبت آن پڑی ہے۔"

حضرت مصعب بن عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے جب آواز سنی تو میں نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور چابک سے اسے گرم کردیا اب تو وہ فراٹے بھرتا ہوا آندھی کی طرح جارہا تھا اور بجلی کی طرح کوندتا ہوا اڑے جارہا تھا باوجود اس کے کہ میں نے رومیوں کے دو آدمیوں کو قتل کردیا تھا وہ مجھے پکڑ نہ سکے اور میں ان کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے ہوا ہو گیا میں دیکھ رہا تھا کہ میرا گھوڑا چٹانوں کے اُوپر سے اچھلتا کودتا ہوا چیتے کی طرح گزر رہا تھا یہاں تک کہ میں مسلمانوں کے لشکر کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے قریب پہنچ کر مسلمانوں کو پکار پکار کر کہنا شروع کیا"النفیر"،"النفیر" (جنگ، جنگ)۔

جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے نداء سنی تو انھوں نے بلند آواز سے چلا کر تیراندازوں کو پکارا جو فوراً آپ کی آواز پر حاضر ہوگئے یہ تیرانداز ایک سو اور دوسرے نسخہ کے مطابق پانچ سو کی تعداد میں عربی کمانیں لے کر حاضر ہوگئے اور حکم ثانی کا انتظار کرنے لگے۔ آپ نے ان کو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی کمان میں دیتے ہوئے فرمایا کہ دشمن کے تمہارے ساتھیوں کو گزند پہنچانے سے پہلے تم ان سے جاملو، پھر آپ نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا اور ان سے کہا کہ تم بھی اپنے بھائی سعید رضی اللہ عنہ کی مدد کے لئے پہنچ جاؤ۔ چنانچہ یہ بھی پہاڑ کی چوٹی کی طرف روانہ ہوگئے جب انھوں نے رومیوں کے اُوپر چڑھائی کی تو دیکھا کہ رومیوں نے اصحاب رسول ﷺ کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اور مسلمان ان کے درمیان اس طرح معلوم ہوتے تھے جیسے آنکھ کے حلقہ میں پتلی ہوتی ہے۔

مجاہدین کا مدد کے لیے آنا اور رومیوں کا گھیراؤ کرنا

حضرت ابوزبید بن عامر زبیدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو پہاڑ کی گھاٹی میں جنگ کے لئے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے زیر قیادت گئے تھے۔ رومیوں نے ہر طرف سے ہمارا محاصرہ کر رکھا تھا اور ہم شرفاء کی طرح ان کے سامنے ڈٹے ہوئے تھے، ہمارے ستر مرد زخمی اور شہید ہو کر گر چکے تھے، ہم بڑی سختی اور تنگی میں تھے اور رومی ہماری طرف بڑی طمع سے بڑھ رہے تھے یہاں تک کہ ہم نے تکبیر کی آوازیں سنیں اور جنگ کے لئے کوچ کی صدائیں ہمارے کانوں میں پڑنے لگیں۔ جب مسلمانوں کے جھنڈے لہراتے ہوئے دیکھے تو رومی افواج پسپا ہو کر پہاڑ کی غار کی طرف پلٹنا شروع ہوگئی اور ہم نے ان کی پچھلی صفوں کو جالیا اور ان کے اکثر آدمیوں کو قتل اور بہت سے

آدمیوں کو زخمی کر دیا۔ کیونکہ وہ بہت زیادہ تعداد میں تھے اب رومی پہاڑ کی غاروں میں گھس گئے اور مورچہ بند ہو گئے ہمارے ساتھیوں نے ان کا محاصرہ کر لیا ان کی حالت یہ تھی کہ تیروں کے ڈر سے ان کا کوئی سپاہی غار سے اپنا سر باہر نکال کر دیکھتا تک نہیں تھا۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر پہنچی کہ مسلمانوں کے ستر آدمی بعض شہید اور بعض زخمی ہو گئے ہیں اور مشرکوں کے بھی بہت سے لوگ ہلاک ہوئے ہیں اور ہم نے رومی فوج کا محاصرہ کر رکھا ہے اور وہ غار میں اس طرح محصور ہو کر رہ گئے ہیں کہ ان کے پاس نہ توشہ ہے اور نہ پینے کو پانی تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں اور شکر ہے اس ذات کا جس نے کفار کو مجتمع ہونے کے بعد پھر بکھیر دیا ہے اس کے بعد آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

﴿وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ۠﴾

''اور روک کر دی گئی ان میں اور اس میں جسے چاہتے ہیں جیسے ان کے پہلے گروہوں سے کیا گیا تھا بیشک وہ دھوکا ڈالنے والے شک میں تھے۔''[1]

پھر آپ مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''تم اپنی اپنی جگہوں کی طرف واپس لوٹ جاؤ اور شہر کے گرد خیمے نصب کر لو بے شک اللہ عزوجل نے تمہارے دشمن کو پسپا کر کے تمہارے ساتھ اپنے کئے ہوئے وعدہ کو پورا فرما دیا ہے۔ اس لئے کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ۠﴾

''یہ اس لیے کہ مسلمانوں کا مولیٰ اللہ ہے اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں۔''[2]

مسلمان آپ کا حکم سن کر اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف پلٹ گئے جہاں وہ پہلے پڑاؤ کیے ہوئے تھے اور انہوں نے اپنے اپنے مقام پر دوبارہ خیمے نصب کر لئے مسلمانوں نے دشمن کی نقل و حرکت کی مانیٹرنگ کے لئے اپنے جاسوس مقرر کر دیئے اور اپنے اونٹوں کو چراگاہوں میں چھوڑ دیا، غلاموں کو خشک لکڑیاں لانے کے لئے جنگل کی طرف روانہ کر دیا اور اپنے کیمپوں کے پاس آگ جلا کر بیٹھ گئے ان سے خوف جاتا رہا اور امن و امان ہو گیا۔

شہر والوں کی حالت

اہلِ بعلبک نے شہر کی فصیل کے اُوپر سے جھانکنا اور شور و غل کرنا شروع کر دیا۔ وہ اپنی زبان میں بڑبڑا رہے تھے

[1] پارہ 22، سبا 54، ترجمہ کنزالایمان
[2] پارہ 26، محمد 11، ترجمہ کنزالایمان

اور چیخ چلا رہے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ترجمان سے پوچھا کہ یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ ترجمان نے بتایا اے امیر! یہ کہہ رہے ہیں کہ جب سے عرب ہمارے شہروں میں اور ہماری سرزمین پر آئے ہیں اس دن سے ہم پر مسلسل مصیبت آئی ہوئی ہے ہمارے شہر، گھربار اور مال مویشی سب کچھ تباہ ہو کر رہ گیا ہے اور وہ یہ باتیں کر کے اپنے ہلاک ہونے والوں کو یاد کر کے بین کر رہے ہیں۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جب شام کا وقت قریب آ گیا تو حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا اور فرمایا: اے ابن زید! خوب ہوشیار ہو کر رہنا اور اپنے ساتھیوں کا پوری طرح خیال رکھنا اور انکی حفاظت کے سلسلہ میں مکمل احتیاط برتنا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے پوری کوشش کرنا کہ جو مشرک قوم تمھارے محاصرہ میں آ چکی ہے ان میں سے کوئی آدمی نکل کر جانے نہ پائے اور نہ ہی ان محصورین کے لئے میدان میں کوئی راستہ کھلا چھوڑنا جہاں سے یہ نکل کر بھاگنے میں کامیاب ہو جائیں اور ایک ایک کر کے سارے کھسک جائیں حتیٰ کہ تمھاری مثال اس شخص کی طرح ہو جائے کہ اس کے ہاتھ میں ایک چیز آئی اور اس نے اس کو ضائع کر دی۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے پاس جب قاصد یہ پیغام لے کر آیا تو آپ نے ساتھیوں کو یہ تاکید کر دی کہ جب تم جنگل سے لکڑیاں لینے جاؤ تو سو آدمی اور وہ بھی مسلح ہو کر نکلیں، ہتھیار کے بغیر کوئی نہ نکلے اور دوسری بات یہ کہ اپنے ساتھیوں سے زیادہ دور نہ جائیں۔ چنانچہ لوگ جلانے کے لئے لکڑیاں کاٹنے کو گئے تو انھوں نے آپ کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کیا۔ انھوں نے آگ جلائی اور رات اللہ اکبر کے نعروں اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے ذکر بالجہر کے ساتھ غاروں میں محصور کفار کے گرد پہرہ دیتے اور گشت لگاتے ہوئے گزار دی۔

رومیوں کا آپس میں مشورہ

بطریق (رومی جرنیل) نے جب اس صورت حال کا مشاہدہ کیا تو اپنی قوم کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا: ہائے افسوس! ہماری تدبیر بری ثابت ہوئی اور ہم نے رائے قائم کرنے میں غلطی کی اور ہمارے لئے کوئی مدد ہے نہ مددگار ہے اور عربوں نے ہمیں ایک تنگ جگہ میں محبوس اور بند کر دیا ہے جہاں پر کھانے کو کچھ ہے اور نہ پینے کو اور اگر ایک دن مزید ہم یہاں محصور رہے تو ہماری قوت کمزور پڑ جائے گی اور ہمارے کمزور لوگ مر جائیں گے اور ہمارے گھوڑے ہلاک ہو جائیں گے اور اگر ہم نے بادل نخواستہ مجبور ہو کر خود کو اپنے دشمن کے حوالے کر دیا اور گرفتاری پیش کر دی تو پھر بھی وہ ہمیں قتل کر دیں گے۔

بطریق کی یہ گفتگو سن کر اس کے سرداروں نے کہا: تو پھر درپیش حالات آپ کا کیا مشورہ ہے آخر ہمیں کیا کرنا

چاہیے؟ بطریق نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ ہمیں عربوں کے ساتھ دھوکے کا معاملہ کرنا ہوگا اور ان کے ساتھ حیلے بہانے سے صلح کی درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں اور اہل شہر کو جن شرائط پر تم چاہو پناہ دے دو اور میرا خیال ہے کہ میں ان کو یہ ضمانت بھی دے دوں کہ میں انکے لئے شہر کا دروازہ کھول دوں گا جس طرح وہ مطالبہ کریں یا ہم ان کے ذمہ میں پناہ گزین ہو جائیں اور جس وقت ہم شہر میں داخل ہو جائیں تو پھر ہم شہر کی فصیل پر چڑھ کر ان سے جنگ کریں گے اور شاید یہ بھی ہم کر سکیں کہ گورنر ''عین البحر'' اور گورنر ''جوسیہ'' دونوں کی طرف امداد کے لئے پیام بھیجیں اور عین ممکن ہے کہ وہ ہماری مدد کیلئے آ جائیں تو وہ دونوں اپنے لشکروں کے ساتھ شہر سے باہر میدان میں جنگ برپا کر دیں اور ہم شہر پناہ کی دیواروں سے ان عربوں پر تیراندازی اور سنگ باری کر کے ان کے ساتھ لڑائی جاری رکھیں اور حضرت مسیح ﷺ اس مرتبہ ہماری کفایت فرمائیں اور وہ ہمارے لئے کافی ہوں گے۔

قوم نے کہا: جناب عالی! گورنر جوسیہ خود پھنسا ہوا ہے اس لئے وہ کبھی بھی آپ کی مدد کے لئے نہیں آئے گا بلکہ وہ تو لگتا ہے کہ ہماری طرح اپنے شہر میں محصور ہو کر رہ گیا ہے اور عربوں کے ہمارے یہاں پڑاؤ سے قبل یہ اطلاع بھی ملی ہے کہ انھوں نے صاحب جوسیہ سے صلح کر لی ہے اور پھر یہ بھی یاد رکھیں کہ اہل جوسیہ میں اتنی طاقت وقوت کہاں سے آئی کہ وہ عربوں سے ٹکر لے سکیں اور جنگ کر سکیں اور رہا عین البحر کے گورنر کا معاملہ تو وہ ایک مذہبی اور دیندار آدمی ہے تو اس طرح کے عابد وزاہد اور رہبانیت منش آدمی نے کیا جنگ کرنی ہے! اور علاوہ ازیں اس کے پاس نہ تو کوئی فوج ہے اور نہ وہ جنگ کی جرأت کر سکتا ہے اور پھر یہ کہ اس کے شہر کے تمام لوگ تاجر پیشہ ہیں جو تجارت کے لئے شام کے دور دراز علاقوں میں بکھرے ہوئے ہیں اور ان کے متعلق زیادہ گمان یہی ہے کہ انھوں نے بھی عربوں سے ضرور صلح کا معاہدہ کر رکھا ہوگا اس لئے آپ کوئی ایسی پالیسی اپنائیں اور کوئی اس طرح کی تدبیر سوچیں جس سے ہمارا اور آپ کی تمام رعایا کا بھلا ہو اور قوم اور ملک کے مفاد کی فکر کریں۔

چنانچہ اس نے اپنی قوم کی تمنا کے مطابق جواب دیا اور جب صبح ہوئی تو وہ گھاٹی کی منڈیر پر بیٹھ گیا اور کہنا شروع کر دیا: اے گروہ عرب! کیا تم میں کوئی شخص ایسا ہے جو میرے کلام کو سمجھتا ہو۔ میں سردار ہربیس ہوں۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو ترجمان تھے ان میں سے ایک ترجمان نے جب ہربیس کی بات کو سنا تو وہ حضرت سعید رضی اللہ عنہ کی طرف آیا اور حاضر ہو کر عرض کی: اے امیر! یہ عجمی قوم کا سردار ہے اور اس کا نام ہربیس ہے وہ آپ سے بات کرنے کی استدعا کر رہا ہے۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے قریب جاؤ اور پوچھو کہ وہ کیا کہتا ہے اور کیا چاہتا ہے؟ ترجمان نے جا کر اس سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو؟

رومی جرنیل ہربیس نے کہا: اگر تمھارا امیر اپنے تیرانداز ساتھیوں سے مجھے امان دے اور میرے قریب آئے تو میں اس سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔

ترجمان نے یہ بات حضرت سعید رضی اللہ عنہ تک پہنچائی تو انھوں نے فرمایا: میرے نزدیک اس کے لئے کوئی عزت نہیں۔ وہ کوئی بزرگ تھوڑا ہی ہے کہ میں اسکی زیارت کے لئے جاؤں اگر اسکو کوئی حاجت درپیش ہے تو وہ خود بغیر کسی پروٹوکول کے میرے پاس حاضر ہو حتیٰ کہ میں اسکی بات سنوں۔

ترجمان نے جب آپ کا جواب اس تک پہنچایا تو اس نے کہا: ہمارے درمیان چونکہ جنگ ہو رہی ہے اس لئے میں جان کی امان کے بغیر ان کے پاس کیسے جا سکتا ہوں کیونکہ مجھے خوف ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔

ترجمان نے کہا: میں آپ کے لئے ان سے امان کا ضامن ہوں کیونکہ عرب جب کسی سے معاہدہ کر لیتے ہیں تو پھر عہد شکنی نہیں کرتے۔

رومی سردار ہربیس کا مذاکرات کی پیش کش کرنا

رومی سردار نے کہا: آپ نے ٹھیک کہا ہے ہمیں ان کے بارے میں ایسی ہی خبریں پہنچیں ہیں مگر پھر بھی میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی جان کے لئے توثیق کر لوں اور تجھ سے عہد لے کر ان کی ذمہ داری میں داخل ہو جاؤں اور چونکہ وہ نہایت امین ہیں اور ان کا امیر غداری نہیں کرتا اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اپنے اہل شہر کے لئے بھی امان لے لوں۔ کیونکہ ہمارے شہریوں کو عربوں کی طرف سے بہت جانی اور مالی نقصان پہنچ چکا ہے اور ہمارے بہت سے آدمیوں کا وہ خون بہا چکے ہیں۔

ترجمان نے کہا میں آپ کی بات اپنے امیر تک پہنچا دوں گا۔ آپ مطمئن رہیں۔

چنانچہ ترجمان نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر رومی سردار کی تمام گفتگو سے انھیں آگاہ کیا۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انھیں اجازت ہے جس آدمی کو چاہے میرے پاس بھیج دے۔ اس کا آدمی واپس اپنے لشکر تک نہ پہنچ جائے ہماری طرف سے امان ہوگی۔ ترجمان نے یہ بات جا کر رومی سردار کو بتا دی۔

کہتے ہیں کہ ترجمان نے جب رومی سردار سے اس کے سفیر کے متعلق امان کی ضمانت فراہم کر دی تو وہ اپنے ساتھی سرداروں میں ایک سب سے زیادہ عقل مند شخص کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: آپ دیکھ رہے ہیں ہم پر جو مصیبتیں نازل ہوئیں اور کس طرح عربوں نے ہمارے تمام راستوں پر قبضہ کر لیا اور لگتا ہے کہ شام کے تمام شہروں کی بربادی اور وہاں کے باشندوں کی ہلاکت کا مسیح علیہ السلام نے اذن عام دے دیا ہے اسی لئے عرب ہم پر غالب آ گئے اور انھوں نے ہمارے خلاف فتح حاصل کر لی۔ اس وقت ہم سخت مشکل میں ہیں اور اگر ہم نے اس قوم سے امان

طلب نہ کی تو ہم بھوک اور پیاس سے ہلاک ہو جائیں گے اور اس کے بعد عرب ہمارے بیوی بچوں کو اپنا غلام بنا لیں گے، ہمارے اموال اور ہمارے شہروں کو تقسیم کر لیں گے اور ہمارا نجات دہندہ کوئی نہیں ہے کیونکہ بلاد شام میں سے ہر شہر کا حاکم اور ہر سردار اپنی جگہ خود عربوں کی لائی ہوئی اس مصیبت میں گرفتار ہے اور ہر ایک کو اپنی فکر لاحق ہے۔ اہل حمص ہماری طرح محاصرہ میں ہیں اور شام، روم اور ہرقل کو بھی ہماری مدد و نصرت کی بجائے اپنی فکر لاحق ہے۔ ان تمام باتوں کے پیش نظر اب مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ تو اس عرب قوم کے پاس جا اور ان سے ہمارے لئے امان حاصل کر اور ان سے اس بات کی توثیق کر حتیٰ کہ میں بذات خود ان کے امیر کے پاس جا کر مذاکرات کر سکوں۔ شاید میرے اور ان کے درمیان مصالحت کی کوئی راہ نکل آئے اور شاید میں مسلمانوں کے امیر کے ساتھ کوئی مکر کر سکوں، حتیٰ کہ ہم شہر کی طرف پلٹ آئیں اور پھر ان کے ساتھ جنگ کرنے کی پوزیشن میں آ سکیں اور ممکن ہے میں اپنے لئے، تمہارے لئے اور اہل شہر کے لئے مسلمانوں کے امیر کو مال کی ترغیب دے کر امان حاصل کر سکوں۔ ہو سکتا ہے وہ مال کے لالچ میں آ کر ہمارے علاقوں سے واپس پھر جائیں یہاں تک کہ ہم دیکھ سکیں ان کے اور شاہ روم کے درمیان کیا معاملہ ہوتا ہے؟

رومی قاصد کا آنا

پھر وہ قاصد سواری سے اترا اور حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ جب اس نے آپ کو سجدہ تعظیمی کرنے کا ارادہ کیا اور وہ جھکنے لگا تو آپ نے اشارے سے اسے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ مسلمان اس کی طرف دوڑ پڑے اور اس کو ایسی حرکت سے روک دیا۔ اس سے وہ گھبرا گیا اور ترجمان سے کہنے لگا: تم مجھے اپنے امیر کی تعظیم بجالانے سے منع کس لئے کرتے ہو؟

ترجمان نے حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے اس کی بات بیان کی تو آپ نے فرمایا: اسے کہو کہ میں اور وہ دونوں اللہ عزوجل کے بندے ہیں اور اللہ عزوجل کے سوا کسی کے لئے سجدہ جائز نہیں ہے۔

یہ بات سن کر اس رومی سردار نے کہا: یہی وجہ ہے کہ تم ہم پر اور دیگر اقوام عالم پر مسلسل فتح حاصل کرتے چلے جا رہے ہو۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ اپنے آنے کا مقصد بیان کریں۔ اس نے کہا: میں آپ سے اپنے سردار ہربیس کے لئے امان حاصل کرنے کے لئے آیا ہوں اور امراء اور جو لشکر کے کمانڈر ہوتے ہیں ان کے اخلاق سے یہ نہیں ہے کہ وہ کسی کو امان دینے کے بعد غداری کریں اور عہد کو توڑیں، اس پر حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے شخص! بحمد اللہ عزوجل ہم مسلمان ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو عہد شکنی کرتے ہیں اور نہ ہم کسی کے ساتھ غداری کرنے والے ہیں۔ میں نے تمہارے قائد کو امان دی ہے اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں انہیں بھی بشرطیکہ وہ ہتھیار پھینک دیں اور صلح جوئی کے لئے

امان طلب کرتے ہوئے نکل آئیں۔ سردار نے کہا: آپ کی طرف سے اور آپکے امیر کی طرف سے اور ان کی طرف سے جو تم دونوں کے ساتھ پیش ہوں؟

حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کے تمام مطالبات ہم منظور کرتے ہیں اس کے بعد وہ نمائندہ سردار ہربیس کی طرف واپس لوٹ گیا اور اس کو حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے جواب سے مطلع کیا اور کہا تم چلو لیکن خبردار غداری اور دھوکہ دہی سے بچئے گا کیونکہ جو شخص بدعہدی کرتا ہے۔ اسکا وبال اسی پر پڑتا ہے اور یہ عرب لوگ جب کسی کو امان دیتے ہیں اس کے ساتھ خیانت نہیں کرتے اور امان حاصل کر کے جو انکے پاس آئے اس کے ساتھ غرور اور تکبر سے ہرگز پیش نہیں آتے۔

جنرل ہربیس کا خود حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے پاس صلح کی غرض سے آنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھے باوثوق ذرائع سے یہ روایت پہنچی ہے کہ ہربیس نے اپنا ریشمی لباس اتار دیا اور اُون کا لباس پہن لیا اور اپنا اسلحہ اور ہتھیار پھینک دیئے اور اپنی قوم کے چند مردوں کے ہمراہ اور وہ مرد بھی اپنے سردار کی طرح صوف کا لباس پہنے ہوئے تھے، وہ ننگے پاؤں اور ننگے سر نکلا۔ حتیٰ کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے سامنے آ کھڑا ہو گیا۔ آپ نے جب اس سردار کو اس حالت میں دیکھا تو آپ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر گئے اور پھر سجدہ سے سر اٹھا کر بارگاہ ذوالجلال میں عرض کرنے لگے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذَلَّ جَبَابِرَتَهُمْ وَاَمْکَنَنَا مِنْ بَطَارِقَتِهِمْ."

"اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے کافروں کے جابر حکمرانوں کو ذلت وخواری سے دوچار کیا اور ہمیں ان کے سرداروں پر قوت اور برتری عطا فرمائی۔"

پھر آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے اپنے پہلو میں بٹھایا اور اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: "کیا آپ ہمیشہ ایسا ہی لباس پہنتے ہیں جیسا کہ اس وقت پہن رکھا ہے یا آج ہی یہ بھیس بدلا ہے۔"

اس نے کہا: مجھے قسم ہے مسیح اور قربان کی میں نے پوری زندگی میں ایک گھڑی کے لئے بھی کبھی ایسا لباس نہیں پہنا۔ یہ صرف آج پہلی مرتبہ پہننے کا اتفاق ہوا ہے۔ میں حریر اور دیباج یعنی ریشمی کپڑوں کے علاوہ کسی لباس سے واقف ہی نہیں ہوں اور اس وقت میں نے ادنیٰ لباس صرف اس علامت کے لئے پہنا ہے کہ میں آپ کے ساتھ جنگ کا ارادہ نہیں رکھتا۔ تو کیا آپ میرے ساتھ میرے ان ساتھی سپاہیوں اور اہل شہر کے متعلق صلح کا معاہدہ کر سکتے ہیں۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: میں تیرے ساتھ اور تیرے ان ساتھیوں کے ساتھ جو محصور ہیں دو شرطوں پر مصالحت کر سکتا ہوں کہ ایک تو تم ہمارے دین میں داخل ہو جائے اس کے لئے وہی ہو گا

جو ہمارے لئے ہے اور اس پر وہی ہوگا جو ہم پر ہے یعنی وہ نفع ونقصان میں ہمارے برابر ہے اور اس کو تمام حقوق اسی طرح ملیں گے جیسے مسلمانوں کو ملتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ جو شخص اپنے دین پر قائم رہنے کو پسند کرتا ہے اور وہ ہتھیار ڈال کر آتا ہے تو اس کی جان بھی محفوظ ہے اور ہماری طرف سے اس کے ساتھ اس عہد کی پاسداری لازم ہوگی کہ وہ ہمارے خلاف ہتھیار اٹھائے گا اور نہ جنگ کرے گا۔

اور باقی رہا ہمارے شہر کا معاملہ تو اسے ہمارے امیر نے اپنے محاصرہ میں لے رکھا ہے اور انشاء اللہ ﷻ وہ عنقریب فتح ہونے کو ہے۔ ہاں البتہ اگر تو پسند کرے تو میرے ساتھ ہمارے امیر کے پاس حاضر ہو کر بات کر سکتے ہو، وہ تمھاری بات کو سنیں گے اور تمھاری قوم کے متعلق صلح کا فیصلہ وہی فرما سکتے ہیں۔ تمھیں پسند ہو تو تم میرے ساتھ چلو میں تمھاری حفاظت کا ذمہ لیتا ہوں۔ اگر تم دونوں کے درمیان اس امر پر اتفاق ہوتا ہے تو ٹھیک ورنہ میں تمھیں تمھاری منزل تک بحفاظت خود لوٹا کر جاؤں گا اور تمھارے ساتھی جو تمھارے ہمراہ آئے ہیں ان میں سے بھی جو واپس جانا چاہیں انھیں بھی بحفاظت واپس انکی منزل تک پہنچانا میری ذمہ داری ہے۔ اس کے بعد اللہ ﷻ ہمارے درمیان جو بھی فیصلہ فرمائے گا اس کا ہمیں انتظار کرنا چاہئے۔ اللہ ﷻ سے بہتر کون فیصلہ فرما سکتا ہے۔

سردار ہربیس نے کہا: میں آپکے امیر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جاؤں گا۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے حضرت وقاص بن عوف عدوی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے فرمایا: آپ نے جو کچھ دیکھا اور سنا وہ سب کچھ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جا کر بیان کر دو اور انھیں بشارت سناؤ۔

حضرت وقاص رضی اللہ عنہ تیزی سے اپنے تیز رفتار ابرش گھوڑے پر سوار ہو کر چل دیئے حتیٰ کہ جب امیر کے قریب پہنچے تو عرض کی: اے امیر! خوشخبری ہو اور پھر انھوں نے سردار ہربیس کی ساری خبر ان کے گوش گزار کی جسے سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اللہ ﷻ کے حضور سجدہ شکر بجا لائے اور سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد آپ نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے لوگو! شہر کی لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ اپنا اسلحہ دیکھ بھال لو اور مل کر ایک ایسا نعرہ تکبیر بلند کرو کہ قوم کفار مرعوب ہو جائے۔

مسلمانوں نے آپ کے حکم پر عمل کیا اور یک زبان ہو کر نعرہ تکبیر بلند کیا جس سے کافروں پر ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ سہم کر رہ گئے۔ لوگوں نے ایک دوسرے کو جنگ کے لئے للکارا اور تمام شہر کا چاروں طرف سے احاطہ کر لیا۔ سب سے پہلے شہر کی طرف بڑھنے والے اور انھیں ہربیس کی خبر پہنچانے والے مرقال بن عتبہ رضی اللہ عنہ تھے۔ انھوں نے اہلِ شہر کو مخاطب کر کے کہا:

"بدبختو! تمھاری حمایت کرنے والے ہلاک ہو گئے۔ اور تمھارا سردار ہماری امان میں آ چکا ہے اور تمھارے امیر نے تمھاری جانوں اور تمھاری بیوی بچوں کی جانوں اور تمھارے مالوں پر صلح کو ترجیح دی ہے تم بھی صلح

کے ذریعے خود کو محفوظ کر لو اور اگر تم نے صلح سے انکار کیا تو سن لو بیشک اللہ ﷻ نے اپنے نبی مکرم حضرت محمد ﷺ کی زبان پر ہم سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ہمارے لئے تمہارے شہروں کو اور دیگر شہروں کو فتح فرما دے گا اور بلاشبہ اللہ ﷻ اپنے وعدہ کو پورا فرمانے والا ہے۔"

اہل بعلبک نے جب یہ بات سنی تو انکے چہروں کا رنگ اڑ گیا، اور لڑائی سے انکے دل دہل گئے اور انھوں نے کہا: ہربیس نے ہمیں بھی مروا دیا اور خود بھی ہلاک ہو گیا۔ اگر ہم اس محاصرہ سے قبل اور جنگ سے قبل ہی مصالحت کر لیتے تو یہ ہمارے لئے کتنا بہتر ہوتا۔ مسلمانوں نے جب انکے خلاف سخت جنگ برپا کر دی تو ان پر ایک عجیب خوف و ہراس چھا گیا۔ انھوں نے "لفون لفون" یعنی "امان امان" کی آوازیں بلند کرنا شروع کر دیں۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو جب علم ہوا کہ جنگ کے شعلے اہل بعلبک کے خلاف بھڑک اٹھے ہیں اور لڑائی میں پھیل کر شہر تک کو اپنی زد میں لے لیا ہے تو آپ نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا اور فرمایا کہ جس شخص کو تم نے پناہ دے رکھی ہے ہماری طرف سے بھی اس کے لئے امان ہے ہم تمہاری ذمہ داری کو نہ حقیر جانتے ہیں اور نہ رد کرتے ہیں۔ اور تم نے جو معاہدہ کیا ہے اس کو ہم برقرار رکھتے ہیں۔ تمہارے کسی معاہدہ کو ہم توڑیں اور نہ تمہارے کسی فعل کو رد کریں گے۔

ہربیس کا حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے مکالمہ

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا قاصد جس وقت حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انھوں نے گھاٹی پر اور جہاں آپ نے دشمن کا محاصرہ کیا ہوا تھا اس مقام پر اپنے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود سردار ہربیس کو اپنے ساتھ لے کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ سردار ہربیس جب آپ کے سامنے آ کر کھڑا ہوا اور اس نے آپ کے اور آپ کے سپاہیوں کے لباس پر نظر ڈالی اور انکی شدید جنگ سے شہر والوں کو پہنچنے والی حالت کو ملاحظہ کیا تو اس نے یہ سب کچھ دیکھ کر اپنے سر کو حرکت دی اور اپنی انگلیوں کو دانتوں میں دبا کر کاٹنے لگا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ترجمان سے فرمایا اس سے پوچھ: کیا کہہ رہا ہے؟ ترجمان نے ہربیس سے پوچھا تو ہربیس ترجمان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا: میرا گمان تھا کہ تمہاری تعداد بہت زیادہ ہو گی۔ مگر تم تو بہت قلیل تعداد میں ہو۔ ہمارے ساتھ تمہاری جنگ اور تمہاری جنگ سے ہمیں پہنچنے والی سختیوں کو دیکھ کر ہمیں خیال گزرتا تھا کہ تمہاری تعداد سنگریزوں سے بھی بڑھ کر ہو گی اور ہم جنگ کے وقت تمہارے ساتھ سبز لباس پہنے ہوئے مردوں کو ہوا کی طرح تیز رفتار گھوڑوں پر سوار دیکھتے جنھوں نے سبز جھنڈے تھام رکھے ہوتے تھے اور جب میں چل کر تمہارے درمیان پہنچا ہوں تو ان چیزوں میں سے میں یہاں کچھ بھی نہیں دیکھ رہا۔ اب تم مجھے نہایت قلیل تعداد میں دکھائی دیتے ہو مجھے نہیں معلوم کہ

تمھاری جمعیت یا تمھارے مرد کہاں گئے؟ تم نے انھیں ''عین البحر'' والوں کی طرف بھیج دیا ہے یا کسی اور جانب انھیں روانہ کر دیا ہے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ترجمان نے جب ہربیس کی گفتگو کا ترجمہ بیان کیا تو آپ نے ترجمان سے فرمایا: اس سے کہہ دو ارے! تیری بربادی ہو، ہم مسلمانوں کا گروہ ہیں۔ اللہ عزوجل ہمیں مشرکین کی نگاہ میں بہت زیادہ کر کے ظاہر فرماتا ہے اور فرشتوں کے ذریعے وہ ہماری مدد فرماتا ہے۔ جیسا کہ جنگ بدر میں اللہ عزوجل نے ہماری مدد فرمائی اور یہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہم پر اس کا فضل اور احسان ہے جس سے وہ ہمارے ہاتھوں تمھارے شہروں اور ملکوں کو فتح کراتا رہا ہے اور تمھارے لشکروں میں کمی آتی ہے اور تمھاری جمعیت کو شکست ہوتی ہے اور تمھارے بڑے بڑے بہادروں کو وہ فنا کرتا ہے اور اللہ عزوجل نے مومنوں کو جو عظمت عطا فرمائی ہے اسے تم حقیر اور معمولی نہ جانو۔

سردار ہربیس نے ترجمان کی زبان سے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے کلام کو جب سنا تو کہنے لگا: اس شام کو فارس اور ترک کے بادشاہ اور سرداران جرامقہ بھی فتح کرنے سے عاجز اور قاصر رہے تو مسلمانوں نے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور اسے روندھ ڈالا۔ حالانکہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ ایسا کبھی کوئی نہیں کر سکے گا اور باقی رہا ہمارا یہ شہر کہ ملک شام میں اس جیسا کوئی دوسرا شہر نہیں۔ ہم نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا کہ اس کا کوئی محاصرہ کر سکے گا یا اسکے باشندے لڑائی سے تھک جائیں گے کیونکہ یہ شام کا قلعہ نما مضبوط اور محفوظ ایسا شہر ہے کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔

حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے اس شہر کو اپنے لئے بنایا تھا اور اپنے ملک کے خزانہ اور اپنی رہائش کے لئے اسی شہر کو پسند کیا تھا۔ کاش اگر ہم نے کوتاہیاں نہ کی ہوتیں اور شہر سے تمھاری طرف خروج نہ کرتے اور ہم نے انحراف نہ کیا ہوتا تو آج ہمیں اس شہر کی حفاظت پر تمھارے ساتھ مصالحت کی نوبت نہ آتی اور نہ ہی کبھی تمھاری جنگ کی یہ ہولناکیاں دیکھنا نصیب ہوتیں چاہے تم سو سال بھی اس کا محاصرہ کئے رکھتے تو ہم کبھی اس طرح خوف کے مارے تمھارے ساتھ صلح جوئی کے لئے آمادہ نہ ہوتے۔ خیر اب جو ہونا تھا سو ہو گیا۔ اب آپ سے ہم یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ آیا تمھیں اس شہر پر ہمارے ساتھ مصالحت میں کوئی دلچسپی ہے؟ حتیٰ کہ ہم صلح کا بول ڈال سکیں۔ کیا ایسا ممکن ہے کہ تم اپنے مطالبات اور اپنی شرائط میں رہ کر ہمارے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ کرو۔ اسی میں ہمارے لئے بھی اور تمھارے لئے بھی زیادہ بہتری ہے اور مجھے مسیح اور انجیل مقدس کی قسم! اگر ہم تمھارے لئے اس شہر کے دروازے کھول دیتے ہیں تو پھر ملک شام میں کوئی شہر گڑھی اور قلعہ فتح کرنا تمھارے لئے دشوار نہیں رہے گا۔

ترجمان نے جب آپ کو ہربیس کی گفتگو کا ترجمہ سنایا تو آپ نے فرمایا: اس سے کہو کہ بیشک اللہ عزوجل نے ہمیں تمھاری زمین کا مالک بنا دیا ہے اور تمھارے اموال کو ہمارے لئے غنیمت کر دیا اور تمھارے بادشاہوں کو ہماری خاطر ذلیل اور رسوا فرما دیا ہے۔ اب وہ ہمیں جزیہ ادا کریں گے۔ مگر تیرے نفس نے تجھے جھوٹی امیدیں دلا کر فریب دیا اور تو

خیالی پلاؤ پکانے میں مبتلا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ ﷻ نے تجھے ذلت وحقارت کا مزہ چکھایا۔ کان کھول کے سن لو! تقدیر کا یہ فیصلہ ہے کہ ہم تمہارے اس شہر اور جو کچھ اس میں ہے سب کے انشاء اللہ ﷻ مالک بن جائیں گے۔ تمہارے جنگجو مردوں کو قتل اور تمہارے بہادروں کو قید کر لیں گے اور جو لوگ ہمارے ساتھ جنگ کا ارادہ کریں گے وہ ہمارے ساتھ ہونے والی صلح میں داخل نہیں ہوں گے۔

سردار ہربیس نے ترجمان سے جب یہ گفتگو سنی تو اس نے کہا: مجھے اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ مسیح ہمارے اس شہر کے لوگوں پر اور نیز دوسرے شہروں کے لوگوں پر ضرور ناراض ہیں۔ اسی وجہ سے اس نے تمہیں عیسائیوں کے ان شہروں کی طرف بھیجا ہے اور تمہیں ان بلاد پر مسلط کر دیا۔ میں نے تمہارے ساتھ جنگ میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور تمہارے خلاف مکر کے جال پھیلائے لیکن میرے کسی مکر اور تدبیر نے مجھے کوئی فائدہ نہیں دیا کیونکہ تم وہ قوم ہو جسے ہمارے اُوپر قدرت کی طرف سے مسلط کیا گیا ہے اس لئے تمہارے متعلق ہمارا کوئی مکر اور کوئی جال کارگر نہیں ہو سکتا اور جنگ سے تم عاجز نہیں آ سکتے۔ میں نے اسی لئے تم سے صلح کی درخواست کی ہے۔ میں نے تمام تر کوشش کے بعد تمہاری طرف دوستی اور صلح کے معاہدہ کے لئے ہاتھ بڑھایا ہے۔ میں ایسا اپنی جان کے ڈر کی وجہ سے یا محض اپنے اقتدار کو بچانے کے لئے نہیں کر رہا بلکہ میری یہ تمام تر کوششیں صرف عوام کی بہتری اور اپنے شہروں کی تعمیر اور آبادی کے ارادہ کی غرض سے ہیں کیونکہ یقیناً اللہ ﷻ فساد کو پسند نہیں فرماتا۔ اب میں صلح کو پسند کرتا ہوں تو کیا شہر پر مصالحت میں تمہیں بھی کوئی دلچسپی ہے اور کیا تمہیں اس شہر میں بسنے والے لوگوں کی فکر ہے اور میرے ساتھیوں کی زندگی سے تمہیں محبت ہے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ بتاؤ تم اس صلح کے عوض میں ہمیں کیا دو گے؟ کیونکہ یہ صلح کچھ لو اور کچھ دو کی بنیاد پر ہونا قرار پائے گی۔

سردار ہربیس نے کہا: معاملہ آپ کی رائے پر طے پانا چاہئے۔ آپ دیکھ لیں جیسے آپ چاہیں گے ویسے ہی ہمیں منظور ہے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر اللہ ﷻ یہ شہر مسلمانوں کے ہاتھ سے جنگ کے ذریعے فتح کر دے اور سونے چاندی سے بھرا ہوا شہر مسلمانوں کو مل جائے اور جنگ میں ایک مسلمان مرد بھی شہید ہو جائے تو سونے اور چاندی سے بھرا ہوا شہر اس ایک مسلمان کے خون کے عوض بھی مجھے محبوب اور پسند نہیں ہوگا۔ لیکن اللہ ﷻ نے آخرت میں شہداء کے لئے اس سے بھی کہیں زیادہ اجر وثواب مقرر فرما رکھا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیہ کریمہ پڑھی:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا ط بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝ لا فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِن فَضْلِهِ ط وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ لا

اَلَّا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ۘ ﴿﴾

''اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انھیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیاں منا رہے ہیں اپنے پچھلوں کی جو ابھی ان سے نہ ملے۔ کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم۔'' [1]

سردار ہربیس نے کہا: تو پھر ہم آپ سے ایک ہزار اوقیہ چاندی اور ایک ہزار ریشمی جوڑوں پر صلح کرتے ہیں۔

امیر ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ یہ سن کر مسکرا دیئے اور مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تم نے اس عجمی کی بات سنی؟ مسلمانوں نے عرض کی: کیوں نہیں۔ آپ نے پوچھا: پھر تمھاری کیا رائے ہے؟ صلح کی شرائط کیا ہونی چاہئیں؟ سب نے بیک زبان ہو کر عرض کیا کہ امیر کی رائے ہی بہتر ہے آپ جو شرط مقرر کریں گے ہم اس پر راضی ہوں گے اور آپ کی طاعت سے انحراف نہیں کرینگے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے سردار ہربیس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے شخص سن! میں تمھارے ساتھ دو ہزار اوقیہ سونے اور چار ہزار اوقیہ چاندی اور دو ہزار ریشمی جوڑے اور تمھارے شہر کی بنی ہوئی پانچ ہزار تلواریں اور پہاڑ کی گھاٹی میں تیرے ساتھ جتنے سپاہی ہیں انکے تمام اسلحہ پر صلح کرتا ہوں اور اس کے علاوہ صلح نامہ کی مندرجہ ذیل دفعات پر بھی تمھیں عمل کرنا ضروری ہوگا:

① آئندہ سال میں تمھیں اپنی زمینوں کا خراج ہمیں ادا کرنا ہوگا۔

② ہر سال جزیہ کی ادائیگی تم پر لازم ہوگی۔

③ اس معاہدہ کے بعد تم اس بات کے پابند ہوگے کہ ہمارے خلاف ہتھیار نہیں اٹھاؤ گے۔

④ کسی دوسرے کافر ملک کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ میں جنگ کے لئے خط و کتابت نہیں کرو گے۔

⑤ ہمارے ساتھ صلح کا معاہدہ طے پانے کے بعد تم کسی دوسری سلطنت سے مکالمہ نہیں کرو گے۔

⑥ تم اپنے شہر میں نیا گرجا اور دیر تعمیر نہیں کرو گے۔

سردار ہربیس نے جب آپکی شرائط سنیں تو کہا: مجھے آپ کی جملہ شرائط منظور ہیں۔ آپ نے جو چیزیں ہمارے اُوپر لازم کی ہیں ہم اس کو قبول کرتے ہیں اور اس پر کاربند رہنے کی ہم آپ کو یقین دہانی کراتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی آپ پر اور آپ کے ساتھیوں پر ایک شرط میری بھی سن لیجئے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: تمھاری کیا شرط ہے؟

---

[1] پارہ 4، آل عمران 170،169، ترجمہ کنزالایمان

سردار ہربیس نے کہا: میری شرط یہ ہے کہ آپ کا کوئی آدمی شہر کے اندر داخل نہ ہو اور آپ کا وہ ساتھی اور نمائندہ جسے آپ اپنا نائب مقرر کر دیں وہ اپنے سپاہیوں اور عملے سمیت شہر سے باہر اپنا پڑاؤ رکھیں اور آپکے معتمد کے لئے ہماری طرف سے ہر طرح کا آرام سکیورٹی اور جزیہ سب کچھ مہیا کیا جائے گا اور آپکی طرف سے شہر کے اندرونی معاملات کی دیکھ بھال میرے ذمہ پر ہوگی۔ لوگوں کی بہتری اور ان کے معاملات کی دیکھ بھال یہ ہم خود انجام دیں گے۔ آپ اپنے ساتھیوں میں سے جن حضرات کو یہاں اپنا نمائندہ مقرر کر کے جائیں گے۔ ان کی خاطر ہم شہر سے باہر ایک بازار اور مارکیٹ تعمیر کر دیں گے جس میں شہر کی تمام اشیاء اور مصنوعات حاضر کر دی جائیں گی۔ وہ ہر چیز وہیں سے خرید سکیں گے اور آپکے ساتھی شہر کے اندر داخل ہونے سے اجتناب کریں کیونکہ اندیشہ ہے کہ آپ کے سپاہی ہمارے معزز لوگوں کے اُوپر کوئی سختی کریں اور لین دین کے معاملات میں آپس میں سخت کلامی ہو جائے اور کوئی فساد برپا ہو جائے اور ہمارے درمیان جو صلح کا معاہدہ طے پایا ہے اس میں ان کا وہ تنازع اور جھگڑا عہد شکنی، عذر اور لڑائی اور شر کے آغاز کا سبب بن جائے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے سردار ہربیس کی گفتگو سن لینے کے بعد ارشاد فرمایا: جس وقت ہم تم لوگوں سے صلح کر لیں گے تو ہمارے اُوپر تمھارے ساتھ طے پانے والے ہر عمل کی پابندی لازمی ہوگی۔ ہم تمھارا دفاع کریں گے اور تمھارے دشمن کے ساتھ جہاد کریں گے کیونکہ تم ہمارے ذمہ میں داخل ہو گئے ہو اور وہ شخص جسے ہم اپنا نائب تمھارے اُوپر مقرر کریں گے وہ تمھارے پاس وہ ہمارا سفیر اور رابطہ کار ہوگا۔

سردار ہربیس نے کہا: ہمارا یہ ایک نمائندہ شہر سے باہر رہ کر ہماری حمایت اور حفاظت کا فریضہ انجام دیتا رہے تو کیسا رہے گا؟

آپ نے فرمایا: تمھاری خاطر ہمیں یہ بات بھی منظور ہے۔ ہمیں شہر کے اندر داخل ہونے اور پتھروں کے پیچھے قیام کرنے کی اجازت ہی نہیں ہے۔

ہربیس نے کہا: اس پر صلح مکمل ہوگئی اور یہ کہہ کر سردار ہربیس شہر کی طرف چل دیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ تھے جب وہ شہر کے دروازے پر پہنچا تو اس نے اپنے سر سے کپڑا اتار دیا اور اپنی زبان میں کچھ کہنا شروع کر دیا۔ اس کے لوگ اس کا اشارہ سمجھ گئے اور کہنے لگے: تجھے کیا ہوا؟ اور تمھارے ساتھی کہاں ہیں؟ ہربیس نے انھیں پورا قصہ سنایا اور اپنے ساتھیوں کے بارے میں بتلایا اور مسلمانوں کے ساتھ صلح کر لینے کے بارے میں انھیں آگاہ کیا۔

ہربیس کی قوم کا صلح سے انکار کرنا

ہربیس کی گفتگو سن کر اس کی قوم نے آہ و بکا شروع کر دی اور کہنے لگے: ہائے! ہم تو لٹ گئے! ہمارا مال بھی جاتا رہا

اور جانوں کا بھی بہت نقصان ہوا۔ ہربیس نے ان سے کہا: اے لوگو! میں نے ان سے بظاہر صلح کی ہے لیکن اس کے پس پردہ میرے کچھ اور ہی عزائم ہیں۔ اسکی قوم کہنے لگی: جاؤ تم اپنی ذات کے لئے انفرادی حیثیت سے صلح کرتے ہو تو کرو ہم تو کبھی مسلمانوں کے ساتھ صلح نہیں کریں گے اور ہم ان عربوں کو اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دیں گے کہ وہ ہماری گردنوں کے مالک بن جائیں اور ہمارے شہر میں گھس بیٹھیں۔ حالانکہ ملک شام میں سب سے زیادہ مضبوط اور محفوظ شہر یہی ہمارا شہر ہے اور سب سے زیادہ مال ومتاع بھی اسی شہر میں ہے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے ہربیس کے ساتھ مصالحت کے بارے میں مسلمانوں کو آگاہ کیا اور انھیں جنگ سے رک جانے کا حکم فرمایا اور انھیں حکم دیا کہ: اپنے اپنے خیموں اور ٹھکانوں پر واپس چلے جاؤ۔ جب اہلِ بعلبک اور سردار ہربیس کی گفتگو سے ترجمان نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو آگاہ کیا تو آپ نے ہربیس کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: اب بتلاؤ تمھارا ردعمل کیا ہے؟ جلدی جواب دو ورنہ دوبارہ لڑائی شروع کردی جائے گی۔

اس نے کہا: اے امیر! آپ کچھ دیر توقف فرمائیں مجھے اپنی قوم سے بات کر لینے دیں۔ مجھے مسیح کے حق کی قسم! اگر انھوں نے میری صلح کو قبول نہ کیا تو میں ان کے پسند نہ کرنے کے باوجود آپ کو شہر میں داخل کردوں گا پھر آپ ان میں تلوار چلائیں، انکے مردوں کو قتل کردیں، انکی عورتوں کو باندیاں بنالیں، انکے اموال لوٹ لیں، کیونکہ میں ان کے شہر کی خفیہ جگہوں سے باخبر ہوں اور شہر کے تمام راستوں سے خوب واقف ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ شہر میں کیسے داخل ہونا ہے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہی ہوتا ہے جو اللہ عزوجل کی مشیت ہوتی ہے اور ہم ہر حال میں اللہ عزوجل کا شکر ادا کرنے والے ہیں۔ رومی لوگ قلعے کی دیواروں پر اپنے سردار کی گفتگو کو سن رہے تھے۔ ترجمان حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے لئے اس کی گفتگو کا ترجمہ کرکے بتاتا جارہا تھا جب انھوں نے ہربیس کی یہ گفتگو سنی تو ان کے چہرے سیاہ پڑ گئے اور ان کے دلوں میں روگ سرایت کر گیا انکا رنگ متغیر ہوگیا۔

ہربیس کا اپنی قوم کو تیار کرنا

اس کے بعد ہربیس ان کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے دریافت کرنے لگا: اب بتاؤ عربوں کے ساتھ صلح کے بارے تم لوگ کیا کہتے ہو؟ کیونکہ میں ان کے ہاتھ میں قیدی ہوں ہماری برادری کے نوجوان اور ہمارے دوسرے مرد بھی مسلمانوں کی قید میں ہیں۔ اگر تم لوگوں نے مسلمانوں کے ساتھ مصالحت نہ کی تو وہ ہم سب کو قتل کردیں گے اور اس کے بعد پھر تمھاری طرف پلٹیں گے اور تمھیں بھی ہلاک کردیں گے۔

انھوں نے کہا: اے سردار! ہم یہ تمام مال جو تم نے مسلمانوں کو دینے کا معاہدہ کیا ہے ادا کرنے کی طاقت نہیں

رکھتے۔ ہربیس نے کہا: چلو اس کل مال کا چوتھائی حصہ میں اپنے ذمہ لیتا ہوں یعنی پانچ سو اوقیہ سونا اور ایک ہزار اوقیہ چاندی اور دو سو پچاس ریشمی کپڑے اور اسی قدر تلواریں میرے ذمہ رہیں۔ اس سے رومیوں کے دل قدرے مطمئن ہو گئے اور انھوں نے کہا: ہم آپ کے لئے شہر کا دروازہ کھولنے کے لئے تیار ہیں، مگر شرط یہ ہے کہ آپ اکیلے شہر میں داخل ہوں آپ کے ساتھ کوئی عربی داخل نہ ہو۔ یہاں تک کہ ہم اپنے شہر کے معاملات کا بہتر حل سوچ لیں اور اپنے سامان اٹھا کر محفوظ جگہوں پر رکھ لیں اور اپنی خواتین اور بیوی بچوں کو محفوظ جگہوں پر چھپالیں اور ہم ان کے بارے اور وہ ہمارے بارے میں مطمئن ہو جائیں۔

ہربیس نے کہا: نادانو! میں نے تو پہلے ہی مسلمانوں کے ساتھ صلح ہی اس شرط پر کی ہے کہ ان میں سے کوئی ایک شخص بھی شہر میں داخل نہیں ہوگا۔ اور جس شخص کو وہ تمھارے اوپر نائب مقرر کریں گے وہ بھی اپنے عملہ اور ساتھیوں سمیت شہر سے باہر مقیم ہوگا اور تم اس کے لئے شہر سے باہر ایک ایسا بازار قائم کر دو گے جہاں سے وہ اپنی ضرورت کی چیزیں خرید سکیں۔

قوم ہربیس کی اس گفتگو سے بہت خوش ہوئی اور انھوں نے شہر کا دروازہ کھول دیا اور ہربیس شہر میں داخل ہو گیا۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ وہ ان رومی فوجیوں کو جو پہاڑ کی گھاٹی میں محصور ہیں، رہا کر دیں اور چھوڑ دیں۔ چنانچہ انھوں نے حکم ملتے ہی محاصرہ اٹھالیا اور سب محصورین کو لے کر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے ان کا اسلحہ اور ہتھیار لے کر معاہدہ کے مطابق مال کی ادائیگی تک اپنے پاس گروی رکھ لئے۔ اس اندیشے کے پیش نظر کہ اگر آپ ان فوجیوں کو اسی طرح مسلح حالت میں چھوڑ دیتے ہیں اور وہ ہتھیاروں سمیت اپنے شہروں کی طرف پلٹ جاتے ہیں تو وہ مسلمانوں سے ممکن ہے غداری کریں اور وہ سپاہی آپ کے پاس لشکر میں موجود رہے تاکہ جب تاوان جنگ ادا ہو جائے گا تو آپ انکو چھوڑ دیں گے۔ رومی سپاہیوں کے لئے امیر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے ہر طرح کی سہولیات مہیا تھیں اور ان پر کسی طرح کی کوئی سختی نہ کی گئی اور سردار ہربیس شہر میں مال اور سامان اکٹھا کرنے میں مصروف کار ہو گیا۔

فتح بعلبک کا بیان

حضرت سہل بن صباح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سردار ہربیس معاہدہ کے بارہ دن بعد سامان لے کر آ گیا اور مسلمانوں کے لشکر کے پاس وہ سامان، غلہ اور چارہ انھوں نے پہنچا دیا۔ جس وقت تمام مال کپڑے، شمشیریں، ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیئے اور آپ نے ان کے تمام جنگی قیدیوں کو چھوڑ دیا تو وہ آپ سے کہنے لگا کہ آپ جس شخص کو اپنے نائب کے طور پر یہاں ہمارے اُوپر مقرر کرنا چاہتے ہیں اسے بلا لیں تاکہ ہم آپ کے روبرو یہ شرائط طے کر لیں۔

کہ وہ ہمارے لوگوں پر کوئی ظلم اور زیادتی نہیں کرے گا جس کی ہم طاقت نہیں رکھتے اور یہ کہ وہ ہمارے شہر کے اندر داخل نہیں ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے قریش کے منتخب اور برگزیدہ لوگوں میں سے ایک مرد جن کا نام رافع بن عبداللہ سہمی رضی اللہ عنہ تھا، ان کو بلا کر ان سے فرمایا: میں آپ کو اس شہر پر عامل مقرر کرتا ہوں اور آپ کے ساتھ پانچ سو سوار آپ کے قبیلے اور برادری سے اور چار سو دیگر قبائل سے آپ کی معیت میں یہاں چھوڑتا ہوں اور آپ کو اس بات کا حکم دیتا ہوں کہ آپ نے اللہ عزوجل کے احکامات پر کاربند رہنا ہے اور تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرنا ہوگی اور اللہ عزوجل سے ہر حال میں ڈرتے رہنے کی پوری پوری کوشش کیجئے گا، عدل وانصاف کرنے والے حکمرانوں میں سے خود کو ثابت کرنا، خبردار! کسی پر کوئی ظلم اور زیادتی ہرگز نہ کرنا! کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھارا حشر ظالم لوگوں کے ساتھ ہو۔

یہ بات خوب جان لو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تم سے ان لوگوں کے بارے میں باز پرس فرمائے گا اور اگر تم نے کوئی ناحق کام کیا تو اس کا تم سے حساب لیا جائے گا اور تمھیں معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

((اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَوْحٰی اِلٰی دَاوٗدَ یَا دَاوٗدُ قَدْ وَعَدْتُ مَنْ ذَکَرَنِیْ ذَکَرْتُہٗ، اَلظَّالِمُ اِذَا ذَکَرَنِیْ لَعَنْتُہٗ.))

"بیشک اللہ عزوجل نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی اتاری اور ارشاد ہوا، اے داؤد! میرا وعدہ ہے کہ میں اپنے یاد کرنے والے کو یاد کرتا ہوں اور ظالم جب مجھے یاد کرے تو میں اسے اپنی رحمت سے دور فرما دیتا ہوں۔"

تم چونکہ اپنے دشمنوں کے درمیان میں موجود ہو اس لئے شہر کے اطراف میں فوجی مورچے اور چھاؤنیاں قائم کر لینا اور کسی قسم کے غرور اور نفس کے فریب میں مبتلا نہ ہو جانا! اللہ عزوجل تمھارا نگہبان ہے۔

میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم ہوشیار اور بیدار مغز شخص ہو، اس کے باوجود میں تاکید کرتا ہوں کہ کہیں اپنے ساتھیوں کی طرف سے غافل نہ ہونا اور ساحل کی طرف سے بھی پوری طرح محتاط رہنا اور ان پر غارت کے لئے اگر تم اپنے مجاہدوں کو بھیجو تو ان کی تعداد سو دو سو سے کم نہیں ہونی چاہئے۔ شہر والوں میں سے کسی ایک بھی شخص کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ خلط ملط ہو کر کسی غارت میں شریک ہونے کی قدرت نہ دینا حتیٰ کہ تمھارے دشمن تمھارے قریب نہ آئیں اور جو شخص تم سے معاونت کرے اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور ان میں صلح کرانا اور عدل وانصاف سے ان کے معاملات کو نمٹانا۔ معاملات میں قوم کے درمیان اس طرح ہو کر رہنا جیسے آپ انہی کا ایک فرد ہیں اور اپنے ساتھیوں کو یہ حکم دے دینا کہ وہ رعایا کے ساتھ ظلم سے بچیں اور کسی قسم کا فساد برپا کرنے سے ہمیشہ باز رہیں اور میں تم کو اللہ عزوجل کی حفاظت میں دیتا ہوں اور اللہ عزوجل کے سپرد کر کے جاتا ہوں اللہ عزوجل تم سب کو اپنے حفظ وامان میں خیر اور سلامتی کے ساتھ رکھے! والسلام۔

عین البحر اور جوبیہ کے حاکموں کے ساتھ صلح کا بیان

عین البحر اور جوسیہ کے حاکموں کے ساتھ صلح کا بیان

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے بعلبک سے کوچ کا ارادہ فرمایا ہی تھا کہ اتنے میں حاکم عین البحر وہاں آ گیا اور اس نے آپ سے درخواست کی کہ میرے ساتھ بھی آپ صلح کا معاہدہ کرلیں اور اہل بعلبک نے جتنا مال و اسباب آپکو دینا طے کیا ہے، اس کا نصف صلح کی صورت میں میں آپ کو ادا کر دیتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے اس کے ساتھ صلح کر لی اور ان پر حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ کے ماموں حضرت سالم بن زویب سلمٰی رضی اللہ عنہ کو والی (گورنر) مقرر کر دیا اور انھیں بھی اسی طرح کی ہدایات دیں اور نصیحتیں فرمائیں جیسی حضرت رافع بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو فرمائیں تھیں اور خود حمص کی طرف کوچ کر گئے۔ جب آپ ''راس اور لفیقہ'' کے درمیان پہنچے تو ''جوسیہ'' کے گورنر نے آپ سے ملاقات کی اور اس کے ساتھ کثیر مقدار میں ہدیئے اور تحائف بھی تھے اس نے آپ کی خدمت میں پیش کیے۔ آپ نے انھیں قبول فرمالیا پھر اس کے ساتھ تجدید صلح کی اور حمص کی طرف روانہ ہو گئے یہاں تک کہ چلتے چلتے حمص پہنچ گئے۔

مسلمانوں کے سبب بعلبک کا ترقی کرنا

حضرت حبان ابن تمیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بھی حضرت رافع بن عبداللہ سہمی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل تھا، ہم نے معاہدہ کے مطابق شہر سے باہر اپنے اونی خیمے نصب کر کے ان کو مضبوط کیلوں اور میخوں کے ساتھ مستحکم گھر بنالیا اور بعلبک کے باہر ہی مقیم ہو گئے۔ ہمارا کوئی آدمی شہر میں داخل نہیں ہوتا تھا۔ صرف کھانے پینے کی اشیاء اور جانوروں کا چارہ خریدنے کے لئے ہم شہر سے متصل بازار میں جاتے اور اس کے ساتھ ساتھ ہم روم کے ساحلوں پر غارت گری کے لئے حملہ بھی کرتے رہتے تھے اور جو دیہات ہماری صلح میں شامل نہیں تھے ان پر بھی ہم چھاپے مارتے رہتے تھے۔ ہمارا امیر ایک سو آدمی کے لئے ایک چھوٹا پرچم باندھ کر دیتا اور جب سو آدمیوں کا یہ دستہ واپس آ جاتا تو دوسرے سو سواروں پر مشتمل دستہ کو جانے کی اجازت ہوتی۔

اس طرح ہمارے درمیان سرایا کے غارت کے لئے اور چھاپہ مارنے کے لئے باری مقرر تھی اور جب ہم کسی سریہ میں نکلتے اور غنیمت کا مال لے کر پلٹتے تو بعلبک والوں کے ساتھ خرید و فروخت کرتے۔ اس سے اہل بعلبک کو ہمارے ساتھ تجارتی معاملات اور خرید و فروخت سے خوب نفع ہونے لگا اور وہ بڑے خوش تھے۔ انھوں نے ہمیں معاملات میں

ایک ایسی قوم پایا جس میں جھوٹ، خیانت اور کسی پر ظلم اور زیادتی کا نام ونشان تک نہیں اور ہمیں انھوں نے قول وفعل میں سچی قوم پایا۔ ان کے دل خوش ہو گئے اور تھوڑی سی مدت میں انھوں نے بہت بڑا نفع اور خوب مال کمایا۔

سردار ہربیس نے جب دیکھا کہ اس کی قوم نے اپنی تجارت میں بہت نفع کمایا ہے تو ایک دن اس نے شہر کے ایک کنیسہ میں لوگوں کو جمع کیا اور ان سے مخاطب ہو کر کہا: اے تاجروں کے گروہ اور سرمایہ کارو! تم جانتے ہو کہ میں نے تمھارے معاملات میں کتنی جدوجہد کی اور تمھاری جانوں کی سلامتی، تمھاری بیوی بچوں کی حفاظت اور تمھارے شہر کے دفاع کے لئے کس قدر کوششیں کیں۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ میرا کتنا مال اس سلسلے میں جاتا رہا اور میں تمھاری طرح ایک عام آدمی بن گیا ہوں، میرا سارا مال اور اسلحہ لٹ گیا۔ میرے بہت سارے غلام قتل ہو گئے، میرے ساتھی، رشتہ دار اور برادری کے لوگ ہلاک ہو گئے اور تم لوگ ان عربوں کے ساتھ تجارت میں نفع کما رہے ہو حالانکہ میں نے شہر پر جو مال معاہدہ کی رو سے دینا لازم آتا تھا اس کا چوتھائی حصہ اکیلے ادا کیا۔

شہر والوں نے کہا: آپ نے جو کچھ کہا وہ سب سچ ہے، اب آپ کیا چاہتے ہیں؟

ہربیس نے کہا: اے لوگو! آج سے قبل میں تمھارا سردار ہوا کرتا تھا اور اس وقت میں تمھارے ایک عام آدمی کی طرح ہوں، میں چاہتا ہوں کہ میں نے تم لوگوں کی حفاظت میں جتنا مال ان عربوں پر خرچ کیا ہے اس کا کچھ حصہ تم لوگ مل کر مجھے لوٹا دو۔

لوگوں نے کہا اے سردار ہم آپ کو مال کہاں سے لا کر دیں؟

اس نے کہا: میں تمھیں اس بات کا مکلف نہیں کرتا کہ تم اپنے مالوں سے نکال کر مجھے دو لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ تم اپنی خرید وفروخت میں مجھے بھی شریک کر لو، اس طرح عربوں کے ساتھ تمھارا جو بھی لین دین ہو اور اس سے حاصل ہونے والے منافع میں سے دسواں حصہ مجھے دے دیا کرو۔

یہ سن کر وہ لوگ سخت پریشان ہوئے اور انھیں یہ مطالبہ بہت گراں گزرا۔ بعد ازاں ان میں سے بعض لوگ باہمی بات چیت اور آپس کی مشاورت سے اس بات پر رضامند ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ آدمی بھی ہمیں میں سے ہے اور ہمارے شہر کا حاکم رہا ہے اور یقیناً اس نے ہمارے معاملے میں بڑی جدوجہد کی اور وہ ہمارا ہم قوم ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارے بادشاہ کا مقرب بھی ہے اور پھر اس نے ہماری حمایت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی یہ کہہ کر انھوں نے سردار کا مطالبہ قبول کر لیا اور اس کے لئے منافع کا دسواں حصہ ادا کرنا اپنے اُوپر مقرر کر لیا۔

ہربیس نے اپنی طرف سے ان سے عشر کی وصولی کے لئے ایک شخص کو مقرر کر دیا جو ان سے مال جمع کر کے سردار تک پہنچایا کرے گا۔ چالیس دن تک اس کا یہ کارندہ مسلسل ان سے وصولی کرنے میں لگا رہا۔ ہربیس نے جب دیکھا کہ اس

کے پاس عشر سے بہت بڑی رقم اور مال واسباب جمع ہو گیا۔ اس نے دل میں سوچا کہ یہ شہر تو نفع بخش تجارت سے بہت مال کمانے لگا ہے، بعلبک والوں نے اس کی مثل کبھی نفع دیکھا نہیں تھا۔ چنانچہ اس نے دوبارہ لوگوں کو کنیسہ میں جمع کیا اوران سے کہا: اے لوگو! تمھیں معلوم ہے میں نے تمھاری بہتری پر اور عربوں کے ساتھ تمھاری صلح کرانے میں کس قدر مال خرچ کیا اور یہ اس کے عوض میں جو کچھ تم مجھے ادا کرتے ہو، یہ میرے لئے کافی نہیں ہے تمھیں چاہئے کہ میرا مال مجھے لوٹا دو اور میں بھی تمھاری طرح دوبارہ مالی اعتبار سے اچھی پوزیشن میں ہو جاؤں، تمھیں چاہئے کہ اپنے منافع میں سے چوتھا حصہ میرے لئے مقرر کر دو تا آنکہ جلد سے جلد میرا ڈوبا ہوا سرمایہ واپس مل جائے۔

قوم نے اس مطالبہ کو ماننے سے انکار کر دیا اور ایک ہنگامہ برپا ہو گیا، شور وغل مچ گیا اور ان کے شور کی آوازیں شہر سے باہر تک سنائی دینے لگیں۔

جب مسلمانوں نے ان کا شور وغوغا سنا تو وہ اس سے گھبرا گئے اور انھیں اس واقعہ کا مطلق کوئی علم نہیں تھا۔ مسلمان اپنے امیر حضرت رافع رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اکٹھے ہو گئے اور ان سے عرض کرنے لگے: اے امیر! ہم شہر سے لوگوں کے چیخنے چلانے کی آوازیں سن رہے ہیں۔

امیر نے فرمایا: تمھاری طرح چیخ و پکار کی آوازیں تو میں بھی سن رہا ہوں لیکن ہمارے لئے ان کے ساتھ کوئی کارروائی کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ معاہدہ کی رو سے ہمارے لئے شہر کے اندر داخل ہونا اور ان کے داخلی امور میں مداخلت کرنا روا نہیں ہے کیونکہ ہمارے اور ان کے درمیان یہ معاہدہ طے پا چکا ہے اور اللہ ﷻ کے عہد کو پورا کرنا جن لوگوں پر واجب ہوتا ہے ان میں سب سے زیادہ ایفائے عہد کا حق ہم مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ ﴾

''اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اسے ثواب دے گا۔''[1]

ہاں! اگر وہ شہر سے باہر نکل کر ہمیں اپنے معاملہ سے آگاہ کرتے ہیں تو ہم ان کے مابین مصالحت کے لئے تیار ہیں اور ان کے کام میں غور وفکر کر سکتے ہیں۔

اہلِ شہر کا مسلمانوں کے پاس آنا اور صلح کرنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ابھی امیر نے اپنی گفتگو کو اختتام تک بھی نہیں پہنچایا تھا اور آپ ابھی بات ہی کر رہے تھے کہ اتنے میں اہل شہر، شہر سے نکل کر دوڑتے ہوئے آپ کے پاس پہنچنا شروع ہو گئے اور وہ آپ کے سامنے آکے

[1] پارہ 26، فتح 10، ترجمہ کنزالایمان

کھڑے ہو گئے۔ انھوں نے قسمیں کھا کر اپنا سارا قصہ آپ کو سنایا اور سردار ہربیس نے جو کچھ ان کے ساتھ کیا، اس سے آپ کو آگاہ کیا اور پھر پہلی بار انھوں نے جس طرح اس کے مطالبہ کو قبول کیا وہ بھی بتایا نیز پھر ہربیس کی بڑھتی ہوئی حرص اور طمع کے بارے میں بھی آپ کو مطلع کیا۔

حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اس کو ایسا کبھی نہیں کرنے دیں گے۔ انھوں نے کہا: اس کو تو ہم قتل کر آئے ہیں۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر بہت گراں گزری۔ حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ اب تم ہم سے کس چیز کا ارادہ کرتے ہو؟

انھوں نے کہا کہ ہماری درخواست یہ ہے کہ آپ لوگ شہر میں داخل ہوں اور ہماری طرف سے آپ حضرات کو شہر میں غیر مشروط طور پر داخلے کی اجازت ہے۔

حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے جواباً ارشاد فرمایا: میں اپنے امیر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے اذن کے بغیر شہر میں داخل ہونے کی ہمت نہیں کر سکتا، ہمارا امیر اگر اجازت عطا فرما دے تو پھر میں داخل ہو جاؤں گا، وگرنہ میں اور میرے ساتھی وہیں پر ٹھہریں گے جہاں رہنے کا امیر ہمیں حکم دے گئے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا جس میں یہ پورا واقعہ تحریر کیا اور سردار ہربیس کی ساری داستان اور شہر میں داخلے کے لئے لوگوں کی درخواست پیش کرنے کے بارے آپ کو آگاہ کیا۔

آپ کا خط ملنے کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو جوابی خط میں لکھ بھیجا کہ جیسے اہل شہر آپ کو اجازت دیں اس کے مطابق شہر میں داخل ہو جائیں۔ چنانچہ آپ کا حکم ملنے پر شہر میں داخل ہو گئے اور بیرون شہر جو سامان اور مال و اسباب تھا سب کچھ اٹھایا اور اندرون شہر منتقل ہو گئے۔

مسجد اقصیٰ کے باہر زمین سے بلند ایک تاریخی پتھر جس کے بارے کہا جاتا ہے کہ معراج کی رات براق پر سوار ہونے کے لیے حضور اکرم ﷺ نے اس پر قدم رکھا اور یہ زمین سے بلند ہو گیا جو کہ آج تک اپنی اُسی حالت پر قائم ہے
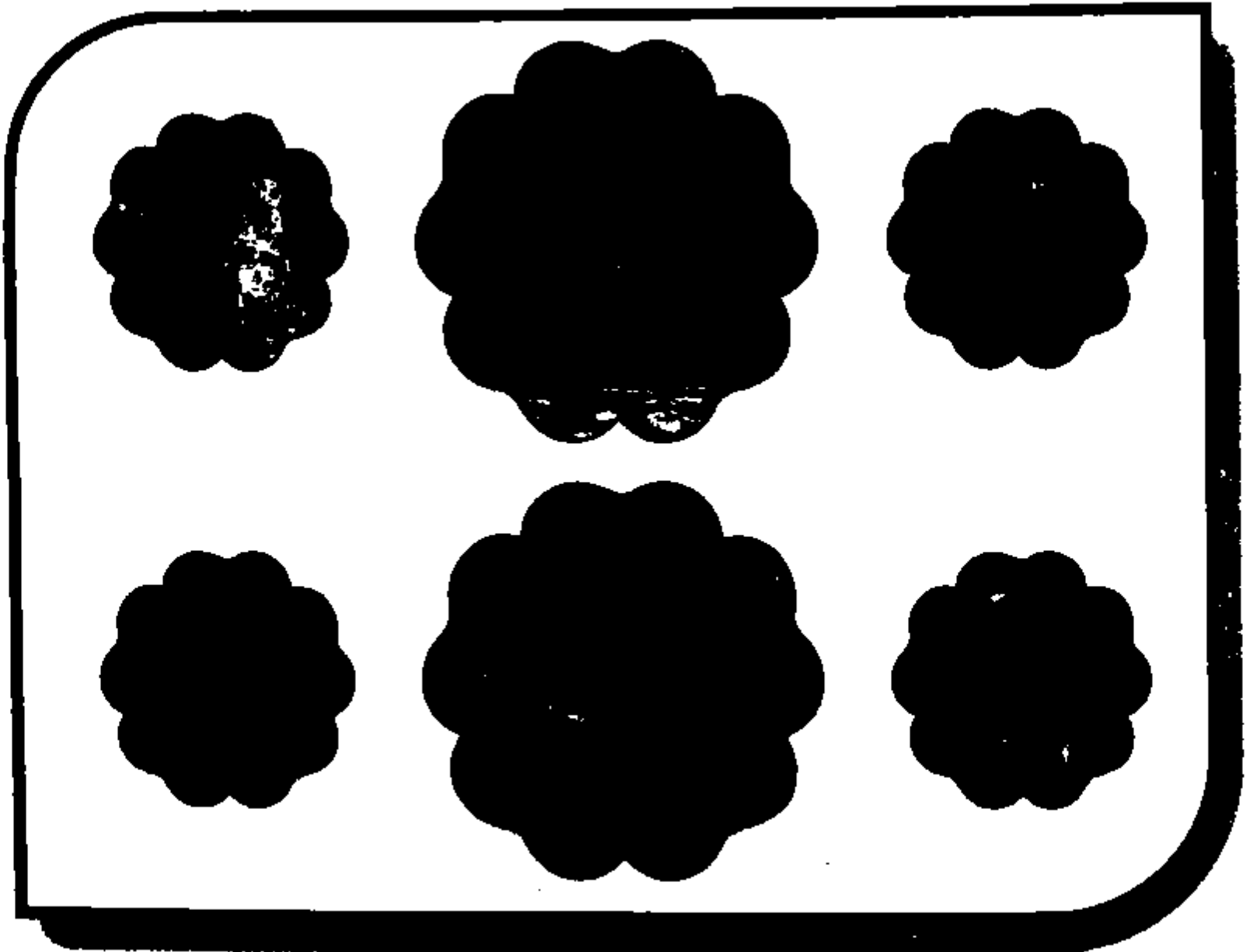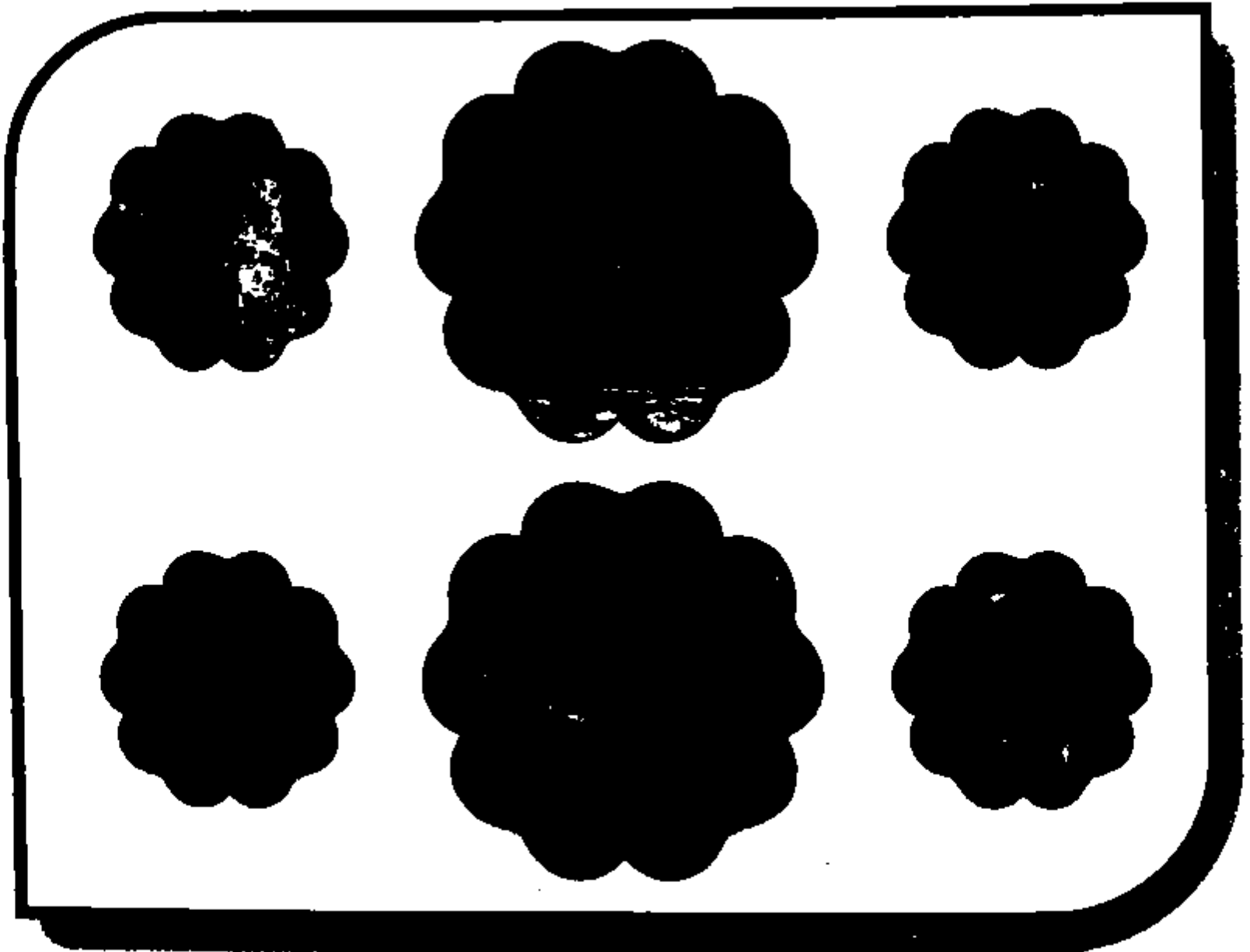
ملک شام کے چند تاریخی مقامات

فتوح الشام

مسلمانوں کی جانب حمص روانگی

جانبِ حمص روانگی

حمص کی جانب روانگی

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ عبدالرحمٰن بن مسلم رضی اللہ عنہ سے جو فتوحات شام میں اول سے آخر تک شریک رہے، سے روایت کرتے ہیں:

انھوں نے فرمایا: جب اللہ عزوجل نے بعلبک کو مسلمانوں کے ہاتھ پر فتح فرما دیا اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ حضرت رافع بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اس شہر پر والی مقرر کر کے حمص کی طرف متوجہ ہوئے۔ راستہ میں جب آپ جوسیہ کے قریب پہنچے تو والیٔ جوسیہ بہت سے تحائف، گھوڑے اور اسلحہ لے کر آپ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوا اور اس نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تجدید صلح کی اور ایک دن آپ وہاں مقیم رہے۔ اس کے بعد حمص کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب ''زراعہ'' نامی مقام کے قریب پہنچے تو آپ نے حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ کو ہراول دستہ (فرنٹ پر رہنے والا فوجی دستہ) کے طور پر پانچ ہزار سواروں کے ہمراہ آگے روانہ کر دیا، یہاں تک کہ جب یہ ہراول دستہ حمص پہنچا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ان کے استقبال کے لئے اپنے ساتھیوں سمیت نکلے اور آپ کو اور آپ کے ہمراہ آنے والے مسلمانوں کو سلامی دی۔

بعلبک سے حمص تک
شام کا موجودہ نقشہ
حمص
بعلبک
لبنان

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن معدیکرب زبیدی رضی اللہ عنہ کو یکے بعد دیگرے پانچ پانچ ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بقیہ جیش کے ساتھ خود بھی آہستہ آہستہ پیش قدمی کرنے لگے۔ جب آپ حمص کے قریب پہنچ گئے تو آپ نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں یہ دعا کی:

''اَللّٰهُمَّ عَجِّلْ عَلَيْنَا فَتْحَهَا وَاخْذُلْ مَنْ فِيْهَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ.''

"اے اللہ ﷻ تو ہمارے لئے شہر حمص کو جلد فتح فرمادے اور اس شہر میں جتنے مشرکین ہیں انکو ذلیل وخوار فرمادے۔"

وہاں پہلے سے موجود تمام مسلمانوں نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو سلامی دی۔ سلام ودعا کے بعد حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ دریا کے کنارے فروکش ہو گئے اور جب آپ نے وہاں پڑاؤ کے بعد کچھ قرار پالیا تو اہل حمص اور ان کے سردار مرلیس کے نام مندرجہ ذیل مضمون پر مشتمل خط تحریر فرمایا:

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا اہلِ حمص کے نام مکتوب

بسم الله الرحمن الرحيم

من ابی عبیده بن جراح الفهری عامل امیر المومنین عمر بن الخطاب علی الشام و قائد جیو شه

امابعد فان اللّٰه سبحانه و تعالیٰ قد فتح اکثر بلاد کم علی ایدینا ولایغرنکم عظم مدینتکم و تشیید بنیانکم وکثرة زادکم وحول اجسامکم فمامدینکم اذا اتاکم الحرب إلا کالبرمة قد نصبنا ها علی حجارة فی وسط عسکرنا والقینا اللحم فیها وجمیع العسکر یتوقع الأکل منها وقد داروابها ینتظرون نضجها وهذا یاتی بعبود وهذایاتی بجرزة وهذا یاتی بنارفما اسرع نضاجها واکل مافیها

وانا ادعوکم إلی دین ارتضاه لنا ربّنا وشریعة جآء بها نبینا محمد ﷺ فسمعنا واطعنا فان أجبتم کان لکم مالنا وعلیکم ماعلینا إرتحلنا عنکم و خلفنا فیکم رجالا منا یعلمونکم امر دیننا وما افترض الله علینا کما فعلنا بکم او [illegible] الاسلام اقررناکم علی

آداء الجزية وان ابيتم الجزية فلهم الى حربنا حتى يحكم الله بيننا فهو خير الحاكمين۔

بسم الله الرحمن الرحيم

ازطرف ابوعبیدہ بن جراح، الفہری عامل شام بحکم امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قائد جیوشِ اسلام

امابعد!

بیشک اللہ تعالیٰ پاک و برتر نے تمھارے اکثر شہروں کو ہمارے ہاتھوں پر فتح فرما دیا ہے۔ تمھیں اپنے شہر کا بڑا ہونا، اسکی عمارتوں کا مضبوط ہونا، اناج اور غلہ کی کثرت اور تمھارے آدمیوں کا جسمانی لحاظ سے ڈیل ڈول اور اچھے قد کاٹھ والا ہونا یہ سب باتیں تمھیں غرور اور دھوکے میں نہ ڈال دیں۔

یاد رکھو! جب تمھارے اُوپر جنگ مسلط کر دی جائے گی تو تمھارے شہر کی حیثیت ہمارے نزدیک اس طرح ہوگی جیسے لشکر کے درمیان میں چولہے پر رکھی ہوئی ایک دیگ ہوتی ہے جس کے اندر پکنے کے لئے گوشت ڈال دیا گیا ہے اور پورا لشکر اس دیگ سے کھانے کی توقع رکھتا ہے اور اس کے اردگرد گوشت کے پکنے کا انتظار کرتے ہوئے چکر لگا رہا ہے اور کوئی جلانے کی لکڑیاں لا رہا ہے اور کوئی مصالحہ لاتا ہے اور کوئی آگ جلاتا ہے اور وہ دیگ کتنی جلدی پک کر تیار ہو جاتی ہے اور کتنی جلدی اس میں سے کھا کر اسے خالی کر دیا جاتا ہے۔

میں تمھیں اس دین کی طرف بلاتا ہوں جو دین ہمارے رب نے ہمارے لئے پسند فرما لیا ہے اور میں تمھیں اس شریعت کی طرف دعوت دیتا ہوں، جسے ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر تشریف لائے ہم نے اس شریعت (کے احکام) کو سنا اور انکو مانا ان پر عمل کیا اگر تم میری دعوت کو قبول کر لو تو تمھارے لئے وہی کچھ ہوگا جو ہمارے لئے ہے اور تمھارے اُوپر وہی کچھ لازم ہوگا جو ہم پر لازم ہے اور ہم تمھارے پاس سے کوچ کر جائیں گے اور اپنی طرف سے تمھارے درمیان ایسے مردانِ خدا کو چھوڑ جائیں گے جو تمھیں ہمارے دین کی باتوں کی تعلیم دیں گے اور ان باتوں کی تعلیم جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے اُوپر فرض فرمائی ہیں اگر تم اس بات کو قبول کر لیتے ہو تو ہم

تمھارے ساتھ اسی طرح سلوک کریں گے جیسے پہلے تمھارے ساتھ کیا تھا اور اگر تم نے اسلام کو ماننے سے انکار کیا تو ہم تمھارے اُوپر جزیہ ادا کرنا مقرر کر دیں گے اور اگر تم نے جزیہ کے اقرار سے بھی اعراض کیا تو پھر ہم تمھیں جنگ کی دعوت دیں گے کہ آؤ ہمارے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اللہ ﷻ ہمارے درمیان فیصلہ فرمادے گا اور وہ سب سے اچھا فیصلہ فرمانے والا ہے۔

آپ نے خط کو لفافے میں بند کر کے معاہدین میں سے ایک شخص کے سپرد کیا جو رومی اور عربی دونوں زبانوں پر عبور رکھتا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ یہ خط اہلِ حمص کے پاس لے جاؤ اور اس کا جواب لے کر میرے پاس آؤ۔

قاصد خط لے کر روانہ ہو گیا یہاں تک کہ جب وہ شہر پناہ (قلعہ) کی فصیل اور چہار دیواری کے قریب پہنچا تو انھوں نے اس پر تیر اندازی کا ارادہ کیا اس نے ان کے ارادہ کو بھانپ کر رومی زبان میں ان سے کہا: میں تو تمھارا ہی آدمی ہوں اور میں اپنے ساتھ اہل عرب کی طرف سے تمھارے پاس خط لے کر آیا ہوں یہ سن کر انھوں نے قلعے کے اُوپر سے ایک رسہ اس کی طرف نیچے لٹکا دیا جس کو اس نے جب اپنی کمر کے ساتھ باندھ لیا تو انھوں نے اسے اوپر کھینچ لیا اور اپنے سردار کے پاس لے گئے۔ قاصد نے جھک کر اس کو سلام کیا اور خط پیش کیا اور مؤدب ہو کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

سردار نے اس سے دریافت کیا کہ آیا تو نے اپنا دین چھوڑ کر ان عربوں کے دین کو اختیار کر لیا ہے؟

معاہدی نے کہا: نہیں اے سردار! مگر میں ان کے ذمہ اور عہد میں داخل ہوا ہوں اور میں نے داخل ہو کر امان اور جان و مال اور عزت کا تحفظ حاصل کیا ہے اور ہم نے ان مسلمانوں کو دیکھا ہے، یہ لوگ بہت اچھے ہیں اور خیر اور بھلائی قرین مصلحت اور حق صواب یہی ہے کہ آپ لوگ ان سے جنگ کا خیال اپنے ذہنوں سے نکال دیں کیونکہ یہ قوم بڑی سخت اور بہادر ہے، موت کا خوف اور ڈر ان کو بالکل نہیں ہے اور نہ ہی وہ کسی شورش سے گھبرانے اور دھمکی سے دبنے والے ہیں۔

یہ لوگ اپنے دین پر مضبوطی سے قائم رہنے والے ہیں ان کے نبی (مکرم ﷺ) نے جو کچھ ان سے فرمادیا، بس اس پر سختی سے عمل کرنے اور ڈٹ جانے والے ہیں اور اللہ ﷻ کی راہ میں قتل ہونا ان کے نزدیک زندگی سے افضل ہے۔ انھوں نے اپنے دین کی قسم کھائی ہے کہ جب تک اہل حمص یہ شہر ان مسلمانوں کے سپرد نہیں کر دیتے یا جس وقت تک اللہ ﷻ ان کے ہاتھ پر اس شہر کو فتح نہیں فرمادیتا وہ ایک قدم بھی اس شہر سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ مجھے اپنے دین مسیح کی قسم ہے

کہ بیشک آپ لوگ مجھے ان عربوں سے زیادہ محبوب ہو اور میں دل سے آپ کی فتح چاہتا ہوں مگر مجھے آپ کے بارے تشویش یہ ہے کہ کہیں آپ ان کے سخت پنجے میں پھنس کر نہ رہ جاؤ اور کہیں وہ اپنی سطوت سے آپ کو پیس کر نہ رکھ دیں اس لئے میرا مشورہ یہی ہے کہ آپ ازخود شہر ان کے سپرد کر دیں، اس میں آپ کی جان و مال اور عزت و آبرو سلامت اور محفوظ رہے گی اور اگر آپ نے مخالفت کی تو آپ کو ندامت ہوگی۔

مرلیس (والیٔ حمص) معاہد قاصد کی زبان سے یہ گفتگو سن کر آگ بگولا ہو گیا اس کے چہرے پر غضب کے آثار نمودار ہو گئے۔ غصہ کی وجہ سے اس کی آنکھوں میں آگ برس رہی تھی اور اپنی زبان میں بڑبڑاتے ہوئے کچھ الفاظ کہہ رہا تھا پھر کہنے لگا:

مجھے اپنے دین مسیح کی قسم ہے اگر تو ایلچی اور پیغام لانے والا قاصد نہ ہوتا تو میں حکم دیتا کہ تیری زبان گدی سے کھینچ لی جائے۔ ارے! تو اور یہ جرأت، اور میرے سامنے ایسا کلام کرنے کی تجھے ایسی سزا دلواتا کہ تو دوسروں کے لئے نشان عبرت بن جاتا۔

پھر اس نے خط ایک ایسے شخص کے، جو عرب کے رسم الخط کو خوب اچھی طرح جانتا تھا سپرد کیا اور حکم دیا کہ اس کو پڑھ کر سناؤ۔ خط سن کر اس نے اس کا جواب لکھوایا چنانچہ کلمات کفریہ کے بعد اس نے حسب ذیل مضمون پر مشتمل جواب خط تحریر کیا:

والیٔ حمص مرلیس کا جواب

''امابعد! اے قوم عرب! تمھارا خط ہمیں موصول ہوا، اس میں تم نے ہمیں جو دھمکی دی ہے وہ معلوم ہوئی۔ اب ہمارے لئے تمھارے خلاف طبل جنگ بجا دینے کے سوا اور کوئی راستہ باقی نہیں رہا لہٰذا اب جنگ ناگزیر ہو گئی ہے۔'' خدا حافظ!

اس نے خط لپیٹا اور اسے معاہدی کے سپرد کیا اور حکم دیا کہ رسہ کے ذریعہ اس کو قلعہ سے نیچے اتار دیا جائے، چنانچہ جب معاہد خط کا جواب لے کر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور خط آپ کو پیش کیا۔ آپ نے خط کھولا اور پڑھ کر اپنے ساتھی مسلمانوں کو سنایا اور انھیں جہاد کی ترغیب دلائی۔ اسلام کے بہادر مجاہد جنگ کا حکم سنتے ہی جان کی بازی لگانے کے لئے تیار ہو گئے۔

جنگ کی تیاری

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کر کے جنگ کے لئے ان کی صف بندی فرمادی،

ایک حصہ حضرت میتب بن نجیہ فزاری رضی اللہ عنہ کے زیر قیادت روانہ فرمایا جو "باب الخیل" پر جا کر ٹھہرا اور دوسرا حصہ حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کی کمانڈ میں روانہ ہوا اور تیسرا دستہ حضرت مرقال بن ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ کے زیر قیادت روانہ ہوا اور چوتھا اور آخری دستہ حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی کمانڈ میں بھیجا گیا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دونوں جرنیل "باب رستن" پر تشریف فرما رہے۔

دوسرے روز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لشکرِ اسلام میں موجود تمام غلاموں کو بلا بھیجا، آپ نے انھیں حکم دیا کہ تلواریں نیاموں سے نکال لیں، سینوں کو ڈھالوں سے چھپا لیں اور قلعہ کی دیواروں کے پاس پہنچیں اور دیواروں پر تلواروں کے وار کرتے رہیں اور مخالفین کے تیروں کو ڈھالوں سے روکتے رہیں۔

امیر لشکرِ اسلام حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: ابوسلیمان! میرا نہیں خیال کہ اس طرح کرنے سے ہمیں کوئی فائدہ ہوگا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اے امیر! آپ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں اور کچھ دیر میری سوچی سمجھی حکمتِ عملی میں اختلاف رائے نہ فرمائیں، میرا یہ ارادہ ہے کہ اس مرتبہ میں غلاموں کی فوج کو لے کر دشمنوں سے لڑوں گا اور اس سے ظاہر یہ کرنا مقصود ہے کہ رومیوں کی ہماری نظر میں کوئی قدر نہیں ہے، تبھی تو ہم عرب لوگ ان کے مقابلے میں بذاتِ خود نہیں نکلے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل آپ کو توفیق عطا فرمائے، جو بہتر سمجھتے ہو کرو۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے غلاموں کو قلعے کی طرف پیش قدمی کرنے کا حکم دیا، بالجملہ غلاموں کی تعداد چار ہزار تھی اس کے ساتھ ہی آپ نے ایک ہزار عربی فوج کو حکم دیا کہ غلاموں کی فوج کے ساتھ ساتھ مگر پیچھے رہیں۔ غلاموں نے آپ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے فوراً عمل کیا اور دیواروں کی طرف پیش قدمی کرنی شروع کر دی۔ انھوں نے اپنے آپ کو ڈھالوں میں چھپا رکھا تھا، عربی فوج ان کے پیچھے ہی تھی۔ غلاموں نے تیراندازی شروع کی اور تلواریں دیواروں میں مارنا شروع کر دیں، بعض تلواروں سے تو دیواروں میں ٹکرا ٹکرا کر آگ کی چنگاریاں نکل رہی تھیں جبکہ بعض ٹوٹ گئیں۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یہی سلسلہ جاری تھا کہ گورنرِ حمص ہربیس بھی کارروائی ملاحظہ کرنے کیلئے باہر نکلا۔ اسکے بڑے بڑے سردار اور ذی مرتبہ درباری بھی اس کے ساتھ تھے اور غلاموں کا کام دیکھ کر ورطۂ حیرت میں مبتلا ہو گئے۔ ہربیس نے پوچھا:

میری قوم کے سردارو! حضرت مسیح کی قسم! میرا خیال تھا کہ عرب لوگ ایسے ہوں گے یہ تو سارے سیاہ فام ہیں!

ہربیس کے ساتھ ایک ایسا شخص بھی کھڑا تھا جو اجنادین اور دوسری ریاستوں سے ہوتا ہوا حمص آیا تھا، کہنے لگا: سردار ایسی بات نہیں ہے، بلکہ یہ فوج تو غلاموں کی ہے، ہمارے ساتھ عربوں کی یہ بہت بڑی چال ہے کہ انھوں نے غلاموں کو آگے آگے رکھا تا کہ یہی ہم لوگوں کا مقابلہ کریں اور لڑیں اور اس سے یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ انکی نگاہوں میں ہماری کوئی وقعت نہیں کہ بذاتِ خود ہمارے مقابلے میں نکلیں۔ ہربیس نے کہا: حضرتِ مسیح کی قسم! بلاشبہ عرب فوج تو ان غلاموں کی فوج سے کہیں زیادہ طاقتور اور بہادر ہوگی!

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھے ملنے والی خبر کے مطابق اس روز غلاموں کی فوج اسی طرح اپنے کام میں مصروف رہی اور وہ بار بار دیوار کی جانب چڑھائی کرتے رہے یہاں تک کہ جب رات کا وقت ہوا تو فوج اپنے خیموں میں واپس لوٹ آئی۔ رات کے وقت ہربیس نے اپنے ایک شہری کو پیغام دے کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ جس وقت وہ ایلچی رات کی تاریکی میں مسلمانوں کے قریب پہنچا تو مسلمانوں نے سوچا کہ شاید کوئی مخبر ہے، لہٰذا فوراً اس کی طرف بڑھے اور پکڑنا چاہا، لیکن وہ بولا: میں سردار ہربیس کا ایلچی ہوں، میرے پاس سردار کا ایک خط ہے جس کا جواب مطلوب ہے! یہ کہہ کر اس نے وہ خط انھیں دیا۔ جس وقت وہ خط حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو دیا گیا تو آپ نے کھول کر پڑھنا شروع کیا جس کا مضمون یہ تھا:

اے گروہِ عرب ہم لوگوں نے یہ گمان کر لیا تھا کہ تم لوگ صاحبِ عقل وفہم ہو گے اور تم لوگ جنگی چالوں سے بھی آشنا ہو گے کہ جنھیں دورانِ جنگ بروئے کار لایا جاتا ہے، لیکن اب ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ تم لوگ اس بارے بالکل نا آشنا ہو۔

پہلے روز جب تم لوگوں نے حملہ کیا تھا تو لوگوں نے قلعے کے سارے دروازوں کی طرف پیش قدمی کی تھی جس سے ہمیں یقین ہو گیا تھا قلعے کا محاصرہ ہمارے لئے یقیناً دشواری کا باعث ہوگا کہ جسے برداشت کرنا ہمارے بس میں بھی نہیں تھا، بہرحال اب کل تک جنگ سے رُکے رہو پھر ان غلاموں کو بھیجنا جو بیچارے سارا دن اپنی تلواریں دیواروں میں مار مار کر اپنا ہی اسلحہ ضائع کرتے رہے، میرا نہیں خیال اس طرح کرنے سے دیواروں کو کوئی نقصان پہنچے گا۔ بہرحال اس طرح کرنے سے کم از کم تمھاری کم عقلی کا اندازہ تو ہو ہی چکا ہے اس کے علاوہ تمھاری حکمتِ عملی اور

مد مقابل کا مقابلہ کرنے بارے میں بھی تمھاری بیوقوفی اچھی طرح ظاہر ہو چکی ہے۔

اب میں تمھارے لئے ایک تجویز پیش کر رہا ہوں کہ جس میں تمھاری فلاح مضمر ہے، وہ یہ کہ تم لوگ اس قلعے کو چھوڑ کر ہرقل بادشاہ کی سلطنت کا رخ کرو یا کسی اور ریاست کی طرف چلے جاؤ جیسا اس سے پہلے بھی کرتے آئے ہو، اس ظلم و سرکشی سے خود کو بچالو کیونکہ جو شخص ان دونوں چیزوں کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ انھیں کے سبب ہلاکت کا شکار ہو جاتا ہے، اگر کسی دوسرے علاقے کی طرف نکلنا پسند نہیں کرتے تو انتظار کرو، ہم صبح ہوتے ہی تمھارے مقابلے میں نکلیں گے پھر اللہ جسے چاہے ہمیں یا تمھیں غلبہ عطا فرمائے گا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا مشورہ فرمانا

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خط پڑھ کر آئندہ کے لیے لائحہ عمل اختیار کرنے کیلئے مسلمانوں سے مشورہ طلب کیا۔ اس وقت آپ کے پاس قبیلۂ خشعم کا ایک شخص بیٹھا ہوا تھا جسکا شمار معزز لوگوں میں ہوتا تھا، اس کا تعلق قبائلی سرداروں سے تھا جسکا نام "عطاء بن عمرو خشعمی" تھا۔ سن رسیدہ، اولاً ہجرت کرنے والا اور صاحب رائے تھا۔ جنگی حکمتِ عملی اور لشکروں کے بارے تجربہ کار شخصیت کا حامل تھا۔ جس وقت ہربیس کا مکتوب ملا تو جلدی سے کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اے امیر لشکر! میں آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ میری بات ضرور سنیں گے کیونکہ اس میں مسلمانوں کیلئے بھلائی ہے۔ اللہ جل جلالہ سے کامل امید ہے کہ وہ مجھے بھلائی کی توفیق عطا فرمائے اور اس سے مسلمانوں کی مدد کا سامان فراہم کرے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: ابن عمرو! تم تو مسلمانوں کے خیر خواہ ہو، کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔

عطاء بن عمرو خشعمی رضی اللہ عنہ آپ کے قریب آ کھڑے ہوئے اور عرض گزار ہوئے: اللہ جل جلالہ امیر لشکر کے کاموں میں اصلاح فرمائے! جناب کو واضح ہو کہ ملک شام میں ہمارے داخل ہوتے ہی حمص کے سردار ہربیس کو ہماری آمد کی خبر مل چکی تھی، ابھی تک جن سرداروں کے ساتھ ہمارا مقابلہ ہو چکا ان کی بنسبت یہ سردار کچھ زیادہ ہی چالاک اور تجربہ کار معلوم ہوتا ہے۔ بعلبک کی فتح کی خبر ملتے ہی اس نے یہ [illegible] تھا کہ اب مسلمانوں کا ہدف ہماری طرف ہوگا، تبھی تو اس

نے ہمارے اس علاقے میں پہنچنے سے قبل ہی راشن اور اسلحہ کا انتظام بھی کر لیا تھا، اس کے علاوہ اس نے لوگوں کی بہت بڑی تعداد بھی قلعے میں محفوظ کر لی تھی، غلہ کی اتنی مقدار اس نے جمع کر لی جو کئی سالوں تک ان کیلئے کفایت کر سکتی ہے، اسی لئے تو ہمیں اس قلعے کا محاصرہ کرنا پڑا جیسا کہ اس سے پہلے دمشق کا محاصرہ کرنا پڑا۔

بہرحال اب میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے جس کے ذریعے سے اہلِ حمص کو پنجہء فریب میں جکڑا جا سکتا ہے، اگر میری تدبیر ان کے خلاف پوری ہو گئی تو انشاء اللہ ﷻ عنقریب ہم لوگ اس شہر کے مالک ہوں گے!

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: ابن عمرو! تمھارے ذہن میں تدبیر کیا ہے!؟

جواب دیا: اے امیر! میری رائے یہ ہے کہ ہم لوگ ہربیس سردار کو خط لکھ کر اس سے سامان رسد مانگتے ہیں اور اس کے بدلے اس سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم تو اس علاقے کو چھوڑ کر کوچ کر جائیں، اگر تو اللہ ﷻ نے ہمیں دوسرے علاقوں کی فتوحات سے سرفراز فرمایا تو ہم لوگ تمھاری طرف دوبارہ آ سکتے ہیں۔ اس طرح کرنے سے چونکہ ان کا ذخیرہ کیا ہوا غلہ کم پڑ جائیگا تو ضرور وہ لوگ قلعہ سے باہر نکل کر حصول رزق میں اِدھر اُدھر جائیں گے اور تجارتی امور میں مشغول ہو جائیں گے تب ہم لوگ اچانک ان پر حملہ کر کے ان پر غالب آ جائیں گے اور وہ دوبارہ قلتِ غلہ کی وجہ سے مغلوب ہو کر رہ جائیں گے کیونکہ حمص کے قلعہ میں ان لوگوں کے لئے غلہ بہت کم مقدار میں باقی بچا ہوگا۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن عمرو! تیری رائے بہت اچھی ہے میں ابھی تمھارے مشورے پر عمل کرتا ہوں اور اللہ ﷻ سے توفیق و تائید کا سوال کرتا ہوں۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا جوابی خط لکھنا

پھر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے دوات کاغذ منگوا کر سردار ہربیس کے خط کا جواب لکھنا شروع کیا جس کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اما بعد: میں نے تمھاری بیان کردہ تجویز میں فریقین کے لئے خیر خواہی کا اثر محسوس کیا، ہم بندگانِ خدا پر ظلم و زیادتی روا رکھنے والے نہیں ہیں، تم جانتے ہو کہ ہمارا لشکر اور اونٹ گھوڑے بہت زیادہ ہیں، اگر تم چاہتے ہو کہ ہم لوگ یہاں سے کسی اور طرف رخ اختیار کر لیں تو ہمارے لئے پانچ دنوں کا راشن بھیج دو کیونکہ تم بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ ہمارے سامنے سفر

بہت طویل ہے جبکہ غلہ بہت کم۔ ہم تمہاری طرف اسی وقت آئیں گے جبکہ دیگر قلعوں اور شہروں کو فتح کر چکے ہوں گے۔ اگر تم ہمارے لئے غلہ بھیج رہے ہو تو ہم لوگ یہ شہر چھوڑ کر ملک شام کے دوسرے شہروں کا رخ کر لیں گے۔ پھر جب اللہ ﷻ ہمیں ان شہروں کی فتح سے کامیاب فرمادے گا تو ہم دوبارہ تمہارے شہر کا قصد کریں گے جیسا کہ تم لوگ بھی گمان کر رہے ہو۔ اگر تم بھی میری تجویز پر عمل کرلو تو ہمارے اور تمہارے لئے بہتر ہوگا۔

آپ نے خط لکھ کر لپیٹا اور اسی ایلچی کو دے کر سردار ہربیس کی طرف روانہ کر دیا۔ سردار ہربیس نے جس وقت آپ کا خط پڑھا تو وہ اور اس کے ساتھ بیٹھے دیگر رؤساء و پادری بہت خوش ہوئے۔ ہربیس نے کہا: دیکھو یہ عرب لوگ تم سے زادراہ اور غلہ وغیرہ مانگ رہے ہیں اور اس کے بدلے یہاں سے کوچ کرنے کا عہد کرنا چاہتے ہیں، اس کا مطلب ہے کہ یہ عربی کوئی درندے ہیں کہ جب انھوں نے تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز دیکھی تو منہ اٹھائے تمہارے شہروں میں بھوک مٹانے کیلئے آن ٹپکے اور اب جبکہ اگر ہم ان کی بھوک ختم کر دیں تو ہمارے سے کوچ کر جائیں گے۔ انھوں نے کہا: یہ بھی ڈر ہے کہ یہ عرب لوگ ہمارے پاس موجود غلہ اور دیگر سامان بھی وصول کر لیں اور ہمارا شہر بھی نہ چھوڑیں؟!

ہربیس نے کہا: اس معاملے میں میں ان سے پختہ عہد و میثاق لے کر فیصلہ کروں گا کہ جس وقت تم ان عربوں کو غلہ وغیرہ دے دو گے تو وہ یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔ انھوں نے کہا: بہت خوب، ایسا ہی کیجئے اور ہمارے لئے اور اپنے لئے بھی ان سے میثاق قائم کر لیں۔ کہتے ہیں کہ ہربیس نے مخبروں اور پادریوں کو بلایا اور انھیں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس عہد و میثاق کرنے کیلئے بھیجا اور کہا کہ ہماری طرف سے شرط یہی ہوگی کہ تم لوگ یہ شہر چھوڑ کر یہاں سے چلے جاؤ گے۔ اس کے لئے رستن کا دروازہ کھولا گیا اور وہ لوگ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے پھر اس بات پر معاہدہ ہوا کہ: ''وہ ان کا شہر چھوڑ کر چلے جائیں گے جبکہ اہل حمص انھیں غلہ وغیرہ دیں گے اور جب تک اللہ ﷻ انھیں شرق وغرب اور پہاڑوں وریگزاروں میں ملک شام کی ریاستیں فتح کر کے کامیاب نہ کرے، وہ اس طرف نہیں آئیں گے۔''

اہلِ حمص سے معاہدہ صلح کا ہونا

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں راضی ہوں اور بس اب صلح مکمل ہوئی۔ اس کے بعد اہل حمص نے اپنے پاس ذخیرہ کیا ہوا غلہ نکال کر مسلمانوں کو دیا اور اتنی زیادہ مقدار میں دیا کہ ان کے لئے کئی دنوں تک کفایت کر سکتا تھا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اہل حمص کا دیا ہوا غلہ قبول تو کر لیا پھر آپ نے فرمایا: حمص والو! ہم لوگوں نے تمہارا دیا ہوا غلہ اور چارہ

وغیرہ قبول کرلیا ہے، تو اگر اس کے علاوہ بھی غلہ بیچنا چاہو تو بیچ سکتے ہو۔ اہلِ حمص نے کہا: ہاں! ہم ایسا بھی کرنے کو تیار ہیں۔ ان کی پیشکش سن کر آپ نے لشکر میں منادی کر دی کہ اہلِ حمص سے مزید غلہ خریدنا چاہو تو خرید سکتے ہو، تاکہ تمھارے پاس زادِراہ کی کثرت ہو سکے کیونکہ تمھارا سفر ابھی بہت طویل ہے جبکہ غلہ قلیل مقدار میں ہے۔

لشکر والوں نے جواب دیا: اے امیر! ہم کس چیز کے بدلے خریداری کریں، اور پھر مزید غلہ اٹھائیں گے کیسے؟

آپ نے فرمایا: جو مالِ غنیمت تم لوگوں نے فتوحات سے حاصل کیا ہوا ہے اس کے بدلے خرید لو۔

حضرت حسان بن عدی غطفانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ عزوجل امیر لشکر اسلام پر اپنی رحمت سے حساب میں نرمی اختیار فرمائے! جیسا کہ انھوں نے اس طرح کی خرید وفروخت کی ترکیب نکال کر ہم لوگوں سے وہ بوجھ ہلکا کرا دیا جو کہ قالین اور دیگر بھاری سامان کی صورت میں ہمیں غنیمت میں ملا تھا کہ جس کا اٹھانا ہمارے لئے ثقل کا باعث بنا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ہمارے جانور بھی ان مالِ غنیمت کو اٹھانے پر تکلیف میں مبتلا تھے۔ جب ہم لوگوں نے ان کے بدلے زادِراہ اور دیگر غلہ وغیرہ کی خرید وفروخت شروع کی تو اہل حمص نے ہم سے سامان خریدنا شروع کیا۔ ہم لوگوں نے بیس دینار کے برابر چیزیں صرف دو دینار میں فروخت کیں جس سے اہل حمص سستے نرخ دیکھ کر ہماری طرف راغب ہونے لگے اور پھر یہی خرید وفروخت کا سلسلہ تین دن تک جاری رہا۔ اہل حمص کو مسلمانوں کے وہاں سے کوچ کرنے سے بہت خوشی ہوئی۔

کہتے ہیں کہ لشکر اسلام میں رومیوں کے جاسوس اور مددگار موجود رہتے تھے۔ جب اہل حمص نے مسلمانوں کو غلہ وغیرہ دینا شروع کیا تو انھیں یہ گمان ہوا کہ شاید اہل حمص نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کرلی ہے اور ان سے صلح کر بیٹھے ہیں لہٰذا وہ جاسوس ومعاون فوراً وہاں سے نکلے اور انطاکیہ بھاگ گئے۔ راستے میں جہاں کہیں بھی کوئی شہر آتا یا کسی قلعہ سے گزر ہوتا تو یہی کہتے ہوئے گزرتے: ''اہلِ حمص عربوں کی اطاعت قبول کر چکے ہیں اور عربوں نے اہلِ حمص کا شہر صلح کے ساتھ فتح کرلیا ہے......!''

یہ بات رومیوں کیلئے کافی تکلیف دہ ثابت ہوئی جس سے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا خوف ودبدبہ اور زیادہ پختہ ہوگیا۔ یہ محض اللہ عزوجل کی توفیق سے ہی مسلمانوں کو عطا ہوا۔ ان جاسوسوں کی تعداد چالیس تھی، تین تو ''شیرز'' چلے گئے اور وہاں اس بات کا خوب پرچار کیا۔

پہلی جلد ختم شد

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے راہِ خدا عزوجل میں نکل کر

قربانیاں دینے کے حیرت انگیز واقعات

فتوح الشام

جدید ایڈیشن

مع

تخریج حدیث

جلد اوّل

مصنف

ابو عبداللہ محمد بن عمر واقدی رحمۃ اللہ علیہ

متوفی ۲۰۷ ہجری

مترجم

حضرت علامہ مولانا غلام نصیر الدین گولڑوی

مکتبہ اعلیٰ حضرت

موضوع	تاریخ
نام کتاب	فتوح الشام
نام مصنف	ابو عبداللہ محمد بن عمر بن واقد الواقدی رحمۃ اللہ علیہ
نام مترجم	حضرت علامہ مولانا غلام نصیر الدین گولڑوی مدظلہ العالی
سن اشاعت	ستمبر 2008ء بمطابق رمضان المبارک 1429ھ
تعداد صفحات جلد اول	448
تعداد صفحات جلد دوم	432
ہدیہ مکمل سیٹ (عام ایڈیشن)	
ہدیہ مکمل سیٹ (خاص ایڈیشن)	
ناشر	مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
باہتمام	شعبہ: دار التراجم

تقسیم کار

Darbar Market Lahore — 042-7247301-0300-8842540

E-mail:darultarajim@gmail.com

فہرست مضامین

(جلد اوّل)

◆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فتحِ شام کا ارادہ ◆

◆ روم کے بادشاہ ہرقل کو اطلاع پہنچنا ◆

◆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک اور لشکر تیار کرنا ◆

◆ حضرت عمرو بن عاص ؓ کا فلسطین پہنچنا ◆

◆ اہلِ ارکہ، اہلِ سخنہ اور اہلِ تدمر سے صلح نامے ◆

◆ اہلِ بصرہ کے ساتھ معرکہ ◆

◆ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی جانب دمشق روانگی ◆

◆ وردان کی جانبِ دمشق روانگی ◆

◆ جنگِ اجنادین ◆

◆ فتح دمشق ◆

◆ واقعہ مرج الدیباج اور اس کی وجہ تسمیہ کا بیان ◆

◆ قلعہ ابوالقدس ◆

◆ فتح قنسرین ◆

◆ مسلمانوں کی جانبِ حلب روانگی ◆

◆ فتح بعلبک ◆

◆ عین البحر اور جوسیہ کے حاکموں کے ساتھ صلح کا بیان ◆

◆ جانبِ حمص روانگی ◆

کچھ ابو حنظلہ کے قلم سے

شکرِ خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے......

بسا اوقات انسان کچھ کرنا چاہتا ہے اور اس کے لیے بڑی کوششیں کرنے کے باوجود وہ اپنی مراد حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے، عموماً ایسے حالات میں انسان مایوس نظر آتا ہے، کیونکہ ایسے وقت میں وہ یہ سوچتا ہے کہ کام ہو نہیں رہا جبکہ سوچنے کی بات تو یہ ہے کیوں نہیں ہو رہا؟ اسی قسم کا معاملہ میرے ساتھ "فتوح الشام" کی اشاعت کے سلسلے میں پیش آیا، تقریباً 5 سال قبل جب میں نے اس کا ترجمہ کروانے کا ارادہ کیا تو استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا غلام نصیر الدین گولڑوی مدظلہ العالی کی خدمت میں حاضر ہوا اور مدعا عرض کیا۔

حضرت نے کمال شفقت فرماتے ہوئے حامی بھری اور عربی نسخہ اپنے پاس محفوظ فرما لیا۔ پھر تقریباً 4 سال گزرنے کے باوجود ترجمہ پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ اس دوران میں جب بھی حضرت مولانا سے ملتا اور ترجمے کے بارے میں پوچھتا تو جواب ملتا کہ "ترجمہ ہو رہا ہے" کئی دفعہ وہی سوال وہی جواب کی تکرار کا معاملہ رہا بالآخر میں نے سوال بدلا اور یوں پوچھا کہ کتنا ترجمہ ہو گیا؟

اگرچہ سوال بدل گیا لیکن پہلے والا جواب نہ بدلا۔ اُس وقت یقیناً میری حالت بھی ویسی ہی تھی جس کا میں نے ابھی ذکر کیا اور حقیقت یہ ہے کہ مجھے اس وقت پریشان ہونے کی بجائے یہ سوچنا چاہیے تھا کہ:

ہے اگر تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی ہے

جبکہ آج یہ سطور لکھتے ہوئے بڑا مطمئن ہوں کیونکہ تاخیر کا سبب سمجھ آ گیا تفصیل میں جانا نہیں چاہتا مختصراً صرف اتنا کہے دیتا ہوں کہ ؎

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

اِن گذارشات کے بعد کچھ کتاب کے بارے میں تحریر کرتا ہوں:

① اس سلسلے میں سب سے پہلے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آخر کیا وجہ تھی کہ اس کتاب کا ترجمہ کروانے کی ضرورت محسوس ہوئی؟ تو گذارش ہے کہ ہمارے اسلاف کا تو معمول یہ تھا کہ راہِ خدا ﷻ میں نکل کر اپنی جان تک قربان کر دینے کا

جذبہ ان کے سینوں میں ہر وقت موجزن رہتا تھا جبکہ فی زمانہ جان تو جان ہے مسلمان اپنا کچھ وقت اور مال بھی راہ خدا میں دینے کے لیے تیار نظر نہیں آتا لہٰذا ہم نے ضرورت محسوس کی کہ آج کے مسلمانوں کو اسلاف کے وہ کارنامے یاد کروائے جائیں تاکہ دلوں کا زنگ ختم ہو اور مسلمان بیدار ہوں۔ اس سلسلہ میں ہماری یہ کاوش اگر کام کر گئی تو ان شاء اللہ ﷻ عظیم ثواب جاریہ کا سلسلہ جاری ہو جائے۔ ② کتاب کا ترجمہ کرتے وقت ہمارے پیش نظر دو عربی نسخے تھے ایک نولکشور کا مطبوعہ اور دوسرا دار الکتب العلمیہ بیروت کا نسخہ، ہم نے زیادہ انحصار بیروت کے نسخہ پہ کیا ہے۔ ③ کتاب میں کچھ مقامات پر عربی عبارات، دی ہیں اور بعض جگہ عربی مکتوبات نقل کرنے کے بعد ان کا ترجمہ لکھا ہے اور بعض جگہ صرف ترجمہ لکھ دیا ہے۔ ④ عربی اشعار کا صرف ترجمہ لکھا ہے۔ ⑤ کتاب کو دیدہ زیب بنانے کی کوشش کی گئی ہے اُمید ہے قارئین پسند فرمائیں گے۔

آخر میں شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں حضرت مولانا غلام نصیر الدین چشتی مدظلہ العالی کا کہ جنھوں نے ترجمہ کا اکثر حصہ مکمل فرمایا۔ نیز مولانا سید محمود انور قادری مدظلہ العالی کا کہ جنھوں نے کتاب کے بقیہ حصے کا ترجمہ فرمایا جبکہ نظر ثانی اور پروف پڑھنے کا بھی فریضہ سرانجام دیا۔ اِن کے علاوہ اپنے پیارے دوست محمد ثاقب عطاری اور مولانا محمد اصغر صاحب کا کہ جنھوں نے نہ صرف پروف پڑھا بلکہ مفید مشوروں سے بھی نوازا اور جناب افضال احمد نوشاہی عطاری کا بھی ممنون ہوں کہ جنھوں نے راتوں کو دیر تک کام کر کے اس کتاب کو اس قدر دلکش انداز میں پیش کرنے کی ذمہ داری نبھائی۔ کتاب کے حوالے سے یہ کچھ گذارشات تھیں جن کو میں نے مختصراً عرض کیا۔ یہ کتاب ''مکتبہ اعلیٰ حضرت'' کا شعبہ ''دارالتراجم'' شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے۔ اس شعبہ کے قیام کے مقاصد پھر کبھی عرض کروں گا۔ فی الحال آپ اس کی جانب سے شائع ہونے والی کتب کا مطالعہ فرمایئے۔

آخر میں اپنے قارئین سے گذارش کروں گا کہ کتاب پڑھنے کے بعد اگر ممکن ہو سکے تو کتاب کے بارے میں اپنے تاثرات ادارہ کو ضرور ارسال کریں۔ ان شاء اللہ ﷻ ادارہ کی کوشش ہو گی کہ کتاب کے آخر ہر ایڈیشن میں ایک صفحہ قارئین کے تاثرات کا بھی رکھا جائے، جبکہ پہلے ایڈیشن میں وہ صفحہ خالی چھوڑا گیا ہے۔ اللہ ﷻ کی بارگاہ میں دعاء گو ہوں کہ ہماری اِس کاوش کو اپنی عظیم بارگاہ میں درجۂ قبولیت عطا فرمائے اور اس کتاب کے فیوض و برکات کو مفید عام فرمائے اور جن احباب نے بھی اس کی اشاعت میں کسی طرح بھی تعاون کیا ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ امین بجاہ النبی الامین ﷺ

خادم الکتاب

ابو حنظلہ محمد اجمل

ستمبر 2008ء بمطابق رمضان المبارک 1429ھ

تذکرۂ مصنف

سن ولادت: 130 ہجری

اسم مبارک: محمد بن عبداللہ بن عمر / کنیت: ابوعبداللہ

وجۂ نسبت: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دادا کا نام واقد تھا ان کی نسبت سے واقدی کہا جاتا ہے۔

مختصر تذکرہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ اور آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔ چالیس سال سے زیادہ طلب علم میں کوشاں رہے۔ ابتداءً مدينة المنوره میں رہے۔ 180 ھ میں بغداد تشریف لے گئے اور پھر تادم آخر وہیں سکونت اختیار کیے رہے۔

علمی ذوق

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ویسے تو کافی علوم وفنون میں دسترس حاصل تھی، جیسا کہ ان کی تصانیف کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے، لیکن آپ کا ''تاریخ'' میں خاص شغف تھا یہ ہی وجہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مورخ اسلام کی حیثیت سے زیادہ متعارف ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ذوق کا عالم یہ تھا کہ اگر آپ کو کسی جنگی واقعہ کا علم ہو جاتا تو آپ بنفس نفیس خود وہاں تشریف لے جاتے اور مشاہدہ فرمانے کے بعد قابل اعتماد لوگوں سے روایات لیتے۔

نیز روایات کو قبول فرمانے میں آپ انتہائی ثقہ لوگوں کا انتخاب کرتے، جیسا کہ خود ''فتوح الشام'' کے اندر آپ نے فرمایا کہ:

"واللّٰه الذی لا اله الّا هو عالم الغيب والشهادة ما اعتمدت فی اخبار هٰذه الفتوح الابصدق وما نقلت احاديثها الّا عن ثقات وعن قاعدة الحق لأثبت فضائل اصحاب رسول اللّٰه ﷺ وجهادهم حتى ارغم بذالك اهل الرفض الخارجين عن السنة والفرض."

''میں نے اس ''فتوح الشام'' کو لکھنے میں صرف سچی خبروں پر ہی اعتماد کیا ہے، اور اس میں ثقہ راویوں اور اہلِ حق کے قواعد کے مطابق ہی روایات نقل کی ہیں اور یہ تمام کوششیں اسی لیے ہیں کہ اصحابِ رسول ﷺ کے فضائل اور جہاد کے بارے میں سچ بیان کروں، یہاں تک کہ سنت و فرائض سے روگردانی کرنے والے خوارج کا منہ کالا کرسکوں۔''[1]

شیوخ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ میں معمر بن راشد ازدی، نجیح بن عبدالرحمٰن مسندی، ابو معشر مدنی بن ابی زہب، امام مالک بن انس اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔

تلامذہ

آپ کے تلامذہ میں سے ابوبکر بن ابی شیبہ، محمد بن یحییٰ ازدی، محمد بن الفرج الازرق اور کتاب الکبیر جو کہ طبقات ابن سعد کے نام سے مشہور ہے کہ مصنف محمد بن سعد المعروف ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم شخصیات ہیں۔

روایتِ حدیث

آپ رحمۃ اللہ علیہ تاریخ میں تو مسلّمہ مقام رکھتے ہیں جبکہ نقل حدیث کے معاملے میں محدثین نے آپ کے متعلق کچھ کلام فرمایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث کے اخذ و قبول میں محدثین کی اپنی شرائط ہوتی ہیں جبکہ محدثین کے نزدیک آپ ان شرائط کا خیال نہیں رکھ پاتے تھے۔ جو ان کے لیے قابل قبول ہوں، لیکن اس کے باوجود ہم آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مقام و مرتبے کا انکار نہیں کر سکتے کیونکہ اگر کسی شخص کو کسی ایک فن میں کمال حاصل نہ ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ کسی میں بھی کمال نہیں رکھتا اور اسی طرح اگر کوئی کسی ایک علم و فن میں کمال رکھتا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسے ہر علم و فن میں کمال حاصل ہے۔ لہٰذا اگرچہ امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ محدثین کی نظر میں علم حدیث میں قابلِ اعتماد درجہ و مقام حاصل نہ کر پائے لیکن فنِ تاریخ میں آپ کی مسلّمہ حیثیت کا کوئی منکر نہیں ہے۔

تصانیف

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں سے چند کے نام یہ ہیں: ''فتوح الشام'' کتاب التاریخ والمغازی

[1] فتوح الشام للواقدی، جلد 1، صفحہ 179.

والمبعث، كتاب اخبار مكه، كتاب الطبقات، كتاب فتوح العراق، كتاب الجمل، كتاب مقتل الحسين، كتاب السيرة، كتاب الزواج النبى ﷺ، كتاب المناكح، كتاب السقيفة وبيعة ابى بكر، كتاب ذكر القرآن، كتاب سيرة ابى بكر ووفاته، كتاب مولد الحسن والحسين، كتاب تاريخ الفقهاء، كتاب غلط الحديث، كتاب الدنا نير و الدراهم، كتاب الأداب، كتاب التاريخ الكبير، كتاب السنة والجماعة، وزم الهوى وترك الخروج فى الفتن، كتاب صفين، كتاب حرب الاوس والخزرج، كتاب وفاة النبى ﷺ وغیرہ وغیرہ۔

دنیاوی عہدہ

خلیفہ مامون الرشید نے آپ کو مغربی بغداد میں ''عسکر مہدی'' کا قاضی مقرر کیا تھا اور آپ وقتِ وصال تک اِسی عہدے پر فائض رہے۔

وصال پُر ملال

آپ رحمۃ اللہ علیہ 11 ذوالحجہ شبِ منگل 207 ھ کو اس دنیائے فانی کو خیر آباد فرما گئے۔

نماز جنازہ

حضرت محمد بن سماعہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

مزار مبارک

آپ کو خیزران کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔
اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا ہے کہ آپ کی قبر انور پر اپنی لطف عنایات کی بارش فرمائے اور آپ کے فیوض و برکات کو عام فرمائے۔

امین بجاہ النبی الامین ﷺ

از قلم

محمود انور قادری

تعارف مترجم

اسم گرامی: غلام نصیر الدین چشتی

والد گرامی: محمد علی جالندھری

تاریخ ولادت: یکم محرم الحرام 1377ھ بمطابق 11 اگست 1958ء بروز پیر بوقت صبح

مقام ولادت: آبائی وطن ہارون آباد، ضلع بہاولنگر

تعلیم وتربیت

ابتداءً مڈل تک تعلیم حاصل کی اور پھر اس کے بعد درسِ نظامی کے لیے جامعہ غوثیہ مہریہ گولڑہ، دار العلوم قمر الاسلام سلمانیہ کراچی، دار العلوم نعیمیہ کراچی، جامعہ نظامیہ لاہور اور جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور سے اکتساب فیض کیا۔

اساتذہ

آپ کے اساتذہ میں بڑی بڑی عالی مرتبت شخصیات کے نام شامل ہیں۔ ان میں چند کے نام ذکر کرتا ہوں: علامہ فیض احمد رحمۃ اللہ علیہ (مؤلف مہر منیر)، مفتی سید شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ، مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ مفتی عبد العلیم سیالوی مدظلہ العالی اور حضرت مولانا غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

بیعت

آپ نے حضرت سید عبد الحق شاہ صاحب المعروف ''لالہ جی'' رحمۃ اللہ علیہ زیب سجادہ گولڑہ شریف سے شرف بیعت حاصل کیا۔

درس وتدریس

1986ء میں درسِ نظامی سے فارغ التحصیل ہونے کے سات سال بعد جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں اور پھر جامعہ

عثمانیہ فاروق آباد میں تین سال تک پڑھایا جبکہ 1995ء سے تادم تحریر جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور میں درسِ نظامی کی کتب پڑھا رہے ہیں اور اس وقت جامعہ میں ناظمِ تعلیمات کی خدمات بھی سرانجام دے رہے ہیں۔

تصنیف وتالیف

درس وتدریس کے علاوہ آپ اپنی مصروفیات میں سے کچھ وقت تصنیف وتالیف کے لیے بھی نکالتے ہیں اور اب تک تقریباً 14 کے قریب کتابیں آپ کے قلم سے پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی ہیں، جن میں سے اکثر عربی کتب کے تراجم ہیں۔ جن میں زیادہ مشہور التذکرة، السباعیات، کتاب البر والصلہ وغیرہ ہیں۔

عاداتِ مبارکہ

آپ انتہائی مہربان وشفیق، عاجزی وانکساری کے پیکر، کم گو مگر حق گو، مہمان نواز، قناعت پسند، حرص وطمع اور دنیاوی شہرت سے بچنے والے اور چھوٹوں بڑوں سے بے لوث محبت فرمانے والی شخصیت کے حامل ہیں۔

اللہ ﷻ کی بارگاہ میں دعاء ہے کہ ان کا سایہ تادیر اہلِ سنت وجماعت پر قائم ودائم فرمائے اور ان کے علم، عمل، صحت، جان ومال میں برکات عطا فرمائے۔ ان کی تحریری خدمات کے فیوض وبرکات کو عام فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

از قلم

محمود انور قادری عفی عنہ

مقدمہ

''جب تک دنیا میں مسلم اقوام تبلیغ دین اور اعلاءِ کلمۃ الحق کے لئے کفر اور باطل قوتوں سے جہاد کرتی رہیں، وہ دنیا میں عزت اور سربلندی کے ساتھ زندہ رہیں اور جب انھوں نے جہاد چھوڑ دیا اور عیش وطرب کی زندگی اختیار کر لی اور مسلمان مشقت، جانفشانی اور سخت کوشی کی جگہ آرام اور تن آسانی کی زندگی بسر کرنے لگے تو ذلت اور محکومی ان کا مقدر ہوگئی۔ اسپین میں مسلمانوں کا عروج وزوال، ہندوستان میں سلاطین مغلیہ کی سربلندی اور پستی اور عربوں کی اسرائیلیوں سے فتح اور شکست کا راز اسی ایک نکتہ میں مضمر ہے۔

آج پاکستان کی قوم بھی تہذیب اور کلچر کے نام پر سینما اور وی سی آر پر پاکستانی اور ہندوستانی فلموں کے دیکھنے کے وفور شوق میں مبتلاء ہے اور میوزک کے شور میں ڈوبی ہوئی ہے اور فلموں میں جو فحاشی اور نیم عریاں تہذیب دکھائی جاتی ہے، اس کو عملی زندگی میں آرٹ اور فیشن کے نام پر فروغ دے رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سقوطِ مشرقی پاکستان کے موقع پر نوّے (90) ہزار فوجیوں نے ہتھیار ڈال کر مسلمانوں کی عسکری تاریخ کی بدترین مثال قائم کی۔''[1]

الجہاد

مندرجہ ذیل سطروں میں جہاد اور اس کے متعلقات پر کچھ مختلف انداز میں گفتگو کی جائے گی جس میں بظاہر ترتیب چاہے نظر نہ آئے لیکن تلاش کرنے پر موضوع پر انمول ہیرے ضرور صفحہ قرطاس پر بکھرے نظر آئیں گے۔

جہاد کیا ہے؟

جہاد ''جھد'' سے بنا ہے، جس کے معنی طاقت، وسعت اور کسی کام میں مبالغہ کرنے کے ہیں۔

جہاد دشمن سے لڑنے کو کہتے ہیں، اللہ ﷻ فرماتا ہے:

﴿وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ﴾

''اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا حق ہے جہاد کرنے کا۔''[2]

---

[1] شرح صحیح مسلم: کتاب الجهاد، جلد: 5.

[2] پارہ 17، حج، آیت 78، ترجمہ کنزالایمان

اس کی حقیقت اور اقسام کیا ہیں؟

علامہ راغب اصفہانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

جہاد کی حقیقت یہ ہے کہ خواہش کے خلاف اپنی طاقت اور وسعت کو خرچ کیا جائے۔ اس کی تین قسمیں ہیں:

① ظاہری دشمن سے جہاد کرنا

② شیطان سے جہاد کرنا

③ اور نفس سے جہاد کرنا

یہ تینوں قسمیں اس آیت میں داخل ہیں:

﴿ وَجَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ﴾

''اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا حق ہے۔''[1]

جہاد کا شرعی معنی کیا ہے؟

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جہاد کا شرعی معنی ہے ''اِعْلَاءُ كَلِمَةِ اللّٰهِ '' (یعنی اللہ کے دین کی سربلندی) کے لیے کفار سے جنگ میں اپنی پوری طاقت اور وسعت کو خرچ کرنا اور جہاد فی سبیل اللہ کا معنی ہے ''احکام شرعیہ پر عمل کرنے کے لیے نفس کو تھکانا اور اتباعِ شہوات اور میلانِ لذّت میں نفس کی مخالفت کرنا۔''[2]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

کفار سے جنگ کرنے میں اپنی طاقت اور وسعت کو صرف کرنا شرعاً جہاد ہے، اور اپنے نفس، شیطان اور فاسقوں سے مجاہدہ کرنے کو جہاد کہتے ہیں۔ امورِ دین کا حاصل کرنا پھر اس پر عمل کرنا اور اس کی تعلیم دینا ''مجاہدۂ نفس'' ہے، شیطان کے شبہات کو دور کرنا اور اس کی مزّین کردہ چیزوں سے بچنا ''مجاہدۂ شیطان'' ہے۔ جان، مال، زبان، اور دل سے کفار کے ساتھ جنگ کرنا ''مجاہدۂ کفار'' ہے، اور ہاتھوں سے زبان سے اور دل سے فاسقوں کی مخالفت کرنا ''مجاہدۂ فساق'' ہے۔[3]

جہاد کی فرضیت کیسے ہوئی؟

شمس الائمہ سرخسی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

---

[1] پارہ 17، الحج 78، ترجمہ کنز الایمان

[2] عمدۃ القاری: مطبوعہ مصر، جلد 14، ص 78.

[3] ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ، فتح الباری ج6، ص3، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور 1401ھ۔ بحوالہ شرح صحیح مسلم

مشرکین کو دینِ اسلام کی دعوت دینا واجب ہے اور جو مشرکین اس دعوت کو قبول نہ کریں، ان سے قتال کرنا واجب ہے۔ کیونکہ تمام آسمانی کتابوں میں اس اُمت کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ یہ اُمت نیکی کی دعوت دیتی ہے اور برائی سے روکتی ہے، اِسی بناء پر اس امت کو "خیرُ الامم" قرار دیا گیا ہے، ارشادِ باری ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

"تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔"[1]

اور سب سے بڑی نیکی اللہ عزوجل پر ایمان لانا ہے اس لیے ہر مومن پر لازم ہے کہ وہ نیکی کی دعوت اور نیکی کا حکم دے اور سب سے بڑی برائی یعنی شرک سے روکے خصوصاً وہ لوگ جو عناداً شرک کرتے ہیں۔ اس لیے ہر مومن پر لازم ہے کہ وہ حسبِ استطاعت لوگوں کو شرک سے روکے۔

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداً مشرکین سے اعراض کرنے اور ان سے درگزر کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ ط﴾

"اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہے۔"[2]

② اس کے بعد اللہ عزوجل نے یہ حکم دیا کہ اگر مشرکین جنگ کی ابتدا کریں تو ان سے مدافعانہ جنگ کی جائے۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ﴾

"اور اگر تم سے لڑیں تو انھیں قتل کرو۔"[3]

③ نیز اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ﴾

اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی جھکو۔"[4]

---

[1] پارہ 4، الِ عمران 110، ترجمہ کنزالایمان
[2] پارہ 14 النحل 125.
[3] پارہ 2، البقرہ 191۔ [4] پارہ 10، الانفال 61.

④ اس کے بعد اللہ ﷻ نے ابتداً مشرکین کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ﴾

''اوران سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور ایک اللہ کی پوجا ہو۔''[1]

⑤ مزید ارشاد فرمایا:

﴿ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ﴾

''تو مشرکوں کو مارو جہاں پاؤ۔''[2]

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جب تک لوگ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار نہ کرلیں، میں ان سے جنگ کرتا رہوں، اور جب وہ اقرار کرلیں تو وہ اپنی جان اور مال کو مجھ سے محفوظ کرلیں گے، البتہ جو ان پر حق ہوگا (وہ وصول کیا جائے گا) اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔''

اس کے بعد جہاد کی فرضیت باقی رہی اور جہاد قیامت تک کیلئے فرض ہوگیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جب سے اللہ ﷻ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس وقت سے لے کر جب تک میری امت دجّال سے جنگ کرے گی، جہاد جاری رہے گا۔''

اور مزید فرمایا:

''مجھے قیامت تک کیلئے تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا اور میرا رزق نیزوں کے سائے میں ہے اور جو شخص میری مخالفت کرے گا، اس کے لیے ذلت اور محکومی ہے، اور جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا، اس کا اسی قوم میں شمار ہوگا۔''

سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ:

اللہ ﷻ نے رسول اللہ ﷺ کو چار تلواروں کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ ایک وہ تلوار جس کے ساتھ آپ ﷺ نے خود بت پرستوں کے ساتھ جہاد کیا۔ ایک وہ تلوار ہے جس کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے ساتھ جہاد کیا۔

اللہ ﷻ فرماتا ہے:

---

[1] پارہ 2، البقرہ 193۔

[2] پارہ 10، توبہ 5۔

﴿تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ج﴾

''ان سے لڑو یا وہ مسلمان ہو جائیں۔''[1]

تیسری تلوار وہ ہے جس کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجوس اور اہلِ کتاب کے ساتھ جنگ کی۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾

''لڑو ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر۔''[2]

چوتھی تلوار وہ ہے جس کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خارجیوں، معاہدہ توڑنے والوں اور حق کی مخالفت کرنے والوں سے جہاد کیا۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ﴾

''تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔''[3]

بعض اسلام دشمن قوتیں یہ دعویٰ کرتی ہیں کہ اسلام کی تشہیر بزور شمشیر ہوئی ہے، اس کا جواب کیا ہے؟

اسلام دو طریقوں سے پھیلا ہے، کیونکہ لوگوں کی دو قسمیں ہیں:

① ایک وہ لوگ ہوتے ہیں جن میں حق کی دعوت کو سننے اور قبول کرنے کا مادہ اور صلاحیت موجود ہوتی ہے ایسے لوگوں نے جب اسلام کے پیغام اور دعوتِ حق کو توجہ سے سنا اور اسے قبول کر لیا تو ان کی نسبت یہ کہا جائے گا کہ اسلام دلیل و حجت اور بیان سے پھیلا ہے۔

② اور لوگوں کی دوسری قسم وہ ہے جو ہٹ دھرم اور متعصب ہوتے ہیں، تو ایسے معاند اور متکبر لوگوں کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ طاقت اور تلوار کے ذریعے ان میں اسلام پھیلا یہاں تک کہ جب غلبۂ اسلام ہوا تو پھر ان لوگوں کا دماغ درست ہو گیا اور عناد و تعصب زائل ہو گیا۔

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ:

''سوالِ قبر'' اِس اُمت کے ساتھ ہی خاص ہے، کیونکہ پہلی اُمتیں جب رسولوں کی تکذیب کرتی تھیں تو ان پر فوراً عذاب عالم گیر آ جاتا تھا اور اپنے کیفرِ کردار تک پہنچتے تھے، لیکن جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ان کے طفیل اِس

[1] پارہ 26، فتح 16، ترجمہ کنزالایمان

[2] پارہ 10، سورہ توبہ 29، ترجمہ کنزالایمان

[3] پارہ 26، سورہ الحجرات 9، ترجمہ کنزالایمان، بحوالہ امام سرخسی متوفی 483ھ: المبسوط ج 10 ص 302.

اُمت سے عذاب عالمگیر روک لیا گیا اور ان کو "تلوار" دی گئی، تا کہ اس کی ہیبت سے لوگ اِس دین کو قبول کر لیں اور پھر ایمان اِن کے دلوں میں راسخ ہو جائے۔

☜ اسلام تلوار سے پھیلا یا دلیل و حجت اور بیان سے؟ نیز پیشگی حملہ کا حق کیا صرف کفار و مشرکین کو حاصل ہے اور مسلمان صرف مدافعانہ جنگ کا حق رکھتے ہیں اور ان کو پیشگی حملہ کرنے اور کفر و شرک کو مٹانے کا حق نہیں؟

☜ اِن سوالات کا جواب جاننے کے لیے عصرِ حاضر کی دو نامور شخصیات حضرت مولانا غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ اور حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری برکاتی عافاہ اللّٰہ تعالیٰ کے مقالات پڑھیں، صورتِ حال پوری طرح الم نشرح ہو جائے گی۔

اللہ ﷻ کا ارشاد ہے:

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾

"کچھ زبردستی نہیں دین میں بے شک خوب جدا ہو گئی ہے نیک راہ گمراہی سے۔"[1]

قرآن مجید میں ایک اور جگہ بھی اللہ ﷻ نے یہ واضح فرمایا ہے کہ اللہ ﷻ کی یہ منشاء نہیں ہے کہ لوگ جبراً اسلام میں داخل ہوں، اللہ ﷻ فرماتا ہے:

﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ○﴾

"اور اگر تمھارا رب چاہتا تو زمین میں جتنے ہیں سب کے سب ایمان لے آتے تو کیا تم لوگوں کو زبردستی کرو گے یہاں تک کہ مسلمان ہو جائیں۔"[2]

﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾

"اور فرما دو کہ حق تمھارے رب کی طرف سے ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔"[3]

امام ابنِ جریر رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انصار کے ایک قبیلہ بنو سالم بن عوف کے حصین نامی ایک شخص کے دو بیٹے تھے اور وہ خود مسلمان تھے، انھوں نے نبیٔ اکرم ﷺ سے پوچھا کہ ان کے بیٹے اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے

[1] پارہ 3، البقرۃ 256، ترجمہ کنزالایمان

[2] پارہ 11، یونس 99، ترجمہ کنزالایمان

[3] پارہ 15، الکہف 29، ترجمہ کنزالایمان

ہیں کیا ان کو جبراً مسلمان کریں؟ تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ﴾

''دین میں جبر نہیں ہے۔'' [1]

اس آیت کے متعلق علماء تفسیر کا اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ یہ آیت اس دور میں نازل ہوئی جب جہاد اور قتال کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، جب ان کی زیادتیوں پر معاف کرنے اور درگزر کرنے کا حکم تھا کہ ان کی برائی کو اچھائی سے دُور کرو اور عمدہ طریقہ سے ان سے بحث کرو اور جب جاہل سے بات کرتے تو وہ سلام کہتے اور جب جہاد اور قتال کی آیات نازل ہوئیں تو ان آیات کا حکم منسوخ ہو گیا۔

مشروعیت جہاد پر نفیٔ جبر کی وجہ سے اعتراض اور معاصر مفسرین کے جوابات

غیر مسلم سکالرز اور مستشرقین، اسلام کے خلاف یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے، اس سے مرعوب ہو کر ہمارے بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ''دین میں جبر نہیں ہے۔'' اور جہاد کا حکم صرف مدافعانہ جنگ کیلئے ہے، یعنی جب کوئی قوم مسلمانوں پر حملہ آور ہو تو وہ اپنے تحفظ اور دفاع کیلئے جہاد کریں۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری نے لکھا:

''اسلام جس طرح یہ گوارہ نہیں کرتا کہ کسی کو جبراً مسلمان بنایا جائے اسی طرح وہ یہ بھی برداشت نہیں کرتا کہ کوئی اس کے ماننے والوں پر تشدد کر کے انھیں اسلام سے برگشتہ کرے یا جو خوشی سے اسلام کی برادری میں شریک ہونا چاہتے ہیں، ان کو ایسا کرنے سے زبردستی روکا جائے اور اگر کہیں ایسی صورت پیدا ہو جائے تو اس وقت اسلام اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے کہ ایسی حالت میں وہ ظالم قوت کا مقابلہ کریں اور یہی اسلام کا نظریۂ جہاد ہے، اسلام کے بعض نکتہ چیں جہاد کو اکراہ فی الدین سے تعبیر کرتے ہیں اور اس پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں، وہ یہ سن لیں کہ اسلام ان کی خوشنودی کا پروانہ حاصل کرنے کے لیے اپنے ماننے والوں کو دشمنانِ دین وایمان کے جور وستم کا تختہ مشق بننے نہیں دے گا۔'' [2]

مولوی امین احسن اصلاحی نے لکھا:

''اسی طرح ہمیں اس امر سے انکار نہیں ہے کہ مجرد کسی قوم کے اندر کفر کا وجود اس امر کیلئے کافی وجہ نہیں ہے کہ اسلام کے علمبردار، ان کے خلاف جہاد کیلئے اٹھ کھڑے ہوں اور تلوار کے زور سے ان کو اسلام پر مجبور کریں۔ جہاد اصلاً

---

[1] جامع البیان: جلد3، ص10، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، 1409ھ

[2] ضیاء القرآن: جلد1، ص179، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز

فتنہ اور فساد فی الارض کو مٹانے کیلئے مشروع ہوا ہے، اگر یہ چیز کہیں پائی گئی تو اہلِ ایمان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ استطاعت رکھتے ہوں تو وہ اس فتنہ کو مٹانے اور فساد کو مٹانے کیلئے جہاد کریں خاص طور پر اس فتنہ کو مٹانے کیلئے جو اہلِ کفر کے ہاتھوں اس لئے برپا کیا جائے کہ اہلِ ایمان کو ان کے دین سے پھیرا جائے یا اسلامی نظام کو برپا کیا جائے، صرف مشرکین بنی اسماعیل کا معاملہ اس کلیہ سے استثناء کی نوعیت رکھتا ہے۔"[1]

دیوبندیوں کے مفتی محمد شفیع نے بھی گول مول طریقہ سے لکھا:

"اسلام میں جہاد اور قتال کی تعلیم لوگوں کو قبول ایمان پر مجبور کرنے کیلئے نہیں ہے، ورنہ جزیہ لے کر اپنی ذمہ داری میں رکھنے اور ان کی جان و مال و آبرو کی حفاظت کرنے کے اسلامی احکام کیسے جاری ہوتے بلکہ دفعِ فساد کیلئے ہے، کیونکہ فساد اللہ ﷻ کو ناپسند ہے جس کے کافر درپے رہتے ہیں۔"[2]

جوابات مذکورہ پر بحث ونظر

اسلام میں جہاد صرف مدافعانہ جنگ کیلئے نہیں ہے، جیسا کہ ازہری صاحب نے لکھا ہے، اور نہ ہی صرف فتنہ اور فساد دور کرنے کیلئے ہے، جیسا کہ مؤخر الذکر نے لکھا ہے، بلکہ اسلام میں جہاد، اللہ ﷻ کے دین کی سربلندی کیلئے ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾

"اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فساد باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کا ہو جائے۔"[3]

اس آیت میں یہ واضح حکم دیا گیا ہے کہ جب تک پورا دین اللہ ﷻ کے لئے نہ ہو جائے اس وقت تک کافروں سے جنگ اور جہاد کرتے رہو۔ امام بخاری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

"حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کرتا رہوں گا جب تک کہ وہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کی شہادت نہ دیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، اگر انھوں نے ایسا کرلیا تو وہ مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو بچالیں گے ماسوا اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ ﷻ کے ذمہ ہے۔"[4]

---

1. تدبر قرآن: جلد ۱، ص 594، مطبوعہ فاران فاؤنڈیشن، لاہور پاکستان
2. معارف القرآن: جلد ۱، ص 616، مطبوعہ ادارۃ المعارف، کراچی
3. پارہ 9، الانفال 39، ترجمہ کنزالایمان
4. صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب فان تابوا واقاموا الصلوۃ وآتوا الزکاۃ فخلوا سبیلھم، حدیث نمبر 24. صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث: 33.

مشرکین کے متعلق اللہ ﷻ نے یہ حکم دیا ہے کہ جب تک وہ اسلام قبول نہ کرلیں، ان سے جہاد اور قتال کیا جائے، اللہ ﷻ فرماتا ہے:

﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِنْ تَابُوْا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ط﴾

''تو مشرکوں کو مارو جہاں پاؤ اور انھیں پکڑو اور قید کرو اور ہر جگہ ان کی تاک میں بیٹھو پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔'' [1]

اور اہلِ کتاب کے متعلق فرمایا: انھیں اسلام کی دعوت دو اگر وہ نہ مانیں تو ان سے قتال کرو اور اگر وہ تمھارے ماتحت ہو کر جزیہ دینا قبول کرلیں تو ان کو چھوڑ دو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴾

''لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ اور اس کے رسول نے اور سچے دین کے تابع نہیں ہوتے یعنی وہ جو کتاب دیئے گئے جب تک اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں ذلیل ہو کر۔'' [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے کسی قوم سے اس وقت تک قتال نہیں کیا جب تک ان کو اسلام کی دعوت نہیں دی۔

حافظ الہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ رحمہ اللہ اور امام طبرانی رحمہ اللہ نے کئی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام احمد رحمہ اللہ کی سند صحیح ہے۔ [3]

امام مسلم رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی شخص کو کسی بڑے چھوٹے لشکر کا امیر بناتے تو اس کو بالخصوص اللہ ﷻ سے ڈرنے کی وصیت کرتے اور اس کے ساتھی مسلمانوں کو نیکی کی وصیت کرتے، پھر فرماتے:

---

1. پارہ 10، التوبہ 5، ترجمہ کنزالایمان
2. پارہ 10، التوبہ 29، ترجمہ کنزالایمان
3. مجمع الزوائد: جلد 5، صفحہ 304، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، 1402ھ

"اللہ ﷻ کا نام لے کر اللہ ﷻ کے راستے میں جہاد کرو، جو شخص اللہ ﷻ کے ساتھ کفر کرے اس کے ساتھ جنگ کرو، خیانت نہ کرو، عہد شکنی نہ کرو، کسی شخص کے اعضاء کاٹ کر اس کی شکل نہ بگاڑو اور کسی بچہ کو قتل نہ کرو، جب تم دشمن مشرکوں (اہل کتاب) سے مقابلہ کرو تو ان کو تین چیزوں کی دعوت دینا۔ وہ ان میں سے جس کو بھی مان لیں اس کو قبول کر لینا اور جنگ سے رک جانا، پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو، اگر وہ اسلام لے آئیں تو انکا اسلام قبول کر لو اور ان سے جنگ نہ کرو۔ ان سے کہو کہ وہ اپنا شہر چھوڑ کر مہاجرین کے شہر میں آجائیں (الی قولہ) اور اگر وہ مہاجرین کے شہر میں آنے سے انکار کر دیں تو ان کو یہ خبر دو کہ پھر ان پر دیہاتی مسلمانوں کا حکم ہوگا (الی قولہ) اگر وہ اس دعوت کو قبول نہ کریں تو پھر ان سے جزیہ کا سوال کرو۔ اگر اس کو تسلیم کر لیں تو تم بھی اس کو قبول کر لو اور ان سے جنگ نہ کرو اور وہ اس کا انکار کریں تو پھر اللہ ﷻ کی مدد کے ساتھ ان سے جنگ شروع کر دو۔"[1]

امام بخاری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

جنگ خیبر کے ایام میں جب رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کو جھنڈا عطا فرمایا تو انھوں نے کہا: جب تک وہ مسلمان نہیں ہونگے ہم ان سے قتال کرتے رہیں گے، آپ نے فرمایا: اسی طرح کرنا حتیٰ کہ جب ان کے علاقہ میں داخل ہو تو (پہلے) ان کو اسلام کی دعوت دینا اور ان کو خبر دینا کہ ان پر کیا احکام واجب ہیں، اللہ ﷻ کی قسم! اگر ایک شخص بھی تمھارے سبب سے ہدایت یافتہ ہو جائے تو وہ تمھارے لئے سرخ اونٹوں (دنیا کی خیر) سے بہتر ہے۔[2]

بادی النظر میں اعتراض ہوتا ہے کہ یہ جبر و اکراہ ہے، لیکن در حقیقت یہ بھی جبر نہیں ہے، اگر کوئی کسی ملک کا باشندہ ہو، اس ملک کے بادشاہ کی مہیا کی ہوئی سہولتوں اور فائدوں سے بہرہ اندوز ہوتا اور اس ملک کی زمین میں گھر بنا کر رہتا ہو اور تمام نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہو، لیکن وہ اس ملک کے بادشاہ یا حکمران کی حکومت کو نہ مانے، اس کے قوانین پر عمل نہ کرے اور اس کے برعکس اس حکومت کے دشمن اور مخالف کا علی الاعلان دم بھرتا ہو اور اس کی وفاداری کا اعلان کرتا ہو تو کیا اس کو گردن زدنی نہیں قرار دیا جائے گا اور اس کو غدار قرار دے کر قتل نہیں کیا جائے گا؟ کیا آج کے تمام مہذب ملکوں کا اس پر عمل نہیں ہے؟

اور اگر اس شخص سے یہ کہا جائے کہ یا تو تم اس ملک کی وفاداری کا اعلان کرو ورنہ تمھیں قتل کر دیا جائے گا، تو یہ کیوں عدل و انصاف کے مطابق نہیں ہے، جبکہ آج کی نام نہاد مہذب دنیا میں ایسے شخص کو یہ موقع دیئے بغیر قتل کر دیا جاتا ہے، سو اسی طرح جو شخص اللہ ﷻ کی بنائی ہوئی زمین میں رہتا ہے اور اس کی دی ہوئی تمام نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے لیکن وہ

---

[1] صحیح مسلم: ج 2، ص 83، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، 1375ھ

[2] صحیح بخاری: جلد 1، ص 413، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، 1381ھ

اللہ ﷻ کو مانتا ہے نہ اس کے کسی اصول اور قانون کو، اور دنیا میں آسمانی مذاہب کی جتنی شکلیں ہیں ان میں سے وہ کسی کو بھی نہیں مانتا تو آگے لے جائیں اسے یہ کہنا بجا اور عدل و انصاف کے مطابق ہے کہ یا تو اللہ ﷻ کے دین کو قبول کر لو ورنہ مرنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔ نیز جس طرح ہر حکومت میں ریاست کے غدار کی سزا، موت ہے اسی طرح اسلام میں مرتد کی سزا یہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے، اس کو تین دن موقع دیا جاتا ہے کہ وہ غور و فکر کرے اور اگر اس کو اسلام کے خلاف کوئی شبہ ہو تو زائل کیا جائے لیکن اگر وہ اس کے باوجود اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے جبکہ وطن کیلئے یہ رعایت نہیں ہوتی۔

تمام مہذب دنیا میں جرائم پر سزاؤں کا نظام جاری ہے اور جب کسی قاتل، چور، ڈاکو یا ریاست کے غدار کو سزا دی جائے تو یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ جبر ہے اور حریت فکر اور آزادیٔ رائے کے خلاف ہے اسی طرح جب مشرک کو ایمان نہ لانے پر جہاد میں قتل کیا جائے یا مرتد کو توبہ نہ کرنے پر قتل کیا جائے تو یہ ان کے جرائم کی سزا ہے، جبر نہیں ہے اور حریت فکر اور آزادیٔ رائے کے خلاف نہیں ہے۔ [1]

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ ''تعارف غزوات النبی ﷺ'' میں لکھتے ہیں:

''سیرت نگاروں کی ایک ذمہ داری یہ ہے کہ مستشرقین کے اٹھائے ہوئے اعتراضات کا جواب دیں، لیکن بہت سے قلمکار مرعوبیت کا شکار ہو جاتے ہیں اور بجائے جواب دینے کے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کر لیتے ہیں۔ شبلی نعمانی کی تالیف سیرۃ النبی ﷺ میں جا بجا اس رویے کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔''

مولوی عبدالرؤف داناپوری نے لکھا:

''یورپ کے اس پروپیگنڈے کی وجہ سے آج مسلمانوں میں ایک جماعت پیدا ہو گئی ہے جو اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے جہاد بالسیف کو برا سمجھتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے غزوات اسلامی کو تاریخ پر بدنما داغ سمجھتی ہے اور اپنی دانست میں اسلامی خدمت اسی کو سمجھتی ہے کہ اسلامی تاریخ سے یہ داغ مٹایا جائے، مگر آیات قرآنی کی کثرت، احادیث صحیحہ کا دفتر، اس کو یہ کرنے نہیں دیتا، لہٰذا اس نے یہ تاویل پیدا کر دی کہ یہ سارے غزوات مدافعت اور حفاظت خود اختیاری کیلئے تھے، اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے نہ تھے۔

چند سطر بعد لکھا:

یہ جواب کیوں دیا جاتا ہے؟، صرف اس لئے کہ ذہنی غلامی نے ہم کو اس قابل نہیں رکھا اور ہمت و شجاعت کے وہ شریفانہ جذبات ہمارے اندر باقی نہیں رہے، جس سے ہم سمجھ سکیں کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے

---

[1] علامہ غلام رسول سعیدی، تبیان القرآن: جلد ۱، فرید بک سٹال لاہور

متبعین پر اعلائے کلمۃ اللہ کا حق اپنی حفاظت اور مدافعت سے زیادہ ضروری ہے۔ وہ اپنے تمام مخالفین اور بڑے بڑے دشمن کو معاف کر سکتے تھے، مگر خدا کی مخالفت اور بت پرستی اور شرک کی اشاعت کو معاف نہیں کر سکتے تھے۔" ❶

مولوی محمد ادریس کاندھلوی، شبلی نعمانی اور ان کے ہمنواؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کی تین خصوصیتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

① اس دور میں اگرچہ سیرت نبوی ﷺ پر چھوٹی اور بڑی بہت سی کتابیں لکھی گئیں اور لکھی جا رہی ہیں، لیکن ان کے مؤلفین اور مصنفین زیادہ تر فلسفۂ جدیدہ اور یورپ کے فلاسفروں سے مرعوب اور خوفزدہ ہیں وہ یہ چاہتے ہیں کہ آیات واحادیث کو توڑ کر کسی طرح فلسفہ اور سائنس کے مطابق کر دیں۔

② یہی وجہ ہے کہ جب معراج اور کرامات کا ذکر آتا ہے تو جس قدر ممکن ہوتا ہے ان کو ہلکا کر کے بیان کیا جاتا ہے۔ اگر کہیں راویوں پر بس چلتا ہے تو جرح وتعدیل کے ذریعے سے محدثانہ رنگ میں ان کو نا قابل اعتبار بنانے کی کوشش کی جاتی ہے اور اسماء الرجال کی کتابوں سے جرح تو نقل کر دیتے ہیں اور توثیق وتعدیل کے اقوال نقل نہیں کرتے، جو سراسر امانت ودیانت کے خلاف اور "قراطیس تبدونها وتخفون كثيرا" کا مصداق ہے اور جہاں راویوں پر بس نہیں چلتا، وہاں صوفیانہ اور محققانہ رنگ میں آکر تاویل کی راہ اختیار کی جاتی ہے، جس سے آیت اور حدیث کا مفہوم ہی بدل جاتا ہے۔

③ اور جب خداوند قدوس کے باغیوں سے جہاد کا ذکر آتا ہے تو بہت پیچ وتاب کھاتے ہیں اور اس کو اسلام کے چہرے پر ایک بدنما داغ سمجھ کر دھونے کی کوشش کرتے ہیں، یہ تو ممکن نہ ہوا کہ اعداء اللہ سے جہاد وقتال کی آیات واحادیث کا انکار کر سکیں، اس لئے تاویل کی راہ اختیار کی کہ یہ غزوات وسرایا اعلائے کلمۃ اللہ کا بول بالا کرنے اور آسمانی بادشاہت قائم کرنے اور قانون خداوندی کو علی الاعلان جاری کرنے کیلئے نہ تھا بلکہ محض اپنی حفاظت اور جان بچانے اور دشمنوں کی مدافعت کیلئے تھے۔ ❷

جنگ بدر کے بارے شبلی نعمانی نے ایسا مؤقف اختیار کیا، جو محدثین، مفسرین، ارباب سیرت اور مؤرخین سب کے خلاف ہے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں تصریح ہے:

((انما خرج رسول الله ﷺ والمسلمون يريدون عير قريش جمع الله بينهم و بين

❶ عبدالرؤف دانا پوری، اصح السیر، مصنفہ 1351ھ / 1932ء، مطبوعہ مجلس نشریات اسلام کراچی، صفحہ: 20،19

❷ محمد ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰ، مطبوعہ مکہ پبلشنگ کمپنی، لاہور، جلد 1، صفحہ: 51

عدوهم على غير ميعاد))

"رسول اللہ ﷺ اور مسلمان صرف قریش کے قافلے کے ارادے سے نکلے تھے، اللہ ﷻ نے انھیں اور ان کے دشمن کو جمع فرمادیا، حالانکہ یہ پہلے سے طے شدہ نہیں تھا۔" [1]

لیکن شبلی نعمانی کا اصرار ہے کہ مدینہ طیبہ میں ہی یہ اطلاع مل چکی تھی کہ مکہ مکرمہ سے مشرکین کا ایک بڑا لشکر مقابلہ کرنے کیلئے روانہ ہو چکا ہے۔ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی لشکر کا مقابلہ کرنے کے ارادے سے نکلے تھے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ملک شام سے آنے والے تجارتی قافلے کا تعرض مقصود نہ تھا۔ اس مقصد کو ثابت کرنے کیلئے انھوں نے طویل گفتگو کی، جو سیرۃ النبی کے بیس بائیس صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس کا باعث کیا ہے؟

وہی ذہنی پسپائی اور شکست خوردگی، اور دراصل مستشرقین کے اس اعتراض سے دامن چھڑانا ہے کہ مسلمان قافلہ تجارت کو لوٹنے کی غرض سے نکلے تھے اور یہ کھلی ہوئی ڈاکہ زنی تھی، حالانکہ یہ سیدھی سی بات ہے کہ کھلی ہوئی جنگ تھی جو فریقین کے درمیان جاری تھی۔ ہجرت کے بعد مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو بیت اللہ کی زیارت وطواف سے منع کر دیا تھا، اس بناء پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کو دھمکی دی تھی کہ اگر تم نے یہ پابندی نہ اٹھائی تو ہم عالمی منڈیوں کو جانے والے راستے تمھارے لئے بند کر دیں گے۔ قافلے کا تعرض اسی ناکہ بندی کی ایک کڑی تھی، اس پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟

مولوی محمد ادریس کاندھلوی، نعمانی کا مؤقف نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

علامہ شبلی کا یہ خیال تمام محدثین اور مفسرین کی تصریحات بلکہ صحیح روایات کے خلاف ہے۔ [2]

جنگ میں ہتھیار سے بڑھ کر سچے جذبات زیادہ مؤثر اور کارگر ثابت ہوا کرتے ہیں اس لئے قوم کی فکری تطہیر اور اسلامی اصولوں کے مطابق ذہنی تربیت کی اشد ضرورت ہے۔ اس وقت مغربی یلغار اور بھارتی فلمی کلچر نے ہماری پوری نوجوان قوم کے اذہان وقلوب کو گویا مقبوضہ کشمیر بنا رکھا ہے، اس لئے ہمارے تمام ذرائع ابلاغ پر لازم ہے کہ وہ حکومتی سطح پر ٹیلی ویژن، اخبارات اور ویڈیو کے ذریعے نوجوانوں میں ایمانی غیرت وحمیت اسلام اور ملک وقوم سے محبت اور مذہبی اقدار اور دینی شعائر کے تحفظ کا جذبۂ صادقہ پیدا کرے، جو تحریک پاکستان کے وقت قوم میں پیدا ہوا تھا۔ دوقومی نظریہ کو پوری طرح واضح اور نمایاں کرنے کی ضرورت ہے، ورنہ متعصب ہندو کا دماغ درست کرنا اور سر کچلنا بہت مشکل ہے۔

---

[1] مسلم بن الحجاج القشیری، امام مسلم، جلد 2، ص: 360.

[2] محمد ادریس کاندھلوی سیرۃ النبی، حصہ دوم، مکہ پبلیشنگ کمپنی، لاہور، ص 512۔ عظمتوں کے پاسباں، ص 345 تا 349، تصنیف محمد عبدالحکیم شرف قادری برکاتی مدظلہ، مکتبہ قادریہ

شرک کی سرکوبی کیلئے محمد بن قاسم، محمود غزنوی، شہاب الدین غوری اور احمد شاہ ابدالی رحمۃ اللہ علیہ جیسے صالح اور اسلام کے سچے جاں نثار سپہ سالاروں کی پھر سے ضرورت ہے کیونکہ نہ صرف ہندو، بلکہ پوری ملتِ کفر آج مسلمانوں کے خلاف متحد ہو چکی ہے اس کے مقابلے کیلئے ہمیں اسلاف جیسا جذبۂ جہاد درکار ہے۔ اس وقت تمام ذرائع ابلاغ کو چاہیے کہ وہ اپنی قوم کے جوانوں کو بہادر مسلمان اسلاف کے کارناموں سے روشناس کرائے، میوزیکل شوز اور فلمی سٹارز سے تعارف قوم کی ضرورت نہیں، قومیں رقص وسرود، موسیقی اور ناچ گانے سے نہیں جہاد کے جذبات سے زندہ اور سلامت رہا کرتی ہیں۔

ذیل میں جہاد کے جذبہ سے سرشار کرنے کیلئے اور اپنے ماضی قریب کے بہادر مسلمان سپوتوں کے کارناموں سے آگاہ اور روشناس کرانے کی غرض سے ایک مؤثر اور مفید و کارآمد مضمون نقل کر رہا ہوں، اس مضمون کو چوہدری بشیر احمد صاحب نے تحریر کیا دونوں مضمون نگار محترم حضرات کو اللہ ﷻ جزائے خیر عطا فرمائے اور دارین کی برکتوں اور سعادتوں سے بہرہ ور فرمائے۔

یومِ دفاعِ پاکستان......تاریخ کا روشن باب

یوم پاکستان ہمیں اس دن کی یاد دلاتا ہے جب پاکستان کے شہید جری جوانوں نے اپنی سرحدوں کے بہادر اور غیور پاسبانوں کی فہرست میں اپنا نام رقم کیا۔ ان کی شجاعت کے ناقابلِ یقین کارناموں کی کوئی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی۔ ان کی فرض شناسی اور حبِ وطنی جدید جنگوں کی تاریخ میں درخشندہ مقام پر فائز کی جا سکتی ہے۔ ان کا یہ جذبۂ شجاعت تھا جس نے پاکستانی عوام کے ساتھ مل کر اپنے سے پانچ گنا بڑے اور جدید اسلحہ سے لیس دشمن کے ناپاک ارادوں کو خاک میں ملا دیا۔ یہ ایک تاریخی معرکہ تھا جس میں ہمت اور حوصلوں کی بے مثال کہانیوں نے جنم لیا۔ پوری دنیا یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ پاکستان کے عوام اور افواج دشمن کے عزائم کے آگے سیسہ پلائی دیوار بن گئے اور اس کے منصوبے خاک میں ملا دئے۔

اس جنگ کا پس منظر یہ تھا کہ 1962ء میں بھارت نے چین کو دعوت مبارزت دی مگر منہ کی کھائی۔ چین از خود جنگ بند نہ کر دیتا تو بھارت صدیوں تک ذلت کے داغ دھونہ سکتا۔ 1965ء میں بھارت نے رن کچھ کے محاذ پر پاکستان سے پنجہ آزمائی کی مگر ذلت اٹھانا پڑی۔ جس پر بھارتی وزیر اعظم نے اعلان کیا کہ اب ہم مرضی کا محاذ منتخب کر کے پاکستان کو مزہ چکھائیں گے چنانچہ بھارت نے چھ ستمبر کو اچانک لاہور کے تین اطراف سے حملہ کر دیا۔

منصوبہ یہ تھا کہ وسط میں لاہور پر حملہ کے ساتھ شمال میں جسڑ کے مقام پر اور جنوب میں قصور کے مقام پر محاذ کھول

دیئے جائیں۔ میجر جنرل نرنجن پرشاد کی قیادت میں پچیسواں ڈویژن ٹینکوں اور توپ خانے کی مدد سے آگے بڑھ رہا تھا۔ ستلج رینجرز کے مٹھی بھر جوانوں نے ان کا راستہ روک لیا۔ ان کی پلٹون کے تمام جوان آتی سانس تک لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کر گئے۔ نہ کوئی پیچھے ہٹا، نہ کسی نے ہتھیار ڈالے، بھارتی فوج جسے لاہور کے مضافات میں ناشتہ کرنا تھا، پو پھوٹنے تک بمشکل تین میل آگے بڑھ سکی۔ اس محاذ پر پاک فوج کے زیرِ کمان قوت صرف سات بٹالین پر مشتمل تھی اور محاذ پچاس میل لمبا تھا۔ لاہور میں داخل ہونے کیلئے باٹا پور کے پل پر قبضہ کرنا ضروری تھا، چنانچہ ایک پورے بریگیڈ اور ٹینک رجمنٹ نے دوسرا حملہ کیا۔

لاہور کو بھارتی یلغار سے بچانے کیلئے نہر بی آر بی کا پل تباہ کرنا بہت ضروری تھا، دن کو یہ کام ناممکن تھا۔ دشمن نے پل کے دائیں بائیں گولوں کی بوچھاڑ کر رکھی تھی۔ پل تک دھماکہ خیز بارود لے جانے کی کوشش میں ایک جوان شہید ہو گیا۔ اس کے بعد چند رضا کاروں نے ہزاروں پونڈ وزنی بارود ایک گڑھے میں اتارا۔ اس پر ریت رکھ کر آگ لگانے والی تاروں کو جوڑا اور گولیوں کی بوچھاڑ کو چیرتے ہوئے واپس آ گئے۔

ان کا واپس آنا ایک معجزے سے کم نہ تھا۔ یوں لاہور میں داخل ہونے کی بھارتی امیدیں منقطع ہو گئیں۔ اس کے بعد سترہ دنوں کے دوران بھارتی فوج نے تیرہ بڑے حملے کئے مگر ایک انچ بھی آگے نہ بڑھ سکی۔ باٹا پور سے شکست کھانے کے بعد بھارت نے بھینی کے محاذ پر دباؤ سخت کر دیا۔ یہ مقام باٹا پور سے سات میل شمال کی طرف واقع ہے۔ دشمن کا ارادہ تھا کہ وہ لاہور شہر کو ایک طرف چھوڑ کر بھینی کے راستے محمود بوٹی بند پر پہنچے اور وہاں سے راوی کے پل پر قبضہ کر کے لاہور کو راولپنڈی سے کاٹ دے۔ چنانچہ دشمن نے انیس حملے کئے اور تقریباً ڈیڑھ ہزار گولے برسائے مگر ہر حملے میں منہ کی کھا کر پسپا ہو گیا۔

برکی سیکٹر پر دشمن نے ایک ڈویژن اور دو بریگیڈوں کی مدد سے حملہ کیا۔ پنجاب رجمنٹ کی ایک کمپنی اس پر ٹوٹ پڑی اور پورے نو گھنٹے تک دشمن کی یلغار روکے رکھی۔ دشمن نے دوبارہ صف بندی کرنے کے بعد حملہ کیا تو پاکستان کی ٹینک شکن رائفلوں اور توپخانوں کے گولوں نے دشمن کو آڑے ہاتھوں لیا۔ 10 ستمبر تک دشمن نے چھ حملے کئے جنھیں پسپا کر دیا گیا۔ 10 اور 11 ستمبر کی درمیانی شب دشمن نے پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ حملہ کیا۔ میجر عزیز بھٹی رات بھر دشمن کو روکے رہے۔

صبح کے قریب دشمن نے نہر کی طرف سے بھی گاؤں کو محاصرے میں لے لیا تو میجر عزیز بھٹی نے نہر کے مغربی کنارے پر چلے جانے کا فیصلہ کیا۔ 12 ستمبر کی صبح وہ ذاتی سلامتی سے بے نیاز ہو کر نہر کے کنارے ایک اونچی اور کھلی جگہ پر کھڑے اپنے جوانوں کی قیادت کر رہے تھے اور اسی مقام پر انھوں نے لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔ بہادری کی

بے مثال روایت قائم کرنے پر انھیں سب سے بڑا فوجی اعزاز "نشانِ حیدر" دیا گیا۔

بھارتی ہائی کمانڈ نے قصور کی طرف پیش قدمی کامیاب بنانے کیلئے بھیکی ونڈ اور کھیم کرن کے نواح میں تقریباً دو ڈویژن فوج صف آراء کی۔ اس محاذ پر ضلع لاہور کے سرحدی گاؤں بیدیاں کو پیش قدمی کے آغاز کرنے کیلئے منتخب کیا گیا تھا۔ اس رات یہاں پاکستانی فوج کی صرف ایک بٹالین موجود تھی۔ اگلے دفاعی مورچوں میں فرسٹ ایسٹ بنگال رجمنٹ کی صرف ایک کمپنی صف آراء تھی۔ یہاں دشمن نے چودہ بڑے حملے کیے، مگر پاکستانی جوانوں نے کھیم کرن کے محاذ پر اپنی عسکری قوت کا مظاہرہ کیا۔ بھارتی فضائیہ بھی محاذ پر آ گئی، مگر پاکستانی طیارہ شکن توپوں سے وہ جلد ہی پسپا ہو گئی۔ دشمن کے سات ٹینک تباہ ہوئے تو اس کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی۔

8 ستمبر کو کھیم کرن پر پاکستان کا قبضہ ہو گیا۔ بھارتی کمانڈر انچیف نے پسپا ہوتی ہوئی فوج کو مزید کمک بھیجی تا کہ کھیم کرن واپس لے سکے۔ ضلع ساہیوال میں بین الاقوامی سرحد سے اندازاً ایک میل ادھر دریائے ستلج پر سلیمانکی ہیڈ ورکس واقع ہے، یہاں سے نکلنے والی نہریں ملتان اور بہاولپور کے وسیع علاقوں کو سیراب کرتی ہیں، اس اہم خطے پر دشمن کی طرف سے حملے کا خطرہ تھا۔ ہماری افواج نے دشمن کی پیش قدمی کا انتظار کرنے کی بجائے آگے بڑھ کر دشمن کے حوصلے پست کر دیے۔ موضع نور کی چوکی صرف ایک ہی پاکستانی پلاٹون نے شب خون مار کر فتح کر لی۔

ان مقامات پر شکست کھانے کے بعد دشمن نے موضع پکا میں دفاعی پوزیشن لے لی۔ اس کے پاس ہر قسم کا اسلحہ موجود تھا، دونوں فوجوں کے درمیان سیم زدہ دلدلی علاقہ اور ایک جھیل حائل تھی۔ پاکستانی فوج کی ایک کمپنی نے توپوں اور مشین گنوں کی اندھا دھند فائرنگ سے دشمن کی یلغار روک دی۔ جنگ بندی کے قریب دشمن نے ایک بار پھر بھرپور حملہ کیا جس پر دشمن کے ڈیڑھ سو آدمی مارے گئے۔

لاہور پر حملے کے چوبیس گھنٹے بعد بھارتی فوج نے تقریباً پانچ سو ٹینک اور پچاس ہزار فوج کے ساتھ سیالکوٹ پر اچانک حملہ کر دیا۔ پاکستان کی طرف سے صرف سوا سو ٹینک اور نو ہزار جوان میدان میں آئے۔ بھارتی منصوبہ یوں تھا کہ پہلے جسڑ پھر سچیت گڑھ پر حملہ کیا جائے۔ ہر دو مقامات پر پاکستانی فوج الجھ جائے گی تو حملہ آور فوج درمیان سے گزر کر پسرور سے ہوتی ہوئی جی ٹی روڈ پر پہنچ جائے گی۔ جسڑ کے مقام پر پاک فوج نے صرف دو بٹالین کے ساتھ حملہ آور فوج کا نہایت دلیری سے مقابلہ کیا۔ ادھر سچیت گڑھ میں بریگیڈیر ایس ایم حسین نے دشمن کو ناکوں چنے چبوا دیے اور 8 ستمبر کی درمیانی رات بھارتی فوج نے چونڈا کے محاذ پر حملہ کر دیا، اس محاذ پر پیدل فوج کی دو بٹالین اور ایک آرمرڈ رجمنٹ دشمن کے استقبال کو موجود تھیں۔

جنگ کا میدان گرم ہوا تو پاکستان کے صرف تین ٹینکوں نے بھارت کے ایک سو دیو ہیکل ٹینکوں کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ دشمن کا پروگرام 24 گھنٹے کے اندر چونڈہ سے آگے بڑھ جانا تھا، مگر اب 72 گھنٹے بعد بھی وہ ایک انچ آگے نہ بڑھ سکا تھا۔ چنانچہ وہ مزید طاقت لے کر میدان میں اتر آیا اور اس طرح دوسری عالمی جنگ کے بعد ٹینکوں کی جنگ کا دوسرا بڑا میدان گرم ہوا۔ گولہ بارود سے فضا دھواں دھار تھی۔ پاکستانی ہیڈ کوارٹر نے حکم دیا تھا کہ جب تک آخری جوان باقی ہے اور ایک بھی گولہ موجود ہے، چونڈا کا دفاع کیا جائے۔ بھارتی جرنیلوں کے پاس تازہ دم فوج، ٹینکوں اور گولہ بارود کی کمی نہ تھی، وہ 17 ستمبر کو تازہ دم فوج میدان میں لے آئے اور چونڈہ کے مغرب میں ریلوے لائن سے سڑک کی طرف پیش قدمی شروع کر دی جہاں ہمارے افسر اور جوان گھات لگائے بیٹھے تھے تا کہ دشمن کو ان کی موجودگی کا علم نہ ہو سکے۔

جب دشمن کی پوری جمعیت اپنی کمین گاہ سے نکل آئی تو انھوں نے فائرنگ کا حکم دے دیا۔ دشمن کے صرف 105 سپاہی زندہ بچے جنھیں جنگی قیدی بنا لیا گیا۔ بھارت چاہتا تھا کہ پاکستانی فوج کو کارگل سے لے کر تھرپارکر تک تقریباً ڈیڑھ ہزار میل لمبی سرحد پر پھیلا کر کمزور کر دیا جائے، چنانچہ راجستھان کے محاذ پر بھارتی فوج کی ایک پیدل بٹالین نے ٹینکوں کے دو اسکواڈوں کی مدد سے گدو پر حملہ کر دیا۔ یہاں مٹھی بھر رینجرز نے دشمن کی یلغار کو تین گھنٹے تک روکے رکھا۔

9 ستمبر کو آگے بڑھ کے موناباؤ پر گولہ باری شروع کر دی۔ اس اسٹیشن سے بھارتی فوج کو رسد پہنچ رہی تھی۔ صرف سترہ گولے برسانے سے دشمن کی فوج میں کھلبلی مچ گئی۔ موناباؤ پر قبضہ کرنے سے دشمن کی سپلائی کٹ گئی۔ اس معرکے میں سندھ کے حر مجاہدین بھی اپنی فوج کے دست و بازو بن گئے۔ سندھ کے محاذ پر روہڑی، کھاری، جے سندھ اور مترا کی فوجی چوکیوں پر پاکستانی جوانوں نے قبضہ کر لیا۔ حیدر آباد کو فتح کرنے کے خواب دیکھنے والی بھارتی فوج ایک ہزار دو سو مربع میل کا علاقہ گنوا بیٹھی۔

چھمب کے محاذ پر پہلی دفعہ بھارت سے فضائی جھڑپ ہوئی، چند لمحوں میں دشمن کے چار اعلیٰ ویمپائر طیاروں کو مار گرایا۔ اس کے بعد اس محاذ پر اسکواڈرن لیڈر ایم ایم عالم اور فلائٹ لیفٹیننٹ یوسف علی خان نے دشمن کی زمینی فوج کو بے بس کر کے رکھ دیا۔ پاک فضائیہ کے ایک اسٹار فائٹر (ایف 104) نے دشمن کا جہاز پسرور کے ہوائی اڈے پر اتار کر اسکواڈرن برج پال سنگھ کو گرفتار کر لیا گیا۔

6 ستمبر کو بھارت نے پاکستان پر حملہ کیا تو فضائیہ میں بھی مڈ بھیڑ ہونے لگی۔ پاک فضائیہ کے دو اسٹار فائٹرز نے

دشمن کے چار طیاروں کا مقابلہ کیا اور ایک کو گرانے میں کامیاب ہو گئے۔ لاہور پر بھارتی فوج کے حملے کے بعد 6 سیبر طیارے فضا میں یکدم نمودار ہوئے اور پورے بیس منٹ تک دشمن پر بموں، راکٹوں اور گولیوں کی بارش کرتے رہے۔ پٹھان کوٹ کے ہوائی اڈے کی تباہی نے بھارتی فضائیہ کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ اس کارنامے کے بھی سرخیل سجاد حیدر ہی تھے۔ انھوں نے نہایت نیچی پرواز کر کے دشمن کے بارہ جنگی اور دو ٹرانسپورٹ طیارے اڈے پر کھڑے کھڑے تباہ کر دیئے۔ اس کے علاوہ اڈے کو مزید کام دینے کیلئے ناکارہ بھی کر دیا۔

فضائی معرکے کا ایک قابل تحسین معرکہ ایم ایم عالم کا ہے۔ انھوں نے سرگودھا کے قریب ایک ہی جھڑپ میں دشمن کے پانچ طیارے گرا کر ریکارڈ قائم کر دیا۔ اس کے بعد بھارتی فضائیہ کو سرگودھا کی جانب جانے کی جرأت نہیں ہوئی۔ انبالہ کے دفاعی انتظامات کی بڑی کہانیاں مشہور تھیں۔ یہی خطرات پاکستانی ہوا بازوں کیلئے چیلنج بنے ہوئے تھے۔ 21 ستمبر کو سحر سے ذرا پہلے ونگ کمانڈر نذیر لطیف اور اسکواڈرن لیڈر نجیب احمد خان ٹو بی 57 بمبار طیارے لے کر آسمان کی وسعتوں میں نمودار ہوئے۔ انھوں نے دشمن کے ہوائی اڈے کو بموں کا نشانہ بنایا۔ دشمن نے بے پناہ گولہ باری کی مگر دونوں جوانوں نے کمال حوصلے اور شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا مشن پورا کر دیا۔ انبالہ کے دفاعی انتظامات کا غرور آن واحد میں خاک میں مل گیا۔

سترہ روز جنگ کے دوران پاکستان کے جرأت مند ہوابازوں نے 35 طیاروں کو دوبدو مقابلے میں اور 43 کو زمین پر ہی تباہ کر دیا تھا۔ 32 طیاروں کو طیارہ شکن توپوں نے مار گرایا۔ بھارت کے مجموعی طور پر 110 طیارے تباہ کر دیئے گئے۔ اس کے علاوہ ہماری فضائیہ نے دشمن کے 149 ٹینک، 600 بڑی گاڑیاں اور 60 بڑی توپیں تباہ کر دیں۔ اس کے مقابلے میں پاکستان کے صرف 19 طیارے تباہ ہوئے۔

پاک فضائیہ کے ان عظیم کارناموں پر عالمی حلقوں کی طرف سے حیرت و استعجاب کا اظہار کیا گیا۔ جنگ ستمبر میں پاک بحریہ کو سمندری جنگ کے معرکوں میں جو برتری حاصل رہی ان میں معرکہ دوارکا قابل ذکر ہے۔ یہ معرکہ پاک بحریہ کی تاریخ میں یادگار حصہ بن چکا ہے۔ دوارکا کی تباہی کا بیرونی اخبارات میں بڑا چرچا ہوا۔ برطانوی اخبارات نے تو صاف طور پر کہا کہ پہلی جنگ عظیم کے بعد بھارت کی سرزمین پر سمندر کی جانب سے پہلی گولہ باری ہوئی ہے۔ انھوں نے پاک بحریہ کی جرأت اور مستعدی کی تعریف کی۔ خاص طور پر اس لئے کہ مخالف طاقت اس سے کہیں زیادہ بڑی تھی۔

1965ء میں صرف اس کارروائی نے دشمن پر یہ ظاہر کر دیا کہ سمندروں میں اس کو من مانی نہیں کرنے دی جائے گی۔ یہ کارنامہ دراصل ان لوگوں کے لئے بھی قابل فخر ہے جو پاکستان نیوی کے جہازوں کو سنبھالے ہوئے تھے اور ان میں ان

لوگوں کا بھی حصہ تھا جو ساحل پر بیٹھے ان جہازوں کو سمندروں میں خدمات بجا رکھنے کے قابل رکھنے کے کارناموں میں مصروف تھے۔ پاکستان کی تینوں مسلح افواج ہر محاذ پر برسرپیکار تھیں۔ ان افواج کو حوصلہ اور تقویت عطا کرنے میں پاکستان کی غیور عوام کا بھی نہایت اہم کردار تھا۔ وہ اپنی مسلح افواج پر اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کے لئے تیار تھے۔

لاہور کے عوام کو جب جنگ کی اطلاع ملی تو وہ تانگوں پر کھانا، اچار، کپڑے، سگریٹ غرض ہر وہ چیز جو ان کی دسترس میں تھی، لے کر اپنے جوانوں کو دینے کیلئے سرحدوں کی جانب دوڑے۔ جب فوجیں سرحدوں کی طرف جاتیں تو بوڑھے مرد اور عورتیں سڑک کے کنارے ان کی سلامتی کیلئے دعائیں مانگتے، ان کی مدد کے طریقے پوچھتے اور بچے جذبہ عقیدت سے سلیوٹ کرتے۔ بہنیں اللہ ﷻ سے ان کی حفاظت کے لئے دعائیں مانگتیں۔ شاعر ملی ترانے لکھ کر اپنے جذبوں کا اظہار کر رہے تھے، تو کسی کی صدا دعا بن کر فضا میں شامل ہو رہی تھی۔ غرض کہ پورا ملک جنگ میں شامل تھا مگر کسی قسم کا خوف نہ تھا۔ پاکستانی عوام فضا میں پاک فضائیہ کے شاہینوں کی کاروائیوں کو ایسے دیکھتے تھے جیسے پتنگ بازی کا مقابلہ ہو اور دشمن کے طیاروں کے گرتے ہی بوکاٹا کا شور مچتا۔

الغرض اس جنگ میں ہماری قوم نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ آزمائش کی ہر گھڑی میں پاک فوج کے شانہ بشانہ ہر قربانی دینے کو تیار ہے۔ اس نے دشمن کی عددی برتری کی ماضی میں پرواہ کی ہے نہ آئندہ کرے گی بلکہ دشمن کے سامنے سیسہ پلائی دیوار ثابت ہو گی۔ جنگ ستمبر 1965ء کے دوران قوم کا جذبۂ دفاع اپنے عروج پر تھا یہ حوصلوں اور جرأتوں کی جنگ تھی۔ اگر بھارت کے پاس کثیر تعداد میں اسلحہ و بارود تھا تو پاکستان کے غازی جذبۂ ایمانی سے سرشار تھے۔ غیر ملکی صحافیوں اور مبصرین کی کثیر تعداد سرحدوں پر موجود تھی اور کسی کو اس امر میں شک نہیں تھا کہ پاکستانی قوم نے متحد ہو کر اپنے سے کہیں زیادہ بڑے اور طاقتور دشمن کو ہر محاذ پر ذلت آمیز شکست دی۔

پاکستان کی تینوں افواج کا دفاع اور عوام کے ایثار و قربانی کے مظاہرے ہماری تاریخ کا ایک روشن باب ہیں۔

ابھی آپ نے دلوں کو گرما دینے والے واقعات کو پڑھا، مذکورہ واقعات میں مسلمان افواج کی بہادری، دلیری اور جواں ہمتی کا ذکر ہوا ہے۔ اور اب ذیل میں عام مسلمانوں کی دلیری اور بہادری سے متعلق کچھ احوال ذکر کیے جاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے میں افغانستان کے مسلمانوں کا ذکر کرنا چاہوں گا کیونکہ وہ ایک بہادر قوم ہے۔ پہلی عالمگیر جنگ سے لے کر آج تک اسی قوم نے اپنے وقت کی بڑی بڑی سپر پاور طاقتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان سے پنجہ آزمائی کی اور پہلی جنگ عظیم سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ تادم تحریر جاری و ساری ہے، لیکن ان کے پایۂ استقلال میں کوئی فرق نہیں۔

اللہ ﷻ ان کو مزید ہمت و استقامت عطا فرمائے اور باطل کے مقابلے میں ان کو فتح و نصرت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

اسی طرح مسلمانان کشمیر ہیں۔ وہ تقریباً 50 سال سے اپنے حقوق کی خاطر قربانیاں دے رہے ہیں اور مسلسل دیتے چلے جا رہے ہیں۔ نہ صرف کشمیر بلکہ فلسطین، بوسنیا کے مسلمان بھی قربانیاں دیتے ہوئے باطل کے سامنے ڈٹے ہوئے ہیں۔

ان واقعات کو اگر بغور پڑھا جائے تو واضح طور پر دو باتیں معلوم ہوں گی:

① کہ اپنے حق اور دین کے لیے مسلمانوں نے آج بھی جہاد جاری رکھا ہوا ہے

② دوسری یہ کہ جہاں اہل باطل کو موقع ملتا ہے وہ فوراً سے پہلے ان کو ختم کرنے کے در پے ہو جاتے ہیں

اسی لیے مسلمانان عالم کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ وہ اپنی آئندہ آنے والی نسلوں میں راہِ خدا میں نکل کر کفار کا مقابلہ کرنے کے جذبے کو زندہ و برقرار رکھیں کیونکہ یہ ہی اسلام اور مسلمانوں کی بقا کا بڑا ذریعہ ہے۔

اللہ ﷻ سے دعا ہے کہ جن مسلمانوں نے آج تک اللہ ﷻ کی راہ میں قربانیاں پیش کی ہیں ان کے وسیلہ جلیلہ سے مسلمانان عالم کو جہاد فی سبیل اللہ کی توفیق اور سعادت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

غلام نصیر الدین

جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

30 مئی 2008 بمطابق 1429ھ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
کا فتحِ شام کا ارادہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فتحِ شام کا ارادہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

"سب خوبیاں اللہ عزوجل کو جو مالک سارے جہان والوں کا، اور درود و سلام ہو ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک اور تمام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) پر۔"

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھ سے مندرجہ ذیل حضرات نے شام کی فتوحات کے متعلق واقعات و احوال بیان کیے: ابوبکر بن حسن بن سفیان بن نوفل بن محمد بن ابراہیم تیمی اور محمد بن عبداللہ انصاری اور ابوسعید جو کہ ہشام کے آزاد کردہ غلام تھے اور مالک بن ابی الحسن اور حضرت زبیر کے غلام اور اسماعیل اور مازن بن عوف (رضی اللہ عنہم) جو انصار کے قبیلہ نجار سے تھے۔

یہ تمام حضرات بیان کرتے ہیں: "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر فائز ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں مسیلمہ کذّاب جس نے نبوت کا دعویٰ کر رکھا تھا، کو کیفر کردار تک پہنچایا گیا قبیلہ بنو حنیفہ سے جنگ ہوئی اور اسی طرح اہل ارتداد کے ساتھ معرکہ ہوا جب ان فتنوں کا سدّباب ہو چکا اور اہل عرب نے آپ کی اطاعت قبول کر لی تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایک طرف تو شام پر لشکر کشی کا ارادہ کیا اور ساتھ ہی روم سے جنگ کرنے کا بھی عزم کر لیا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے ان کے سامنے خطاب فرمایا۔ اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کی اور اس کے بعد لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا:

"یٰاَیُّھَا النَّاسُ رَحِمَکُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ فَضَّلَکُمْ بِالْاِسْلَامِ وَجَعَلَکُمْ مِنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ، وَزَادَکُمْ اِیْمَانًا وَّیَقِیْنًا وَّنَصَرَکُمْ نَصْرًا مُّبِیْنًا فِیْکُمْ۔"

"اے لوگو! (اللہ عزوجل تم پر اپنی رحمتوں کا سلسلہ ہمیشہ جاری رکھے) خوب جان لو بیشک اللہ جلّ شانہٗ نے تمہیں اسلام جیسی دولت سے مشرف فرمایا اور تمہیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی بنایا اور اس نے اپنی تائید و نصرت اور روشن فتح کے ذریعے تمہارے ایمان اور یقین کو مزید تقویت بخشی۔

اور تمہارے ہی بارے میں اللہ نے یہ فرمایا ہے:

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط﴾

"آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔" [1]

نیز آپ کی معلومات کے لئے میں یہ بھی بتا دوں کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کو فتح کرنے کا مکمل تہیہ فرما لیا تھا لیکن اللہ عزوجل نے اس سے پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو قبض فرما کر اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلا لیا اور اپنے قُرب خاص میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مقام کو پسند فرما لیا۔

اے لوگو غور سے سن لو! میں نے اس بات کا عزم کر لیا ہے کہ کچھ بلند ہمت مسلمانوں کا لشکر اُن کے اہل و عیال سمیت شام کی طرف روانہ کر دوں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے وصال فرمانے سے قبل اس امر (فتح شام) کی خبر دے چکے ہیں جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ:

((زُوِیَتْ لِیَ الْاَرْضُ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَسَیَبْلُغُ مُلْكُ اُمَّتِیْ مَازُوِیَ لِیْ مِنْهَا.))

"میرے لئے تمام روئے زمین کو سمیٹ دیا گیا اور میں نے زمین کے تمام مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا اور عنقریب میری اُمت کی مملکت وہاں تک پہنچ جائے گی جہاں تک میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا گیا ہے۔" [2]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا: اب بتاؤ تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے؟ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے متفق ہو کر کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب! آپ ہمیں امر فرمائیں اور جہاں چاہیں جانے کا حکم دیں، ہم تیار ہیں کیونکہ اللہ عزوجل نے ہم پر آپ کی اطاعت فرض کر دی ہے جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾

"اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اُن کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔" [3]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ جواب سن کر بہت خوش ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے منبر سے اتر کر شاہان یمن، سرداران

---

[1] پارہ 6، المائدہ 3، ترجمہ کنزالایمان.

[2] صحیح مسلم، کتاب الفتن والشراط الساعة، رقم الحدیث: 7187. سنن ابو داؤد، کتاب الفتن والملاحم، رقم الحدیث: 4252. سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، رقم الحدیث: 3952.

[3] پارہ 5، النساء 59، ترجمہ کنزالایمان.

عرب اور اہلِ مکہ مکرمہ کے نام ایک ہی مضمون کا مراسلہ بھیجا جس کی عبارت یہ تھی:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مکتوب مبارک اور قاصد کی روانگی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم! حمد وصلوۃ کے بعد صورت احوال یہ ہے کہ میں نے آپ حضرات کو شام کے شہروں کی طرف بھیجنے کا پختہ ارادہ کرلیا ہے تاکہ آپ کافروں اور اللہ عزوجل کے باغیوں کے قبضہ سے ان شہروں کو آزاد کرائیں، آپ میں سے جو شخص اس معرکہ آرائی اور جنگ کا ارادہ رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ بلاتاخیر جس قدر جلد ممکن ہو "جہاد فی سبیل اللہ" کی تیاری مکمل کرے اور خود کو اللہ عزوجل کی اطاعت کے لئے فوراً پیش کردے۔

اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ...... الخ ﴾

"اللہ کی راہ میں نکلو خواہ سبکسار ہو خواہ گراں بار ہو اور اپنے اموال اور جانوں کے ساتھ کوچ کرو ہلکی جان سے بھاری دل سے اور اللہ کی راہ میں لڑو اپنے مال اور جان سے یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر جانو۔ اللہ کی راہ میں (کافروں سے) جہاد کرو۔"[1]

یہ خطوط آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجے، اور خود اُن کے جواب اور ان کی آمد کے منتظر رہے۔

قاصد کی واپسی

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ تھوڑے ہی دن گزرے تھے حتیٰ کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے واپس آکر

[1] پارہ 10، التوبہ 41، ترجمہ کنزالایمان، یعنی خواہ آسانی ہو اور سازوسامان کی فراوانی ہو خواہ گرانی اور بے سروسامانی ہو جب تمہیں اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کے لئے بلایا جائے تو تم کسی حال اور کسی کیفیت میں ہو، تم پر جہاد کے لئے جانا واجب ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

اہل یمن کی آمد کی خوشخبری سنائی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیان کیا کہ: ''میں نے جس شخص کے سامنے بھی آپ کا مکتوب گرامی پڑھ کر سنایا اس نے فوراً اللہ ﷻ کی اطاعت کو قبول کیا اور آپ کی دعوت پر لبیک کہا اور وہ لوگ سفر کے سازوسامان اور جنگ کے لئے مضبوط زرہیں اور دیگر آلاتِ حرب تیار کر رہے تھے۔ اے نائب رسولِ خدا ﷺ! میں اُن سے پہلے آپ کی خدمت میں یہ مژدہ جانفزا لے کر حاضر ہوا ہوں کہ جن لوگوں نے آپ کی دعوت پر ژولیدہ موئی اور غبار آلودگی (اللہ ﷻ کی راہ میں جہاد کے سفر) پر آمادگی ظاہر کی ہے وہ مرد کون ہیں؟ وہ یمن کے رہنما ہیں، وہاں کے شہسوار ہیں، اپنے قبائل کے سردار اور بہادر لوگ ہیں، وہ اپنے اہل وعیال سمیت وہاں سے چل دیئے ہیں اور بہت جلد آج کل ہی میں آپ کے پاس پہنچنے والے ہیں آپ اُن کی ملاقات کے لئے بالکل تیار رہیے!''

یہ سُن کر آپ کو نہایت مسرت ہوئی یہ دن تو یونہی بیت گیا، دوسرے دن صبح سویرے ہی مجاہدین کے آنے کے آثار نظر آنے لگے۔ مدینہ منورہ کے لوگوں نے مجاہدین کے آنے کے آثار دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو مطلع کیا۔ آپ نے لوگوں کو سوار ہونے کا حکم دیا اور خود بھی سوار ہو کر نکلے تاکہ ''مہمانوں'' کا استقبال کیا جائے۔ اہل مدینہ میں سے مسلمان اور دوسرے لوگ مہمانوں کے استقبال کے لئے سوار ہو کر نکلے۔ انھوں نے اپنی شوکت اور عددی قوت کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ جھنڈیاں پھیلا کر اور بڑے جھنڈے بلند کر کے اپنی زینت کا اظہار کیا اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد لشکر پر لشکر فوج در فوج آنا شروع ہو گئے ہر قوم اور قبیلہ آگے پیچھے نہایت نظم وضبط کے ساتھ قدم سے قدم ملائے خوبصورت زنجیر بنے آ رہا تھا۔

استقبالیہ مقام پر لشکروں کی آمد کی ترتیب، ان کے سلامی دینے اور آپ کے جواب دینے کے انداز مبارک کا روح پرور اور ایمان افروز منظر کچھ یوں تھا:

سب سے پہلے مجاہدین قبیلۂ حمیر کی آمد اور ان کا جذبہ

قبائل یمن میں سے سب سے آگے جو قبیلہ تھا وہ قبیلہ حمیر تھا۔ انھوں نے داؤدی زرہیں اور دمکتی ہوئی عادی شمشیریں پہنی اور حمائل کر رکھی تھیں اور عربی ساخت کی تیر کمانیں آویزاں کئے ہوئے تھے اس قبیلہ کے سردار ذوالکلاع الحمیری تھے جنھوں نے عمامہ باندھا ہوا تھا، جب وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچے تو انھوں نے آپ کو سلام کیا اور پھر اپنی جگہ اور قوم کا تعارف کراتے ہوئے اشعار پڑھے جن کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:

- میرا تعلق قبیلۂ حمیر سے ہے اور جن لوگوں کو آپ میرے ساتھ دیکھ رہے ہیں یہ میدان جنگ میں سبقت کرنے والے ہیں اور باکمال خاندانی لوگ ہیں۔
- شجاعت کے جنگل کے شیر اور دلیروں کے سردار ہیں کل جنگ میں یہ مسلح بہادروں کو لاٹھیوں سے بھگا دیںگے (یا تلوار

کولاٹھی کی طرح چلا کر بھگا دینگے)۔

❀ جنگ تو ہماری گھٹی میں پڑی ہوئی ہے اور تلوار زنی تو ہماری مراد ٹھہری، ذوالکلاع (فقیر) سب عہدہ داروں سے عالی مرتبت ہے۔

❀ آپ ہمارے لشکر کو سب سے آگے رکھیں پس روم ہمارا ٹارگٹ اور ہدف ہے اور شام، صلیب پرست عیسائیوں کی ناک رگڑتے ہوئے اور ان کی خواہش کے برعکس ہمارا مسکن ہے (اُسے لئے بنا ہمیں چین کب آتا ہے۔)

❀ دمشق بلاشرکتِ غیر ہمارا ہے وہاں کے بسنے والے مشرکوں کو ہم ہلاکت کے گڑھے کی طرف لڑھکا دینگے۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ سن کر مسکرائے اور شیر خدا، حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم سے کہا: اے ابوالحسن رضی اللہ عنہ! کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا تھا کہ:

((اِذَا اَقْبَلَتْ حِمْيَرُ وَمَعَهَا نِسَاءُ هَا تَحْمِلُ اَوْلَادَهَا فَأَبْشِرْ بِنَصْرِ اللّٰهِ لِلْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى اَهْلِ الشِّرْكِ اَجْمَعِيْنَ .))

"جس وقت قبیلۂ حمیر آئے درآنحالیکہ ان کی خواتین اپنے بچوں کو اٹھائے ہوئے ان کے ہمراہ ہونگی تو مسلمانوں کو خوشخبری سنانا کہ اللہ جل جلالہ کی مدد سے تم تمام اہل شرک پر فتح پاؤ گے۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا ہے میں نے بھی اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا جیسے آپ رضی اللہ عنہ نے سنا ہے۔

قبیلۂ مذحج کی آمد

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب قبیلہ حمیر کے لشکر، جلوس کی شکل میں چلے آئے جن کے پیچھے خواتین بمع اپنے بچوں کے آ رہی تھیں اور وہ اپنے ہمراہ اپنے گھریلو سامان مال مویشی گدھے گھوڑے سب لے آئے تھے۔ غرضیکہ جب قبیلہ حمیر اپنے اہل وعیال اور ساز وسامان سمیت گزر گیا تو اس کے بعد "قبیلہ مذحج" پہنچا اور ان کے پاس نہایت عمدہ اور اصیل نسل کے گھوڑے ہیں، باریک نیزے اپنے ہاتھوں میں لئے اپنے سردار "قیس بن ہبیرہ المرادی" کی زیر قیادت کاروانِ جہاد رواں دواں چلا آ رہا ہے، یہ سپہ سالار جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچا تو اپنی جائے سکونت اور قوم کا تعارف کرانے کے لئے اپنے چہرے سے نقاب ہٹایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا پڑھو:

"صَلُّوْا عَلٰى طٰهٰ الرَّسُوْلِ"

"طٰہٰ رسول ﷺ پر درود پڑھو۔"

سرکارِ مدینہ ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ درود و سلام پیش کرنے کے بعد اس نے اپنے تعارف کے لئے اشعار پڑھے جن کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:

- ہمارے لشکر آپ کے پاس فوراً حاضر ہو گئے ہیں ہم قبیلۂ مراد کے تاجدار ہیں۔
- آپ ہمیں پیش قدمی کے لئے حکم جاری فرمائیں آپ دیکھیں گے کہ ہم کس طرح (مشرک) قوم کو اپنی ان تلواروں سے جو ہم نے حمائل کر رکھی ہیں کاٹ کاٹ کر پھینکتے ہیں۔

راوی نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی اور یہ آگے بڑھ گئے۔

قبیلۂ طی کی آمد

قبلہ مذحج آگے بڑھ جاتا ہے اور ان کے پیچھے قدم سے قدم ملائے "قبیلۂ طی" کے لوگ آتے ہیں جن کی قیادت ان کے سردار حضرت حابس بن سعید الطائی رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ حضرت حابس رضی اللہ عنہ جب حضرت خلیفۃ المسلمین رضی اللہ عنہ کے نزدیک پہنچے تو از روئے ادب اپنے گھوڑے سے اترنے لگے مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کو قسم دے کر اترنے سے روک دیا اور آپ نے قریب ہو کر ان سے مصافحہ کیا اور دعا سلام کے بعد آپ نے حابس رضی اللہ عنہ کا اور اس کی قومِ آلِ طی کا شکریہ ادا کیا۔

قومِ ازد کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ آمد

آلِ طی کے بعد قومِ ازد ایک بھاری جمعیت کے ساتھ خلیفۃ المسلمین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچتی ہے ان کے قائد حضرت جندب بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ ہوتے ہیں اور ان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی کمان لٹکائے اور ترکش لئے ہوئے آ رہے ہیں جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو تبسم فرمایا اور پوچھا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ کدھر؟ آپ تو جنگ اور حرب سے عملاً اتنے زیادہ واقف نہیں ہیں؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

"یَا صَدِیْقُ رَغِبْتُ فِیْ ثَوَابِ اللّٰہِ وَاَیْضًا اُرِیْدُ اَنْ اٰکُلَ مِنْ فَوَاکِہِ الشَّامِ وَخَصْبِہٖ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی."

"اے سچے دوست! پہلی بات تو یہ ہے کہ مجھے اللہ کی طرف سے اجر و ثواب پانے کی خاطر جہاد میں رغبت پیدا ہوئی اور دوسری بات یہ ہے کہ شام کے پھل میوے کھائیں گے اور اس کے سرسبز و شاداب مقامات کی سیر و تفریح سے دل شاد اور باغ باغ کریں گے انشاء اللہ۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا جواب سن کر بہت محظوظ ہوئے۔

یکے بعد دیگرے لشکروں کی حاضری

قوم ازد کے بعد ''بنو عبس'' کا قبیلہ آتا ہے جس کی قیادت حضرت میسرہ بن مسروق عبسی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ہے ان کے پیچھے ''قبیلہ کنانہ'' کے لوگ تھے جن کی قیادت ان کے سردار حضرت قثم بن الشیم الکنانی رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے ان کے ساتویں نمبر پر پھر یمن کے اور کئی قبائل یکے بعد دیگرے پہنچتے گئے، تمام قبائل جو یہاں آئے تھے ان کے ساتھ ان کی عورتیں، اولاد، گھوڑے اور دوسرے مویشی وغیرہ موجود تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ سب کچھ ملاحظہ کر کے نہایت خوش ہوئے اور اللہ عزوجل کا شکر بجالائے۔

مدینہ منورہ کے اردگرد ہر ایک قبیلہ نے الگ الگ مقام پر پڑاؤ کیا چونکہ لوگ بہت زیادہ تعداد میں جمع ہو گئے تھے اس لئے خوراک کی قلت ہوگئی اور گھوڑوں کے گھاس دانے اور دوسرے مویشیوں کے لئے چارے اور پانی کی سپلائی کا مسئلہ پیدا ہو گیا۔ چنانچہ اس درپیش صورت حال کو دیکھتے ہوئے سرداران قبائل نے مل کر باہم یہ مشورہ کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں درخواست کی جائے کہ یہاں کثرت ازدھام کی وجہ سے تکلیف کا سامنا ہے لہٰذا آپ ہمیں شام جانے کی اجازت مرحمت فرمادیں۔

مجاہدین اسلام کا روانگی کی اجازت لینا

اس صلاح مشورہ کے بعد یہ حضرات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور سلام کر کے آپ کے سامنے بیٹھ گئے۔ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے کہ بات چیت کا آغاز کون کرے؟

آخر سکوت ٹوٹا اور سب سے پہلے سلسلہ کلام کو شروع کرتے ہوئے حضرت قیس بن ہبیرہ المرادی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

اے نائب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم! آپ رضی اللہ عنہ نے ہمیں جس مقصد کے لئے آنے کا امر دیا ہم نے اللہ عزوجل اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، آپ کے حکم کی تعمیل اور جہاد میں رغبت و شوق کے پیش نظر فوراً قبول کر لیا اب جنھوں نے آنا تھا، آ چکے ہیں۔ لشکر کی تیاری مکمل ہو چکی ہے، اب مزید یہاں ٹھہرنا مشکلات پیدا کریگا۔ کیونکہ شہر مدینہ میں اونٹوں، گھوڑوں، خچروں اور دیگر مویشیوں کے لیے جگہ تنگ پڑ رہی ہے اور جو بیرونی فوج ظفر موج یہاں فروکش ہوئی ہے اس کی ضروریات زندگی بھی پوری کرنا مشکل ہوتا جائیگا اس لئے روانگی کی اجازت دیجئے اور اگر آپ کی رائے بدل گئی ہو اور جنگ کا ارادہ ملتوی فرما دیا ہو اور پہلے پروگرام کو منسوخ فرما چکے ہیں تو ہمیں اپنے شہروں کی طرف واپس جانے کی اجازت عطا فرما دیں اسی طرح تمام سرداران قبائل نے عرض کیا جب آپ سب حضرات کی گفتگو سن چکے

تو آپ نے فرمایا:

اے اہل مکہ معظمہ! اور دوسرے ممالک سے آنے والو! میں تمہیں تکلیف میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا میرا مقصد فقط اتنا تھا کہ تمہارا پورا لشکر پہنچ جائے اور جیسے ہی فوج کی نفری مکمل ہو جاتی ہے جہاد کے لئے روانگی کا اعلان کر دیا جائیگا۔

سب نے عرض کیا کہ حضور والا! اب کوئی آنے والا باقی نہیں رہا سب آ چکے ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کی مدد اور برکت پر بھروسہ کر کے ہمیں روانگی کا حکم دے دیجئے۔

لشکر اسلام کی ترتیب

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو فوراً اٹھ کھڑے ہوئے پا پیادہ اپنے دوسرے ساتھیوں حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہم اور قبیلہ اوس و خزرج کو ساتھ لے کر مجاہدین کے لشکر کے پاس مدینہ منورہ (زادھا اللہ تعالیٰ عزا و شرفاً) سے باہر پہنچے لوگوں نے آپ کو دیکھ کر خوشی سے نعرہ ہائے تکبیر سے استقبال کیا۔ نعروں کی کثرت سے پہاڑ بھی اللہ اکبر کی صدا سے گونج اٹھے۔ جب آواز پہاڑوں سے ٹکرائی تو گویا پہاڑوں نے بھی نعرہ تکبیر کا جواب اللہ اکبر کی صدا سے دیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک بلند ٹیلے پر چڑھ کر کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ آپ نے تمام لشکروں کا اس بلند مقام سے مُعائنہ فرمایا اور ان پر نظر ڈالی۔ زمین لوگوں سے بھری ہوئی ہے۔ یہ روح پرور منظر دیکھ کر آپ کا چہرہ مارے خوشی کے کھل اٹھا اور فرحت و انبساط کے جذبات سے چہرے پر ایک پُر نور اور پُر کیف تابانی و درخشانی ہے زبان مبارک پر یہ دعا جاری ہے:

"اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْ عَلَيْهِمُ الصَّبْرَ وَاَيِّدْهُمْ بِالنَّصْرِ وَلَا تُسْلِمْهُمْ اِلٰى عَدُوِّهِمْ."

"اے اللہ! ان لوگوں کو صبر و استقامت عطا فرمانا۔ اے مولائے کریم! ان کو فتح و نصرت سے سرفراز فرمانا۔
اے رب العالمین! ان مجاہدوں کو ان کے دشمنوں کے پنجہ میں اسیر نہ ہونے دینا۔" آمین

دعا کے بعد سب سے اوّل آپ نے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انھیں ایک فوجی نشان عطا فرما کر ایک ہزار شہسواروں کا امیر مقرر فرمایا۔

ان کے بعد قبیلہ بنو عامر میں سے ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو بلایا جو حجاز میں ایک مشہور شہسوار گنے جاتے تھے ان کے لئے بھی آپ نے ایک جھنڈا باندھا اور ان کو عنایت فرما کر دوسرے ایک ہزار سواروں پر انھیں امیر مقرر کیا۔

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ یہ ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ ہیں جو بڑے بلند رتبہ شخص ہیں ان کے کارنامے، مفاخر اور بزرگی کا چرچا ہے، ان کی شجاعت و بہادری حملہ آوری اور رُعب و دبدبہ اور برتری کو تم خوب جانتے ہو۔ میں نے ان کو تمھارے ساتھ کر کے تمھیں اُن پر امیر مقرر کیا ہے۔ تمھیں چاہئے کہ انھیں "ہراول" دستے اور "مقدمة الجيش" کے طور پر اپنے آگے رکھو۔ اپنے کام میں اُن سے مشورہ لو اور اس پر عمل بھی کرنا اور ان کی مخالفت نہ کرنا۔

یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ان تمام باتوں کو بر رضا و رغبت قبول کرتا ہوں اور ان ہدایات پر عمل کرنے کو اپنے لئے باعث عزت اور سعادت گردانتا ہوں۔

لشکرِ اسلام کی روانگی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

اب ان دونوں لشکروں نے جلدی سے ہتھیار پہنے اور اکٹھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضری کے لئے چلے۔ یزید بن ابی سفیان اور ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہما گھوڑوں پر سوار اپنی اپنی قوم کی قیادت کرتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے تو ان کو رخصت کرنے کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دوسرے حضرات کے ساتھ پیدل چلنے لگے، یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے کہا:

اے خلیفۂ رسولِ خدا رضی اللہ عنہ! ہمیں اللہ عزوجل کے غضب سے حیا آتی ہے کہ ہم سوار ہوں اور آپ پیدل چل رہے ہوں! یا تو آپ سوار ہو جائیں یا پھر ہم بھی اترتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہ میں سوار ہوں گا اور نہ آپ سواری سے اتریں، مجھے اپنے اللہ عزوجل کی راہ میں اٹھنے والے ان قدموں پر اجر و ثواب کی اُمید ہے۔ چنانچہ آپ لشکر کے ہمراہ اسی طرح پا پیادہ چلتے رہے یہاں تک کہ آپ "ثنية الوداع" کے مقام تک تشریف لائے اور وہاں آ کر آپ ٹھہر گئے۔

یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں عرض کی: یا خليفة الرسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں کچھ وصیتیں اور ہدایات ارشاد فرما دیجئے! آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

- جب چلو تو سفر میں اپنے ساتھیوں پر سختی نہ کرنا
- اپنی قوم اور اپنے ساتھیوں پر غصے نہ ہونا
- ہر کام میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنا
- عدل و انصاف پر عمل پیرا رہنا
- ظلم اور زیادتی سے دور رہنا کیونکہ جو ظلم کرنے والا ہوتا ہے اس کو کامیابی ہوتی ہے اور نہ وہ دشمن پر فتح پا سکتا ہے۔

(قرآن مجید کی ہدایات کو اپنے لئے حرز جان بنائے رکھنا۔) اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿ يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ ﴾

''اے ایمان والو! جب کافروں کے لام (لشکر) سے تمھارا مقابلہ ہو تو انھیں پیٹھ نہ دو اور جو اس دن انھیں پیٹھ دے گا مگر لڑائی کا ہنر کرنے یا اپنی جماعت سے جا ملنے کو تو وہ اللہ کے غضب میں پلٹا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور کیا بری جگہ ہے پلٹنے کی۔''[1]

- اور جب تم اپنے دشمن پر فتح پالو، تو بچوں، بوڑھوں، عورتوں اور نابالغوں کو قتل نہ کرنا۔
- کھجوروں کے قریب بھی مت جانا، فصلوں کو مت جلانا، پھل دار درختوں کو مت کاٹنا، حلال جانوروں کے علاوہ کسی جانور کو ذبح نہ کرنا۔
- جس وقت تمھارا دشمن سے کوئی معاہدہ ہو جائے تو پھر عہد شکنی اور غداری نہ کرنا اور جب دشمن سے صلح کر لو تو صلح نامہ کا پاس رکھنا اور اس کی دھجیاں نہ بکھیرنا۔
- اور عنقریب تمھارا ایسی قوم کے پاس سے گزر ہوگا جو اپنے گرجا گھروں میں رہبانیت اور گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے ہیں اور یہ گوشہ نشینی ان راہبوں کے زعم میں اللہ عزوجل کے لئے ہے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دینا جبکہ وہ اس تنہائی اور عزلت گزینی کو اپنے لئے بہتر سمجھتے ہیں اور اس پر راضی ہیں ان کے عبادت خانوں اور گرجوں کو منہدم نہ کرنا اور نہ ہی ان راہبوں کو قتل کرنا۔
- اسی طرح تمھارا ایک قوم سے بھی پالا پڑے گا جو صلبان کے پجاری ہیں۔ یہ ''حزب الشیطان'' ہے۔ یہ درمیان سے سر منڈاتے ہیں اور ان کا سر ایسے لگتا ہے جیسے قطا جانور (ٹیڑی) کا مٹی کا گھروندہ ہوتا ہے ان لوگوں کے سر پر تلوار لٹکائے رکھنا یہاں تک کہ وہ اسلام قبول کر لیں یا ذلیل ہو کر جزیہ ادا کریں ورنہ ان کو ہرگز نہ چھوڑنا اب میں تمھیں اللہ عزوجل کے سپرد کرتا ہوں۔

قافلے کو الوداع فرمانا

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے مصافحہ اور معانقہ کیا پھر حضرت ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ

[1] پارہ 9، الانفال 16-15، ترجمہ کنزالایمان۔

سے مصافحہ کرنے کے بعد فرمایا:

''اے ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ! تم بنو اصفر (رومیوں) کے مقابلہ میں اپنی شجاعت و بہادری کے جوہر دکھلانا اور ان پر اپنی برتری کا اظہار کرنا اللہ عزوجل تمھیں اپنے مقاصدِ حسنہ میں کامیاب کرے اور ہماری اور تم سب کی بخشش فرمائے!'' (آمین)

راوی نے کہا کہ کاروانِ اسلام اپنی منزل کی طرف چل دیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر مدینہ منورہ (زادھا اللّٰہ تعالٰی عزاو شرفاً) واپس لوٹ آئے۔

یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے ابھی تھوڑی ہی دور نکلے ہوں گے کہ چلنے میں آپ رضی اللہ عنہ نے بہت تیزی کی حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ معترض ہوئے اور کہا کہ اے یزید! آپ نے یہ کیا روش اختیار کی ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو امر فرمایا تھا کہ لوگوں کو آہستہ آہستہ لے کر چلنا اور حکم دیا تھا کہ چلنے میں زیادہ سختی نہ کرنا۔ اس کے جواب میں یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے کہا:

اے ابن عامر رضی اللہ عنہ! آپ صحیح کہتے ہیں، لیکن بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جس طرح ہمیں روانہ کیا ہے اسی طرح ان کا ارادہ آگے پیچھے مزید فوج کے دستے بھیجنے کا ہے اور ہمارے پیچھے اور لشکر بھی اپنے اپنے سپہ سالاروں کی قیادت میں پہنچ رہے ہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میں شام میں پہنچ کر جہاد کرنے میں سبقت حاصل کروں مجھے اُمید ہے کہ جب تک دوسرے لشکر ہم سے آکر ملیں گے اس وقت تک ہم کچھ فتح حاصل کر چکے ہونگے اس طرح ہمیں تین فائدے حاصل ہونگے:

① اللہ عزوجل اور اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی و خوشنودی۔
② ہمارے خلیفہ ہم سے خوش ہوں گے۔
③ مال غنیمت حاصل ہوگا انشاء اللہ عزوجل۔

یہ جواب سُن کر حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ عزوجل برتر ہے اور ہمت دینے والا ہے، چلو جیسے جی چاہے چنانچہ کارواں چل دیا اور اس نے وادی القریٰ ''مضافات القرح'' کا راستہ اختیار کیا تا کہ (شارٹ راستے سے) براستہ تبوک اور جابیہ، دمشق پہنچ جائیں۔

روم کے بادشاہ ہرقل کو اطلاع پہنچنا

روم کے بادشاہ ہرقل کو اطلاع پہنچنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "یہ خبر نصرانی عربوں کے ذریعے جو مدینہ منورہ میں رہتے تھے روم کے بادشاہ ہرقل تک پہنچ گئی اور اس نے ارباب حکومت کو جمع کر کے ان سے کہا:

اے بنو اصفر (رومیو!) نوشتۂ دیوار پڑھ لو اور خوب کان کھول کر سن لو! تمھاری حکومت کا دھڑن تختہ ہونے کو ہے اور اس ساعت سے ڈرو جب تم کو شکست و ریخت سے دو چار کر دیا جائے گا جب تک تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے رہے، حدود اللہ ﷻ کو نافذ العمل رکھا اور ان احکام پر چلتے رہے جن کا تمھیں اللہ ﷻ نے انجیل مقدس میں امر دیا تھا تو دنیا کے کسی بادشاہ کو تمھاری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہ تھی، اگر کوئی بادشاہ تمھارے ساتھ جنگ کرنے کے ارادہ سے آیا بھی اور شام پر چڑھائی کی بھی تو ہمیشہ وہ پسپا ہوا اور تم ہی اس پر غالب رہے۔

تمھیں یاد ہوگا کہ کسریٰ بن ہرمز نے فارس کے لشکر کے ساتھ تم پر چڑھائی کی تھی مگر اس کو منہ کی کھانی پڑی تھی اور وہ اُلٹے پاؤں بھاگا تھا۔

ترکوں نے تم پر فوج کشی کی تھی مگر شکست خوردہ ہو کر لوٹے تھے۔

قوم جرامقہ تم پر چڑھ دوڑی تھی مگر اس کے بھی تم نے دانت کھٹے کیے تھے......

مگر اب! تم نے دین کے احکام کو متغیر و متبدل کر ڈالا ہے، ظلم اور زیادتی کا بازار گرم کر رکھا ہے اور جرائم تمھارے ہاں معمول کی کارروائی بن کر رہ گئے ہیں چنانچہ انھی جرائم کی پاداش میں اللہ رب العزت نے تمھارے اُوپر ایک ایسی قوم کو مسلط کر دیا جو "اقوام عالم" میں سب سے کمزور ترین قوم تھی اور اس قوم کے متعلق ہمارے دل میں کبھی خیال تک نہ آیا تھا کہ ایک دن یہ قوم بھی ہمارے اپنے ملک میں ہمارے خلاف جنگ کے لئے چڑھ آئے گی۔ لیکن بھوک کی ماری ہوئی قحط زدہ قوم کو آج یہاں تک پہنچا دیا ہے اور ان کے پیغمبر ﷺ کے خلیفہ نے ان کو ہماری طرف روانہ کیا ہے کہ وہ ہمارا ملک ہم سے چھین کر ہمیں ہمارے ملک سے یک بنی دو گوش نکال باہر کریں۔

اس کے بعد ہرقل نے جو کچھ جاسوسوں سے سنا تھا وہ ساری معلومات ان کے سامنے بیان کیں جس کے جواب میں ارباب اختیار اور ارکان دولت نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا اور بادشاہ سے کہا کہ ہم جنگ کے لئے بالکل تیار ہیں۔ آپ ہمیں مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے بھیجیے، مسلمان اپنے عزائم میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے ہم ان کا راستہ روکیں

گے اوران کے نبی ﷺ کے شہر تک ان کو پہنچا کر آئیں گے اوران کے کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجا کر واپس آئیں گے اوران کا ایک فرد بھی باقی نہیں چھوڑیں گے۔"

رومی فوج کی تیاری اور اہتمام

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ہرقل نے جب ان کے چہروں کی بشاشت اور خوشی کو دیکھا اوران کی مستعدی اور حزم واحتیاط کو ملاحظہ کیا تو آٹھ ہزار جانباز سپاہیوں کا انتخاب کر کے ان پر چار ایسے سپہ سالار جو بہت بڑے ماہرین فن حرب سمجھے جاتے تھے، مقرر کیئے۔ ان چار کمانڈروں کے نام یہ ہیں:

① بطالیق

② اس کا بھائی جرجیس

③ شرطہ کا گورنر لوقا بن سمعان

④ غزہ کا گورنر صلیب بن حنا [1]

یہ چاروں سپہ سالاران لشکر شجاعت و درایت یعنی بہادری اور حکمت و دانائی میں ضرب المثل تھے۔ [2] انھوں نے زرہیں پہنیں، خوب مُزین اور آراستہ ہو کر آئے اور اپنی تیاری کا مظاہرہ کیا۔ لاٹ پادری نے ان کے حق میں فتح و نصرت کی دعائیں مانگیں کہ:

"اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ كَانَ مِنَّا عَلَى الْحَقِّ."

"اے اللہ! جو ہم میں سے حق پر ہو، اس کی مدد کرنا!"

اور کنیسہ اور گرجا میں جس خوشبودار چیز کی دھونی دی جاتی ہے، اس کو دہکا کر انھیں دھونی دی اور معمودیہ کا دم کیا پانی بطور تبرک کے، حصول برکت کی غرض سے ان پر چھڑکا، اس کے بعد انھوں نے بادشاہ کو الوداعی سلامی دی اور بادشاہ نے ان کو روانگی کی رخصت دی اور لشکر چل دیا۔ نصرانی عرب جاسوسوں کو آگے رکھا گیا تا کہ وہ راستہ بتلاتے جائیں۔

میدانِ جنگ اور آغازِ جنگ

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت رفاعہ بن معمر رحمۃ اللہ علیہ اپنے دادا یاسر بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ رومیوں کے لشکر سے تین دن پہلے اپنی سپاہ کے ساتھ تبوک پہنچ گئے تھے چوتھے

[1] ایک نسخہ کے مطابق پانچ کمانڈر ہیں۔ اس نسخہ کے مطابق شرطہ کا گورنر لوقا بن سمعان نہیں ہے بلکہ دونوں الگ الگ گورنر ہیں اس طرح پانچ کمانڈر ہوئے۔ (مترجم عفی عنہ) [2] سائنس آف وار اور آرٹ آف وار دونوں کے ماہر تھے۔ (مترجم عفی عنہ)

روز سیاہ مصطفیٰ کا ارادہ تھا کہ پیش قدمی کی جائے کہ دور سے انھیں گرد اڑتی نظر آئی یہ دیکھ کر مسلمان مجاہدین چوکنا اور محتاط ہو گئے۔ حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار مجاہدین کی فوج کو ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں دے کر مورچہ بند ہونے کا مشورہ دیا اور وہ کمین گاہ اور بنکروں میں چھپ گئے اور ایک ہزار سپاہیوں کو لے کر سامنے ہو گئے۔ لڑائی کے لئے فوج کو صف آراء کرنے کے بعد چند پند و نصائح بیان کیں اللہ عزوجل کی نعمتوں کا ذکر کیا اور فرمایا:

یاد رکھو! اللہ عزوجل نے تم سے مدد کا وعدہ فرمایا ہے کتنے ہی مقامات پر فرشتوں کی فوج بھیج کر تمھاری مدد فرمائی ہے۔ اللہ عزوجل نے قرآن عزیز میں ارشاد فرمایا:

﴿ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً م بِإِذْنِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ مَعَ الصَّابِرِيْنَ ○ ﴾

''بارہا کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔''[1]

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

((اَلْجَنَّةُ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ))

''جنت تلواروں کے سایوں کے نیچے ہے۔''[2]

مسلمانو! سن لو! شام میں داخل ہونے اور رومیوں سے جنگ کے لئے آنے والا سب سے پہلا لشکر تمھارا ہی ہے۔ اور اب جو مسلمانوں کے دوسرے لشکر تم سے آ کر ملیں گے، اس کے اصل تم ہی ہو اور شام کے لشکروں سے اصل مقابلہ تمھارا ہے۔ دوسرے مسلمان تمھارے معاون اور مددگار شمار ہوں گے اور تمھیں اب مسلمانوں کے گمان پر جو انھیں تمھارے متعلق ہے، پورا اترنا چاہیے۔ دشمن تمھارے مقابلہ پر ہے اس لئے احتیاط سے رہو، دشمن تمھیں قتل کرنے کی طمع کرے گا تم اللہ عزوجل (کے دین) کی مدد کرو وہ تمھاری مدد فرمائے گا۔

حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ابھی مجاہدین کو ہدایات دے رہے تھے کہ اسی دوران میں اچانک روم کی فوج کے ہراوّل دستے آتے ہوئے صاف نظر آنے لگے اور ان کے قدم بقدم دوسرے لشکر بھی پہنچنا شروع ہو گئے۔ رومیوں نے جب دیکھا کہ عربوں کی فوج تو نہایت قلیل مقدار میں ہے ان کے دل میں اس مختصر سی سپاہ کو کچل کر رکھ دینے کی طمع نے انگڑائی لی اور بڑی رعونت آمیز لہجے میں آپس میں کہنے لگے اور اپنی زبان میں اُوٹ پٹانگ لفظوں میں ٹک ٹک

---

[1] پارہ 2، البقرة 249، ترجمہ کنز الایمان۔

[2] صحیح مسلم میں حدیث مبارکہ کے الفاظ یوں ہیں۔ ((ان ابواب الجنة تحت ظلال السيوف)) كتاب الجهاد، باب: ثبوت الجنة للشهيد، حديث نمبر: 4893. جامع الترمذی، كتاب فضائل الجهاد، باب: ماذكران ابواب الجنة تحت ظلال السيوف، حديث: 1659.

کرتے ہوئے ایک دوسرے سے چلا چلا کر غصے سے کہنے لگے کہ پکڑ لو ان کو جو تمہارے ملک پر قبضہ کرنے، تمہاری حرمت کو پامال کرنے اور تمہارے بادشاہوں کو قتل کرنے کے ارادہ سے آئے ہیں صلیب سے مدد چاہتے ہوئے ان عربوں کا محاصرہ کرلو، صلیب تمہاری مدد کریگی۔

یہ کہہ کر رومیوں نے یکبارگی مسلمانوں کی فوج پر ہلہ بول دیا اور دونوں طرف کی فوجیں گتھم گتھا ہو گئیں۔

اصحاب رسول ﷺ و رضی اللہ عنہم نے بڑی بلند ہمتی اور دلیری کے ساتھ ان کے حملے کا جواب دیا۔ دیر تک لڑائی ہوتی رہی، رومی اپنی کثرت کی وجہ سے ایک دفعہ تو مسلمانوں پر چھا گئے اور انھوں نے سمجھ لیا کہ ہم نے مسلمانوں کو زیر کرلیا ہے اور وہ ہمارے قبضہ میں آ گئے ہیں۔ اچانک حضرت ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ کمین گاہ سے اپنی سپاہ کو لے کر میدان میں آ گئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وَقَدْ اَعْلَنَ هُوَ وَاَصْحَابُهُ بِالتَّكْبِيْرِ وَالصَّلٰوةِ عَلَى الْبَشِيْرِ النَّذِيْرِ وَالسِّرَاجِ الْمُنِيْرِ مُحَمَّدٍ ﷺ."

یعنی حضرت ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی نعرۂ تکبیر و رسالت لگاتے ہوئے اور اللہ ﷻ کے محبوب بشیر و نذیر اور سراج و منیر محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود و سلام با آواز بلند پڑھتے ہوئے عربی گھوڑوں پر سوار ابر کی طرح گرجتے ہوئے نمودار ہوئے اور رومیوں پر اس طرح بجلی بن کر کوند پڑے کہ دیکھتے ہی دیکھتے رب کائنات کی توحید کا علم لہرانے لگا، روم کی فوج نے جب اچانک اس کمین گاہ سے نمودار ہونے والے لشکر کو دیکھا تو ان کے اوسان خطا ہو گئے اور کمر ہمت ٹوٹ کر رہ گئی ان کے دلوں پر خداوند تعالیٰ نے ایسا رعب ڈال دیا کہ ان کی ہوا اکھڑ گئی اور زمین ان کے پاؤں تلے سے نکل گئی اور انھوں نے رجعت قہقری کی اور اُلٹے پاؤں گرتے پڑتے افتاں خیزاں بھاگنے لگے۔

رومی فوج کے سردار کا مارا جانا

حضرت ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی نظر رومی کمانڈر "بطالیق" پر پڑی جو اپنے لشکر کو لڑائی پر اُبھار رہا تھا اور ان کو ترغیب و ترہیب کے ذریعے بھرپور حملہ کرنے کے لئے آمادہ کر رہا تھا۔ آپ نے بھانپ لیا کہ یہ دشمن کی سپاہ کا سرغنہ لگتا ہے یہ سوچ کر آپ نے نہایت دلیری اور بہادری کے ساتھ اس پر حملہ کیا اور جذبہ صادقہ سے سرشار ہو کر اس کو ایک ایسا نیزہ مارا جو کہ اس کے پہلو کو چیرتا ہوا آر پار ہو گیا۔ بطالیق بے ہوش ہو کر گرا اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔

رومیوں نے جب یہ حالت دیکھی تو بے تحاشا بھاگے اور اللہ ﷻ کے فضل و کرم سے میدان، حضرت محمد مختار ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے مار لیا کیونکہ اللہ ﷻ اپنے محبوب و مختار رسول ﷺ کے سچے غلاموں کو دن رات نصرت و فتح سے سرفراز فرماتا ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت یزید بن ابی سفیان اور حضرت ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں جو لشکر شام کی طرف روانہ فرمایا تھا، اس کے متعلق سعد بن اوس رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں اور ایک دوسری سند کے ساتھ عبداللہ بن مسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تبوک کے اطراف میں بطالیق کے ساتھ ہماری جنگ ہوئی اور اس جنگ میں اللہ عزوجل کی مدد سے رومیوں کو شکست ہوئی اور ہمارے ہاتھوں پر اللہ رب العزت نے بارہ سو (1200) رومیوں کو لقمۂ شمشیر بنایا اور مسلمانوں میں سے ایک سو بیس افراد جن میں اکثریت ''قبیلۂ سکاسک'' کے لوگوں کی تھی، نے جام شہادت نوش فرمایا۔

شکست خوردہ رومیوں کا آپس میں صلاح مشورہ

جب رومیوں کو شکست ہوئی تو ان کے سپہ سالار ''جرجیس'' نے اپنی ہزیمت خوردہ سپاہ سے مخاطب ہو کر کہا: ''اے لشکر روم! حیف ہے تم پر! ہم بادشاہ کے پاس کس منہ سے حاضر ہوں گے؟ ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت نے کس دلیری اور بہادری کے ساتھ ہمارے بڑے بڑے سرداروں کے پرخچے اڑا دیئے اور بڑے بڑے سورماؤں کے مان توڑ دیئے اور ان کی تکہ بوٹی کر کے کشتوں کے پشتے لگا دیئے، میں تو واپس جانے کا سوچ بھی نہیں سکتا، جب تک اپنے بھائی کے قتل کا بدلہ نہ لے لوں یا میں بھی اس کے ساتھ نہ جا ملوں!''

رومی یہ سن کر ایک دوسرے کو سرزنش کرنے اور کوسنے لگے اور ندامت کے داغ دھونے کو واپس لوٹے ایک جگہ دوبارہ جنگ کے لئے آ کر خیمہ زن ہو گئے۔ اپنا ساز و سامان مرتب کر کے ہتھیار پہن کر جنگ کا بڑے زور و شور اور دھوم دھڑ لے کے ساتھ اہتمام کیا جب لڑائی کے لئے پوری طرح خم ٹھونک کر تیار ہو چکے اور اپنے پڑاؤ اور چھاؤنی کو نہایت مضبوط اور مستحکم کر چکے تو ایک عرب نژاد نصرانی کو جس کا نام ''قداح بن واثلہ'' رومی تھا، بلا کر کہا کہ تو اپنے عم زاد (چچا زاد) مسلمانوں کے لشکر میں اُن سے جا کر کہہ کہ وہ اپنے لشکر میں سے ایک دانا اور تجربہ کار سیانے آدمی کو ہمارے پاس بھیج دیں تاکہ ہم اس سے مذاکرات کر کے یہ دریافت کر سکیں کہ ان کے یہاں آنے کا مقصد کیا ہے اور وہ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟

رومیوں کا مذاکرات کے لیے قاصد طلب کرنا

قداح بن واثلہ ایک تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر مسلمانوں کے لشکر میں آیا۔ قبیلۂ اوس کے چند اشخاص نے جب ایک اجنبی آدمی کو اپنی طرف آتے دیکھا تو انھوں نے آگے بڑھ کر اس سے ملاقات کی اور دریافت کیا کہ تم کون ہو اور کس ارادہ سے یہاں آئے ہو؟

اس آنے والے شخص نے کہا کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ سردار لشکر تمھارے ایک تجربہ کار اور عقلمند آدمی کو بلا

رہے ہیں۔ انھوں نے مجھے اس مقصد کے لئے پیغام دیکر تمھارے پاس بھیجا ہے آپ میرے ساتھ اپنا ایک معاملاتِ ملکی سے باخبر اور ماہر آدمی بھیج دیں تاکہ اس کے ساتھ دونوں ملکوں کی فوجوں کے یہاں اکٹھے ہونے کے بارے میں بات چیت اور مذاکرات کیے جاسکیں اور کوئی مصالحت کی صورت نکال کر جنگ سے بچا جاسکے۔

حضرت ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں جاؤں گا! حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے انھیں روکا کہ ربیعہ! تمھارا جانا مناسب نہیں ہے، کیونکہ تم نے کل کی لڑائی میں ان کے ایک بڑے آدمی کو قتل کیا تھا اس لئے مجھے تمھارے متعلق اس قوم سے خطرہ ہے کہ وہ تم کو نقصان پہنچائیں گے۔ حضرت ربیعہ نے کہا: موت تو اٹل ہے پھر ڈرنے کا فائدہ؟ اللہ عزوجل قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾

"تم فرماؤ ہمیں نہ پہنچے گا مگر جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا وہ ہمارا مولیٰ ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے۔"[1]

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کا مذاکرات کے لیے جانا

پھر حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے کہا: اے یزید! میں آپ کو اور تمام مسلمانوں کو (جو یہاں موجود ہیں) یہ تاکید اور وصیت کرتا ہوں کہ آپ حضرات میری طرف سے غافل نہ ہوئیے گا آپ کی توجہ اور دھیان میری طرف رہے اگر بالفرض رومیوں نے میرے ساتھ کوئی غداری اور بے وفائی و بدعہدی کرنے کی حرکت کی، تو میں ان پر حملہ کروں گا تو آپ بھی ان پر ٹوٹ پڑنا اور یک بارگی ہلہ بول دینا۔ یہ کہہ کر ربیعہ رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور تمام مسلمان مجاہدین کو سلام کر کے دشمن کی طرف چل دیئے۔ حتیٰ کہ جب آپ دشمن کے لشکر کے قریب پہنچے اور ان کے سپہ سالار کے خیمہ کے قریب ہوئے تو قداح بن واثلہ نے حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ سے کہا: بادشاہ کے لشکر کی تعظیم کیجئے اور اپنے گھوڑے سے اتر جایئے! حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ عزت سے ذلت کی طرف اتروں اور نہ ہی میں اپنے گھوڑے کی عنان کسی غیر کے ہاتھ میں دے سکتا ہوں، میں خیمے کے دروازے کے پاس جا کر ہی اپنے گھوڑے سے اتروں گا۔ اگر تمھیں منظور نہیں ہے تو میں واپس جاتا ہوں کیونکہ ہم نے تمھاری طرف پیغام نہیں بھیجا بلکہ تم لوگوں نے ہمیں اپنے پاس دعوت دی لہٰذا ہم ذلت کا پہلو اختیار کرنے کو ہرگز تیار نہیں ہیں۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: قداح بن واثلہ نے جا کر رومیوں کو ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا تمام قصہ بیان کر دیا۔ انھوں

[1] پارہ 10، التوبہ 51، ترجمہ کنزالایمان

نے آپس میں صلاح مشورہ کیا اور آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ عربی لوگ قول کے بہت پکے ہوتے ہیں اور اپنی بات سے ہرگز نہیں پھرتے، لہٰذا ہمیں معترض نہیں ہونا چاہئے۔ جس طرح وہ آنا چاہے آنے دیا جائے۔

چنانچہ آپ اسی طرح گھوڑے پر سوار، خیمہ تک تشریف لے گئے اور خیمہ کے بالکل پاس پہنچ کر گھوڑے سے اترے اور گھوڑے کی باگ ہاتھ میں تھامے ہوئے زمین پر دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ اور جرجیس کا مکالمہ

رومی سپہ سالار جرجیس نے گفتگو شروع کی اور کہا: اے برادر عربی! تم ہمارے نزدیک کمزور ترین قوم تھے، تمہارے متعلق ہم نے کبھی سوچا تک نہیں تھا اور ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ تم کو کبھی ہمارے ساتھ لڑنے کی بھی جرأت پیدا ہوگی اور تم جنگ کے ارادہ سے ہم پر چڑھ دوڑو گے! برادر عربی! تم لوگوں کے کیا عزائم ہیں؟

جرجیس کی گفتگو کا جواب دیتے ہوئے حضرت ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہماری یہ خواہش ہے کہ تم ہمارا دین قبول کرلو اور مشرف بہ اسلام ہو جاؤ اور تم بھی وہی کلمہ پڑھو جو ہم پڑھتے ہیں اور اگر اسلام میں داخل ہونا قبول نہیں ہے تو پھر ذمی بن کر رہو اور جزیہ ادا کیا کرو اور اگر اس سے بھی انکاری ہو تو پھر جنگ ہوگی اور تلوار بہترین فیصلہ کرنے والی ہے۔

جرجیس نے کہا: اس میں کیا حرج ہے اور کونسی رکاوٹ ہے کہ تم ملک فارس (ایران) پر لشکر کشی کرو اور ہمارے ساتھ تم دوستی کرلو اور ہم آپس میں صلح سے رہیں!

ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ملک فارس کی نسبت چونکہ تمہارا ملک ہم سے قریب ہے، اس لئے ہم ابتداء تمہارے ملک سے کرینگے اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی کتاب عزیز میں ہمیں اسی کا حکم فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہوتا ہے:

﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ط ﴾

"اے ایمان والو! جہاد کرو ان کافروں سے جو تمہارے قریب ہیں اور چاہئے کہ وہ تم میں سختی پائیں۔" [1]

جرجیس نے کہا کہ کیا تم پر کوئی کتاب بھی نازل ہوئی ہے؟

ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں جیسے تمہارے نبی علیہ السلام پر انجیل مقدس نازل ہوئی تھی۔

اس نے کہا: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تم اس شرط پر ہم سے صلح کرلو کہ ہم تمہارے ہر ایک آدمی کو ایک دینار اور ایک اونٹ

[1] پارہ 11، التوبہ 123، ترجمہ کنزالایمان۔

غلہ اور تمھارے سردار کو سو دینار اور دس اونٹ غلہ اور تمھارے خلیفہ کو ایک ہزار دینار اور سو اونٹ غلہ دے دیں اور ہمارے تمھارے درمیان یہ معاہدہ تحریر ہو جائے کہ نہ تم ہمارے خلاف لڑو گے اور نہ ہم کبھی تمھارے خلاف جنگ برپا کریں گے؟

حضرت ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کی کوئی سبیل نہیں ہے ایسا کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ تین صورتیں ہیں اول تو یہ کہ تم اسلام قبول کر لو دوسرا جزیہ اور تیسرا جنگ ہے اور بس!

جرجیس کہنے لگا کہ یہ تو کبھی نہیں ہو سکتا کہ ہم مذہب تبدیل کر کے مسلمان ہو جائیں کیونکہ ہم اپنے دین سے بہتر کوئی دین نہیں دیکھتے اور ہمارے دین کا بدل کوئی نہیں۔ لہٰذا جب تک ہمارا ایک آدمی بھی زندہ ہے اس وقت تک ہم اپنا دین چھوڑ کر کوئی اور دین قبول کرنے کو ہرگز تیار نہیں۔ رہا معاملہ جزیہ کا تو اس ذلت کی زندگی پر ہم مرنے کو ترجیح دینگے تم کوئی ہم سے زیادہ لڑاکا نہیں ہو، کیونکہ ہماری فوج تم سے زیادہ جنگ دیدہ اور جنگ چشیدہ ہے جنگ وحرب اور میدان کارزار میں اترنا اس کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے، کیونکہ ہماری جنگجو فوج میں قوم بطارقہ کے سپوت اور سرداروں کے بیٹے ہیں جو مردان حرب، شمشیر کے دھنی اور نیزہ بازی کے ماہر ہیں۔ جرجیس نے اپنے ساتھیوں سے کہا[1] کہ صقالیہ نامی پادری کو بلا کر لائے تا کہ اس بدوی سے مکالمہ کیا جائے۔

پادری اور حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کے درمیان مکالمہ

علامہ واقدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: پادری نے کہا: اے برادر عرب! ہمارے علم میں یہ ہے کہ بیشک اللہ عزوجل ایک نبی عربی ہاشمی قریشی مبعوث فرمائے گا اور اس کی ایک علامت یہ ہوگی کہ اللہ عزوجل ان کو آسمانوں کی سیر کرائے گا کیا تمھارے پیغمبر کو اللہ عزوجل نے آسمانوں کی سیر کرائی ہے؟

حضرت ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں! ہمارے آقا و مولیٰ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے آسمانوں کی سیر کرائی جیسا کہ اللہ عزوجل اپنی کتاب عزیز قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ﴾

''پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی۔''[2]

---

[1] اور ایک نسخہ میں ہے اپنے حاجب سے کہا۔ (مترجم عفی عنہ)

[2] پارہ 15، الاسراء 1، ترجمہ کنزالایمان۔ مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک تشریف لے جانا نص قرآنی سے ثابت ہے اس کا منکر کافر ہے اور آسمانوں کی سیر اور منازل قرب میں پہنچنا احادیث صحیحہ معتمدہ مشہورہ سے ثابت ہے جو حد تواتر کے قریب پہنچ گئی ہیں اس کا منکر گمراہ ہے۔

پادری نے کہا: ہماری کتاب میں بھی موجود ہے کہ اس نبی علیہ السلام اور اس کی اُمت پر ایک مہینے کے روزے فرض ہونگے اور اس مہینہ کا نام "ماہ رمضان" ہوگا۔

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ بھی ٹھیک ہے اللہ عزوجل نے ماہ رمضان کے روزے فرض کئے ہیں اور ہماری کتاب قرآن مجید میں اس کا ذکر ہے اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ط﴾

"رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا لوگوں کے لئے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے۔"[1]

پادری نے کہا: ہم اپنی کتاب میں یہ بھی پاتے ہیں کہ اگر اس امت کا کوئی شخص ایک نیکی کرے گا تو اس کے بدلے میں دس نیکیاں لکھی جائیں گی لیکن اگر بدی کرے گا تو اس کے نامہ اعمال میں ایک ہی گناہ لکھا جائے گا۔

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ○﴾

"جو ایک نیکی لائے تو اس کے لئے اس جیسی دس ہیں اور جو بُرائی لائے تو اسے بدلہ نہ ملے گا مگر اس کے برابر اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔"[2]

پادری نے کہا: ہم نے اپنی کتاب میں یہ بھی پڑھا ہے کہ اللہ عزوجل ان کی اُمت کو ان پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے اور درود بھیجنے کا حکم دے گا!

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بالکل ٹھیک ہے اللہ عزوجل قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○﴾

"بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر، اے ایمان والو اُن پر درود اور

[1] پارہ 2، البقرہ 185، ترجمہ کنزالایمان۔

[2] پارہ 8، الانعام 160، ترجمہ کنزالایمان۔

خوب سلام بھیجو۔"[1]

پادری کا فیصلہ، رومیوں کی بدنیتی اور حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کے قتل کی کوشش

پادری یہ جوابات سن کر بہت متعجب ہوا اور سرداران لشکر سے کہنے لگا کہ حق اسی قوم کے ساتھ ہے۔ اسی دوران میں ایک درباری نے جرجیس سے کہہ دیا کہ جناب یہ وہی بدوی ہے جس نے آپ کے بھائی کو کل قتل کیا تھا۔
جرجیس یہ سُن کر آگ بگولہ ہوگیا اور مارے غصہ کے آنکھیں سُرخ ہوگئیں چاہا کہ آپ پر حملہ کردے، مگر آپ اس کے ارادوں کو بھانپ گئے جلدی سے برق رفتاری کے ساتھ کود کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تلوار کے ایک ہی وار سے جرجیس کو خاک وخون میں لوٹا دیا اور ادھر وہ زمین پر ہلاک ہو کر گرا اور ادھر رومی آپ پر ٹوٹ پڑے۔ اتنے میں آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہو چکے تھے آپ نے رومیوں کو للکارا اور ان پر حملہ کر دیا۔

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ اور لشکر اسلام کا حملہ

حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے جب اس طرح رن پڑا ہوا دیکھا تو آپ نے پکار کر کہا مسلمانو! اللہ عزوجل کے دشمنوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کے ساتھ غداری کی ہے، تم بھی فوراً حملہ کر دو!
یہ سنتے ہی مسلمانوں نے مشرکوں پر حملہ کر دیا۔ دونوں لشکروں میں گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی۔ رومی بڑے استقلال اور پامردی کے ساتھ لڑ رہے تھے کہ اچانک مسلمانوں کی ایک دوسری فوج جس کی قیادت حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی کر رہے تھے نمودار ہوئی۔ مسلمانوں نے جب عین لڑائی میں اپنے بھائیوں کو آتے دیکھا تو ان کے حوصلے بڑھ گئے اور انھوں نے اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کی کھوپڑیاں اپنی تلواروں سے پھاڑ کر رکھ دیں۔

مسلمانوں کی فتح اور مالِ غنیمت

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ اس معرکہ میں رومیوں کے آٹھ ہزار فوجی کام آئے ان کے پورے لشکر کا صفایا ہوگیا کوئی ایک شخص بھی زندہ نہیں بچا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ تبوک شام سے چونکہ کافی دور پڑتا ہے اس لئے عربوں نے تعاقب کر کے سب کو تہہ تیغ کر دیا تھا اس کے بعد مسلمانوں نے اُن کا مال، تاتاری گھوڑے چھوٹے بڑے خیمے اور تمام خزانہ قبضہ میں کر لیا اور پھر شرحبیل رضی اللہ عنہ کاتب وحی اور اُن کے ساتھیوں سے مل گئے اور تمام مال غنیمت جمع کرا دیا اور ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے تمام مال غنیمت جمع کر لینے کے بعد اس مال کے متعلق

[1] پارہ 22، الاحزاب 56، ترجمہ کنزالایمان۔

حضرت یزید اور حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہما سے مشورہ کیا۔ دونوں حضرات نے اتفاق رائے سے فرمایا کہ یہ مال جو ہم نے رومیوں سے حاصل کیا ہے اس میں کچھ سامان اور ہتھیاروں کے سوا سب کچھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا جائے تا کہ اس مال کو دیکھ کر مسلمانوں کے دل میں جذبۂ جہاد پیدا ہو اور مسلمان جوق در جوق اس طرف آئیں چنانچہ سب اس پر برضا و رغبت تیار ہو گئے اور سوائے اسلحہ اور سامان حرب کے تمام مال غنیمت حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں پانچ سو سواروں کے ہمراہ خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ بھیج دیا تا کہ مسلمانوں کو تقویت حاصل ہو اور باقی لشکر تبوک کے مقام پر ٹھہرا رہا تا کہ دوسرے لوگ اور باقی جیش بھی ان سے آ کر مل جائیں اور پھر اکٹھے روانہ ہوں۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جب یہ سامان اور مال غنیمت لے کر مدینہ طیبہ پہنچے اور مسلمانوں نے مشرکین کے اموال دیکھے تو انھوں نے بلند آواز سے نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت لگائے۔ [1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اور بشیر و نذیر آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کی ایمان افروز صداؤں سے مدینہ شریف کی فضاؤں کو گونجتا ہوا پایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت کی آوازیں سن کر اس کا سبب دریافت فرمایا؟ لوگوں نے عرض کیا: حضرت! شداد بن اوس رضی اللہ عنہ مال غنیمت لے کر آئے ہیں۔ ابھی یہ ذکر ہو رہا تھا کہ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ اپنے قافلہ کے ساتھ آ پہنچے اور سواریوں سے اتر کر پہلے مسجد میں دو رکعت نفل پڑھے پھر نماز سے فارغ ہو کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر گنبد خضراء کے مکین کے حضور ہدیہ صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کی سعادت حاصل کی اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اجتماعی حاضری کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام کی فتح و نصرت کی مبارک باد دی اور رومیوں کے ساتھ جو کچھ جنگ میں ہوا، وہ تمام قصہ بیان کیا اور اس سفر جہاد کے متعلق تفصیل کے ساتھ مطلع اور آگاہ کیا۔

---

[1] مصنف کے الفاظ یہ ہیں: "لَمَّا وَصَلَ بِالْمَالِ اِلَى الْمَدِيْنَةِ الْمُنَوَّرَةِ فَلَمَّا عَايَنَ الْمُسْلِمُوْنَ اَمْوَالَ الْمُشْرِكِيْنَ رَفَعُوْا اَصْوَاتَهُمْ بِالتَّهْلِيْلِ وَالتَّكْبِيْرِ، وَالصَّلٰوةِ عَلَى الْبَشِيْرِ النَّذِيْرِ مُحَمَّدٍ ﷺ"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
کا ایک اور لشکر تیار کرنا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک اور لشکر تیار کرنا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس بریفنگ کے بعد اللہ عزوجل کے حضور سجدہ شکر ادا کیا اور اس فتح اور کامیابی کو نیک فال تصور فرما کر روم کی جنگ سے حاصل شدہ اس مال غنیمت سے مسلمانوں کا ایک اور لشکر مرتب کیا اور پھر اس کے بعد آپ نے اہلِ مکہ کے نام ایک خط تحریر فرمایا اور انھیں جہاد کی دعوت اور ترغیب دی خط کی نقل حسب ذیل ہے:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اہلِ مکہ کو خط

بسم الله الرحمن الرحيم

من ابى بكر عبدالله عتيق بن ابى قحافه الى المسلمين الى اهل مكه و من حولها.

السلام عليكم فانى احمد الله الذى لا اله الا هو و اصلى على نبيه محمد ﷺ اما بعد فانى قد استنفرت من قبل المسلمين الى جهاد عدوهم وفتوح بلاد الشام و قدكتبت اليكم لتسز عوا إلى ما امر ربكم سبحانه و تعالىٰ اذيقول الله عزوجل:

﴿اِنْفِرُوْا خِفَافاً وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِأَمْوَالِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط ذٰلِكُمْ خَيْرٌلَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ٥﴾ (التوبه: 41)

وهذه الاية نزلت فيكم وانتم احق بها و أول من صدق وقام بحكمها فمن من ينصر دين الله فالله ينصره ومن بخل بنفسه عن ذلك استغنى الله عنه والله غنى حميد فسارعوا الى جنته عالية قطو فها دانية اعدها الله

للمجاهدين المهاجرين والا نصار ومن اتبع سبيلهم وحسبنا الله ونعم الوكيل .

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ خط ابوبکر عبداللہ عتیق بن ابی قحافہ کی طرف سے اہل مکہ اور اس کے مضافات میں رہنے والے تمام مسلمانوں کے نام ہے۔

السلام علیکم...... میں اللہ عزوجل کا حامد اور شاکر ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اس کے نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہوں۔

اس کے بعد بات یہ ہے کہ میں نے مسلمانوں کو جہاد اور بلاد شام کو فتح کرنے کے لیے جمع اور تیار کیا ہے۔ میں نے تمھاری طرف بھی لکھا ہے اور دوسرے مسلمانوں کو بھی خطوط روانہ کیے ہیں کہ تم اپنے رب عزوجل کے حکم کو پورا کرنے کی طرف فوری توجہ دو اس لیے کہ اللہ عزوجل کا امر ہے:

﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝﴾

"کوچ کرو ہلکی جان سے چاہے بھاری دل سے اور اللہ کی راہ میں لڑو اپنے مال اور جان سے یہ تمھارے لئے بہتر ہے اگر جانو۔" [1]

یہ آیت کریمہ تمھارے حق میں نازل ہوئی اور تمھی اس کے سب سے زیادہ اہل اور اس کے سب سے پہلے حق دار ہو اور سب سے پہلے اس آیت کی تصدیق کرنا اور اس کے حکم پر عمل کرنا تم پر واجب اور لازم بنتا ہے۔ جو اللہ عزوجل کے دین کی مدد کرے گا، پس اللہ عزوجل اس کا مددگار ہوگا اور جس نے بخل سے کام لیا اللہ عزوجل اس سے بے نیاز ہے اور اللہ عزوجل غنی اور حمید ہے۔

سو تم دوڑو اس جنت کی طرف، جس کے درجات بلند ہیں اور اس کے ثمرات و فوائد عنقریب تمھاری جھولی میں گرنے والے ہیں۔ یہ جنت اللہ عزوجل نے مہاجرین اور انصار مومنین کے لئے تیار کر رکھی ہے اور ان کے لئے جو اس کی راہ پر چلیں اور وہ اس کے برگزیدہ بندے ہیں اللہ عزوجل ہمارے لئے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔"

[1] پارہ 10، التوبہ 41، ترجمہ کنزالایمان

آپ نے اس خط پر رسول اللہ ﷺ کی مہر لگائی اور عبداللہ بن حذافہ کو دے کر روانہ کیا۔ حضرت ابن حذافہ یہ خط لے کر جب مکہ معظمہ پہنچے تو انھوں نے لوگوں کو منادی کر کے بلایا اور اہل مکہ جب مجتمع ہو گئے تو آپ نے ان کو یہ خط پیش کیا اور اصحاب رسول ﷺ کے سامنے پڑھا۔

اہلِ مکہ کا خط سننے کے بعد جذبۂ جہاد

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ خط سن کر سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام اور عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہم کھڑے ہوئے اور یک زبان ہو کر کہنے لگے ہم نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم کی طرف دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کیا اور اللہ عزوجل کے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کے قول کی تصدیق کی۔

حارث بن ہشام اور عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہم نے کہا: اللہ عزوجل کی قسم! ہم اللہ عزوجل کے دین کی مدد اور نصرت سے کبھی پیچھے نہیں رہیں گے۔ آخر کب تک ہم اُن لوگوں سے جو ہم پر سبقت لے گئے ہیں، پیچھے رہ سکتے ہیں اور یہ درست ہے کہ کچھ حضرات ہم سے پہل کر چکے اور انھوں نے کچھ کامیابیاں بھی حاصل کر لی ہیں اور ہم ان سے اس سعادت اور نعمت عظمیٰ کے حاصل کرنے میں پیچھے رہے مگر اب مزید تاخیر ہمیں نہیں کرنی چاہئے۔ کم از کم ہمارا نام سابقین میں شامل ہونے سے رہ گیا تو لاحقین کی فہرست میں تو ضرور لکھا جانا چاہئے۔

چنانچہ حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ اپنی قوم "بنی مخزوم" کے چودہ آدمی لے کر نکلے اور سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنے قبیلہ "بنو عامر" کے چالیس جوانوں کے ساتھ، جن میں حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ بھی تھے، تیار ہو کر آئے۔ ان کے علاوہ مکہ مکرمہ کے بہت سے لوگ ان کے ساتھ مزید آ ملے اس طرح پانچ سو افراد کی ایک جماعت تیار ہو کر مدینہ منورہ کی طرف عازم سفر ہوئی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قبیلہ ہوازن اور ثقیف کی طرف خط

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک خط قوم ہوازن اور ثقیف کو بھی لکھا تھا ان کے چار سو آدمی بھی مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عبداللہ بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ابو عامر ہوازنی کا بیان ہے کہ ہم طائف میں تھے کہ ہمارے پاس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مکتوب گرامی پہنچا وہ نامہ مبارک جب ہم پر پڑھا گیا تو فوراً ہوازن اور ثقیف کے چار سو آدمیوں نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا اور تیار ہو کر بلا تاخیر نکل پڑے۔ راستہ میں مکہ والے اصحاب بھی ہم سے مل گئے اور اس طرح

ہماری تعداد (500+400) کل نو سو ہو گئی جن میں سے ہر شخص کا یہی دعویٰ تھا کہ رومیوں کے نو سو جوانوں کے لئے تو میں اکیلا کافی رہوں گا۔ اور تن تنہا نو سو آدمیوں سے لڑ سکتا ہوں، قافلہ رواں دواں ہے یہاں تک کہ ہم مدینہ طیبہ پہنچے اور بقیع میں اترے اور وہاں پڑاؤ کیا۔ [1]

نئے لشکر کی شام کی طرف روانگی

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہماری آمد کی اطلاع کر دی گئی آپ نے حکم دیکر قاصد بھیجا کہ آپ حضرات اس جگہ سے اپنے بھائی شرحبیل بن حسنہ اور یزید بن ابی سفیان اور ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہم جہاں ٹھہرے ہوئے ہیں وہاں اس مقام پر منتقل ہو جائیں۔ یہ حضرات اس وقت "مقام جُرف" میں قیام رکھتے تھے ہم نے وہاں پہنچ کر بیس روز قیام کیا، اس دوران میں دوسرے وفود آ آ کر ہم سے ملتے رہے۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت کے ہمراہ ہمارے پاس چھاؤنی میں تشریف لائے۔ آپ نے تمام قبائل کے درمیان پیدل چلتے ہوئے دورہ فرمایا اور فوج کا جائزہ لیا پھر آپ نے ایک مقام پر کھڑے ہو کر فوج سے خطاب فرمایا۔ اللہ جل جلالہ کی حمد و ثناء بیان کی جو کہ اس کے لائق اور شایان شان ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خطبہ

حمد و صلوٰۃ کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"لوگو! بیشک اللہ جل جلالہ نے مسلمانوں پر جہاں اور فرائض مقرر فرمائے ہیں، وہاں ایک فریضہ جہاد بھی ہے جس کا ثواب اللہ جل جلالہ کے نزدیک بہت بڑا ہے تمھیں چاہئے کہ اپنی نیتوں کو اچھا کر لو اور ارادوں کو پاک صاف رکھو تا کہ تمھاری نیکیوں میں کثرت اور اضافہ ہو۔

اے اللہ جل جلالہ کے بندو! تم اپنے رب جل جلالہ کے فریضہ کی ادائیگی میں اور اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع اور پیروی کرنے میں جلدی کرو تم جس نیک کام کی طرف جا رہے ہو اس میں دو ہی باتیں ہیں اور دونوں ہی خوب ہیں یعنی فتح یا شہادت! اگر تم کو شہادت نصیب ہوئی تو تم اپنے اسلاف سے جا ملتے ہو اور جو شخص تم میں سے اللہ جل جلالہ کی راہ میں جان دیدے گا تو اس کا اجر اللہ کریم و رحیم کے ذمہ کرم پر ہے۔"

---

[1] یہ مدینہ شریف کا قبرستان ہے جہاں بہت سے صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کے مزارات ہیں۔ (مترجم عفی عنہ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک

عبداللہ بن سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوعامر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صورت اور حلیہ مبارک کے بارے میں ہمیں کچھ بتلائیں۔ تو حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ نے آپ کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"كَانَ رَجُلًا اَسْمَرَ نَحِيفًا طَوِيْلًا خَفِيفَ اللِّحْيَةِ."

"حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گندمی رنگ، دُبلے پتلے جسم والے لمبے قد کے مرد تھے، داڑھی مبارک زیادہ بھری اور گھنی نہ تھی۔"

بنوکلاب کا جہاد کے لیے آمادہ ہونا

ابوعامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے چار سو آدمی "حضرموت" سے بھی آئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے روم کی جنگ کے لئے ایک خط حضرت اصید بن مسلمہ کلابی رضی اللہ عنہ اور بنوکلاب کے نام بھی ارسال فرمایا تھا۔ جب یہ جمع ہو گئے تو حضرت ضحاک بن سفیان بن عوف الکلابی رضی اللہ عنہ نے ان میں کھڑے ہو کر ایک تقریر کی اور قوم کلاب سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اے حضرات بنوکلاب! اللہ عزوجل سے ڈرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کی خدمت میں فوری حاضر ہو جاؤ اور اس دین کی نصرت کے لئے جو اللہ عزوجل کی طرف سے اس کے محبوب رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر مبعوث ہوئے ہیں۔

وہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ سُن کر بنوکلاب کا ایک بوڑھا شخص جو کئی مرتبہ ملک شام گیا تھا، کھڑا ہوا اور کہنے لگا: ضحاک! تو ہمیں ایک ایسی قوم سے لڑنے پر اُبھارتا ہے جن کے پاس عزت ہے، قوت ہے، بے شمار گھوڑے اور ہر طرح کا سامان حرب ہے، اہل عرب میں اتنی ہمت اور قوت کہاں کہ وہ رومیوں سے مقابلہ کر سکیں؟ جبکہ ان کی تعداد بھی بہت کم ہے اور پھر یہ ہیں بھی ضعیف و کمزور اور رہی سہی کسر بھوک اور افلاس نے اُن کی نکال رکھی ہے!

حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتوحات فوج کی زیادتی اور سامان جنگ کی کثرت سے حاصل نہیں ہوئیں بلکہ آپ کی فتوحات کا مدار اللہ عزوجل کے اس دین کے اظہار پر تھا جس کے ساتھ آپ مبعوث ہوئے تھے۔ [1]

آپ کو یاد ہوگا کہ جنگ بدر (کبریٰ) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کل تین سو تیرہ آدمی تھے جنھوں نے قریش کے ان جنگجوؤں سے لڑائی کی جن کے پاس ہر طرح کا اسلحہ موجود تھا، ان کی تعداد بھی مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ تھی اور ایک اسی غزوہ بدر پر کیا منحصر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک اس دنیا میں حیات ظاہری کے ساتھ تشریف فرما رہے فتح و نصرت ہمیشہ

---

[1] جنگ صرف لشکر کی کثرت اور سامان حرب سے نہیں بلکہ ایمان کی قوت اور دینی حمیت اور جذبہ صادقہ سے لڑی اور جیتی جاتی ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

افرادی قوت کی قلت اور بے سروسامانی کے باوجود آپ ﷺ کے اصحاب ؓ کے قدم چومتی رہی اور آپ ﷺ کا جھنڈا بلند رہا اور آپ ﷺ کے بعد آپ کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو دیکھ لیجئے کہ آپ کے منصب خلافت پر فائز ہوتے ہی مرتدوں نے سر اٹھایا تو آپ نے اس مشکل ترین مرحلہ پر کس طرح تلوار سے اس فتنہ کا قلع قمع کر کے رکھ دیا۔

بنوکلاب والو! یاد رکھو! جب تک تم قبیلۂ حمیر اور قبیلۂ طی کی طرح مسلمانوں کی مدد کے لئے نہیں اٹھو گے، اس وقت تک تم خلیفۂ رسول ﷺ اور مسلمانوں کی آنکھ کا تارا بن سکتے ہو اور نہ ان کی نگاہوں میں عزیز اور قابل ستائش ہو سکتے ہو۔ میں تمھیں اللہ ﷻ کی قسم دیتا ہوں کہ تم عربوں کے درمیان اپنی قوم کو ذلیل مت کراؤ۔ تمھارے پاس دوسروں کی نسبت زیادہ گھوڑے اور اونٹ موجود ہیں۔ علاوہ ازیں تمھاری نفری بھی اوروں کی بہ نسبت زیادہ ہے اور اسلحہ بھی تم دوسروں سے زائد رکھتے ہو، خدا کا خوف کرو اور خلیفۂ رسول ﷺ کے حکم پر فوراً لبیک کہتے ہوئے جہاد کے لئے چل دو۔

علامہ واقدی ؒ لکھتے ہیں:

جس وقت بنوکلاب نے حضرت ضحاک ؓ کی تقریر سنی تو ان کی آنکھیں کھل گئیں اور بغیر کسی پس و پیش کے فوراً چل دیئے۔ اونٹوں پر سامان حرب کے علاوہ خود بھی سوار ہوئے، عربی گھوڑے ساتھ لئے اور مدینہ منورہ کے قریب پہنچ کر انھوں نے ہتھیار پہنے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ اسی وقت لشکر اسلام کو ملک شام کی طرف روانہ کرنے کے لئے مدینہ طیبہ سے نکلے تھے۔

آپ سے ملاقات ہوگئی آپ نے بنوکلاب کو دیکھا تو ان کی آمد سے نہایت مسرور ہوئے اور ان کو اسی وقت امر دیا کہ مسلمانوں کے لشکر سے مل جائیں۔ آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے ایک جھنڈا باندھا اور ضحاک بن سفیان ؓ کے سپرد فرمایا۔ حضرت ضحاک ؓ اپنے ساتھ کچھ گھوڑے اور اونٹ لائے تھے وہ انھوں نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی خدمت میں اس غرض سے پیش کئے کہ روم کی جنگ میں آپ ان کو کام میں لاسکیں۔

حضرت صدیق اکبر ؓ نے جب ان گھوڑوں کو ملاحظہ فرمایا تو چونکہ تمام گھوڑے اشقر کے تھے [1] آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے تھے: ((خیل الیمن مجلة طلقة)) ''یمن کے گھوڑے پنجکلیان تیز رو ہوتے ہیں۔''

بنوکلاب پر امیر لشکر کا مقرر ہونا

علامہ واقدی ؒ لکھتے ہیں: عرب میں ایک ہلچل مچ گئی۔ مہاجرین اور انصار کے گبھرو شیر جوان میدان میں نکل

[1] جسے اُردو میں کرہ گھوڑا کہتے ہیں۔ (مترجم عفی عنہ)

آئے۔ مقام جرف میں ایک کامل جیش جمع ہوگیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارادہ فرمایا کہ امیر جیش امین الامۃ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو مقرر کریں اور ان کے طلیعہ (ہراول دستے / مقدمۃ الجیش) پر حضرت سعید بن خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو جو ایک شریف اور نوجوان تھے، امیر مقرر کریں کیونکہ سعید بن خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں درخواست کی تھی کہ جس وقت آپ نے ارادہ فرمایا تھا کہ میرے والد خالد رضی اللہ عنہ کو جو آپ کے جیش کے افسروں میں سے ایک افسر تھے کہ انھیں فرنٹ رجمنٹ کا سالار مقرر کریں تو مسلمانوں نے اس کی مخالفت کی تھی اور آپ نے ان کو معزول کر دیا تھا حالانکہ انھوں نے اپنے آپ کو اللہ عزوجل کی راہ میں وقف کر دیا تھا اسی طرح میں نے بھی اپنے آپکو اللہ عزوجل کی راہ میں وقف کر رکھا تھا اور میں نے ہمیشہ آپ کی دعوت اور بیعت کو قبول کیا ہے کیا ایسا ممکن ہے کہ آپ مجھے اس لشکر کی کمانڈ سونپ دیں۔ میں اللہ عزوجل کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ مجھے اللہ عزوجل کی راہ میں لڑائی میں بزدل اور عاجز نہیں پائیں گے (انشاء اللہ عزوجل)

چونکہ سعید رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے لڑائی میں زیادہ تجربہ کار اور اچھے شہسوار تھے، اس بنا پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انھیں جھنڈا عطا فرما کر دو ہزار سواروں پر سالار اور کمانڈر مقرر کر دیا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھے واقد بن ابی یاسر رضی اللہ عنہ نے یزید بن رومان رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب سعید بن خالد رضی اللہ عنہ کی یہ بات سنی کہ اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ایسی خواہش ظاہر کی تھی اور انھوں نے اس کو دو ہزار عرب شہسواروں پر سردار مقرر کر دیا ہے تو آپ نے اس طریق کار کو پسند نہیں فرمایا۔ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: یا خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے یہ جھنڈا سعید بن خالد رضی اللہ عنہ کے لئے تیار کرایا ہے حالانکہ ان سے سینئر دوسرے حضرات موجود ہیں، جن پر سعید رضی اللہ عنہ کو ترجیح دی گئی اور اپ گریڈ کیا گیا ہے ان کو جھنڈا عطا کرتے وقت جو گفتگو انھوں نے آپ سے دشمنوں کے خلاف کی ہے، میں نے وہ گفتگو سنی ہے بخدا! سعید رضی اللہ عنہ نے میرے سوا کسی اور کا ارادہ نہیں کیا واللہ! میں نے کبھی اس کے والد کے بارے میں کوئی بات نہیں کہی اور نہ کبھی کسی طرح کی اس سے عداوت رکھی ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے یہ گفتگو سن کر ایک مخمصے میں مبتلا ہو گئے کیونکہ آپ کو یہ بھی بُرا معلوم ہوا کہ سعید بن خالد رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا جائے اور یہ بھی ناگوار ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے خلاف ہو، ایک تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آپ کے دل میں محبت دوسرا ان کا ناصحانہ اور خیر خواہانہ مشورہ اور تیسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان کی قدر و منزلت اور مقام و مرتبہ کا بلند ہونا! آپ رضی اللہ عنہ کے دل میں آیا اور اچانک اٹھے اور سیدھے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ طیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور سارا ماجرا ان کو سنایا۔

انھوں نے عرض کیا: اے ابا جان! آپ یقیناً جانتے ہیں کہ بیشک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیش نظر ہمیشہ دین کی بہتری ہوتی ہے اور وہ اپنی بات سے ہمیشہ اللہ رب العالمین کے دین کی خیر خواہی اور بھلائی ہی کا ارادہ فرماتے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں کسی مسلمان کے لئے کسی قسم کا بغض نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول قبول کر لیا اور "ابواروی الدوسی" کو بلا کر حکم دیا کہ سعید بن خالد رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے جو جھنڈا آپ کو دیا تھا وہ ہمیں واپس لوٹا دو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بھی اس لشکر میں تھا۔ سعید بن خالد رضی اللہ عنہ مقام جرف میں ہمیں نماز پڑھا رہے تھے جب "ابواروی الدوسی" پہنچے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حکم سنایا۔ سعید رضی اللہ عنہ نے فوراً وہ جھنڈا واپس کر دیا اور کہنے لگے: اللہ عزوجل کی قسم! میں خدمت دین میں اپنے آپ کو وقف کر چکا ہوں۔ بخدا! میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علم کے نیچے جہاں کہیں اور جس کے ہاتھ میں ہوگا اللہ عزوجل کی راہ میں دل و جان سے لڑوں گا۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی تقرری

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس فکر میں سرگرداں تھے کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے "مقدمۃ الجیش" کا سردار کس کو مقرر کیا جائے؟ کہ اتنے میں حضرت سہیل بن عمر، حضرت عکرمہ بن ابی جہل اور حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم اسلحہ سے مسلح ہو کر پہنچ گئے۔ یہ حضرات خواہش مند تھے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فوج کا علم ان کے سپرد کر دیں۔ آپ نے جب ان کی خواہشات کا اندازہ فرمایا تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا، آپ نے رائے دی کہ اس کی کوئی سبیل نہیں ہے۔ حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے:

اے ابوحفص! اسلام سے قبل سے آپ ہمارے لئے شمشیر بُراں تھے، اب جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اپنے دین کی ہدایت نصیب فرما دی ہے، تب بھی آپ قرابت اور رشتہ داری کا کوئی لحاظ نہیں فرماتے حالانکہ اللہ عزوجل نے صلہ رحمی اور قرابت داری کا حکم فرمایا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہم اس معاملہ میں اُن لوگوں کو آگے لائیں گے جو اسلام لانے میں سابق اور مقدم ہیں۔

سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر آپ اسلام لانے میں سبقت کرنے والوں کو مقدم رکھنا چاہتے ہیں تو بخدا ہم آپ کی نافرمانی ہرگز نہیں کرینگے۔ ہم نے ایام جاہلیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ میں جتنا مال خرچ کیا تھا، اب ہم اللہ عزوجل کی راہ میں اس سے دوگنا خرچ کریں گے اور جتنی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں نکل کر آئے اور ٹھہرے، اب اللہ عزوجل کے دشمنوں کے مقابلہ میں اس سے بدرجہا زیادہ جم کر لڑیں گے۔

عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ نے کہا: لوگو! میں تمھیں خدا کی قسم کھا کر یقین دلاتا ہوں کہ میں نے اپنی جان اللہ عزوجل کی راہ

میں وقف کر دی ہے اور اپنے نفس کو اس کی راہ میں قید کر چکا ہوں۔ میں، میرے ساتھی، اولاد اور میرا مال سب کچھ اللہ ﷻ کے راستے میں وقف ہیں، ہم کبھی جہاد سے اعراض نہیں کریں گے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُن کے جذبۂ جہاد اور غیرت دینی اور قوت ایمانی کو دیکھ انھیں یہ دعا دی:

''اَللّٰهُمَّ بَلِّغْهُمْ اَفْضَلَ مَايُؤَمِّلُوْنَ وَاَجْزِهِمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ.''

''اے اللہ ﷻ تو ان کو اُن کی اُمیدوں سے بھی زیادہ اعلیٰ مرتبہ پر پہنچا اور اُن کے اعمال سے بڑا ان کو اجر و ثواب عطا فرما۔''

اس کے بعد آپ نے عمرو بن عاص بن وائل سہمی رضی اللہ عنہ کو بلا کر علم ان کے سپرد کیا اور فرمایا میں مکہ مکرمہ، ثقیف، طائف، ہوازن، بنوکلاب اور حضرموت کی افواج پر تمھیں امیر مقرر کرتا ہوں۔ تم فلسطین پہنچ کر ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو لکھو کہ اگر تمھیں کمک کی ضرورت ہو تو میں موجود ہوں، تم کوئی کام ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے مشورہ کے بغیر ہرگز نہ کرنا۔ اب تم رخصت ہو جاؤ اللہ رب العزت تمھارے اور ان کے ارادے پورے فرمائے اور اس میں برکت عطا فرمائے۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: آپ دشمنوں پر میری سختی اور جہاد میں میرے صبر و استقلال سے خوب واقف ہیں۔ اگر آپ خلیفۂ رسول اللہ ﷺ سے میری سفارش کر دیں کہ وہ مجھے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ پر امیر مقرر کر دیں تو بہتر ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک جو کچھ میرا مرتبہ تھا، آپ اس سے آگاہ ہی ہیں اور میں اللہ ﷻ سے امید کرتا ہوں کہ بہت سے شہروں کی وہ میرے ہاتھ پر مسلمانوں کو فتح دیگا اور اللہ ﷻ میرے ہاتھ سے دشمنان دین کو ہلاک کرے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو کچھ تم نے کہا بالکل بجا ہے، اس میں کوئی کلام نہیں اور میں اس میں تمھاری تکذیب نہیں کرتا، مگر مجھے اس میں کوئی خوشی نہیں ہوگی کہ تم ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ پر حاکم بن کر جاؤ۔ ہمارے نزدیک ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا مرتبہ تم سے افضل ہے نیز وہ اسلام لانے میں بھی تم پر سبقت رکھتے ہیں اور پھر نبی مکرم ﷺ ان کے متعلق فرماتے تھے۔ ''اَبُوْ عُبَيْدَةَ اَمِيْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ'' ابوعبیدہ اس امت کے امین ہیں۔ [1]

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اگر میں ان کا امیر بنا دیا جاؤں تو اس سے ان کی کسر شان لازم آتی ہے اور نہ میرے سپہ سالار اعظم بن جانے سے ان کی قدر و منزلت میں کوئی کمی واقع ہوگی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: افسوس ہے عمرو! تو دنیا کے جاہ و مرتبہ کا طالب ہے، خدا کا خوف کر اور دنیوی شرف اور مرتبہ کی بجائے آخرت کے شرف و بزرگی کا طالب بن اور صرف اللہ ﷻ کی خوشنودی اور رضا کو چاہنے والا ہو!

---

[1] مجمع الزوائد للطبرانی، جلد 9، صفحہ 349، کنز العمال، رقم الحدیث: 3348.

عمرو بن عاص نے کہا: آپ نے جو کچھ فرمایا ہے حق بجا ہے۔

پھر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فوج کو چلنے کا حکم دیا، فوج آپ کے زیر کمان تھی، اہل مکہ کا دستہ سب سے آگے تھا اور اس کے پیچھے بنو کلاب، الاضاحی، ہوازن اور ثقیف کی علی الترتیب صف بندیاں تھیں۔ مہاجرین وانصار کا جیش اس لئے ٹھہرا رہا کہ وہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جانا تھا۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے مقدمۃ الجیش (ہراول دستہ) کی کمانڈ سعید بن خالد رضی اللہ عنہ کو سونپی تھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وقت روانگی لشکر کو نصیحت

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ان کے جیش میں میں بھی موجود تھا، فوج کی روانگی کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امیر لشکر کو جو ہدایات اور پند ونصائح ارشاد فرمائے ان کو میں نے اپنے کانوں سے سنا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

ظاہر وباطن میں اللہ عزوجل سے ڈرتے رہنا اور تنہائی میں بھی اللہ عزوجل سے حیا کرنا کیونکہ وہ تیرے ہر عمل کو دیکھنے والا ہے۔ تم خوب جانتے ہو کہ میں نے تم سے بہتر اور بزرگ وباعزت لوگوں پر تم کو سپہ سالار مقرر کیا ہے، جو عمل کرو آخرت کے لئے کرو۔ (دنیا مقصود نہ ہو) اور اپنے اعمال سے اللہ عزوجل کی رضا اور خوشنودی مطلوب ہو۔ اپنے ساتھیوں پر باپ جیسی شفقت کرنا اور سفر میں نرمی کرنا، چلنے میں زیادہ تیزی نہ کرنا، اپنے ہمسفروں کا ہر لحاظ سے خیال رکھنا ان میں ہر طرح کے لوگ موجود ہیں۔ ان میں ضعیف اور کمزور بھی ہیں اور تم ایک دور کے سفر پر جارہے ہو، اچھا چلو اللہ عزوجل تمہاری مدد فرمائے گا!

اللہ عزوجل اپنے دین کی مدد فرمانے والا ہے تاکہ اس کو تمام ادیان پر غالب فرمادے، اگرچہ مشرکوں کو ناگوار ہی ہو۔

اور جس وقت تم اپنے اس لشکر کو لے کر چلو تو جس راستہ سے یزید بن ابی سفیان، ربیعہ بن عامر اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہم گئے ہیں، اس راستہ کو مت اختیار کرو بلکہ تم "ایلیاء" کے راستے سے جاؤ حتی کہ تم فلسطین کی سرزمین تک پہنچ جاؤ گے انشاء اللہ عزوجل۔

فلسطین پہنچ کر مخبر اور جاسوس مقرر کر کے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے تمام حالات معلوم کرتے رہنا۔ اگر وہ اپنے دشمنوں پر فتح یاب ہوں تو تم فلسطین میں ہی دشمن سے لڑنا اور اگر انہیں تمہاری امداد اور کمک کی ضرورت ہو تو ان کی کمک کے لئے یکے بعد دیگرے سہیل بن عمرو، عکرمہ بن ابی جہل، حارث بن ہشام اور سعید بن خالد رضی اللہ عنہم کی کمانڈ اور سرکردگی میں فوجی دستے ارسال کرتے رہنا۔

اپنی ڈیوٹی انجام دینے میں کسی قسم کی سستی اور کاہلی کو اپنے قریب تک نہ پھٹکنے دینا، کمزوری ہرگز نہ دکھانا دشمن کی

زیادہ فوج دیکھ کر یہ نہ کہنے لگ جانا کہ ہمیں ابوبکر بن قحافہ نے دشمن کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں پھینک دیا ہے اور ہم تو اتنی بڑی فوج ظفر موج سے جنگ کے قابل نہ تھے۔ ہم مملوکوں کو ابوبکر نے کہاں اس سپر پاور سے ٹکرانے اور فولادی پہاڑ سے سر پھوڑنے کو کہہ دیا، جس کی ہم طاقت نہیں رکھتے۔

کیونکہ عمرو رضی اللہ عنہ! تم کتنے مقامات پر دیکھ چکے ہو کہ بارہا ہم تعداد میں کم ہونے کے باوجود مشرکین کی بہت بڑی بڑی فوجوں سے لڑائی لڑ چکے ہیں۔ غزوۂ خیبر کی جنگ تو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو اور قوم یہود پر اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں فتح ونصرت عطا فرمائی وہ منظر تمھاری نگاہوں کے سامنے ہے۔

اے عمرو رضی اللہ عنہ! یاد رکھو! تمھارے ساتھ جو مہاجرین اور انصار موجود ہیں یہ حضرات اہل بدر ہیں، ان کی تعظیم وتکریم کرنا اور ان کے حقوق کو پہچانانا۔ ان پر اپنی سلطانی کے نشہ میں آ کر کہیں کوئی دست درازی اور زیادتی نہ کر بیٹھنا۔ دیکھنا! شیطان تمھارے دل میں کہیں تکبر ونخوت پیدا نہ کر دے اور تمھارے ذہن میں کبھی یہ خیال پیدا نہیں ہونا چاہئے کہ ابوبکر نے چونکہ مجھے حاکم بنایا ہے اس لئے میں دوسرے لوگوں سے افضل ہوں۔ خبردار! شیطان کے دھوکوں میں نہ آنا وہ بڑا مکار ہے، خود کو دوسروں کی مثل ایک عام سپاہی سمجھنا اور بس! جس وقت کوئی کام درپیش ہو اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کرنا۔

نماز سب کاموں سے اہم ہے۔ نماز کا خاص بندوبست اور اہتمام کرنا، جب نماز کا وقت ہو فوراً اذان دینا، کوئی نماز بغیر اذان کے نہ پڑھنا، جس وقت تمام لشکر اذان سن لے تب جا کر نماز پڑھنا، لشکر میں سے جو حضرات تمھارے ساتھ باجماعت نماز ادا کریں گے تو بہت اچھی بات ہے لیکن جو شخص اپنی قیام گاہ پر اپنے خیمہ اور کیمپ میں ہی پڑھ لے اس کے لئے یہی کافی ہے۔

نامہ نگاروں اور سفیروں کی بات خود سننا، دوسرے پر نہ چھوڑ دینا۔ دشمن سے ہمیشہ محتاط اور الرٹ رہنا۔ اپنے ساتھیوں کو قرآن پاک کی تلاوت کی تاکید کرتے رہنا۔ پہرے کے لئے باری مقرر کر دینا تاکہ فوج کو آرام کرنا بھی ملتا رہے، اور پھر خود ان محافظوں اور نگہبانوں کی نگرانی بھی کرتے رہنا اور ان پر اعتماد کرنا۔ رات کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ طویل نشست رکھنا۔ جب کسی کو کوئی سزا (کورٹ مارشل) دو تو زیادہ سخت سزا نہ دینا اور نہ اتنی ڈھیل روا رکھنا کہ وہ خود تجھ پر ہی دلیر اور شیر ہو جائیں۔ کسی شخص کے نجی معاملات میں مداخلت مت کرنا اور کسی کی رازداری کا پردہ چاک کر کے اس کے احساسات کو ٹھیس نہ پہنچانا۔ نہ کسی اور کی عزت نفس کو مجروح کرنا، ظاہری باتوں پر اکتفا کرنا اور کسی کی خواہ مخواہ جاسوسی میں نہ لگے رہنا بس اپنے کام سے کام رکھنا۔ جب دشمن سے مقابلہ ہو تو اللہ تعالیٰ سے اپنے کئے ہوئے وعدہ کو سچا کر دکھانا اپنے قول میں وصیت کو مقدم رکھنا۔ اپنے ساتھیوں کو حکم دینا کہ وہ غلو، تشدد اور انتہا پسندی کی روش مت اختیار کریں اگر کوئی ایسا کرے تو اس پر تادیبی کارروائی کرنا۔ اپنے ساتھیوں کو برملا نصیحت دو اور نصیحت کرو، تو اختصار ملحوظ خاطر رہے۔

اپنے نفس کی اصلاح کرو گے تو پھر ہی دوسروں کی اصلاح ہوگی، یعنی اپنے اچھے کردار سے اصلاحات کو مؤثر بنانے کی کوشش کرنا۔ رعیت کی بہ نسبت بادشاہ اپنے فعل وعمل میں اللہ ﷻ کا زیادہ مقرب ہوتا ہے۔

میں نے تمھیں اہل عرب ساتھیوں پر حاکم مقرر کیا ہے لہٰذا ہر ایک قبیلہ اور ہر ایک گروہ کی قدر و منزلت پہچاننا، مہربان اور مشفق باپ کی طرح اُن سے سلوک کرنا، کوچ کے وقت تمام لشکر کو اطلاع کرکے پھر چلنا، کچھ لشکر کو ہراول دستہ کے طور پر آگے آگے رکھنا اور جن پر زیادہ اعتماد ہو ان کو پیچھے حفاظت پر مامور کر دینا۔ جب دشمن سے مقابلہ ہو تو صبر کرنا، استقلال اور پامردی سے لڑنا پسپائی اختیار نہ کرنا اور اپنی بزدلی اور ضعف و عاجزی ظاہر نہ کرنا۔ قرآن حکیم کے پڑھنے کی ساتھیوں کو تاکید کرنا کہ پابندی سے تلاوت کرتے رہیں، دورِ جاہلیت کے واقعات کے بیان اور ذکر سے منع کرنا کیونکہ اس سے آپس کی عداوتیں اور پرانی دشمنیاں جنم لیتی ہیں۔ دنیا کی ٹیپ ٹاپ اور چمک پر نہ مرنا یہاں تک کہ تم ان لوگوں سے جا ملو جو تم سے پہلے تہی شکم افلاس اور بھوک پیاس کی حالت میں گزر گئے اور تم بعد میں آنے والی نسلوں کے لئے آئیڈیل، نمونہ اور قدوہ و پیشوا ثابت ہونا جن کی مدح وستائش میں قرآن مجید رطب اللسان ہے اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عَابِدِيْنَ ۝ ﴾

”اور ہم نے انھیں امام کیا کہ ہمارے حکم سے بلاتے ہیں اور ہم نے انھیں وحی بھیجی اچھے کام کرنے اور نماز برپا رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی اور وہ ہماری بندگی کرتے تھے۔“ [1]

حضرت ابو درداء ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ جس وقت عمرو بن عاص ؓ کو یہ نصیحتیں فرما رہے تھے اس وقت وہاں حضرت ابو عبیدہ بن جراح ؓ بھی حاضر تھے ان نصائح کے بعد آپ ؓ نے فرمایا:

بس اب اللہ ﷻ کی برکت اور مدد کے ساتھ چل پڑو! میں تمھیں اللہ ﷻ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں۔ فی سبیل اللہ جہاد کرو اور جو اللہ ﷻ کا انکار کرتا ہے اس سے لڑائی کرو، جو شخص اللہ ﷻ (کے دین) کی مدد کرتا ہے اللہ ﷻ اس کا ناصر اور مددگار ہے۔

حضرت ابو عبیدہ بن جراح ؓ کا لشکر

حضرت عمرو بن عاص ؓ کے ہمراہ یہ نو ہزار کا لشکر ارضِ فلسطین کی طرف چل دیا۔ ایک دن کے وقفہ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح ؓ کے لئے جھنڈے تیار کرائے اور ان کو تمام افواجِ اسلامیہ کا

[1] پارہ 17، الانبیاء 73، ترجمہ کنزالایمان۔

سپہ سالارِ اعظم (Commander-in-Chief) مقرر کر کے حکم دیا کہ اپنے لشکر کو لے کر جابیہ کی طرف روانہ ہو جائیں اور فرمایا: اے امین الأمۃ! جو نصائح اور ہدایات میں نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو کیں، تم نے ان کو سن لیا ہے اب تمھیں رخصت کرتا ہوں۔ اس کے بعد لشکرِ اسلام اپنی منزل کی طرف چل دیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا لشکر

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو رخصت کر کے واپس تشریف لائے تو آپ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بلایا اور قبیلۂ لخم اور جذام پر انھیں حاکم مقرر فرمایا اور نو سو سواروں پر مشتمل ایک لشکر زحف (جرار) ان کے سپرد کرتے ہوئے ایک سیاہ علَم ان کے لئے باندھا۔ یہ علم مذکورہ وہی تھا جو رسول اللہ ﷺ کا تھا اور یہ نو سو شہسوار بھی وہ تھے جو رسول اللہ ﷺ کی معیت اور رفاقت میں بہت سے معرکوں میں دادِ شجاعت دے چکے تھے اور خراجِ تحسین وصول کر چکے تھے۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو متوجہ کر کے فرمایا: اے ابوسلیمان! میں نے تمھیں اس تمام لشکر پر حاکم مقرر کیا ہے تم "ملک ایلیاء" اور "فارس" کی طرف یہ لشکر لے جاؤ۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل تمھارے ہاتھ پر یہ ملک فتح کرائے گا اور انشاء اللہ عزوجل اللہ کی طرف سے تمھیں فتح و نصرت نصیب ہو گی۔ یہ کہہ کر آپ رضی اللہ عنہ نے انھیں الوداع کیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عراق روانہ ہو گئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مجھ سے ربیعہ بن قیس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ [1] حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو لشکر ایلیاء اور فلسطین کی جانب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے زیرِ کمان بھیجا تھا اور جس کے علَم بردار حضرت سعید بن خالد بن سعید رضی اللہ عنہ تھے، میں بھی اس لشکر میں موجود تھا۔ حضرت سعید بن خالد رضی اللہ عنہ کو میں نے دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں جھنڈا تھا اور وہ جھنڈا لہرا لہرا کر اشعارِ رزمیہ پڑھتے جاتے تھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

- ہم ایک چھوٹے سے لشکر کے ساتھ جو بہترین قوم سے ہے، چلے ہیں اہلِ شام کے سرکشوں
- یعنی کافروں کی طرف جو صلیب کے بندے ہیں اور شر پسندوں کے جتھے ہیں، میں عنقریب ان کو کاٹ دار تلوار سے خاک و خون میں لوٹا دوں گا۔
- اور سیدھے کئے ہوئے لمبے نیزوں کے ساتھ ان سے دو دو ہاتھ کروں گا اور اس گھمسان کے دن میں کسی قسم کے خوف و خطر کی پرواہ نہیں کروں گا۔

---

[1] اور ایک نسخہ میں ہے یہ سند یوں ہے [illegible] (مترجم)

❀ اس جنگ میں میرا مطمع نظر اور مقصود اپنے رب کی جنتوں کے سوا کچھ نہیں ہے تا کہ قیامت کے دن میرا شمار بھی کامیاب لوگوں کی صف میں ہو۔

رویم بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مالک بن جندب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا ہے وہ فتح شام کے ثقہ راویوں کے حوالہ سے بیان کرتے تھے کہ یہی مذکورہ بالا رزمیہ اشعار شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن پڑھے تھے، جس دن خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے پیچھے قدم بقدم روانہ کیا تھا۔

روانگیٔ لشکر کے بعد حضرت ابوبکر وعثمان رضی اللہ عنہما کی گفتگو

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب شام اور عراق کی طرف فوجوں کو روانہ کر کے واپس مدینہ منورہ پہنچے تو آپ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں مسلمانوں کی جنگ میں کامیابی اور فتح و نصرت کے لئے دعائیں کرتے اور آپ مسلمانوں کے حوالے سے دل میں بہت مضطرب تھے اور آپ کو بے حد بے قراری اور بے چینی ہو رہی تھی۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرہ مبارک پر پریشانی کے آثار دیکھ کر عرض کیا کہ حضرت! آپ کاہے کو بے چین اور غمگین ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں مسلمانوں کی فوجوں کے بارے میں فکر مند ہوں، مجھے اپنے مولائے کریم کی بارگاہ بیکس پناہ سے بڑی قوی اُمیدیں ہیں کہ وہ اپنے نام لیواؤں کو دشمنان اسلام کے مقابلہ پر فتح و کامیابی سے ہمکنار فرمائے گا اور خدا نہ کرے کہ مجھے ان کی وجہ سے کوئی غم اور صدمہ اٹھانا پڑے۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے آپ کی ڈھارس بندھاتے ہوئے عرض کیا: واللہ! مجھے زندگی بھر کبھی کسی جیش کے جہاد کے لئے نکلنے پر اتنی خوشی نہیں ہوئی، جتنی کہ شام کی طرف جانے والے ان لشکروں کے خروج پر ہوئی ہے، کیونکہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی ہے (اور اس کی فتح و تسخیر کی خبر دی اور وعدہ فرمایا ہے) اور اللہ عزوجل اپنے وعدے کے خلاف نہیں فرماتا۔

آپ نے فرمایا: واللہ! مجھے یہ سب کچھ خوب معلوم اور ازبر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بالکل حق ہے اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ ہم روم اور فارس پر ضرور بالضرور فتح کے جھنڈے گاڑیں گے، مگر ہمیں قطعی طور پر یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ فتح اسی جنگ میں ہوگی یا کسی اور موقع پر اور کہاں یہ فتح ہمارا مقدر ٹھہری ہے؟ اور نہ جانے کس لشکر کے ہاتھ سے یہ کامیابی نصیب ہوگی!

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ تو درست ہے کہ ہم نہیں جانتے تاہم اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ ہمارا حسن ظن تو ہے اور بہتری ہی کی اس سے اُمید رکھنی چاہیے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خواب

روایت ہے کہ اس رات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سوئے تو آپ نے نیند میں ایک خواب دیکھا کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مع اپنے ساتھیوں کے ایک تنگ وتاریک وادی میں پھنس کر رہ گئے اور پریشانی کے عالم میں ہیں، پھر انھوں نے ایک کشادہ اور وسیع میدان کی طرف نکلنے کا ارادہ کیا اور گھوڑے کو ایڑ لگائی اور آپ کے ساتھی بھی آپ کے پیچھے چل رہے ہیں۔ اچانک آپ ایک وسیع زمین اور میدانی علاقے میں پہنچتے ہیں جو بہت تروتازہ اور نہایت سرسبز وشاداب ہے، آپ وہاں اترتے ہیں اور بڑے آرام اور راحت میں ہیں۔

اس خواب کو دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت خوشی کے عالم میں بیدار ہوتے ہیں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اپنا خواب بیان فرماتے ہیں۔ انھوں نے اس کی تعبیر یہ بیان کی کہ مسلمانوں کو انشاء اللہ عزوجل فتح ہوگی مگر ایسا لگتا ہے کہ ابتدائے امر میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھیوں کو مشرکین کے ساتھ جنگ میں سخت مشقت اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا اور آخرکار کامیابی انہی کو حاصل ہوگی۔

اسلامی لشکروں کی رومی بادشاہ کو اطلاع پہنچنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام میں برابر یہ معمول رہا کہ بیوپاری اور سوداگر پیشہ لوگ ملک شام سے گندم، جو، انجیر، روغن زیتون، کشمش، منقیٰ، کپڑا اور شام کے ملک میں پیدا ہونے والی دیگر اشیاء لاکر مدینہ طیبہ میں بیچتے تھے۔ جس زمانہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کو جنگ کے لئے آمادہ کرکے فوجوں اور لشکروں کو ترتیب دیکر مختلف جہات عالم میں روانہ کر رہے تھے اس وقت بھی یہ بیرونی تاجر مدینہ منورہ آئے ہوئے تھے ایلیاء اور فلسطین کے متعلق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو جو احکام صادر فرمائے تھے، تاجروں نے بھی سنے تھے۔ انھوں نے جاکر یہ تمام حالات اور کوائف بادشاہ روم ہرقل کے گوش گزار کر دیئے۔ نیز جنگ تبوک جس میں مشرکین کو اہل اسلام کے ہاتھوں شکست ہوئی تھی، سب واقعات اور تفصیلات سے ہرقل کو آگاہ کر دیا۔ ہرقل نے تمام ارکان دولت، فوج کے سربراہان (کور کمانڈرز) اور پادریوں (عیسائی علماء ومشائخ) کی کانفرنس بلائی اور ان سے میٹنگ کرکے اس خبر سے مطلع کیا اور کہا:

بادشاہ ہرقل کا اپنی قوم سے مشورہ

اے بنی اصفر! یہ وہ نوشتۂ دیوار ہے جس کی خبر میں بہت مدت پہلے سے تم کو دیتا آرہا ہوں کہ اس نبی علیہ السلام کے

اصحاب ضرور میرے قلم رو میں جو کچھ ہے، سب کچھ چھین لیں گے اور میرے تخت وتاج کے وہ مالک بن جائیں گے اور وہ وقت بہت قریب آ لگا ہے۔ تمھارے ساتھی تبوک کی سرزمین میں قتل کر دیئے گئے ہیں۔ محمد (ﷺ) کے خلیفہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے تمھاری طرف لشکروں کو روانہ کر دیا ہے اور اسے گویا پہنچا ہی سمجھو۔ اس وقت تم اپنی خودی کے محافظ اور پاسبان بن جاؤ، اپنے دین اور شریعت، اہل وعیال اور جان ومال کے دفاع کے لئے جان کی بازی لگا دو۔ اگر اس وقت تم نے سستی دکھائی تو پھر عرب تمھارے مُلک اور مِلک کے مالک ہونگے۔

یہ سن کر تمام کی تمام قوم نے تبوک میں مارے جانے والوں کو یاد کر کے رونا شروع کر دیا، ہرقل بادشاہ نے اُن سے کہا: رونا چھوڑو، یہ عورتوں کا کام ہوتا ہے، مرد بنو اور "اجنادین" کے مقام پر اپنی فوجوں کو جمع کرو۔ ہرقل کے وزیر نے کہا: ہماری خواہش ہے کہ آپ ہمارے روبرو اُن لوگوں کو بلا کر جنھوں نے آپ کو یہ رپورٹ دی ہے، پوچھیں۔ ہرقل نے حکم دیا اور ایک سپاہی گیا اور وہ ایک نصرانی عربی کو جس کا تعلق قبیلہ لخم سے تھا اور وہ خبریں لایا تھا، اس کو بلا لایا۔

ہرقل نے دریافت کیا: تجھے مدینہ چھوڑے ہوئے کتنے دن ہوئے ہیں؟ اس نے کہا: پچیس دن۔

ہرقل نے کہا: مسلمانوں کا والی کون شخص ہے؟ نصرانی نے کہا ابوبکر نام کا ایک مرد ہے۔ انھوں نے ایک لشکر تیار کر کے تمھارے ملک کی طرف روانہ کیا ہے۔ میں نے ان لوگوں کو اچھی طرح دیکھا ہے بڑے زیرک اور جفاکش لوگ ہیں۔

ہرقل نے پوچھا کہ تم نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو بھی دیکھا ہے یا نہیں؟ اس نے کہا ہاں دیکھا ہے انھوں نے تو خود مجھ سے ایک بڑی چادر، چار درہم میں خرید کر اپنے کندھوں پر ڈالی تھی اور میں نے دیکھا کہ وہ ایک عام آدمی کی طرح بلا کسی امتیاز کے صرف دو کپڑوں میں ملبوس بازاروں کا راؤنڈ لگاتے ہیں اور لوگوں میں گھل مل کر ان کے مسائل دریافت کرتے ہیں اور طاقت ور سے ضعیف کا حق اس کو دلاتے ہیں حقوق کے معاملہ میں قوی اور ضعیف، ان کے نزدیک مساوی حیثیت رکھتے ہیں۔

ہرقل نے کہا: ان کا حلیہ کیسا ہے؟ نصرانی نے کہا: وہ دراز قد آدمی ہیں، رنگ گندمی ہے، رُخسار ہلکے ہیں، پُر گوشت نہیں، انگلیوں کے جوڑ کشادہ ہیں اور آپ کے سامنے والے دانت نہایت خوبصورت ہیں۔

ہرقل یہ سُن کر ہنس پڑا اور کہا: یہ تو وہی محمد ﷺ کے صحابی اور خلیفہ ہیں جن کا ذکر ہم نے اپنی کتابوں میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ آپ (ﷺ) کے بعد امر خلافت ایسے ایسے شخص کے سپرد ہوگا نیز ہماری کتابوں میں یہ بھی موجود ہے کہ ان کے بعد جو دوسرا شخص منصب خلافت پر فائز ہوگا وہ موٹی موٹی خوبصورت سیاہ آنکھوں والا، لمبے قد کا، گندمی رنگ کا ببر شیر جیسا مرد ہوگا اور اس کے ہاتھوں پر فتوحات ہونگی اور دشمنوں کی جلاوطنی ہوگی۔

نصرانی، ہرقل کی بات سن کر ہکا بکا رہ گیا اور بولا: آپ نے جو اوصاف بیان کیے ہیں میں نے انہی خدوخال اور چال کمال کا آدمی ان کے ساتھ دیکھا ہے اور وہ ان کے ساتھ ہی رہتا ہے کبھی ان سے جدا نہیں ہوتا۔

ہرقل نے کہا: مجھے کامل یقین ہوگیا ہے میں نے پہلے ہی رومیوں کو رشد و ہدایت اور کامیابی و فلاح کے راستہ کی طرف بلایا مگر میری بات کو در خور اعتناء نہ لاتے ہوئے اس ناصحانہ دعوت کو انھوں نے ٹھکرا دیا اور اطاعت سے انکار کر دیا۔ اب رومی بہت جلد سود یہ سے نکال دیئے جائیں گے۔

اس کے بعد ہرقل نے ایک سونے کی صلیب بنوا کر قائد جیش روبیس کو دی اور کہا کہ میں اپنے تمام لشکر پر تجھے سپہ سالار مقرر کرتا ہوں، تو فوراً لشکر اسلام تک پہنچ اور فلسطین کو اُن کے قبضہ و تصرف سے روک دے کیونکہ یہ ایک بہت خوبصورت اور سرسبز و شاداب شہر ہے بلکہ ہماری عزت و جاہ اور سلطنت اسی کی بدولت ہے۔ روبیس اسی دن لشکر تیار کر کے اجنادین کی طرف روانہ ہو گیا اور جیش روم بھی انکے پیچھے تھا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی فلسطین پہنچ گئے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا فلسطین پہنچنا

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا فلسطین پہنچنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ جس وقت حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، ایلیاء کی طرف سے ہوتے ہوئے ارض فلسطین پہنچے اور آپ کے تمام ساتھی اور ہمراہی بھی پہنچ چکے تو آپ نے دیکھا کہ سفر کی وجہ سے آپ کے تمام جانور کمزور اور لاغر پڑ گئے ہیں۔ آپ نے ایک نہایت سرسبز و شاداب مقام دیکھ کر پڑاؤ کیا اور اونٹ گھوڑوں کو چراگاہ میں چھوڑ دیا تاکہ وہ چر پھر لیں اور انکی سفری تھکاوٹ اور لاغر پن دور ہو جائے۔ مسلمانوں کے فلسطین کی سرزمین پر پڑاؤ کے بعد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مہاجرین و انصار تمام مسلمان مجاہدین کا اجلاس بلایا تاکہ باہمی مشاورت سے آئندہ کا لائحہ عمل طے کیا جائے۔ ابھی مجلس مشاورت کا اجلاس جاری تھا کہ اسی دوران میں اچانک عامر بن عدی رضی اللہ عنہ جو برگزیدہ اور بزرگ مسلمان تھے، وہاں پہنچے۔ ان کے اکثر عزیز و اقارب چونکہ بلاد شام میں مقیم تھے اس وجہ سے اکثر و بیشتر ان شہروں میں ان کا آنا جانا رہتا تھا، اسی بناء پر وہ شام کے شہروں اور راستوں سے بھی خوب واقف تھے۔ اس وقت بھی آپ وہیں سے تشریف لا رہے تھے جب وہ مسلمانوں کے اس پڑاؤ کے مقام پر پہنچے تو انہوں نے آپ کو چھاؤنی کا دورہ کرایا اور پھر اُن کو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے آئے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ابن عامر رضی اللہ عنہ کے چہرے کو متغیر دیکھ کر دریافت فرمایا:

اے ابن عامر رضی اللہ عنہ! کیا بات ہے؟ آپ کیوں پریشان ہیں؟ ابن عامر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میرے پیچھے پیچھے رومی عیسائیوں کا ایک بہت بڑا لشکر چیونٹیوں کی طرح قطارِ متصل بنائے چلا آ رہا ہے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن عامر! تم نے مسلمانوں کے دلوں میں کفار کا رُعب بھر دیا ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے ان کے مقابلہ کے لئے مدد مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کا حامی و ناصر ہوگا۔ ڈرو نہیں، تم یہ بتلاؤ کہ تمہارے اندازے کے مطابق کفار کی فوج کی کتنی تعداد ہوگی؟

ابن عامر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اے امیر! میں نے ایک اونچے پہاڑ پر کھڑے ہو کر عیسائیوں کی فوج کی تعداد کا جائزہ لیا تھا میں نے دیکھا کہ وادی اجم جو فلسطین کا ایک بہت بڑا مقام ہے [1] اُن کے جھنڈوں نیزوں اور صلیبوں سے بھرا پڑا ہے اور اس طرح بھرا ہوا ہے کہ تل دھرنے کو جگہ نہیں۔ میرے تخمینے کے مطابق ان کی تعداد ایک لاکھ سے بھی

[1] اس کو وادی احمر بھی کہا جاتا ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

زیادہ ہوگی۔ میری معلومات تو اسی قدر ہیں اور ساتھ ہی انھوں نے آپ سے اس بات کی معذرت بھی چاہی جس سے مسلمانوں کے مرعوب ہو جانے کا اندیشہ پیدا ہوا تھا۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا فوج سے خطاب اور مشورہ

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے عدی بن عامر رضی اللہ عنہ کی گفتگو سن کر کہا: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم، یعنی "طاقت وقوت سب اللہ بلند و برتر کے قبضہ وقدرت میں ہے" ہم اللہ عزوجل سے مدد کے طلبگار ہیں۔ پھر آپ نے بزرگ حاضرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

لوگو! میں اور آپ جہاد کے امر میں برابر ہیں۔ تم دشمنوں کے خلاف اللہ عزوجل سے مدد مانگو اور اپنے دین اور اپنی شریعت کے لئے جنگ کرو، جو شخص ہم میں سے قتل ہو گیا وہ شہید ہے اور جو باقی رہا وہ سعید (خوش نصیب) ہے۔ اب آپ لوگ اپنی رائے سے مجھے مطلع کریں کہ آپ کیا کہتے ہیں؟

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حاضرین میں سے ہر ایک نے اپنی رائے کا اظہار کیا ایک گروہ نے کہا: اے امیر! آپ ہمیں ایک صحرا اور جنگل میں لے چلیں حتیٰ کہ جب ہم وسط جنگل میں ہونگے تو ان کے لئے اپنی بستیوں اور گڑھیوں اور قلعہ جات کو چھوڑنا بڑا مشکل ہوگا اور وہ اس جگہ ہم پر حملہ کرنے کی ہمت اور حوصلہ نہیں پائیں گے۔ جس وقت ان کو ہمارے متعلق یہ خبر ملے گی کہ ہمارا لشکر جنگل کے وسط میں پڑاؤ کیے ہوئے ہے، تو ان کی جمعیت متفرق ہو جائیگی اس وقت ہم ان پر غفلت کی حالت میں حملہ کر دیں گے اور انشاء اللہ عزوجل ہم دشمن کو شکست دے کر جنگ جیت لیں گے۔

حضرت سہیل بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ مشورہ ایک عاجز مرد کا ہے۔

مہاجرین میں ایک شخص نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہم نے قلیل سی جمعیت کے ساتھ کثیر تعداد والے لشکروں کو ہزیمت دے دی تھی۔ اللہ عزوجل نے تم سے مدد کا وعدہ فرمایا ہے اور صبر کرنے کا حکم دیا ہے اللہ عزوجل کا صبر کرنے والوں کے ساتھ اچھا ہی وعدہ ہوتا ہے ارشاد خداوندی ہے:

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ﴾

"اے ایمان والو! جہاد کرو ان کافروں سے جو تمھارے قریب ہیں اور چاہئے کہ وہ تم میں سختی پائیں۔" [1]

حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تو کسی صورت بھی کافروں کے ساتھ جنگ کرنے سے رجوع نہیں کر سکتا اور

[1] پارہ 11، التوبہ 123، ترجمہ کنزالایمان۔

ان کے ساتھ مقابلہ کرنے سے باز نہیں آ سکتا اور نہ میں اپنی نیام سے نکالی ہوئی تلوار کو میان میں لوٹا سکتا ہوں، جس کا جی چاہے میدان جنگ میں ٹھہرے اور جس کا دل چاہے لوٹ جائے مگر یاد رکھو! جو نیک کام سے بھاگے گا وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے تو بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتا۔

حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کی تقریر کی بھرپور تائید کی۔ مسلمانوں نے جب سنا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کی موافقت میں تقریر اور تائید فرمائی ہے تو انھوں نے کہا:
''اَحْسَنْتَ یَا ابْنَ الْفَارُوْقِ'' اے فاروق اعظم کے صاحب زادے! واہ واہ آپ نے خوب فرمایا ہے۔''

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مسلمانان مکہ کا قول اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی تقریر سن کر نہایت خوش ہوئے اور فرمایا: اے ابن فاروق! جو میری خواہش تھی وہ آپ نے پوری کر دی اور آپ نے میرے جذبات کی ترجمانی کی ہے اور آپ نے میرے دل کی بات کہہ دی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی قیادت میں نوجوانوں کا ہراول دستہ اپنے جیش کے آگے بھیج دوں تاکہ آپ حریف کی افواج کی نقل و حرکت اور اس کے قیام و مقام کی اطلاع ہمیں بہم پہنچاتے رہو اور ہمیں تازہ ترین صورت حال سے آگاہ کرتے رہو تاکہ ہم آپ کی اطلاعات کی روشنی میں دشمن کے ساتھ لڑ سکیں۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ایک جھنڈا باندھ کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور ایک ہزار گھوڑ سوار جس میں بنو کلاب، طائف اور ثقیف کے بہادر مرد تھے آپ کی زیر کمان دیکر روانگی کا حکم فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اسی وقت روانہ ہو گئے باقی دن اور تمام رات چلتے رہے صبح کے وقت اچانک آپ کو ایک غبار اٹھتا ہوا دکھلائی دیا آپ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ یہ گرد و غبار دشمن کے مقدمۃ الجیش (ہراول دستہ) کا ہے یہ کہہ کر آپ نے وہاں توقف کیا اور آپ کے آگے چلنے والے ساتھی مجاہدین بھی آپ کو دیکھ کر وہاں ٹھہر گئے۔

ایک بادیہ نشین قوم کے نوجوانوں نے کہا: آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم جا کر دیکھ آئیں کہ یہ گرد و غبار کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا: جب تک ہمیں اچھی طرح صورتحال کی تحقیق نہیں ہو جاتی کہ کیا معاملہ ہے اس وقت تک ہمارا ایک دوسرے سے جدا اور متفرق ہونا مناسب نہیں ہے۔ ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ وہ غبار قریب پہنچ گیا اور اس کے چھٹنے پر عیاں ہوا کہ ''روبیس'' نے اپنے لشکر کے آگے دس ہزار سوار مقدمۃ الجیش کے طور پر ایک کمانڈر کے زیر کمان جاسوسی کے لئے روانہ کئے ہیں تاکہ مسلمانوں کے لشکر کی خبریں اس تک پہنچتی رہیں۔

دونوں لشکروں کا آمنا سامنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جب ان کو دیکھا تو اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:
''تم انھیں مہلت نہ دو بلکہ فوراً ان پر ٹوٹ پڑو وہ آخر یہ تمہارے ہی مقابلہ کے لئے آئے ہیں! اللہ تعالیٰ ان کے

خلاف تمھاری مدد فرمائے گا سنو! جنت، تلواروں کے سایہ تلے ہے۔"

یہ سنتے ہی مجاہدین اسلام نے اس زور سے کلمہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" پڑھا کہ درخت، پتھر اور جانوروں نے بھی اس نعرہ تکبیر ورسالت کا جواب دیا اور نعرہ لگا کر فوراً حملہ کر دیا سب سے پہلے حملہ کرنے والے حضرت عکرمہ بن ابوجہل رضی اللہ عنہ تھے اوران کے بعد حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ نے بھی حملہ کر دیا اور مبارزت کے لئے للکارا تو مہاجرین اور انصار نے بھی حملہ کر دیا۔ دونوں فوجیں باہم گتھم گتھا ہو گئیں اور دونوں طرف سے خوب تلوار چلی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ کے دوران میں، مَیں نے ایک رومی سوار کو دیکھا جو بہت ڈیل ڈول کا آدمی تھا۔ مست ہاتھی کی طرح لشکر کے چپ وراست (رائٹ، لیفٹ) میں گھوڑا دوڑائے پھرتا ہے میں نے جی میں سوچا کہ رومی افواج کا سپہ سالار یہی معلوم ہوتا ہے حالانکہ اس کے چہرے پر جنگ کی ہیبت چھائی ہوئی ہے اور بزدلی اور گھبراہٹ کے آثار اس کے چہرہ سے آشکارا ہوتے ہیں اور وہ اپنے بھاری بھرکم جسد کی وجہ سے مست اور غضب ناک اونٹ کی طرح بے مہار ہوا پھر رہا تھا۔ میں نے اس پر حملہ کر دیا اور اپنا نیزہ اس کی طرف دراز کر دیا۔ نیزے کی وجہ سے اس کا گھوڑا بدک گیا میں نے سرعت کے ساتھ نیزہ پیچھے ہٹایا تو اس نے یہ گمان کیا کہ میں فرار ہونا چاہتا ہوں یہ سوچ کر اس نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ میں نے نیزہ ایک طرف کر کے تلوار نکال لی اور قریب سے اس کے نیزے پر دے ماری جس سے اس کے نیزے کا پھالہ کٹ کر نیچے جا گرا اور اس کے ہاتھ میں محض ایک لاٹھی سی رہ گئی۔ پھر میں نے شمشیر کی ایک اور ضرب کاری لگائی اللہ عزوجل کی قسم مجھے یوں لگا کہ جیسے میں نے اپنی تلوار کسی چٹان پر ماری ہو، میں نے ایک جھنکار سنی جیسے پتھر پر لوہے کو مارنے سے پیدا ہوتی ہے۔ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ میری تلوار ٹوٹ گئی ہے، مگر خدا کے فضل سے وہ ٹوٹنے سے بچی رہی اور دشمن خدا سخت چوٹ سے کٹا پڑا تھا۔ میں نے ایک ضرب لگائی جس نے اس کے شانہ کی رگ کو کاٹ کر الگ کر دیا۔ پھر میں نے اس کی زرہ اتار لی۔

مسلمانوں کی فتح

مشرکین نے جب اپنے سالار کا لاشہ خاک وخون میں یوں لت پت پڑا دیکھا تو ان کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ سخت مرعوب ہوئے۔ مسلمانوں نے ان کو بڑی بہادری کے ساتھ مارنا اور قتل کرنا شروع کر دیا اور آفرین ہے حارث بن ہشام اور ضحاک رضی اللہ عنہما پر کہ ان دونوں نے خوب خوب داد شجاعت دی کہ ان سے زیادہ بہادری کے جوہر نہیں دکھائے جا سکتے اور دیکھتے ہی دیکھتے کفار ومشرکین نے مسلمانوں کے ہاتھ سے شکست کھا کر بھاگنا شروع کر دیا۔ بہت سے مشرکین اپنے کیفر کردار کو پہنچے اور بہت سے گرفتار بھی ہوئے۔ مجاہدین اسلام مجتمع ہو گئے اور کفار کا چھوڑا ہوا مال غنیمت اکٹھا

کرنے لگے۔ اس کے بعد جب سب لوگ جمع ہو کر بیٹھے تو آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا حال معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ (آیا وہ زندہ ہیں یا شہید کر دیئے گئے؟) بعض نے کہا: قتل ہو گئے۔ بعض نے کہا: نہیں! بلکہ گرفتار ہو گئے۔ بعض نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی کیا ہو گا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے زہد اور حسن عبادت کی وجہ سے بہتر ہی کیا ہو گا۔ ایک صاحب فرمانے لگے: اگر اس جنگ میں ہم عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ہاتھ سے دے بیٹھے تو پھر یہ فتح ہمارے لئے ان کے سر کے ایک بال کے برابر بھی نہیں!

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اُن حضرات کی یہ سب گفتگو ایک ٹیلے کے پیچھے کھڑا سن رہا تھا، جس وقت میں تمام گفتگو سن چکا تو میں نے باآواز بلند کہا:

لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ...... اَلصَّلٰوةُ عَلَى الْبَشِيْرِ وَالنَّذِيْرِ اور میں نے نعرۂ تکبیر نعرۂ رسالت اور اپنے بشیر و نذیر (ثواب کی خوش خبری دینے اور عذاب سے ڈرانے والے) آقا حضور سید الانبیاء والمرسلین ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں ہدیہ درود و سلام عرض کرنے کے بعد جھنڈا لہرایا جب مسلمانوں نے جھنڈے کی طرف دیکھا تو تمام خوشی سے میری طرف دوڑ پڑے اور کہنے لگے: آپ کہاں تھے؟ میں نے جواب دیا کہ میں اُن کافروں کے کمانڈر کی خبر لے رہا تھا۔ تمام لوگوں نے میری بلائیں لیں مجھے دعائیں دینے لگے اور بولے یہ فتح و نصرت صرف اور صرف آپ کی بدولت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نصیب فرمائی ہے اور آپ کی برکت سے ہم کامیاب اور سرخرو ہوئے ہیں۔ میں نے جواب میں کہا کہ اور آپ سب حضرات کی کوششوں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے فضل و کرم سے کامیاب فرمایا ہے۔

اس کے بعد مسلمانوں نے غنیمت کا تمام مال جس میں گھوڑے، اسلحہ اور دیگر مال مویشی تھے، جمع کیا اور اس میں چھ سو قیدی گرفتار کئے گئے۔

مسلمانوں کے لشکر میں سے کل سات آدمی شہید ہوئے۔ جام شہادت نوش فرمانے والے خوش نصیبوں کے نام مبارک یہ ہیں:

① حضرت سراقہ بن عدی رضی اللہ عنہ ② حضرت نوفل بن عامر رضی اللہ عنہ ③ حضرت سعید بن قیس رضی اللہ عنہ ④ حضرت سالم مولیٰ عامر بن بدر الیربوعی رضی اللہ عنہ ⑤ حضرت عبداللہ بن خویلد المازنی رضی اللہ عنہ ⑥ حضرت جابر بن راشد الحضرمی رضی اللہ عنہ ⑦ حضرت اوس بن سلمہ الہوازنی رضی اللہ عنہ۔

مسلمانوں نے اپنے ہاتھوں سے ان شہیدانِ اسلام کو دفن کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز

جنازہ پڑھائی۔ ①

یہ لشکر خوشی خوشی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹا اور پہنچ کر تمام ماجرا سنایا۔ آپ کو اس لشکر کی سرگزشت سن کر بے حد مسرت ہوئی جس پر آپ نے اللہ ﷻ کی حمد کی اور اللہ ﷻ کے بے حد کرم پر اس کا شکر بجا لائے۔ پھر آپ نے قیدیوں کو بلا کر دریافت فرمایا کہ آیا تم میں کوئی شخص عربی جانتا ہے؟ ان میں سے کوئی عربی دان نہیں تھا سوائے تین افراد کے جو شامی نژاد تھے انھیں عربی آتی تھی آپ نے ان سے لشکر روم اور ان کے سپہ سالار کے بارے کچھ باتیں پوچھیں۔

انھوں نے کہا: اے معشرِ عرب! روبیس کو ہرقل نے ایک لاکھ فوج دے کر آپ کے ساتھ جنگ کے لئے بھیجا ہے اور ہدایت کی ہے کہ کوئی شخص ایلیاء میں داخل نہ ہونے پائے۔ روبیس نے اس شخص کو جس سے آپ صاحبان کا مقابلہ ہوا، فرنٹ رجمنٹ (مقدمۃ الجیش) کے طور پر روانہ کیا تھا۔ جو قتل ہو گیا روبیس کی فوج بہت جلد راتوں رات پہنچا چاہتی ہے اور چونکہ روبیس مملکت روم میں اہل عرب کے مقابلہ کے لئے ایک بے نظیر اور یکتا آدمی شمار کیا جاتا ہے کیونکہ اس سے بہتر فن حرب کا ماہر کوئی نہیں ہے۔ لہٰذا وہ تم سب کو ہلاک کر دے گا۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا: مجھے امید ہے کہ اللہ ﷻ اس کے ساتھی کی طرح اس کو اپنے انجام تک پہنچائے گا اور ہمارے مجاہدین اس کو ہلاک کر دینگے۔

پھر آپ نے ان مشرک قیدیوں پر اسلام پیش کیا۔ مگر کوئی شخص اسلام نہ لایا آپ نے مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: رومی لشکر انتقام لینے کے لئے چل دیا ہے اور بہت جلد شام پہنچ رہا ہے ان قیدیوں کو چھوڑنا گویا اپنے سر پر مصیبت ڈالنا ہے لہٰذا ان سب دشمنان خدا کی گردنیں اڑا دی جائیں۔

پھر آپ نے مسلمانوں کو زور دیکر فرمایا: تیار ہو جاؤ! میرا گمانِ غالب ہے کہ دشمن تمھاری طرف چل دیا ہے اگر وہ ہم تک پہنچے گا تو ہم جنگ میں انشاء اللہ ﷻ بہت جلد ان پر وسعت میدان تنگ کر دینگے اور اگر نہ آیا تو ان کی قوت گھٹ جائے گی اور اگر ہم خود پیش قدمی کر کے ان کی طرف چلیں تو مجھے کامل اُمید ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں دشمن کے مقابلہ میں پہلے کی طرح فتح دے گا اور اللہ ﷻ سے بہتر اور اچھے انجام کی ہی اُمید کرنی چاہئے۔

نوّے ہزار رومیوں سے مقابلہ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس رات ہم نے اسی جگہ قیام کیے رکھا۔ صبح کو کوچ کیا تو تھوڑی دور چلے تھے کہ سامنے سے لشکر کے آنے کے آثار نظر آئے جس میں نو صلیبیں تھیں۔ ہر صلیب کے ماتحت دس ہزار سوار تھے۔ جس

① خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔ (مترجم عفی عنہ)

وقت دونوں لشکر قریب ہوئے تو ہم نے روبیس کو دیکھا کہ وہ سانڈ کی طرح اپنی فوج کی صف بندی میں مصروف ہے اور اسے ترتیب دیکر جنگ کی ترغیب دے رہا ہے اور برانگیختہ کر رہا ہے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بھی فوج کی ترتیب کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ نے اس طرح ترتیب دی کہ میمنہ [1] پر حضرت ضحاک بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور میسرہ [2] پر حضرت سعید بن خالد رضی اللہ عنہما کو مقرر کیا اور ساق [3] پر حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو قائم کیا اور آپ خود قلب [4] پر مہاجرین وانصار کے ساتھ رہے اور آپ نے تمام مسلم افواج کو قرآن مجید کی تلاوت کے لئے تاکید کی اور فرمایا: اللہ عزوجل کی قضاوقدر پر راضی رہو اور صبر کرو۔ اللہ عزوجل کی طرف سے ثواب اور جنت کی رغبت کرو۔

اس کے بعد آپ نے جنگی طریقے پر صف بندی فرمائی۔

روبیس نے دور سے ہمارے لشکر پر ایک نظر ڈالی اور معائنہ کیا کہ مسلمانوں کے امیر لشکر نے ایسے طریقہ سے ترتیب اور صف بندی کی ہے کہ باگ سے باگ اور رکاب سے رکاب ملی ہوئی ہے اور گویا کہ تمام فوج ایک مضبوط قلعہ ہے ہر فوجی قرآن کریم کی تلاوت کر رہا ہے ان کے گھوڑوں کی پیشانیوں سے نور پھوٹتا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ بھانپ گیا کہ مسلمانوں کی فتح یقینی ہے اور اسے محسوس ہونے لگا کہ ان کی ہزیمت ''اظہر من الشمس'' ہے کیونکہ اس کی چھٹی حس اسے کہہ رہی تھی کہ اس کی طرح تمام لشکر کے دل میں مسلمانوں کا رعب جم گیا ہے اور ان پر ہیبت چھائی ہوئی ہے۔ یہ سوچ کر اس نے مسلمانوں کے لشکر کا انتظار کیا کہ یہ کیا کرتا ہے اور خود ان کا تکبر ہرن ہو گیا اور مان ٹوٹ گیا۔

حضرت سعید بن خالد رضی اللہ عنہما کی شہادت

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے اول جو شخص مسلمانوں کے جیش سے لڑنے کو نکلا وہ سعید بن خالد رضی اللہ عنہما تھے وہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ماں شریک بھائی کے بیٹے اور آپ کے بھتیجے تھے۔ انھوں نے نکل کر بلند آواز سے مقابلہ کے لئے دشمن کو للکارا اور کہا: کوئی ہے جو مشرکین میں سے میرے مقابلے کے لئے آئے؟ پھر خود انھوں نے دشمن کے میمنہ اور میسرہ پر حملہ کر دیا بہت سے آدمیوں کو قتل کر ڈالا اور بڑے بڑے بہادروں کو پچھاڑ دیا، پھر ہٹ کر دوبارہ حملہ کیا، صفیں چیر ڈالیں تمام لشکر میں ہلچل مچا دی۔ آخر دشمنوں نے مل کر آپ پر ہلہ بول دیا اور آپ کو شہید کر دیا جس سے مسلمانوں کو سخت رنج پہنچا اور خصوصاً حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ ملال خاطر ہوا، آپ

---

[1] دائیں جانب والی فوج

[2] بائیں جانب والی فوج

[3] فوج کا آخری حصہ

[4] فوج کا درمیانی حصہ

نے کہا:

''اے سعید! بخدا! تم نے راہ خدا میں جان فروشی کا مظاہرہ کرتے خوب داد شجاعت دی ہے، تم پر خدا کی رحمتیں نازل ہوں!''

پھر مسلمانوں سے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا: بہادر نوجوانو! تم میں سے کون سا بہادر ہے جو میرے ساتھ اس حملہ میں شریک ہوگا جو میں، اب دشمن پر کرنے والا ہوں۔ تاکہ میں اس حملہ میں قسمت آزمائی کرسکوں اور سعید بن خالد رضی اللہ عنہ کا حال (جہاں وہ سدھار گئے ہیں جاکر) دیکھوں!

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت ضحاک بن ابوسفیان، حضرت ذوالکلاع الحمیری، حضرت عکرمہ بن ابوجہل، حضرت حارث بن ہشام، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابودرداء، حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب، حضرت واہید بن دارم، حضرت نوفل، حضرت سیف بن عباد الحضرمی، سالم بن عبید اور مہاجرین اہل بدر اور دوسرے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فوراً جواب دیا کہ ''ہم حاضر ہیں''۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم ستر (70) آدمی تھے، ہم نے حملہ کر دیا حتیٰ کہ ہم دشمن کے بالکل قریب جا پہنچے مگر دشمن تھا کہ گویا وہ فولاد کا ایک پہاڑ ہے کہ اس پر ہمارے حملے کا کوئی اثر ہی نہیں ہو رہا تھا۔

جنگ کی نئی حکمت عملی

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مسلمانوں نے جب رومی فوجیوں کے استقلال اور ثابت قدمی کو دیکھا تو انھوں نے چِلّا چِلّا کر ایک دوسرے کو کہا کہ دشمن کی سواریوں کی ٹانگیں کاٹ ڈالو اور ان کے گھوڑوں کو ہلاک کرو کیونکہ اس کے علاوہ دشمن، جو کیل کانٹے سے لیس اور سرتاپا لوہے کی زرہوں میں ڈوبا ہوا ہے، اسے ہلاک کرنے کا کوئی اور چارہ اور تدبیر نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان کے گھوڑوں کے پیٹ میں نیزے گھونپ دیئے گئے جس کی وجہ سے ان کے گھوڑے گرے اور انھوں نے اسلامی فوج پر حملہ کیا ہم نے بھی ان کے حملے کا جواب دیا بلکہ تمام اسلامی فوج دشمن پر اُبل پڑی ہماری فوج ان کے لشکر میں یوں معلوم ہوتی تھی جیسے سیاہ اونٹ کے جسم پر ایک چھوٹا سا سفید نشان ہو۔ جنگ فلسطین میں ہمارا شعار یہ تھا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ.

يَا رَبِّ انْصُرْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ ﷺ

''اے پروردگار تو محمد مصطفیٰ ﷺ کی اُمت کی مدد فرما۔''

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جنگ میں اس قدر کھو گئے کہ ہمیں رجزیہ اشعار پڑھنے کی فرصت نہ تھی اور

لڑائی اتنی گھمسان کی تھی کہ ہم تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے ہمیں یہ معلوم نہیں پڑتا تھا کہ ہماری ضرب اپنے کسی مسلمان بھائی پر پڑتی ہے یا دشمن کافر پر، مسلمان برابر بڑھ رہے ہیں حالانکہ ان کی فوج کی نفری بہت مختصری ہے مگر یہ مٹھی بھر فوج بڑی ثابت قدمی سے لڑی۔ مسلمان فوج کا بھروسہ اللہ ﷻ پر تھا اور انھوں نے اپنا معاملہ اللہ رب العزت پر چھوڑ دیا تھا اور اسی کی قدرت کے سپرد کر دیا تھا۔ مسلمانوں کے لڑنے کا طریق یہ تھا کہ ہر سپاہی ہاتھ سے تلوار چلا رہا ہے اور دل سے یہ دعا پڑھ رہا ہے:

"اَللّٰهُمَّ انْصُرْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ (ﷺ) عَلٰى مَنْ يَّتَّخِذُ مَعَكَ شَرِيْكًا."

"اے اللہ! تو حضرت محمد مصطفٰی علیه التیحة والثنا کی اُمت کی مدد فرما ان لوگوں کے مقابلہ پر جو تیرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں۔"

جنگ میں دعا کا اثر اور فتح حاصل ہونا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ زوال کے وقت تک مسلسل لڑائی ہوتی رہی، ہوا چل رہی تھی اور فوجیں لڑ رہی تھیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک دعا سکھائی تھی میں وہ دعا پڑھ رہا تھا اچانک میں نے آسمان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا تو اس میں چند دروازے کھلے ہوئے ہیں اور اُن دروازوں میں سے بہت سے سوار سفید لباس پہنے ہوئے ہاتھ میں سبز جھنڈے لئے اتر رہے ہیں ان کے نیزوں کی نوکیں لشکارے مار رہی ہیں اور ایک منادی ندا کر رہا ہے اور فتح کی بشارت کا اعلان کر رہا ہے کہ:

"اے اُمت محمد ﷺ خوش ہو جاؤ کہ اللہ ﷻ کی طرف سے تمھارے پاس مدد پہنچ چکی ہے۔"

میں نے کہا: "سرکار مدینہ ﷺ کی دعا کی برکت سے فتح ہو گی"۔ قسم ہے رب کعبہ کی کہ تھوڑی ہی دیر بعد میں نے دیکھا کہ رومی فوج پسپا ہونا شروع ہو گئی اور وہ زخموں کو چاٹتے ہوئے بڑی تیزی کے ساتھ بھاگ رہے ہیں اور مسلمان مجاہدین ان کا تعاقب کر رہے ہیں۔ عربی گھوڑے رومی گھوڑوں سے زیادہ تیز دوڑنے والے تھے اس لئے ہم نے ان کو جالیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اس جنگ میں ہم نے دشمن کے پندرہ ہزار کے قریب بلکہ اس سے بھی زیادہ آدمی قتل کر دیئے۔ رات تک ہم نے ان کا تعاقب اور پیچھا کیا۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو اس فتح سے بہت خوشی ہوئی اور مسلمان چونکہ دشمن کا دور تک تعاقب کرتے رہے تھے اور ابھی تک سب واپس نہیں پہنچے تھے اس لئے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ان مسلمانوں کے بارے میں فکرمند تھے

اوران کا دل اپنے نوجوانوں کے ساتھ ساتھ تھا۔

حضرت عمرو بن عتاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اس وقت میں نے دیکھا کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ میں جھنڈا پکڑا ہوا ہے اور نیزے کو کندھے پر رکھا ہوا ہے اور آپ ٹہلتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے ''جو شخص میرے نوجوان مجاہدوں کو لوٹا لاوے گا، اللہ عزوجل اس کے گمشدہ کو اس کے پاس واپس لوٹا دے گا۔'' آپ یہ فرما ہی رہے تھے کہ چند عرب نوجوان واپس آتے دکھائی دیئے۔ آپ نے ان نوجوانوں کو اس طرح اپنے سینے کے ساتھ چمٹا لیا جیسے کوئی ماں اپنے گمشدہ بچے کو ملنے پر شفقت سے چمٹا لیتی ہے۔ آپ نے ان کا بڑی محبت سے استقبال فرمانے کے بعد کہا: جن بہادر مجاہدوں نے اللہ عزوجل کی رضا اور خوشنودی کے لئے محنت کی ہے اور مشقت اٹھائی ہے، انھوں نے اپنے مولیٰ کریم کو راضی کر لیا ہے کیا آپ لوگوں کو یہ فتح جو باری تعالیٰ عزشانہ نے نصیب فرمائی، کافی نہ تھی جو آپ نے دشمنوں کا پیچھا کر کے اپنی جان کو تھکایا اور خطرے میں ڈالا تھا؟

مسلمان نوجوانوں نے عرض کی: ہمارا مقصود اس تعاقب سے مال غنیمت سمیٹنا ہرگز نہیں تھا ہم تو جہاد اور قتال کے جذبہ سے سرشار ہو کر اللہ عزوجل کے دشمن مشرکوں کا تعاقب کر رہے تھے۔

شہداء کی تعداد اور تجہیز و تکفین

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: بہر حال جب مسلمان واپس آئے تو انھیں کوئی فکر اور کسی قسم کا غم نہیں تھا مگر جس وقت ایک دوسرے کو دیکھنا شروع کیا تو ایک سو تیس (130) آدمی مفقود پائے گئے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے لئے اللہ خالق و مالک جل شانہ نے سعادت کی مہر ثبت فرما دی تھی۔ ان خوش بختوں میں حضرت سیف بن عبادہ حضرمی رضی اللہ عنہ، حضرت نوفل بن دارم رضی اللہ عنہ، حضرت سالم بن رویم رضی اللہ عنہ، حضرت اصہب بن شداد رضی اللہ عنہ اور باقی شہداء یمن اور مدینہ طیبہ کی وادی کے باشندے تھے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ان حضرات کی کمی پر سخت صدمہ ہوا، آپ ایک گہری سوچ میں ڈوب گئے پھر دل کو تسلی دی اور خود ہی کہنے لگے:

اللہ عزوجل ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اور اے عمرو! تو اس خیر اور بھلائی سے انکار کرنے والا ہے؟ اس کے بعد آپ نے لڑائی کی وجہ سے جو نمازیں قضا ہو گئی تھیں، ان کی ادائیگی کا انتظام کیا جس طرح خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو حکم دیکر ہدایت فرمائی تھی۔ چنانچہ آپ نے لوگوں کو نماز کے لئے بلایا اور قضا شدہ نمازوں کو اذان اور اقامت کے ساتھ پڑھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: خدا کی قسم! آپ کے ساتھ جماعت سے بہت کم لوگوں نے نماز

پڑھی۔ لوگ چونکہ تھکاوٹ سے چور چور تھے، اس لئے اکثریت نے اپنے اپنے کیمپ میں ہی نماز ادا کر لی اور تھکاوٹ اتارنے کے لئے سو گئے، مال غنیمت بھی اکٹھا نہیں کیا۔ صبح ہوئی تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اذان کہی اس کے بعد نماز پڑھائی اور حکم دیا کہ مال غنیمت جمع کر لو اور شہیدوں کے لاشے میدان جنگ سے تلاش اور شناخت کے بعد ایک جگہ لائے جائیں۔ چنانچہ لوگوں نے لاشوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر جمع کرنا شروع کیا۔ ایک سو تیس شہداء کی لاشیں جمع ہو گئیں ان میں سے حضرت سعید بن خالد رضی اللہ عنہ کی لاش، تلاش بسیار کے باوجود نہ مل سکی۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے خود تلاش کرنا شروع کیا، ایک جگہ سے لاش ملی مگر گھوڑوں کے سموں سے اس قدر پامال ہو چکی تھی کہ ساری ہڈیاں چکنا چور ہو چکی تھیں اور چہرہ مبارک (یوں تھا جیسے گلاب کے پھول کو بہت مسل دیا گیا ہو کہ) پاش پاش ہو رہا تھا آپ یہ دیکھ کر بہت روئے اور فرمایا:

"اے سعید! اللہ ارحم الراحمین تم پر رحم فرمائے! تم نے خالص اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر جان دی اور لڑنے کا حق ادا کر دیا!"

پھر آپ نے ان کی لاش کو بھی دوسرے شہیدوں کی لاشوں کے ساتھ شامل فرما دیا اور سب کی نماز جنازہ پڑھائی اور نماز ادا کرنے کے بعد سب کو دفن کرنے کا حکم دیا۔ یہ سب کچھ مال غنیمت جمع کرنے سے قبل کیا گیا۔ شہداء کے دفن سے فارغ ہو کر آپ نے غنیمت کے متعلق حکم دیا، تمام مال آپ کے پاس حاضر کر دیا گیا اور آپ نے اس جنگ کی فتح کی خبر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے پاس لکھ بھیجی۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا خط حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از طرف عمرو بن العاص...... بخدمت اقدس جناب امین الامۃ حضرت ابوعبیدہ

اما بعد! فَاِنِّیْ اَحْمَدُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَاُصَلِّیْ عَلٰی نَبِیِّہٖ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الخ

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اللہ تعالیٰ کے نبی مکرم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں درود پاک پیش کرنے کے بعد عرض ہے کہ میں فلسطین پہنچا رومیوں کے ایک لاکھ لشکر سے جو روبیس نامی جرنل کے ماتحت [illegible]

مقابلہ ہوا۔ خدا کا احسان ہوا کہ اللہ رب العزت نے ہمیں دشمن کے اس لشکر پر فتح دی۔ رومی فوج کے پندرہ ہزار سوار مارے گئے اور مسلمانوں میں سے ایک سو تیس مجاہدین کو شہادت نصیب ہوئی اور آخر اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر فلسطین کی فتح مسلمانوں کے لئے مقدر اور نصیب فرمائی۔ میں یہیں فلسطین میں مقیم ہوں، اگر آپ کو کمک کی ضرورت ہو تو میں فوج کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا ہوں۔
والسلام عليك ورحمة الله وبركاته.

حضرت ابو عامر دوسی رضی اللہ عنہ کو آپ نے یہ خط دے کر فرمایا کہ اسے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو پہنچانا ہے۔ حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ یہ خط لے کر اسی وقت روانہ ہو گئے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اس وقت حدود شام میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے، تاہم شام کے اندر داخل نہیں ہو سکے تھے البتہ کوشش کر رہے تھے اور خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق انھوں نے فوجوں کو مختلف محاذوں پر متفرق طور پر مہم جوئی پر لگا دیا تھا۔ حضرت ابو عامر دوسی رضی اللہ عنہ جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا خط لے کر پہنچے تو آپ سمجھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے خط آیا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا: ابو عامر رضی اللہ عنہ! پیچھے دیس کی سناؤ کیا خبر ہے؟ ابو عامر رضی اللہ عنہ نے کہا: خیر ہے اور ساتھ ہی آپ کو مبارکباد دیتے ہوئے عرض کیا: یہ خط آپ کی خدمت میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے جو فتح ان کے ہاتھ سے مسلمانوں کو عطا فرمائی ہے، خط میں اس فتح کی خبر ہے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے خط پڑھا اور فوراً سجدہ شکر ادا کیا اور بہت خوش ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مسلمانوں کو فتح بخشی۔

اس کے بعد ابو عامر رضی اللہ عنہ نے باقی روئیداد جنگ زبانی بیان کی اور کہا: واللہ! اس فتح میں اچھے اچھے اور برگزیدہ لوگ شہید کر دیئے گئے۔ ان اخیارِ اُمت میں حضرت سعید بن خالد بن سعید رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ ابو عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے والد حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے جب انھوں نے اپنے لڑکے کے متعلق سنا تو انھوں نے کہا: ''وابناہ'' ہائے میرے بیٹے! اور بہت روئے حتیٰ کہ دوسرے مسلمانوں کو بھی انھوں نے رُلا دیا۔ پھر تیزی سے اپنے گھوڑے کی طرف گئے۔ گھوڑا تیار کیا اور سوار ہو کر فلسطین جانے کا ارادہ کیا تا کہ اپنے لختِ جگر سعید شہید کی قبر کو دیکھ لیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خالد رضی اللہ عنہ آپ ہمیں چھوڑ کر کہاں چل دیئے؟ حالانکہ آپ تو مسلمانوں کے لشکر کے ایک اہم رکن ہو؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا: میرا ارادہ ہے کہ میں سعید رضی اللہ عنہ کی قبر دیکھ لوں اور میری یہ بھی خواہش اور اُمید

ہے کہ میں بھی اس سے جا ملوں! یہ سن کر حضرت ابو عبیدہ بن جراح ؓ خاموش ہو گئے اور حضرت عمرو بن عاص ؓ کو آپ نے خط کا جواب لکھا۔

حضرت ابو عبیدہ ؓ کا حضرت عمرو بن عاص ؓ کے نام جوابی خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترجمہ...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! چونکہ آپ خلیفۃ المسلمین کی طرف سے مامور اور ان کے حکم کے پابند ہیں۔ اس لئے یہ آپ کی صوابدید پر ہے اگر تو حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے آپ کو ہمارے ساتھ ہو جانے کو فرمایا تھا تو چلے آیئے اور اگر وہیں ثابت رہنے کو فرمایا تھا تو وہیں رہئے سب ساتھیوں کو سلام کہئے گا۔ والسلام علیك ورحمة الله و بركاته .

آپ نے یہ خط تہہ کر کے حضرت خالد بن سعید ؓ کے سپرد کیا۔ حضرت خالد ابو عامر الدوسی ؓ کے ہمراہ حضرت عمرو بن عاص ؓ کے لشکر میں آئے۔ حضرت خالد ؓ نے وہاں پہنچ کر حضرت عمرو بن عاص ؓ کو سلام کیا اور روتے روتے وہ خط ان کے حوالے کیا۔

حضرت عمرو بن عاص ؓ نے ان کی طرف بڑھ کر ان کے ساتھ مصافحہ کیا۔ عزت و اکرام سے ان کو بٹھایا اور پورا پروٹوکول دیا، ان کے بہادر صاحب زادے حضرت سعید ؓ شہید کی تعزیت کی اور ان کو تسلی اور حوصلہ دیا، صبر و تحمل کی تلقین کی۔

اس کے بعد خالد ؓ نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ آیا تم نے دیکھا تھا کہ سعید ؓ نے اپنے نیزے اور تلوار کو کفار کے خون سے سیراب کیا تھا؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں! سعید ؓ بڑی بہادری اور شجاعت کے ساتھ کفار سے لڑتے رہے۔ بہادری کے جوہر دکھانے میں سعید ؓ نے کوئی کسر نہیں چھوڑی، اللہ ﷻ کے دین کی نصرت میں انہوں نے بڑا مجاہدانہ کردار ادا کیا اور کسی قسم کی کوتاہی کا مظاہرہ نہیں کیا اور انہیں سے کہا: مجھے ان کی قبر دکھاؤ تو لوگوں نے ان کو حضرت

سعید رضی اللہ عنہ کی قبر دکھائی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ، بیٹے کی قبر پر کھڑے ہو گئے اور کہا: بیٹا! اللہ ﷻ تمھارے متعلق مجھے صبر عطا فرمائے اور مجھے بھی تم سے ملا دے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. ہم سب اللہ ﷻ کے بندے ہیں اور اسی کے پاس لوٹنے والے ہیں۔ واللہ! اگر مجھے اللہ جل جلالہ نے ہمت بخشی اور طاقت دی تو میں ضرور تیرا بدلہ لے کر رہوں گا، اے میرے بیٹے! مجھے اُمید ہے تم اپنے اللہ رحیم وکریم کے پاس اجر وثواب پاؤ گے۔

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کا گوریلا جنگ کے لیے نکلنا

پھر آپ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں گوریلے انداز سے چھاپہ مار کر دشمن کو تلاش کروں۔ شاید موقع ہاتھ آ جائے اور میں دشمن کے سپاہیوں کو سبق سکھاؤں اور اپنے لخت جگر کا انتقام لے سکوں اور مال غنیمت بھی ممکن ہے حاصل ہو!

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے ماں جائے بھائی! جنگ کے بادل ہمارے سروں پر منڈلا رہے ہیں جس وقت لڑنے کا اتفاق ہو اور دشمن کا سامنا ہو جائے تو جی بھر کر لڑ لینا اور دشمن کے کسی فرد کو زندہ نہ چھوڑنا، میدان میں اپنی شجاعت کے جوہر خوب دکھا لینا۔

خالد رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے: اللہ ﷻ کی قسم! مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا، میں تو ابھی دشمن کو تلاش کرنے چلوں گا چاہے مجھے اکیلے کو ہی کیوں نہ جانا پڑے یہ کہہ کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے سامانِ سفر باندھنا شروع کر دیا اور تنہا ہی چلنے کا عزم کر لیا۔ ادھر قوم حمیر کے تین سو نوجوان شہسوار گھوڑوں پر سوار ہو کر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ہمیں آپ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں آپ نے ان کے جذبہ کو دیکھتے ہوئے انھیں اذن جہاد عطا فرما دیا۔ چنانچہ یہ سب مجاہد اسی دن چل کھڑے ہوئے۔ ایک جگہ دامن کوہ میں وادیوں کے اندر پڑاؤ کا ارادہ کیا تاکہ وہاں گھوڑوں کو چرنے چھوڑ دیا جائے اور کچھ آرام کے بعد راتوں رات اگلی منزل کی طرف سفر طے کیا جائے تو زیادہ مناسب ہو گا۔

اچانک حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی نگاہ پہاڑ کی چوٹی پر پڑی تو آپ کو وہاں کچھ سائے سے دکھائی دیئے، آپ نے ساتھیوں سے فرمایا: مجھے اس پہاڑ کی چوٹی پر کچھ شبیہیں اور انسانی صورتیں نظر آئی ہیں، گمان ہوتا ہے کہ یہ دشمن کے جاسوس ہیں اور ہم وادی میں ہیں، پس کہیں ہمارے اوپر کوئی مصیبت بن کر نہ نازل ہو جائیں۔ مسلمانوں نے جواب دیا کہ یہ لوگ پہاڑ کی چوٹی پر ہیں اور ہم کھلے میدان میں، ہم ان تک کیونکر پہنچ سکتے ہیں!

آپ نے فرمایا: اچھا تم لوگ میرے آنے تک اسی جگہ ٹھہرے رہنا میں ان کی خبر لے کر آتا ہوں۔ یہ کہا اور آپ نے

گھوڑے سے اتر کر تہہ بند کس کر باندھا اور تلوار کو حمائل کیا، ڈھال کو کندھے پر ڈالا اور فرمایا: یہ سمجھ لو کہ ان لوگوں نے ہنوز ہمیں نہیں دیکھا ہے۔ اگر دیکھ لیتے تو یہاں نہ رکتے۔ پھر فرمایا: ''تم میں سے کون شخص اپنی جان، اللہ ﷻ کی راہ میں صرف کرنا چاہتا ہے؟'' یہ سن کر آپ کے ساتھیوں نے یک زبان ہو کر کہا: ہم سب آپ کے ساتھ متفق ہیں۔

راوی کہتے ہیں: انھوں نے پہاڑی کا چکر لگایا یہاں تک کہ ان کے بالکل قریب چوٹی پر جا پہنچے اور وہ لوگ بے خبر اپنی کمین گاہوں میں بیٹھے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو بلند آواز سے فرمایا کہ پکڑ لو کوئی بھاگنے نہ پائے! خدا تمھاری ہمتوں کو بڑھائے۔

مسلمان عقاب کی طرح سرعت کے ساتھ ان کی طرف جھپٹے اور ان میں سے تیس کو قتل اور چار کو قید کر لیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کے احوال معلوم کیے تو انھوں نے بتایا کہ ہم شام کے دیہاتوں، دیر البقیع، الجامعہ اور کفر العزیزہ کے رہنے والے کاشتکار لوگ ہیں۔ جب سے عرب نے ہمارے شہروں پر چڑھائی کی ہے ہم سخت پریشان ہیں، اکثر آبادی بھاگ کر قلعوں اور گڑھیوں میں پناہ گزین ہو گئی ہے۔ ہم لوگوں نے اس پہاڑ پر جانیں بچانے کی خاطر پناہ لے رکھی تھی، کیونکہ ادھر کی تمام دیہاتی آبادی میں سے یہی جگہ سب سے زیادہ پر امن اور محفوظ تھی، اس لئے ہم اس مقام پر چڑھ کر رہنے لگے مگر آپ لوگوں نے یہاں سے بھی ہمیں گرفتار کر لیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ لشکر روم کے متعلق تمھیں کیا معلومات ہیں؟ وہ کہاں تک پہنچ گیا؟ انھوں نے کہا: وہ ''اجنادین'' کے مقام پر پہنچ چکا ہے اور بادشاہ، فلسطین کی طرف چلا گیا ہے تا کہ بیت المقدس ● کی حفاظت کرے۔ اجنادین میں تمام لشکر مع مفرورین کے جمع ہوا ہے اور ایک سردار رسد لینے کے لئے ہمارے یہاں آیا تھا اس نے چوپایوں اور خچروں کو بار برداری کے لئے اکٹھا کیا ہے مگر اسے ڈر ہے کہ کہیں اہل عرب ان کو نہ آ ملیں۔ ہمیں محض اسی قدر معلومات ہیں اور اس میں بھی شک نہیں کہ انھوں نے رَسَد کے لئے آج ہی کوچ کیا ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے سن کر فرمایا: رب کعبہ کی قسم ہے! وہ تو مال غنیمت ہے آپ نے دعا کی کہ اے اللہ ان لوگوں کے مقابلہ میں تو ہماری مدد فرما۔

● بیت المقدس: یاد رہے کہ اس وقت بیت المقدس اسرائیل کے قبضے میں ہے۔

پھر آپ نے ان سے پوچھا کہ وہ کون سے راستہ سے جائیں گے؟ انھوں نے کہا: اسی راستہ سے جس میں تم موجود ہو، کیونکہ کشادہ راستہ بھی ہے اور رَسد انھوں نے ایک ریت کے ٹیلے کے پاس جس کو "تل بنی سیف" یعنی ٹیلہ بنی سیف" کہتے ہیں، میں جمع کر رکھی ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

"ہمارے دین (اسلام) کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ اور کیا اعتقاد رکھتے ہو؟"

انھوں نے جواب دیا: ہم تو دیہاتی اور کاشتکار لوگ ہیں، ہمیں دین صلیب یعنی عیسائی مذہب کے سوا کسی مذہب اور دین سے واقفیت نہیں ہے اور ہمیں قتل کر کے تمھیں کوئی فائدہ نہیں ملے گا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ ان کو غیر مشروط طور پر چھوڑ دیا جائے مگر آپ کے بعض ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ انھیں اس شرط پر چھوڑا جائے کہ یہ ہمیں مِیرَۃ (خوراک کے گودام) تک پہنچا دیں۔ انھوں نے اس شرط کو قبول کر لیا اور آگے آگے چل کر راستہ بتاتے گئے، جب عین شاہراہ پر پہنچے تو حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو بھیجا کہ وادی میں ہم جن ساتھیوں کو چھوڑ آئے ہیں ان تمام کو بلا کر لاؤ جب وہ ساتھی بھی آ گئے اور تیز رفتاری کے ساتھ چلے اور وہ چاروں آدمی راستہ بتلاتے جاتے تھے جس وقت غلہ کے گوداموں کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ رومی رینجرز اناج اور خوراک کا سامان خچروں اور گدھوں پر لاد رہے ہیں اور "ٹیلے" کے گرد چھ سو سوار نگرانی کر رہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دیکھ کر مسلمانوں سے مختصر خطاب فرمایا اور ان کو اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے اور جان لڑانے کی ترغیب دی آپ نے فرمایا:

اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدْ وَعَدَكُمُ النَّصْرَ عَلٰی عَدُوِّكُمْ وَفَرَضَ عَلَيْكُمُ الْجِهَادَ وَهٰذَا جَيْشُ الْعَدُوِّ بِاَزَائِكُمْ فَارْغَبُوْا فِیْ ثَوَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَاسْمَعُوْا مَا قَالَ اللّٰهُ فِیْ كِتَابِهٖ:
﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝﴾

"جان لو کہ بیشک اللہ عزوجل نے دشمن کے مقابلہ پر تم سے نصرت کا وعدہ فرمایا ہے اور جہاد تم پر فرض کیا ہے۔ دشمن تمھارے سامنے موجود ہے تم اللہ عزوجل سے ثواب کی رغبت اور کوشش کرو اور جو کچھ اللہ عزوجل نے اپنی کتاب قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے اس کو دھیان اور توجہ کے ساتھ سنو! باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انھیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا باندھ کر گویا وہ عمارت ہیں رانگا پلائی۔" [1]

میں اب دشمن پر حملہ کرنے والا ہوں تم بھی حملہ کر دو، تم میں سے کوئی آدمی تنہا آگے نہ نکلے یہ کہہ کر آپ نے حملہ کر دیا اور آپ کے ساتھ قوم حمیر نے بھی ہلہ بول دیا۔

حضرت حذافہ بن سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ جس وقت رومیوں کے سوار ہمارے ساتھ مقابلہ کے

---

[1] پارہ 28، الصف 4، ترجمہ کنزالایمان

لئے آگے بڑھے تو جو کاشت کار اور مزدور وغیرہ تھے اور جانوروں پر غلہ لاد رہے تھے، وہ سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ رومی فوج ایک گھنٹہ تک ڈٹ کر ہمارا مقابلہ کرتی رہی۔

حضرت ذوالکلاع حمیری ؓ نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے فرمایا:

"اے آلِ حمیر! آسمانوں کے دروازے کھل گئے ہیں، جنت تمھاری خاطر مزین اور آراستہ کر دی گئی ہے، حوریں پھولوں کے گجرے لئے تمھارے استقبال کے لئے کھڑی تمھاری راہیں تک رہی ہیں!"

حضرت ذوالکلاع حمیری ؓ اتنا کہہ پائے تھے کہ حضرت خالد بن سعید ؓ رومیوں کے سردار کے سر پر کھڑے تھے۔ آپ نے اس کی قیمتی زرہ، جاہ وحشمت اور عمدہ سواری کی وجہ سے پہچان لیا تھا۔ وہ اس وقت اپنی فوج کو لڑنے پر برانگیختہ کر رہا تھا، آپ اس کی طرف بڑھے اور اس زور سے اس کو للکارا کہ وہ آپ کی دبنگ آواز اور دبکے سے ہی مرعوب اور خوفزدہ ہو گیا۔

آپ نے فرمایا: میں نے سعید ؓ (شہید) کا بدلہ لے لیا، یہ کہہ کر آپ نے زور سے اس کو نیزہ مارا اور وہ دھڑام سے نیچے گرا اور یوں لگا جیسے لوہے کا بُرج گر پڑے۔ حضرت خالد ؓ کا کوئی ساتھی سپاہی ایسا نہیں رہا جس نے ایک نہ ایک رومی سوار کو قتل نہ کیا ہو۔

گوریلا مہم میں کامیابی کے بعد واپس آنا

حضرت حذافہ بن سعید ؓ کا بیان ہے کہ ہم نے تین سو بیس سوار قتل کئے اور باقی شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ مال واسباب خچر، تاتاری گھوڑے، غلہ اور سامان خوراک وغیرہ سب کچھ چھوڑ گئے، ہم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سب پر قبضہ کر لیا۔ حضرت خالد ؓ نے ان کسانوں کو اپنا کیا ہوا وعدہ ایفاء کرتے ہوئے رہا کر دیا اور اس کے بعد خالد ؓ اس مال غنیمت کو لے کر حضرت عمرو بن عاص ؓ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

آپ کو خالد ؓ اور ان کے ساتھی مسلمانوں کی سلامتی اور خیر و عافیت سے صحیح وسالم واپس لوٹنے اور مال غنیمت کے ملنے سے بہت خوشی ہوئی۔ آپ نے اس لڑائی کے بارے ایک خط حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ کی طرف اور ایک خط خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق اکبر ؓ کی خدمت میں روانہ کیا، اس میں آپ نے فتح ونصرت بلکہ رومیوں کے ساتھ جنگ میں پیش آنے والے تمام حالات اور کوائف تفصیل سے لکھ کر حضرت عامر دوسی ؓ کے ہاتھ ارسال کئے۔

حضرت عامر دوسی ؓ یہ خط لے کر جس وقت حضرت صدیق اکبر ؓ کی خدمت اقدس میں پہنچے تو خلیفۃ المسلمین ؓ نے وہ خط تمام مسلمانوں کو پڑھ کر سنایا۔ مسلمانوں کو بہت مسرت ہوئی۔ فرطِ مسرت سے فضا لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھی۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے حضرت ابو[illegible] کے متعلق پوچھا عامر دوسی ؓ

نے جواب دیا کہ وہ ابھی تک شام کی سرحدوں پر خیمہ زن ہیں۔ شام کے اندر اس وجہ سے داخل نہیں ہو سکے کہ انھوں نے سنا ہے کہ شاہ روم ہرقل نے "مقامِ اجنادین" پر بے شمار افواج جمع کر رکھی ہیں اور مسلمان اس سے خوفزدہ ہیں کہ کہیں دشمن ہم پر غالب نہ آ جائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو آپ جان گئے کہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نرم دل نازک اور حساس طبیعت کے مالک ہیں اور یہ ان کی کمزوری ہے۔ رومیوں کے ساتھ جنگ کرنا ان کے بس کا روگ نہیں ہے۔ وہ اس جنگ کے لئے مناسب نہیں رہیں گے۔ چنانچہ آپ نے ان کی جگہ حضرت خالد بن ولید مخزومی رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمانے کا سوچا اور شوریٰ کے سامنے ان کی تقرری اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی معزولی کا مسئلہ پیش کیا اور مسلمانوں سے رائے مانگی، سب نے متفقہ طور پر آپ کی تجویز اور رائے کو پسند کیا اور کہا کہ آپ کی رائے نہایت موزوں اور بہت مناسب ہے، آپ نے مسلمانوں کو اعتماد میں لے کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی جنرل کے عہدے پر تقرری کے لئے خط تحریر فرمایا:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار مقرر کرنا

بسم الله الرحمن الرحیم

السلام علیکم ورحمة الله! من عبدالله عتیق بن ابی قحافة الی خالد بن ولید. سلام علیك فانی احمد الله الذی لا اله الا هو واصلی علی نبیه محمد ﷺ وانی قدولیتك علی جیوش المسلمین وامرتك بقتال الروم فسارع الی مرضات الله عزوجل وقتال اعداء الله وکن ممن جاهد فی الله حق جهاده.

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ﴾

وقد جعلتك الامیر علی ابی عبیده ومن معه من المسلمین والسلام المرسل ...... عبدالله عتیق بن ابی قحافه...... المرسل الیه خالد بن ولید.

السلام علیکم! حمد ہے اس اللہ جل جلالہ کی جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں درود پڑھتا ہوں اللہ جل جلالہ کے نبی محمد ﷺ کی ذات پر۔ میں

آپ کو مسلمانوں کے لشکروں پر سپہ سالار مقرر کرتا ہوں اور آپ کو جنگ روم کا حکم دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے جلدی کرو، اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو قتل کرنے میں سبقت کرو اور خود کو ان لوگوں میں شامل کرنے کی کوشش کرو جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور لڑنے کا حق ادا کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد مبارک لکھا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۝﴾

''اے ایمان والو کیا میں بتا دوں وہ تجارت جو تمھیں دردناک عذاب سے بچا لے۔''[1]

میں تمھیں ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور اس کی فوج پر امیر مقرر کرتا ہوں۔ والسلام۔

آپ نے یہ حکم نامہ نجم بن مفرح الکنانی رضی اللہ عنہ کو دے کر بھیجا۔ وہ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر عراق کی طرف چلے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو جب یہ خط ملا قریب ہی تھا کہ وہ قادسیہ کو فتح کر لیں، خط پڑھا اور اس کا منشا سمجھ کر انھوں نے کہا اطاعت و فرمانبرداری اللہ تعالیٰ اور خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ضروری ہے آپ نے قادسیہ سے رات ہی کو عین التمر کے راستہ سے کوچ کر لیا۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو ان کی معزولی اور اپنے شام آنے کی اطلاع کر دی اور لکھا:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی روانگی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے مسلمانوں کے لشکروں کا سپہ سالار مقرر فرمایا ہے، میرے پہنچنے تک آپ کوئی اقدام نہ کریں، اپنے مقام پر قائم رہیں۔'' والسلام''

عامر بن طفیل دوسی رضی اللہ عنہ جو مسلمانوں کے ایک بہادر سپاہی تھے، یہ خط ان کو دے کر روانہ کیا گیا وہ یہ خط لے کر شام کی طرف چل دیئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب سماوہ کے علاقہ میں پہنچے تو فرمایا:

''لوگو! اس ملک کا سفر سیراب کرنے والی اشیاء اور وافر مقدار پانی کے بغیر ہرگز نہ کرنا کیونکہ اس علاقے میں پانی کی بہت قلت ہے اور ہمارے ساتھ لشکر ہے آپ لوگ رائے دیں کیا کرنا چاہئے؟''

رافع بن عمیرہ طائی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر! اگر آپ میرے مشورہ پر عمل کریں تو فائدے میں رہیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت دے جو تمھاری سمجھ میں آتا ہے کرو۔ انھوں نے تیس راس اونٹوں کو سات دن پیاسا رکھ کر پانی پلایا، ان کے منہ باندھ دیئے، اونٹوں پر سوار ہوئے گھوڑوں کو خالی ساتھ لیا اور چل دیئے۔ جس منزل پر اترتے تھے

[1] پارہ 28، الصف 10، ترجمہ کنز الایمان

ان میں سے دس رأس اونٹ ذبح کر لیتے تھے۔ان کا پیٹ چاک کر کے جو پانی نکلتا چمڑے کے مشکیزوں اور ڈولوں میں بھر لیتے، جس وقت ٹھنڈا ہو جاتا گھوڑوں کو پلا دیتے اور خود گوشت کھا لیتے تھے۔ ہر دو منزل میں اسی طرح کیا آخر اونٹ ختم ہو گئے اور دو منزلیں بغیر پانی کے طے کیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کا لشکر پانی دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے سخت پریشان ہوا۔قریب تھا کہ ہلاکت تک نوبت آ جاتی، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے رافع بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

رافع! ساری فوج جان بہ لب ہے، تمھیں کوئی ایسی جگہ معلوم ہے جہاں سے پانی مل سکے! رافع رضی اللہ عنہ آشوب چشم میں مبتلا تھے انھوں نے کہا: اے امیر! جس وقت ''اقراقر'' اور ''سوٰی'' کے مقام پر ہم پہنچ جائیں تو مجھے اطلاع کرنا اور اب تیزی سے چلتے جاؤ۔ لوگوں نے تیز رفتاری کے ساتھ سفر طے کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ لشکر کا اکثر حصہ ''اقراقر اور سوی'' کے مقام پر پہنچ گیا اور کچھ فوج پیچھے رہ گئی۔ رافع رضی اللہ عنہ کو اس جگہ کی اطلاع دی گئی وہ بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے اپنے عمامہ کا پلو آنکھ کے اُوپر سے ہٹا کر اپنی سواری کو دائیں بائیں دوڑایا اور لوگ بھی آپ کے ہمراہ چاروں طرف حلقہ بنائے پانی کی تلاش میں سرگرداں پھر رہے تھے یہاں تک کہ آپ کو ایک پیلو کا درخت نظر آیا۔ آپ نے زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا اور آپ کے ساتھ دوسرے مسلمانوں نے بھی اللہ اکبر کی صدا بلند کی۔ پھر آپ نے ساتھیوں سے کہا: اس جگہ کنواں کھودو اہل عرب نے اس جگہ کنواں کھودنا شروع کیا۔ اچانک دریا کی طرح پانی کا ایک چشمہ بہنے لگا۔ لشکر وہاں اتر پڑا اور اللہ جل جلالہ کا شکر ادا کیا۔ حضرت رافع رضی اللہ عنہ کو دعائیں دیں سب لشکر نے خود بھی پانی پیا اور اپنے اونٹوں کو بھی پلایا۔ جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے ان کے لئے اونٹوں پر پانی کے مشکیزے لاد کر لے چلے۔ ان لوگوں نے بھی پانی پیا تو ان کی جان میں جان آئی اور وہ بھی لشکر کے ساتھ آ ملے۔ کنویں پر کچھ دیر آرام کرنے کے بعد لشکر تیزی سے اگلی منزل کی طرف رواں دواں ہو گیا۔ یہاں تک کہ ''ارکہ'' کے مقام پر ایک دن کا سفر باقی رہ گیا تھا کہ ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں لب سڑک ایک سرائے بنی ہوئی تھی، وہاں چند بکریاں اور اونٹ بھی موجود تھے بعض مسلمان چرواہے کی تلاش میں نکلے تا کہ اپنی قوم اور دشمن کے بارے میں معلومات حاصل کی جا سکیں۔

حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ کی گرفتاری

تلاش کرتے ہوئے جب وہ ایک جگہ پہنچے تو دیکھا کہ وہ چرواہا شراب پی رہا ہے اور ایک طرف ایک عربی شخص ہتھکڑیاں پہنے ہوئے بیٹھا ہے۔ غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی فوری اطلاع کر دی گئی۔ آپ نے اسی وقت گھوڑا دوڑایا اور موقع پر پہنچ گئے۔ حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: ابن طفیل! تم اور یہاں قید؟ انھوں نے جواب دیتے ہوئے کہا:

اے امیر! میں ان سرائے اور ڈیرہ والوں کے پاس اس غرض سے آیا تھا کہ مجھے سخت گرمی اور لُو کی وجہ سے بہت

پیاس لگی ہوئی تھی، چنانچہ میں اس ارادہ سے اس ڈیرہ پر چلا آیا کہ ان سے کچھ دودھ لے کر پی لوں گا۔ مگر میں نے اس ڈیرے والے کو شراب نوشی کرتے دیکھا تو میں نے اس سے کہا: ارے دشمن خدا! شراب تو حرام ہے اور تو اس کو پی رہا ہے۔ جناب امیر! اس کے جواب میں اس نے مجھے کہا: ارے بابا! یہ شراب نہیں ہے، بلکہ پانی ہے تم جھک کر دیکھو تا کہ اس کی بُو اور رنگت سے تمھیں صحیح اندازہ ہو سکے کہ یہ تو خالص پانی ہے اگر شراب ہو تو جو چاہو کرنا۔

میں نے جب اس کی یہ بات سنی تو میں نے ڈاچی (اونٹنی) کو بٹھا دیا اور اس کے کجاوہ سے اتر کر زانوؤں کے بل بیٹھ گیا تا کہ سونگھ کر معلوم کروں کہ صراحی میں کیا ہے؟ میں صراحی پر جھکا ہوا تھا کہ اس نے جلدی میں مجھے ایک لاٹھی جو اپنے بغل میں دبائے ہوئے تھا، اس زور سے ماری کہ میرا سر پھٹ گیا۔ میں ایک طرف کو پلٹا تو اس نے جھپٹ کر فوراً مجھے قابو کر لیا اور میرے دونوں بازو رسی سے باندھ دیئے اور کہا کہ میرا گمان یہ ہے کہ تو محمد بن عبداللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ہے، میں تجھے اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک میرا سردار، بادشاہ کے پاس سے واپس نہیں آ جاتا۔ میں نے پوچھا کہ تیرا سردار اور مالک اہل عرب میں سے کون ہے؟ اس نے کہا: قدّاح بن واثلہ ہے۔

حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ نے کہا: جناب والا! میں تین دن سے اس کے پاس ہوں یہ جب بھی شراب پیتا ہے مجھے سامنے بٹھا لیتا ہے اور پھر شراب پینے کے بعد اپنے پیالے کا تلچھٹ میرے سر پر انڈیل دیتا ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جب عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ کی یہ داستان غم سنی تو ان کو سخت غصہ آیا اور آپ غضب سے اس بدو غلام کی طرف لپکے اور تلوار کے ایک ہی وار سے اس بدمعاش کے سر کو گردن سے الگ کر دیا، وہ گرا اور ٹھنڈا ہو گیا۔ مسلمانوں نے اس کے اونٹوں اور بکریوں کو غنیمت کا مال بنایا اور اس کے حلہ (ڈیرہ، جھگی) پر ہلہ بول دیا اس کا قلع قمع کرنے کے بعد عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ کو قید سے رہائی دلائی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت فرمایا کہ میرا وہ خط کہاں ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ میرے عمامہ کے ایک پیچ میں ہے اب تک اس کی کسی کو خبر نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا: اسے لے کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر کے پاس فوراً پہنچو اور کامل احتیاط کو اپنا شعار بناؤ اور کسی کے دھوکے میں نہ آنا، چوکنا اور ہوشیار ہو کر رہا کرو اب جلدی چلو۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ یہ نصیحت سن کر سوار ہوئے اور شام کی طرف روانہ ہو گئے۔

اہل ارکہ اہل سخنہ اور
اہل تدمر سے صلح نامہ

اہلِ ارکہ، اہلِ سخنہ اور اہلِ تدمر سے صلح نامے

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور اہلِ ارکہ

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس جگہ سے کوچ کا حکم دے دیا کیونکہ یہ ایک خطرناک جگہ تھی جہاں عراق کے مسافروں کو لٹنے کا ڈر رہتا تھا۔ مملکت روم قافلوں سے ٹیکس وصول کرتی تھی۔ بادشاہ کی طرف سے یہاں ایک حاکم اور جرنیل مقرر تھا، جس وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی فوج یہاں آئی تو آپ نے قافلوں پر ظلم کرنے اور مسافروں پر ٹیکس لگا کر ان کا استحصال کرنے والوں پر شب خون مارنے اور ان کے مال ومتاع لوٹنے اور ان کو سبق سکھانے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ ''ارکہ'' کے باشندے فوج کو دیکھ کر قلعہ بند ہو گئے۔ قلعۂ ارکہ کے علاقہ میں یہاں حکماء روم میں سے ایک حکیم (فلسفی اور ماہر نجوم) رہتا تھا جس نے دیگر علوم وفنون کے علاوہ ملحمہ [1] کا فن بھی سیکھ رکھا تھا۔ جس وقت اس نے مسلمانوں کے جیش کو دیکھا تو اس کا رنگ اڑ گیا اور کہنے لگا: مجھے اپنے دین کی حقانیت کی قسم! وقت آ گیا ہے۔

اہل ارکہ نے دریافت کیا ''کیسا وقت؟''

اس نے جواب دیا کہ میں نے علم ملحمہ کے مطالعہ میں اس قوم کا ذکر پڑھا ہے اس میں لکھا ہے کہ عراق کی طرف سے جو سب سے پہلے علم (جھنڈا) یہاں آئے گا وہ فتح مند ہو گا۔ روم کی تباہی اور ہلاکت کا وقت آ گیا ہے، اس قوم کو تم غور سے دیکھو اگر اس کا علم (جھنڈا) سیاہ رنگ کا ہے، اس فوج کا سپہ سالار چوڑا چکلا لمبے قد کا لحیم وشحیم ہے، اس کے مونڈھے کشادہ یعنی اس کی چھاتی اور سینہ کشادہ ہے، مضبوط ڈیل ڈول اور قوی ہیکل جسم کا مالک ہے اور اس کے چہرے پر معمولی چیچک کے داغ ہیں اور رنگ گندمی ہے تو شام کی جنگ کے لئے یہی سپاہ سالار ہے جس کے ہاتھ سے شام کو مسلمان فتح کریں گے۔

انھوں نے حکیم شمعان کے بیان کردہ علم کی روشنی میں جائزہ لیا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں وہی سیاہ علم تھا۔ یہ لوگ اپنے حاکم کے پاس گئے اور کہا آپ جانتے ہیں کہ حکیم شمعان بغیر حکمت کے کوئی بات نہیں کہتا! ہم سے جو کچھ اس نے بیان کیا وہ سب کچھ ہو بہو اسی طرح ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ آئے ہیں۔ ہمارا مشورہ یہ ہے کہ اہل عرب سے ہم

---

[1] اس فن اور علم میں فتنوں اور جنگوں کے متعلق پیشگی معلومات حاصل کرنے پر بحث ہوتی ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

صلح کرلیں اس طرح ہمارے مال، جانیں اولاد اور گھر بار سب محفوظ ہو جائے گا۔

رومی جرنیل نے کہا: کل صبح تک آپ لوگ مجھے سوچنے کا موقع دیں تا کہ کسی صحیح اور حتمی نتیجہ تک پہنچنے میں کامیاب ہوسکوں۔ کل میں آپ حضرات کو اپنی رائے سے آگاہ کروں گا یہ لوگ اپنے گھروں کو واپس چلے گئے اور بطریق (رومی جرنیل) شب بھر اس معاملہ پر غور وخوض کرتا رہا۔

چونکہ وہ ایک مدبر اور دانا شخص تھا، اس نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر ان نازک حالات میں جبکہ ساری قوم ایک اپنی رائے قائم کر چکی ہے، میں اکیلا پوری قوم کے خلاف کوئی رائے قائم کرتا اور اس کا اظہار ان کے سامنے کرتا ہوں تو قوم مجھے معاف نہیں کریگی اور اس بات کو بھی خارج از امکان قرار نہیں دیا جا سکتا کہ وہ مجھے پکڑ کر عربوں کے سپرد کر دے اور دوسرا یہ بھی باوثوق ذرائع سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ جنرل روبیس، فلسطین میں عرب کی بہت تھوڑی سی فوج کے ہاتھوں شکست کھا چکا ہے اور اس وجہ سے رومیوں کے دل میں اہل عرب کا رعب اور دبدبہ چھا گیا ہے جو ان کے دلوں سے کبھی دور نہیں ہوسکتا۔ تمام رات وہ دل میں ان باتوں کو سوچتا رہا اور سوچوں کا جال بنتا رہا۔ صبح کو اجلاس بلا کر قوم سے رائے مانگی کہ اب کیا ارادہ ہے؟ انھوں نے کہا: ہمارا وہی فیصلہ ہے کہ ہم جنگ نہیں چاہتے، ہم عربوں سے صلح کے خواہش مند ہیں اور مصالحت کے بعد ہم اپنے اسی شہر میں پُرامن شہری کی زندگی گزاریں گے۔

اس نے کہا: میں بھی تم ہی جیسا ایک شخص ہوں جو پوری قوم کی رائے ہے، میں اکیلا اس کی مخالفت نہیں کرسکتا اس کے ساتھ "ارکہ" کے چند جہاں دیدہ اور تجربہ کار افراد کا ایک وفد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور صلح کے متعلق ایک عرضداشت پیش کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے صلح منظور فرمالی اور ان کے ساتھ نہایت نرم الفاظ میں گفتگو کی، خندہ پیشانی اور خاطر و مدارت سے پیش آئے تا کہ باشندگان سخنہ، حوران، تدمر اور قریتین بھی یہ سن کر اسلام کے حلقہ بگوش ہو جائیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس بات پر صلح کرتا ہوں کہ میں اپنی فوج یہاں سے ہٹا لوں گا اور جو لوگ اپنی مرضی سے اسلام قبول کرنا چاہیں، انھیں ہم ویلکم اور خوش آمدید کہیں گے اور جو اپنے دین پر قائم رہنا چاہیں ان پر جبر نہیں ہوگا۔ ان کی طرف سے ہم جزیہ پر قناعت کریں گے۔ [1]

اہلِ سخنہ اور اہلِ تدمر کے صلح نامے

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اہل ارکہ سے دو ہزار سفید چاندی کے درہم اور ایک ہزار سونے

[1] اور وہ ذمی بن کر پُرامن زندگی بسر کریں ان کے جان، مال اور عزت کی حفاظت اسی طرح کی جائیگی جس طرح مسلمانوں کے جان و مال اور عزتیں محفوظ ہیں۔ (مترجم عفی عنہ)

کے دیناروں پر صلح کی تھی اور صلح نامہ تحریر کر کے ان کو دیا تھا۔ ابھی آپ نے یہاں سے کوچ نہیں کیا تھا کہ ''اہل سخنہ'' نے بھی صلح کر لی۔ جس وقت ''تدمر''[1] والوں کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہاں کے حاکم ''جرنیل کرکر'' نے تمام رعایا کو جمع کر کے یہ کہا کہ مجھے اس بات کی خبر پہنچی ہے کہ اہل عرب نے ارکہ اور سخنہ کو صلح کے ذریعہ مسخر کر لیا ہے نیز میں نے اپنے ہی آدمیوں سے سنا ہے کہ اہل عرب نہایت صلح پسند عدل وانصاف کرنے والے اور نیک طبیعت لوگ ہوتے ہیں۔ فتنہ و فساد چاہنے والے نہیں ہوتے۔ ہمارا قلعہ اگرچہ بہت زیادہ محفوظ ہے، کسی شخص کی مجال نہیں کہ اندر گھس سکے۔ مگر ہمیں ڈر ہے کہ ہمارے باغات اور زراعت کو نقصان پہنچ سکتا ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ ہم بھی ان کے ساتھ صلح کر لیں۔ اگر ہماری قوم نے اُن کو فتح کر لیا تو ہم صلح فسخ کر دیں گے اور اگر اہل عرب فتح یاب ہو گئے تو ہم ان کی طرف سے مامون رہیں گے۔

عوام نے یہ فیصلہ سن کر مسرت کا اظہار کیا اور انھوں نے اس خوشی میں ایک ضیافت کا بھی اہتمام کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی اتنے میں یہاں پہنچ گئے۔ اہل تدمر نے اُن کا استقبال کیا اور پروٹوکول دیا۔ آپ نے اُن کا شکریہ ادا کیا اور تین سو اُوقیہ چاندی پر ان سے مصالحت ہوئی اور آپ نے صلح نامہ لکھ کر ان کے حوالے کر دیا اور آپ نے اہل تدمر سے غلہ، دیگر ضروریات سفر کے علاوہ جانوروں کے لئے توڑی، نیرہ اور ونڈ وغیرہ خرید ا اور حوران کے علاقے کی طرف چل دیئے۔

تدمر میں عربوں کا قلعہ اور رومی کھنڈرات

شام کا نقشہ

تدمر

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا خط حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا خط لے کر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی

[1] تدمر (پالمیرا) یہ شہر حمص کے مشرق میں صحرائے شام کے اندر (دیرالزور دمشق شاہراہ پر وسط میں) واقع ہے۔ اسے عروس الصحرا بھی کہا جاتا تھا۔ اس کی آبادی پانچ ہزار ہے۔ ارد گرد کھریا مٹی کے ٹیلے ہیں۔ یہ ایک عرب مملکت کا دارالحکومت تھا جسے شاہ اذینہ اور اس کی بیوہ ملکہ زنوبیا (زینب) کے عہد میں عروج حاصل ہوا۔ 272ء میں رومی حکمران ''اورلیان'' نے حملہ کیا اور ملکہ زنوبیا کو گرفتار کر کے شہر تباہ کر دیا۔ اس کے آثار میں بعل دیوتا کا مندر مشہور ہے۔ اب تدمر صوبہ حمص میں ضلعی صدر مقام ہے۔ عربوں میں مشہور تھا کہ تدمر کی تعمیر میں جنوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی مدد کی تھی۔ رومی اقتدار کے ساڑھے تین صدیوں میں تدمر میں عیسائیت کو فروغ ملا۔ عہد اسلام میں 1157ء کے ہولناک زلزلے نے تدمر کو کھنڈر بنا دیا۔ حدیثہ (عراق) سے آنے والی آئل پائپ لائن تدمر کے جنوب سے گزرتی ہے۔

خدمت میں پہنچے۔ آپ خط پڑھ کر ہنسے اور فرمایا: "الحمدللہ، کیوں نہیں! اللہ ﷻ اور اللہ ﷻ کے رسول مکرم ﷺ اور خلیفۃ المسلمین خلیفہ رسول ﷺ کے احکام کو سننا اور انکی اطاعت کرنا ہمارے لئے لازم ہے یہ حکم نامہ میرے سر آنکھوں پر مجھے یہ فرمان مبارک دل سے قبول ہے۔" پھر آپ نے تمام مسلمانوں کو اپنی معزولی اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے سپہ سالار اعظم مقرر ہونے کی اطلاع دی، انہی ایام میں آپ حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کاتب رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں چار ہزار سواروں کو بصرہ روانہ کر چکے تھے جو وہاں پہنچ کر پڑاؤ کر چکے تھے۔ بصرہ کا حاکم اس زمانے میں "روماس" نامی ایک شخص تھا، جو ذاتی طور پر بادشاہ اور رومیوں کے نزدیک ایک نہایت بلند مقام و مرتبہ کا آدمی سمجھا جاتا تھا۔ یہ حاکم اور جرنیل بہت پڑھا لکھا انسان تھا۔ کتب سابقہ اور تاریخ عالم کا عالم تھا اور بسطاً فی العلم والجسد کا مظہر و مصداق تھا۔ یعنی علمی اور بدنی دونوں اعتبار سے بلند اور وسیع و عریض شخصیت کا مالک تھا۔ شام کے دور دراز شہروں سے اہل روم اس کے پہلوانی جثہ کو دیکھنے اور حکمت و دانائی کی باتیں اور پند و نصائح کو سننے کی غرض سے اس کے یہاں آیا کرتے تھے۔ بصرہ اس زمانہ میں بارہ ہزار نفوس کی آبادی پر مشتمل شہر تھا اور اس وقت اس شہر کی خوب چہل پہل تھی۔ اہل عرب حجاز اور یمن سے یہاں تجارت کے لئے آتے جاتے تھے۔ ایک خاص وقت اور موسم میں روماس کے لئے ایک آہنی کرسی لاکر رکھ دی جاتی جس پر یہ بیٹھ جاتا اور لوگ اس کے جسم کو دیکھتے اور اس کے علم سے استفادہ کرتے۔ [1]

جس وقت حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے بصرہ پر فوج کشی کی تو یہی موسم تھا اور مخلوق خدا اس کے پاس جمع تھی کہ اچانک حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی آمد سے بصرہ میں ایک ہلچل اور شور مچ گیا۔ روماس جلدی سے گھوڑے پر سوار ہوا، قوم کو زوردار منادی اور اعلان کے ذریعے بلایا۔ پوری قوم اس کی آواز پر اکٹھی ہوگئی اس نے کہا: باتیں کرنا چھوڑو، پہلے میں مسلمانوں کی فوج کو دیکھ آؤں۔ اُن سے مذاکرات کر کے ان کا مُدعا اور مطلب معلوم کرلوں کہ ان کے آنے کا منشاء کیا ہے؟

یہ کہہ کر وہ حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے پاس آیا اور آواز دی: اے قوم عرب! میں بصرہ کا حاکم روماس ہوں اور تمہارے سپہ سالار سے ملنا چاہتا ہوں۔

چنانچہ حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو اطلاع کی گئی اور آپ تشریف لائے تو روماس نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے پہلا سوال (جو تعارفی نوعیت کا تھا) یہ کیا: آپ کون لوگ ہیں؟

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

---

[1] مترجم کہتا ہے گویا وہ اس شعر کا مصداق تھا کہ:

جو چپ بیٹھے تو اک کوہ گراں معلوم ہوتا تھا
اور لب کھولے تو ... معلوم ہوتا تھا

''ہم اس نبی اُمّی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اصحاب ہیں، جن کے مبعوث ہونے کی خبر اور پیشین گوئی پہلی آسمانی کتابوں تورات اور انجیل میں بھی موجود ہے۔''

روماس نے کہا:

''انھوں نے کیا کام کیا؟''

آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو قبض فرما کر انھیں اپنے پاس بلا لیا اور ان کے لئے اپنے پاس کی خاص نعمت کو پسند فرمایا ہے'' (آپ ﷺ تو اس وقت پردہ فرما چکے ہیں)۔

روماس نے پوچھا:

''ان کی جگہ پر کون شخص مقرر ہوا؟''

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''آپ ﷺ کے بعد والیٔ خلافت عبداللہ عتیق بن ابی قحافہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے ہیں۔''

روماس نے کہا:

''مجھے اپنے سچے دین کی قسم! میں خوب جانتا ہوں کہ تم بلاشبہ حق پر ہو اور تم لوگ ضرور پورے شام پر اور اسی طرح عراق کے مالک بن جاؤ گے۔ ہم تم پر سردست یہ شفقت اور مہربانی کرتے اور تمھیں خیر خواہانہ مشورہ دیتے ہوئے بھی کہیں گے کہ تمھاری فوج نہایت مختصر اور قلیل ہے اور ہماری جمعیت بہت بھاری ہے، بہتر ہے کہ تم اپنے ملک واپس لوٹ جاؤ۔ ہم آپ لوگوں سے کسی قسم کا تعرض اور چھیڑ چھاڑ نہیں کرتے۔ عرب برادر! ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے دوست اور رفیق ہیں، اگر وہ موجود ہوتے تو مجھ سے جنگ نہ کرتے!

حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''دین کے متعلق اگر خود ان کے بیٹے اور بھتیجے بھی ہوں تو وہ انکی بھی رعایت کبھی نہ کرتے تاوقتیکہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں کیونکہ ان کو کسی طرح کا ذاتی اختیار نہیں ہے، وہ خود مکلف ہیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھارے ساتھ جہاد کرنے کا حکم ہے اب تمھارے لئے تین راستے ہیں:

پہلی بات تو یہ ہے کہ تم دین اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ اگر یہ نہیں تو پھر ذمی بن کر رہو اور اسلامی حکومت کو جزیہ ادا کرتے رہو، اگر یہ دونوں باتیں منظور نہ ہوں تو پھر جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

روماس نے جواب میں کہا:

مجھے اپنے دین اور عقیدے کے حق کی قسم! اگر معاملہ میرے اختیار اور ہاتھ میں ہوتا تو میں تم سے کبھی بھی جنگ کے لئے تیار نہ ہوتا کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ تم حق پر ہو۔ مگر یہ رومی قوم مجتمع ہے، میں چاہوں گا کہ واپس لوٹ کر ان کو سمجھا کر دیکھوں اور معلوم کرسکوں کہ ان کی کیا رائے ہے؟!

حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

بہت اچھی بات ہے ذرا جلدی کیجئے کیونکہ ہم آپ سے جو ایک دفعہ کہہ چکے ہیں اپنے اس مؤقف پر قائم ہیں اور جب تک ان تین امور میں سے کسی ایک پر فیصلہ نہیں ہو جاتا ہم کہیں نہیں جائیں گے اپنی قوم سے جا کر کہہ دیجئے کہ وہ دین اسلام کو قبول کرے، ورنہ جزیہ دے۔

اگر یہ دونوں باتیں ان کو منظور نہ ہوں تو پھر لڑائی ہوگی اور بس!

روماس اپنی قوم کے پاس لوٹا اور ان کو جمع کر کے کہا:

اے حاملین دین نصاریٰ اور اے ابناء ماء معمودیہ! تمھیں یہ حقیقت کبھی فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ تمھارے ممالک میں عربوں کا آنا، تمھارے اموال کو غنیمت بنانا، تمھارے سرداروں اور شہ زوروں کو قتل کرنا، جو خود تمھاری کتابوں میں لکھا ہوا موجود ہے، اس کا وقت یہی ہے اور وہ زمانہ اب آن لگا ہے۔ تمھارے پاس نہ روبیس (رومی جرنیل کا نام) کے برابر لشکر اور نہ خود تم روبیس جیسے بہادر ہو۔ فلسطین کے میدان میں اہل عرب کے ایک نہایت مختصر سے دستہ نے اسے قتل کر دیا۔ اس کے بہادروں کو مار ڈالا اور جو بچ رہے ان کو شکست سے دوچار کر کے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

مجھے خبر ملی ہے کہ مسلمانوں کا ایک سپہ سالار جس کا نام "خالد بن ولید" ہے عنقریب ہم پر عراق کی جانب سے چڑھائی کرنے ہی والا ہے۔

یہ علاقے اس نے فتح کر لئے ہیں:

① ارکہ

② سخنہ

③ تدمر

④ حوران

اور وہ بہت جلد بصرہ پہنچنے والا ہے۔ میرے نزدیک یہی بہتر اور مناسب ہے کہ ہم اہل عرب کو جزیہ دینے کے معاملہ کو طے کر کے اپنے آپ کو ان کی حفاظت میں دے دیں اور اس طرح جنگ کی اس بلا کو اپنے سر سے ٹال دیں!

قوم نے جب روماس کی زبان سے یہ تقریر سنی تو وہ سیخ پا ہوگئی اور اس کے قتل کا ارادہ کر لیا مگر اس نے حالات

کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا شروع کر دیا کہ میں تو تمھاری مذہبی حمیت اور غیرت کو دیکھنا چاہتا تھا ورنہ میں تو تمھارے ساتھ ان عرب جنگجوؤں کے مقابلہ کے لئے سب سے آگے ہوں گا اور ان سے لڑنے والا سب سے پہلا شخص ہوں گا۔

اہل بصرہ کے ساتھ معرکہ

اہلِ بصرہ کے ساتھ معرکہ

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: رومی قوم یہ سُن کر جنگ پر آمادہ ہوگئی، اپنے لشکر کو تیار اور شمار کر کے صف بندی شروع کردی۔ سابری زرہیں پہن لیں اور مسلح ہو کر حملہ کے لئے تُل گئی۔

افواجِ مسلم کے جرنیل حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے رومی فوج کو جنگ پر آمادہ دیکھ کر اپنی فوج کے بہادر جوانوں کو اپنے مختصر سے خطاب کے ذریعے حسب ذیل وعظ کیا اور جہاد کی ترغیب دی آپ نے فرمایا:

اِعْلَمُوْا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((اَلْجَنَّةُ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ)) وَاَحَبُّ مَا قُرِّبَ اِلَى اللّٰهِ قَطْرَةُ دَمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ دَمْعَةٌ جَرَتْ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ، جَاهِدُوا الْعَدُوَّ وَارْمُوا السِّهَامَ وَلْتَكُنْ مُجْتَمِعَةً فَاِنَّهَا لَنْ تَخِيْبَ ثُمَّ قَرَأَ:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۝﴾

''اللہ عزوجل تم پر رحم فرمائے، بیشک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت تلواروں کے سایہ میں ہے۔''[1] اور اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ قطرہ خون ہے جو اللہ عزوجل کی راہ میں گرے اور وہ آنسو ہے جو خوف خدا سے جاری ہو، دشمن سے جہاد کرو۔ تیروں سے چھلنی کردو اور مل کر تیر ایک ساتھ چلاؤ (کارپٹ بمباری کرو) تاکہ اہداف سے اِدھر اُدھر گر کر ضائع نہ جائیں۔ پھر آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ پڑھی:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۝﴾

''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہر گز نہ مرنا مگر مسلمان۔''[2]

یہ کہہ کر آپ نے لشکر بصرہ پر حملہ کر دیا اور آپ کے ساتھ تمام مسلمان بھی دشمن پر ٹوٹ پڑے۔

حضرت ماجد بن رویم العبسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھی حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کے اس لشکر میں موجود تھا۔ دشمن نے بارہ ہزار جوانوں کے ساتھ یہ خیال کرتے ہوئے کہ ہم جنگ جیت جائیں گے ہم پر حملہ کر دیا۔ ہم ان کے مقابلہ میں ایسے تھے جیسے سیاہ اونٹ کے پہلو پر تل برابر سفیدی ہو[3] ہم نے اس جنگ میں اس شخص کی مانند جو موت اور سفر آخرت

---

[1] جامع الترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب: ماذکران ابواب الجنة تحت ظلال السیوف، حدیث: 1659.

[2] پارہ 4، آل عمران 102، ترجمہ کنزالایمان۔ [3] یعنی ہماری تعداد دشمن کے مقابلہ میں آٹے میں نمک کے برابر تھی۔ (مترجم عفی عنہ)

کے وقت صبر کر لیتا ہے صبر کر لیا تھا۔ دو پہر تک لڑائی ہوتی رہی، دشمن برابر اس گھمنڈ میں رہا کہ یہ جنگ تو ہر حال میں اس نے جیتی ہوئی ہے۔ میں نے اس حالت میں حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں یہ دعا پڑھ رہے تھے:

"یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قَدْ وَعَدْتَّنَا عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّکَ بِفَتْحِ الشَّامِ وَفَارِسَ اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ یُّوَحِّدُکَ عَلٰی مَنْ یَّکْفُرُ بِکَ اَللّٰھُمَّ انْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ۔"

"اے ہمیشہ زندہ قائم رہنے والے اور اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے بزرگی اور عزت کے مالک! اے اللہ عزوجل! بیشک تو نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر ہم سے شام اور فارس (ایران) کی فتح کا وعدہ فرمایا ہے۔ اے اللہ عزوجل! تو اس کی مدد فرما جو تجھے ایک مانتا ہے اس کے خلاف جو تیرے ساتھ کفر کرتا ہے، اے اللہ عزوجل! تو کافروں کی قوم پر ہمیں فتح و نصرت عطا فرما۔" (آمین)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مدد کو پہنچنا

آپ فرماتے ہیں: بخدا! حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے ابھی اپنی دعا کو ختم نہیں کیا تھا کہ مدد پہنچ گئی۔ ہم چاروں اطراف سے دشمن کے نرغے میں آئے ہوئے تھے۔ دشمن نے ہمارا محاصرہ کر کے دل میں یہ طے کیا ہوا تھا کہ اب فتح ہوئی، اچانک حوران کی طرف سے تاریک رات کی مثل ایک گرد و غبار اٹھتا ہوا دکھائی دیا۔ جس وقت ہمارے قریب آیا تو اس میں پیش رو گھوڑے نظر آئے پھر چھوٹے اور بڑے جھنڈے اور علم لہراتے معلوم ہونے لگے۔ ہماری طرف دو شہسوار بڑھتے ہوئے دکھائی دیئے ایک سوار زور سے آواز دے کر کہہ رہا تھا: شرحبیل! اللہ عزوجل کے دین کی فتح و نصرت مبارک ہو! میں مشہور شہسوار خالد بن ولید ہوں۔ دوسرے شہسوار کہہ رہے تھے: میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما ہوں۔

پھر یکے بعد دیگرے آگے پیچھے قوم لخم اور قبیلہ جذام کے مجاہدین پہنچ گئے۔ ان کے پیچھے تمام لشکر آ گیا۔ ایک جھنڈا جس کو حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ اٹھائے ہوئے تھے۔ اس پر میں نے دیکھا کہ تحریر تھا "رایۃ العقاب" (شاہین رجمنٹ کا علم)۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

رومیوں نے جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی گرج دار شیر جیسی للکار سنی تو ان پر گڑھوں اوس پڑ گئی اور وہ بجھ سے گئے، ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ مسلمانوں نے ایک دوسرے کو سلام کیا اور حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے جس وقت حضرت

خالد رضی اللہ عنہ کو سلام کیا (گارڈ آف آنر پیش کیا) تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شرحبیل رضی اللہ عنہ! کیا تمھیں خبر نہیں تھی کہ یہ ایک خاص موسم ہے اس میں اہل شام، حجاز اور اہل عراق کا سالانہ اجتماع ہوتا ہے۔ رومیوں کے لشکر اور سردار اس موقع پر جمع ہوتے ہیں پھر نہ معلوم کیوں تم نے اپنے آپ کو بمعہ اپنے ساتھیوں کے اس جگہ پھنسا دیا۔

حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے حکم پر میں نے ایسا کیا تھا۔

آپ نے فرمایا کہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ایک سیدھے سادے خدا ترس مسلمان ہیں، لڑائی کے ہتھکنڈوں اور جنگی چالوں اور موقع کی نزاکت سے بہت کم واقف ہیں۔

پھر آپ نے فوج کو سفر کی تھکان دور کرنے کی غرض سے آرام کرنے کا حکم دیا۔ فوج نے پڑاؤ کیا اور ہر سپاہی نے ایک دوسرے کی غمخواری اور ہمدردی کی۔

اگلے روز بصرہ کے لشکر نے مسلمانوں کی طرف پیش قدمی کی، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے سپاہیوں سے فرمایا: بصرہ کے لوگ یہ سمجھ کر کہ مسلمان سفر کی وجہ سے تھکے ہوئے ہیں اور ان کے گھوڑے لمبی مسافت طے کر کے آئے ہیں اور تھکن سے چکنا چور ہیں اس لئے وہ ہماری فوج کی جانب بڑھ رہے ہیں، تم بھی اللہ عزوجل کی برکت اور اس کی مدد پر بھروسہ کرتے ہوئے تیاری کرو ہتھیار پہنو اور گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ، چنانچہ مسلمانوں نے جنگ کی تیاری کی اور مسلح ہو کر سوار ہو گئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو یوں ترتیب دیا کہ میمنہ پر حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ کو اور میسرہ پر حضرت ضرار بن الازور بن طارق رضی اللہ عنہ کو جو ایک کم عمر مگر بہادر نوجوان تھے جن کی بہادری اور شجاعت کا اس کم سنی میں شہر شہر چرچا ہو چکا تھا، مقرر اور تعینات کیا۔ پیدل فوج کی کمانڈ حضرت عبدالرحمٰن بن حمید الجمعی رضی اللہ عنہ کو سونپی گئی تھی اور لشکر جرار کے (قلب اور سینٹر کے) دو حصے کئے گئے، ایک حصہ پر حضرت مسیب بن نجیہ فزاری رضی اللہ عنہ کو مقرر کر کے پورے لشکر کے ایک بازو پر کھڑا کیا، جبکہ دوسرے حصے پر حضرت مذعور بن غانم الاشعری رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ جب میں دشمن پر حملہ کروں تو تمھارے گھوڑسوار، دشمن کے گھوڑسواروں پر ایک دم ٹوٹ پڑیں (اور خود کو ان پر اس تیزی سے دے مارنا جیسے گولی جا کر لگتی ہے۔)

روماس اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا گفتگو کرنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما لشکر کو ہدایات اور وصیت فرمانے کے لئے باقی رہے پھر آپ نے عزم کر لیا کہ ہم حملہ کر دیں کہ اتنے میں اچانک رومیوں کی فوج کی صفوں کو چیرتے ہوئے ان میں سے ایک قوی ہیکل خوش پوش شخص، جس نے جسم پر سونے، چاندی، ریشم اور یاقوت کی، آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی زینت کر رکھی ہے پوری آب وتاب کے ساتھ میدان میں نکلا۔ دونوں لشکروں کے وسط میں کھڑا ہو کر

عربی زبان میں ایک اعرابی (بدوی) کی طرح کہنے لگا:

اے قوم عرب! میں بصرہ کا سردار (اور گورنر جنرل) ہوں [1] اور میرے مقابلے میں تمھارا بھی کوئی سردار ہی میدان میں آئے! حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کے لئے میدان میں اترے۔ اس نے کہا: کیا آپ سردار اور سپہ سالار ہیں؟

آپ نے فرمایا: ہاں! مسلمان میرے متعلق ایسا ہی سمجھتے ہیں اور یہ میری امارت اور سپہ سالاری اسی وقت تک کے لئے ہے جب تک میں اللہ ﷻ کی اطاعت کرنے والا ہوں، اگر میرا عمل اللہ ﷻ کے احکام کے خلاف ہو اور میں کوئی نافرمانی کروں تو پھر اُن پر میری کوئی امارت اور سرداری باقی نہیں رہ سکے گی۔

روماس نے کہا: میں شاہان روم میں سے ایک بادشاہ اور عقلائے روم میں سے ایک عقل مند آدمی ہوں۔ حق کسی صاحب نظر وفکر اور دانا و صاحب بصیرت شخص پر پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ میں نے کتب سابقہ اور تاریخ عالم کا مطالعہ کیا ہے اور علم ملحمہ (سائنس آف وار اینڈ آرٹ، وار ہسٹری) کو پڑھ رکھا ہے میں نے علم ملحمہ (جنگوں کی سائنس اور تاریخ) میں دیکھا ہے کہ اللہ ﷻ ایک نبی قریشی ہاشمی جن کا نام "محمد" (ﷺ) ہوگا، کو مبعوث فرمائے گا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

"اِنِّیْ قَرَأْتُ فِی الْکُتُبِ السَّابِقَةِ وَالْاَخْبَارِ الْمَاضِیَةِ وَالْمَلَاحِمِ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَبْعَثُ نَبِیًّا قُرَیْشِیًّا هَاشِمِیًّا عَرَبِیًّا وَّ اِسْمُهٗ مُحَمَّدٌ (ﷺ)"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ ہمارے ہی نبی کریم ﷺ ہیں۔

روماس نے کہا: کیا تمھارے لئے کوئی کتاب نازل ہوئی ہے؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! اور اس کتاب کا نام قرآن ہے۔

روماس نے کہا: کیا تم پر شراب حرام کی گئی ہے؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! ہمارا کوئی شخص اگر شراب پیئے تو ہم اس پر حد جاری کرتے ہیں اور جو شخص زنا کاری کا ارتکاب کرے اس کو کوڑے مارے جاتے ہیں اور اگر زانی شادی شدہ اور محصن ہو تو پھر اس کو سنگسار کر دیا جاتا ہے۔

روماس نے کہا: کیا تم پر نمازیں فرض کی گئی ہیں؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! ہم پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔

روماس نے کہا: کیا تم حج کرتے ہو؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں!

---

[1] اس کا نام روماس تھا۔ (مترجم عفی عنہ)

روماس نے کہا: کیا تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! اگر جہاد فرض نہ ہوا ہوتا تو ہم تمھارے ساتھ جنگ کرنے کیونکر آتے جہاد فرض ہے تبھی تو تم سے لڑ رہے ہیں۔

روماس نے کہا: میں ضرور جانتا ہوں کہ تم حق پر ہو، میں آپ لوگوں سے محبت کرنے والا ہوں میں نے اپنی قوم کو آپ سے ڈرایا تھا تاکہ آپ سے محفوظ رہیں مگر وہ قوم نہیں مانی اور میں اپنی قوم کی طرف سے سخت خائف ہوں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے روماس کو دعوتِ توحید دیتے ہوئے کہا: ''اے روماس پڑھو!''

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

روماس نے جواب دیا کہ میں ضرور مسلمان ہو جاتا، لیکن مجھے ڈر ہے کہ اگر میں اپنے اسلام کا اعلان کرتا ہوں تو میری قوم میرے قتل کے درپے ہو جائے گی اور میرے حرم کو قید میں ڈال دے گی البتہ میں ان کے پاس جاتا ہوں اور ڈرا دھمکا کر ان کو ترغیب دیتا ہوں، شاید اللہ عزوجل ان کو ہدایت عطا فرما دے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم اسی طرح اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور ہمارے درمیان جنگ وقتال نہ ہوا تو ان کو شک گزرے گا اور مجھے اندیشہ ہے کہ وہ تمھیں کوئی نقصان نہ پہنچائیں لہٰذا بہتر یہ ہے کہ میں تم پر حملہ کرتا ہوں اور تم بھی مجھ پر جوابی حملہ کرو تاکہ تم پر تہمت نہ لگ سکے اور تھوڑی بہت کشمکش دکھانے کے بعد اپنی قوم کے پاس چلے جانا۔

کہتے ہیں کہ پھر ایک نے دوسرے پر حملہ کیا اور فوجوں کو فن حرب کے خوب کرتب دکھائے حتیٰ کہ روماس نے آپ سے کہا کہ مجھ پر زوردار حملہ کیجئے تاکہ میں میدان سے بھاگ پڑوں۔ شاہ روم نے میری مدد اور کمک کے لئے ایک بطریق (وہ جرنیل جس کے ماتحت دس ہزار فوجی ہوں) جس کا نام الدریحان ● ہے، بھیجا ہے اور مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ آپ کو کوئی گزند نہ پہنچائیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل مجھے اس پر غلبہ اور فتح عطا فرمائے گا۔ پھر آپ نے روماس پر زوردار حملہ کیا۔ روماس میدان کارزار سے بھاگ کر اپنی قوم میں جا چھپا۔ آپ نے اس کا زیادہ تعاقب نہ کیا۔

جس وقت روماس اپنی قوم کے پاس پہنچا تو لوگوں نے تمام صورتحال کے بارے میں دریافت کیا؟ روماس نے کہا: اے میری قوم! عرب بڑے جفاکش اور سخت جان لوگ ہیں، تم ان کا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ یہ یقینی بات ہے کہ وہ شام بلکہ پورے روم کے مالک ہو جائیں گے تم اللہ عزوجل سے ڈرو، عربوں کی اطاعت قبول کرلو اور ان کی امان اور حفاظت میں داخل ہو جاؤ جس طرح کہ اہل ارکہ، اہل تدمر اور اہل حوران نے کیا ہے۔ میں تمھارا خیر خواہ ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم

● اور ایک نسخہ میں الدریجان ہے۔ مترجم

میری نصیحت پر عمل کرو کیونکہ یہ تمھارے لئے بہت بہتر ہوگا۔

روماس کے چلے جانے کے بعد اہل بصرہ نے ''دریحان'' کو اپنا سردار اور والی بنالیا اور کہا جس وقت ہم مسلمانوں کے ساتھ اس جنگ سے فارغ ہونگے تو بادشاہ کے پاس جاکر روماس کی معزولی اور برطرفی کی تحریک پیش کر کے اس کی جگہ آپ کو گورنر بصرہ مقرر کرنے کی درخواست کریں گے کیونکہ آپ روماس کے مقابلہ میں زیادہ بہادر، معاملہ فہم اور دانا ہیں۔

دریحان نے پوچھا: تمھارے عزائم کیا ہیں؟ اور تم کیا چاہتے ہو؟ انھوں نے کہا: ہم چاہتے ہیں کہ تم مسلمانوں کے لشکر پر حملہ کردو اور ان کے سپہ سالار کا مقابلہ کرو اگر تم نے مسلمانوں کے امیر لشکر کو مار لیا تو باقی لشکر بھاگ جائے گا اور میدان ہمارے ہاتھ رہے گا!

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما اور دریحان کا مقابلہ

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: دریحان نے زرہ پہنی اور مسلح ہوکر میدان میں آیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مقابلہ کے لئے طلب کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے آپ سے کہا: آپ امیر لشکر ہیں اور لشکر کا میدان میں ڈٹے رہنا امیر کے سر پر منحصر ہوتا ہے۔ دشمن کے مقابلے کے لئے میں جاتا ہوں آپ یہیں ہماری سرپرستی کے لئے مرکز میں تشریف رکھیں۔

چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ میدان میں پہنچے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دریحان پر حملہ کیا۔ پنجہ آزمائی شروع ہوئی، دونوں ایک دوسرے کے اوپر شیر کی طرح جھپٹتے رہے دونوں لشکروں کے سپاہی اپنے شہ زوروں کے فنون حرب کے کرتب اور دو بہادروں کے درمیان پڑنے والے جوڑ کی کارروائی کو دیکھنے کے لئے گردنیں اونچی کر کر کے آنکھیں اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے۔ دریحان حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں تھوڑی ہی دیر ٹھہرا ہوگا کہ اس نے دل میں اپنی کمزوری اور اپنے فیصلے کی تقصیر اور کوتاہی کو محسوس کرلیا اور وہ یہ سمجھنے لگا کہ میں زیادہ دیر مقابلہ کی تاب نہیں لاسکتا لہٰذا وہ پسپا ہوکر بھاگ نکلا اس کا گھوڑا چونکہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے گھوڑے سے زیادہ تیز تھا، وہ آپ کے ہاتھ نہ آیا اور اس طرح دریحان جان بچا کر اپنے لشکر میں جا گھسا۔

اہل بصرہ نے کہا: اے سردار! تمھارے بھاگ آنے کا کیا سبب ہے؟

اس نے جواب دیا کہ مجھ پر بڑی سختی سے حملہ کیا گیا تھا۔ میرے قدم نہ جم سکے اور میں ڈٹ کر مقابلہ نہ کرسکا، اس لئے میں نے بھاگنے میں ہی عافیت جانی لہٰذا اب ہم مل کر اکٹھے مسلمانوں پر حملہ کریں۔ لہٰذا تم سب اب حملہ کردو یہ سن کر لشکر کے دل میں بزدلی چھاگئی۔

مسلمانوں کا حملہ اور فتح نصیب ہونا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فوراً جان گئے۔ آپ اور آپ کے ساتھیوں، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ، قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ، شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ، رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ، میتب بن نجیہ فزاری رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن حمید الجمعی رضی اللہ عنہ اور باقی مسلمانوں نے ایک دم حملہ کر دیا۔ اہل بصرہ نے، جن کے لئے اب لڑائی کے سوا اور کوئی چارہ کار باقی نہ تھا جس وقت مسلمانوں کے حملہ کو دیکھا تو آگے بڑھے، جنگ چھڑ گئی۔ رومیوں کے سر خاک وخون میں گرنے لگے۔ فصیل شہر پر ناقوس بجنے لگے، خطرے کے الارم بجتے ہی پادریوں نے شور وغوغا مچانا شروع کر دیا۔ لاٹ پادریوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا اور کلمات کفر بکنا شروع کر دیئے۔

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے یہ دعا پڑھنا شروع کی:

"اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰؤُلَآءِ الْاَرْجَاسَ يَبْتَهِلُوْنَ اِلَيْكَ بِكَلِمَةِ كُفْرِهِمْ وَيَدْعُوْنَ مَعَكَ اِلٰهاً آخَرَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَنَحْنُ نَبْتَهِلُ اِلَيْكَ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَبِحَقِّ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَنْ نَصَرْتَ هٰذَا الدِّيْنَ عَلٰى اَعْدَائِكَ الْكَافِرِيْنَ."

"اے اللہ عزوجل! یہ مشرک پلید لوگ کفریہ الفاظ کے ذریعے تیری طرف رجوع کرتے ہیں اور تیرے ساتھ تیرا شریک ٹھہراتے اور اس کی پوجا کرتے ہیں حالانکہ تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے یا اللہ عزوجل! تو اپنے نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلۂ جلیلہ سے اہل اسلام کی اپنے دشمنوں، کافروں کے مقابلہ میں مدد فرما۔"

حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ یہ دعا فرما رہے تھے اور باقی تمام مسلمان آپ کی دعا پر "آمین آمین" کہتے جاتے تھے۔ بارگاہ خداوندی میں دعا کرنے کے بعد مسلمانوں نے یکبارگی زور سے حملہ کیا۔ دشمن نے خیال کیا کہ قلعہ گر پڑا ہے جس سے دشمن کی ہوا اکھڑ گئی اور وہ پیٹھ دکھا کر بھاگنے لگے۔ زمین پر کشتوں کے پشتے لگ گئے اور بھگدڑ میں انہوں نے قلعہ کے دروازوں پر اپنے ہی بہت سارے آدمیوں کو کچل کر مار ڈالا۔ انہوں نے شہر میں داخل ہو کر فصیل کے اندر خود کو قلعہ بند کر لیا اور دروازوں اور برجوں کے اندر پناہ لی۔ نشانوں اور صلیبوں کو بلند کیا اور قلعہ بند ہو گئے اور یہ طے پایا کہ اس واقعہ کی اطلاع شاہ روم کو لکھ کر بھیجی جائے اور اس سے درخواست کی جائے کہ وہ ہماری مدد کے لئے فوج اور گھوڑے بھیجے۔

حضرت عبداللہ بن رافع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اہل بصرہ جس وقت شہر کی فصیل پر چڑھ گئے تو ہم نے ان کا پیچھا کرنا چھوڑ دیا اور اپنے لشکر کا شمار کیا بعض مجاہدین کو موجود نہ پا کر میدان جنگ میں نعشوں کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہمارے دو سو

تیس مجاہد جن میں زیادہ تر قوم بجیلہ اور ہمدان کے آدمی تھے، اس معرکہ میں مرتبۂ شہادت پر فائز ہوئے ہیں۔ نیز رؤساء میں سے حسب ذیل حضرات نے جام شہادت نوش کیا۔ حضرت بدر بن حرملہ، جو قبیلہ بنو ثقیف کے حلیف تھے اور علی بن رفاعہ، مازن بن عوف، سہیل بن ناشط، جابر بن مرارۃ، ربیع بن حامد اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہم [1] شہید ہوئے۔

مسلمانوں نے اس جنگ میں بہت سارا مال غنیمت حاصل کیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے شہداء پر نماز جنازہ پڑھائی اور ان کے دفن کا اہتمام فرمایا اور حکم دیا کہ شہداء کو دفن کر دو۔ جب رات کا چوتھائی حصہ گزر گیا تو آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما، حضرت معمر بن راشد رضی اللہ عنہ اور مالک اشتر نخعی رضی اللہ عنہما کے علاوہ ایک سو اور لشکر جرار کے نوجوانوں کو پہرے کے لئے مقرر کرتے ہوئے گشت کے لئے بھیجا۔

روماس کا اسلام قبول کرنا

گشت کے دوران اچانک ایک مقام پر گھوڑے بھڑکے، کنسریاں کھڑی کیں اور ہنہنانے لگے جس کی وجہ سے مسلمان جو پہرے پر تھے، ہوشیار اور چوکنا ہو گئے۔ ادھر ادھر دیکھنا شروع کیا۔ اندھیرے میں ایک کمبل پوش آدمی آتا ہوا دکھائی دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اس کی طرف جھپٹے اور اس کو پکڑنا چاہا۔ مگر اس نے کہا: ذرا تحمل کیجئے، میں بصرہ کا حاکم ہوں۔ آپ نے اس کو گرفتار کر کے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ کر پہچان لیا اور ہنسے۔

اُس نے کہا: اے امیر! میری قوم نے میرے مشورہ کو ٹھکرا دیا اور مجھے دھتکار دیا اور کہا کہ جا کر گھر میں بیٹھ جا، ورنہ قوم تیرے خلاف جذبات رکھتی ہے تجھے قتل کر ڈالے گی۔ میں اپنے گھر میں بیٹھا رہا، میرا مکان شہر پناہ کی دیوار سے چونکہ بالکل متصل ہے، رات کی تاریکی میں میں نے اپنے غلاموں اور چھوٹے بیٹوں کو حکم دیا کہ وہ دیوار کو کھود کر اس میں سے راستہ بنائیں۔ چنانچہ انھوں نے دیوار میں نقب لگا کر ایک دروازہ کھول دیا، چنانچہ میں اسی راستے سے آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں اور میرے آنے کا مقصد و مدعا یہ ہے کہ آپ میرے ساتھ اپنے چند منتخب نوجوان، جن پر آپ کو پورا بھروسہ ہو بھیج دیں اور وہ انشاء اللہ عزوجل شہر پر قابض ہو جائیں گے۔ آپ نے یہ سن کر اللہ عزوجل کی بارگاہ میں سجدہ شکر ادا کیا اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ تم اپنی سرکردگی میں سو نوجوان منتخب کر کے روماس کے ساتھ چلے جاؤ۔

حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو سپاہی شہر میں داخل ہوئے تھے اُن میں مَیں بھی تھا۔ جس وقت ہم روماس کے مکان پر پہنچے اس نے ہمارے لئے خزانے کا دروازہ کھول دیا اسلحہ اور ہتھیار تقسیم کئے اور کہا: ...

[1] اللہ عزوجل ان سب حضرات کی اپنی راہ میں شہادت کو درجہ قبولیت عطا فرمائے۔

وردیاں پہن لو۔ ہم نے رومیوں کا لباس پہن لیا اور شہر کے چاروں اطراف میں پچیس پچیس سوار کھڑے کر دیئے۔
حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس وقت تم ہماری تکبیر کی آواز سنو، فوراً اللہ اکبر کہہ کر جواب دینا۔
ضرار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمیں جن جن مقامات پر متعین کیا گیا تھا، ہم نے اپنی اپنی جگہ پر پہنچ کر پوزیشنیں سنبھال لیں اور حملہ کے لئے الرٹ ہو کر کھڑے ہو گئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھے معتبر اور ثقہ راویوں سے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے اپنے دستہ کے سواروں کو متعین کر کے خود بھی زرہ زیب تن فرمائی اور روماس نے بھی زرہ پہن کر حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ایک تلوار پیش کی جس کو آپ نے اپنے اسلحہ اور لباس میں شامل کر لیا۔

روماس، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ان کو اپنے ساتھ اس بُرج کی طرف لے کر چل پڑا، جس میں دریحان اپنے ساتھیوں کے ہمراہ رہتا تھا۔ جب یہ حضرات بُرج کے نزدیک پہنچے تو دربان اور محافظوں نے مزاحمت کی۔
دریحان نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟

روماس نے جواب دیا: میں سردار روماس ہوں۔

دریحان کہنے لگا: تیرے منحوس قدم یہاں کیوں پڑے اور یہ تیرے ساتھ دوسرا کون ہے؟

روماس نے کہا: یہ میرے ایک دوست ہیں۔ تمھاری ملاقات کا اشتیاق رکھتے تھے۔

اس نے کہا: بدبخت! آخر یہ ہے کون؟

روماس نے کہا: یہ حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن (رضی اللہ عنہ) ہیں اور اس لئے تشریف لائے ہیں کہ تیری (ناپاک) روح کو دوزخ کے گڑھے میں دھکیل دیں۔

دریحان نے یہ الفاظ سن کر فوراً حملہ کر دینے کا ارادہ کیا مگر اس پر ایسی گھبراہٹ طاری ہوئی کہ وہ حملہ کرنے کی ہمت نہ کر سکا اور اس کا یہ منصوبہ اس کے دل میں ہی رہ گیا اور ادھر حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے نہایت ہوشیاری اور پھرتی کے ساتھ اس کے سامنے تلوار لہرائی اور حرکت دیکر اس کے کندھے پر اس زور سے ماری کہ وہ کٹ کر زمین پر گر پڑا، جب دریحان ہلاک ہو گیا تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے زور سے نعرہ تکبیر لگایا۔ روماس نے نعرے کا جواب دیا اور جب آپ کے ساتھیوں نے تکبیر کی آوازیں سنیں تو بصرہ کی جانب سے انھوں نے بھی اللہ اکبر کی صدائیں بلند کر کے جواب دیا۔ بلکہ پتھروں، پہاڑوں، درختوں، پرندوں اور اللہ ﷻ کے عباد صالحین نے بھی نعرے کا جواب دیا۔ رجال غیب نے جواباً کلمات شکر ادا کرتے ہوئے کہا:

"اے ہمارے معبود! اے ہمارے آقا! تیرے ذکر سننا کتنا حسین ہے اور ہم بھی سے گواہی ہے جو تیرے

شکر کے حق کو ادا کر سکے! تحقیق تو نے ہمیں کلمہ توحید سنوایا ہے اور تو نے ہمیں اہل تحمید اور اہل تمجید یعنی اپنی حمد اور بزرگی بیان کرنے والوں کے چہروں کی زیارت سے مشرف فرمایا ہے۔"

راوی کہتے ہیں: جب بصرہ کی جانب سے مسلمانوں نے نعرے کا جواب دیا اور فضا اللہ اکبر کی صداؤں سے گونج اٹھی اور ان کی تلواروں نے رومیوں کے خون سے اپنی پیاس بجھانی شروع کر دی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اور آپ کی فوج ظفر موج نے تکبیروں کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے شہر میں داخل ہونا شروع کر دیا۔

اہل بصرہ نے جب دیکھا کہ مسلمانوں نے ان کا شہر بزور شمشیر فتح کر لیا ہے تو تمام باشندگان نے شور و واویلا شروع کر دیا۔ عورتوں اور بچوں نے آہ و بکا اور جوانوں نے نالہ و فریاد شروع کر دی اور انھوں نے نفون لفون (امان امان)[1] کے الفاظ کہہ کر امن کی اپیل کی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟

روماس نے بتایا کہ حضرت! یہ اَمان طلب کر رہے ہیں۔

آپ نے حکم فرمایا کہ بس! فوراً تلواروں کو میان میں کر لو۔ یہ حکم سنتے ہی فوج نے تلواریں میان میں کر کے حمائل کر لیں، صبح ہوئی تو تمام اہل بصرہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ کاش! اگر ہم آپ سے صلح کر لیتے تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی اور ہماری یہ حالت نہ ہوتی!

آپ نے فرمایا کہ جو کچھ قسام ازل نے قسمت میں لکھ دیا ہے، وہ مل کر ہی رہتا ہے اور تقدیر کا لکھا، ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اہل بصرہ نے دریافت کیا کہ آپ نے کس رہبری اور کون سے شخص کی مخبری سے ہمارے شہر کو فتح کیا۔

آپ کو روماس کا نام بتاتے ہوئے شرم آئی مگر روماس نے فوراً کھڑے ہو کر کہا کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنو! جس شخص نے اللہ جلّ شانہٗ کی خوشنودی حاصل کرنے اور تم سے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے یہ کام کیا ہے، سن لو! وہ میں ہوں۔

انھوں نے روماس سے کہا: کیا تو ہمارے مذہب میں نہیں رہا!

روماس نے کہا: اے اللہ عزوجل! میں صلیب اور اس کی پرستش کرنے والوں سے بیزار ہوں اور اس سے برأت کا اظہار کرتا ہوں، اے اللہ! مجھے ان میں شامل نہ کرنا، میں نے اپنی خوشی اور مرضی سے تجھ کو اپنا رب اور پروردگار مانا ہے، میں نے برضا و رغبت دین اسلام قبول کیا ہے۔

---

[1] یہ رومی لغت کا لفظ ہے، جس کے معنی امان کے ہیں۔ (مترجم عُفی عنہٗ)

میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو نبی اور رسول ﷺ تسلیم کرتا ہوں، کعبہ شریف کو قبلہ، قرآن مجید کو امام اور مسلمانوں کو اپنا بھائی بنالیا ہے۔

اہل بصرہ یہ سن کر آتش زیرپا ہو گئے، وہ مشتعل اور غضبناک ہو کر روماس کے ساتھ کسی شر کا ارادہ کرنے کو ہی تھے کہ روماس ان کی بُری نیت کو جان گئے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہا: اب میں ان لوگوں کے پاس رہنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ مجھے آپ اپنے ساتھ ہی جہاں تشریف لے جا رہے ہیں، لے چلیں، اور بعد میں پھر جس وقت اللہ عزوجل وحدہ لاشریک، آپ کو فتح نصیب فرمائے گا اور سارے شام پر آپ کا تسلط قائم ہو جائے گا، تو وطن چونکہ انسان کو فطری طور پر پیارا ہوتا ہے اور طبعی طور پر ہر شخص کی پسند ہوتی ہے کہ وہ اپنے آبائی وطن میں رہے، اس لئے پھر میں اپنے دیس کی طرف لوٹ آؤں گا!

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

معمر بن سالم رضی اللہ عنہ اپنے دادا الجحہ بن مفرح سے روایت کرتے ہیں کہ روماس ہمارے ساتھ ہر معرکہ میں شریک رہے، دشمنوں کے ساتھ سخت مقابلہ کرتے اور اللہ عزوجل کی راہ میں احسن طریقے سے جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ جلّ شانہٗ نے ہمیں شام کی فتح نصیب فرمائی اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو روماس کی خبر لکھ بھیجی چنانچہ خلیفہ دوم نے اپنے عہد خلافت میں روماس کو بصرہ کا گورنر مقرر فرمایا، یہ بہت قلیل مدت وہاں حاکم رہے اور پھر ان کی وفات ہو گئی اور انھوں نے اپنے پیچھے اپنا نیک اور لائق و فائق ایک بیٹا چھوڑا جس نے والد کی یاد کو تازہ کئے رکھا۔

مؤرخ کہتے ہیں کہ فتح کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے چند مردوں کو حکم دیا کہ وہ روماس کا مال و اسباب شہر سے نکال کر لے آئیں۔ چنانچہ انھوں نے اس کام میں ان کی معاونت کی اور سامان وغیرہ لے آئے۔

روماس کی بیوی کے ایمان لانے کا عجیب واقعہ

جس وقت وہ روماس کے محل میں پہنچے تو دیکھا کہ روماس کی بیوی اس کے ساتھ لڑ جھگڑ رہی ہے اور اس سے جدائی اور طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے۔

مسلمانوں نے اس سے دریافت کیا کہ "تم کیا چاہتی ہو؟"

اس نے جواب دیا کہ "امیر جیش ہی ہمارے درمیان فیصلہ فرمائیں گے۔"

مسلمان، ان کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں لائے تو اس نے ان کے پاس فریاد کی، ایک رومی نے، جو عربی زبان جانتا تھا: کہا کہ یہ اپنے شوہر روماس کے خلاف تم سے مدد کی خواستگار ہے۔

حضرت خالد ؓ نے ترجمان کے ذریعے اس سے دریافت فرمایا کہ تم روماس پر دعویٰ اور نالش کیوں کر رہی ہو؟
اس نے بتایا کہ آج رات میں جب سو رہی تھی تو میں نے خواب میں ایک نہایت خوبصورت شخص کو دیکھا جس کا چہرہ مبارک چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہے۔ انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ یہ شہر (بصرہ) نیز تمام ملک شام اور عراق ان عربوں کے ہاتھوں فتح ہونگے۔

میں نے عرض کیا آپ کون ہیں؟

انھوں نے فرمایا: میں ''محمد رسول اللہ (ﷺ)'' ہوں، اس کے بعد آپ (ﷺ) نے مجھے اسلام کی دعوت دی تو میں نے اسلام قبول کر لیا پھر آپ (ﷺ) نے مجھے قرآن مجید کی دو سورتیں تعلیم فرمائیں۔

راوی کہتا ہے کہ ترجمان سے یہ خواب سن کر سب کو اس واقعہ پر تعجب ہوا۔ حضرت خالد ؓ نے ترجمان سے فرمایا کہ اس سے کہو کہ ''یہ وہ دو سورتیں پڑھے۔''

چنانچہ ترجمان کے کہنے پر اس خاتون نے سورہ الحمد اور سورہ قل ھو اللّٰہ احد سنا دیں اور پھر حضرت خالد ؓ کے دست مبارک پر تجدید اسلام کی اور پھر اپنے شوہر سے کہنے لگیں کہ ''تم بھی میری طرح مسلمان ہو جاؤ یا مجھے چھوڑ دو۔''

حضرت خالد ؓ اس کی بات پر ہنس پڑے اور کہا: سُبْحَانَ مَنْ وَفَّقَهُمَا، پاک ہے وہ ذات جس نے ان دونوں کو ایمان کی توفیق بخشی اور دونوں کو اکٹھے رکھا پھر آپ ؓ نے ترجمان سے فرمایا کہ اس سے کہو کہ اس کا شوہر تو اس سے بھی پہلے اسلام قبول کر چکا ہے، یہ سن کر اس کو بڑی فرحت ہوئی۔

حضرت خالد ؓ نے اس کے بعد اہل بصرہ سے ایک نہایت مناسب سی مقدار پر مصالحت کر لی اور یہ چاہا کہ ایک شخص کو اپنا نائب اور وزیر مقرر کر دیا جائے تاکہ اہل بصرہ اپنے معاملات میں ان سے رجوع کریں اور کاموں میں اس سے فیصلہ کرا لیا کریں۔

چنانچہ آپ نے ان سے استصواب رائے کے بعد ان کی رائے کے موافق ایک شخص کو ان پر حاکم مقرر فرمایا۔ پھر آپ نے فتح کی خوشخبری کا ایک خط حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ کی خدمت میں ارسال کیا۔

آپ نے اس میں لکھا کہ میں دمشق جا رہا ہوں، آپ بھی وہاں مجھے آملیں اور اسی طرح ایک خط آپ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی طرف بھی لکھا جس میں آپ نے انھیں فتح کی خوشخبری دی اور قادسیہ کی فتح کے ساتھ عراق سے شام کی طرف اپنے کوچ کرنے کا حال لکھا اور آپ کا خط یہ تھا:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا خط حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم ورحمة اللہ !

"آپ کے حکم کے مطابق میں شام کی طرف چلا ہوں اللہ عزوجل نے میرے ہاتھ پر تدمُر، اَرکہ، حَوُران، بخنہ اور بصرہ فتح کرادیئے اور آج جب میں آپ کی طرف یہ عریضہ لکھ رہا ہوں، دمشق کی طرف کوچ کا ارادہ ہے۔ اللہ عزوجل سے فتح ونصرت کی دعا ہے تمام مسلمانوں کو جو آپ کے پاس موجود ہیں میری طرف سے سلام!"

والسلام علیکم ورحمته اللہ و برکاته.

(نوٹ) ارکہ کو رقہ بھی لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی جانبِ دمشق روانگی

فتح الشام

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی جانبِ دمشق روانگی

دونوں خط آپ نے اکٹھے ایک ہی وقت ارسال کئے اور دمشق کی طرف چل دیئے جب آپ مقام ثنیہ میں پہنچے تو وہاں پڑاؤ کیا اور "رایة العقاب" کو نصب فرمایا جس کی وجہ سے اس جگہ کا نام "ثنیة العقاب" پڑ گیا۔ وہاں سے آپ نے جلد ہی آگے کو کوچ کیا اور غوطہ کے مقام پر پہنچ کر نصرانیوں کے معبد کے قریب، جس کو "دیر" کہتے تھے، پڑاؤ کیا اور وہ جگہ آج بھی "دیر خالد" کے نام سے مشہور ہے۔ [1]

دمشق کے حالات اسوقت یہ تھے کہ تمام اطراف واکناف سے لوگ یہاں جمع ہو گئے تھے اور اسقدر لوگ اکٹھے ہوئے تھے جن کا شمار اور اندازہ نہیں ہو سکتا تھا، بارہ ہزار گھوڑسوار تھے۔ انھوں نے فصیلِ شہر کو جھنڈوں، نیزوں اور صلیبوں سے مزین کر رکھا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ "دیر" کے مقام پر ٹھہر کر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر کا انتظار فرما رہے تھے۔

ہرقل کا اپنی قوم سے خطاب

جس وقت ہرقل کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ارکہ، تدمر، حوران، بخنہ اور بصرہ کو فتح کرنے کے بعد اب دمشق کی طرف بڑھ رہے ہیں تو اپنے تمام سرداروں کو جمع کر کے کہنے لگا:

"اے بنی اصفر! میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا اور شروع میں ہی اس اندیشہ کا اظہار کیا تھا مگر تم نے میری بات پر کان نہ دھرے اور انکار کرتے رہے، اہل عرب حوران، تدمر، ارکہ، بخنہ اور بصرہ فتح کر کے ربوہ (دمشق) کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اگر انھوں نے دمشق کو فتح کر لیا تو تمھارے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے کیونکہ شام میں وہی ایک خطہ ہے جو اس لائق ہے کہ اسے شام کی جنت کہا جائے۔ دمشق کی طرف ہماری فوج روانہ ہو چکی ہے جو مسلمانوں کے لشکر سے دوگنی ہے مگر میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم میں وہ کون شخص ہے جو مقابلے کے لئے نکلے، اور مردِ میدان بن کر لشکر اسلام کو شکست دے، میں ایسے شخص کو ان تمام مقبوضہ ریاستوں کا جو مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں، محصول اور مال اوزاری معاف کر دوں گا اور ان مقبوضہ علاقوں کو

[1] ہو سکتا ہے کہ علامہ واقدی رحمہ اللہ کے زمانے تک موجود ہو اسی لیے اس کا ذکر کر دیا۔

اسی شخص کے تصرف اور قبضہ میں دے دوں گا۔"

کلوص بن حسنہ کا مقابلہ کے لیے نکلنا

کلوص بن صنا سردار نے، جو شام کے پہلوانوں اور بہادروں میں سے ایک مشہور پہلوان تھا اور جسکی بہادری اور شجاعت فارس کے لشکر کے مقابلے میں، جب کسریٰ نے شام پر فوج کشی کی تھی، ظاہر ہو چکی تھی، کہا: دس مسلمانوں کے مقابلہ میں مَیں تنہا کافی ہوں، میں اکیلا انھیں پسپا کر کے اُلٹے پاؤں بھاگنے پر مجبور کر دوں گا۔ بادشاہ نے اسے سونے کی ایک صلیب دی اور پانچ ہزار لشکر اس کی زیر کمان کر کے ہدایت کی کہ صلیب کو اپنے آگے رکھنا یہی تجھے فتح و نصرت دے گی۔
راوی کہتا ہے کہ کلوص بن حسنہ اس صلیب کو لے کر اسی روز "انطاکیہ" سے چل دیا۔ جب وہ "حمص" [1] میں پہنچا تو دیکھا کہ وہاں اسلحہ اور آدمیوں کا اسقدر اجتماع ہے کہ کہیں تل دھرنے کو جگہ نہیں۔

کلوص کا استقبال

اہلِ حِنس کو جس وقت اسکے آنے کی خبر ملی تو وہ اس کے استقبال کے لئے نکلے۔ آگے آگے پادریوں اور رہبانیوں کو کیا۔ ان کے سامنے صندل اور عنبر خوشبو اور اگر بتیاں جلائیں گئیں۔ سینوں کے ساتھ انجیل کو حمائل کیا، جس وقت استقبال کرنے والے اس کے قریب پہنچے تو سب سے پہلے لشکر کے سامنے تقدیس بیان کی اور پھر اس پر "ماء معمودیہ" کا پانی چھڑکا گیا۔ فتح کی دعا مانگی کلوص ایک رات دن یہاں قیام کر کے آگے شہر "جوسیہ" کی طرف روانہ ہو گیا اہل جوسیہ نے بھی حمص والوں کی طرح اسکا استقبال کیا، اسکے بعد وہ "بَعْلَبَكُّ" پہنچا۔ یہاں کے مرد اور عورتیں قلوص کے پاس اس حال میں آئے کہ ان کے چہرے غبار آلود ہیں اور بال بکھرے ہوئے ہیں۔
کلوص نے ان کی یہ حالت دیکھ کر سبب پوچھا۔ انھوں نے جواب دیا کہ عربوں نے ارکہ، تدمر، حوران اور بصرہ فتح کر لیا ہے اور سنا گیا ہے کہ دمشق کو بھی فتح کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں! کلوص نے کہا: مجھے یہ اطلاع پہنچی ہے کہ عرب اس وقت "جابیہ" کے مقام پر ہیں۔ میں حیران ہوں کہ انھوں نے شہر اور قلعوں کو کیونکر فتح کر لیا ہے!
انھوں نے کہا: اے سردار! آپ کی بات بجا ہے کہ اہل عرب جابیہ میں ہیں اور انھوں نے ہنوز اپنی جگہ سے نقل و حرکت نہیں کی۔ مگر ایک شخص جس کا نام خالد بن ولید ہے اور جس نے یہ مقامات فتح کئے ہیں، وہ عراق سے آیا ہے۔
کلوص نے دریافت کیا: اسکے ساتھ کتنی فوج ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ "ڈیڑھ ہزار۔" کلوص نے کہا: مجھے اپنے دین کے حق کی قسم! میں اس کا سر کاٹ کر اپنے نیزے پر لٹکاؤں گا۔ اسکے بعد وہ یہاں سے دمشق کی طرف روانہ ہو گیا۔

[1] ایک نسخہ میں یہاں لفظ "حِنس" آیا ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

کلوص کی حاکمِ دمشق سے ملاقات

دمشق پر اس وقت شاہِ روم ہرقل کی طرف سے جو گورنر اور حاکم مقرر تھا اسکا نام ''عزرائیل'' [1] تھا۔ رومیوں کے دل میں اس کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ اس کے ساتھ ہمیشہ تین ہزار سوار اور پیادہ سپاہی موجود رہتے۔ کلوص جب دمشق پہنچا تو حکام اعلیٰ اور سرداران دمشق نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور بادشاہ کا وہ فرمان جس میں اس نے اسے مسلمانوں کے مقابلے کے لئے نامزد کیا گیا تھا، اس کے سامنے پڑھا۔

کلوص نے اس کے جواب میں کہا: میں تمہاری طرف سے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کروں گا اور ان کو تمہارے شہر سے بھگا دوں گا، مگر اس میں یہ ایک شرط ضروری ہے کہ تم عزرائیل کو اپنے شہر سے نکال دو تاکہ میں تن تنہا اس کام کے لئے رہ جاؤں اور اکیلا دشمنوں کو بھگا لوں۔

لوگوں نے کہا: جناب! ایسے عالم میں کہ جب دشمن سر پر پڑا ہو، ہم ایسا اقدام کیونکر کر سکتے ہیں کہ ایک سردار کو نکال دیں؟ بلکہ ایسے وقت میں تو قومی اتحاد اور یکجہتی کے پیش نظر اگر دس سردار بھی میسر آئیں تو ان کو بطیب خاطر قبول کرنے کو تیار ہیں تاکہ عربوں کے ساتھ ان کے تعاون سے مقابلہ کر سکیں۔

عزرائیل نے یہ صورت حال سن کر کہا کہ اچھا! یوں کرتے ہیں کہ جس وقت اہل عرب یہاں آ جائیں اور ان سے مقابلہ ہو تو ہم دونوں میں سے ہر ایک ان کے مقابلہ کے لئے علیحدہ علیحدہ نکلے ایک روز قلوص مقابلہ کرے اور ایک دن میں، ہم میں سے جو شخص ان کو شکست دے دے، شہر اسی کے قبضہ اور تصرف میں رہے گا۔ قوم کے بزرگوں اور سیانے لوگوں نے کہا کہ اس مرد نے انصاف کی بات کہی ہے۔ چنانچہ اس رائے پر سب راضی ہو گئے۔ عزرائیل، کلوص کے لئے اور کلوص، عزرائیل کے لئے اپنے اپنے دل میں بغض اور عداوت لے کر اپنے اپنے کیمپ کی طرف واپس چلے گئے۔

رومی اور اسلامی لشکروں کا آمنا سامنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ رومی قوم ہر روز بابِ جابیہ کی طرف نکل کر تین میل تک حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے آنے کے انتظار کے لئے جایا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ثنیہ کی جانب سے جیسا کہ اوپر ہم ذکر کر چکے ہیں، تشریف لے آئے۔

حضرت رفاعہ بن مسلم رضی اللہ عنہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود تھا۔ جس وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ مقام غوطہ میں "دیر" نامی جگہ کے قریب فروکش ہوئے تو یکایک رومیوں کی

---

[1] ایک نسخہ کے مطابق عزرائیل کی جگہ عزازیر ہے۔ (مترجم غفی عنہ)

افواج جوٹڈیوں کی طرح منتشر تھی، آتی ہوئی دکھائی دی۔ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو آپ نے مسیلمہ کذاب والی زرہ پہنی اور اپنے عمامہ سے کمر کو باندھا۔ اسکے پلوں کو لٹکایا اور مسلمانوں کو گرج دار آواز سے بلایا اور ان کے سامنے مختصر خطاب کیا۔ آپ نے فرمایا:

''یٰاَیُّهَا النَّاسُ رَحِمَکُمُ اللّٰهُ هٰذَا یَوْمٌ وَلَا بَعْدَهٗ وَهٰذَا جَیْشُ الْعَدُوِّ وَقَدْ زَحَفَ عَلَیْنَا بِخَیْلِهٖ وَرَجِلِهٖ وَدُوْنَکُمْ وَاِیَّاهُ وَانْصُرِ اللّٰهَ یَنْصُرُکُمْ فَاِنَّ النَّصْرَ مَقْرُوْنٌ مَعَ الصَّبْرِ وَکُوْنُوْا مِمَّنْ بَاعَ نَفْسَهٗ مِنَ اللّٰهِ ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ للّٰهِ﴾

''لوگو اللہ عزوجل تم پر رحم فرمائے! یہ دن ایک ایسا دن ہے، جو آج کے بعد کبھی آنے والا نہیں۔ یہ دشمنوں کا لشکر جو سواروں اور پیادہ پاؤں پر مشتمل ہے، ہمارے پاس آ پہنچا ہے ان میں سے کوئی زندہ بچ کر نہ جانے پائے۔ اللہ عزوجل کے دین کی مدد کرو اللہ عزوجل تمہارا مددگار ہوگا۔ فتح و نصرت صبر کے ساتھ ملی ہوئی ہے تم ان لوگوں میں سے ہو جن کی جانوں کا اللہ عزوجل خریدار ہے اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَاِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ للّٰهِ﴾

''بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔''[1]

''سنو! تمہارے مسلمان بھائی حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں چل پڑے ہیں اور بہت جلد تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں۔''

لوگوں نے یہ سن کر گھوڑوں پر زینیں کسیں اور سوار ہو کر دشمن کے مقابلے میں جا کھڑے ہوئے۔ رومی فوج، جو یک دم حملہ کرنا چاہتی تھی، رکی دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کی صف بندی کی میمنہ پر حضرت رافع ابن عمیرہ طائی رضی اللہ عنہ میسرہ پر حضرت میسب بن نجیبہ الفزاری رضی اللہ عنہ دائیں بازو پر حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ اور بائیں بازو پر حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو متعین کیا اور ''ساقہ'' پر حضرت سالم بن نوفل رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے اور قلب کی کمان خود اپنے ہاتھ میں لی۔ جب اصولِ حرب کے مطابق فوج کی صف بندی فرما چکے، تو آپ نے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کو حکم کیا کہ تم جہاد میں اپنے باپ اور قوم کی سنت پر چلو۔ اللہ عزوجل کے دین کی مدد کرو، اللہ عزوجل تمہاری مدد فرمائے گا۔ سب سے

[1] پارہ 11، التوبہ 111، ترجمہ کنز الایمان

پہلے تم پیش قدمی کرو، اپنے حملے سے دشمن کے دل میں رعب ڈال دو، اپنی بہادری کے جوہر دکھا کر دشمن کی فوج کو تتر بتر کر دو۔

حضرت ضرار، عبدالرحمٰن اور خالد رضی اللہ عنہم میدانِ جنگ میں

راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ جب نکلے تو انھوں نے میلا سا لباس پہنا ہوا تھا اور پرانا سا پھٹا ہوا عمامہ سر پر باندھا ہوا تھا اور ان کے نیچے ایک لاغر اور پھرتیلی گھوڑی تھی، جو ہوا سے باتیں کرتی تھیں۔ آپ اس گھوڑی پر سوار ہوکر میدان میں کود پڑے اور اس جوش وخروش سے حملہ کیا کہ دشمن کی صفوں میں کھلبلی ڈال دی اور چار سواروں کو جو رومی قوم کے بہترین مردِ کارزار شمار ہوتے تھے، اپنی تلوار سے فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد پیادوں پر پلٹے اور چھ سورماؤں کو موت کے منہ میں دھکیل دیا۔ اگر رومی فوج آپ پر تیروں کی بوچھاڑ اور پتھروں کی بارش نہ برساتی تو کبھی آپ مقابلہ سے پیچھے نہ ہٹتے۔ جس وقت آپ اپنے لشکر میں واپس تشریف لائے تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور تمام مجاہدین اسلام نے آپ کا شکریہ ادا کیا۔

پھر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے زرہ پہنی اور دشمن سے نبرد آزمائی کے لئے آمادۂ جہاد ہوئے تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے آپ سے فرمایا: اے ابن صدیق! اپنے حملہ سے دشمن کے دلوں کو مرعوب کر ڈالنا، ان کی صفوں کو چیر کر رکھ دینا۔ اللہ تعالیٰ تمھاری طاقت اور ہمت بڑھائے۔ آپ نے بھی حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کی طرح حملہ کیا۔ دشمن کو تہ تیغ کیا اور ان کے سورماؤں کو خاک وخون میں لوٹایا۔ جب آپ واپس لوٹے تو اللہ تعالیٰ کی شمشیر، حضرت خالد بن ولید مخزومی رضی اللہ عنہ نے خود ایک حملہ کیا اور نیزہ بازی کے وہ کرتب دکھلائے اور شجاعت و بہادری کا ایسا مظاہرہ کیا کہ رومی حیران رہ گئے۔

کلوس نے جس وقت آپ کو دیکھا تو آپ کے رنگ ڈھنگ سے جان گیا کہ جیش اسلامی کا امیر اور قائد یہی مردِ میدان ہے اور ساتھ ہی اسے یہ بھی اندازہ ہو گیا کہ خالد میری زیب وزینت اور میرے سر پر لگی ہوئی صلیب کی وجہ سے مجھ پر ہی حملہ کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ وہ سمجھ گیا ہے کہ میں رومی فوج کا سپہ سالار ہوں۔ یہ سوچ کر کلوس پیچھے ہٹا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جس وقت دیکھا کہ ایک سپہ سالار مقابلہ سے پیچھے ہٹنا چاہتا ہے تو آپ نے پھر حملہ کرنا چاہا، اتنے میں چند رومی سردار آگے بڑھے آپ کو ڈانٹا اور تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ آپ نے اسکی کچھ پرواہ نہ کی۔ مسلسل بڑھتے رہے آپ کا گھوڑا ایک بجلی تھا، جو دشمن کی صفوں پر چاروں طرف سے اوندہ رہا تھا۔ آپ اسوقت تک پیچھے نہیں ہٹے جب تک دس بہادر رومیوں کو خون میں نہلا نہیں دیا۔ آپ نے پلٹ کر ایک دفعہ پھر حملہ کیا اور لڑائی کے جوہر پہلے سے بھی زیادہ دکھلائے۔

"هَلْ مِنْ مُّبَارِزْ" (ہے کوئی مقابلہ کرنے والا؟) کا نعرہ لگایا، للکارا کہ کوئی مقابلے کو نکلے مگر کسی نے جواب نہ

دیا۔ آپ نے کہا میرے مقابلے میں دو دو آ جاؤ مگر پھر بھی کوئی نہ نکلا۔ آپ نے کہا: اچھا چار مل کر آ جاؤ آخر میں دس تک کہہ دیا مگر کسی میں سامنے آنے کی ہمت نہ ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا: تف ہے تم پر! میں اکیلا اور تن تنہا کھڑا ہوں باوجود یہ کہ میرے لشکر کا ہر سپاہی میری طرح ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: آپ کے اس کلام کو ان میں سے کچھ نے تو سمجھا اور کچھ نے سمجھا ہی نہیں۔

کلوص اور عزرائیل کی باہمی گفتگو کرنا

عزرائیل قلوص بن حسنہ [1] کے پاس جا کر کہنے لگا کہ بادشاہ نے تجھے لشکر کا سپہ سالار نہیں بنایا؟ کیا تمھیں عربوں سے جنگ کے لئے نہیں بھیجا؟ اپنی عوام کی حفاظت اور شہر کا دفاع کرنا اسوقت تیری ذمہ داری ہے۔

کلوص نے کہا: اس بات کا تو مجھ سے زیادہ مستحق ہے کیونکہ شہر کا پہلا حاکم تو تُو ہی ہے اور تجھے اس بات کا گھمنڈ ہے کہ میں شاہ روم ہرقل کے حکم کے بغیر یہاں سے نکالا نہیں جا سکتا مگر اب عربوں کے مقابلے کے لئے کیوں تیار نہیں ہوتا؟

اس نے جواب دیا: میرے اور تیرے درمیان یہ معاہدہ طے پا چکا ہے کہ ایک روز تو مقابلے کے لئے نکلے گا اور ایک روز میں۔ آج تُو میدان میں جا کر اپنی بہادری کے جوہر دکھا، کل باری آنے پر میں لڑلوں گا۔

کلوص نے کہا: میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ اس شہر میں مجھ سے پہلے تو آیا ہے اس لیے اس شہر کا دفاع کرنا اور اس کے لئے جنگ میں بھی پہلے تجھے ہی جانا چاہیے۔ میں کل کی لڑائی میں حصہ لوں گا۔

آخر اس بات پر ان کی آپس میں مخاصمت نے طول کھینچا اور تُو تُو مَیں مَیں ہونے لگی۔ لوگوں نے بیچ میں پڑ کر بچاؤ کیا اور فیصلہ کرنا چاہا کہ دونوں کے نام قرعہ ڈالا جائے، قرعہ اندازی میں جس کا نام نکلے وہی اپنے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلے کے لئے نکلے مگر کلوص نہ مانا، اس نے کہا: بہتر یہ ہے کہ دونوں مل کر حملہ کریں تا کہ ہماری ہیبت قائم رہے اور ہمیں آپس میں تفرقہ سے گریز کرنا چاہیے۔ عزرائیل نے کہا: مجھے اس سے کچھ مطلب نہیں ہے جو تمھارے من میں آئے کرو۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

کلوص کو یہ ڈر تھا کہ اگر شاہ روم کو ان باتوں کی خبر ہوگئی تو وہ اسے اپنی مصاحبت سے دور کر دے گا یا اسے قتل کرا دے گا۔ اس لئے وہ قرعہ اندازی پر رضامند ہو گیا۔ قرعہ کلوص کے نام نکلا، عزرائیل نے کہا: میدان میں نکل اور اس طرح اپنی بہادری کے جوہر دکھلا جیسے مسلمانوں کے سپہ سالار نے اپنی بہادری اور شجاعت دکھلائی ہے اور کل جب میں

[1] ایک نسخہ میں کلوص بن حسنا بھی ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

نکلوں گا تو دونوں فریق دیکھ لیں گے کہ ہم میں سے کون زیادہ بہادر اور شہسوار ہے؟

کلوص کا جرجیس کے ہمراہ میدان میں آنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس کے ساتھ ہی کلوص نے زرہ پہنی اور تیار ہو کر گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم اپنی پوری توجہ میری طرف رکھنا، اگر مجھے مقابلہ میں مغلوب ہوتا دیکھو تو سب ملکر حملہ کر دینا اور مجھے بچالینا۔ انھوں نے کہا: یہ ایک بزدل اور ڈرپوک شخص کا کلام ہے، ایسا شخص ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتا!

کلوص نے کہا: اے میری قوم! میں جس کے مقابلہ کے لئے جا رہا ہوں وہ ایک بدوی شخص ہے۔ میری اور اس کی زبان الگ الگ ہے۔ میں چاہتا تھا کہ لڑائی سے پہلے اس کے ساتھ کچھ گفتگو کرلوں، کیونکہ احتیاط بھی ایک مضبوط زرہ ہوتی ہے اس لئے اگر ایک شخص ترجمان کی حیثیت سے میرے ساتھ چلا چلے تو بہت مناسب ہے۔

ایک نصرانی جس کا نام جرجیس تھا اور وہ نہایت عقلمند، بہادر اور فصیح شخص تھا، نکلا اور اس نے وعدہ کیا کہ ترجمانی کا کام میں انجام دوں گا۔ چنانچہ وہ کلوص کے ساتھ چل دیا۔ کلوص نے راستہ میں اسے مخاطب کر کے کہا کہ میرا حریف ایک بہت بہادر اور عربوں میں ایک تجربہ کار سپہ سالار ہے، اگر جنگ میں تو مجھے عاجز اور مغلوب ہوتا دیکھے تو میری مدد کرنا۔ میں اسکے صلہ میں تجھے اپنا مشیر اور وزیر بنالوں گا مگر میرا یہ راز کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ میں لڑائی میں کسی قدر دیر کر کے دھوکے اور چال سے واپس پلٹ آؤں گا۔ کل جس وقت اس کے مقابلہ کے لئے عزرائیل نکلے گا، یقیناً مارا جائے گا، اور اسکی طرف سے مجھے اس کے ہلاک ہونے پر ہی اطمینان کا سانس لینا نصیب ہوگا۔

جرجیس نے کہا: میں فنِ حرب سے بالکل ناآشنا ہوں، البتہ بات چیت اور گفتگو سے آپ کی مدد اور معاونت کرسکتا ہوں۔ سو میں حتی المقدور جہاں تک ممکن ہوگا دھوکہ دینے میں کوئی کمی نہیں کروں گا۔ اگر آپ کو میری یہ رائے پسند ہے تو سوچ و بچار کر کے مجھے جواب دیجئے۔

کلوص نے کہا: افسوس تو چاہتا ہے کہ مجھے دشمن کے چنگل میں پھنسادے!

جرجیس نے کہا: اچھا تو یہ تیری مرضی ہے اپنی آئی میں، مجھے قربانی کا بکرا بنائے گا، تو خود ہی انصاف کر۔ اگر میں قتل ہو جاتا ہوں، تو تیرا انعام واکرام اور عطاو بخشش بھلا میرے کس کام کی؟

کلوص یہ جواب سن کر خاموش ہو گیا اور پھر آگے بڑھا۔ یہاں تک کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچ گیا۔ مسلمانوں نے ان دونوں کو آمنے سامنے دیکھا تو حضرت رافع بن عمیرہ طائی رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ بڑھ کر کلوص پر حملہ کر دے، مگر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اشارہ سے انھیں منع کر دیا اور فرمایا تم اپنی جگہ پر اپنی شان سنبھالے رکھو، میں دین کا خادم موجود ہوں۔

کلوص اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا آمنے سامنے ہونا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کلوص جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے قریب آیا تو اپنے ساتھی جرجیس سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: تو ان سے دریافت کر کہ تم کون ہو؟ اور تمھارے کیا عزائم ہیں؟ نیز انھیں ہمارے رعب اور دبدبے سے ڈرا اور ہماری افواج کی کثرت کی خبر دے کر ان کو مرعوب کر۔ ان کا منشا اور عندیہ معلوم کر کہ آخر یہ چاہتے کیا ہیں؟

جرجیس آگے بڑھا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا: اے اعرابی! میں تمھارے سامنے ایک مثال بیان کرتا ہوں، وہ یہ کہ ہماری تمھاری مثال اس شخص جیسی ہے جس کے پاس بکریوں کا ایک ریوڑ تھا۔ اس پر بکریوں کے مالک نے ایک بزدل کم ہمت غیر شکاری شخص کو نگران اور چرواہا مقرر کر دیا۔ شیر ریوڑ کی گھات میں اور چرواہے کی کم ہمتی سے فائدہ اٹھا کر روزانہ ایک ایک بکری لے جانے لگا۔ بکریاں ختم ہونے کے قریب پہنچ گئیں اور شیر کے منہ کو خون لگ چکا تھا اور بکری کے شکار کرنے کا عادی ہو گیا۔ مالک کو جس وقت چرواہے کی بزدلی کا حال معلوم ہوا تو اس نے اسے ہٹا کر اسکی جگہ ایک جوان اور حاضر دماغ شخص کو، جو تمام رات ریوڑ کی حفاظت کے لئے پہرہ دیتا اور گھومتا تھا، مقرر کر دیا۔ شیر اپنی عادت کے مطابق پھر آیا، نوجوان چرواہے نے جو اپنا بھالا اور نیزہ لئے ہوئے مورچہ بند ہو کر بیٹھا تھا، اچانک شیر پر حملہ کر دیا اور اس کو ڈھیر کر دیا۔ اس کے بعد بکریوں کے قریب پھر کوئی درندہ نہیں آیا۔

یہی حال تم لوگوں کا ہے، ہم نے تمھارے معاملات میں محض اسی لئے چشم پوشی سے کام لیا تھا کہ تمھاری قوم نہایت کمزور، بھوک اور ننگ کی ماری ہوئی مزدور پیشہ تھی اور تم لوگ جو، باجرہ اور زیتون کا تیل کھانے کے عادی اور چوسنے کو تمھیں چھوہاروں کی گٹھلی میسر ہوتی تھی، تمھاری یہ قوم جن کے پاؤں میں جوتا، تن پر کپڑا اور پیٹ میں روٹی تک ڈالنے کو نہیں ہوتی تھی جب بھی یہ مفلس، نادار اور روٹی کو ترستی ہوئی قوم ہمارے علاقے میں آتی ہے ہماری غذائیں کھاتی اور اب ہم پر ہی یہ لوگ شیر ہو گئے۔

(جرجیس نے اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا) بس جہاں تک پہنچنا تھا، پہنچ چکے اور جو کچھ کرنا تھا تم کر گزرے۔ اب بادشاہ نے تمھارے مقابلہ کے لئے ایک ایسے شخص کو روانہ کیا ہے، جو کسی طرح انسانوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اور نہ کبھی کسی میدان میں بڑے بڑے بہادروں کی پرواہ کرتا ہے۔ جس کے متعلق، میں تم سے بات کر رہا ہوں وہ یہی شخص ہے جو میرے پہلو میں کھڑا ہے۔ تمھیں چاہئے کہ اس سے پرہیز کرو تا کہ تمھاری حالت اس شیر جیسی نہ ہو جائے جس کو اس نوجوان چرواہے نے ہلاک کر ڈالا تھا۔ اس نے شفقت اور مہربانی کرتے ہوئے تم سے بات چیت کے لئے مجھے امر دیا ہے، لہٰذا میں اسکے حکم پر تم سے پوچھتا ہوں کہ یہاں تمھارے آنے کا منشا اور مدعا کیا ہے؟ تم کیا چاہتے ہو؟ تم ایک ایسے ناکنار سمندر میں تیرنے کے لئے اتر آئے ہو جس کی تلاطم خیز موجیں تھپیڑے مار مار کر غرق کر دیتی ہیں اور

اگر اس کا پانی پی لیا جائے تو ایسا کھاری کہ حلق میں پھنس کر رہ جائے، اگر اسلامی فوج کے امیر تم ہی ہو تو اپنے دل سے پوچھ لو، نیز اپنے لشکر سے بھی! اس سے پیشتر کہ یہ شیر تم پر حملہ آور ہو اور اپنے بے رحم پنجوں سے تمھاری تکہ بوٹی کر دے، صلاح و مشورہ کر لو۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا جواب

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب جرجیس کی یہ چرب بیانی اور فصاحت و بلاغت کے ساتھ پُرفریب گفتگو سنی تو آپ نے فرمایا: اے دشمن خدا! کیا تو ہمارے لئے کہاوتیں بیان کرتا ہے اور ہم پر پھبتیاں کستا ہے؟ کان کھول کر سن لے، اللہ تعالیٰ کی قسم ہے! جنگ میں ہم تمہیں بالکل اس طرح سمجھتے ہیں، جیسے شکاری جال میں پھنسی ہوئی چڑیوں کو، کہ وہ جال میں چاروں طرف پکڑتا پھر رہا ہے نہ ان کی کثرت سے گھبراتا ہے اور نہ کسی کو ہاتھ سے جانے دیتا ہے، ہمارے شہر اور قحط کے متعلق جو تم نے بیان کیا یہ واقعی سچ ہے مگر اللہ تعالیٰ خالق و رازق جلّ شانہٗ نے اسے بہتر حالت سے بدل دیا۔ اب مکئی اور باجرہ کی بجائے گندم، میوہ جات، گھی اور شہد عنایت فرمایا۔ یہ ملک ہمارا ہے، ہمارے رب نے ہمیں بخشا ہے اور اسکا وعدہ اللہ رب العزت نے اپنے رسول مکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کیا۔ باقی تیرا یہ سوال کہ کیا چاہتے ہو تو ہم تین باتیں چاہتے ہیں:

پہلی بات یہ ہے کہ اسلام قبول کر لو، اگر یہ منظور نہیں تو دوسری جزیہ، اگر اسکا بھی انکار ہے تو تیسری جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ!

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا کوئی اور حکم نازل فرما دے اور وہ خیر الحاکمین ہے۔ رہا یہ امر کہ یہ شخص بڑا بدمعاش سُورما ہے اور ایسا اور ویسا ہے، تو سن! وہ تمھارے نزدیک تو کسی مقام و مرتبہ کا حقدار اور عظیم سالار (ہیرو اور چیمپئن) ہو گا مگر ہمارے نزدیک اس کی کوئی پرِکاہ کے برابر وقعت نہیں ہے۔ ہم ایسے شخص کو کمینہ ترین اور ذلیل سے ذلیل تر سمجھتے ہیں۔ اگر یہ ملک و سلطنت کا رکن ہے (تو ہوتا رہے) میں رکن الاسلام ہوں اور میں تدمر، ارکہ، حوران، بخنہ اور بصرہ کا مالک اور بادشاہ ہوں۔ سن لے! میرا نام خالد بن ولید ہے۔

جرجیس کا رنگ متغیر ہو گیا

جرجیس نے جب آپ کی فصیح و بلیغ گفتگو سنی تو پیچھے کو ہٹ گیا اور اس کا رنگ متغیر ہو گیا۔ کلوس نے یہ دیکھ کر کہا:

افسوس ہے کہ تو نے پہلے تو شیر کی طرح حملہ کیا لیکن پھر تجھے کیا ہو گیا کہ تو ایک دم خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹ آیا ہے؟!

جرجیس نے جواب دیا کہ مجھے [illegible] گمان کرتا تھا اور مجھے

علم نہ تھا کہ وہ سینگ اڑانے والا، نرمرد ہے اور رسوا کر دینے والا شہسوار ہے۔ یہ ایک ایسی قوم کا سردار اور حاکم ہے جس نے زمین کو اپنے شر (سخت گیری اور دہشت وخوف) سے بھر دیا ہے لہٰذا تو خود آگے بڑھ کر اس سے ٹکر لے اور اس کے ساتھ دو دو ہاتھ ہو اور اپنی شجاعت دکھا۔

کلوص نے جب جرجیس کے منہ سے خالد رضی اللہ عنہ کا نام سنا تو اپنے گھوڑے کی زین پر اس طرح تھرتھر کانپنے لگ گیا جیسے تیز چلتی ہوا میں پتے لرزتے ہیں اور کہنے لگا: اے جرجیس! اس سے کہہ دو کل تک کے لئے لڑائی کو موقوف رکھے!

جرجیس نے کہا: مجھے لگتا نہیں ہے کہ وہ قبول کرے گا، باقی کہنے کو میں کہہ دیتا ہوں اور پوچھ دیکھتا ہوں۔ اس کے بعد جرجیس آپ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا:

اے اپنی قوم کے سردار! میرا صاحب کہتا ہے کہ ان سے کہو کہ یہ اپنی قوم کی طرف لوٹ کر جائیں اور ان سے مشورہ کرلیں اس بارے، جو کچھ وہ ذکر کر رہے ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا حملہ

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے بے وقوف! تم مجھے دھوکا دیتے ہو، حالانکہ میں لڑائی کی جڑ اور فن حرب کی جان ہوں اور تمھارا اب مجھ سے سلامت بچ کر جانا بہت بعید ہے۔ یہ کہتے ہی آپ نے اپنے نیزے کا رُخ جرجیس کی طرف کر دیا۔ جرجیس کی تو گھگھی بند ہوگئی اور وہ کچھ بولے بغیر سہم کر ایسے بھاگا کہ پیچھے مڑ کر دیکھا تک نہیں۔ آپ نے جب اس کو فرار ہوتے دیکھا تو ان کے سردار کلوص کو لڑائی کے لئے طلب کر لیا اور حملہ کر دیا۔ کلوص پیچھے ہٹتا ہٹتا اپنے لشکر کے قریب پہنچ گیا مگر آپ نے آخر کار اس کو جا دبوچا۔ کلوص نے بھی بامر مجبوری جوابی حملہ کیا اور لڑائی کے لئے ڈٹ گیا۔ دونوں میں نیزہ بازی شروع ہوئی جس کی چنگاریاں آگ کے شعلوں سے بھی زیادہ بھڑک رہی تھیں۔ سردار کلوص حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے تابڑ توڑ حملوں سے بچنے کی خاطر عین جنگ کی حالت میں بھاگنے لگا تو آپ اس کے فرار کے ارادہ کو بھانپ گئے اور اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر مہمیز کیا اور اس کی باگ سے باگ کو ملا دیا اور اس کے برابر میں ہو کر اس کے نیزہ کو بیکار کر دیا۔ پھر ایک چھوٹے نیزے کو دائیں سے بائیں کی طرف گھما کر اس کے حلق کے اُوپر اس زور سے مارا اور اسے اپنی طرف کھینچا اور آپ نے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ (تمام طاقت وقوت کا مالک اللہ عزوجل ہی ہے) پڑھ کر اس کو زین سے اٹھا لیا۔

مسلمانوں نے جس وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی اس بہادری اور شجاعت کو دیکھا تو زبردست اللہ اکبر کے نعرے لگائے کہ فضا تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھی۔ مشرکین یہ منظر دیکھ کر تھرتھر کانپنے لگے، ان کے دل دہل گئے۔ اہلِ اسلام کے بہادر اور جری دل جوان حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی طرف دوڑے جب آپ کے قریب پہنچے تو آپ نے کلوص کو اس کے

حوالے کیا اور فرمایا ان کی مشکیں مضبوط کس دو۔

کلوص کچھ بڑبڑا رہا تھا۔ مسلمانوں نے اس کو والیٔ بصرہ روماس کے پاس لا کر دریافت کیا کہ سنو اور ہمیں بتاؤ کہ یہ کیا بڑبڑ کر رہا ہے؟ روماس نے بتایا کہ یہ کہتا ہے کہ مجھے کس لئے باندھتے ہو؟ میں خود جو کچھ تمہارے سردار اور سپہ سالار کیلئے کہا تھا، ماننے کو تیار ہوں! کیا تم جزیہ نہیں طلب کرتے تھے؟ اور میرے سر کا فدیہ؟ میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں کہ جو کچھ تم نے مانگا، میں وہ سب تمہیں دوں گا اور جو بھی تمہارا مطالبہ ہوا، میں اُسے پورا کروں گا!

لوگوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اس بات کی اطلاع کی تو انھوں نے فرمایا: میرا گمان ہے کہ یہ اپنی قوم کا سردار ہے اس لئے اس کو مضبوط باندھے رکھو۔ پھر آپ اپنے گھوڑے سے اترے اور اسپ شہری جو آپ کو گورنر تدمر نے ہدیہ کیا تھا، اس پر سوار ہو گئے۔ آپ چاہتے تھے کہ رومیوں پر حملہ کریں، حضرت ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر! آپ اس رومی سردار کے ساتھ مقابلہ کرتے کرتے تھک گئے ہونگے، آپ آرام فرمائیں اور مجھے جنگ کی اجازت بخشیں!

آپ نے فرمایا: راحت اور آرام صرف دار آخرت میں ہی کریں گے، کل آرام اسی کو نصیب ہو گا جو آج اللہ تعالیٰ کی راہ میں خود کو تھکائے گا۔ یہ کہہ کر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارا بہتر کارساز اور نگہبان ہے (آپ نے خدا حافظ کہا) اور میدان جنگ کی طرف چل دیئے۔

سردار کلوص نے چلا کر کہا: تجھے تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قسم! آپ میرے پاس تشریف لایئے، مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں!

لوگوں نے با آواز بلند حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ کلوص چیخ چیخ کر کچھ کہہ رہا ہے چنانچہ آپ واپس پلٹ آئے اور روماس سے دریافت کرایا کہ یہ کیا کہہ رہا ہے؟ روماس نے کچھ دیر اس سے باتیں کیں پھر آپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ کہتا ہے کہ میں بادشاہ (شاہ روم ہرقل) کا مصاحب ہوں مجھے شاہ روم نے والیٔ دمشق سے میری شکر رنجی اور کچھ اَن بَن ہو گئی ہے اور ہماری اسی باہمی کشمکش کے نتیجہ میں یہ واقعہ پیش آ گیا ہے کہ آپ نے مجھے گرفتار کر لیا ہے۔ آپ کو اپنے دین کی قسم! کل عزرائیل جب آپ کے مقابلہ کے لئے میدان میں نکلے تو اُسے زندہ نہ چھوڑنا اور اگر مقابلے پر نہ آئے تو از خود اس سے جنگ کی خواہش ظاہر کر کے اسے قتل کر دینا۔ وہ چونکہ اپنی قوم کا سردار ہے، اگر آپ نے اسے قتل کر دیا تو بس پھر آپ دمشق کے مالک ہیں اور کیا آپ ایسا کریں گے؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے روماس! اس سے کہہ دو کہ صرف وہی کیا، جو شخص بھی اللہ وحدہ لاشریک کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے اور اس کے بیٹا ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے میں ان سب کو قتل کروں گا۔ یہ کہہ کر آپ میدان جنگ کی طرف یہ رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے چل دیئے:

ترجمہ اشعار:

❀ اے ہمارے مولائے کریم تیری ہر نعمت پر تیرے لئے حمد ہے۔
اور اے کامل و وافر نعمتیں عطا فرمانے والے تیری نعمتوں پر ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں۔

❀ کفر اور ظلمت کے بعد تُو نے (ایمان اور نور بخش کر) ہم پر احسان فرمایا ہے اور شک اور ظلم (شرک) کی تاریکی سے ہمیں نکالا ہے۔

❀ حضرت محمد مصطفیٰ علیه التحیة والثناء کے وسیلۂ جلیلہ سے آپ نے ہماری نجات کا سامان کیا اور جن مصائب و معائب سے ہم دوچار تھے ان کو ہم سے دور فرما دیا۔

❀ عزت، نصرت اور ہدایت سے ہمیں قوت بخشی اور ہمیں خیر الامم کے لقب سے مشرف فرمایا۔

❀ اے عرش کے مالک! ہمارے ارادوں کو پورا فرما دے اور اہلِ شرک پر وہ دن جلد لا جس میں ان کو اپنے شرک کی سزا کا مزا چکھنا ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جرجیس جس وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے خوف سے پیٹھ پھیر کر بھاگا اور رومیوں کے پاس پہنچا تو اس وقت اس پر لرزہ طاری تھا اور وہ تھر تھر کانپے جا رہا تھا۔ انھوں نے پوچھا: تیرے پیچھے کون لگا ہوا ہے؟ جس کی وجہ سے تو اس قدر خوف زدہ ہے؟

اس نے کہا: موت! اور ایسی موت، جس سے لڑا نہیں جا سکتا اور ایسا شیر جس کو زیر نہیں کیا جا سکتا ہے اور وہ مسلمانوں کا امیر ہے وہ جان کی بازی لگانے کی قسم کھا کر میدان جنگ میں نکلا ہے۔ ہم جہاں مرضی چلے جائیں، وہ ہمیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کرے گا اور وہ ہمارے قتل کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھے گا، میں بہت کوشش اور سخت جدوجہد کے بعد اپنی جان بچا کر یہاں پہنچا ہوں، لہٰذا اس سے پیشتر کہ وہ اپنے ساتھیوں اور اپنی فوج کے ساتھ ہم پر حملہ کر دیں ان سے صلح کر لو۔

رومیوں نے کہا: تیرا ستیاناس ہو، بد بخت! کیا تیرے لئے یہی کچھ کافی نہ تھا کہ تو شکست کھا کر بھاگا تھا، اور اب تو نے ہمیں بھی ان سے مرعوب کرنا شروع کر دیا ہے؟ بزدل! تو ہمیں بھی بُزدل بنانا چاہتا ہے؟ انھوں نے چاہا کہ اس کو ٹھکانے لگا دیا جائے مگر جس وقت سردار کلوس کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے گرفتار کر لیا تو انکی ساری توجہ ادھر مبذول ہو گئی اور وہ عزرائیل کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ اب بادشاہ کا مصاحب گرفتار ہو چکا ہے اور اس نے اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں کی اور تمہارے دونوں کے درمیان آپس میں یہ شرط طے پائی تھی کہ ایک روز جنگ کے لئے وہ نکلے اور ایک روز تم، لہٰذا اس بدوی کے مقابلہ کے لئے اب تم جاؤ اور اُسے قتل کرو

عزرائیل نے جواب دیا کہ تمھیں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ اگر یہ شخص ''خالد'' قتل بھی ہو جاتا ہے تو ان عربوں میں سے ایک اور آدمی اس کی جگہ کھڑا ہو جائے گا، لیکن یاد رکھو کہ اگر میں قتل کر دیا گیا تو تم سب ان بھیڑ بکریوں کی طرح لاوارث رہ جاؤ گے جن کا کوئی چرواہا نہ ہو اس لئے بہتر یہی ہے کہ ہم سارے مل کر حملہ کریں۔

انھوں نے کہا یہ تو ہم کبھی نہیں کریں گے، اس لئے کہ اس طرح تو ہمارے مرد سارے جنگ میں مارے جائیں گے اور عورتیں بیوہ ہو جائیں گی!

ابھی ان کے درمیان یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ کلوص کے آدمی جو اس کے مصاحبین میں سے تھے، چیختے چلاتے عزرائیل کے پاس آئے اور اس سے کہا: تو بادشاہ کے نزدیک ہمارے صاحب (کلوص) سے زیادہ عزت و مرتبہ نہیں رکھتا، تیرے اور اس کے مابین جو شرط طے پائی تھی وہ اپنی شرط پر عملدرآمد کر چکا ہے وہ چونکہ اب گرفتار ہو چکا ہے، اس لئے اب حملہ اور مقابلہ کے لئے تجھے تیار ہو جانا چاہئے ورنہ پھر ہمارا اور تیرا مقابلہ ہے۔

عزرائیل نے جواب دیا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ میں اس بدوی سے ڈر گیا تھا اور اس سے جنگ کے لئے پہلے میدان میں نہیں نکلا تھا! لو اب میں میدان جنگ میں جا رہا ہوں، دونوں حریفوں کے آدمی دیکھ لیں گے کہ ہم میں کون سا زیادہ بہادر شہسوار اور مرد میدان ہے!

عزرائیل میدانِ جنگ میں

عزرائیل نے خود کو سامان حرب سے آراستہ کیا، زرہ پہنی اور ایک شعلۂ جوالہ کی طرح تیز دوڑنے اور گھوم جانے والے عمدہ گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لئے نکلا، جب آپ کے نزدیک ہوا تو رُک کر کہنے لگا: عربی بھائی! ذرا میرے قریب آ جاؤ۔ آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ [1]

جس وقت آپ نے اس کی زبان سے یہ الفاظ سنے، غضبناک ہو کر فرمایا: اے اللہ کے دشمن! تو ہی اور قریب آ جا، تاکہ میں تیری کھوپڑی توڑوں۔ آپ نے اس پر حملہ کرنا چاہا، عزرائیل نے پھر کہا: اے عربی بھائی! لو میں ہی تیرے قریب آ جاتا ہوں یہ کہہ کر وہ قریب ہو گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ جان گئے کہ اس کے دل میں خوف بیٹھ گیا ہے اس لئے آپ نے اس پر حملہ کرنے میں توقف کیا، عزرائیل نے قریب ہو کر کہا کہ اے عربی بھائی! اپنے لشکر اور اپنی قوم کے ہوتے ہوئے تم بنفس نفیس کیوں میدان جنگ میں آتے ہو، اگر تم مارے گئے تو تمھاری قوم اور تمھارا لشکر اس طرح رہ جائے گا جیسے بکریوں کے کسی ریوڑ کا کوئی چرواہا نہ ہو اور وہ ادھر ادھر منتشر اور پریشان پھرتی ہوں۔

---

[1] یہ ملعون عربی زبان پر ٹھیک ٹھاک عبور رکھتا تھا (مترجم عفی عنہ)

آپ نے فرمایا: اے دشمن خدا! تو نے ابھی میرے دو سپاہیوں کے ہاتھ نہیں دیکھے کہ انھوں نے تیری فوج کے ساتھ کیا کیا اور کس طرح تیرے لشکر میں کھلبلی اور بھگدڑ مچا کر رکھ دی تھی، اگر میں کچھ دیر اور ان کو منع نہ کرتا اور چھوڑ دیتا تو اللہ عزوجل کی مدد سے تیرے اصحاب کی تکابوٹی کر کے رکھ دیتے اور بیشک میرے پیچھے، میرے ساتھیوں میں ایسے مردان کار موجود ہیں جو موت کو غنیمت جانتے ہیں اور زندگی کو محض ایک بوجھ سمجھتے ہیں۔

پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا: کیا تم نے میرا نام نہیں سنا، میں شہ سواروں کا سردار، ترکی اور جَرَامِقَة کے لشکروں کو فنا کے گھاٹ اتارنے والا شخص ہوں۔

پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تیرا نام کیا ہے؟

اس نے کہا ملک الموت کے نام پر میرا نام عزرائیل ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس کی بات سن کر ہنسے اور فرمایا: اللہ عزوجل کے دشمن! تیرا ہمنام تیرا مشتاق ہے تاکہ تجھے جہنم رسید کرے۔

عزرائیل کہنے لگا: خالد! یہ بتلاؤ کہ تم نے کلوص کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ سامنے قید میں مضبوط جکڑا ہوا بیٹھا ہے۔ اس نے کہا: وہ اس قوم میں ایک آفت کا پرکالا تھا اس بلا کو قتل کرنے سے کیا چیز مانع ہوئی؟

آپ نے فرمایا: میں اس وجہ سے رُک گیا تھا کہ دونوں کو اکٹھا ہی قتل کروں گا!

عزرائیل نے کہا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک ہزار مثقال سونا، دس ریشم کے کپڑے اور پانچ راس گھوڑے مجھ سے لے کر اس کو قتل کر دو اور اس کا سر میرے حوالے کر دو!؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تو اس کے خون کا عوض ہے اور تیرے خون کا عوض؟ یعنی تو اپنی سرکشائی کا معاوضہ کیا دیتا ہے، بات کر!

یہ سن کر وہ اللہ عزوجل کا دشمن بپھر گیا اور غضبناک ہو کر کہا: بولو تم مجھ سے کیا لو گے؟ آپ نے فرمایا: ذلت اور خواری کی حالت میں تیرا جزیہ خود تیرا سر ہوگا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا عزرائیل سے مقابلہ

عزرائیل نے کہا: عربی بھائی! جتنی ہم تمھاری عزت زیادہ کرتے ہیں تم اتنی ہی ہماری اہانت زیادہ کرتے ہو، تمھیں عزت راس نہیں ہے، عزت کے بدلے اُلٹا تم چرب بیانی اور زبان درازی پر اتر آتے ہو، اچھا تو لو پھر اب سنبھلو! میں تلوار سے ہی تمھارا دماغ ٹھیک کرتا ہوں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جس وقت عزرائیل کا یہ کلام سنا تو شعلہ جوالہ کی طرح گھومے اور اس پر بجلی کی

طرح کڑک کر حملہ آور ہوئے۔ عزرائیل نے آگے بڑھ کر آپ کے حملہ کو روکا اور محتاط ہو گیا۔ پھر کافی دیر تک دونوں حریف زور آزمائی کرتے رہے۔ عزرائیل ایک ایسا جنرل تھا کہ جس کی برتری اور شجاعت کے چرچے شام کے بچہ بچہ کی زبان پر تھے۔ اس نے حضرت خالد ؓ سے کہا کہ مجھے اپنے دین کے حق کی قسم! اگر میں تجھ تک پہنچنا چاہوں تو پہنچ سکتا ہوں اور تمھیں گرفتار کرنا چاہوں تو کر سکتا ہوں، لیکن از روئے شفقت میں چاہتا ہوں کہ تم سے اور تمھارے لشکر سے صلح کر لوں۔ بہتر یہ ہے کہ تم خود گرفتاری دے دو حتیٰ کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ تم میرے قیدی ہو اور میں نے تمھیں گرفتار کیا ہے، بعد میں مَیں تمھیں اس شرط پر آزاد کر دوں گا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ اور جتنے شہر تم نے فتح کئے ہیں، ہمارے حوالے کر دو۔

حضرت خالد ؓ نے جب عزرائیل کی یہ ساری گفتگو سن لی تو آپ نے فرمایا: اے دشمن خدا! تو ہم سے ایسی توقع رکھتا ہے؟ حالانکہ تجھے پتا ہونا چاہئے کہ ہماری جماعت وہ جماعت ہے جس نے تدمُر، ارکہ، حوران اور بصرہ پر اپنی فتح کے جھنڈے گاڑ دیئے ہیں اور ہمارا لشکر وہ لشکر ہے جس نے اللہ ﷻ سے جنت کے بدلے میں اپنی جانوں کا سودا کر لیا ہے، ہماری فوج وہ فوج ہے جس نے دارالفناء پر دارالبقاء اختیار کر لیا ہے اور دنیا پر آخرت کو ترجیح دی ہے۔ یہ تو ضرور تجھے جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ ہم دونوں میں سے کون اپنے مدمقابل پر غالب آتا ہے۔

پھر حضرت خالد ؓ نے اپنی شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے پہلے سے زیادہ سخت حملہ کیا اور اس کا دماغ روشن اور بیدار ہو گیا اور رومی جرنیل کو فن حرب کے ایسے کرتب دکھائے کہ اس کے چھکے چھوٹ گئے اور اس کو حضرت خالد ؓ کے ساتھ کی ہوئی اپنی گفتگو اور دعوؤں اور دھمکیوں پر ندامت اور خجالت محسوس ہونے لگی اور وہ مارے شرم کے پانی پانی ہو گیا، نادم ہو کر خوشامد کے لہجہ میں کہنے لگا:

"برادر عرب! آپ کیوں مذاق کرتے ہیں؟"

حضرت خالد ؓ نے فرمایا: میرا مذاق اور دل لگی شمشیر زنی ہی ہے جو رب کی رضا کے لئے ہوتی ہے، لے ہوشیار ہو جا میں پھر وار کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر تلوار چمکی، بڑی مگر وار اچک گیا۔ ہاتھ اوچھا پڑا اور دشمنِ خدا بچ گیا۔ حضرت خالد ؓ کے صولت و دبدبہ سے وہ ہکا بکا رہ گیا اور دل میں ڈرا بھی، اس کو یقین ہو گیا کہ خالد ؓ سے مقابلہ کرنا اس کے بس کا روگ نہیں۔ پشت دکھا کر بھاگ کھڑا ہوا، آپ بھی اس کے پیچھے چڑھ دوڑے اور اس کا تعاقب کیا۔

حضرت عامر ؓ کہتے ہیں: میں فوج کے درمیان میں موجود تھا، حضرت خالد ؓ اور عزرائیل کے مقابلہ کی ساری کارروائی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ جس وقت عزرائیل بھاگا ہے تو چونکہ اس کا گھوڑا حضرت خالد ؓ کے گھوڑے سے زیادہ تیز بھاگنے والا تھا اس لئے آپ اس کو پکڑنے سے قاصر رہے۔ عزرائیل نے جس وقت مڑ کر دیکھا کہ آپ پیچھے رہ گئے ہیں، بے وقوف یہ سمجھا کہ یہ بدوی مجھ سے ڈر گیا [illegible] اس کے دل میں [illegible] نے [illegible] لی کہ یہ مجھ سے

خائف ہے، کیوں نہ میں اُسے پکڑلوں اور کیوں نہ اس جگہ رک کر اس کا انتظار کرلوں اور دل میں سوچنے لگا شاید مسیح مجھے فتح دے دے اور اس بدوی کے مقابلہ میں میری مدد کرے! اس خیال نے اس کے اُکھڑے ہوئے قدم پھر جما دیئے۔ وہ ٹھہر گیا حتیٰ کہ حضرت خالد ؓ اس کے قریب پہنچ گئے۔ آپ کا گھوڑا پسینہ پسینہ ہو رہا تھا اور اس میں تھکن کے آثار نمایاں تھے جب آپ اس کے نزدیک ہوئے تو مشرک چیخ کر کہنے لگا:

''اے بدو! یہ مت گمان کرنا کہ میں نے خوف کھا کر پسپائی اختیار کی تھی، جبکہ تجھے تیرے اصحاب سے دور لا کر گرفتار کرنے کے ارادہ سے میں نے ایسا کیا۔''

حضرت خالد ؓ نے فرمایا: یہ تو اللہ ﷻ ہی خوب جانتا ہے کہ کون کس کو گرفتار کرے گا!

اس نے کہا: اے برادر عرب! اپنے نفس پر رحم کرو، لڑائی مول لے کر اپنی جان کو ہلاکت میں مت ڈالو، خود کو میرے حوالے کر دو اور اگر خواہ مخواہ مرنے ہی کو جی چاہتا ہے تو میں موت کو تیری طرف ہانک کر لاتا ہوں! سن لے، میں روحوں کو قبض کرنے والے فرشتہ کا ہمنام ''عزرائیل'' ہوں تیری جان گویا میری مٹھی میں ہے تیرے حق میں مَیں ملک الموت ہوں تیری جان ابھی نکالتا ہوں۔

حضرت خالد ؓ نے فرمایا: ارے دشمن خدا! میرے گھوڑے کے پیچھے رہ جانے سے تیرے منہ میں پانی بھر آیا ہوگا اور طمع سے تیری رالیں ٹپک رہی ہیں، یاد رکھ! میں سوار یا پیدل جیسے بھی ہوا تجھے قتل کر کے ہی رہوں گا، چھوڑوں گا نہیں! اگر تو بھاگا نہ تو، تو میرے گھوڑے کے تھکنے کی فکر نہ کر، میں پا پیادہ بھی تجھ سے لڑوں گا۔

یہ کہہ کر آپ گھوڑے سے نیچے کود گئے اور تلوار کو لہرایا اور شیر کی طرح اللہ ﷻ کے دشمن کی طرف لپک کر اس پر جھپٹے۔ عزرائیل نے جس وقت آپ کو پیدل دیکھا تو اس کا اور بھی حوصلہ بڑھ گیا اور آپ کے گرد، گدھ اور چیل کی طرح منڈلانے لگا اور ارادہ کیا کہ بڑھ کر آپ کو تلوار سے زیر کر لے، (مگر آپ بھی کوئی کچی گولیاں تھوڑا ہی کھیلے ہوئے تھے)۔ سنبھلے، ''بھلیکا دیا'' اور طرح دینے کے بعد للکارا اور سامنے آ گئے۔ پھر جنرل عزرائیل کے گھوڑے پر اس زور کی ضرب لگائی کہ اس کی ٹانگیں کٹیں اور وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

جنرل عزرائیل کی گرفتاری اور حضرت ابوعبیدہ ؓ کی تشریف آوری

دشمن خدا عزرائیل رومی اپنے گھوڑے کی ہلاکت کے بعد ایک دم بھاگا تاکہ اپنے لشکر کے پاس پہنچ کر اپنی جان بچا سکے۔ حضرت خالد ؓ نے اس کا تعاقب کیا اور آپ یہ کہتے جاتے تھے: اے اللہ ﷻ کے دشمن! تو نے جس کے نام پر اپنا نام رکھا ہے تیرا وہ ہمنام (عزرائیل علیہ السلام فرشتہ) تجھ پر بڑا ہی غضبناک ہو رہا ہے اور دیکھ! وہ تیرے بالکل سر پر آ پہنچا ہے اور ابھی تیری روح قبض کرنے ہی والا ہے۔

آپ اس کی طرف مائل ہوئے اور اپنے زور سے اس کو زمین سے اچک کر اُوپر اٹھالیا۔ آپ نے چاہا کہ اس کی چمڑی ادھیڑ دی جائے مگر جب رومیوں نے دیکھا کہ ان کا سپہ سالار شیر اسلام حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آ گیا ہے تو انھوں نے چاہا کہ سب ملکر دفاعی حملہ کر دیں اور اپنے سپہ سالارِ جنگ کو چھوڑا لیں کہ اچانک مسلمانوں کے لشکر اور اہل توحید کے ہراول دستے، امین الامت، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں یہاں پہنچنا شروع ہو گئے۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایک پیام براور قاصد بصرہ سے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا جو آپ کو راستہ میں ملا اور آپ اس کے ہمراہ اس وقت جبکہ عزرائیل کے ساتھ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی جنگ ہو رہی تھی، پہنچے۔ اہل دمشق (عیسائی فوج) نے جس وقت مسلمانوں کے لشکر دیکھے تو مرعوب ہو گئے اور ان کا حملہ کرنے کا ارادہ دھرے کا دھرا ہی رہ گیا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جنرل عزرائیل کو گرفتار کر کے قیدی بنالیا۔

حضرت خالد اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما کی ملاقات

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جس وقت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچے تو گھوڑے سے اُتر کر پیدل چلنے کا ارادہ کیا۔ مگر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے آپ کو قسم دے کر روک دیا کہ ایسا نہیں کریں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے محبت فرماتے تھے۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف بڑھ کر سلام کیا، اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

بیٹا خلیفۂ رسول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکتوب گرامی کی آمد سے مجھے خوشی ہوئی، جب انھوں نے آپ کو مجھ پر امیر مقرر فرمایا اور آپ یقین کرلیں کہ میرے قلب میں آپ کے خلاف قطعاً کوئی خیال نہیں پیدا ہوا کیونکہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ عرب اور فارس کی جنگوں میں آپ نے دادِ شجاعت دیکر اپنا ایک مقام پیدا کیا ہے (جس سے ہم سب کے دلوں میں آپ کی بڑی قدر اور عزت ہے)۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں آپ کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتا اور آپ کے کسی قول اور فرمان کی مخالفت کا تصور بھی نہیں کر سکتا اللہ عزوجل کی قسم! اگر خلیفۃ المسلمین اور امامِ وقت کی اطاعت کا مسئلہ نہ ہوتا اور آپ رضی اللہ عنہ کا حکم نہ ہوتا تو میں کبھی بھی آپ کے تقدم فی الاسلام اور آپ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں خاص مقام کی وجہ سے اس عہدہ اور منصب کو قبول نہ کرتا۔

اس کے بعد دونوں نے مصافحہ کیا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لئے گھوڑا پیش کیا گیا اور آپ گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان دونوں رومی جرنیلوں کی اسیری اور گرفتاری اور اللہ عزوجل کی تائید سے دونوں کو نصیب ہونے والی فتح و نصرت پر باتیں کرتے ہوئے چلے یہاں تک کہ "دیر" کے مقام پر پہنچے۔ وہاں دونوں حضرات گھوڑوں

سے اتر آئے، مسلمانوں نے آپس میں ملنا شروع کیا اور ایک دوسرے کو سلام کیا۔

جب دوسرا دن ہوا، مسلمانوں نے جلوس نکالا اور سوار ہو کر نکلے۔ اہل دمشق (عیسائی) بھی آہستہ آہستہ میدان جنگ کی طرف بڑھنے لگے۔ آج رومی فوج کا امیر، بادشاہ روم کا داماد ''توما'' تھا جو ایک معتمد علیہ افسر تھا۔ جب رومی میدان جنگ میں پہنچے تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس قوم کے دلوں میں مسلمانوں کا رُعب بیٹھ چکا ہے۔ کل یہ خوب ذلیل و خوار ہو چکے تھے نیز ان دو سرداروں کی گرفتاری کی وجہ سے یہ کمزور ہو چکے ہیں پس میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی اور ہم بھی اس قوم پر مل کر حملہ کر دیں۔ آپ (حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ بالکل ٹھیک ہے، آپ حملہ کریں! میں آپ کے ساتھ ہوں۔

مسلمانوں نے ایک دم رومی فوج پر حملہ کر دیا۔ جب انھوں نے ایک آواز ہو کر نعرۂ تکبیر بلند کیا تو اللہ اکبر کی آوازوں سے غوطہ اور اس کے گرد و نواح گونج اٹھے تھے اور تکبیر کے ساتھ ہی رومیوں کا قتل شروع ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے دشمن کے ساتھ اس جانثاری کے ساتھ جہاد کیا کہ کفار کی عقلیں اڑ گئیں اور جبار و قہار مالک کو اس کے بندوں نے کفر و شرک کے بندوں کی سرکوبی کر کے خوش اور راضی کیا۔

حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اس حملہ میں ہمارے ایک ایک مردِ مجاہد نے کافر رومی فوج کے دس دس آدمیوں کو جہنم رسید کیا، وہ ایک گھنٹہ بھر بھی ہمارے مجاہدین کے آگے نہیں ٹھہر سکے کہ پیٹھ دکھا کر میدان سے بھاگنا شروع کر دیا اور ہم نے مقام ''دیر'' سے باب شرقی تک تعاقب کر کے ان کا قتل عام کیا۔ اہلِ دمشق نے جس وقت اپنے فوجیوں کو پسپا ہوتے ہوئے اور بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے شہر کے دروازے بند کر لئے تا کہ ایسے کم ہمت سپاہی اندر نہ گھسنے پائیں۔

شام کا نقشہ

دمشق

شام کے دارالحکومت دمشق کا قدیمی دروازہ

حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے [illegible] دروازہ تک پہنچ کر ان میں سے بعض کو قتل کر دیا

اور بعض کو گرفتار کر لیا اور پھر واپس اپنے کیمپ میں لوٹ آئے۔ یہاں آ کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میری رائے ہے کہ میں "باب شرقی" کا محاصرہ کر لوں اور آپ "باب جابیہ" کو اپنے محاصرہ میں لے لیں۔ آپ نے کہا واقعی آپ کی رائے نہایت صائب اور درست ہے۔

دمشق کا محاصرہ اور کلوص و عزرائیل کی ہلاکت

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: سہل بن عبداللہ بن رافع رحمۃ اللہ علیہ نے اَوس بن خطاب رحمۃ اللہ علیہ سے مجھے یہ روایت بیان کی ہے کہ حجاز، یمن، حضرموت، ساحل عمان، طائف اور مکہ معظمہ کے اردگرد کے علاقہ جات سے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو فوج آئی تھی اس کی تعداد سینتیس ہزار (37000) نفوس قدسیہ پر مشتمل تھی اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ فلسطین میں جو فوج تھی وہ نو ہزار (9000) تھی اور پندرہ سو (1500) مجاہدین عراق سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی معیت میں یہاں آئے تھے اس لئے مسلم افواج کی کل تعداد سینتالیس ہزار پانچ سو (47500) تھی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی ولایت میں جو لشکر تیار کیا تھا[1] وہ اس کے علاوہ ہے اس میں نصف فوج کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے ہمراہ لے کر شرقی دروازہ کا محاصرہ کر لیا اور نصف فوج حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہی جس سے انھوں نے باب جابیہ پر پڑاؤ کیا۔

اسلامی فتح کے وقت دمشق کے دروازے

اہلِ دمشق نے جس وقت یہ صورتحال دیکھی تو وہ دلی طور پر سخت مرعوب ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عیسائی رومی فوج کے دونوں گرفتار شدہ جرنیلوں، کلوص اور عزرائیل کو طلب فرما کر اُن پر اسلام پیش کیا مگر ان بدبختوں نے اسلام کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، لہٰذا آپ نے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کو حکم صادر فرمایا کہ ان ازلی بدبختوں کی

[1] جس کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر آئے گا۔ (مترجم عفی عنہ)

گردنیں اڑادو۔ چنانچہ حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ نے آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ان دونوں کو کیفر کردار تک پہنچایا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مجھے معتبر اور باوثوق ذرائع سے یہ خبر پہنچی ہے کہ جنرل عزرائیل کو حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اور کلوص کو حضرت رافع بن عمیر طائی رضی اللہ عنہ نے جہنم رسید کیا تھا۔

اہل دمشق کو جب یہ خبر پہنچی تو انھوں نے روم کے بادشاہ، شاہ ہرقل کے نام ایک خط ارسال کیا جس میں اپنی شکست اور دونوں جرنیلوں کی گرفتاری اور بعدازاں ان دونوں کے قتل کر دیئے جانے کے بارے میں لکھا، نیز یہ بھی تحریر کیا کہ عرب مجاہدین نے باب شرقی اور باب جابیہ کا محاصرہ کر رکھا ہے اور وہ مع اپنی عورتوں اور بچوں کے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ اکثر زرخیز علاقے اور شہر مسلمانوں نے فتح کر لئے ہیں، ہماری یا تو بزور خبر لیجئے بصورت دیگر ہم اس شہر کو بھی ان کے حوالے کرنے پر مجبور ہوں گے۔ اپنے میں سے ایک آدمی کو یہ خط دے کر رات کے وقت رسی کے ذریعے قلعہ کی دیوار سے نیچے اتار دیا۔ ہرقل اس وقت انطاکیہ میں قیام پذیر تھا، جس وقت اسے یہ خط موصول ہوا، اس نے خط پڑھا تو خط ہاتھ سے پھینک دیا اور رونا شروع کر دیا پھر تمام سرداروں کا اجلاس بلایا اور ان کے سامنے یہ خطاب کیا:

ہرقل کا اپنی قوم کو خطاب

"اے بنو اصفر! میں نے تمھیں پہلے ہی متنبہ کیا تھا، کہ ان عربوں سے بچو! اور میں نے تمھیں بتایا تھا کہ یہ عرب میرے اس تخت تک سارے ملک کے مالک بن جائیں گے، اس وقت تم لوگوں نے میری بات کا مذاق اڑایا تھا اور میرے قتل تک کا تم نے ارادہ کیا، اب یہ قحط زدہ اور خشک سالی کے ستائے ہوئے لوگ اپنے ویران و بنجر علاقوں سے نکل کر جہاں ان کو مکئی باجرہ، جو اور کھجوریں کھا کر گزر اوقات کرنا پڑتی تھی، ہماری سرسبز و شاداب کثیر الاشجار اور زرخیز و پھل دار درختوں والی زمین کے علاقہ میں آپہنچے ہیں، یہاں کی آب و ہوا انھیں خوب راس آئی ہے وہ ہمارے ملکوں اور شہروں میں دل لگا کر مستقل ڈیرے جما بیٹھے ہیں ان کو یہاں سے نکالنے اور واپس ان کے ملک کی طرف دھکیلنے کے لئے سخت معرکہ آرائی اور عزم قوی کی ضرورت ہے، اگر میرے لئے عار نہ ہوتی تو میں شام کو خدا حافظ اور خیر باد کہہ کر یہاں سے ترک سکونت اور رحلت کر جاتا اور قسطنطنیہ جا بستا یا خود ان کی طرف خروج کرتا اور اپنے اہل خانہ کے دفاع کے لئے ان سے جنگ کرتا۔"

ارکان سلطنت اور سرداران قوم نے یک زبان ہو کر کہا:

اے بادشاہ سلامت! اہل عرب کی شدت اور جارحیت تا ہنوز اس حد تک نہیں پہنچی کہ جناب والا کو خود بنفس نفیس ان کے مقابلہ کے لئے میدان میں نکلنا پڑے بلکہ کوئی جناب قابل صاحب کو ان کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا جا سکتا

ہے ہم سب میں ان جیسا جنگجو مردِ میدان اور فنِ حرب کا ماہر کوئی نہیں ہے جس وقت اہل فارس نے ہمارا قصد کیا تھا تو آپ اپنی آنکھوں سے ان کے مقابلہ میں وردان کی جنگی مہارت کے جوہر دیکھ چکے ہیں اور اہلِ فارس سے لڑائی میں اسے دادِ شجاعت دیتے ہوئے مشاہدہ فرما چکے ہیں۔

قوم کی تجویز اور ''وردان'' کا انتخاب

ہرقل (شاہ روم) نے گورنر حمص وردان کو بلا کر اہل عرب سے مقابلہ کرنے کو کہا، وردان نے جواب دیا کہ اگر مجھے آپ کی ناراضگی اور غصہ کا ڈر نہ ہوتا تو میں اہل عرب سے جنگ کے لئے کبھی تیار نہ ہوتا، کیونکہ آپ نے مجھے تمام امرائے روم کے پسِ پشت پھینکا اور اب تک نظر انداز کئے رکھا ہے اور ہر ریاست کے گورنر اور سردار سے مجھے پیچھے رکھا ہے۔

بادشاہ نے کہا: تمھارے مؤخر رکھنے میں اور سب کے آخر میں تم سے یہ کام لینے میں یہی مصلحت تھی کہ دراصل تم ہی میری شمشیر ہو اور تم ہی کو میں اپنا پشتِ پناہ قرار دیتا ہوں، اب تمھیں چاہئے کہ فوراً کسی تاخیر کے بغیر اس مہم کے لئے تیاری کرو، میں بارہ ہزار رومیوں کی نفری پر تمھیں سردار مقرر کرتا ہوں، جب تم ''بعلبک'' کے مقام پر پہنچو تو جو لشکر ''اجنادین'' کے کیمپ میں موجود ہو اسے ارض بلقاء، جبال السواد پر الگ الگ متعین کر کے یہ حکم دینا کہ وہ عمرو بن عاص کے کسی فرد کو ''خالد بن ولید'' کے لشکر میں شریک اور شامل نہ ہونے دے ان کی وہیں ناکہ بندی کر لو۔

وردان نے کہا: مجھے برضا و رغبت یہ منظور ہے میں آپ کو تب تلک منہ نہیں دکھلا سکتا جب تک خالد بن ولید اور اس کے ساتھیوں کے سر لے کر آپ کے پاس نہ آؤں، اس کے بعد بھی میں آرام سے نہیں بیٹھوں گا، بلکہ اس محاذ سے فارغ ہوتے ہی میرا اگلا ہدف حجاز ہوگا اور جب تک مکہ اور مدینہ [1] کی اینٹ سے اینٹ نہ بجا دوں (خاک بدہن۔ مترجم) آپ کے پاس نہیں آ سکتا۔

بادشاہ نے کہا: قسم ہے انجیل مقدس کی! اگر تو نے اپنے اس قول اور وعدہ کو پورا کر دکھایا تو میں ان تمام ممالک کو جو عربوں نے فتح کر لئے ہیں، تجھے جاگیر میں بخش دوں گا اور ساتھ ہی ایک وصیت، دستاویز کے طور پر تحریر کر کے تمھارے سپرد کر دی جائے گی کہ میرے بعد میرے ولی عہد تم ہی ہو گے اور تم ہی میرے بعد یہاں کے بادشاہ ہو گے۔

---

[1] زادھما اللہ تعالیٰ عزاً و شرفاً۔ (مترجم عفی عنہ)

وردان کی جانب
دمشق روانگی

وردان کی جانبِ دمشق روانگی

ہرقل، بادشاہ نے جنرل وردان کو نئے منصب کے نشان عطا کئے۔ پیٹی باندھی اور ایک گولڈن صلیب جس کے چاروں کناروں پر چار نہایت قیمتی یاقوت جڑے ہوئے تھے، دیتے ہوئے کہا: جس وقت دشمن سے مقابلہ ہو تو اسے اپنے آگے رکھنا، اس کی برکت سے تجھے فتح ونصرت ہوگی!

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جنرل وردان صلیب وصول کرنے کے بعد اسی وقت کنیسہ (چرچ) میں گیا اور ماء المعمودیہ میں غوطہ لگایا (اشنان کیا) شب بھر پادریوں اور لاٹ پادریوں نے فتح ونصرت کی دعائیں مانگیں اور اس کو مختلف خوشبوؤں کی دھونیاں دی گئیں جیسا کہ کنیسہ اور چرچ میں اس دھونی اور تبخیر کا رواج اور ان کے ہاں مذہبی رسم ہے۔ مذہبی رسومات کے بعد وردان نے اسی وقت شہر سے باہر نکل کر لشکر کو ترتیب دینے کی غرض سے خیمے نصب کرائے۔ روم کے چند منتخب نفوس کو اپنی معیت کے لئے نامزد کیا۔

جب تمام سامان کا بندوبست مکمل ہو گیا اور مطلوبہ تعداد میں فوج کی بھرتی مکمل ہو چکی، تو شاہ روم خود مع ارکان سلطنت فوج کو ''جسر حدید'' [1] تک الوداع کہنے آیا۔ جنرل وردان رخصت ہوکر ''مَعَرّات'' کے راستہ سے ہوتا ہوا ''حُمَّاۃ'' پہنچا۔ خود وہاں پڑاؤ کیا اور اترتے ہی ایک قاصد کو یہ حکم نامہ دیکر ''اجنادین'' کی طرف بھیجا کہ وہاں موجود فوج کو میرا یہ پیغام اور حکم ہے کہ تمام راستوں پر پھیل جاؤ اور ''اجنادین'' سے مسلمانوں کے کسی فرد کو باہر نہ جانے دیا جائے، فوراً تمام راستوں کی ناکہ بندی کرکے پہرہ سخت کردو، ''عمرو بن عاص'' کی فوج کو ''خالد بن ولید'' کی طرف ہرگز نہ پہنچنے دیا جائے۔

قاصدوں کو روانہ کرنے کے بعد تمام سرداروں اور کمانڈروں کو اس نے اپنے پاس طلب کیا اور ان کو جمع کرکے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ ان عربوں پر ان کی غفلت میں چھاپہ ماروں اور سب کو گرفتار کروں! اس طرح سارے عربی فوجی ہمارے چنگل میں پھنس جائیں گے اور ان میں سے کوئی ایک شخص بھی بچ کر نہیں جاسکے گا!

تمام افسروں نے اس رائے پر صاد کیا اور اسے صائب (درست) قرار دیا۔ جب رات ہوئی تو وردان نے

[1] لوہے کا پل جو وہاں بنا ہوا تھا۔ (مترجم عفی عنہ)

''سَلْمِينَه'' اور ''وادي الحياة'' کے راستہ سے اپنے ہدف کی طرف سفر کی راہ لی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مکمل سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

مجھے شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے خبر دی ہے کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے رومیوں کے دونوں سپہ سالاروں عزرائیل اور کلوص کو قتل کر دیا تو آپ نے لوگوں کو حکم دے دیا تھا کہ دمشق کی طرف حملہ کے لئے چل دو۔ فرماتے ہیں ہم لوگ چل دیئے اور ہمارے آگے آگے ایسے مردانِ عرب چل رہے تھے جن کے ہاتھوں میں چرمی ڈھالیں تھیں، جن کو وہ پتھروں اور تیروں سے بچاؤ کے لئے استعمال کرتے تھے۔

اہلِ دمشق نے جب ہماری طرف دیکھا کہ ہم برابر ان کی طرف بڑھ رہے ہیں تو انھوں نے ہم پر پتھروں اور تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ یمنی عرب بھی ان پر تیراندازی کر رہے تھے۔ رومیوں نے شور و ہنگامہ اور آہ و فریاد کرنا شروع کر دی ہم نے ان کا محاصرہ اور گھیرا تنگ کر دیا تو انھیں اپنی ہلاکت کا کامل یقین ہو گیا۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اہل دمشق کا محاصرہ کئے بیس روز گزر چکے تھے کہ ناوی بن مرہ رضی اللہ عنہ ہمارے پاس پہنچے اور انھوں نے اطلاع دی کہ ''اجنادین'' میں روم والوں نے ایک بہت بڑی جمعیت لا کر جمع کر دی ہے نیز انھوں نے رومی لشکر کی کثرت و بہتات کو بھی بیان کیا۔

راوی فرماتے ہیں: حضرت خالد رضی اللہ عنہ سوار ہو کر باب شرقی سے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس باب جابیہ گئے اور آپ سے مشورہ کیا اور کہنے لگے: اے امین الامۃ! میری رائے یہ ہے کہ ہم یہاں سے ''اجنادین'' کی طرف کوچ کر جائیں اور وہاں سے رومیوں پر چڑھائی کریں اور جب اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر فتح دے گا تو دوبارہ یہاں لوٹ آئیں گے!

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ یہ کس لئے فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس لئے کہ آج ہم نے انھیں جنگ کا خوب مزہ چکھایا ہے اور ہمارا گھیرا ان پر تنگ ہو رہا ہے اور ہمارا رعب ان کے دلوں میں اچھی طرح بیٹھ چکا ہے، اب اس عالم میں اگر ہم کوچ کر جائیں اور ان کو مہلت دیئے جائیں گے تو یہ زخمی سانپ قوت پکڑ جائیں گے اور اپنی جمعیت کو ہمارے خلاف مجتمع کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور دوبارہ کبھی ہمارے لئے اس منزل پر آنا ممکن نہیں رہے گا۔ لہٰذا میری رائے میں ہمیں اب اس جگہ سے ایک بالشت بھر بھی اِدھر اُدھر سرکنا مناسب نہیں ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا کہ میں آپ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا جیسے آپ کا امر ہو۔

اور پھر آپ گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے کمانڈروں کے پاس باب شرقی پر تشریف لائے۔ دروازوں پر متعین کمانڈروں کو پیغام بھیجا کہ اہل دمشق پر حملوں میں شدت پیدا کر دو اور زوردار حملوں کے ذریعے آگے بڑھو اور آپ نے خود بھی باب شرقی کی طرف سے بھرپور حملہ کر دیا اور اہل ایمان کو جہاد کی ترغیب دی اور بھرپور اور شدت کے ساتھ حملہ کرنے پر ابھارا۔ اہل دمشق نے جتنی سختی آج دیکھی تھی پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ سپہ سالار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دیتے، انھیں جنگ پر برانگیختہ کرتے، خود حملہ کرتے اور مندرجہ ذیل رجزیہ اشعار پڑھ پڑھ کر مجاہدوں کو آمادہ کرتے اور ان کے حوصلے بڑھاتے:

- کون شخص حضرت ابوبکر عتیق رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچائے گا کہ ہم رومیوں کے لشکروں کے ساتھ جنگ کر رہے ہیں۔
- اللہ عزوجل نے منع فرمایا ہے مگر یہ کہ میں کفار کے لشکروں کو تہہ و بالا کر دوں۔ اور اپنے نیزوں کی پیاس ان کے سرداروں اور سرکردہ کمانڈروں کے خون سے سیراب کر کے بجھاؤں۔
- اور بہت سے مقتول ابھی زمین پر خاک و خون میں لوٹا دوں اور بہت سے دوست اپنے دوستوں کی جُدائی اور چھوڑنے پر روتے پھریں۔

مسلمان رزم کو بزم سمجھ کر بڑھ بڑھ کر حملہ کرتے اور قربانی کے لئے خود کو پیش کرتے۔ اکیس روز تک اسی طرح مسلسل جنگ ہوتی رہی۔ چونکہ رومی قلعہ میں بند تھے اس لئے دن بدن ان کا حال بد سے بدتر ہوتا چلا جا رہا تھا۔ محاصرے نے طول کھینچا، جنگ کی مدت دراز ہوگئی۔ ہرقل بادشاہ کی طرف سے کمک آتی دکھائی نہ دی تو اہل دمشق نے صلح کا عزم کیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ہزار اوقیہ چاندی، پانچ سو اوقیہ سونا اور ایک سو جوڑے ریشم کے کپڑے کے، صلح کے عوض دینے کا کہہ کر قاصد کو بھیجا اور کہا کہ مسلمانوں کے "سپہ سالارِ اعظم" کو کہیں کہ ہم یہ چیزیں آپ کو ادا کریں گے اگر آپ محاصرہ ختم کر کے ہمارے شہروں کا انخلاء کر دیں اور اپنی فوجوں کی واپسی کا یقین دلا دیں!

آپ نے اس کا انکار کر دیا اور فرمایا: ان چیزوں پر صلح نہیں ہو سکتی اور نہ یہ ہمارا مشن ہے۔ ہم مسلمانوں کا تو اُصول ہے کہ اسلام قبول کر لو، یا جزیہ ادا کرو، ورنہ پھر جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ قاصد لوٹ گیا اور اس نے اپنی قوم کو جب اس بات کی اطلاع دی تو ان پر یہ شرائط بڑی گراں گزریں۔

عروہ بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل دمشق حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی بہ نسبت زیادہ مائل تھے اور اس زیادہ میلان کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ایک سِن رسیدہ خداترس بزرگ اور متقی شخص تھے۔ نیز آپ ان سے صلح کا وعدہ فرما چکے تھے جبکہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ جنگجویانہ طبیعت کے مالک، شمشیر زنی کے شائق اور پھر آپ ان کو جنگ اور قتال کی دھمکی دے چکے تھے اسی اثناء میں کہ جب بطلِ اسلام حضرت خالد رضی اللہ عنہ لوگوں کو جنگ کا حکم دے چکے تھے، آپ نے اہل دمشق کی طرف دیکھا کہ وہ تالیاں بجا رہے ہیں رقص کر رہے ہیں اور فتح کے نعرے لگا رہے ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہ منظر دیکھ کر متعجب ہوئے دریافت کیا کہ باعث کیا ہے؟ اور جب آپ نے قلعہ کی دیوار کی طرف نظر کی تو معلوم ہوا کہ جو لوگ دیوار پر [illegible] کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ لہٰذا آپ نے

دور سے ایک ایسا گرد و غبار اٹھتا ہوا دیکھا جس کی ظلمت سے اُفق پر تاریکی چھائی جا رہی ہے۔ آپ سمجھ گئے کہ اہلِ دمشق کی امداد پہنچ آئی ہے اور روم کے بڑے شیطان نے اپنے چیلوں چانٹوں اور خدا کے باغیوں اور سرکشوں کی امداد کے لئے جو فوج روانہ کی، وہ قریب آ گئی ہے۔ یہ دیکھ کر آپ نے فوراً مسلمانوں کو ہوشیار کیا، تیاری کا حکم فرمایا۔ بہادرانِ اسلام نے ننگی تلواریں، برچھے سنبھالے، گھوڑوں کی پیٹھ پر سوار ہوئے، ہر دستہ اپنے افسر کے پاس اور ہر رسالہ اپنے سردار کے زیر نگیں کھڑا تھا۔ مخبروں نے آ کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ ہم نے پہاڑ کی گھاٹیوں سے ایک لشکر جرار کو دیکھا ہے، یقیناً وہ روم ہی کا لشکر ہو سکتا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر ”لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ“ پڑھا یعنی تمام تر طاقت اور قوت و حرکت کا سرچشمہ اللہ پاک کی ذات ہے، لہٰذا گھبرانے اور ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔

وردان کا بیت لھیا میں پہنچنا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بابِ شرقی پر چھوڑا اور اپنے تیز گام گھوڑے پر سوار ہو کر فوراً سے پیشتر بابِ جابیہ پر پہنچ کر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ میٹنگ کی اور جنگ کی تازہ ترین صورت حال کے بارے آپ کو بریف کیا اور کہا یا امین الامت! میرا ارادہ بنتا ہے کہ ہم مل کر ایک دم اکٹھے ہلہ بول دیں اور تعاون سے جنگ شروع کریں آگے جیسے آپ کی رائے ہو!

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری یہ رائے نہیں ہے کیونکہ اگر ہم یہاں سے چل پڑے اور یہ مقام خالی چھوڑ گئے تو وہ ہماری جگہوں پر قبضہ کر لیں گے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کہنے لگے: تو پھر آپ کیا مشورہ دیتے ہیں؟

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم ایک جری، بہادر اور فن حرب کا ماہر مردِ میدان چُن کر روانہ کرو، اگر وہ ان سے مقابلہ کی طاقت و ہمت اور کامیابی کی اُمید نظر آتی دیکھے تو ٹھیک ہے، ورنہ ہمارے پاس واپس لوٹ آئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سنی تو کہا: اے امین الامت! میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جو موت سے نہیں ڈرتا ہے، وہ مردوں سے لڑنے اور پہلوانوں سے بھڑنے کا فن جانتا ہے، اس کا باپ اور چچا جہاد میں ہی شہید ہوئے ہیں [1] حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ وہ کون مرد مجاہد ہے؟

آپ نے کہا: حضرت ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ، جو سنان بن طارق رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: واللہ! تمہارے حسنِ انتخاب کی داد دینی پڑتی ہے، واقعی حضرت ضرار رضی اللہ عنہ تجربہ کار اور کردار کا غازی مرد مجاہد بہادر سپاہی ہے اسے

[1] گویا شجاعت و بہادری اس کو ورثے میں ملی ہے اور جہاد و قتال [illegible] میں پڑی ہوئی ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

تیار کر کے فوراً روانہ ہونے کو کہو۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بابِ شرقی سے لوٹے اور آپ نے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ آپ آئے، سلام کیا اور حکم سننے کے منتظر ہوئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن ازور رضی اللہ عنہ! میرا ارادہ ہے کہ تم کو پانچ ہزار ایسے شہسوار دے کر رومی فوج سے آگے بڑھ کر مقابلہ کے لئے بھیجوں، جن نوجوانوں نے اپنی جانوں کا سودا اللہ رب العزت سے اسکی جنت کے عوض کر لیا ہے اور جنھوں نے دارِ آخرت کو دنیا کے مقابلہ میں اپنے لئے چن لیا ہے۔ اگر تم اپنے اندر مقابلے کی طاقت اور لڑائی کی ہمت پاؤ تو مقابلہ کے لئے ڈٹے رہنا ورنہ واپس چلے آنا۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابن ولید رضی اللہ عنہ! وافرحتاہ! یہ تو میرے لئے بڑی فرحت اور خوشی کی بات ہے کہ آپ نے مجھے اپنے اللہ جلّ شانہٗ کی راہ میں اللہ عزوجل کے دشمنوں کے مقابلہ کے لئے چُنا ہے آپ نے آج میرے دل کو اتنا خوش کیا ہے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں کیا تھا۔ بلکہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اکیلا تن تنہا اس کام کو انجام دینے کے لئے باذن اللہ تعالیٰ تیار ہوں گا۔

آپ نے فرمایا: مجھے اپنی جان کی قسم! واقعی تم اتنے ہی بہادر اور مضبوط دل گردے کے مالک ہو، مگر اللہ عزوجل کا امر تمھارے لئے یہ ہے کہ "تم اپنی جان کو خود ہلاکت میں مت ڈالو"، لہٰذا جن بہادروں کو میں نے تمھارے ساتھ جانے کے لئے منتخب کیا ہے، ان کو اپنی معیت میں لے کر چلو۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کا وردان سے مقابلہ کے لئے روانہ ہونا

کہتے ہیں کہ حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ نے سامان لیا اور تیار ہو کر جلدی سے چلنے لگے مگر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنی جان پر نرمی کرو تمھارے ساتھ جانے والا لشکر تیاری تو کر لے! تھوڑا سا صبر کرو۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ عزوجل کی قسم! اب مجھ سے ٹھہرا نہیں جاتا جو شخص جانتا ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی راہ میں جہاد کرنے میں خیر و برکت رکھی ہے، وہ مجھ سے خود آملے گا، میں تو چلتا ہوں۔

یہ کہہ کر حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ بہت تیزی سے چلے۔ یہاں تک کہ جب آپ بیت لَہیا● پہنچے تو وہاں ٹھہر گئے تاکہ آپ کے ساتھی بھی پہنچ جائیں۔

جس وقت آپ کا دستہ مکمل ہو چکا تو آپ کی نظر پڑی کیا دیکھتے ہیں کہ پہاڑیوں سے رومی لشکر اس طرح اتر رہا ہے جس طرح ٹڈی دل لشکر منتشر ہو۔ انھوں نے زرہیں پہنی ہوئی ہیں اور ان کی زرہیں اور خود سورج کی روشنی میں چمک

● بیت لَہیا: یہ ۔۔ جگہ ہے جہاں آذر نے [illegible]

رہی ہیں جب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے انھیں دیکھا تو حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: ''بخدا یہ لشکر بہت بڑا ہے درست فیصلہ یہ ہے کہ ہمیں واپس لوٹ جانا چاہیے!''

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم! میں اللہ عزوجل کی راہ میں برابر لڑتا رہوں گا اور جن لوگوں نے اللہ عزوجل کی طرف رجوع کیا ہے، ان کی اتباع کروں گا۔ اللہ عزوجل مجھے اپنے فضل و کرم سے کبھی دشمن کے مقابلہ سے پشت دے کر بھاگتے نہیں دیکھے گا اور اللہ عزوجل مجھے کبھی پیٹھ پھیرنے والا اور جنگ سے انحراف کرنے والا نہیں پائے گا کیونکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ﴿فَلَا تُوَلُّوا الْاَدْبَارَ﴾ ''تم پیٹھ نہ پھیرو۔'' اور اگر میں پشت دے کر بھاگ جاؤں گا تو میں اللہ عزوجل کا نافرمان کہلاؤں گا اور گنہگار رہوں گا۔

حضرت رافع بن عمیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے لوگو! ان بے ایمانوں، بے دینوں سے کیا ڈرنا؟ کیا اللہ عزوجل نے تمھاری بہت سے مقامات پر مدد نہیں فرمائی؟ اور یاد رکھو! اللہ عزوجل کی نصرت و تائید صبر کرنے کے ساتھ مقرون اور ملی ہوئی ہے اور ہمارے مختصر سے دستوں نے کتنی مرتبہ دشمنوں کے کتنے بڑے بڑے جتھوں کو شکست سے دوچار کیا ہے، تم بھی اگلوں کی نسبت اور ان کے طریق کی اتباع کرو اور مدد کے لئے اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں تضرع و زاری کرو اور جیسے اصحاب طالوت نے جنگ کے دن جالوت کے مقابلہ کے لئے دعا مانگی تھی تم بھی مانگو ''رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا'' اور یہ آیت کریمہ پڑھو:

﴿كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝﴾

''بارہا کم جماعت غالب آئی زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔''[1]

حضرت رافع بن عمیرہ رضی اللہ عنہ کی تقریر سن کر ان لوگوں کے دلوں میں تحریک پیدا ہوئی اور آپ کی تقریر نے مسلمان مجاہدین کو ایک نیا جوش اور ولولہ عطا کیا۔ ان کی زبانوں پر یہی جاری تھا کہ ''باری تعالیٰ ہمیں میدان سے بھاگتے ہوئے نہ دیکھے! ہم اللہ عزوجل کے دشمن کافروں کے ساتھ ضرور لڑیں گے!''

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے جس وقت قوم کی زبان پر جاری یہ کلمات سماعت فرمائے تو آپ کو یقین ہو گیا کہ انھوں نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دے دی ہے، تو آپ انھیں لے کر ایک کمین گاہ میں ''بیت لہیا'' کے قریب چھپ گئے اور ان کے نشانات و آثار مٹا دیئے۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اس وقت ننگے بدن[2] ہاتھ میں ایک لمبا نیزہ لئے ہوئے اسپ تازی (عربی گھوڑے) پر سوار رومیوں کے لشکر کی تاک میں کھڑے تھے۔

---

[1] پارہ 2، البقرۃ 249، ترجمہ کنز الایمان

[2] آپ کے جسم پر قمیص نہ تھی ستر چھپا ہوا تھا۔ (مترجم عفی عنہ)

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ سلامہ بن خویلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کے دستہ میں اس وقت میں بھی موجود تھا۔ آپ برہنہ تن ایک نیزہ دراز ہاتھ میں پکڑے عربی گھوڑے پر سوار، شوق شہادت میں کھڑے ہوئے تھے۔ جس وقت رومیوں کا لشکر آپ کے قریب پہنچا تو سب سے پہلے آپ دشمن پر جھپٹے اور نعرۂ تکبیر بلند کیا، مسلمانوں نے آپ کے نعرۂ تکبیر پر لبیک کہا اور اللہ اکبر کی فلک شگاف صداء اور گونج سے مشرکوں کے دل دہل گئے اور ان پر ایک گونہ رعب سا چھا گیا۔ آپ نے ایک دم ان پر حملہ کر دیا۔

حضرت سلامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رومی فوج کی طرف دیکھا تو حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اس ہیئت کذائی کے ساتھ نیزہ لئے عربی گھوڑے پر سوار رومیوں کے مقدمہ الجیش (فرنٹ کور) میں شعلۂ جوالہ کی مانند دورہ پر ہیں۔ وردان چونکہ اسی ہراول دستہ میں تھا، صلیبیں اور جھنڈے ایک دوسرے سے مربوط اس کے سر پر متعین جانباز بہادر جو اس کے پسینہ کی جگہ اپنا خون بہانے والے تھے، اس کو اپنے حلقہ میں لئے ہوئے تھے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے اندازہ فرما لیا کہ رومیوں کا سپہ سالار یہی شخص ہے۔ یہ سوچ کر آپ نے ان کے ہراول دستہ کے سپاہیوں کو مقابلہ کی دعوت دی اور فرمایا: هَلْ مِنْ مُّبَارِزْ؟ ''ہے کوئی جو میرے مقابلہ کے لئے میدان میں نکلے؟'' اور نہایت بے جگری کے ساتھ لشکر کے قلب پر حملہ کر دیا۔ ہارٹ لائن پر جو سوار علم بلند کئے ہوئے تھا، اس کے ایک ایسا جچا تلا نیزہ مارا کہ سینہ سے پار ہو گیا۔ علم اس کے ہاتھ سے گرا اور وہ بھی گھوڑے سے نیچے آ گرا۔ آپ دوسری طرف پلٹے اور دستہ کے میمنہ (رائٹ) پر حملہ کر کے ایک کا کام تمام کر گئے۔ قلب پر پڑنے ہی کو تھے کہ وردان جس کے سر پر ایک برزون (مخلوط النسل) گھوڑے پر سوار شخص ہیروں اور موتیوں سے مُرصع علم اور صلیب اٹھائے کھڑا تھا، آپ نے اسے دیکھا تو اس کو ایک برچھا مارا جو اس کے پہلو کو چیرتا ہوا انتڑیوں تک پہنچ گیا اس کے ہاتھ سے صلیب زمین پر گر پڑی اور لڑکھڑا کر جہنم میں پہنچ گیا۔

جنرل وردان نے جب دیکھا کہ صلیب ٹوٹ کر زمین پر گر پڑی ہے تو اپنی تباہی و بربادی کی دلیل سمجھ کر گھوڑے سے اتر کر یا جھک کر اس کو اٹھانے کا ارادہ کیا مگر چند مسلمانوں نے فوراً اس کو گھیرا ڈال لیا تاکہ صلیب لے لیں۔ وردان کے لئے صلیب کا اٹھانا ممکن نہ رہا۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے، حالانکہ آپ عین حالت جنگ میں تھے، مسلمانوں سے فرمایا:

''اے گروہ مسلمین! صلیب کو اٹھانے کے لئے تم جان کو مصیبت میں نہ ڈالو اور اس کی طمع کرنا ہمارا مقصد نہیں ہے، میں جس وقت اس رومی کتے اور اس کے ساتھیوں سے فراغت پاؤں گا تو اس کو بھی دیکھ لوں گا!''

جنرل وردان عربی زبان سمجھتا تھا، جس وقت اس نے یہ الفاظ سنے تو قلب لشکر سے نکل کر بھاگ جانے کا ارادہ کیا مگر اس کی فوج کے افسروں نے آگے بڑھ کر کہا ''جنرل صاحب! آپ کہاں بھاگ رہے ہیں؟''

اس نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے کہا: میں اس جن سے جان بچا کر فرار کی کوشش کر رہا ہوں! کیا تم

نے اس سے خوفناک اور ہولناک صورت کا آدمی کبھی دیکھا ہے، یہ کوئی آدمی اور انسان تو نہیں یہ تو کوئی دیو بھوت ہے!

راوی کہتا ہے: شیرِ اسلام حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے جب اُسے رُخ پھیر کر فرار ہونے کی طرف مائل دیکھا تو فوراً سمجھ گئے، آپ نے زور سے مسلمانوں کو آواز دی۔ نیزہ سیدھا کر کے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور قریب تھا کہ اس کو دبوچ لیتے کہ رومیوں نے چلاّ چلاّ کر آپ کی طرف گھوڑوں کی باگیں پھیر دیں اور انھوں نے اپنے سپہ سالار کو گھیرے میں لے لیا۔ آپ اس وقت حسب ذیل رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے:

ترجمہ اشعار:

❀ موت برحق ہے اس سے میرے لئے کوئی مفر مقر [1] نہیں یہ اور جنت الفردوس بہترین منزل ہے۔ [2]

❀ اے حاضرین تم گواہ رہنا میرا یہ لڑنا اور میرے یہ تمام کارنامے خالص اللہ ﷻ کی خوشنودی اور رضاجوئی کے لئے ہیں جو انسان کا مالک ہے۔

پھر (شعر پڑھتے پڑھتے) آپ نے صفوں کو چیرتے ہوئے قوم کے اندر گھس کر ان پر زوردار حملہ کر دیا۔ آپ کے حملے کے ساتھ دوسرے مسلمانوں نے بھی حملہ کر دیا۔ آپ کو تو بس وردان کی تلاش تھی۔ رومی بہادروں اور شہ زوروں نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا۔ آپ دائیں بائیں ہر طرف سے مخالف حملوں کو روک کر اپنا دفاع کرتے اور چاروں طرف لڑ رہے تھے۔ آپ جس کو بھی برچھا مارتے اس کی جڑ کاٹ کر رکھ دیتے اور جو گھوڑسوار بھی آپ کی طرف بڑھتا، آپ اس کو خاک وخون میں لوٹا دیتے۔ اس طرح کرتے کرتے آپ نے بہت سارے رومی بہادروں اور سورموں کو ڈھیر کر دیا اور بڑے بڑے جانبازوں کو جہنم رسید کر کے ان پر حاوی رہے۔ آپ نے قومِ مسلم کو اونچی آواز میں پکارا کہ مسلمانو!

﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝﴾

''بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انھیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا باندھ کر گویا وہ عمارت ہیں رانگا پلائی۔'' [3]

مسلمانوں کے آپ کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی رومیوں کا لشکر شور وغل کرتا ہوا بڑھا۔ مسلمان بھی ان کی طرف چلے، گھمسان کا رَن پڑا اور زوردار معرکہ آرائی شروع ہوگئی۔ جنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے کہ ہمدان [4] بن وردان،

---

[1] جائے فرار و پناہ گاہ۔

[2] نوٹ: بعض نسخوں میں دوسرا مصرعہ (وجنة الفردوس خير من مقر) اس کا معنی ہے ''اور جنت الفردوس جہنم سے بہتر ہے۔''

[3] پارہ 28، الصف 4، ترجمہ کنزالایمان [4] ایک نسخہ کے مطابق ہمدان ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ تک پہنچ گیا۔ آپ کے زور سے ایک تیر مارا جو آپ کے بائیں بازو میں لگا آپ کا ہاتھ کمزور ہو گیا اور سخت درد محسوس ہونے لگا، مگر آپ کا حوصلہ بلند رہا۔ بپھرے ہوئے شیر کی طرح پوری ہمت کے ساتھ ابن وردان پر حملہ آور ہوئے، نیزہ سنبھال کر تان کے اس کے سینہ پر ایسی مہارت سے مارا کہ دل کو چیرتا ہوا پار نکل گیا۔ جس وقت آپ نے نیزے کو اپنی طرف کھینچا اور باہر نکالنا چاہا تو وہ نہ نکلا کیونکہ نیزہ کا پھالا پیٹھ کی ہڈی توڑ کر مہروں سے بھی تجاوز کر گیا تھا۔ پھل ٹوٹ گیا اور لاٹھی باہر نکل آئی۔ رومیوں نے جب آپ کا نیزہ خالی دیکھا تو آپ کی طرف طمع سے ٹوٹ پڑے اور سب آپ کی طرف لپکے اور جلدی سے گھیرا ڈال کر شیر کو قابو میں کر لیا اور سب نے مل کر آپ کو گرفتار کر کے قیدی بنا لیا۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی گرفتاری پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ردعمل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے جب اپنے کمانڈر حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو کفار کے ہاتھوں میں گرفتار اور اسیر ہوتے دیکھا تو ایک نہایت شدت کے ساتھ زوردار حملہ کیا تاکہ آپ کو مشرکوں کے چنگل سے چھڑا لیں، مگر اس کی راہ نہ پائی اور آپ کو رہا کرانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ پھر مسلمانوں نے پسپائی اختیار کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے سامنے ایک مختصر تقریر کر کے ان کو پسپا ہونے سے روک دیا۔ آپ نے اپنے خطاب میں فرمایا:

"اے نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کے نگہبانو! اور قرآن کے حاملو! کدھر جاتے ہو؟ کیا تمھیں علم نہیں ہے کہ جو دشمن کے مقابلہ سے پشت پھیر کر بھاگتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو لے کر لوٹتا ہے اور بلاشبہ جنت کے کچھ دروازے ایسے ہیں جو نہیں کھولے جاتے مگر صبر کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں کے لئے، مسلمانو! صبر کرو، صبر کرو، ڈٹ جاؤ ڈٹ جاؤ اور یہ دیکھو میں تم سب سے آگے اور سب سے پہلے حملہ کرنے والا ہوں سنو تمھارا سپہ سالار اور سردار اگر گرفتار ہوا ہے یا قتل ہو گیا ہے تو یقیناً تمھارا اللہ تعالیٰ تو زندہ ہے اس پر تو کبھی موت نہیں آ سکتی اور وہ تمھیں دیکھتا ہے اور تم اس کی نظر رحمت میں ہو۔"

راوی کہتے ہیں کہ مسلمان آپ رضی اللہ عنہ کے خطاب کے بعد دوبارہ میدان میں آ گئے اور آپ کے ساتھ مل کر رومیوں پر حملے شروع کر دیئے اور انھوں نے تابڑ توڑ حملوں کے ذریعے بہت سارے مردوں کو قتل کر دیا اور رومیوں کے کافی سارے بہادروں کو خاک و خون میں لوٹا دیا اور بعض مسلمانوں نے بھی جام شہادت نوش فرمایا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی آمد اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی رہائی کے لئے کوشش

راوی کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ حضرت ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ گرفتار ہو گئے ہیں اور چند

مسلمان شہید ہو گئے ہیں تو آپ کو یہ سُن کر بہت صدمہ ہوا۔آپ نے پوچھا: رومی کتنے ہیں؟ مخبر نے بتلایا کہ بارہ ہزار سوار ہیں۔

فرمایا: بخدا! اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ دشمن کی تعداد اس قدر زیادہ ہے تو میں ان کے مقابلہ کے لئے مسلمانوں کی اتنی مختصر سی جماعت کو کبھی جانے کی اجازت نہ دیتا اور انھیں ہلاکت کی طرف روانہ نہ کرتا۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ رومیوں کی اس فوج کا جنرل کون ہے؟ کہا کہ حمص کا گورنر جنرل وردان ہے اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے اس کے لڑکے حمران بن وردان کو بھی قتل کر دیا ہے۔آپ نے پڑھا: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم .

اور آپ نے مشورہ طلب کرنے کے لئے ایک شخص کو حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا۔انھوں نے فرمایا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے جا کر کہو جس آدمی پر تم کو اعتماد ہو اس کی زیر قیادت کچھ فوج شرقی دروازہ پر چھوڑ کر خود دشمن کے مقابلہ کے لئے چلے جاؤ۔ مجھے اُمید ہے کہ وہ اُن کو چکّی کی طرح دَل کر رکھ دینگے اور پچھاڑ کر زمین پر پھینک دینگے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو جب یہ جواب موصول ہوا تو انھوں نے کہا: اللہ عزوجل کی قسم! میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں، جو اللہ عزوجل کی راہ میں اپنی جان دینے میں بخل کرتے ہیں۔میسرہ بن مسروق عبسی رضی اللہ عنہ کو آپ نے ایک ہزار سوار دیکر فرمایا کہ تم یہیں رہو، اپنی جگہ کو نہ چھوڑنا اللہ عزوجل سے مدد مانگنا اور اسی پر توکل اور بھروسہ کرنا۔حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''حُبًّا وَّ کَرَامَةً (میرے لئے یہ سعادت ہے اور میں اس ڈیوٹی کو خوشی سے انجام دوں گا)۔'' اور انھوں نے فوراً اپنا منصب سنبھال لیا اس کے بعد آپ نے فوج کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:

بس اب گھوڑوں کی باگیں چھوڑ دو، نیزے سیدھے کر لو اور جب دشمن کے قریب پہنچو تو ایک متفقہ حملہ کر دو، ممکن ہے کہ ہم حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو چھڑا لینے میں اگر وہ زندہ ہیں، کامیاب ہو جائیں اور اگر خدا نہ کرے کہ دشمن نے ان کو عجلت کر کے شہید کر دیا ہے تو انشاء اللہ عزوجل ہم اُن کا بدلہ ضرور بالضرور دشمن سے لے کر رہیں گے۔ مجھے ذات باری تعالیٰ سے قوی اُمید ہے کہ وہ ہمیں ضرار رضی اللہ عنہ کے بارے میں صدمہ نہیں دے گا (وہ زندہ رہائی پائیں گے) آپ لوگوں کے آگے آگے رجز یہ اشعار پڑھتے ہوئے چلے جا رہے تھے:

ترجمہ اشعار:

- آج وہ دن ہے جس میں سچا کامیاب ہوگا، موت کے متعدد اسباب ہیں، موت جس طریق سے بھی آئے، سچے آدمی کو کیا ڈر ہے؟
- میں اپنے نیزے کی پیاس کو آنکھ کے خون سے بجھاؤں گا، خود اور ڈھال ہر دو کو پھاڑ ڈالوں گا، جو کچھ سبقت کرنے والے شخص نے پالیا ہے میں بھی اس مقصود کو کل پالوں گا۔

راوی کہتا ہے: حضرت خالد رضی اللہ عنہ مندرجہ بالا اشعار ترنم سے پڑھتے ہوئے چلے جا رہے ہیں کہ اچانک آپ کی نظر ایک کمیت (سرخ اور سیاہ) گھوڑے پر پڑتی ہے جو بلند قامت کوتاہ گردن ہے اس پر ایک سوار نے اپنے ہاتھ میں ایک چمکدار دراز نیزہ لیا ہوا ہے، جس کی چال ڈھال سے دانائی مُتَرَشِّح ہوتی تھی اور اس کے باگیں کاٹنے اور پھیرنے سے شجاعت آشکارا ہوتی تھی۔ آپ نے دیکھا کہ وہ شہسوار اپنے عمدہ اور اصیل گھوڑے کی باگیں ڈھیلی چھوڑے زین پر اس طرح جم کر بیٹھا ہے جیسے اس کے اندر جوڑ دیا گیا ہو۔ زرہ کے اُوپر سیاہ کپڑا پہنے ہوئے ہے، سبز عمامہ کا پٹکا کمر سے باندھے ہوئے ہے جس کو اس نے اپنے سینے سے پشت تک ڈال رکھا تھا، فوج کے آگے آگے شعلہ جوالہ کی طرح جا رہا تھا۔ جس وقت آپ نے اُسے اس شان وشوکت کے ساتھ جاتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: اے کاش! کہ مجھے معلوم ہوسکتا کہ یہ کون ہے؟ اللہ عزوجل کی قسم! یہ شخص نہایت بہادر اور دلیر معلوم ہوتا ہے! یہ سوار سرعت رفتاری کے ساتھ سب سے آگے آگے مشرکین روم کی طرف چونکہ بڑھ رہا تھا، آپ نے بھی اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور تیزی سے اس کے پیچھے پیچھے ہولئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ نہایت استقلال اور بہادری کے ساتھ دشمن سے لڑ رہے تھے کہ انھوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اپنی کمک کے لئے آتے دیکھا اور لشکر کے پہنچتے ہی اس سوار کو جس کی ہم ابھی تعریف وتوصیف کر چکے ہیں، رومیوں پر اس طرح گرتے ہوئے دیکھا جس طرح باز چڑیا پر گرتا ہے۔ اس کا ایک حملہ اس قدر شدید تھا جس نے رومی فوج کے اندر تہلکہ مچا دیا تھا، لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے اور پیش قدمی کرتے کرتے رومی لشکر کے وسط میں جا گھسا۔ وہ کوندتی ہوئی ایک بجلی تھی جو آناً فاناً چند جوانوں کے سروں پر گرتی ہوئی چمکی، دو چار کو بھسم کر کے پانچ سات کے بدن پر گر کے پھر اسی جگہ نمودار ہوئی۔ اس سوار کا نیزہ جس وقت وسط لشکر میں سے ظاہر ہوا تو خون آلود تھا۔ اس کی چال ڈھال سے قلق واضطراب اور اس کی حرکات وسکنات سے افسوس وناامیدی ٹپکتی تھی، یہ اپنی جان کو چونکہ خطرات میں ڈال چکا تھا اس لئے ہلاکت کی پرواہ کئے بغیر دوبارہ پلٹا اور بڑھ کر اس بے جگری کے ساتھ نڈر ہو کر حملہ کیا کہ لوگوں کو کاٹتے، صفوں کو چیرتے، صف دری کرتے ہوئے بہادروں کی صف میں ہلچل اور کھلبلی ڈال دی اور اتنا آگے نکل گیا کہ اپنے لشکر والوں کی نظروں سے اُوجھل ہو گیا مگر اس کو چین تھا کہ کہیں حل نہیں رہا تھا، مسلسل اس کے اضطراب میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔

حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی مجاہدوں کا خیال یہ تھا کہ یہ حضرت سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے سوا ایسے کارہائے نمایاں کون انجام دے سکتا ہے، یہ اسی خیال میں تھے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ہمراہ تشریف لاتے ہوئے دکھائی دیئے۔ حضرت رافع بن عمیرہ رضی اللہ عنہ نے دور سے چلا کر کہا: اے دلیر! یہ سوار جو اپنی جان کو اللہ عزوجل کے راستے میں بے خوف وخطر پیش کر رہا ہے اور خدا کے دشمنوں کو بے دریغ قتل کر رہا ہے، کون ہے؟

آپ نے فرمایا: بخدا! میں خود اس سے ناواقف ہوں اور اس کی شجاعت، دلیری اور جرأت سے خود حیران اور متعجب ہوں!

حضرت رافع بن عمیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر! یہ عجیب شخص ہے، رومیوں کے لشکر کے اندر جا گھستا ہے اور دائیں بائیں نیزہ بازی کر کے ان کے بہادروں کو گرا دیتا ہے۔

تب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسلمانو! دین کی مدد اور حمایت کے لئے متحد ہو جاؤ اور مل کر ایک متفقہ حملہ کر دو۔

یہ سنتے ہی بہادران اسلام نے باگوں کو درست کیا، نیزوں کو سنبھالا اور صف بندی کر کے کھڑے ہو گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ صف کے آگے کھڑے ہوئے۔ آپ نے ارادہ کیا کہ دشمن پر حملہ کریں کہ اچانک وہی سوار جو خون میں لت پت اور جس کا گھوڑا پسینہ پسینہ ہوا ہوا تھا، رومیوں کے قلب لشکر سے شعلہ جوالہ کی طرح نکلا۔ اگر کوئی رومی سپاہی اس کی طرف آتا اور قریب ہوتا تو پشت دیکر بھاگ جاتا تھا اور یہ تن تنہا رومیوں کے کئی کئی آدمیوں کے ساتھ لڑتا تھا۔ یہ دیکھتے ہی حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی جمعیت کے ساتھ حملہ کر دیا اور جو رومی اس سوار پر حملہ کر رہے تھے ان کی تیزی حملہ سے اس کو بچالیا اور اس طرح یہ سوار مسلمانوں کے لشکر میں آملا۔

مسلمانوں نے اس کی طرف غور سے دیکھا۔ گویا وہ گلاب کے سرخ پھول کی طرح ایک ارغوانی پنکھڑی ہے، جو خون میں رنگی ہوئی ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے آواز دی اور کہا اے شخص! تو نے اپنی جان کو خدا کی راہ میں خرچ اور اپنے غیض و غضب کو اللہ عزوجل کے دشمنوں پر صرف کیا ہے۔ تمہیں باری تعالیٰ بہتر جزا سے نوازے۔ مہربانی کر کے تُو اپنے منہ سے کپڑے کو ہٹا دے تا کہ ہمیں پتہ چل سکے کہ تو کون ہے؟

کہتے ہیں کہ اس سوار نے ان کی بات کی طرف قطعی التفات نہیں کی اور کچھ توجہ اور پرواہ نہیں کی اور اس سے پیشتر کہ آپ سے مخاطب ہو، لوگوں میں جا گھسا۔ اہل عرب نے چاروں طرف سے چیخنا اور کہنا شروع کیا:

اے بندہ خدا! امیر افواج اسلامیہ تجھے آواز دیتا اور مخاطب کرتا ہے، مگر تو اس سے اعراض کرتا ہے اور جواب تک دینے سے اعراض کرتا ہے۔ تجھے چاہئے کہ اس کے پاس حاضر ہو کر اپنے نام اور حسب ونسب کے بارے ان کو مطلع کر، تا کہ عزت افزائی کی جائے اور تیرے منصب اور عہدہ میں ترقی کر دی جائے! مگر سوار نے ان کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس سوار کے متعلق کچھ معلوم نہ ہو سکا تو آپ خود بنفس نفیس اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمانے لگے بندۂ خدا! سخت افسوس کی بات ہے کہ میرا دل اور اسی طرح تمام مسلمانوں کا دل تیرے حالات معلوم کرنے کے لئے بے چین ہے اور تو اس قدر بے پرواہ! تُو بتا تو سہی کون ہے؟

آخر آپ کے بے حد اصرار پر دہان بند کے اندر سے نسوانی زبان میں اس سوار نے اس طرح کہنا شروع کیا: "اے

امیر! میں آپ سے کسی نافرمانی کے باعث اعراض نہیں کر رہی ہوں بلکہ مجھے آپ سے مخاطب ہوتے ہوئے شرم مانع ہے کیونکہ میں دراصل ایک پردہ نشین خواتین میں سے ہوں اور حجاب میں زندگی گزارنے والیوں میں سے ہوں۔ مجھ سے یہ کام میرے دکھی اور جلے ہوئے دل نے کرایا ہے اور میں نے ایک مجبوری کے تحت میدان جنگ میں قدم رکھا ہے!''

آپ نے فرمایا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: حضرت ضرار رضی اللہ عنہ جو قید ہو گئے ان کی بہن خولہ بنت ازور ہوں، میں قبیلہ مذحج کی چند عرب عورتوں میں بیٹھی ہوئی تھی کہ دفعتاً مجھے اپنے ''بھائی'' حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی گرفتاری کی خبر ملی، جس نے میرے تن بدن میں آگ لگا کر رکھ دی فوراً سوار ہو کر بھائی کی رہائی یا بدلہ لینے کے لئے اور شیر کو چھڑانے کے لئے یہاں پہنچی اور باقی جو کچھ ہوا وہ آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ ہی لیا۔

کہتے ہیں کہ یہ سن کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا دل بھر آیا، آپ رونے لگے اور فرمایا: ہم سب کو متفقہ حملہ کرنا چاہئے۔ مجھے اللہ عزوجل سے قوی اُمید ہے کہ ہم تمہارے بھائی تک پہنچ کر اُن کو رہائی دلانے اور چھڑانے میں ضرور کامیاب ہونگے۔

حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا نے کہا میں اس حملہ میں بھی انشاء اللہ عزوجل سب سے پیش پیش رہوں گی۔

حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے دائیں جانب تھا کہ خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے آگے سے دشمن پر حملہ کر دیا اور اُن کے ساتھ ہی تمام مسلمان ایک دم دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا کے حملے نے رومیوں کا قافیہ تنگ کر دیا اور اُن پر آپ کا حملہ اتنا شاق گزرا کہ آپس میں سرگوشیاں ہونے لگیں کہ:

''اگر تمام اہلِ عرب اسی سوار کی طرح بہادر اور جری ہیں تو ہم اُن کے مقابلے کی تاب کبھی نہیں لا سکتے!۔''

جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی جمعیت کے ساتھ حملہ کیا تو رومیوں کے چھکے چھوٹ گئے، ان کے قدم ڈگمگا گئے، قریب تھا کہ وہ میدان سے سرکنے لگ جائیں، مگر وردان نے یہ حالت دیکھ کر پکارنا شروع کیا:

''اے قوم روم سنبھلو! ثابت قدم رہو! اگر تم نے ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا تو سمجھ جاؤ کہ مسلمان اب بھاگے! اور تمام اہل دمشق بھی تمہاری مدد کو اب پہنچا ہی چاہتے ہیں۔''

یہ سنتے ہی رومی پھر ڈٹ گئے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر اس بے جگری کے ساتھ حملہ کیا کہ رومی فوج کے قدم اب کسی طرح جم نہ سکے اور لشکر اِدھر اُدھر منتشر ہو گیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ارادہ فرمایا کہ وردان تک پہنچ جائیں مگر چونکہ بڑے بڑے جانبازوں اور ماہرین حرب نے اس کو چاروں طرف سے اپنے حلقۂ حفاظت میں لیا ہوا تھا اور وہ سخت حفاظتی حصار اور گھیرے میں تھا، اس لئے آپ اس تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ مسلمان بھی منتشر ہو گئے۔ جو مسلمان جس رومی کے قریب تھا اسی سے لڑنے میں مشغول ہو گیا۔

حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ نے دشمن پر تابڑ توڑ سخت ترین حملے کئے اور بڑی جانثاری سے لڑے، حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا اپنے بھائی، شیر اسلام حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی تلاش میں غضبناک، بپھری ہوئی شیرنی کی طرح رومیوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے ان کے اندر جا گھستی ہیں اور شمالاً یمیناً دائیں بائیں رومی سورموں کو مار مار کر ڈھیر کرتی جاتی ہیں۔ اُن کی آنکھیں اپنے بھائی حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی تلاش میں چاروں طرف گھوم جاتی ہیں، زور زور سے چلا چلا کر پکارتی اور یہ اشعار پڑھتی جاتی ہیں:

ترجمہ اشعار:

- ضرار کہاں ہیں میں آج اُنہیں نہیں دیکھتی اور نہ انھیں معاشرہ اور میری قوم دیکھ رہی ہے۔
- اے میرے اکلوتے اور میرے ماں جائے بھائی! تم نے تو میرے عیش کو مکدر اور زندگی کو گدلا کر دیا ہے اور میری آنکھوں سے نیند اڑا دی ہے۔

کہتے ہیں کہ ان کے یہ اشعار سُن کر تمام مسلمانوں کی پلکیں بھیگ گئیں اور لڑائی برابر جاری وساری رہی مگر حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کا کہیں کوئی سراغ نہیں لگتا اور ان کی موجودگی کا کوئی اثر ونشان دکھائی نہیں دیتا، دوپہر ڈھلتی ہے تو دونوں طرف کی فوجیں ایک دوسرے سے الگ ہو جاتی ہیں۔ اللہ عزوجل کے فضل وکرم سے مسلمانوں کا پلّہ کافروں پر بھاری رہتا ہے۔ مسلمانوں نے مشرکوں کے بھاری تعداد میں لوگ جہنم رسید کئے ہوئے ہیں۔ دونوں لشکر اپنے اپنے کیمپ میں لوٹ جاتے ہیں، مسلمانوں کی برتری سے رومیوں کے دل ٹوٹ جاتے ہیں، بھاگنے کا سوچتے ہیں، مگر جنرل وردان کا خوف ان کو یہاں روکے ہوئے ہے۔

جب مسلمان میدان جنگ سے اپنی قیامگاہ اور چھاؤنی میں پہنچتے ہیں تو حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا فرداً فرداً ہر مسلمان سپاہی سے اپنے بھائی کے متعلق استفسار کرتی ہیں کہ تم میں سے کسی نے میرے ضرار بھیا کو تو نہیں دیکھا؟ مگر کوئی بندہ بشر جواب نہیں دیتا کہ اس نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو قید میں دیکھا ہے یا ان کے قتل کر دیئے جانے کا اس کو کوئی علم ہے۔ جب حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا کو بھائی کی طرف بالکل نا اُمیدی ہو جاتی ہے تو رونے لگتیں ہیں اور نہایت یاس کی حالت میں اس طرح پھوٹ پھوٹ کر بیان کرنا شروع ہو گئیں:

''ماں جائے بھائی! کاش! مجھے یہ خبر ہوتی کہ آیا تمھیں کسی جنگل میں پھینک دیا گیا ہے یا ذبح کر ڈالا، تمھاری بہن تم پر قربان! افسوس! مجھے یہی خبر ہو جاتی کہ میں تم سے کبھی پھر ملوں گی بھی یا نہیں، بھائی! اللہ عزوجل کی قسم! تم نے اپنی بہن کے دل میں ایک ایسی سلگتی ہوئی چنگاری چھوڑی ہے جس کے شرارے کبھی ٹھنڈے نہیں ہو سکتے۔ تم اپنے والد، جو کافروں کے قاتل تھے، اُن سے جناب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا ملے۔ میری طرف سے تمھیں قیامت تک سلام پہنچتا رہے۔''

یہ رونا اور گریہ وزاری سن کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور تمام مسلمان بھی اشکبار ہو جاتے ہیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ارادہ ہوا کہ اسی وقت دوبارہ حملہ کر دیا جائے لیکن اتفاق سے آپ نے چند سوار رومی لشکر کے (میمنہ) جانب راست سے (رائٹ سائیڈ) سے نکلتے ہوئے دیکھے کہ گھوڑوں کی باگیں چھوڑے ہوئے اس طرح سرپٹ آ رہے ہیں کہ گویا وہ تعاقب کر رہے ہیں، یہ دیکھ کر آپ فوراً لڑائی کے لئے الرٹ اور مستعد ہو جاتے ہیں بہادرانِ اسلام تیار ہو کر آپ کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ جس وقت یہ سوار، مجاہدین کے قریب پہنچتے ہیں تو ہتھیار ڈال کر پا پیادہ ہو کر لَفُوْن لَفُوْن [1] پکارنے لگ جاتے ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے فرمایا: ان کے امان طلب کرنے کو منظور کرو اور انھیں میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ جس وقت وہ آپ کی خدمت میں حاضر کئے گئے تو آپ نے دریافت فرمایا:

تم کون ہو؟

انھوں نے جواب دیا:

ہم جنرل وردان کی فوج کے سپاہی ہیں ہمیں کامل یقین ہو گیا ہے کہ ہم آپ سے جنگ کی ہمت رکھتے ہیں اور نہ اس کی ہم میں تاب ہے۔ ہمیں اندازہ ہو گیا ہے کہ آپ کے مقابلہ میں ہم میدان کارزار میں پڑے رہنے اور آپ لوگوں سے برسرِ پیکار ہونے کی سکت اپنے اندر نہیں پاتے ہیں۔ بہتر صورت یہی ہے کہ آپ ہمیں ہمارے اہل وعیال اور آل و اولاد کو امان بخشیں اور جن جن ممالک سے آپ کی مصالحت اور معاہدہ ہو چکا ہے، ہمیں بھی انہی میں شمار کریں۔ صلح کے معاوضہ میں جتنا مال آپ طلب کریں گے ہم دینے کو تیار ہیں اور جس قرارداد، اور اصول پر ہماری اور آپ کی صلح ہو گی ہمارے ملک کے دوسرے باشندے بھی ہماری طرح اس کی بال برابر کوئی خلاف ورزی نہیں کریں گے۔

آپ نے فرمایا: جس وقت ہم تمھارے شہر میں پہنچ جائیں گے، صلح وہاں ہو گی یہاں نہیں ہو سکتی۔ البتہ تم اس وقت تک ہمارے ساتھ رہو جب تک اللہ تعالیٰ ہمارے اور دشمن کے درمیان کوئی فیصلہ جو اس کو منظور ہو، نہ کر دے۔

اس کے بعد آپ نے انھیں حراست میں لے لینے کا حکم جاری فرما دیا اور اُن سے پوچھا کہ ہمارے جس بہادر نے تمھارے سردار کے لڑکے کو قتل کیا تھا، اس کے متعلق تمھیں کچھ علم ہے یا نہیں؟

انھوں نے کہا: شاید آپ ان کے بارے میں دریافت کر رہے ہیں جو ننگے بدن تھے اور جنھوں نے ہمارے اکثر آدمیوں کو قتل اور ہمارے سردار کے بیٹے کو قتل کیا تھا۔

آپ نے فرمایا: ہاں میں انہی کے بارے میں پوچھتا ہوں۔

---

[1] یہ رومی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی امان امان کے ہیں۔ (مترجم عفی عنہ)

انھوں نے کہا کہ جس وقت وہ گرفتار ہو کر وردان کے پاس پہنچے ہیں تو اس نے انھیں سو (100) سواروں کے ہمراہ خچر پر سوار کر کے حمص کی طرف روانہ کر دیا تھا تا کہ وہاں سے انھیں اپنی شجاعت دکھلانے کی غرض سے ہرقل کے پاس بھیج دیا جائے۔

یہ سن کر آپ بہت خوش ہوئے اور حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ کو بلا کر آپ نے فرمایا: رافع رضی اللہ عنہ! تم یہاں کے راستوں اور گھاٹیوں سے خوب واقف ہو، تمھاری ہی تدبیر اور تجویز پر ہم نے ساوہ وغیرہ کے صحراؤں اور بیابانوں کو آسانی کے ساتھ طے اور عبور کیا تھا۔ جس وقت تم نے اونٹوں کو پیاسے رکھنے کے بعد پانی پلا کر ان کا منہ باندھ دیا تھا اور ہم ہر روز دس اونٹ ذبح کر کے اُن کا گوشت خود کھاتے اور اُن کے پیٹ کے اندر سے جو پانی برآمد ہوتا تھا وہ ہم گھوڑوں کو پلا دیتے تھے حتیٰ کہ ہم اپنی فوج سمیت مقام اَرکہ تک پہنچ گئے تھے۔ تم چونکہ دیگر حضرات کی بہ نسبت زیادہ تجربہ کار اور منفرد قسم کے مُدَبِّر آدمی ہو، لہٰذا تم اپنے ہمراہ ایک سو ساتھیوں کا انتخاب کر کے ان کو ساتھ لے لو جن کو تم مناسب سمجھتے ہو اور حمص کی طرف فوراً روانہ ہو جاؤ اور اس رومی دستے کا تعاقب کرو۔ مجھے اُمید ہے کہ تم انھیں قریب ہی کہیں جا پکڑو گے اور ان کی قید سے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کو چھڑا لو گے۔ اگر تمھارے ہاتھ سے یہ کارنامہ سرانجام پا جاتا ہے تو خدا جانتا ہے کہ ہمارے لئے نہایت مسرّت کا مقام ہوگا اور بخدا یہ ایک بہت بڑی کامیابی اور کشائش کا پیش خیمہ ہوگا۔

حضرت رافع رضی اللہ عنہ کا حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی رہائی کی مہم پر روانہ ہونا

حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے کہا: حُبًّا وَّ کَرَامَۃً؟ انجام دینا بخوشی قبول ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے ایک سو سواروں کا انتخاب کیا اور چلنے کا ارادہ کر رہے تھے کہ حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا کو بھی اس خوش کن خبر سے آگاہی ہو گئی کہ حضرت رافع رضی اللہ عنہ اُن کے بھائی کی تلاش اور رہائی کے لئے جا رہے ہیں تو یہ خبر سنتے ہی ان کے دل میں خوشی اور مسرت کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔ خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا مسلح ہوئیں اور گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اذنِ سفر طلب کرنے کے لئے حاضر ہو گئیں۔

عرض کیا: اے امیر لشکر اسلام! میں آپ کو طاہر مطہر خیر البشر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ آپ فوج کا جو دستہ روانہ کر رہے ہیں اس کے ہمراہ مجھے بھی جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں تا کہ میں بھی ان کی کوئی مدد کر سکوں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی درخواست سن کر حضرت رافع رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: رافع رضی اللہ عنہ! تم مجاہدۂ اسلام حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا خاتون کی بہادری اور شجاعت سے خوب واقف ہو انھیں بھی اپنے ساتھ لے جاؤ۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی رہائی

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا فرمان مبارک سن کر حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حکم کو سنا اور دل سے مان لیا ہے۔ پھر آپ نے تعمیلِ حکم کرتے ہوئے حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا کو بھی اپنے دستے میں شامل کر لیا اور سفر پر چل دیئے۔ حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا مسلمانوں کے پیچھے پیچھے رہتی تھیں مردوں کے لشکر میں مخلوط ہو کر نہیں چلتی تھیں۔ دستہ فوجی قواعد وضوابط کے مطابق پیش قدمی کر رہا تھا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ چلتے چلتے جب یہ دستہ سَلَمِیَنہ کی شاہراہ پر پہنچا تو حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے اِدھر اُدھر دیکھا اور کسی فوج یا دستہ کے گزرنے کے آثار اور گھوڑوں کے سموں اور ٹاپوں کا کوئی نشان نہ دیکھ کر آپ نے اپنے نوجوانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: دوستو! تمھیں خوش ہونا چاہئے کہ دشمن ابھی یہاں تک نہیں پہنچا ہے۔

یہ کہہ کر آپ نے اپنے رسالہ (فوجی دستہ) کو "وادیٔ حیات" میں روپوش ہو جانے کا حکم صادر فرمایا اور تمام سپاہی دشمن کی گھات میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ ابھی یہ کمین گاہ میں چھپے ہی تھے کہ اتنے میں دور سے گرد وغبار اٹھتا ہوا دکھائی دینے لگا، آپ نے دستہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"اسلام کے شیر جوانو! ہوشیار اور الرٹ ہو جاؤ!"۔ مسلمانوں نے تیار ہو کر ابھی انتظار کرنا شروع ہی کیا تھا کہ وہ پہنچ گئے اور انھوں نے شیر اسلام حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو اس طرح اپنے حصار میں لے رکھا تھا جیسے آنکھ کی پتلی حلقہ چشم کے درمیان ہوتی ہے......

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ یہ اشعار گنگناتے ہوئے آ رہے تھے:

ترجمہ اشعار:

- اے قاصد! میری قوم اور (میری ہمشیرہ) خولہ کو یہ خبر پہنچا دے کہ میں ہاتھ اور پاؤں بندھا ہوا قیدی ہوں۔
- شام کے کافر اور مشرک جو مسلح ہیں میرے اردگرد پہرہ دیتے ہیں اور تمام نے زرہ پہن رکھی ہے۔
- اے دل! تو غم، حزن اور حسرت میں مَر مَر کے جی، اور اے میرے آنسو! تم میرے رخساروں پر سیل بیکراں کی طرح رواں اور جاری ہو جاؤ۔
- کیا تو جانتا ہے کہ میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ میں زندگی میں ایک مرتبہ اپنے اہل اور اپنی بہن خولہ کو دیکھوں گا اور میں اس عہد کی یادوں کو پھر زندہ کردوں گا جس میں ہم پہلے تھے۔

حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا کے کانوں میں جب ان اشعار کی آواز پہنچی تو انھوں نے فوراً اپنی کمین گاہ سے جواب دیا اور کہا: اللہ تعالیٰ نے تمھاری دعاؤں اور التجاؤں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما لیا ہے، تمھاری گریہ وزاری کو سن لیا ہے، میں

ہوں تمھاری بہن خولہ!

یہ کہہ کر انھوں نے زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور اللہ اکبر کہہ کر حملہ کر دیا۔ حضرت رافع رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمان مجاہدین بھی اللہ عزوجل کا نام لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑے۔

حمید بن سالم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بھی اس جماعت میں شامل تھا، جس وقت ہم نے اللہ اکبر کے نعرے لگائے تو الہام خداوندی سے ہمارے گھوڑے بھی کیف و مستی میں آ کر خوشی سے زور زور سے ہنہنانے لگے، ہمارے ایک ایک سوار نے رومیوں کے ایک ایک سوار کو آگے رکھا اور بمشکل گھنٹہ بھر گزرا ہوگا۔ ہمارا ہر سپاہی اپنے حریف کو جہنم رسید کر چکا تھا۔ اللہ عزوجل کے فضل و کرم سے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو دشمن کے پنجوں سے رہائی نصیب ہو چکی تھی اور ہم نے رومیوں کے گھوڑے اور ان کے چھوڑے ہوئے ساز و سامان اور اسلحہ کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔

حضرت رافع بن قادم التنوخی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم ابھی ان ایک سو سواروں کے رسالہ کے ساتھ لڑنے میں مشغول تھے کہ حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی کو چھڑایا، مشکیں کھولیں اور سلام کیا۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کو شاباش دی۔ مرحبا کہا اور ایک خالی گھوڑے پر جو دوڑتا ہوا پھر رہا تھا، سوار ہو گئے۔ وہاں پڑا ہوا ایک نیزہ اٹھا کر ہاتھ میں لیا اور حسب ذیل اشعار پڑھنے لگے:

ترجمہ اشعار:

- اے میرے پروردگار! میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے میری دعا کو شرف قبولیت بخشا، میری مشکل کشائی فرمائی اور مصیبت کو مجھ سے دور کر دیا۔
- اے اللہ عزوجل تو نے میری موت سے پہلے مجھے میرا مطلوب عطا فرما دیا اور تو نے مجھے میری بہن سے ملا دیا ہے۔
- آج میں اپنے دشمنوں سے (انتقام لے کر) اپنی روح کو تسکین پہنچاؤں گا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ کا یہ دستہ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو چھڑانے کے بعد مال غنیمت اور گھوڑے وغیرہ جمع کرنے میں مصروف ہی تھا کہ ادھر اچانک رومی، حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے شکست کھا کر بھاگے اور گھبراہٹ کا عالم یہ تھا کہ آگے والوں نے اپنے پچھلوں کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے جب رومی فوجیوں کو بھاگتے ہوئے آتا دیکھا تو فوراً سمجھ گئے اور آپ نے ایک ایک کو جو آتا رہا گرفتار کرنا شروع کر دیا۔

کہتے ہیں کہ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت رافع رضی اللہ عنہ کو اس مہم پر بھیجا تھا تو خود وردان کی فوج پر آپ نے سخت حملہ کر دیا تھا جیسا کہ کوئی شخص طلب شہادت اور حصول سعادت کے لئے جان ہتھیلی پر رکھ کر کیا کرتا ہے، آپ کے ساتھی مسلمانوں نے بھی سر دھڑ کی بازی لگا دی تھی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ رومی فوج نے جلد ہی پشت دکھا کر بھاگنا شروع کر دیا۔

وردان بھاگنے والوں میں سب سے آگے تھا۔ مسلمانوں نے بھاگتے ہوئے رومی فوجیوں کا تعاقب کیا، ان کا مال، گھوڑے اور اسلحہ جو فرار ہوتے ہوئے وہ چھوڑتے جا رہے تھے، اپنے قبضہ میں کرنا شروع کر دیا اور ان کا تعاقب کرتے کرتے وادیٔ حیات، جہاں حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اور حضرت رافع رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تشریف رکھتے تھے، پہنچ گئے۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو مبارک باد دی اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت رافع رضی اللہ عنہ کو خراج تحسین پیش کیا اور ان کا شکریہ ادا کیا۔ پھر یہاں سے لشکر اسلام خوشی خوشی دمشق کی طرف رواں دواں ہو گیا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو فتح کی خوشخبری سنائی اور دمشق کی فتح کا کامل یقین ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ جب رومی جرنیل وردان کی شکست اور اس کے لڑکے جنرل حمران کے قتل کی شاہ روم ہرقل کو اطلاع پہنچی تو اُسے اپنی سلطنت کے زوال کا یقین ہو گیا اور اس نے وردان کو حسب ذیل مضمون کا خط لکھا:

بادشاہ روم ہرقل کا خط، بنام جنرل وردان

"مجھے اطلاع پہنچی ہے کہ ننگے بھوکے عربوں نے تجھے شکست دے دی ہے اور تیرے لڑکے کو قتل کر دیا ہے۔ مسیح نے اس پر رحم کیا نہ تجھ پر۔ اگر میں نہ جانتا ہوتا کہ تو بہادر شہسوار، نیزہ باز اور ماہر، تلوار کا دھنی ہے تو میں تجھے فوراً قتل کر دیتا۔ خیر، اب کیا ہو سکتا ہے جو ہونا تھا سو ہو گیا۔ گزشتہ کو بھول جاؤ اور آئندہ کا سوچو، میں نے "اجنادین" کی طرف نوے ہزار (90000) فوج روانہ کی ہے۔ تجھے اس کا سربراہ مقرر کرتا ہوں، تو ان کے پاس چلا جا اور فوج کو لے کر اہل دمشق کی مدد کو پہنچ۔ کچھ فوج کو فلسطین کی طرف روانہ کر دے تاکہ جو عرب وہاں موجود ہیں وہ ان سے لڑے۔ نیز اس کا دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ جو اہل عرب فلسطین میں ہیں ہمارا یہ دستہ ان کو وہاں مشغول رکھے گا اور اس طرح وہ انھیں دمشق جانے سے روک رکھیں گے۔ تجھے چاہئے کہ تو اپنے دین اور اپنے ساتھیوں کی ہر طرح مدد کرے۔"

وردان نے جب یہ خط پڑھا اس کی ڈھارس بندھی، حوصلہ بڑھا، جان میں جان آئی اور اس نے آ کر یہاں

رومیوں کو بڑے طمطراق کے ساتھ علَم اور صلیبوں سے لیس پایا جو اس کے استقبال کے لئے آئے تھے اس کے سامنے خدمت کے لئے زمین بوس ہوئے اس کے قتل ہو جانے والے لڑکے کی تعزیت کی۔

جب وردان اپنے خیمہ میں پہنچا تو اس نے ان کے سامنے بادشاہ کا فرمان پڑھ کر سنایا۔ رومیوں نے سن کر اس کو بخوشی منظور کرلیا اور اطاعت کے لئے تیار ہو گئے۔

علامہ واقدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مجھے عامر زبیدی رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جس وقت وردان کو شکست دیکر باب شرقی پر واپس تشریف لائے تو وہاں ہمارے پاس حضرت عباد بن سعید حضرمی رضی اللہ عنہ جن کو حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بصرہ سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس لئے بھیجا تھا کہ وہ انھیں بتائیں کہ روم سے نوّے ہزار فوج ''اجنادین'' کی طرف چل پڑی ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو جب یہ اطلاع ملی تو آپ گھوڑے پر سوار ہوئے اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر کہا یاأمینَ الأمة! یہ عباد بن سعید الحضرمی رضی اللہ عنہ ہیں، انھیں شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے اس غرض سے روانہ کیا ہے کہ وہ مجھے اس بات سے مطلع کر دیں کہ ''اجنادین'' میں ہرقل سرکش نے نوّے ہزار فوج بھیجی ہے اور اس پر وردان کو امیر مقرر کیا ہے، لہٰذا میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ آپ کی کیا رائے ہے؟

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے ابوسلیمان![1] ہمارے خاص خاص بہادر اور کمانڈر اس وقت مختلف مقامات اور الگ الگ شہروں میں بکھرے ہوئے ہیں۔

مثلاً: شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ بصرہ میں، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حوران میں، یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ بلقاء میں، نعمان بن مغیرہ رضی اللہ عنہ ارضِ تدمر میں، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ارضِ فلسطین میں۔

اس لئے میرے نزدیک بہتر اور درست رائے یہ ہے کہ ہم ان سب کو لکھ بھیجیں کہ یہ حضرات ہمارے پاس آ جائیں اور اس کے بعد ہم دشمن کا قصد کریں اور مل کر اس پر حملہ کریں۔

فتح و نصرت صرف اور صرف اللہ جل جلالہ ہی کے قبضہ و قدرت میں ہے۔

اس مشورہ کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو حسب ذیل خط لکھا:

---

[1] یہ حضرت خالد کی کنیت ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا مکتوب بنام حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ

بسم الله الرحمن الرحيم

امابعد فان اخوانك المسلمون قدعوّلوا على المسير إلى الاجنادين فان هناك من العدو تسعين الفاوهم يريدون المسير الينا (يريدون ليطفئوا نورالله بافوا ههم والله متم نوره ولو كره الكافرون)، فاذا وصل اليك كتابى هذا فاقدم بمن معك من المسلمين إلى اجنادين فانك تجدنا هنالك ان شاء الله تعالىٰ.

والسلام عليك و على من معك

اللہ عزوجل کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم فرمانے والا

امابعد

بیشک آپ کے مسلمان بھائیوں نے ''اَجْنَادِیْن'' جانے کا قصد کرلیا ہے کیونکہ وہاں نوّے ہزار دشمنِ اسلام جمع ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے نور کو اپنی افواہوں (پھونکوں) سے بجھا دیں اور اللہ عزوجل اپنے نور کو مکمل فرمانے والا ہے اگرچہ کافروں کو یہ بُرا ہی لگے۔ دشمنانِ اسلام ہماری طرف چل پڑے ہیں لہٰذا آپ کے پاس جیسے ہی میرا یہ خط پہنچے اپنے تمام ساتھیوں کو اپنے ہمراہ لے کر ''اجنادین'' کی طرف چل پڑو، ہمیں بھی آپ وہاں پائیں گے انشاء اللہ عزوجل۔ آپ کو اور آپ کے تمام مسلمان ساتھیوں کو سلام!۔

جنگِ اجنادین

جنگِ اجنادین

لشکرِ اسلام کی اجنادین کی طرف روانگی

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آپ نے جو خط ارسال کیا، اسی مضمون کی چند کاپیاں اور نقول آپ نے مسلمانوں کے دوسرے کمانڈروں کو بھی جن کا ذکر ماقبل میں ہم کر چکے ہیں، بھیجیں اور اس کے بعد کوچ کا حکم دے دیا۔ خیموں کو اونٹوں پر لادا، دوسرے اموال اور بکریوں کو ہانک دیا اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں ساق لشکر (لشکر کے پیچھے پیچھے) میں بکریوں، عورتوں اور مالِ غنیمت کے ساتھ رہوں اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب خاص کے ساتھ ساتھ فوج کے مقدمہ الجیش (ہراول دستہ) پر موجود رہیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں! بلکہ میں ساق پر رہوں گا اور تم فرنٹ پر رہو۔ اگر وردان کے لشکر سے تمہارا سامنا ہو جائے تو وردان اور اس کا لشکر تم سے مرعوب اور ہیبت زدہ ہو جائے گا اس لئے تم اسے عورتوں، بچوں، مالِ غنیمت تک نہیں آنے دو گے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا بہت اچھا، میں آپ کے حکم کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ پھر لشکر کی روانگی سے قبل حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"اے لوگو! تم ایک لشکر کثیر اور جم غفیر کی طرف جا رہے ہو، اپنی ہمت کو بیدار کر لو اور موت سے پیار کر لو اور جو اللہ عزوجل نے تمہارے لئے (آخرت میں نعمتیں) تیار کر رکھی ہیں اس کے لئے عمل کرو، اللہ عزوجل نے تم سے فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے پھر آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

﴿ كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴾

"بارہا کم جماعت غالب آئی بڑے گروہ پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔"[1]

اس مختصر خطاب کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لشکر کو اپنے ہمراہ لیا اور خود مقدمۃ الجیش میں ہو گئے اور لشکر روانہ ہو گیا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ایک ہزار سواروں کے ساتھ یہیں مقیم رہے۔ علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

---

[1] پارہ 2، البقرۃ 249، ترجمہ کنزالایمان

جب اہلِ دمشق نے مجاہدین کو جاتے دیکھا تو خوشی سے اُچھل پڑے اور بغلیں بجانے لگے اور ان کا گمان یہ تھا کہ ان کو ہماری فوج کے "اجنادین" میں پہنچنے کی خبر ہو گئی ہے اس لئے اپنے ملک عرب کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ بعض اہل دانش کی رائے یہ تھی کہ اگر یہ "بعلبک" کا رُخ کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ یہ بعلبک، نیز حمص کو فتح کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور اگر "مرج شَحُوْراء" اور "مرج راهط" کے راستہ کی طرف جائیں تو پھر سمجھ لو کہ اُن کا حجاز بھاگنے کا ارادہ ہے، بلکہ جو بلاد انھوں نے فتح کئے تھے ان کو بھی چھوڑ جائیں گے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

دمشق میں بولص بن بلقاء نامی ایک بہت بڑا جرنیل تھا۔ نصرانیوں میں اس جرنل کی بہت قدر و منزلت تھی حتیٰ کہ بادشاہ ہرقل کے پاس جب کسی سلطنت کے ایلچی یا سفیر آتے تھے اور ہرقل اُن کے کسی پیام اور جواب میں عاجز ہوتا تھا تو بادشاہ اسے مشورہ کے لئے بلا کر جواب دیا کرتا تھا۔ یہ شخص تیراندازی میں بہت ماہر تھا اس نے اس زور سے درخت میں کھینچ کر تیر مارا تھا کہ یہ تیر اس درخت میں گھس کر اس کے اندر رہ گیا تھا اور بولص نے درخت پر لکھ دیا تھا کہ "اگر کسی کو شجاعت اور بہادری کا دعویٰ ہو تو وہ درخت کے دوسری جانب سے تیر مار کر گھسا دے" اور اس درخت اور تیر کے متعلق اس کی یہ بات بہت عام اور مشہور ہو گئی تھی۔

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سے شام پر چڑھائی کی تھی، بولص آج تک ان سے جنگ کے لئے نہیں نکلا تھا۔ آج جب اہل دمشق نے مسلمانوں کو دمشق سے مراجعت کرتے دیکھا تو وہ اکٹھے ہو کر بولص کے پاس آئے۔ اس نے ان سے آنے کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ اہل عرب جا رہے ہیں۔ اب اگر تو چاہے تو تیرے لئے موقع ہے کہ بادشاہ اور اہل شام کی نظروں میں اپنی وقعت اور مرتبہ ہمیشہ کے لئے قائم کرے۔ بہتر ہو کہ تو ہمارے ساتھ چلے اور جو شخص ان میں سے رُکا ہو یا پیچھے رہ جائے اسے گرفتار کرے اور اگر تم سمجھو کہ ہمیں ان کے ساتھ جنگ کرنی چاہئے، تو ہم سب تمھاری اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے تمھارے ساتھ ہیں اور تیرے ساتھ مل کر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔

بولص نے کہا: تمھاری مدد سے میرا ہاتھ کھینچنا اور پیچھے رہنا محض اس وجہ سے تھا کہ میں نے دیکھا کہ تم لوگ عربوں کا مقابلہ کرنے میں نہایت کم ہمت اور انتہائی بزدل واقع ہوئے ہو اس لئے میں نے تمھاری مدد نہ کی لہٰذا اب بھی مجھے عربوں سے جنگ و قتال کی کوئی ضرورت نہیں۔

انھوں نے کہا: ہمیں مسیح اور انجیل کی قسم! اگر تم ہمارے ساتھ چلو، ہم آخر دم تک تمھارا ساتھ دینگے، ہم میں سے کوئی شخص میدان سے پسپائی اختیار نہیں کرے گا اور ہم تمھیں اس امر کا اختیار دیتے ہیں کہ جو شخص ہم سے میدان جنگ سے راہِ فرار اختیار کرے اور مقابلہ سے جان بچا کر بھاگے تم اس کو قتل کر دینا۔ کوئی شخص تم پر اعتراض نہیں کرے گا۔

جس وقت سب عہد و پیمان کر چکے اور بولص نے اُن سب کا اعتماد حاصل کر لیا تو اُٹھ کر گھر چلا گیا۔ اپنی زرہ زیب تن کی اور مسلح ہو کر نکلنے کو تھا کہ اس کی بیوی نے پوچھا: کدھر کا ارادہ ہے؟ بولص نے کہا: مجھے اہلِ دمشق نے اپنا قائد اور حاکم مقرر کیا ہے اور میں ان عربوں سے دو دو ہاتھ کرنے چلا ہوں! اس کی بیوی نے کہا: تو ایسا ہرگز نہ کر اور آرام سے اپنے محل میں بیٹھ جا۔ تو ایسی چیز کی خواہش نہ کر جس کو پانے کی تجھ میں طاقت نہیں۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تم نے اپنے ہاتھ میں کمان پکڑی ہوئی ہے اور اس سے تم ہوا میں پرندوں پر تیر مار رہے ہو، کچھ پرندے تمھارے تیروں سے زخمی ہو کر زمین پر گر پڑتے ہیں مگر گرنے کے بعد پھر دوبارہ اُوپر کو اڑ جاتے ہیں، میں ان کے اٹھ کر دوبارہ اڑنے پر متعجب تھی کہ اچانک چند عقاب اور جارح قسم کے شاہین آتے ہیں اور وہ تمھارے اور تمھارے ساتھیوں پر اس زور سے جھپٹتے ہیں کہ اپنے پنجوں اور نوک دار ناخنوں سے تم سب کا سر اور منہ نوچ ڈالتے ہیں۔ یہ حالات دیکھ کر تم اور تمھارے ساتھی پشت پھیر کر بھاگ پڑتے ہیں مگر میں کیا دیکھتی ہوں کہ وہ عقاب جس شخص کے بھی پنجہ مار دیتا ہے وہ زمین پر گر جاتا ہے۔ یہ دیکھ کر میں ہڑبڑا کر ایک دم خوفزدہ ہو کر اٹھ بیٹھتی ہوں اور مجھے تیری سخت فکر دامن گیر ہو جاتی ہے اور میں تمھارے بارے بہت پریشان اور گھبرائی ہوئی ہوں۔

بولص نے یہ سن کر کہا: کیا تو نے مجھے بھی خواب میں بے ہوش ہو کر گرا ہوا دیکھا؟

اس نے کہا جی ہاں اللہ ﷻ کی قسم! میں نے دیکھا کہ ایک عقاب نے زور سے تمھارے اپنی منقار (چونچ) سے ٹھونگ ماری اور تمھیں گرا دیا۔ بولص نے اپنی بیوی کے زور سے ایک تھپڑ مارا اور کہا: تیرے پاس یہی ایک منحوس خبر تھی جو مجھے سنانے کے لئے رہ گئی تھی؟ پرے دفع ہو مرن جوگی نہ ہووے تے! افسوس کہ عربوں کا رعب تیرے دل پر اس قدر چھایا ہوا ہے کہ ہر وقت وہی تیرے دل و دماغ پر مسلط رہتے ہیں حتیٰ کہ خواب میں بھی تو انہی کو دیکھتی ہے۔ سن لے! تجھے ان عربوں سے متعلق خوف کھانے کی ضرورت نہیں، میں عنقریب ان کے امیر کو تیرا خادم بنا دوں گا اور اس کے ساتھیوں کو بکریوں اور خنزیروں کے چرواہے بنا کر چھوڑوں گا۔

اس کی بیوی نے کہا: میں نصیحت کرتی ہوں باقی آگے تیری مرضی جو تیرے من میں آئے کرتا چل۔

بولص نے بیوی کی بات پر کچھ توجہ نہیں دی اور من موجی ہو کر لڑائی کے لئے تیار ہوا اور گھوڑے پر سوار ہو کر گھر سے نکل کھڑا ہوا اور اہل دمشق کے چھ ہزار سوار اور دس ہزار پیدل جوان جو کہ سب کے سب جنگ آزمودہ اور فن حرب کے ماہر اور تجربہ کار تھے، اپنے ساتھ لے کر عربوں سے مقابلہ کے لئے میدان جنگ کی طرف چل دیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ چونکہ مقدمۃ الجیش میں تھے اور آپ عورتوں اور بچوں سے بہت آگے دور نکل چکے تھے اور عورتوں بچوں اور اموال وغیرہ کے ساتھ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے۔ اس لئے بولص اور اہل دمشق نے انہی کا

تعاقب کیا۔ آپ مع اپنے ساتھیوں کے اونٹوں پر سوار چلے جارہے تھے کہ اچانک آپ کے ساتھیوں میں سے ایک نے دور سے غبار اڑتا دیکھا۔ اس نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بتلایا اور کہا کہ میرا گمان یہ ہے کہ یہ ہمارے دشمن کا غبار ہے۔ آپ نے فرمایا بے شک اہل دمشق معلوم ہوتے ہیں اور ہماری تعداد کم دیکھ کر ان کے منہ میں پانی آ گیا ہے اور یہ ہم پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ یہ کہہ کر آپ وہاں ٹھہر گئے۔ عورتوں کے ہودج اور بکریاں وغیرہ آ آ کر آپ کے پاس جمع ہو گئیں، ساتھ ہی غبار بڑھنے لگا، آوازیں بلند ہونے لگیں۔

آپ نے فرمایا: اے گروہ مسلم! ہوشیار ہو جاؤ، دشمن سر پر پہنچ گیا ہے! آپ نے ابھی خطرے کا سارن بجایا ہی تھا کہ اتنے میں دشمن کی فوج گھٹا ٹوپ اندھیرے کی طرح چھا گئی۔ بولص فوج کے آگے تھا۔ جس وقت اس نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو چھ ہزار سواروں کے ساتھ آپ پر حملہ آور ہوا۔ بولص کا بھائی بطرس پیدل فوج کے ساتھ خواتین اسلام کی طرف بڑھا اور کچھ خواتین کو گرفتار کر کے دمشق کی طرف لوٹ گیا اور جس وقت ''دریائے استریاق'' پر پہنچا ہے تو بطرس وہاں اس غرض سے ٹھہر گیا کہ اپنے بھائی بولص کے متعلق معلوم کرے کہ کیا ہوتا ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی خبر ہونا اور آپ کا لوٹنا

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کفار روم کی طرف سے نازل ہونے والی افتاد اور آفت ناگہانی کو دیکھ کر فرمایا: واللہ! خالد کی رائے ساقِ لشکر پر رہنے کے متعلق بہت زیادہ مناسب تھی۔ بولص نے آپ کو تاک لیا اور آپ کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کے سر پر عَلم اور صلیبیں معلق تھیں، اس وقت عورتیں سخت بے چین ہوئیں اور بچوں نے چلانا شروع کر دیا۔ ایک ہزار مسلمان جو اس وقت یہاں موجود تھے، رومیوں کی طرف چل دیئے اور سامنے آ گئے۔

دشمنِ خدا بولص نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا قصد کیا اور آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ بھی سینہ سپر ہو کر مقابلہ میں ڈٹ گئے پھر دونوں میں گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مشرکوں کے درمیان دُوبدُو لڑائی ہونے لگی۔ غبار سروں پر بلند ہونے لگا اور اس زور شور سے تلوار چلی کہ ارضِ سحورا کا رنگ سرخ ہو گیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بولص کے مقابلہ میں اگرچہ بہت پریشان ہوئے مگر پورے صبر و استقلال کے ساتھ ڈٹے رہے۔

حضرت سہیل بن صباح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک عمدہ یمنی پنج کلیان گھوڑے پر سوار تھا۔ میں نے اس کی لگامیں چھوڑ دیں اور وہ ایک برق خاطف (کوندتی ہوئی بجلی) کی طرح آناً فاناً مجھے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے گیا۔ میں نے چیخ کر آواز دی۔ آپ نے گھوڑا موڑ کر فرمایا: اے ابن صباح رضی اللہ عنہ! کیا ہوا؟

میں نے کہا: اے امیر! حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور عورتوں کی مدد کو پہنچو! دمشق کی طرف سے فوج نے ان پر چڑھائی کر دی ہے اور کچھ عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اس وقت سخت مشکل میں ہیں اور یہ مصیبت

ان کے لئے ناقابل برداشت ہے۔

آپ نے یہ خبر سن کر "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن" پڑھا اور فرمایا: واللہ! میں نے پہلے ہی حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا تھا کہ آپ ساق لشکر پر مجھے چھوڑ دیجئے، مگر انھوں نے نہ مانا۔ خیر! حکم خداوندی میں کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں جو دکھ مصیبت تقدیر میں لکھا ہو وہ مل کر ہی رہنا ہوتا ہے۔

اس کے بعد آپ نے حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ایک ہزار سوار لے کر فوراً پہنچیں اور عورتوں کی حفاظت کریں۔ ان کے پیچھے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک ہزار سوار دے کر فرمایا: دشمن کے مقابلہ کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ ان کے بعد حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کو حضرت قیس بن ہبیرہ المرادی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک ہزار فوج دے کر ان کو روانہ فرمایا۔ پھر خود بنفس نفیس تمام لشکر کو لے کر چل پڑے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بولص کے ساتھ جنگ میں مشغول تھے کہ مسلمانوں کا لشکر پہنچ گیا اور اللہ عزوجل کے دشمنوں پر چاروں طرف سے چھا گیا۔ اسلام کے بہادر جوانوں نے اس زور سے حملہ کیا کہ صلیبیں جھک گئیں۔ رومیوں کو اپنی ذلت وخواری کا یقین ہو گیا۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ آگ کے شعلہ کی طرح بولص کی طرف بڑھے جس وقت خدا کے دشمن نے آپ کو دیکھا ہوش اڑ گئے، برگ بید کی طرح تھر تھر کانپنے لگا اور چونکہ ان کی بہادری شجاعت اور سپہ گیری کے جوہر کلوص اور عزرائیل کے لشکر کے مقابلے میں نیز بیت لہیا کے میدان میں شہر پناہ کی دیوار سے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر چکا تھا اس لئے انھیں دیکھ کر فوراً پہچان لیا اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا:

اے عربی! تمھیں اپنے دین کی قسم! اس شیطان کو مجھ سے دور رکھو، میرے پاس نہ آنے دو اس جن کو! حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں شیطان اسی وقت تو ٹھہروں گا جس وقت تیری طلب پر تیرے پاس آنے میں مَیں تقصیر کروں گا، یہ کہہ کر آپ نے ایک دم اس کے ایک نیزہ مارا۔ بولص نے جب اپنی طرف نیزہ آتے دیکھا تو جان بوجھ کر خود ہی گھوڑے سے نیچے گر پڑا اور پیدل اپنے لشکر کی طرف بھاگا۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ بھی گھوڑے سے اتر کر اس کے تعاقب میں دوڑے اور فرمایا: تو کہاں جاتا ہے، حالانکہ تیرا شیطان تیرے پیچھے پیچھے تیری طلب میں ہے۔ اس نے جواب دیا: بدوی مجھے زندہ رہنے دے، میری زندگی کے ساتھ ساتھ تمھاری عورتوں اور بال بچوں کی بھی زندگی وابستہ ہے۔ یہ سن کر آپ نے قتل سے ہاتھ روکا اور زندہ گرفتار کر لیا۔ ادھر مسلمانوں نے دل کھول کر رومیوں کے ساتھ سخت قتال کیا اور انھیں ناکوں چنے چبوائے۔

علامہ واقدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ماجد بن رویم العبسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھی جنگ [illegible] کے روز حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لشکر میں حاضر تھا، رومی فوج کی تعداد تقریباً [illegible] ہزار تھی [illegible] نے انھیں چاروں طرف سے گھیر کر ان پر خوب شمشیر زنی کی۔

حضرت رفاعہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جہاں تک ہمیں علم ہے ان چھ ہزار میں سے ایک سو سے زیادہ زندہ بچ کر نہیں گئے۔

کہتے ہیں کہ جب حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو اپنی بہن مجاہدہ اسلام حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا کی گرفتاری کا پتا چلا تو آپ کو بہت گراں گزرا۔ آپ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انھیں بھی اس کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں ہم نے ان کا سردار پکڑا ہوا ہے۔ ہمیں اپنی خواتین کی رہائی کے لئے دمشق ضرور چلنا ہے۔ ان قیدیوں کے تبادلہ میں ہم اپنی عورتوں کو رہا کرا لیں گے۔ اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ عورتوں کو آہستہ آہستہ لے کر چلیں، میں قیدی خواتین کی رہائی کے لئے جا رہا ہوں آپ نے دو ہزار سوار چیدہ چیدہ منتخب فرمائے اور اپنے ساتھ کر لئے اور باقی تمام لشکر اس اندیشے سے کہ کہیں وردان اور اس کے لشکر سے راستہ میں ٹکراؤ نہ ہو جائے، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہنے دیا آپ قیدیوں کی رہائی کے لئے چل دیئے۔

حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ میسرہ بن مسروق العبسی، ضرار بن ازور رضی اللہ عنہم اور چند سرداران قوم اور رؤسا آپ کے آگے آگے چل رہے تھے۔ راستہ تیزی کے ساتھ طے ہو رہا تھا۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے:

ترجمہ اشعار:

- یارب آپ ہماری جن مصیبتوں کو دیکھ رہے ہیں دور کر دیجئے اور مجھے جلدی سے حسرت کی موت نہ دیجئے۔
- میری یہ تمنا اور خواہش ہے کہ میں اپنی آنکھوں سے اپنی بہن خولہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ لوں۔
- میرے دوستو! میرے ساتھ دشمن کی طرف چلو، تاکہ میں اپنی مراد اور خواہش کو جلدی سے حاصل کر سکوں۔
- پھر اگر میں نہ لڑ مروں تو تم میری داڑھی مونڈ دینا۔

کہتے ہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہ سن کر ہنس پڑے۔ یہ حضرات برابر راستہ طے کرتے ہوئے چلے جا رہے تھے جب دریائے استریاق کے قریب پہنچے تو دور سے ایک غبار اٹھتا ہوا نظر آیا جس میں علم لہراتے ہوئے اور تلواریں چمکتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ عجیب حیرت انگیز بات ہے!

حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میری رائے میں یہ شاید دمشق کے باقی ماندہ سوار ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نیزے تان کر تیار ہو جاؤ، تاوقتیکہ یہ معلوم نہ ہو جائے کہ کیا معاملہ ہے؟ آپ کے فرمان کے مطابق مسلمانوں نے نیزے تان لئے اور آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ کہتے ہیں کہ جس وقت بولص کا بھائی بطرس خواتین عرب کو گرفتار کر کے نہر استریاق پر پہنچا تو اپنے بھائی کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے ٹھہر گیا۔ وہاں اس نے اپنے سامنے ان عورتوں کو بلا کر کھڑا کیا۔

حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر ان میں کوئی زیادہ حسین عورت نہیں تھی، اس لئے اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ میری ہے اور میں اس کا ہوں۔ اس کے بارے میں کوئی شخص مجھ سے معارضہ نہ کرے۔ لوگوں نے اس کی اس بات کو مان لیا۔ اسی طرح باقی دمشقیوں نے ایک ایک عورت کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ عورت میری ہے پھر انھوں نے بکریوں کو اور دوسرے اموال کو جو انھوں نے لوٹا تھا، جمع کیا اور اس کے بعد بولص کا انتظار کرنے لگے۔

جو مسلمان عورتیں گرفتار ہوئی تھیں ان میں زیادہ تر قوم حمیر، قبیلہ عمالقہ اور تبابعہ کی سیانی اور تجربہ کار خواتین بھی تھیں، جو گھوڑے کی سواری، راتوں رات سفر کرنے اور وقتاً فوقتاً قبائلی لڑائیوں میں حصہ لیتے رہنے کی وجہ سے مقابلہ کرنے کی خوگر اور عادی ہو چکی تھیں۔ کہتے ہیں کہ خواتین نے آپس میں میٹنگ کی اور ان جمع ہونے والی خواتین سے حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا نے انھیں مخاطب کر کے کہا:

حمیر کی بیٹیو! اور قبیلہ تبع کی یادگارو! کیا تم اس بات پر راضی ہو اور پسند کرو گی کہ رومی بے دین کافر پلید تم پر غالب آجائیں اور تمھیں لونڈیاں بنا کر رکھیں؟ کہاں گئی تمھاری وہ شجاعت اور کیا ہو گیا تمھاری اس غیرت کو جس کا چرچا عرب کی لونڈیوں کی زبان پر عام رہا اور جس کا ذکر اہل عرب کی محفلوں اور مجلسوں میں ہوا کرتا تھا؟ افسوس! میں تمھیں غیرت و حمیت سے خالی اور شجاعت و برتری سے عاری اور کنارہ کشی اختیار کیے ہوئے دیکھ رہی ہوں۔ میرے نزدیک اس آنے والی مصیبت سے تمھارا قتل ہو جانا بہتر اور رومی کتوں کی خدمت کرنے کے لئے زندہ رہنے سے، مر جانا افضل ہے۔ یہ سن کر عفرہ بنت غفار حمیریہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

اے بنت ازور رضی اللہ عنہا! تم نے ہماری شجاعت و برتری، عقل و دانائی، بزرگی اور مرتبہ کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک امر واقعہ اور حقیقت ہے اور اس میں بھی کیا شبہ ہے کہ ہمیں گھوڑے کی سواری میں مہارت ہے اور دشمن کا راتوں کے وقت بھی قافیہ تنگ کر دینا آتا ہے، مگر یہ بتلائیے کہ جو اپنے پاس نہ گھوڑا رکھتا ہو نہ نیزہ اور اس کے پاس کوئی ہتھیار ہو نہ تلوار، وہ بھلا کرے تو کیا کرے؟ آپ جانتی ہی ہیں کہ ہمیں دشمن نے اچانک گرفتار کر لیا اور اس وقت ہم بالکل غیر مسلح تھیں اور ہم بکریوں کی طرح اِدھر اُدھر بھٹکتی پھر رہی تھیں۔

یہ جواب سن کر حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا نے فرمایا: قبیلہ تبع کی بیٹیو! تمھاری غفلتوں کا کوئی ٹھکانا ہے؟ خیموں کی چوبیں اور بانس نظر نہیں آتے ہیں؟ ہمیں چاہیے کہ انہی چوبوں، بانسوں کو اٹھا کر بدبخت دشمن پر حملہ کر دیں! ممکن ہے کہ ارحم الراحمین ہماری ان کافروں کے مقابلہ میں غیبی مدد فرما دے اور ہم ان پر غالب آجائیں ورنہ کم از کم شہید ہی ہو جائیں تاکہ یہ ذلت و رسوائی کا دھبہ تو ہمارے ماتھے پر نہ لگے!

عفرہ بنت غفار رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ عزوجل کی قسم! میرے نزدیک بھی آپ کی یہ رائے نہایت مناسب ہے اور خدا لگتی کہوں مجھے تو بہت پیاری لگی ہے۔

اس کے بعد ہر ایک عورت نے خیمہ کی ایک ایک چوب اٹھائی۔ حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا کمر باندھ کر ایک چوب کاندھے پر اٹھائے آگے ہوئیں ان کے پیچھے عفرہ بنت غفار رضی اللہ عنہا، ام ابان بنت عتبہ، سلمہ بنت نعمان بن المقر رضی اللہ عنہن اور دوسری عورتیں چلیں۔

خواتین اسلام کا قابلِ تقلید کارنامہ

پھر کہنے لگیں: رومی خنزیرو! کسی میں ہے جنگ کی ہمت تو میدان میں آؤ! هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ کا نعرہ لگا کر جنگ کی منتظر ہوئیں اور خواتین کی اس مختصر سی اسلامی فوج کو مخاطب کر کے حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا اس طرح تنظیم اور ڈسپلن کا درس دینے لگیں:

زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک دوسری سے ملی رہنا کہیں بکھر نہ جانا اگر خدانخواستہ تم ادھر ادھر منتشر ہو گئیں، اکٹھی نہ رہیں تو یاد رکھو تمھارے سینے چھلنی کر دیئے جائیں گے، تمھاری گردنوں کو تلوار کاٹ دے گی، تمھاری کھوپڑیوں کو اڑا دیا جائے گا اور تم سب کا یہیں ڈھیر ہو کر رہ جائے گا۔

یہ کہہ کر آپ نے پیش قدمی کی اور ایک رومی کے سر پر چوب سے ایسی ضربِ کاری لگائی کہ دھڑام سے گرا اور موقع پر ہی ہلاک ہو گیا۔ رومیوں میں کھلبلی پڑ گئی۔ ایک دوسرے سے دریافت کرنے لگے کہ "کیا ہو گیا؟" اچانک چوبیں اٹھائے عورتوں کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ بطرس نے چلا کر عورتوں سے کہا "بدبختو! تمھیں کیا ہو گیا ہے یہ کیا کرتی ہو؟"

حضرت عفرہ بنت غفار الحمیر یہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ آج ہم نے ارادہ کر لیا ہے کہ ان چوبوں کے ذریعے تمھارے دماغوں کو درست اور تمھاری زندگیوں کا سلسلہ منقطع کر کے اپنے اسلاف کے چہروں سے ننگ و عار کا داغ دھبہ دھو ڈالیں!

بطرس یہ سن کر ہنسا اور اپنی قوم کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا: ڈوب مرو، تُف ہے تم پر۔ یہ زنانہ فوج تمھیں آگے لگائے پھرتی ہے، ان کو منتشر کر کے زندہ ہی قابو کر لو۔ تم میں سے جو شخص خولہ کو پکڑے اس پر لازم ہے کہ وہ اس کے ساتھ کسی ناپسندیدہ امر کا خیال تک نہ لائے (کیونکہ اس کو میں اپنے لئے مخصوص کر چکا ہوں)۔

کہتے ہیں کہ رومیوں نے انھیں چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا تھا، چاہتے تھے کہ ان تک پہنچیں مگر چونکہ جو بھی ان کے قریب بھٹکنے کی کوشش کرتا تھا یہ پہلے تو چوب سے اس کے گھوڑے کی ٹانگیں توڑ دیتی تھیں اور جب سوار اوندھے منہ گرتا، تو مار مار کر اس کا سر کچل دیتیں۔ اس لئے ان تک کوئی نہ پہنچ سکا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عورتوں نے اسی طرح تیس سوار موت کے گھاٹ اتار دیئے۔ بطرس یہ دیکھ کر سخت پیچ و تاب کھا گیا۔ گھوڑے سے نیچے اترا۔

اور اسے پیادہ دیکھ کر اس کے ساتھی بھی اتر آئے اور پیدل ہو گئے۔ تلواریں اور نیزے لے کر ان کی طرف بڑھے، عورتیں آپس میں ایک دوسرے کی طرف لپکیں اور آپس میں کہنے لگیں ذلت کی زندگی سے عزت سے اللہ ﷻ کی راہ میں لڑتے ہوئے جان دے دینا افضل ہے۔

رومی کمانڈر بطرس نے خواتین اسلام کے مقابلے میں اگرچہ بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر اُن کی بہادری اور شجاعت کے سامنے کفِ افسوس ملنے کے سوا اور کچھ نہ کر سکا۔ حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا کی طرف اس نے دیکھا جو ایک شیرنی کی طرح غرّا رہی ہیں اور وہ رزمیہ اشعار پڑھ رہی ہیں:

- ہم قبیلہ تبع اور حمیر کی لڑکیاں ہیں، ہمارے لئے تمھیں قتل کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔
- کیونکہ ہم جنگ میں ایک بڑھتی اور دہکتی ہوئی آگ ہیں۔ کافرو! سن لو! آج ہم تمھیں سخت عذاب میں مبتلا کریں گی۔

بطرس نے جب حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا کی زبان سے یہ اشعار سنے، آپ کا حسن و جمال دیکھا اور قد رعنا ملاحظہ کیا، تو آپ کے قریب آ کر گویا ہوا: عربیہ! تم باز آ جاؤ، میرے دل میں تمھاری بڑی عزت ہے اور میں اپنے دل میں تمھارے لئے ایک ایسا راز رکھتا ہوں جس کو سن کر تمھیں یقیناً فرحت ہوگی۔ کیا تمھیں یہ پسند نہیں کہ میں تمھارا مالک ہو جاؤں، حالانکہ میں وہ شخص ہوں جس کی تمنا تمام نصرانی عورتیں اپنے دل میں رکھتی ہیں۔ نیز میں زرعی زمینوں، باغوں، کثیر مویشیوں اور مال و اسباب کا مالک ہوں اور بادشاہِ روم ہرقل کی آنکھ کا تارا ہوں۔ اس کے نزدیک جو کچھ میری عزت اور قدر و منزلت ہے وہ کم ہی کسی کو نصیب ہو گی اور یہ سارے مال، زمینیں، باغات عزتیں اور عہدے تمھارے لئے ہوں گے، تمھیں چاہئے کہ اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو! اور خود کو خطرات میں ڈال کر اپنی زندگی ضائع نہ کرو!

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بد بخت کافر! بدکار اولاد، فاجر کے تخم! اللہ ﷻ کی قسم! اگر میرے بس میں ہو تو میں ابھی اس لٹھ سے تیرا سر پھوڑ کر، بھیجا نکال دوں، واللہ میں تو تجھ جیسے شخص کو اپنے اونٹ چرانے اور بھیڑ بکریوں کی رکھوالی کے لئے نوکر رکھنا بھی پسند نہ کروں، چہ جائیکہ تو میری برابری اور ہمسری کے خواب دیکھتا ہے۔

بطرس یہ سن کر غصہ میں لال پیلا ہو گیا، اس کی آنکھوں سے آگ برسنے لگی ساتھیوں سے کہنے لگا: تمام ملک شام میں اور گروہ عرب میں تمھاری اس سے بڑی ذلت اور رسوائی کیا ہو گی کہ عورتیں تم مردوں پر غالب آ جائیں؟ شرم کرو، یسوع مسیح اور بادشاہ ہرقل کی ناراضگی سے ڈرو اور ان مٹھی بھر خواتین اسلام کو قتل کر دو۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مشرکین یہ سن کر طیش میں آ گئے اور فوراً حملہ کر دیا۔ خواتین اسلام اس حملہ کو بڑی استقامت سے، عزم و حوصلے اور صبر و سکون

سے برداشت کر رہی تھیں کہ اسی اثناء میں انھوں نے دیکھا کہ گرد وغبار اٹھ رہا ہے اور تلواریں چمک رہی ہیں۔ یہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا لشکر تھا جو قریب آ گیا تھا ادھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کچھ فاصلے پر ٹھہر کر اپنے جانبازوں سے فرمایا: تم میں سے کون شخص ہے جو مجھے اس معاملہ کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کی ڈیوٹی اپنے ذمہ لے گا؟

حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ نے سبقت کر کے اس خدمت کے لئے خود کو پیش کر دیا اور گھوڑے کی عنان پھیر دی۔ عورتوں کے قریب پہنچ کر لوٹے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو خواتین اسلام کے دشمن سے مدافعانہ جنگ لڑنے کی اطلاع دی۔ آپ نے بڑی حیرت کی، وہ عورتیں خاندان عمالقہ اور قبیلہ تبابِعَہ کی ہیں۔ بعض ان میں سے تُبَّعْ بِنْ اَقْرَنْ کی اور بعض تبع بن ابی کرب کی۔ بعض ذی رعین، بعض عبدالکلال المعظم اور بعض تبع بن حسان بن تبع کی ہیں۔ تُبّع بن حسان یہ وہی ہیں جنھوں نے قبل از ظہور، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا تھا اور آپ کی بعثت سے قبل آپ کی نبوت کی شہادت دی تھی نیز آپ کی شان اقدس میں حسب ذیل اشعار مرتب کئے تھے۔

ترجمہ اشعار:

- میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام روحوں کو پیدا کرنے والے اللہ تبارک وتعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
- آپ کی ایک اُمت ہوگی جس کا نام زبور میں ''اُمت احمد خیر الامم'' رکھا گیا ہے۔
- اگر میری عمر لمبی ہوئی اور اس نے آپ کے زمانہ مبارک تک وفا کی تو میں ان کا وزیر اور ان کا ابن عم ہوں گا۔

(حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا): اے رافع! ان عورتوں کے جنگی کارنامے اکثر جگہ پہلے ہی مشہور ہیں اور اگر واقعی انھوں نے ایسی ہی بہادری دکھائی ہے جیسا کہ تم ذکر کرتے ہو اور دشمن کے مقابلے میں اسی طرح شجاعت کے جوہر دکھائے ہیں، تو یاد رکھو! انھوں نے مردوں اور عربوں کی لڑکیوں پر قیامت تک اپنی بہادری کی دھاک بٹھا دی ہے اور عورتوں کی پیشانیوں پر ننگ وعار کا دھبہ لگنے سے ان کو محفوظ کر کے اس کا سہرا اپنے سر باندھ لیا ہے۔

کہتے ہیں کہ عورتوں کی اس غیر معمولی بہادری اور بے سروسامانی کے عالم میں بھی ایسی شجاعت دکھانے کا سن کر خوشی سے مسلمانوں کے چہرے دمک اٹھے۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے جب حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ سے یہ خبر سنی تو خوشی اور فرحت سے اُچھل پڑے اور والہانہ انداز میں ایک جست لگائی اور آپ پر جو پرانی چادر تھی، اتار پھینکی۔ نیزہ ہاتھ میں لیا اور یہ ارادہ کر کے کہ میں سب سے پہلے بناتِ اسلام کی مدد کے لئے پہنچوں، گھوڑے کی عنان پھیر دی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ضرار رضی اللہ عنہ! ذرا ٹھہرو جلدی نہ کرو۔ جو شخص کسی کام کو صبر واستقلال کے ساتھ کرتا ہے وہ ہمیشہ خوشی کے ساتھ اس کو پورا کر دیتا ہے لیکن اگر آدمی جلد بازی کرے تو پھر اس کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے اور اسے مراد کو پانے کی توفیق کم ہی ہوتی ہے۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر! بہن خولہ کی مدد کو پہنچنے کے لئے میرے ہاتھ سے دامنِ صبر چھوٹا ہی جا رہا ہے، آپ خود سوچیں کہ کوئی بھائی اپنی بہن کو دشمنوں کے نرغہ میں اور حالت جنگ میں سن کر کیسے رُکا رہ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: انشاء اللہ عزوجل آپ فتح کی خوشخبری بہت جلد سنیں گے۔

اس کے بعد آپ نے لشکر کے قریب گھوڑوں کو برابر، سر سے سر ملا کر کھڑا کیا۔ جھنڈوں کو اونچا کرنے کا حکم دیا اور خود قلب لشکر میں پہنچ کر حسب ذیل خطاب کیا:

''اے گروہ مسلمین! جس وقت تم دشمن کی فوج کے قریب پہنچ جاؤ تو متفرق ہو کر فوراً چاروں طرف سے اس کے گرد گھیرا تنگ کر دینا اور حریف کے پورے لشکر کو اپنے حصار میں لے لینا۔ اللہ عزوجل کی ذات پاک سے قوی اُمید ہے کہ وہ اس طرح ہماری خواتین کو دشمن کے پنجے سے نجات اور ہمارے بچوں کو آزادی عطا فرمائے گا۔''

مسلمانوں نے اس کا جواب نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ اثبات میں دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس کے بعد لشکر کے آگے آگے چلے۔ رومی فوج خواتین اسلام کے ساتھ ہنوز برسر جنگ ہی تھی کہ لشکر اسلام توحید کے علم لہراتے ہوئے دشمن کے سر پر پہنچ گیا۔

مجاہدات کی رومیوں سے جنگ

حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا نے بلند آواز سے مسلم مجاہدات سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے قبیلۂ تبابعہ کی لڑکیو! اللہ عزوجل کی طرف سے تم پر رحمت نازل ہوئی ہے اور اس کریم و رحیم ذات نے محض اپنے فضل اور مہربانی سے تمہارے دلوں کو خوش کیا۔

کہتے ہیں کہ بطرس نے جب اہل توحید کی فوج کو بڑے منظم طریق سے قریب آتے ہوئے دیکھا کہ ان کے نیزے سرکنڈے کے جنگل کی طرح گھنی قطاریں بنائے لہرا رہے ہیں اور ان کی شمشیریں بجلی کی طرح چمکتی دکھائی دیتی ہیں، تو اس کا دل دھڑکنے لگا اور اس کے شانوں کا گوشت پھڑکنا شروع ہو گیا۔ اہل روم کی حالت یہ ہوئی کہ وہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ (کہ اب کریں تو کیا کریں کہ نہ پائے رفتن نہ پائے ماندن؟) بطرس ان کے درمیان سے نکلا اور چلّا چلّا کر کہنے لگا:

اے گروہ خواتین! یقین کرو کہ تمہارے لئے میرے دل میں رحم اور شفقت پیدا ہو گئی ہے اس لئے کہ ہماری بھی تم جیسی بہنیں بیٹیاں، مائیں اور پھوپھیاں ہیں۔ میں تم پر ترس کھا کر اس صلیب کے صدقے میں تمہیں آزاد کرتا ہوں، جس وقت تمہارے مرد پہنچیں تو انہیں تم اپنے ساتھ میرے اس حسن سلوک کی ضرور خبر دینا۔

یہ کہہ کر بطرس نے فرار کے ارادہ سے گھوڑے کی باگ پھیر دی، مگر اس سے پہلے کہ اس کا گھوڑا رفتار پکڑتا اس نے دیکھا کہ قلب لشکر سے دو سوار نکلتے ہیں جن میں سے ایک نے زرہ پہن رکھی ہے اور دوسرا ننگے بدن ہے، اور بغیر زین عربی گھوڑے کی برہنہ پشت پر جم کر بیٹھا ہے، ہاتھ میں ایک لمبا نیزہ ہے۔ یہ دونوں شہسوار بڑی برق رفتاری کے ساتھ اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے اس کی طرف بڑھ رہے ہیں اور شیر کی طرح دھاڑ رہے ہیں، ان میں سے ایک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سپہ سالارِ افواج اسلامیہ اور دوسرے شیر اسلام حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ ہیں۔

جس وقت حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو آواز دی اور کہا بھائی جان کہاں چلے؟ آپ کی مدد اور معاونت سے تو اللہ رب العزت نے ہمیں پہلے ہی مستغنی فرما دیا ہے۔

بطرس، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی طرف چلا کر کہنے لگا تم اپنے بھائی کے پاس چلی جاؤ! اگرچہ مجھے تمھاری جدائی شاق ہو گی مگر میں تمھیں ان کے حوالے کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر چاہا کہ بھاگ پڑے مگر ''بھاگ ماڑے'' حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے اس کی طرف بانہیں لمبی کرتے ہوئے فرمایا:

تم ہماری طرف ملاپ اور مہربانی کا ہاتھ بڑھاؤ اور اس کے جواب میں ہماری طرف سے بے رخی اور کج ادائی کا مظاہرہ ہو یہ ہم عربوں کی ریت ہے اور نہ شیوہ۔ تُو اپنی خواہش کا غلام اور مرضی کا طالب صادق بن کر دکھا، یہ کہہ کر آپ اس کے سامنے اس کا راستہ روک کر کھڑی ہو گئیں۔

بطرس نے کہا: میرے دل سے تیری محبت نکل چکی ہے اس لئے اب مجھے اپنی صورت نہ دکھلاؤ۔ آپ نے فرمایا: مگر مجھے ہر حالت میں تیرا ساتھ دینا چاہئے۔ یہ کہہ کر آپ اسکی طرف لپکیں۔ ادھر حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی اس کی طرف جھپٹے۔ فوج نے بھی اسی کی طرف رُخ کیا۔ جس وقت اس نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور آپ بھی اس کی طرف متوجہ ہوئے تو یہ چلا کر کہنے لگا: اے عربی! لو اپنی بہن کو لے لو تمھیں مبارک ہو! یہ میری طرف سے تمھیں ایک ہدیہ ہے۔

بطرس کا مارا جانا

آپ نے فرمایا: بہت اچھا، میں نے تمھارا ہدیہ قبول کیا مگر میرے پاس اس وقت ہدیہ کا بدلا دینے کو سوائے میرے اس نیزے کی اَنی (پیکان) کے اور کچھ نہیں یہی لے لو۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھتے ہوئے کہ:

﴿وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ﴾

''اور جب تمھیں کوئی کسی لفظ سے سلام کہے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو۔''[1]

[1] پارہ 5، النساء 86، ترجمہ کنزالایمان

اس پر حملہ کر دیا اور آپ کا نیزہ اس کے دل پر لگا، ادھر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے بڑھ کر اس کے گھوڑے کے پیروں پر ایک ضرب لگائی گھوڑا چکرا کر سر کے بل آیا اور یہ دشمن خدا قریب تھا کہ زمین پر گر جائے کہ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے اس سے پہلے ہی فوراً اس کے اس زور سے نیزہ مارا کہ پھل آر پار ہو گیا اور یہ مردہ زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے زوردار نعرہ لگایا اور فرمایا: ضرار رضی اللہ عنہ! ماشاء اللہ! خوب رہا، شاباش یہی وہ نیزہ مارنے کا انداز ماہرانہ ہے جس سے نیزہ باز کو ناکامی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ ادھر مسلمانوں نے رومیوں پر حملہ کر دیا اور یہ حملہ شعلہ جوالہ کی طرح اتنا یکایک کیا گیا تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے رومیوں کے تین ہزار ''مردانِ آزمودہ کار'' کشتہ ہو چکے تھے۔

حضرت حامد بن عون الربعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے شمار کیا تھا، حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ نے اس معرکہ میں تیس رومی قتل کئے تھے اور حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا نے خیمے کی چوب سے ہی متعدد رومیوں کو جہنم رسید کر دیا تھا۔ میں نے حضرت عفرہ بنت غفار الحمیریہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ آپ اس شدت سے لڑیں کہ اس سے قبل کبھی میں نے ان کو اس جاں بازی کے ساتھ لڑتی ہوئی نہیں دیکھا تھا۔

جو رومی فوجی مسلمانوں کی تلوار سے بچ رہے انھوں نے بھاگم دوڑ شروع کر دی۔ مسلمانوں نے بھی برابر ان کا تعاقب جاری رکھا حتیٰ کہ ان کا پیچھا کرتے کرتے دمشق تک جا پہنچے۔ شہر میں سے ان کے اہل میں سے کوئی بندہ ان کی مدد کرنے نہیں نکلا بلکہ ان پر اور زیادہ ہیبت چھا گئی اور پہلے سے بھی زیادہ وہ مرعوب اور خوفزدہ ہو گئے۔ مسلمان واپس پلٹے، مال غنیمت، گھوڑے اور دشمن کا چھوڑا ہوا اسلحہ جمع کیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس جلدی پہنچنے کی کوشش کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ وردان آپ کو جا گھیرے۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے بطرس کا سر اپنے نیزے پر لٹکایا اور لوگوں نے کوچ کر دیا۔ حتیٰ کہ کاروانِ اسلام مرج راهط [1] کے مقام پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے جاملا۔ آپ چلنے سے ٹھہر گئے تھے یہاں تک کہ مسلمان جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچے تو انھوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے بھی زور زور سے اللہ اکبر کی آوازیں بلند کیں جب قریب آئے تو ایک دوسرے کو سلام کیا عورتوں کو دیکھا تو بڑی فرحت اور خوشی ہوئی اور ان کے کارنامے سن کر بے حد خوشی حاصل ہوئی۔ اللہ عزوجل کی اس نصرت اور غیبی مدد کو دیکھ کر مسلمانوں کے دلوں میں یقین اور بھی پختہ تر ہو گیا کہ اب ''شام'' ان کا ہے اور یہ فتح و نصرت شام کی فتح کا پیش خیمہ اور بشارت و نوید ہے۔

---

[1] شام کے ایک مقام کا نام ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

بطرس کے بھائی کو دعوتِ اسلام

اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے "بولص" کو بلا کر اس کے سامنے اسلام پیش کیا اور فرمایا اسلام قبول کر لو ورنہ تیرا وہی انجام ہوگا جو تیرے بھائی کا ہوا۔

اس نے پوچھا کہ میرے بھائی کے ساتھ کیا ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ ہلاک کر دیا گیا ہے۔ یہ اس کا سر موجود ہے اور آپ نے اس کا سر منگا کر اس کے سامنے ڈال دیا۔ بھائی کا سر دیکھ کر بولص نے رونا شروع کر دیا اور کہنے لگا: بھائی کے مرنے کے بعد زندگی بے لطف ہوگئی اب مجھے جینے کا کوئی مزہ نہیں، مجھے بھی اسی کے ساتھ لاحق کر دو۔ چنانچہ حضرت میسب بن نجیبۃ الفزاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور حکم پاتے ہی بولص کی گردن اڑا دی اور مسلمان وہاں سے آگے چل پڑے۔

عساکر اسلامیہ کی اجنادین میں صف بندی

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی پوری سند کے ساتھ لکھتے ہیں: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جو خطوط اسلامی لشکروں کے امیروں کے نام ارسال کئے تھے۔ جیسے حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ! جب ان امراء اسلام کے پاس یہ خطوط پہنچے تو ہر امیر نے خط پڑھتے ہی اپنی اپنی فوج کو مسلمانوں کی مدد کے لئے چلنے کا فوراً حکم دے دیا اور یہ سردار اپنے ماتحت لشکر کو لے کر "اجنادین" پہنچ گیا۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام بیان کرتے ہیں: میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھا۔ سب ایک ہی تاریخ میں یعنی یکم جمادی الاولیٰ 12ھ کو تمام لشکروں کی آمد شروع ہوگئی تھی۔ مسلمانوں نے ایک دوسرے کو سلام کیا۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے دیکھا کہ رومیوں کا لشکر اتنا بڑا ہے کہ جسے شمار کرنا مشکل تھا۔ جس وقت ہم ان کے اتنے قریب ہوگئے کہ وہ ہمیں دیکھ سکیں تو انھوں نے ہمیں دیکھ کر اپنا ساز و سامان اور لشکر کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ سوار اور پیادہ فوجوں کی صف بندی کرنا شروع کر دی اور ہمارے سامنے اپنی افرادی قوت کا مظاہرہ کرنے کی غرض سے "اجنادین" کے میدان میں اپنی صفوں کو دور تک پھیلا دیا۔ اس وقت رومی لشکر کی نوّے (90) صفیں تھیں اور ہر صف میں ایک ہزار جوان موجود تھے۔

حضرت ضحاک بن عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بھی عراق گیا وہاں کسریٰ کا لشکر اور "جرامقہ" کی فوجیں دیکھیں مگر اللہ عزوجل کی قسم! میں نے رومیوں جیسا لشکر عظیم اکی تعداد اور اتنا زیادہ اسلحہ نہیں دیکھا تھا۔ ہم نے ان کے

مقابلے کیلئے یہیں پڑاؤ کیا۔ اگلے روز صبح سویرے رومیوں نے ہماری طرف پیش قدمی شروع کر دی، جس وقت ہم نے رومی فوج کی نقل وحرکت کو دیکھا تو ہم بھی چوکنا ہو گئے اور مقابلہ کی تیاری شروع کر دی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہو کر ہماری صفوں میں تشریف لائے اور فرمایا: مسلمانو! یاد رکھو جس قدر تمہارے مقابلے کیلئے آج لشکر موجود ہے تم اس کے بعد کبھی نہیں دیکھو گے اگر اللہ عزوجل نے اس لشکر کو تمہارے ہاتھوں سے شکست دے دی تو پھر کبھی بھی کوئی تمہارے مقابلے پر نہیں آ سکے گا۔ تم پر لازم ہے کہ جہاد میں جان کی بازی لگا دو۔ اللہ عزوجل کے دین کی مدد کرو۔ یاد رکھو! اگر تم نے میدان جنگ میں پشت دکھائی اور راہ فرار اختیار کی تو تمہارے سامنے دوزخ ہو گی۔ کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہو جاؤ اور تلواروں کو حرکت میں لے آؤ اور جب تک میں حکم نہ دوں از خود حملہ نہ کرنا۔ ہوشیار ہو جاؤ اور اپنے عزم وارادہ کو مضبوط رکھو۔

رومی لشکر کی تیاری

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھے باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ جس وقت جنرل وردان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جنگ کیلئے مجتمع اور حملہ کرنے کیلئے بالکل تیار اور آمادہ دیکھا تو اس نے اپنے ماتحت کرنل اور سرداروں کو جمع کر کے کہا:

اے رومیو! یاد رکھو بادشاہ ہرقل کو تم پر بہت ناز اور بھروسہ ہے اگر تم شکست کھا گئے، پھر کوئی شخص تمہارے بعد عربوں کے مقابلہ میں نہیں نکل سکے گا۔ عرب تمہارے علاقوں پر قبضہ کر لیں گے، تمہارے مردوں کو قتل کرنے کے بعد عورتوں کو قیدی بنا لیں گے۔ لہٰذا تمہیں جوانمردی سے لڑنے کیلئے تیار ہو جانا چاہئے اور ایک متفقہ حملہ کی منصوبہ بندی کرنی چاہئے۔ یاد رکھو تم ان سے تین گنا زیادہ ہو، تمہارے ہر تین شخصوں کے مقابلے میں ان کا محض ایک آدمی ہے۔ صلیب سے مدد طلب کرو، وہ ضرور تمہاری مدد کرے گی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا رومی لشکر کی جاسوسی کروانا

راوی کا بیان ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے مجاہدانِ اسلام! تم میں کون شخص ہے جو رومی لشکر کے پاس جا کر ان کی صحیح تعداد، ان کے ساز وسامان اور دیگر حالات کی ہمیں اطلاع دے؟ حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کام کیلئے میں تیار ہوں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واللہ اس کام کے لئے تم ہی موزوں ہو مگر اے ضرار! جس وقت تم دشمن کے پاس پہنچ جاؤ تو احتیاط رکھنا اور دشمن کے دھوکے میں نہ آنا اور اپنے نفس پر غرور کر کے اپنی جان کو خواہ مخواہ دشمن کے نرغے

میں نہ پھنسانا کیونکہ اللہ ﷻ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ ﴾

''اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔''[1]

تم خودکشی نہ کرنا۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کی باگ پھیری اور چل دیئے اور وہاں پہنچ کر آپ نے رومی لشکر کے ساز و سامان، خیمے، خودوں اور نیزوں کی چمک اور ان کے طمطراق اور تزک و احتشام کو دیکھا اور آپ نے پرندوں کے پروں کی طرح ان کے فوجی نشانوں اور چھوٹے بڑے جھنڈوں کو لہراتے ہوئے اور پھریرے اڑاتے ملاحظہ کیا۔ وردان جو اسلامی لشکر اور ان کے طور و طریق کو نظرِ عمیق سے دیکھ رہا تھا، اچانک اس کی نظر حضرت ضرار رضی اللہ عنہ پر پڑی اور وہ اپنے چند سرداروں سے کہنے لگا: میں نے ایک سوار کو آتے ہوئے دیکھا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ اپنی قوم میں کوئی معزز سردار ہے پس تم میں کون ہے جو اسے گرفتار کر کے لائے۔

یہ سنتے ہی فوج میں سے تیس جوان نکلے اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی طرف چل دیئے۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے جب انہیں اپنی طرف آتے دیکھا تو آپ پیچھے کو مڑے اور اُن جوانوں نے آپ کا پیچھا کیا اور وہ یہ سمجھے تھے کہ یہ مقابلہ سے بھاگ نکلا ہے مگر آپ نے جنگی چال کے ارادہ سے ایسا کیا۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ اس پلٹن کو ان کے لشکر سے دور کر کے پھر مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ جب یہ اپنے لشکر سے دور چلے آئے تو آپ نے گھوڑے کا رُخ ان کی طرف کر دیا۔ برچھا سنبھالا اور ایسی کاری ضرب لگائی کہ ان کا ایک سوار برچھا کھاتے ہی خاک و خون میں لوٹنے لگا۔ آپ فوراً ہی دوسرے پر پلٹے اور شیر ببر کی طرح حملہ کرتے ہوئے ان کے درمیان میں گھستے چلے گئے اور ان کے درمیان میں پہنچ کر اس زور کا نعرہ لگایا کہ دشمن کے دل دہل گئے اور ان پر رعب چھا گیا۔

رومی فوج کے یہ نوجوان بھاگنا شروع ہو گئے اور آپ نے بھی ان کا پیچھا نہیں چھوڑا اور ایک ایک کو گراتے چلے گئے یہاں تک کہ آپ نے انیس رومیوں کو ہلاک کر دیا۔ جب تعاقب کرتے کرتے رومی لشکر کے قریب پہنچ گئے تو آپ واپس پلٹ آئے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں واپس آ کر اس تمام کارروائی سے باخبر کیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں نے پہلے ہی آپ سے نہیں کہا تھا کہ اپنی طاقت پر مغرور ہو کر اکیلے ان پر حملہ آور نہ ہونا۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اے امیر! دراصل رومی مجھے گرفتار کرنا چاہتے تھے اور مجھے شرم آئی کہ میرا خدا

[1] پارہ 2، البقرہ 195، ترجمہ کنزالایمان

مجھے دشمن کے مقابلہ سے پشت دکھا کر بھاگتا ہوا دیکھے، لہٰذا میں نے محض اللہ ﷻ کی رضا اور خوشنودی کیلئے اخلاص کے ساتھ اللہ ﷻ کے دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ اسی لئے تو اللہ رب العزت نے یقیناً میری مدد فرمائی۔ اللہ ﷻ کی قسم ہے! اگر مجھے آپ کی ملامت کا ڈر نہ ہوتا تو میں جب تک رومیوں کے پورے لشکر پر حملہ نہ کر لیتا میرا دل واپس آنے کو ہرگز نہیں چاہتا تھا۔ اے امیر! آپ یقین کریں کہ تمام لشکر ہمارے لئے ٹھنڈی غنیمت ہے۔

معرکۂ اجنادین اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا خواتینِ اسلام کو خطاب

کہتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا، میمنہ، میسرہ، قلب اور ہراوّل، اور ہراوّل کے پھر دو حصے بنائے۔ ہراول ایمن اور ہراول ایسر۔ میمنہ کی کمان حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے سپرد کی۔ میسرہ پر سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ ہراوّل ایمن پر حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ اور ہراوّل ایسر پر حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ چار ہزار سوار حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی کمانڈ میں دے کر ان کو لشکر کے پچھلے دستے پر مامور کیا تاکہ وہ اس لشکر سے خواتین اور بچوں کی حفاظت کریں۔

اس کے بعد آپ خواتین کی طرف متوجہ ہوئے جن میں حضرت عفرہ بنت غفار الحمیریہ رضی اللہ عنہا، ام ابان بنت عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہا جن کی نئی نئی شادی ہوئی تھی اور ابھی ان کے ہاتھوں میں مہندی کا رنگ اور سر میں عطر کی خوشبو باقی تھی اور خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا (حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی بہن) مزروعہ بنت عملوق رضی اللہ عنہا، سلمیٰ بنت زارع بن عروہ رضی اللہ عنہا، لبنیٰ بنت سوار رضی اللہ عنہا، سلمیٰ بنت نعمان رضی اللہ عنہا اور انہی جیسی بہادر اور بے نظیر دیگر خواتین اس میں شامل تھیں جن کی شجاعت اور بہادری کے چرچے عام تھے۔ آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اے قبیلۂ تبابعہ، بقیة العمالقه اور سردارانِ اکاسرہ کی قابل فخر بیٹیو! تم نے وہ کارنامے انجام دیئے ہیں کہ اُن اعلیٰ کارناموں کی بدولت تم نے اپنے مولیٰ کریم وحدہ لاشریک لہ کو راضی کر لیا اور تمام مسلمانوں کو خوش کر دیا ہے۔ تمہارے ان کارناموں کی وجہ سے ہمیشہ تمہارا ذکر جمیل ہوتا رہے گا اللہ ﷻ کی راہ میں تمہارے اس عمل نے تم پر جنت کے دروازے کھول دیئے ہیں اور تمہارے دشمن کے لئے دوزخ کی آگ بھڑکا دی ہے، یقین کرو مجھے تم پر مکمل اعتماد ہے۔ اگر رومیوں کا کوئی طائفہ (گروہ) تم پر حملہ کر دے تو اسے موت کے گھاٹ اتار دینا اور اگر مسلمانوں میں سے تمہیں کوئی فرد میدان جنگ سے بھاگتا ہوا نظر آئے تو اس کو روکنا اور اس کے بچوں کو سامنے لا کر اس سے پوچھنا: اے مرد! ان بچوں کو دشمن کے نرغے میں چھوڑ کر کدھر جا رہے ہو؟ اور اپنی بیوی کفار کے پنجے میں دے کر کدھر چل دیئے ہو؟ ان باتوں سے گویا تم مسلمانوں کو لڑنے اور دشمن سے جنگ کرنے پر برانگیختہ کرو گی اور زیادہ مستعد کرو گی۔

خواتینِ اسلام کا جواب

حضرت عفرہ بنت غفار رضی اللہ عنہا نے کہا: اے امیر! قسم ہے اللہ رب العزت کی کہ ہمیں خوشی اور فرحت صرف اس وقت ہوگی جب آپ ہمیں لشکر کے فرنٹ پر رکھیں اور ہم لشکر روم کے چہرے اپنی تلواروں کی ضربوں سے کچل کر رکھ دیں اور ہم رومی فوج سے اس وقت تک لڑنا چاہتی ہیں کہ جب تک ہم میں سے ایک بھی باقی ہے۔

حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا نے کہا: اے امیر! ہمیں کسی بڑے سے بڑے لشکر کی بھی کوئی پرواہ نہیں، ہم کسی کی سختی سے مرعوب ہونے والی ہیں نہ دشمن کی افواج اور اس کے اسلحہ کی کثرت سے خوفزدہ ہونے والی ہیں۔

آپ نے فرمایا: ان بہادر مسلمان خواتین کو اللہ عزوجل بہتر جزاء اور اچھا انعام و صلہ عطا فرمائے، آپ وہاں سے مردوں کی صفوں میں تشریف لے آئے اور یہاں پہنچ کر آپ نے گھوڑے پر سوار رہ کر ہی صفوں میں چکر لگایا، جہاد کی ترغیب دی اور پُرجوش انداز میں فرمایا:

لشکر سے خطاب

اے گروہ مسلمین! اللہ عزوجل (کے دین) کی مدد کے لئے اٹھ کھڑے ہو! اللہ عزوجل تمہاری مدد فرمائے گا، اللہ عزوجل کے دشمنوں کے ساتھ جنگ میں ثابت قدم رہو اور اپنی خواتین کی عزتوں کی حفاظت اور حرمت کے لئے، اپنے بچوں کے دفاع کی خاطر اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنے سچے دین، دین اسلام کی حفاظت اور سربلندی کے لئے اپنی جانوں تک کے نذرانے پیش کرنے سے بھی گریز نہ کرو اور شرحِ صدر کے ساتھ دل کھول کر لڑو، اور یاد رکھو کہ یہاں نہ تمہارا کوئی قلعہ ہے جس میں جا کر تم پناہ لے لوگے اور نہ ہی کوئی چھپنے کی کوئی جگہ ہے کہ اس مورچے، بنکر، غار اور کمین گاہ میں تم چھپ کر دشمن سے اپنی جان بچا لوگے۔ تمہارے سامنے ایک ہی راستہ ہے اور ایک ہی آپشن ہے اور وہ یہ کہ جنگ اور صرف جنگ! لہٰذا تم کندھے سے کندھے کو ملا کر سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاؤ اور تلواروں کو میانوں سے نکال لو اور تیار ہو جاؤ لیکن جب تک میں حکم نہ دوں از خود دشمن پر حملہ نہیں کرنا اور تیراندازی کے وقت یہ اصول پیش نظر رکھنا کہ جس وقت وہ تمہاری کمانوں سے نکلیں تو ایک ساتھ نکلیں اور یوں لگے کہ جیسے ایک کمان سے نکلے ہوں [1] اگر اس طرح ملا کر دشمن پر تیروں کی بارش کی جائے گی تو تقریباً تمہارے تیر اپنے اہداف پر ٹھیک جا لگیں گے اور جنگ کے وقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ ارشاد مبارک خوب ذہن نشین رہے اللہ عزوجل فرماتا ہے:

---

[1] یہ ہے کارپٹ بمبارمنٹ کا اصول...... لیکن ہائے افسوس! آج اس پر تو ہمارا دشمن عمل پیرا ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

﴿ اِصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا قف وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ ع ﴾

''اے ایمان والو صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس اُمید پر کہ کامیاب ہو۔''[1]

اور یقین کرو کہ تمھارا مقابلہ ایسی فوج سے کبھی نہیں ہوگا جس کی حمایت میں ان کے بڑے بڑے بہادر سردار اور ہیرو سب اکٹھے ہیں۔[2]

مسلمانوں کا جواب اور پیش قدمی

کہتے ہیں کہ مسلمان مجاہدین آپ کی تقریر سُن کر بہت خوش ہوئے اور انھوں نے تلواریں میان میں سے کھینچ لیں، کمانوں کا چلہ چڑھایا، تیروں کو سیدھا کیا اور ضرب وحرب کے لئے تیار ہو گئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ قلب لشکر میں تشریف لے گئے اور وہاں حضرت عمرو بن عاص، عبدالرحمٰن بن اَبی بکر صدیق، قیس بن ہبیرہ، رافع بن عمیرہ الطائی، میتب بن نجیہ، ذوالکلاع، ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہم اور چند ایسے ہی حضرات کے ساتھ آپ نے یہاں توقف فرمایا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ فوج کو لے کر دشمن کی طرف بڑھے۔

رومی پادری کی حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے گفتگو

ادھر وردان نے جس وقت لشکر اسلام کی پیش قدمی کو دیکھا تو اس نے بھی اپنی فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دے دیا۔ اس کے سپاہیوں سے تمام طول وعرض میں زمین پٹی پڑی تھی، سب طرف سے گروہ در گروہ اس کے سپاہی آ آ کر جمع ہونا شروع ہو گئے اور صلیبوں جھنڈوں اور کفریہ نعروں سے انھوں نے اپنی قوت کا مظاہرہ کیا، جب دونوں فوجیں میدان جنگ میں آمنے سامنے ہوگئیں تو رومیوں کی صفوں سے ایک کہنہ مشق جہاں دیدہ گرم وسرد چشیدہ نہایت بوڑھا شخص جس نے ایک سیاہ زرہ پہن رکھی تھی، نکلا جس کے آگے چند پادری تھے وہ مسلمانوں کی فوج کے قریب آ کر کہنے لگا (اور وہ بڑی روانی سے عربی بول رہا تھا):

تم میں سردار کون سا ہے؟ میں اس کے ساتھ مذاکرات کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے۔

پادری نے پوچھا: کیا قوم کے امیر آپ ہی ہیں؟ آپ نے فرمایا:

---

[1] پارہ 4، آل عمران 200. ترجمہ کنزالایمان

[2] گویا سارے مغزی مغز ہیں اور اپنی قوموں کے اعلیٰ دماغ یکجا تمھیں اکٹھے ملے ہیں موقع غنیمت جانو ایسے مواقع بار بار ہاتھ تو نہیں آیا کرتے۔ (مترجم عفی عنہ)

جس وقت تک میں اللہ ﷻ کی اطاعت اور اللہ ﷻ کے محبوب رسول ﷺ کی نسبت پر قائم ہوں اس وقت تک یہ قوم مجھے ہی اپنا امیر سمجھتے ہیں، لیکن اگر میں اللہ ﷻ اور اس کے رسول کریم ﷺ کے حکم سے ذرّہ برابر بھی انحراف کروں تو پھر نہ میری ان پر اطاعت لازم ہے اور نہ ہمارے پاس حکومت و امارت باقی رہ سکتی ہے۔

پادری نے کہا: "اسی وجہ سے تم مسلمان ہم پر غالب اور فتح یاب ہو۔"

اگر تم اس راستہ سے (جو خدا اور رسول ﷺ کا مقرر کردہ راستہ ہے) ذرا بھی اِدھر اُدھر ہٹ جاؤ تو تمھاری کبھی قدرت مدد نہ کرے۔

اس کے بعد وہ کہنے لگا: تم نے ایسے شہروں اور ملکوں کا رُخ کیا ہے جن کی طرف کبھی کسی بادشاہ کو رُخ کرنے کی ہمت اور جرأت نہیں ہوئی تھی چہ جائیکہ کوئی ان بلاد (شہروں) کو فتح کرتا۔ اہل فارس آئے اور انھیں منہ کی کھانا پڑی اور ناکام لوٹے۔ جرامقہ نے لشکرکشی کی اور فتح پانے کے لئے ہزار قربانیاں دیں مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ اب تم آئے ہو، فتوحات بھی کچھ تمھیں ہوئیں مگر یہ فتوحات ہو سکتا ہے کہ تمھارے لئے دائمی ثابت نہ ہوں۔

ہمارے سردار "وردان" نے مجھے از راہ شفقت و ہمدردی تمھارے پاس بھیجا ہے اور کہا ہے کہ:

میں تمھارے ہر مجاہد اور سپاہی کو ایک ایک سوٹ، ایک ایک پگڑی اور ایک ایک دینار اور آپ کو سو دینار، دس جوڑے کپڑا اور آپ کے خلیفہ (حضرت) ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کو ایک ہزار دینار اور ایک سو کپڑے دینے کو تیار ہوں، اگر تم اپنے لشکر کو یہاں سے لے کر چلے جاؤ۔ ہمارے لشکر کی تعداد چیونٹیوں کے لشکر سے کچھ کم نہیں ہے اور آپ کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری یہ فوج بھی اسی فوج جیسی ہے جس سے تمھارا مقابلہ ہو چکا ہے بلکہ شاہ روم ہرقل نے اس میں بڑے بڑے بہادر جرنیل اور تجربہ کار پادری ساتھ بھیجے ہیں۔

آپ نے فرمایا: قسم ہے اللہ عزت و جلال والے کی! جب تک ہماری تین باتوں میں سے کسی ایک کو قبول نہیں کر لو گے اس وقت تک ہم کبھی یہاں سے پیچھے ہٹنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

اول یہ کہ ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ اور وہی کلمہ پڑھو جو ہم پڑھتے ہیں، یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ کر اسلام میں داخل ہو جاؤ اور اگر یہ نہیں تو جزیہ دو اور یا تیسری بات یہ کہ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

باقی رہا تمھارا یہ کہنا کہ ہمارا لشکر چیونٹیوں کے دل کی طرح ہے تو یاد رکھو کہ ہمارے ساتھ اللہ ﷻ نے ہمارے نبی برحق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زبان مبارک اور صادق و امین سے ہماری مدد، فتح اور نصرت کا وعدہ فرمایا ہے اور یہ وعدہ اس نے اپنی کتاب عزیز قرآن مجید میں نازل فرما دیا ہے اور پھر تمھارا یہ کہنا کہ تمھارا امیر ہمیں کپڑے، پگڑیاں اور دینار دے گا تو سن لو کہ بہت جلد تم دیکھ لو گے کہ تمھارے کپڑے، عمامے ہمارے پاس اور تمھارا ملک ہمارے قبضہ میں ہوگا۔

پادری کا وردان کے پاس واپس جانا

یہ سن کر وہ پادری کہنے لگا کہ اچھا! میں تمھاری یہ گفتگو من وعن اپنے سپہ سالار ''وردان'' تک پہنچادوں گا۔ وہ یہ کہہ کر چلا گیا اور جو کچھ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا اس نے وردان سے جا کر کہہ دیا۔

وردان، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی باتیں سن کر کہنے لگا دراصل یہ عرب لوگ ہمیں بھی اسی طرح کے لوگ سمجھ رہے ہیں جس طرح کے سپاہیوں سے ان کا اب تک مقابلہ ہوا ہے، انھیں یہ تصور اور خیال اس لئے ہوا کہ ہم نے ان کے ساتھ جنگ میں جتنی کوتاہی کی ہے اسی قدر ان کے اندر ملک گیری کی ہوس بڑھی ہے اور ہماری اب تک کی نرمی نے ان کے حوصلے بڑھا دیئے ہیں۔

بادشاہ روم شاہ ہرقل نے اب ان کے مقابلہ کے لئے ''اقوام متحدہ'' کی فوج بھیجی ہے جس میں قبیلۂ اراحیہ، اروحانیہ، ہرقلیہ، اور بطارقہ کے بہادر اور جان پر کھیل جانے والے جوان شامل ہیں۔ اب محض جنگ کا طبل بجنے کی دیر ہے، جنگ شروع ہوتے ہی ہم ان عربوں کو خاک وخون میں لوٹا دینگے۔

اتنا کہنے کے بعد اس نے اپنی فوج کو پیش قدمی کا حکم دے دیا، آگے آگے پیدل فوج کے دستے تھے جن کے ہاتھوں میں کمانیں اور برچھے تھے اور اس کے پیچھے گھڑسواروں کا لشکر چلتا تھا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے دشمن فوج کی یہ حرکت اور پیش قدمی دیکھ کر بلند آواز سے فرمایا: مسلمانو! جنت تیار ہے دوزخ کے دروازے بند ہیں، رحمت کے فرشتے بالکل قریب ہیں، حوریں بناؤ سنگھار کئے تمھارے انتظار میں ہیں، تمھیں دائمی زندگی مبارک ہو! اس کے بعد آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

﴿إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾

''بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس بدلے میں کہ ان کے لیے جنت ہے اللہ کی راہ میں لڑیں۔''[1]

پھر آپ نے فرمایا: ''اللہ عزوجل اس حملہ میں تمھیں برکت عطا فرمائے۔''

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: معاذ! ذرا صبر کرو تا کہ میں لوگوں کو کچھ وصیتیں کر دوں۔ یہ فرما کر آپ نے صفوں کو ترتیب دی اور فرمایا: کندھے سے کندھے کو ملا کر کھڑے ہوں اور یاد رکھنا کہ تمھارا مقابلہ ایک ایسے لشکر کے ساتھ

[1] پارہ ۱۱، التوبہ ۱۱۱، ترجمہ کنزالایمان

ہے جو تعداد میں تم سے دوگنا ہے۔ عصر کے وقت تک لڑائی کو طول دیتے رہو کیونکہ وہ وقت ایسا وقت ہے جس میں ہمارے نبی مکرم ﷺ کو آپ ﷺ کے دشمنوں پر فتح ونصرت عطا کی گئی ہے میدان جنگ سے پیٹھ دکھا کر بھاگنے سے بالکل بچنا کیونکہ اللہ ﷻ تمھیں ہر حال میں دیکھتا ہے اور اب چلو اور اللہ ﷻ کی برکت اور اس سے مدد طلب کرتے ہوئے دشمن پر حملہ کردو۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کا لشکر روم پر حملہ

راوی بیان کرتے ہیں کہ جب دونوں لشکر مقابلے کے لئے ڈٹ گئے اور آمنے سامنے آ گئے تو اَرمَن رجمنٹ کے لوگوں نے تیراندازی شروع کر دی، جس سے چند آدمی قتل اور کچھ سپاہی زخمی ہو گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے چونکہ اپنے لشکر کو حملہ سے منع کیا تھا۔ مسلمان جب شہید اور زخمی ہونے لگے تو حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اب ہمیں کس بات کا انتظار ہے اللہ ﷻ ہمیں دیکھ رہا ہے اور اس کی تجلیات کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں، ایسا نہ ہو کہ اللہ ﷻ کے دشمن یہ گمان کرنے لگیں کہ ہم ڈر گئے ہیں اور بزدل ہو گئے ہیں۔ آپ بلاتاخیر ہمیں حملہ کا حکم دیں اور اگر وقت کا انتظار ہے تو تب تک ہم میں سے چند جوان نکل کر ان کے مقابلے کے لئے چلے جائیں اور حملے کے وقت جنگ کو طول دیتے ہیں۔ پھر وقت آنے پر ہم سب حملہ کر دیں۔

آپ نے فرمایا: ضرار رضی اللہ عنہ! اس کام کے لئے بھی آپ ہی موزوں ترین شخص ہیں آپ نے جواب دیا کہ اللہ ﷻ کی قسم! میرے لئے اس امر سے بڑھ کر کون سا کام محبوب ہوگا۔ یہ کہہ کر آپ نکل پڑے اور آپ نے بولص کے بھائی بطرس والی زرہ جو آپ کے پاس تھی، پہن لی اور ایک ماسک چہرے پر ڈال لیا اور گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ آپ نے اپنے گھوڑے کو ہاتھی کے چمڑے کا تجفاف پہنا لیا یہ تجفاف بطرس کے گھوڑے کا تھا۔ نیز آپ نے رومیوں سے مخفی رہنے کی خاطر انہی جیسا لباس پہن لیا اور گھوڑے کی باگ دشمن کی طرف موڑ دی۔ وہاں پہنچ کر برچھا سنبھالا اور رومیوں کی صفوں میں گھس گئے اور ان پر حملہ کر دیا۔ دشمن نے تیراندازی اور سنگ باری شروع کر دی، مگر اللہ ﷻ نے آپ کو ان کے شر سے بالکل محفوظ رکھا۔ ضرار رضی اللہ عنہ برابر صفیں چیرتے ہوئے ان کے شہ زوروں اور بہادروں کو کاٹتے جا رہے تھے اور آپ ایک شعلۂ جوالہ کی طرح ان پر پھر پھر کر تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے یہاں تک کہ آپ نے بیس کے قریب دشمن پیدل اور سوار جوانوں کو ہلاک کر ڈالا۔

حضرت حسان بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کے مقتولین کو گن رہا تھا جس وقت آپ کسی پیدل یا سوار کو قتل کرتے تو میں شمار کرتا جاتا تھا اس حملہ میں حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں واصل جہنم ہونے والے دشمنان خدا کی کل تعداد تیس تھی۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی ہمت و بہادری

ظریف بن طارق یربوعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کے اس حملہ نے رومی فوج میں کھلبلی مچا دی۔ آپ کی بہادری، جرأت، شجاعت اور ہمتِ مردانہ نے ان کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ اس کے بعد آپ نے سر سے خود اتار کر پھینک دیا اور زرہ نما نقاب بھی، اور فرمایا:

اے بنواصفر! (رومیو!) میں ضرار بن ازور ہوں! میں کل تمھارا ساتھی تھا اور آج تمھارا دشمن ہوں، حمران بن وردان کا قاتل میں ہی ہوں، یاد رکھو! جس نے رحمٰن کے ساتھ کفر کیا میں اس کے لئے آفت اور بلائے بے درمان ہوں اور ہر جگہ اور ہر آن تمھیں فنا کے گھاٹ اتارنے والا ہوں۔

رومی سپاہیوں نے آپ کی یہ گفتگو سن کر آپ کو پہچان لیا اور اُلٹے پاؤں بھاگے۔ آپ کا جوش کہیں تھمنے والا نہ تھا، آپ نے ان کا تعاقب کیا۔ ادھر سے قوم بطارقہ، اراحیہ، ہرقلیہ اور مذبحہ نے یکے بعد دیگرے ایک ایک کر کے آپ کی طرف بڑھنا شروع کر دیا، یہ دیکھ کر آپ پیچھے ہٹ گئے۔

وردان نے دریافت کیا: یہ کون سا بدوی ہے؟ لوگوں نے اسے بتایا کہ یہ وہی ہے جو کبھی ننگے بدن نیزہ لے کر چلا آتا ہے، کبھی بغیر نیزہ کے تنہا ہی آ دھمکتا ہے اور کبھی نیزے لئے ہوئے آ موجود ہوتا ہے۔

وردان نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کا نام سن کر ایک ٹھنڈی سانس کھینچی اور کہا: میرے کنبہ کی جڑ کاٹنے والا اور میرے لڑکے کا قاتل یہی شخص ہے، میری دلی خواہش ہے اور میں سچ کہتا ہوں کہ جو شخص میرا بدلہ اور میرا انتقام اس سے لے گا وہ جو کچھ مانگے گا میں اسے دینے کے لئے تیار ہوں۔

اراحیہ کے ایک بہادر نے یہ بات سنی تو فوراً اس خدمت کے لئے تیار ہو گیا۔ راوی کہتا ہے کہ یہ والئ طبریہ تھا۔ ہلال بن مرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں فوج کے میمنہ میں تھا میرے بائیں طرف روماس گورنر بصرہ تھے ان کی زبانی سنا وہ کہتے تھے کہ اگرچہ میں اس کے نام سے واقف نہیں ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ جوڑ برابر کا ہے۔

بہر حال یہ شخص وردان سے کہنے لگا کہ آپ کا بدلا اور انتقام میں لوں گا اور گھوڑے پر سوار ہو کر چل پڑا اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا۔ تین گھنٹے سے زیادہ دونوں داد شجاعت دیتے رہے اور فن حرب کے جوہر دکھاتے رہے۔ آخر حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے نیزے کا ایک ایسا کاری وار کیا کہ زرہ کو پھاڑتا اور توڑتا ہوا اپنا کام کر گیا اور دشمن منہ کے بل زمین پر گرا۔ وردان نے یہ منظر دیکھا تو کہنے لگا یہ بھی اسے گرفتار نہ کر سکا اور اگر گرفتار کر کے لے بھی آتا تو بھی مجھے یقین نہ آتا بلکہ میں اس کو اپنی نظر کی غلطی گمان کرتا اور کبھی یقین نہ کرتا۔ یقین آئے بھی تو کس طرح آخر یہ کوئی انسان تھوڑا ہی ہے یہ تو جن ہے! بھلا کوئی آدمی جن سے لڑ سکتا ہے اب میں اپنے سوا کسی دوسرے شخص کو نہیں دیکھتا کہ جو اس بھوت سے

بھڑ سکے۔

یہ کہہ کر تاتاری گھوڑے سے اترا۔ زرہ پہنی، ایک دوسری زرہ جس میں موتی جڑے ہوئے تھے زیب تن کی، حضرت ضرار رضی اللہ عنہ پر رعب اور دبدبہ ڈالنے کے لئے تاج سر پر سجایا، عربی گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا، قریب تھا کہ گھوڑے کو ایڑ لگائے اور چل دے اچانک والئی عمان جنرل دریحان جو قوم ''اردیحان'' سے تعلق رکھتا تھا، اس کا نام ''اصطفان'' تھا آیا اور رکاب کو بوسہ دیا اور کہا:

ارے صاحب! اس کم ذات سے انتقام لینے کے لئے میں تیار ہوں۔ اگر میں اسے قتل کر دوں یا پکڑ لاؤں تو کیا آپ اس کے عوض میں اپنی بیٹی کا نکاح میرے ساتھ کر دینگے؟

وردان نے کہا: ضرور! اگر تو یہ کارنامہ سرانجام دیتا ہے تو اس کے صلہ میں میں یقیناً اپنی دختر بلند اختر کا رشتہ تجھ سے کر دوں گا اور وہ تیری ہو کر رہے گی۔ میں اپنے اس قول پر امراء شام اور خاصان ملک روم کو گواہ کرتا ہوں ان سے زیادہ شاید تجھے کسی اور قابل اعتماد گواہوں کی ضرورت نہ پڑے گی۔

اصطفان یہ سن کر آگ کے بگولے کی طرح نکلا اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہ پر حملہ آور ہو کر کہنے لگا کہ لیجئے یعنی اپنے وار اور ضرب کاری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ یہ وہی حملہ ہے جس کے دفاع اور روکنے کی تجھ میں سکت اور ہمت نہیں ہے۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اس کے رومی زبان میں کہے گئے ان کلمات کا مطلب کچھ نہ سمجھ پائے البتہ ہوشیار ہو گئے اور اس پر جوابی دفاعی حملہ کیا۔ اصطفان نے اپنے گلے میں سونے کی ایک صلیب جو چاندی کی زنجیر میں بندھی ہوئی تھی، گردن میں لٹکا رکھی تھی اس کو بوسے دینے لگا۔ آپ سمجھ گئے کہ یہ صلیب سے مدد طلب کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: تو اگر اس صلیب سے استعانت چاہتا ہے اور مدد طلب کرتا ہے تو میں اس کے مقابلہ میں اس ذات والا صفات سے مدد مانگنے والا ہوں جو اپنی مدد کے اعتبار سے شہ رگ سے بھی قریب ہے اور وہ ذات وحدہ لاشریک دعا مانگنے والے کی دعا کو ضرور قبول فرمانے والی ہے چنانچہ آپ نے ذات حق سے مدد چاہی۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اور اصطفان کے درمیان جنگ

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے حملہ کر دیا اور دونوں نے فنِ حرب کے دروازے کھول دیئے۔ یہاں تک کہ لوگ تنگ آ گئے اور بے چین ہو کر کسی نتیجہ کا انتظار کرنے لگے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے چلا کر فرمایا: اے ازور رضی اللہ عنہ کے نامور فرزندِ ارجمند! یہ سستی کیسی؟ یہ ڈھیل اور تغافل کیسا؟ لڑائی میں اس قدر طول چہ معنی دارد؟ حالانکہ دوزخ تیرے دشمن کی راہ تک رہی ہے اور اس کے لئے بھڑکا دی گئی ہے، دیکھو! بزدلی سے دور رہنا اور بچنا، نیز مردانہ وار حملہ کرو اللہ عزوجل کی تم پر عنایت ہے وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

یہ سن کر آپ کو ایک تازہ ولولہ ملا اور دل میں جوش پیدا ہوا اور آپ گھوڑے کی زین پر بیٹھے بیٹھے لرزہ براندام ہو گئے اور دشمن پر زور کا حملہ کر دیا۔

کہتے ہیں کہ رومی چلّا چلّا کر اصطفان کو بہادری کی اُمنگ دلا رہے تھے اور اس کو ہلاشیری دے رہے تھے۔ یہ دونوں شہ زور "حرب عظیم" میں مشغول تھے حتیٰ کہ سورج میں بھی گرمی آ گئی اور وہ بھی گرم ہو کر آگ برسانے لگا تھا۔ دونوں حریف پسینہ پسینہ ہو گئے۔ گھوڑے بھی تھک گئے اور ان کی ہمت جواب دے رہی تھی۔

اصطفان نے آپ کی طرف اشارہ کیا کہ گھوڑوں کو چھوڑ دیں اور پیدل ہو کر لڑتے ہیں۔ آپ نے گھوڑے پر ترس کھا کر ابھی اترنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ اچانک ایک سوار جو اصطفان کا غلام تھا خالی پیٹھ گھوڑا یعنی جس پر کوئی سوار نہیں تھا لے کر آتے ہوئے دیکھ لیا۔ اُسے دیکھتے ہی آپ نے گھوڑے سے چلا کر فرمایا جس کو لوگوں نے بھی سنا کہ "تو تھوڑی دیر میرے نیچے اور چست و چالاک رہ ورنہ سرور دو جہاں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی قبرِ انور کے پاس جا کر تیری شکایت کروں گا۔"

"وَهُوَ يَقُوْلُ تَجْلِدْ مَعِيَ سَاعَةً وَّاِلَّا شَكَوْتُكَ عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ"

گھوڑا یہ سن کر ہنہنایا اور ٹاپیں بھرنے لگا۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ بطریق کے غلام کی طرف جھپٹے اور نیزے کا وار کر کے اس کو قتل کر دیا اور اس کے خالی گھوڑے کو پکڑ کر اس پر خود سوار ہو گئے اور اپنے گھوڑے کو مسلمانوں کی طرف چھوڑ دیا، جو ان سے جا ملا۔ پھر آپ اصطفان کی طرف لوٹے۔ اس نے جب دیکھا کہ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے اس کا گھوڑا لے کر آنے والے غلام کو قتل کر دیا ہے اور اس گھوڑے پر خود سوار ہوئے آ رہے ہیں تو اسے اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا اور اس نے جان لیا کہ وہ اب میری جان کے درپے ہیں اور لامحالہ مجھے اب وہ کسی صورت چھوڑینگے نہیں۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے جب اللہ تعالیٰ کے دشمن کی بوکھلاہٹ کو دیکھا تو آپ نے فوراً اندازہ لگا لیا کہ دشمن مغلوب ہوا چاہتا ہے ابھی آپ اس پر حملہ کیا ہی چاہتے تھے کہ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ رومیوں کا ایک دستہ گھوڑوں پر سوار آپ کی طرف بڑی تیزی کے ساتھ بڑھا آ رہا ہے۔ کیونکہ وردان نے جب دیکھا کہ اس کا جرنیل اصطفان ہلاکت کے دھانے پر پہنچ چکا ہے تو اس نے یقین کر لیا کہ اگر اس نے اپنے اس ساتھی کی مدد کے لئے کمک نہ پہنچائی تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔

اصطفان کی امداد کے لیے رومیوں کا آنا

اس نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ شیطان میرے جگر کے ٹکڑے کو تو پہلے ہی کھا گیا ہے اور آج اگر میں اس کو قتل نہیں کرتا تو اس کا مطلب ہے میں اپنی جان کا قاتل خود ہوں اور پھر میری اپنی جان خطرے میں ہے اس لئے اب

ضروری ہے کہ اس کے مقابلے کیلئے میں خود نکلوں۔ اگرچہ دیگر رؤسا اور امراء مجھے اس ضعیف بدوی کے مقابلہ کرنے پر عار دلائیں گے، مگر چھوڑو ان بادشاہوں کو ان کے حال پر! مجھے اس وقت ان کی عار کی پرواہ نہیں کرنا چاہئے۔

کہتے ہیں بطارقہ، قیاصرہ اور ہرقلیہ کے قبائل اس وقت تک اس سے جُدا نہ ہوئے جب تک کہ اس نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لئے نکلنے کا صلیب پر حلف نہیں لے لیا، چنانچہ اس عہد و پیمان اور حلف برداری کے بعد قبیلہ مذبحہ کے دس مردان کارزار جو سب کے سب زرہ پوش تھے، پیروں میں لوہے کے موزے، بازوؤں پر آہنی خول چڑھائے، ہاتھوں میں فولادی لٹیں اور گرزیں اٹھائے اس کے ساتھ ہو لئے اور یہ زرہ میں ملبوس تاج سر پر سجائے آگ کے شعلہ کی طرح ان کے آگے آگے چلا۔ اصطفان نے جو حضرت ضرار رضی اللہ عنہ سے طوعاً و کرھاً مرے دل کے ساتھ لڑ رہا تھا ان کی طرف دیکھا۔ یقینی ہلاکت کے بعد اب اس کی جان میں ذرا جان آئی۔ بزدلی کے بعد حرب و ضرب کا پھر شوق چڑھا اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہ سے چیخ کر کہنے لگا کہ لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ!

لیکن حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف کوئی التفات کی اور نہ اس کے ساتھیوں کی پرواہ کی اور نہ ان سے مرعوب ہوئے البتہ آپ ان کے مقابلہ کے لئے تیار ہو کر کھڑے ہو گئے۔ آپ اسی حالت میں تھے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بھی ان کے آنے والے سواروں کو دیکھ لیا، اور جب آپ نے ان کے کمانڈر اور افسر کے سر پر تاج چمکتا ہوا دیکھا تو آپ نے فرمایا تاج بادشاہوں کے سر پر ہوا کرتا ہے لامحالہ یہ فوج کا کمانڈر ہے اور ہمارا خیال ہے کہ یہ ہمارے آدمی پر خروج کرنا چاہتا ہے لہٰذا ہمیں بھی اپنے آدمی کی مدد اور اعانت کے لئے کمک بھیجنی چاہئے۔

آپ نے اپنی فوج سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم میں سے بھی دس آدمی نکلنے چاہئیں تا کہ پلہ برابر رہے اس کے بعد آپ بذات خود دس منتخب آدمیوں کو لے کر مقابلہ کے لئے نکلے اور اپنے گھوڑوں کی باگیں دشمنوں کی طرف چھوڑ دیں اور سرپٹ دوڑتے ہوئے میدان جنگ کی طرف چل دیئے۔

ادھر رومی حضرت ضرار رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئے، آپ نہایت اولوالعزمی اور جوانمردی کے ساتھ دشمن کے مقابلہ میں ڈٹ گئے۔

مسلمانوں کا حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی امداد کے لیے آنا

آپ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پہنچنے تک برابر ہمت اور ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے قریب پہنچ کر زور سے فرمایا: "ضرار رضی اللہ عنہ! آپ کو بشارت ہو جبار و قہار مولیٰ نے تمھیں سعادت بخشی ہے، بزدل کافروں سے کسی قسم کا خوف و ہراس اپنے دل میں نہ لانا۔"

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ عزوجل کی مدد اور نصرت کتنی قریب ہے!

کہتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے چاروں طرف سے ان کا محاصرہ کر لیا اور انھیں گھیرے میں لے کر ایک ایک سپاہی کی طرف ایک ایک مسلمان مجاہد نے رُخ کیا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کے شہسواروں اور وردان کو مقابلہ کے لئے للکارا۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اپنے حریف اور خصم کے حملے اور وار کو برابر روک رہے تھے اور آپ کے حریف میں سچی بات تو یہ ہے کہ اب وہ دم خم نہیں رہا تھا۔ اس کے بازو شل ہو چکے تھے اور اس کے شانوں کا گوشت پھڑ پھڑا رہا تھا اور اس پر ایک خوف اور دہشت طاری تھی۔ جس وقت اس نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ایک مختصر دستہ لے کر حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی مدد کے لئے پہنچتے دیکھا تو اس کی وہ خوشی بھی ہرن ہو گئی جو اس کو اپنے ساتھیوں کے امداد کے لئے پہنچنے پر حاصل ہوئی تھی اور اب اس نے دائیں بائیں دیکھنا شروع کر دیا۔ اس کے اوسان ٹھکانے نہیں رہے تھے اور وہ سہا ہوا نظر آتا تھا اور اس کے گھوڑے میں بھی حرکت نہیں رہی تھی۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اس کی گھبراہٹ اور درماندگی کو جان گئے اور اپنے نیزے کے ساتھ اس پر فوراً حملہ کیا۔

اصطفان نے خود کو جب موت کے منہ میں دیکھا تو خود کو گھوڑے سے گرا دیا اور اُٹھ کر بے تحاشا بھاگ نکلا۔ آپ بھی فوراً گھوڑے سے اترے اور دشمن خدا کا تعاقب شروع کر دیا اور کچھ دور جا کر جب نزدیک ہوئے تو آپ نے ہاتھ سے نیزہ پھینک دیا پھر دونوں میں زمین پر ہی کشتی ہونے لگی۔ ایک نے دوسرے کے مونڈھے پکڑ لئے اور معرکہ آرائی شروع ہو گئی۔ اللہ عزوجل کا دشمن اصطفان ایک ٹھوس چٹان کی مانند تھا اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اکہرے بدن کے نحیف الجسم آدمی تھے مگر اللہ عزوجل نے ان کو قوت اور سمجھ وافر عطا فرما رکھی تھی۔

لڑائی نے جب طول پکڑا تو حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے آخر بڑی تدبیر کے ساتھ دشمن خدا کے کمر بند پر ہاتھ مارا اور ناف کے قریب سے اس کے کمر بند کو پکڑا اور اس کو اٹھا کر زور سے زمین پر پٹخ کر مارا۔ اصطفان نے چلّا چلّا کر وردان کو مدد کے لئے پکارا اور رومی زبان میں کہہ رہا تھا: اے سردار! مجھے اس مصیبت سے نجات دلاؤ ورنہ میں ہلاک ہو جاؤں گا! وردان نے دور ہی سے بلند آواز میں جواب دیا "ککھ نہ رہے اوئے تیرا" اور مجھے ان درندوں سے کون نجات دلائے گا!؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان دونوں سورموں کی یہ یاوہ گوئی اور بک بک جو وہ آپس میں کر رہے تھے، سن رہے تھے۔ آپ نے جب ان کی یہ بے ہودہ گوئی سنی تو آپ حملہ کے لئے بے چین سے ہو گئے اور آپ نے وردان پر حملہ کر ہی دیا۔ ادھر حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے اپنے حریف کا ارادہ کیا۔ ان دونوں کا تماشہ دونوں لشکروں کے نوجوان دیکھ رہے تھے۔ رومیوں نے یہ دیکھ کر آسمان سر پر اٹھا لیا اور عجیب شور و غل مچانا شروع کر دیا۔ ادھر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نعرہ ہائے تکبیر سے فضا گونج اٹھی۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ حریف کے سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گئے اور اسے بالکل مہلت نہ دی اور اصطفان نیچے پڑا نہایت

خوفزدہ تھا اور اونٹ کی طرح بڑبڑا رہا تھا۔ دونوں طرف کے لشکروں کا ہر سپاہی اپنے اپنے صاحب کی نصرت و اعانت سے پہلوتہی کرتا تھا۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار ہاتھ میں لی اور دشمن خدا کے سینے میں اتار کر حلق کی جانب کھینچ لی اس وقت اللہ عزوجل کے دشمن نے اتنا شور مچایا کہ دونوں لشکروں نے سنا آخر اس کے شور و غوغا کو سن کر تمام رومی لشکر نے مل کر یکبارگی حملہ کر دیا۔ جب حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے یہ معاملہ دیکھا تو آپ نے سوچا کہ مجھے خواہ مخواہ خود کو مصیبت میں پھنسانے کا فائدہ! کیونکہ اب آپ کا وہاں ٹھہرے رہنے کا مطلب اس کے سوا کیا تھا کہ خود کو گھوڑوں کے سموں اور کھروں کے نیچے پامال کرتے اور روندواتے۔ یہ سوچ کر آپ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور دشمن کا سر کاٹ کر اس کے سینہ سے اتر آئے۔ آپ کا پورا بدن خون سے لتھڑا ہوا تھا، آپ نے باآواز بلند نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ مسلمانوں نے اللہ اکبر کہہ کر نعرے کا جواب دیا اور حملہ کرنے کے لئے دوڑ پڑے۔

رومیوں کا یکبارگی حملہ

دوسری طرف رومی، جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے، حملہ کرنے کے ارادہ سے آگے بڑھے اور ان کے میمنہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ پر اور میسرہ نے حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا۔ قبیلہ ازمن اور دوسرے عرب قبائل کے نوجوانوں کی طرف سے اور دوسری طرف سے یعنی دونوں فریقوں نے باہم ایک دوسرے پر اس قدر تیروں کی بوچھاڑ کی کہ تیروں کی بارش میں سورج گہنا گیا۔ حضرت سعید بن زید بن عامر (عمرو) بن نفیل رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

"اے مسلمانوں کے گروہ! تم خدائے جبّار جلّ شانہٗ کے سامنے کھڑا ہونے کے وقت کو یاد کرو۔ اور جنگ سے فرار اختیار کر کے آتشِ دوزخ کو خود پر لازم نہ کرو۔ صبر سے کام لو صبر سے، دین کے محافظو! اے قرآن مجید کی تلاوت کرنے والو! ثابت قدم رہو اور ڈٹ جاؤ۔"

آپ کے ان الفاظ نے مسلمانوں کے اندر ایک نیا ولولہ پیدا کر دیا اور لوگوں کے دلوں میں چستی اور نشاط، بہادری اور پیش قدمی کا حوصلہ بڑھا دیا۔

کہتے ہیں دونوں فریقوں میں گھمسان کا رن پڑا اور یہ لڑائی نماز عصر تک جاری رہی۔ عصر کے وقت دونوں فریق جدا جدا ہو گئے۔ دونوں طرف کے آدمی کام آئے مگر مشرکین کے بندے زیادہ قتل ہوئے تھے۔

جنگِ اجنادین میں شہید ہونے والوں کے نام

اجنادین کی جنگ اول میں جام شہادت نوش کرنے والے مسلمانوں کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

حضرت سلمہ بن ہشام مخزومی، حضرت نعمان عدوی، حضرت ہشام بن عاص تیمی، حضرت ہبان (ہبار) بن سفیان، حضرت عبداللہ بن عمرو دوسی، حضرت ذر بن عوف نمری، حضرت راعب بن رہین خزرجی، حضرت قادم بن مقدام زہری، حضرت ذوالیسار بن خزرجہ تیمی، حضرت حزام بن سالم غنوی، حضرت سعید بن عاص ابی لیلیٰ کلابی، حضرت حازم بن بشر السکسکی، حضرت امیہ بن حبیب بن یسار (جو کہ عبداللہ بن عبدالدار کے ایک بیٹے تھے) حضرت مرہف بن واثق یربوعی، حضرت محلی بن حنظلہ ثقفی، حضرت عدی بن یسار اسدی، حضرت مالک بن نعمان طائی، حضرت سالم بن طلحہ غفاری رضی اللہ عنہم اس کے علاوہ بارہ نفوس قدسیہ اور تھے جن کے اسمائے گرامی اور ان کے قبیلوں کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔ اس طرح گویا کل شہدائے کرام کی تعداد تیس بنتی ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را
عجب راسے بنا کردند بخاک و خون غلطیدن (مترجم)

ہلاک ہونے والے رومی سپاہیوں اور سرداروں کی تعداد

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: رومی فوج کے اس معرکہ میں تین ہزار افراد ہلاک ہوئے تھے، جن میں دس سردار اور والیان ملک بھی شامل تھے، جن کی تفصیل یہ ہے:

① مارس بن مناف، والئی ریاست عمان
② مرقش بن لبنا، حاکم ضمین دیر ایوب اور منطقہ نویٰ
③ دمدر بن قالا، رئیس جولان جس کی سرحد ریاست کہف اور رقیم تک پھیلی ہوئی تھی
④ لاون بن جنۃ، یہ عاملہ اور جبل السواد کا گورنر تھا
⑤ مذارعون بن روس، یہ غزہ اور عسقلان کا گورنر تھا
⑥ بخاہ بن عبدالمسیح، یہ ریاست حلحول اور اس کے شہروں کا والی تھا
⑦ جرقیاس بن جرون، یہ بانا اور رملہ کا گورنر تھا
⑧ مریونس، یہ سرزمین بلقاء کا والی تھا
⑨ کورک سلطنت نابلس کا نواب اور والی تھا
⑩ اور دسواں گورنر ریاست العواصم تھا اس کا نام معلوم نہیں ہو سکا

رومی سردار وردان کا اپنی قوم سے خطاب

اس کے بعد جب فوجیں لوٹ گئیں تو فوجوں کے اختتام کے بعد جنرل وردان اپنے کیمپ میں واپس آ گیا، چونکہ

اس کا دل مسلمانوں کی شجاعت اور صبر و استقامت کو دیکھ کر مرعوب ہو چکا تھا اس لئے اس نے اپنے بہادروں اور سپہ سالاروں کو جمع کر کے ان سے مشورہ طلب کیا اور انھیں مخاطب کر کے کہا:

"اے پیروانِ دینِ مسیح! ان عربوں کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے؟ میرا دل تو یہ کہتا ہے کہ یہ لوگ غالب آئیں گے اور مغلوب نہیں ہونگے، میں ان کی تلواروں کو قاطع (کاٹنے والی) اور تمھاری تلواروں کو کند، ان کے گھوڑوں کو تازہ دم صابر اور تمھارے گھوڑوں کو ہانپتے کانپتے، ان کے بازوؤں کو سخت اور تمھارے دست و بازو کمزور اور سست دیکھ رہا ہوں۔ ساتھ ہی اس قوم عرب کو تم سے زیادہ اپنے رب کی اطاعت شعار اور فرمانبردار اور سچے دل سے ماننے والی سمجھتا ہوں۔ جبکہ تم ظلم و تعدّی اور اپنی غداری کی وجہ سے بہت ذلیل خوار ہو رہے ہو۔ میں پورے یقین اور وثوق سے تمھیں یہ بات کہہ رہا ہوں کہ اگر تم نے اپنی موجودہ حالت کو نہ بدلا تو تمھارے ہاتھ سے یہ دولت و ثروت اور حکومت و اقتدار جاتا رہے گا اِلّا یہ کہ تم اپنے قلوب کو گناہوں سے پاک صاف کر لو اور گناہوں سے اپنے رب کی بارگاہ میں توبہ کر لو۔ اگر تم نے ایسا کر لیا تو مجھے امید ہے اللہ ﷻ تمھارے دشمن کے مقابلہ میں تمھاری مدد اور نصرت فرمائے گا اور اگر تم اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور توبہ کرنے سے انکار کیا تو یاد رکھو! پھر ہلاکت کے گڑھے میں گرنا تمھارا مقدر ہو گا کیونکہ اللہ رب العزت نے تمھیں ایک سخت سزا میں مبتلا کر دیا ہے وہ یہ کہ تم پر ایک ایسی قوم مسلّط کر دی ہے جس کو ہم کبھی شمار و قطار میں ہی نہ لاتے تھے اور نہ ہی کبھی ہمیں اس کی طرف سے کسی قسم کا فکر لاحق ہوا تھا اور نہ ہمارے دلوں میں کبھی ان کی طرف سے کسی قسم کا کوئی خوف و خطرہ کا خیال پیدا ہوا تھا، اس لئے کہ ان کی اکثریت میں چرواہے، غلام، بھوکے اور مسکین تھے مگر آج یہی لوگ ہمارے اوپر ایک عذابِ شدید اور آفت عظیم بن کر مسلّط ہیں اور دردِ سر اور وبالِ جان بنے ہوئے ہیں، حجاز کے قحط، سختی اور ابتلاء نے ان کو ہماری طرف نکلنے پر مجبور کیا اب یہاں آ کر جب انھوں نے تمھارے شہروں اور دیہاتوں کی خیرات و ثمرات کو کھایا پیا اور تمھاری زمین کے پھل اور میوے کھائے، جو، مکئی اور باجرے کی جگہ گندم کی روٹی نصیب ہوئی سرکہ اور روغن زیتون کی جگہ شہد، دیسی گھی اور تازہ مکھن ملنے لگا اور انجیر، انگور اور قسم قسم کے تازہ پھل کھانے کو ملے اور پھر سب سے عظیم بات یہ ہے کہ ان عربوں نے آ کر تمھاری عورتوں، تمھاری ماؤں اور اہل و عیال کو قیدی بنا لیا تو نہ جانے کس طرح تم نے اپنی بیویوں کی ہتک عزت پر صبر کر لیا اور نہ معلوم تم اس بلائے عظیم کو کیسے برداشت کر گئے؟

بعد از خطاب رومی لشکر کی حالت

کہتے ہیں کہ وردان کی یہ تقریر سن کر کوئی رومی ایسا باقی نہیں رہا تھا جو دھاڑیں مار مار کر نہ رویا ہو۔ ان کی چیخیں نکل

گئیں، ہر شخص رو رہا تھا اور کفِ افسوس مل رہا تھا، رومیوں میں سے ہر شخص غصہ میں بھر گیا اور وہ سخت غیظ و غضب کے عالم میں یہ کہہ رہے تھے کہ اب ہم اپنے خون کے آخری قطرہ تک لڑیں گے اور جب تک ہم میں سے ایک متنفس (سانس لینے والا) بھی موجود ہوگا، جنگ جاری رکھی جائے گی! عرب قوم اس حد تک نہیں پہنچ سکتی ہم انھیں تلواروں سے قتل کر دیں گے، نیزوں میں پرو ڈالیں گے۔ تیروں سے ان کو چھلنی کر کے رکھ دینگے اور جن باتوں کا آپ نے ذکر کیا ہے ہرگز نہ ہونے دینگے!

وردان اپنی قوم کے اس جواب سے بہت خوش ہوا۔ عوام، سردارانِ قوم اور بڑے بڑے سپہ سالاروں اور بہادر جنگجوؤں کو ایک اعلان کے ذریعے طلب کیا گیا تا کہ سب سے مشورہ کر کے ان کو اعتماد میں لیا جائے۔ پھر وردان نے اپنے سپہ سالاروں اور سرداروں کو بلند آواز سے کہا بادشاہِ روم ہرقل کی فوج نے میری تقریر کا جو جواب دیا ہے، وہ آپ لوگوں نے سنا؟ قوم میں سے ایک شخص نے جواب دیا:

> ''اے وردان! آپ ان ''العوام کلا نعام'' کی باتوں پر اعتماد نہ کریں اور یہ سمجھ لیں کہ آپ کا ایک ایسی قوم سے پالا پڑا ہے جس سے کسی صورت میں عہدہ برآ نہیں ہوا جا سکتا۔ کیا آپ نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا کہ ان کا ایک شخص ہمارے تمام لشکر پر حملہ آور ہو جاتا ہے اور ہماری جمعیت اور کثرت سے ذرا بھی مرعوب نہیں ہوتا اور جب تک وہ تن تنہا ہمارے کئی آدمیوں کو قتل نہیں کر دیتا واپس نہیں جاتا، ان کے نبی (علیہ السلام) نے جو کچھ ان سے کہہ دیا ہے وہ ان کے دل میں ایک پختہ عقیدہ کی طرح بیٹھ گیا ہے کہ اگر انھوں نے ہم میں سے کسی شخص کو قتل کر دیا تو ہمارا آدمی دوزخ میں چلا گیا اور اگر ان کا کوئی آدمی قتل ہو گیا تو سیدھا جنت میں پہنچ گیا۔ موت اور زندگی اس قوم کے نزدیک ایک برابر ہے ہم میں سے اب تک کثیر تعداد قتل ہو چکی ہے جبکہ ان کے معدودے چند آدمی جنگ میں کام آئے ہیں سو مجھے اس قومِ روم سے آپ کے لئے کوئی خاص اُمید اور توقع نہیں البتہ اگر آپ کسی ترکیب اور کسی طریقہ سے ان کے سردار تک پہنچ سکیں اور اس کا کام تمام کر دیں تو پھر اُمید کی جا سکتی ہے کہ اس کے ساتھی خود بخود ہی پسپا ہو کر بھاگ کھڑے ہوں مگر ان کے سردار تک رسائی بھی کسی حیلہ اور مکر و تدبیر کے بغیر ناممکن ہی ہے۔

مسلمانوں کے امیر کو دھوکا سے شہید کرنے کی سازش

وردان نے یہ سن کر اس مشورہ دینے والے اپنے مشیر سے سوال کیا کہ ''امیرِ جیش المسلمین'' کو کس حیلے سے قتل کیا جا سکتا ہے؟ حیلے اور مکر و تدبیر کو جس طرح یہ عرب جانتے ہیں، کون جانتا ہو گا؟

اس پہ وہ بطریق (سردار رومی) کہنے لگا: وردان صاحب! اس کی ترکیب یہ ہے کہ آپ مسلمانوں کے امیر کو

مذاکرات کے بہانے اپنے پاس بلا لو جس وقت آپ دونوں علیحدہ کسی جگہ تنہا ہو جاؤ تو موقع پا کر آپ اس کا گلا دبا دینا اور اپنے آدمیوں کو جو پہلے سے ہی قریب کسی مقام پر گھات میں اس کو قتل کرنے کے ارادہ سے بٹھا رکھے ہونگے، اُن کو آواز دیکر بلا لینا اس طرح یہ منصوبۂ قتل اپنے انجام کو پہنچ جائے گا۔

وردان نے کہا: میں کسی تدبیر اور ترکیب وطریقہ سے اس شخص تک نہیں پہنچ سکتا اس لئے کہ وہ نہایت بہادر اور زیرک آدمی ہیں ایسی تراکیب اور حیلوں فریبوں سے وہ ہمارے دام تزویر میں آنے سے رہے! یہ بہت پیچیدہ اور مشکل امر ہے۔ دوسرے یہ کہ نہ میں ان سے بات چیت اور گفتگو کر سکتا ہوں اور نہ وہ مجھ سے شکار ہو سکتے ہیں!

بطریق (رومی سردار) پھر بولا کہ اچھا ایک اور بات میرے ذہن میں آتی ہے اگر آپ نے یہ کام کر لیا تو سمجھ لو کہ لشکر اسلام کے امیر تک پہنچ گئے اور کوئی ضرر بھی نہیں پہنچے گا۔ وہ یہ کہ اپنے دس نہایت بہادر سپاہی، جانے سے پہلے کمین گاہ میں چھپا کر بٹھا دیں پھر اسے بلا لیں اور اسی جگہ کے قریب جہاں وہ دس سپاہی چھپے ہوں، مذاکرات کے بہانے اسے لے کر بیٹھ جانا اور اسے باتوں میں منہمک کر لینا۔ جب آپ کی طرف سے اسے مکمل اطمینان ہو جائے تو ایک دم اس پر حملہ کر دینا اور ان مورچہ بند سپاہیوں کو چیخ کر آواز دینا تا کہ وہ برق رفتاری سے اپنے مورچوں سے نکل کر اس امیر کی تکہ بوٹی کر ڈالیں اور آپ اس کی ایذا رسانی اور گزند سے محفوظ رہو گے اور باقی ساتھی پھر خود ہی اِدھر اُدھر منتشر ہو جائیں گے حتیٰ کہ دور تک بھی ایک جگہ جمع نہ ہو سکیں گے۔

وردان یہ ترکیب سن کر بڑا خوش ہوا اس کے چہرے پر مسرّت کی ایک لہر دوڑ گئی اور بولا کہ یہ ترکیب بہت خوب رہی اور میں آپ کی رائے کے ساتھ پورا اتفاق کرتا ہوں مگر اس پر عمل رات ہی میں ممکن ہے اور کل صبح نہیں ہوگی مگر ہم اپنے ارادہ کو عملی جامہ پہنا کر فراغت حاصل کر چکے ہوں گے۔

سازش کے لیے داؤد نصرانی کا انتخاب کرنا اور اس کا جواب

اس کے بعد وردان نے شام کے نصاریٰ میں سے ایک داؤد نامی شخص کو، جو حمص کا رہنے والا تھا اپنے پاس بلا کر کہا: میں جانتا ہوں کہ تم فصیح اللسان اور جرأت مند دل کے مالک ہو اور اپنے فن خطابت کے زور اور دلیل و برہان کے طریق سے مقابل کو زیر کرنا جانتے ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ان عربوں کے پاس جاؤ اور ان کو یہ پیغام دو کہ کل تک کے لیے وہ جنگ کو موقوف رکھیں نیز ان سے کہنا کہ کل صبح سویرے ان کا سردار ہمارے پاس آئے تا کہ میں (وردان) بذاتِ خود اس سے مذاکرات کر کے کوئی معاملہ طے کروں اور صلح کی کوشش کی جائے، کیونکہ صلح کے امکان کو ابھی تک رد نہیں کیا جا سکتا اور اس صلح کے نتیجہ میں ان عربوں کے جو مطالبات ہونگے اس پر سنجیدگی سے غور کیا جائے گا اور ہم ان کو بہت کچھ مال و اسباب اور دولت دینے کا ارادہ کیے ہوئے ہیں

داؤد نصرانی نے کہا: حیف ہے تجھ پر، بادشاہ نے تجھے جنگ کا حکم دیا ہے اور تو اس کی مخالفت کرتا ہے، تو نے عربوں سے اگر مصالحت کی تو عرب دنیا تجھے بزدل اور ڈرپوک کے لقب سے یاد رکھے گی اور مجھ سے یہ کبھی نہیں ہوسکتا ہے کہ میں عربوں سے مصالحت کے لئے بات چیت کروں کیونکہ اگر بادشاہ کو یہ خبر پہنچ گئی کہ میں صلح کے لئے درمیان میں واسطہ بنا تھا تو وہ مجھے فوراً قتل کرا دے گا لہٰذا میں اس طرح کی کسی ڈیل کے لئے ہرگز تیار نہ ہوں گا۔

وردان نے کہا: تجھ پر افسوس ہے! یہ تو دراصل ہم نے ایک حیلہ سوچا ہے اور تو بات کو نہیں سمجھتا، میں اس طریقے سے اصل میں ان کے سردار تک رسائی حاصل کرنا چاہتا ہوں تا کہ اسے قتل کر دوں اور بعد میں اس کی یہ سپاہ خود ہی تتر بتر ہو جائے گی اور منتشر جمیعت کو تہہ و تیغ کرنا آسان ہوتا ہے اور پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے متعلق اس نے جو خفیہ سازش تیار کی تھی، اس کے متعلق داؤد کو بریف کیا۔

داؤد نصرانی اس کی پلاننگ کو سن کر کہنے لگا: اے وردان! باغی، مکار اور دغا باز آدمی! ہمیشہ اور ہر منصوبے میں منہ کی کھاتا ہے اور ذلیل و خوار ہوا کرتا ہے۔ ہیرا پھیری اور دجل و فریب، جس کا تانا بانا تو نے بُن رکھا ہے اس کو چھوڑ اور جمیعت کا مقابلہ اپنی جمیعت سے کر۔

وردان یہ سن کر لال پیلا ہو گیا اور غصے میں کہنے لگا: میں تجھ سے اس کام میں مشورہ نہیں طلب کرتا بلکہ تجھے حکم دیتا ہوں کہ میرا پیغام پہنچا دے اور جو میں کہتا ہوں وہ کر، اور تُو بحث اور جھگڑا چھوڑ......!

داؤد نصرانی کا بطور سفیر مسلمانوں کے پاس آنا

داؤد نے کہا: بالکل ٹھیک ہے سر آنکھوں پر۔ یہ کہہ کر چل دیا مگر دل نے اس کی بات کو قبول نہ کیا اور جی میں کہا، وردان نے بھی لگتا ہے اپنے بیٹے کے پاس جانے کا ارادہ کر لیا ہے جو ایسی باتیں کرتا ہے۔ یہ چلا اور مسلمانوں کے لشکر کے قریب جا کر ٹھہر گیا اور زور سے آواز دی اور بلند آواز سے کہا:

اے اقوام عرب! کیا خون ریزی اور قتل پر بس نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ تم سے اس کے متعلق باز پُرس کرے گا ہم ایک امر پر متفق ہو گئے ہیں اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ اس امر پر صلح ہو جائے گی۔ تمہارے سردار کو مکالمہ کے لئے میرے پاس آنا چاہئے تا کہ میں اپنے یہاں آنے کا مقصد اور غرض اس کے سامنے بیان کرسکوں اور اگر کسی وجہ سے وہ خود نہ آسکتے ہوں تو اپنے نمائندہ کو بھیج دیں تا کہ وہ میرا پیغام ان تک پہنچا دے۔

یہ ابھی اپنی بات مکمل نہ کر پایا تھا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آگ کے شعلہ کی طرح یک دم نمودار ہوئے اپنی لمبی زرہ کو کفن کی طرح پہنا ہوا ہے اور ہاتھ میں نیزہ ہے جسے آپ نے اپنے اصیل گھوڑے کے دونوں کانوں کے درمیان رکھا ہوا ہے۔

بوڑھے نصرانی نے جب آپ کی طرف دیکھا تو بولا: اے عربی! رکیئے اور آرام سے میری بات سنیئے! میں جنگ کرنے نہیں نکلا ہوں اور نہ ہی جنگ میرا مشغلہ ہے، میں تو امن کا پیام بر ہوں، لڑائی بھڑائی اور شمشیر وسنان کا میں قائل نہیں ہوں میں مذاکرات سے مسائل حل کرنے کا خواہاں ہوں۔ میں سفیر ہوں اور آپ تک ایک پیغام پہنچانے کی غرض سے آیا ہوں اور اب جو میں کہوں وہ سن لیں۔ نیزے کو آپ ذرا دور رکھیں تا کہ میں بے دھڑک ہو کر اور کھل کر آپ سے اپنے آنے کا مدعا بیان کرسکوں۔

داؤد نصرانی کا حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کلام کرنا

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے نصرانی کے مطالبہ پر نیزہ واپس زین کے قربوس میں رکھ دیا اور عیسائی کے قریب ہو گئے اور اس سے فرمایا: تو اپنا کام پورا کر اور جو پیغام لایا ہے بیان کر، مگر ایک بات پیش نظر رہے کہ سچ پر کار بند رہنا اور سچ بولنے کا فائدہ تجھے ہی ہو گا کیونکہ جو شخص سچ بولتا ہے نجات پانے والا ہوتا ہے اور جو جھوٹ بولتا ہے وہ ہلاکت کے گڑھے میں گرتا ہے۔

داؤد نے کہا: اے اعرابی آپ سچ فرماتے ہیں۔ میں اس غرض کے لئے حاضر ہوا ہوں کہ ہمارا امیر اور ہمارا سپہ سالار خون ریزی کو پسند نہیں کرتا اور وہ تمہارے ساتھ جنگ کا ارادہ نہیں رکھتا، اب تک ہم دونوں فریقین کے جتنے آدمی جنگ میں قتل ہو چکے ہیں اس کو مقتولین کا بہت زیادہ رنج اور ملال ہے، اس لئے اس کی رائے یہ ہے کہ انسانی جانوں کا یہ قتل عام دونوں طرف سے اب بند ہو جانا چاہیئے۔

اس سلسلہ میں ہمارے امیر نے کہا ہے کہ ہم آپ کی مالی امداد کرنے کو تیار ہیں لیکن شرط یہ ہے ہم لوگ آپس میں ایک تحریری معاہدہ کرلیں جس پر آپ کے اور آپ کے بڑے سرکردہ حضرات کے دستخط ثبت ہوں۔ معاہدہ میں یہ بات ملحوظ رکھنی ہوگی کہ آپ اور آپ کے ساتھی آج کے بعد ہم سے کوئی تعرض اور ٹکراؤ نہیں کرینگے، نہ آپ حضرات ہمارے شہروں اور قلعوں پر حملہ کریں گے۔ اگر آپ ایسا کرنے کی یقین دہانی کرا دیں تو ہمیں آپ کے قول پر مکمل اعتماد اور وثوق ہوگا اور آپ کے اس کردار پر ہمیں خوشی ہوگی۔

اس کی یہ بھی خواہش ہے کہ اس بقیہ دن میں بھی لڑائی موقوف رکھی جائے اور جب صبح طلوع ہو تو آپ اکیلے تن تنہا تشریف لے جا کر معاہدہ کریں اور جنگ بندی کے معاہدہ کی دستاویزات پر اپنے دستخط ثبت فرمائیں اور مل بیٹھ کر غور وفکر کے اور بحث و تمحیص کے بعد جو کچھ آپ دونوں طے کریں اس پر عمل ہونا چاہیئے اور ٹھنڈے دل و دماغ سے ایک دوسرے کی بات سننی چاہیئے۔ اللہ عزوجل سے اُمید ہے کہ دونوں سرداروں کی باہمی بات چیت کے نتیجہ میں دونوں فریق کی فوجوں کے قتل اور ہلاکتوں کا یہ بڑھتا ہوا سلسلہ بند ہو جائے اور امن ہو جائے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا جواب

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب داؤد کی یہ تمام گفتگو سن لی تو بڑی دیر تک سوچتے رہے، پھر فرمایا: جنرل وردان کے دل میں جو بات ہے اور جس مقصد کے لئے اس نے تجھے میرے پاس بھیجا ہے اگر اس کے اندر کسی قسم کی چال یا مکر و حیلہ اور سازش مضمر اور مخفی رکھی گئی ہے تو کان کھول کر سن لو، اللہ جل جلالہ کی قسم! خفیہ تدبیر، جنگی مکر و خداع اور چال چلنا ہماری گھٹی میں شامل اور ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے اور اس فن میں ہمارے مثل اور برابر شاید ہی کوئی پیدا کیا گیا ہو۔ پھر سُن لو کہ اس قسم کی سازش کر کے اور فریب دے کر اگر وہ کسی کامیابی کا خیال اپنے دل میں چھپائے ہوئے ہے تو میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ وہ کبھی کامیاب نہیں ہوگا بلکہ منہ کی کھائے گا اور اس طرح شاید وہ خود کو موت اور ہلاکت کے منہ میں دھکیل رہا ہے اور مکر و فریب اور دھوکا دہی کے ذریعے جنگ جیتنے کا اس کا منصوبہ دھرے کا دھرارہ جائے اور وہ اپنی افواج کا استحصال کر کے اور ان کو بیخ و بُن سے کاٹ کر اپنی آرزؤں کا خون کرنا چاہتا ہے۔ اگر اس کا یہ قول حق و صداقت پر مبنی ہے تو پھر سُن لو اور اسے یہ جواب پہنچا دو کہ تمہارے ساتھ ہماری مصالحت اور امن و صلح کا معاہدہ صرف دو باتوں پر ہو سکتا ہے:

① پہلی بات یہ ہے کہ تم اسلام قبول کر لو۔

② اور دوسرے نمبر پر یہ کہ تم اپنی جماعت اور اپنے سرداروں اور اپنی اولاد کا جزیہ ادا کر کے امن حاصل کر سکتے ہو۔ باقی رہا مال، سو اس کی مجھے خواہش نہیں ہے۔ ہاں! البتہ مال اسی طریقے سے لے سکتا ہوں جس کا ابھی میں نے تذکرہ کیا ہے کہ ہر سال کے آغاز میں بطور جزیہ ہمیشہ مال ادا کرو۔

داؤد بادلِ نخواستہ آپ کی یہ گفتگو سنتا رہا آخر کہنے لگا چلیں ٹھیک ہے جیسے تمہاری خواہش ہے ایسا ہی ہو جائے گا۔ مگر جس وقت تم دونوں ہم منصب سپہ سالاروں کی ایک جگہ بیٹھ کر آپس میں گفتگو ہو جائیگی تو تمہارے درمیان تصفیہ ضرور ہو جائے گا، اور مجھے اب اجازت دیجئے۔

داؤد نصرانی کا امان طلب کرنا اور سچ بات بتانا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی گفتگو سن کر داؤد کے دل پر آپ کا رُعب چھا گیا اور وہ گھبرا گیا، پھر اس نے اپنے دل میں کہا: اللہ جل جلالہ کی قسم! یہ عربی سچا ہے اور عرب اپنے قول کے پکے ہوتے ہیں اور خدا کی قسم! میں یقین سے جانتا ہوں کہ وردان قتل ہو کر رہے گا اور اس کے بعد ہمارا بھی نمبر ہے۔ میرے لئے اس کے علاوہ اب کوئی چارہ کار اور جائے فرار نہیں ہے کہ میں عربی سے سچ سچ کہہ کر اپنے لئے اور اپنے بیوی بچوں کے لئے امان طلب کر لوں لہٰذا سوچ کر وہ جانا چاہیئے بوڑھا

نصرانی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا: اے عربی بھائی! مجھے میرے سردار نے جو کچھ تلقین کیا تھا، اس میں سے ایک اہم بات تو میں آپ سے کہنی بھول ہی گیا!

آپ نے پوچھا وہ کیا؟

داؤد نے کہا: آپ کو محتاط رہنا چاہئے اور اپنی جان کی حفاظت کرنی چاہئے، جنرل وردان نے دراصل آپ کے خلاف ایک سازش تیار کی ہے، اس کے بعد داؤد نے پوری سازش سنائی اور آپ کو وردان کے مکر وحیلہ سے مطلع کر دیا اور کہا کہ میں اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے آپ سے امان کی درخواست کرتا ہوں۔

حضرت خالد نے فرمایا: تیرے، تیری آل اولاد اور تیرے مال واسباب کے لئے امان ہے اور تحفظ کی ضمانت دی جاتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ اگر تو اپنی قوم کو اس عہد وپیان سے آگاہ کرنے کی مخبری کرے اور نہ غداری کا مرتکب ہو!

اس نے کہا: اگر میں نے غداری کرنی ہوتی تو تمام واقعہ ہی آپ سے بیان نہ کرتا۔ آپ نے فرمایا: اب یہ بتاؤ کہ رومیوں نے ان دس آدمیوں کو چھپانے کے لئے کمین گاہ کہاں مقرر کی ہے؟

داؤد نے کہا: لشکر کے دائیں طرف ریت کے ٹیلے کے پاس ان کا مورچہ ہوگا۔

پھر اس نے اجازت چاہی اور واپسی کی راہ لی اور جا کر اپنے "صاحب" کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے جواب سے آگاہ کیا۔ جنرل وردان سن کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا "صلیب" سے اُمید ہے کہ میں کامیاب ہوں گا، پھر اس نے فوری طور پر دس بہادر اور جان باز فوجیوں کا ایک دستہ طلب کیا اور ان کو حکم دیا کہ وہ پیدل ہو کر جائیں اور نامزد کمین گاہ میں جا کر چھپ جائیں۔

ادھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ واپس لوٹے تو ان کی ملاقات حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ انھوں نے آپ کو ہنستا ہوا دیکھ کر فرمایا اے ابوسلیمان! [1] اللہ عزوجل ہمیشہ آپ کو ہنستا رکھے، کیا خبر لائے ہو؟ آپ نے نصرانی بابا والی ساری کہانی سنائی، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا پھر آپ کا کیا ارادہ ہے؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عزم کیا ہے کہ میں انشاء اللہ عزوجل اکیلا ہی اس قوم کی طرف نکلوں گا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوسلیمان! مجھے اپنی جان کی قسم! تم ان سب کو کافی ہو مگر اللہ عزوجل نے تم کو یہ حکم نہیں دیا ہے کہ تم اپنی جان کو خود ہلاکت میں ڈالو، اللہ عزوجل تو یہ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾

---

[1] حضرت خالد کی کنیت ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

''اور ان کے لیے تیار رکھو جو قوت تمھیں بن پڑے اور جتنے گھوڑے باندھ سکو کہ ان کے دلوں میں دھاک بٹھاؤ جو اللہ کے دشمن اور تمھارے دشمن ہیں۔''[1]

دشمن نے تمھارے مقابلہ میں دس آدمی تیار کئے ہیں اور اس طرح وہ گیارھواں ہے، مجھے اس لعین سے اس وقت تک تمھارے متعلق اطمینان نہیں ہوسکتا جب تک تم بھی اس کی طرح دس آدمی متعین کر کے ان کی کمین گاہ کے قریب گھات میں نہ لگا دو اور چھپا کر بٹھا نہ دو کیونکہ مخبر نے ان کے مورچے کا پتہ تو آپ کو بتایا ہی ہوگا آپ نے فرمایا کہ ہاں کمین گاہ کا پتہ اس نے دیا ہے۔

مسلمانوں کی حکمت عملی

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو بس ٹھیک ہے تم بھی اپنے دس آدمی چن لو اور ان کو حکم دے دو کہ ان کی کمین گاہ کے قریب کہیں چھپ کر بیٹھ جائیں جس وقت وہ لعنتی اپنے فوجیوں کو چلا کر بلائے گا تم بھی اپنی پلٹن کو آواز دے دینا، وہ انشاء اللہ عزوجل انھیں کافی ہونگے اور اس طرح آپ کے متعلق میرا خدشہ دور ہو جاتا ہے اور ادھر ہم اپنے گھوڑوں پر الرٹ رہیں گے جس وقت تم اس دشمنِ خدا سے فارغ ہو جاؤ تو ہم اپنی سپاہ کے ساتھ اس کی فوج پر حملہ کر دیں گے اور اللہ عزوجل سے ہمیں فتح ونصرت کی کامل اُمید ہے وہی ہماری مدد فرمائے گا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کا ارشاد بجا ہے میں آپ کے قول کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مذکورہ زیریں دس حضرات کو بلایا:

① حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ

② حضرت میسب بن نجیہ فزاری رضی اللہ عنہ

③ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

④ حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ

⑤ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل العدوی رضی اللہ عنہ

⑥ حضرت سعید بن عامر بن جریج رضی اللہ عنہ

⑦ حضرت ابان بن عثمان بن سعید رضی اللہ عنہ

⑧ حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ

[1] پارہ 10، الانفال 60، ترجمہ کنزالایمان

⑨ حضرت زفر بن سعید البیاضی رضی اللہ عنہ

⑩ حضرت عدی بن حاتم الطائی رضی اللہ عنہ

جب یہ تمام حضرات مجتمع ہوئے تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جنرل وردان کی سازش اور اس کے مکر وحیلہ کے بارے اپنے ان اعلیٰ فوجی کمانڈروں کو بریفنگ دی اور رومیوں کی سازش سے آگاہ کیا اور دفاعی پالیسی مرتب کرتے ہوئے ان حضرات سے فرمایا کہ تم سب دائیں ٹیلے کی جانب نشیب میں جاکر مورچہ بند ہو جانا اور جس وقت میں تمھیں آواز دوں تو میری آواز کے ساتھ ہی فوراً نکل کر دشمن کے ایک ایک شخص کو ایک ایک کر کے دبوچ لینا اور اللہ عزوجل کے دشمن جنرل وردان کو میرے حصہ میں چھوڑ دینا، اس کے لئے انشاء اللہ عزوجل میں کافی ہوں گا۔

حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر! یہ معاملہ زیادہ نازک اور پیچیدہ معلوم ہوتا ہے، شر حد سے بڑھ چکا ہے۔ میرا وجدان یہ کہتا ہے اور مجھے یہ خدشہ ہے کہ وردان کی فوج اس کو آپ کے مقابلہ میں آنے سے روک دے گی اور پھر تمام کے تمام یکبارگی آپ پر حملہ کر دینگے لہٰذا آپ دشمن کی طرف اور بھی زیادہ احتیاطی "یہ اختیار کریں تا کہ اللہ عزوجل کرم کرے اور ان کا شر آپ تک نہ پہنچے اور میری رائے یہ ہے کہ ہمیں اسی وقت رات ہی رات میں اس قوم کی کمین گاہ کی طرف چل پڑنا چاہئے اور اگر ہم انھیں سوتا ہوا پائیں تو صبح چڑھنے سے پہلے ہی ان سے فارغ ہولیں اور ان کی جگہ پھر ہم چھپ کر بیٹھ جائیں۔ صبح کو جب جنرل وردان سے آپ تنہا ملاقات کریں تو ہم بغیر کسی لڑائی اور مزاحمت کے نکل آئیں۔

حضرت خالد ضرار رضی اللہ عنہ کی بات سن کر مسکرائے اور ہنس کر فرمانے لگے اگر ایسا ممکن ہو تو لیجئے پھر تم ہی یہ کرو اور تم دس ساتھی، جن کو میں نے چنا ہے جانے کی تیاری کرو اور میں تم کو ان ساتھیوں پر سردار مقرر کرتا ہوں تم ان کو اپنی کمان میں لے کر ابھی روانہ ہو جاؤ۔ اللہ عزوجل تمھیں تمہارے ارادہ اور مقصد میں کامیاب فرمائے گا انشاء اللہ عزوجل، اگر یہ کام ہو جاتا ہے تو اس میں ہماری بہت بڑی کامیابی ہے اور آئندہ کے لائحہ عمل کے لئے نیک فال۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ یہ کہہ کر کہ میں انشاء اللہ ان تک پہنچنے میں ضرور کامیاب ہوں گا، اپنے لشکر سے جدا ہوئے اور تمام ساتھیوں نے ننگی تلواریں ہاتھوں میں لیں اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور تمام مسلمانوں کو السلام علیکم کہا، دعاؤں کی التجاء کی اور رات اس وقت جب ایک پہر گزر چکی تھی کہ چل دیئے۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ خود اپنے ساتھیوں کے فرنٹ پر تھے اور رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے (اور اللہ کے شیروں اور مجاہدوں کا مختصر سا کارواں رواں دواں تھا)۔

ترجمہ اشعار:

❀ اندھیرے میں مجھ سے جن بھی گھبراتا ہے میں اندھیرے میں داخل ہوتا ہوں۔

❀ تُف اس مکار اور حیلہ ساز پر جس نے ہمیں دھوکا دینے کو کمین گاہ بنائی حالانکہ خفیہ تدبیر کرنے اور جنگی چال بازی میں تو اس کی اصل اور جڑ ہم ہیں۔

❀ میں دشمنوں کے ساتھ جہاد میں ضرور اپنے اللہ ﷻ کی رضا اور خوشنودی حاصل کروں گا۔

❀ جسارت منداور بہادر آدمی جنگ کی ہولناکیوں سے جزع فزع کرنے اور ڈرنے والا نہیں ہوتا۔

مکار اور سازشی نصرانیوں کا انجام

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر رات چلتے رہے یہاں تک کہ وہ اس ٹیلہ کے پاس پہنچ گئے اور اپنے ساتھیوں کو وہاں رکنے کو کہا اور فرمایا تم لوگ یہیں ٹھہرو تاوقتیکہ میں رومیوں کے بارے میں کوئی خبر لے کر تمھارے پاس نہ آؤں پھر آپ نے کپڑے اتار دیئے۔[1] تلوار ہاتھ میں لی اور آہستہ آہستہ پہاڑ اور ریت کے ٹیلوں کی آڑ میں چھپتے ہوئے چلتے گئے جب آپ قوم روم کے پاس پہنچے تو آپ نے ان کو دن بھر کی تھکاوٹ کی وجہ سے نیند میں مدہوش اور مست پایا۔ پھر ان کو کسی طرف سے دشمن کے حملہ اور مقابلہ کا بھی کوئی سامنا نہیں تھا اس لیے وہ مطمئن ہو کر سوئے ہوئے تھے۔

راوی کہتے ہیں کہ پہلے تو حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کا ارادہ ہوا کہ ان کو قریب جا کر موت کی نیند سُلایا جائے مگر معاً خیال آیا کہ اس طرح وہ جاگ جائیں گے کیونکہ جب ایک کو قتل کروں گا تو اس کے شور کی وجہ سے دوسرے اٹھ جائیں گے چنانچہ قتل کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنے ساتھیوں کے پاس واپس پلٹ آئے اور ان کو صورت حال سے آگاہ کیا اور فرمایا کہ تمھیں خوشخبری ہو! جس چیز کا ارادہ کر کے تم لوگ یہاں آئے تھے وہ موجود ہے اور جس چیز کا تمھیں ڈر تھا وہ مفقود ہے، تلواریں ننگی کر لو اور اس قوم کی طرف چل پڑو اور پھر جس طرح چاہو ان کو کاٹ دو، یاد رہے کہ تم میں سے ہر ایک نے ایک ایک کو بانٹ لینا ہوگا اور سب نے یکبارگی ضرب لگانی ہے اور جس قدر ہو سکے اپنی آواز کو بلند نہیں ہونے دینا۔ سب ساتھیوں نے یک زبان ہو کر کہا: "حُبًّا وَّ کَرَامَةً....." یہ کہہ کر انھوں نے اپنی زرہیں اتاریں، تلواریں غلافوں اور میانوں سے باہر نکالیں اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ان کے پیچھے چل دیئے، جب یہ حضرات اس قوم کے پاس پہنچے اور ان میں سے ہر ایک اپنے ہتھیار اتار کر اپنے اپنے سرہانے رکھے ہوئے تھے۔ مجاہدین متفرق ہوئے اور ایک ایک کو سنبھال لیا۔ جب پوری طرح ان کے قتل پر متمکن ہو گئے تو اپنی تلواریں بلند کیں اور ان کے منہ، گردنوں اور پشتوں میں پیوست کر دیں اور انھیں اٹھنے نہیں دیا۔ تلواروں کی ضربیں اتنی کاری تھیں اور جم کر لگائی گئیں تھیں کہ کاٹ کر ان کی

[1] یعنی جنگی لباس اتار دیا۔ (مترجم عفی عنہ)

بوٹی بوٹی کردی گئی اور جب سب کو فنا کے گھاٹ اتار دیا تو اس کے بعد ان کے اسلحہ اور دوسرے سامان کو قبضہ میں لے لیا۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ساتھیو! تمھیں خوشخبری ہو، یہ پہلی فتح ہے اور انشاء اللہ عزوجل اس کے بعد بھی اللہ پاک سے ہمیں فتح کی قوی اُمید ہے وہ اپنے وعدہ کو پورا فرمانے والا اور اس امر کو اپنے درست انجام تک پہنچانے والا ہے۔ سب نے اپنے پروردگار کی اس مدد اور نصرت فرمانے پر حمد وثنا کی اور پوری رات اللہ عزوجل کی اس عنایات بے پایاں اور بے حد کرم اور بندہ نوازی پر شکر و سپاس سے رطب اللسان رہے اور آئندہ بھی اس طرح فتح و نصرتِ خداوندی کے لئے رات بھر دعائیں کرتے رہے حتیٰ کہ فجر کی ضیاء اور روشنی نے بجلی کی طرح چمک اور لشکارا مارا، یہ حضرات مجتمع ہوئے اپنے کپڑے اتار کر رومیوں کی وردیاں پہن لیں اور نقاب اوڑھ لئے اس ڈر سے کہ ممکن ہے جنرل وردان کا بھیجا ہوا کوئی شخص اچانک آ دھمکے اور ان کو دیکھ لے اور بنا بنایا سارا منصوبہ اور کام خراب ہو جائے، چھپ کر بیٹھ گئے۔ جاسوسوں کی لاشیں ٹبہ کے نشیبی گڑھے میں غائب کر دیں اور اوپر مٹی ڈال دی اور مسلح ہو کر فتح کے انتظار میں بیٹھ گئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جب فجر کا وقت ہوا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی، اپنے ساتھیوں کو حرب کے طریقہ کے مطابق مرتب فرمایا، سرخ کپڑے زیب تن کئے اور سر پر زرد عمامہ باندھا۔ ادھر رومیوں نے بھی صف بندی کی اور ہتھیار لگائے اور صلیبوں کو بلند کیا۔ مسلمان تیاری میں ہی تھے کہ رومیوں کے لشکر کے قلب (سینٹر) میں سے ایک سوار نے نکل کر ندا دی اور کہا: اے گروہ عرب! جو ہمارے اور تمھارے درمیان کل معاہدہ ہوا تھا، وہ کیا ہوا؟ کیا تم عہد شکنی کرنے پر اتر آئے ہو؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہ سن کر آگے بڑھے اور اس کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: ہمارا شیوہ غداری کرنا نہیں ہے۔ سوار نے کہا: وردان چاہتا ہے کہ آپ اس کے پاس جا کر مذاکرات کریں تا کہ غور و فکر کیا جائے اور دیکھا جائے کہ آپ اور وہ کس امر پر متفق ہوتے ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم واپس ہو جاؤ اور اپنے جنرل صاحب کو اطلاع دو کہ میں بھی بلا تاخیر اور بغیر کسی قسم کی ڈھیل دیئے بے خوف ہو کر کھلے دل و دماغ کے ساتھ اس سے مذاکرات کرنے کے لئے آ رہا ہوں تیار ہو جاؤ۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا جنرل وردان کی ملاقات کے لیے جانا

اس نے جا کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا جواب جنرل وردان کو پہنچا دیا۔ اس دشمنِ خدا نے فوراً اپنی لمبی سی زرہ کفن کی طرح زیب تن کی، جواہرات جڑے گلو بند اور مغفر کو ٹائی کی طرح گلے میں باندھا خود نما ٹوپی سر پر رکھی اور اُوپر تاج سجا کر چل دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جب اس کو آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا یہ تمام چیزیں مسلمانوں کے لئے مال غنیمت ہوں

گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ پھر آپ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا: میرا غالب امکان یہ ہے کہ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سمیت دشمن تک ضرور پہنچ چکے ہوں گے، جس وقت آپ مجھے حملہ آور ہوتا دیکھیں تو آپ بھی مع لشکر ایک دم دشمن پر ٹوٹ پڑنا۔ پھر آپ نے مسلمانوں کو سلام کیا اور حسب ذیل اشعار پڑھتے ہوئے دشمنِ خدا کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو گئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ہم سے ناقد بن علقمہ نے بیان کیا کہ میں نے سنا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہ اشعار پڑھتے ہوئے تشریف لے گئے۔

ترجمہ اشعار:

- یا اللہ عزوجل! میرا تمام امور میں تجھی پر بھروسہ ہے، اگر میری موت قریب آ گئی ہو تو میری مغفرت فرما دینا۔
- یا اللہ عزوجل! مجھے نیک عمل کی توفیق دے، اور میرے کاموں میں جو لغزشیں ہوئیں ان کو معاف فرما دے۔
- یا اللہ عزوجل! میری تلوار سے شرک کا قلع قمع کر دے حتیٰ کہ وہ نیست و نابود ہو جائے۔
- اے مولائے کریم! تمام امور میں ایک تیرے سوا میرا کوئی سہارا نہیں ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ناقد بن علقمہ رعینی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ میں عیاض بن غنم اشعری کی یونٹ کے قلب (سینٹر) میں تھا، میں نے اپنے کانوں سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا، جب اللہ عزوجل کے دشمن وردان نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور آپ کے لباس کو دیکھا تو اس کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا اور اس نے گمان کیا کہ وہ بس میرے پاس پہنچنے ہی والے ہیں یہ سمجھ کر وہ ٹیلے کے قریب ہو گیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور وردان کا آمنا سامنا

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اسی طرح چلتے رہے یہاں تک کہ وردان کے بالکل قریب ہو گئے اور جب اس نے آپ کو اپنے بالکل قریب پایا تو اپنے خچر سے اتر پڑا۔ ادھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی گھوڑے سے اتر آئے اور دونوں جرنل ٹیلے پر آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ جرنل وردان نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے حملہ کے خوف سے تلوار ہاتھ ہی میں رکھی۔ آپ اس کے عین مقابل بیٹھے تھے، فرمایا: جو کچھ کہنا چاہتا ہے کہہ، مگر سچ پر کاربند رہنا، حق کا راستہ اختیار کرنا اور یہ خوب اچھی طرح سمجھ لے کہ تو ایسے شخص کے سامنے بیٹھا ہے کہ جو کسی کے دھوکا میں نہ آئے گا نہ مکر و حیلہ سے سرنگوں ہونے والا ہے کیونکہ وہ، خود مکر و چال بازی کی جڑ اور اصل ہے اور جنگی تدابیر اور حیلہ سازیوں کے قلعہ کا ستون ہے بہر حال تو نے جو کہنا ہے کہہ۔ وردان نے کہا: خالد (رضی اللہ عنہ)! اس وقت معاملہ میرے تیرے درمیان ہے جو کچھ تو چاہتا ہے مجھ سے بیان کر، لیکن

لوگوں کے قتل عام اور خون ریزی سے باز آ جاؤ اور خوب جان لو کہ تم نے جو کچھ کیا ہے اور خدا کے بندوں کا خون بہایا ہے، تمھارے ان افعال و اعمال کا خدائے برتر کے ہاں حساب ہوگا اور تم سے اس کی باز پُرس ہوگی اگر تمھیں ہماری دنیا سے کسی چیز کی خواہش اور مال و اسباب کی حاجت ہے تو ہم ہرگز تم پر اپنی طرف سے خیرات کرنے اور صدقہ دینے میں کسی قسم کا بخل نہیں کرینگے کیونکہ ہمارے نزدیک تم دنیا کی سب سے زیادہ کمزور، ضعیف، مفلوک الحال اور پسماندہ قوم ہو اور ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ تم ایک ایسے ملک میں رہتے ہو جہاں لوگ قحط کی وجہ سے بھوکے مر رہے ہیں اور تمھارا حال بہت ہی پتلا ہے، تم جو مانگنا چاہو مانگ لو ہم تمھیں صدقہ و خیرات دینے کو تیار ہیں۔ اب جو جی میں آئے کہو اور ہماری طرف سے تھوڑا بہت مال و منال لو اور قناعت کرو۔

آپ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا: اے دنیائے نصرانیت کے ذلیل کتے سُن! اللہ ﷻ نے ہمیں تمھارے صدقات سے مستغنی اور بے نیاز فرما دیا ہے اور تمھارے اموال کو ہمارے لئے حلال کر دیا ہے، ہم اسے جس طرح چاہیں تقسیم کریں اور تمھاری عورتوں اور بچوں کو ہمارے لئے مُباح اور حلال کر دیا ہے مگر یہ کہ تم لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ پڑھ کر مسلمان ہو جاؤ تو تم ہمارے بھائی ہو لیکن اگر اس کا انکار کرو تو پھر ذلت و خواری کے ساتھ ہر ایک کی طرف سے جزیہ دو، اور اگر اس کا بھی انکار ہے تو پھر ہمارے اور تمھارے درمیان بہترین فیصلہ کرنے والی تلوار ہے حتیٰ کہ ہم دونوں فریقوں کے آدمی جنگ میں کام آئیں اور گردنیں کٹائیں پھر اللہ ﷻ ہم میں سے جسے چاہے فتح و نصرت سے نواز دے اور ہمارے پاس تمھارے لئے یہی کچھ ہے، جو تم سن رہے ہو اگر اس کا انکار ہے تو جنگ ناگزیر ہے اور میں اللہ ﷻ کی قسم کھا کر کہتا ہوں ہمیں جہاد کا بہت شوق بھی ہے!

باقی تیرا ہماری جماعت اسلام کو سب سے زیادہ ضعیف اور کمزور کہنا، تو کان کھول کر سن لو، تم ہمارے نزدیک کُتّے کے برابر ہو، ہمارا ایک آدمی تمھارے ہزار آدمی کو بھی کمزور سمجھتا ہے۔ تیری یہ باتیں اس قسم کی نہیں جیسی کہ ہمارے ساتھ اب تک مصالحت اور امن و آشتی کے خواہش مند کرتے رہے ہیں اور اگر تو مجھے میرے لشکر اور قوم سے دُور اور الگ تنہا دیکھ کر ایسی باتیں کر رہا ہے اور اگر تمھارے دل میں مجھے اکیلے دیکھ کر کچھ ہلچل ہو رہی ہے تو چل یہ چاؤ بھی پورا کر لے میں حاضر ہوں، انشاءاللہ العزیز میں تجھے کافی رہوں گا۔

وردان کا حضرت خالد رضی اللہ عنہ پر حملہ

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جنرل وردان نے جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی گفتگو سنی تو مورچوں میں چھپے بیٹھے اپنے ساتھیوں پر بھروسہ اور اعتماد کرتے ہوئے وہ ایسے چھلانگ لگا کر اٹھا کہ اپنی تلوار بھی غلاف اور کور سے نہیں نکالی اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بازوؤں سے پکڑ لیا۔ اُدھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جوابی حملہ میں اس کے دونوں بازوؤں پر زور سے

ہاتھ مارا اور دونوں پہلوان آپس میں گتھم گتھا ہو گئے اور ایک دوسرے کو مضبوطی سے پکڑ لیا، دشمنِ خدا وردان نے چلا چلا کر اپنی فوج کو بلایا کیونکہ اس کو پورا وثوق تھا کہ اب خالد رضی اللہ عنہ میری گرفت میں ہے۔

اس نے چیخ کر بلند آواز سے کہا: جلدی دوڑو اور میرے پاس پہنچو، صلیب نے امیرِ عرب کو مغلوب کر لیا ہے اور وہ اس کی گرفت میں ہے۔

ابھی وہ اپنا یہ کلام پورا بھی نہ کر پایا تھا کہ قوم نے اس کی آواز کو سن لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم جو ٹیلے کے پیچھے مورچہ بند تھے، انھوں نے جیسے ہی یہ آواز سنی فوراً پرانے کپڑوں کو جو وہ پہنے ہوئے تھے اور زرہوں کو جوان کے بدنوں پر تھیں، اتار پھینکا اور ہاتھ میں برہنہ شمشیریں لئے عقابوں کی طرح اس کی طرف جھپٹے اور جتنا ممکن ہوا جلدی پہنچنے کی کوشش کی۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی آمد

جو شخص سب سے پہلے پہنچا، وہ اسلام کے قابلِ صد فخر بہادر سپوت حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ تھے اور وہ حسب عادت ننگے بدن تھے صرف تہبند باندھ رکھا تھا۔ تلوار کے دستہ پر ہاتھ تھا اور ببر شیر کی طرح دھاڑ رہے تھے۔ باقی بہادرانِ عرب آپ کے پیچھے پیچھے تھے، اللہ تعالیٰ کا دشمن وردان آنے والوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور دیکھتا ہے کہ فوج کا ایک مختصر سا دستہ اس کی طرف تیزی سے پیش قدمی کر رہا ہے اور اس کو یہی یقین تھا کہ اس کی فوج کا وہ دستہ اس کی کمک اور مدد کے لئے پہنچ رہا ہے جسے اس نے منصوبہ کے تحت ریت کے ٹیلے کے پیچھے اپنی خاص مہم کے لئے چھپا رکھا تھا اس لئے وہ آخر دم تک یہی سمجھتا رہا کہ اس کے اپنے آدمی پہنچ رہے ہیں حتیٰ کہ جب بہادرانِ اسلام اس کے نزدیک پہنچے اور ان کے فرنٹ پر حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ چیتے کی طرح لپکتے اور جست لگاتے تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے اور اپنی شمشیر کو گھما اور لہرا کر حرکت دیتے آ رہے تھے، وردان نے جب اس خلافِ توقع صورتحال کو دیکھا تو اس کے ہوش اڑ گئے، ہاتھ ڈھیلے پڑ گئے اور وہ کھڑا درخت بید کی طرح کانپ رہا تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا: میں تمھیں تمہارے معبود کا واسطہ دے کر یہ سوال کرتا ہوں کہ مجھے تم ہی قتل کر دینا، اس جن بھوت سے مجھے ہلاک نہ کروانا کیونکہ اس شیطان کی تو شکل دیکھ کر ہی مجھے نفرت اور وحشت ہوتی ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرا قاتل لامحالہ یہی شیر بہادر ہوگا۔ وردان اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ ابھی گفتگو کر ہی رہے تھے کہ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ تلوار کو حرکت دیتے شیر کی طرح ڈکارتے اور رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے اس کے پاس پہنچ گئے:

ترجمہ اشعار:

❀ میں ابھی ابھی وردان کو اس کے بیٹے حمران سے لاحق کر دوں گا اور بتوں کے پجاریوں کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دوں

گا میں اپنے اس عمل سے اپنے بہت احسان فرمانے والے مالک حقیقی کو خوش کروں گا اور اس کام کے ذریعے میں اللہ ﷻ کی معافی اور بخشش کا طلبگار ہوں۔

پھر آپ نے فرمایا: اے اللہ ﷻ کے دشمن! کہاں ہے تیرا مکر وفریب جو تو نے اصحابِ رسول ﷺ و رضی اللہ عنہم کے لئے سوچا تھا؟ یہ کہہ کر آپ نے اس کی طرف تلوار چمکائی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو چلا کر فرمایا: اے ضرار رضی اللہ عنہ! ذرا رکئے اس تک پہنچنے میں صبر سے کام لیجئے جب تک میں اس کو قتل کرنے کا حکم نہ دوں اسے ہلاک کرنے سے توقف کیجئے، اس وقت تک اصحابِ رسول ﷺ جو حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کے پیچھے آ رہے وہ بھی اپنی تلواروں کو لہراتے ہوئے پہنچ گئے۔ ان میں سے ہر ایک وردان کو قتل کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انھیں بھی منع فرما دیا۔ آپ نے ان کو اشارے سے حکم دیا کہ اپنی جگہ اطمینان سے کھڑے رہئے اور جب تک میں حکم نہ دوں اُسے مہلت دو۔ وردان نے جب یہ منظر دیکھا تو اس کے دل میں اس قدر دہشت پیدا ہوئی کہ گھبراہٹ سے کانپنے لگ گیا اور بوکھلا کر زمین پر گر پڑا اور انگلی سے اشارہ کر کے امان امان پکارنے لگا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امان صرف اس شخص کو دی جاتی ہے جو امان کا اہل ہو اور تو تو وہ شخص ہے جس نے ہم سے منافقت کی ہے کیونکہ تو زبان سے امن وسلامتی کا راگ الاپتا رہا اور دل میں مکر وفریب کو چھپائے رکھا، گویا منہ میں رام رام اور بغل میں چھری!؟ مگر اللہ ﷻ کا کام ہوا کہ تیرا مکر وفریب ہم پر چل نہ سکا کیونکہ ﴿وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ﴾ ''اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر فرمانے والا ہے۔'' [1]

وردان کا قتل

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی یہ گفتگو سنی تو اب تو انھوں نے اسے بالکل مہلت نہ دی اور اس کے شانے کی ہڈی پر زور سے تلوار کا ایسا کاری وار کیا کہ تلوار آر پار ہوگئی اور جھٹ سے اس کے سر پر سے تاج کو اچک لیا اور کہا جو شخص (جنگ میں) کسی چیز کو جلدی سے بڑھ کر اٹھا لے اس کا حق دار وہی ہوتا ہے۔ یہ دیکھ کر مجاہدین کی تلواریں حرکت میں آئیں اور اس کی تکہ بوٹی کر کے رکھ دی اور جلدی سے اس کے تمغات، اسلحہ اور زائد لباس کو قبضہ میں لے لیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے میری قوم! مجھے تمھارے بارے میں رومیوں کی طرف سے ڈر ہے کیونکہ رومی فوج کو اپنے سپہ سالار کا انتظار ہے اور وہ اس کے لئے چشم براہ ہیں، ان کو ذرا بھی شک گزرا تو وہ ایک دم تم پر ٹوٹ پڑیں گے اس لئے فوراً وردان کا سر کاٹ لو اور رومی مقتولین کی جو وردیاں تمھارے پاس ہیں ان کو پہن لو اور جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ جب تم رومی لشکر کے قریب ہو جاؤ تو اللہ اکبر کہہ کر ان پر حملہ کر دینا تمھاری تکبیر

[1] پارہ 3، آل عمران 54، ترجمہ کنز الایمان

کے وقت دوسرے مسلمان بھی حملہ کر دینگے۔

کہتے ہیں کہ یہ حکم سن کر ہر شخص نے اپنے اپنے مقتول کا قصد کیا اور اس کا لباس اور اس کا اسلحہ اتار کر خود پہن لیا اور انہی کی زرہیں بھی اتار کر خود پہن لیں اور مقابلہ کے لئے رومیوں کی طرف چل دیئے۔ وہ رومی لباس اور اسلحہ میں چونکہ خود کو چھپائے ہوئے تھے، اس لئے ان کو شک نہ ہوا کہ یہ مسلمان مجاہدین ان کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں وہ انھیں اپنے آدمی سمجھتے رہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہ دونوں لشکر کے آگے رہ کر ان کی قیادت فرما رہے تھے۔ وردان کا سر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کی نوک پر لگا رکھا تھا، جس وقت یہ ٹیلے کی اوٹ سے دونوں لشکروں کے سامنے میدان میں آئے تو رومیوں کے لشکر کی طرف چل دیئے ان کے ادھر مڑنے اور ان کی طرف رُخ کرنے سے رومیوں کو مغالطہ ہوا اور انھوں نے وردان کے سر کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا سر سمجھا اور مسلمانوں کو اپنے فوجی تصور کر لیا اور انھوں نے خوشی سے بھنگڑے ڈالنے اور تالیاں بجانی شروع کر دیں اور بطورِ فخر صلیبوں کو بلند کرنے لگے اور شور وغل سے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ مسلمانوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو ان کے دلوں پر خوف سا چھا گیا اور ان کو ایسے لگا کہ ان کے امیر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کسی بڑی مصیبت میں پھنس گئے ہیں، کوئی دعائیں مانگ رہا ہے اور کوئی خوف زدہ اور سہا ہوا ہے اور کسی نے رونا شروع کر دیا اور کسی نے چیخ و پکار شروع کر رکھی ہے۔

عام جنگ کا شروع ہونا

جس وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ رومی لشکر کی صفوں کے قریب پہنچے تو آپ نے جنرل وردان کا سر لیا اور لوگوں کے سامنے کر دیا اور دکھلا کر بلند آواز سے فرمایا۔

اے اللہ عزوجل کے دشمنو! یہ تمھارے سپہ سالار، وردان کا سر ہے اور میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہوں۔ پھر آپ نے اس کو پھینک دیا اور نعرۂ تکبیر بلند کر کے آپ نے حملہ کر دیا۔ آپ کے بعد حضرت ضرار رضی اللہ عنہ بھی اللہ اکبر پڑھ کر دشمن پر ٹوٹ پڑے اور پھر تو تمام مسلمانوں نے نعرہ تکبیر کی آوازیں بلند کرتے ہوئے دشمن پر ہلہ بول دیا۔

ادھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے بھی مجاہدین کو جہاد کے لئے اُبھارا اور نداء کر کے فرمایا: اے اسلام کے محافظو! اور دین کے حمائتیو! دشمن پر حملہ کر دو۔

اور یہ کہہ کر خود بھی حملہ آور ہوئے اور ساتھ ہی دوسرے مسلمانوں نے بھی ان کو دیکھ کر دشمن پر حملہ کر دیا۔ رومی فوج نے جب اپنے "صاحب" کا سر دیکھا اور ان کو یقین ہو گیا کہ عرب مجاہدین نے ان کے سردار وردان کو قتل کر دیا ہے تو انھوں نے پسپا ہو کر بھاگنا شروع کر دیا۔ مگر وہ گھیرے میں آ چکے تھے، اس لئے ہر طرف سے تلوار نے ان کا خوب کام

تمام کیا۔ پتھروں، ڈھیلوں غرضیکہ جہاں بھی کوئی چھپا ہوا تھا مجاہدین نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان کو تہہ تیغ کیا اور چاشت کے وقت سے لے کر نماز عصر تک تلوار برابر اپنا کام کرتی رہی۔ رومی فوجی بدکے ہوئے اور بے مہار اونٹوں کی طرح اِدھر اُدھر منتشر اور بکھرے ہوئے تھے۔

حضرت عامر بن طفیل دوسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھا، میرے پاس دمشق کے گھوڑوں میں سے ایک گھوڑا تھا اور ہم مشرکین کے نشانات دیکھ کر ان کا تعاقب کر رہے تھے۔ جب ہم ''دعر'' نامی ایک شاہراہ پر پہنچے تو ہمیں دور سے غبار اٹھتا ہوا دکھائی دیا، ہم نے گمان کیا کہ یہ ہرقل بادشاہ نے اپنے لشکر کی امداد کے لئے کوئی تازہ دم فوج بھیجی ہے۔ یہ سمجھ کر ہم چوکنا اور ہوشیار ہو گئے اسی طرح ہمارے پیچھے آنے والے مسلمانوں نے بھی غبار سے یہ خیال کیا کہ رومی فوج کی مدد کے لئے یہ لشکر آ رہا ہے، چنانچہ وہ بھی فکرمند ہوئے اور ہوشیار ہو گئے۔ جب یہ غبار ہمارے قریب ہوا تو دفعتاً ہمیں معلوم ہوا کہ خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہماری مدد کے لئے یہ لشکر روانہ فرمایا ہے۔ چونکہ رومی فوج اپنے سردار کے قتل کے بعد انتشار کا شکار ہو گئی تھی اور وہ اسی طرف منتشر ہوئی پھر رہی تھی، جدھر سے مسلمانوں کا لشکر آ رہا تھا اس لئے رومیوں کا جو فوجی بھی ان کے ہتھے چڑھا، انھوں نے اس کو قتل کر دیا اور اس کے مال و اسباب کو غنیمت بنا لیا۔

اجنادین کی فتح

مصنف لکھتے ہیں علامہ ثقفی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت یونس بن عبد الاعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد حرام میں مجھ سے یہ بیان کیا تھا کہ یہ لشکر جو مشرکین کی شکست اور پسپائی کے دن ''اَجنادین'' کے مقام پر مسلمانوں کی ریلیف اور کمک کے لئے پہنچا تھا، اس کی کمان حضرت عمرو بن عاص بن وائل سہمی رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے۔ یہ لشکر رومی فوج کے ساتھ لڑائی کے وقت موجود نہ تھا اور اس کی کمان بھی وہاں پہلے سے موجود لشکر اسلام میں سے کوئی شخص نہ کر رہا تھا بلکہ یہ لشکر ان اسی روز پہنچا تھا جس روز روم کی فوج کو ہزیمت اور پسپائی ہوئی تھی۔ علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اجنادین'' کے مقام پر رومی فوج کی نفری نوّے ہزار (90,000) تھی اور ان میں سے اس روز جو قتل ہوئے ان کی تعداد پچاس ہزار (50,000) سے زائد تھی، اس سے کم ہرگز نہ تھی۔ لڑائی کے گرد و غبار کی وجہ سے کچھ تو اپنوں کے ہاتھ سے ہی قتل ہوئے، باقی ماندہ فرار ہو گئے جن میں سے بعض نے قیساریہ کا رُخ کیا اور بعض دمشق کی طرف بھاگ گئے۔ مسلمانوں کے ہاتھ اتنا مال لگا کہ اس سے قبل کبھی اسقدر مالِ غنیمت حاصل نہیں ہوا تھا۔ سونے اور چاندی کی صلیبیں اور سونے کی زنجیریں جو انھیں میدان جنگ سے ملیں، ان کا تو کوئی حد اور حساب نہ تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس تمام مال کو بمع اس تاج کے جو وردان کے سر سے مال غنیمت میں ہاتھ آیا تھا، جمع کر کے تقسیم کے لئے رکھ لیا اور فرمایا:

ابھی اس میں سے کوئی چیز تقسیم نہیں کی جائے گی جب انشاء اللہ ﷻ دمشق فتح ہوگا تو پھر مالِ غنیمت کو آپ لوگوں پر تقسیم کرینگے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مکتوب بھیجنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اجنادین کی جنگ اٹھائیس جمادی الاولیٰ 13 ھ کو واقع ہوئی تھی اور فتح اجنادین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات سے صرف تیس روز پہلے واقع ہوئی تھی۔ جب ''اجنادین'' کی مکمل فتح ہوگئی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے تمام اُمور سے فراغت حاصل کر کے جنگ کی مکمل رپورٹ لکھی اور دربارِ خلافت میں خلیفۂ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک تفصیلی خط تحریر کیا جس کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من خالد بن الوليد الى خليفة رسول الله ﷺ، سلام عليكم فانى احمد الله الذى لا اله الا هو و اصلى على نبيه محمد ﷺ ثم ازيده حمداً و شكراً على سلامة المسلمين و دمارا على المشركين واخماد جمرتهم وانصداع بيضتهم وانا لقينا جموعهم بأجنادين مع وردان صاحب حمص و قد نشروا كتبهم ورفعوا صلبا نهم وتقاسموا بدينهم الا يفروا ولا ينهزموا فخرجنا اليهم وايقنا بالله متوكلين على الله فعلم ربنا ما اضمرناه فى افئدتنا وسرايرنا فرزقنا البصر وايدنا بالنصر وكتب اعداء الله بالقهر فقتلنا منهم فى كل فج و شعب وواد وجملة من احصيناهم من الروم ممن قتل خمسون الفاً وقتل من المسلمين فى اليوم الاول والثانى اربع مائة وخمسة وسبعون رجلاً ختم الله لهم بالشهادة

ویوم کتبت الیك هذا الکتاب وهو یوم الخمیس للیلتین خلتا من جمادی الآخرة ونحن راجعون الی دمشق فادع الله لنا بالنصر والسلام علیك و علی جمیع المسلمین ورحمة الله و برکاته .

اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع

از خالد بن ولید............ بخدمت خلیفۂ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

السلام علیکم! میں اللہ ﷻ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں ہے اور میں درود وسلام پیش کرتا ہوں اللہ ﷻ کے نبی حضرت محمد ﷺ کی بارگاہ میں۔

پھر میں مزید حمد اور شکر ادا کرتا ہوں اللہ ﷻ کے اس امر پر کہ اس کے فضل وکرم سے مسلمان سلامت رہے اور مشرکین ہلاک اور برباد ہوئے، خدا کا شکر ہے کہ دشمنوں کی عداوت کے شعلے ٹھنڈے ہوئے اور ہماری مڈبھیڑ ہوئی اجنادین میں گورنر حمص جنرل وردان کے ساتھ، انھوں نے اپنی فتح کا قبل از وقت ہی خوب پروپیگنڈہ اور چرچا کر رکھا تھا اور صلیبوں کو اٹھا رکھا تھا اور اپنے دین کی قسمیں کھا کھا کر باہم ایک دوسرے سے عہد و پیمان باندھا تھا کہ وہ میدان جنگ سے راہِ فرار اختیار کرینگے اور نہ ہی کسی صورت پسپا ہونگے، مگر ہم خالص اللہ پاک کی ذاتِ "وحدہ لاشریک" پر توکل کرتے ہوئے یقین اور ایمان کے ساتھ لڑ رہے تھے اور ہمارا رب ﷻ ہمارے دلوں کے چھپے ارادوں کو جاننے والا ہے اور وہ ہمارے اسرار اور بھیدوں سے باخبر ہے اس لئے اللہ پاک نے ہماری نیک نیتی اور سچے ارادوں کی برکت سے اپنا فضل وکرم کرتے ہوئے ہمیں فتح ونصرت عطا فرمائی اور اللہ ﷻ کے دشمنوں کو اللہ ﷻ کے قہر وغضب نے مغلوب کر دیا اور ہم نے ان کو ہر جگہ اور ہر ایک گھاٹی اور ہر وادی میں تہہ تیغ کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ جب ہم نے شمار کیا تو ہلاک ہونے والے کفار ومشرکین کی تعداد پچاس ہزار تھی جبکہ مسلمان مجاہدین جو اس معرکہ میں دو دنوں میں شہید ہوئے وہ کل چار سو پچھتر (475) تھے ان میں سے بیس پچیس انصار تھے اور تیس مکہ مکرمہ کے اور باقی دوسرے لوگ تھے۔ اللہ ﷻ ان سب کو مرتبہ شہادت پر فائز فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین!

میں یہ خط آج بروزِ خمیس (جمعرات) 2 جمادی الثانی کو لکھ رہا ہوں، اب ہم دمشق کی طرف روانہ ہونے والے ہیں آپ ہمارے لئے اللہ ﷻ سے مدد اور فتح و نصرت کی دعا فرمایئے گا اور ہم سب کی طرف سے آپ کو اور تمام مسلمانوں کو دعا سلام قبول ہو۔ (والسلام...... آپ کا خالد)

شہداء کے ناموں کی تفصیل (نیچے حاشیہ میں) اس طرح ہے: [1]

یہ خط آپ نے بند کر کے حضرت عبدالرحمٰن بن الجمعی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا اور فرمایا کہ اسے جلدی مدینہ منورہ پہنچا دیں اور خود اسی وقت دمشق کی طرف چل دیئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خط ملنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روزانہ نئی خبروں کے تجسس میں مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے جاتے تھے ایک روز حسبِ معمول جب آپ مدینہ منورہ سے باہر موجود تھے تو اچانک آپ نے عبدالرحمٰن بن حمید الجمعی رضی اللہ عنہ کو آتے ہوئے دیکھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب بلندی سے ان کی طرف دیکھا تو فوراً دوڑ کر اُن کے پاس پہنچے اور دریافت کیا کہ آپ کہاں سے تشریف لا رہے ہیں؟ انھوں نے بتلایا کہ میں اس وقت شام سے آ رہا ہوں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خوش خبری دو کہ اللہ ﷻ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی ہے۔

آپ نے یہ مژدہ سنتے ہی اللہ ﷻ کے حضور شکر ادا کیا۔ اتنے میں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بھی آپ کے پاس آ گئے

---

[1] ① حضرت سلمہ بن عوف رضی اللہ عنہ ② حضرت عمرو بن مازن رضی اللہ عنہ ③ حضرت شاکر بن مزروع رضی اللہ عنہ ④ حضرت واقد بن حسان رضی اللہ عنہ ⑤ حضرت مرہ بن عجلان رضی اللہ عنہ ⑥ حضرت مقنع بن نجبہ رضی اللہ عنہ ⑦ حضرت صفوان بن خزرجہ رضی اللہ عنہ ⑧ حضرت اوس بن جوشنہ رضی اللہ عنہ ⑨ حضرت مطر بن العاطون رضی اللہ عنہ ⑩ حضرت عبداللہ بن بشر رضی اللہ عنہ ⑪ حضرت سلول بن قرم رضی اللہ عنہ ⑫ حضرت حامد بن عطا رضی اللہ عنہ ⑬ حضرت سفیان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ ⑭ حضرت اکوع بن مرۃ رضی اللہ عنہ ⑮ حضرت سیف بن جابر رضی اللہ عنہ ⑯ حضرت صامت بن حمید رضی اللہ عنہ ⑰ حضرت عالی بن مقنع رضی اللہ عنہ ⑱ حضرت میسرہ بن ماجد رضی اللہ عنہ ⑲ حضرت کلیل بن مزینہ رضی اللہ عنہ ⑳ حضرت عقاب بن اکال الدم رضی اللہ عنہ۔

اہل مکہ میں سے تین مرد مجاہد شہید ہوئے جن کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ ① حضرت قیس بن عامر مخزومی رضی اللہ عنہ ② حضرت نعیم بن صفوان رضی اللہ عنہ ③ حضرت ہاشم بن حرولہ رضی اللہ عنہ (از قبیلہ بنی عبدالدار)۔

قبیلہ حمیر کے بیس مرد مجاہد شہید ہوئے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ ① حضرت رفاعہ بن موہوب رضی اللہ عنہ ② حضرت عبد بن مالک رضی اللہ عنہ ③ حضرت سعید بن رافع رضی اللہ عنہ ④ حضرت ماجد بن اشیح رضی اللہ عنہ ⑤ حضرت عاطر بن عزب رضی اللہ عنہ ⑥ حضرت طحان بن عوف رضی اللہ عنہ ⑦ حضرت یزید بن عبداللہ رضی اللہ عنہ وغیرہ وغیرہ۔

اور انھوں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا اور کہا: یا خلیفہ رسول اللہ ﷺ! سجدہ سے سر اٹھایئے اللہ ﷻ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرما کر آپ کی آنکھوں کو قرار اور ٹھنڈک بخشی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سجدہ سے سر اٹھایا تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے خط آپ کے سپرد کیا۔ آپ نے اس خط کو پہلے راز کے ساتھ خود پڑھا اور آہستہ آہستہ پڑھنے کے بعد جب خط کے مضمون کو پوری طرح سمجھ لیا تو پھر اس کو باآواز بلند لوگوں کے سامنے پڑھا اور آپ کے پاس خط سننے کے لئے لوگوں کی بھیڑ لگ گئی اور یہ (شام کی فتح کی) خبر مدینہ میں (صبح ہی) پھیل گئی، لوگوں نے جوق در جوق مسجد کے دروازہ کے پاس جمع ہونا شروع کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تیسری بار خط پڑھ کر لوگوں کو سنایا۔

مسلمانوں کا ملکِ شام جانے کے لیے اجازت لینا

کہتے ہیں کہ اہلِ مدینہ سے لوگوں نے جب یہ سنا کہ اللہ ﷻ نے مسلمانوں کو فتح بخشی ہے اور انھوں نے ان کے ہاتھ بہت سامان غنیمت آیا ہے تو لوگوں نے اجر وثواب میں رغبت کی وجہ سے نیز شام میں سکونت کے لئے شام کی طرف خروج کے لئے بیعت ہونا شروع کر دیا جب یہ خبر اہل مکہ تک پہنچی تو اہل مکہ کے عظماء اور اکابر اپنے گھوڑوں پر کیل کانٹوں سے لیس ہوکر مدینہ منورہ آئے ان کی قیادت ابوسفیان صخر بن حرب اور غیداق بن ہشام کر رہے تھے یہ حضرات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس شام کی طرف خروج کے لئے اذن طلب کرنے کی غرض سے حاضرِ خدمت ہوئے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا منع کرنا

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں کا شام جانا پسند نہ تھا چنانچہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ چونکہ ان لوگوں کے دلوں میں ابھی تک ہمارے بارے میں نفرت عداوت اور بغض وکینہ موجود ہے، اس لئے ان کو شام جانے کی اجازت نہ دیں۔ شکر ہے اس ذات پاک کا جس کا دین سر بلند اور بالا و برتر ہے اور ان کفار کا قول وکلمہ سرنگوں اور نیچا ہے، یہ لوگ ہنوز کفر کے طریق پر ہیں اور دین اسلام کے چراغ کو اپنی افواہ سے بجھا دینا چاہتے ہیں، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ ﴾

"چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا پڑے۔"[1]

[1] پارہ 28، الصف 8، ترجمہ کنزالایمان

اور ہمارا ایمان اور دعویٰ ہے کہ ایک اللہ ﷻ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور ان کا عقیدہ شرکیہ ہے اور اللہ ﷻ کے ساتھ بہت سارے معبودانِ باطلہ کو شریک مانتے ہیں۔

دراصل بات یہ ہے کہ جب اللہ ﷻ نے ہمارے دین کو عزت و غلبہ عطا فرما دیا اور ہماری شریعت کو فتح و نصرت بخشی تو یہ لوگ تلوار کے ڈر سے اسلام لے آئے۔ اور اب جو انھوں نے یہ سنا کہ اللہ ﷻ کے مجاہدوں نے اہل روم پر فتح حاصل کر لی ہے، تو ہمارے پاس چلے آئے ہیں تا کہ ہم ان کو دشمن کی طرف بھیج دیں حتیٰ کہ یہ بھی سابقین اولین یعنی مہاجرین و انصار کے ساتھ شریک و سہیم اور ان کے قسیم و ہم پلہ ہو جائیں، اور میری رائے میں درست اور صائب یہ ہے کہ آپ ان کو وہاں جانے کی اجازت مرحمت نہ فرمائیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اِنِّیْ لَا اُخَالِفُ لَکَ قَوْلًا وَّلَا اَعْصِیْ لَکَ اَمْرًا'' میں آپ کی بات کا احترام کرتا ہوں اور اس کے خلاف عمل نہیں کیا جائے گا۔''

مسلمانوں کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جانا اور منع کرنے کے بارے وضاحت لینا

کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ مشورہ جو انھوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا، اہل مکہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی اور انھیں یہ معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے شام جانے کی مخالفت کر رہے ہیں تو وہ تمام متحد ہو کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آپ اس وقت مسجد نبوی شریف میں مسلمانوں کی جماعت میں جلوہ فرما تھے اور اللہ ﷻ نے مسلمانوں کو جو فتح بخشی اور مشرکوں پر غلبہ عطا فرمایا، اس بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دائیں طرف شیرِ خدا حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ رونق افروز تھے اور آپ کے بائیں طرف حضرت فاروق اعظم سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تشریف رکھتے تھے جبکہ دوسرے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے اردگرد حلقہ بنائے ہوئے تشریف فرما تھے۔

قریش مکہ کی یہ جماعت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی تو سلام عرض کر کے آپ کے سامنے بیٹھ گئی اور باہم مشورہ ہونے لگا کہ آپ سے گفتگو کا آغاز کون کرے؟

آخر یہ طے پایا کہ ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ بات کا آغاز کرینگے۔

چنانچہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا:

''اے عمر! ہم یہ مانتے ہیں کہ دورِ جاہلیت میں آپ کے اور ہمارے درمیان دشمنی رہی ہے اور ہم ایک دوسرے سے ناراض تھے، آپ نے ہم پر سختی کی اور ہم نے آپ پر سختی کی لیکن جب اللہ ﷻ نے ہمیں اسلام کی ہدایت عطا فرما دی تو ہمارے دلوں میں آپ کے متعلق جو بھی بغض و عداوت اور دشمنی و کینہ تھا وہ سب یکسر ختم ہو گیا ہے کیونکہ (آپ جانتے

ہی ہیں کہ) ایمان شرک، بغض کینہ وکدورت سب کچھ دھوڈالتا ہے مگر حیرت ہے کہ آپ آج بھی ہمیں اپنا دشمن سمجھ رہے ہیں اور ہم سے ناراض لگتے ہیں۔

اے عمر! یہ بتاؤ کہ کیا ہم آپس میں دینی رشتہ میں منسلک ہونے کے بعد آپس میں بھائی بھائی نہیں بن چکے ہیں؟ اور پھر ہمارے تو آپ سے نسبی لحاظ سے بھی برادرانہ تعلق ہیں اور اب تو ہمارا اور تمہارا مضبوط اسلامی رشتہ بھی قائم ہو چکا ہے لہٰذا ہم ایک اور ایک ہیں اور اس کے بعد بھی آپ اس پرانی دشمنی رکھنے اور نئی دشمنی کے اظہار پر کیوں تلے ہوئے ہیں؟

کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ آپ بھی اپنے دل سے ہمارے متعلق جو دشمنی اور کدورت رکھتے ہیں اس کو دھوڈالیں کیونکہ ہم تو آپ کے بارے میں اپنے دل صاف رکھتے ہیں۔ ہم اس بات کا دل سے اعتراف کرتے ہیں کہ آپ ہم سے افضل ہیں اور ایمان لانے اور اسلام قبول کرنے اور جہاد میں حصہ لینے میں ہم سے بہت پہل کرنے والے ہیں، ہم آپ کے ان مراتب اور اعزازات کے منکر نہیں ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ کلام سن کر خاموش ہوگئے اور آپ نے اس گفتگو سے بڑی شرمندگی محسوس کی حتیٰ کہ حیاء اور شرم کی وجہ سے آپ کی جبین عالیہ پر پسینہ کے قطرے نمودار ہوگئے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کی قسم! میرا یہ مطلب ہرگز نہ تھا جو تم نے سمجھا، میرا مقصد فقط خون ریزی کو روکنا اور جنگ کو بند کرنا تھا کیونکہ میں جانتا ہوں تمہارے دماغ میں زمانۂ جاہلیت کی حمیت اور غیرت ابھی تک باقی ہے اور تم اب تک "سابقین فی الاسلام" پر اپنے حسب ونسب اور خاندانی بڑائی و برتری کو جتاتے رہے ہو اور فخر کرتے رہے ہو۔ [1]

ابوسفیان نے کہا: میں آپ کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو فی سبیل اللہ (اللہ کے راستہ میں) وقف کر چکا ہوں۔

اس کے بعد مکہ مکرمہ کے دوسرے سرداروں نے بھی اسی طرح اقرار کیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی اس تقریر اور حلفیہ بیانات سے بہت خوش ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے یہ دعا کی کہ:

"اَللّٰهُمَّ بَلِّغْهُمْ اَفْضَلَ مَا يُؤَمِّلُوْنَ وَاَجْزِهِمْ بِاَحْسَنَ مَا يَعْمَلُوْنَ وَارْزُقْهُمُ النَّصْرَ عَلٰى

---

[1] اس لئے اندیشہ تھا کہ تم ان سابقین فی الاسلام پر اپنی برتری قائم کرنے کے لئے جا کر دشمن کو سخت مارو گے، بہت خون ریزی کرو گے اور جنگ کی آگ بھڑکاؤ گے، امن قائم نہیں ہونے دو گے۔ (مترجم عفی عنہ)

عَدُوِّ هِمْ وَلَا تُمَكِّنْهُمْ مِنْ نَوَاصِيْهِمْ . "

"یااللہ! ان کی اُمیدوں سے بڑھ کر ان کو وہاں تک پہنچا جہاں تک رسائی کا ان کو گمان بھی نہ تھا، ان کے کاموں کی ان کو اچھی جزاء اور خوبصورت صلہ عطا فرما، ان کو ان کے دشمنوں پر نصرت عطا فرما اور ان کے دشمنوں کو مغلوب فرما دے اور تو ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔"

فتوح الشام

فتحِ دمشق

فتح دمشق

مسلمانوں کے قافلوں کا جانبِ شام روانہ ہونا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: بخدا ابھی چند ہی دن گزرے تھے کہ یمن سے بھی بہت سے وفود آ گئے جن میں سب سے پہلے حضرت عمرو بن معدی کرب زبیدی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں آنے والا وفد تھا۔ ان کے ساتھ عورتیں اور بچے بھی تھے اور یہ لوگ شام جانے کے ارادہ سے آئے تھے، ابھی یہ لوگ مدینہ منورہ میں خیمہ زن بھی نہیں ہوئے تھے کہ ان کے پیچھے ہی حضرت مالک الاشتر نخعی رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے۔ حضرت مالک نخعی رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہرے اور آپ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کئی معرکوں اور جنگوں میں شریک ہو چکے تھے۔ آپ بھی مع اپنے اہل و عیال اور قبیلہ کے دوسرے لوگوں کے ساتھ شام کی طرف خروج کے لئے تشریف لائے تھے اور اجازت کے خواہاں تھے، اس طرح مدینہ طیبہ میں مسلمانوں کا جیش عظیم اکٹھا ہو گیا اور قوم جُرھُم سمیت نو ہزار (9000) کے لگ بھگ ایک بڑا لشکر بن گیا جب تیاری مکمل ہو گئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے نام مندرجہ ذیل مضمون پر مشتمل خط تحریر فرمایا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من ابی بکر خلیفة رسول الله ﷺ الی خالد بن الولید المخزومی و من معه من المسلمین

اما بعد فانی احمد الله الذی لا اله الا هو واصلی علی نبیه محمد ﷺ و امرك بتقوی الله فی السر والجهر

والرفق بالمسلمين والحمل لضعيفهم والتجاوز عن مسيهم والمشاورة لهم وقدفرحت بما فتح الله تعالیٰ عليكم وافاء الله عليكم من النصر و هزيمة الكفار فاجعل اليسر دأبك الى ان تطأ اقصى ارضهم وانزل على جنة الشام الى ان ياذن الله تعالیٰ بفتحها على يدك ثم الى حمص و المعرات و اطلب انطاكية
والسلام عليك و على من معك من المسلمين ورحمة الله و بركاته،
وقد نفذت اليك ابطال اليمن وليوث النخع واقيال مكة ويكفيك عمرو بن معدى كرب ومالك الاشتر وان نزلت على المدينة العظمیٰ ذات الجبل المعطل انطاكية فان الملك هناك فان صالحك فصالحه وان حاربك فحاربه ولا تدخل الدروب وتكاتبني بذالك مع انى اظن ان الاجل قد اقترب هرقل ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾ والسلام، ....

اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع

یہ خط، اللہ ﷻ کے رسول ﷺ کے خلیفہ ابوبکر کی طرف سے خالد بن ولید مخزومی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی مسلمانوں کے نام ہے:
امابعد! میں اس اللہ ﷻ کی حمد وستائش کرتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور میں درود پڑھتا ہوں اللہ ﷻ کے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر، میں تجھے خلوت اور جلوت میں اللہ ﷻ سے ڈرتے رہنے کی تاکید کرتا ہوں، مسلمانوں کے ساتھ نرمی کے ساتھ پیش آنا، ان کے کمزور کا بوجھ اٹھانا اور ان کی غلطیوں سے درگزر کرنا اور جب بھی کوئی قدم اٹھاؤ تو اپنے ساتھیوں سے مشورہ ضرور کر لینا اور مجھے یہ جان کر نہایت خوشی اور فرحت محسوس ہوئی ہے کہ اللہ ﷻ نے تمہیں فتح دی ہے اور تمہاری مدد اور نصرت فرمائی ہے اور کفار کو شکست ہوئی ہے۔ اب تم اپنے گھوڑوں کو

مسلسل بڑھاتے چلے جاؤ حتیٰ کہ تم دشمن کی سرزمین کے آخری حصہ تک پہنچ کر دم لو اور ملک شام کے باغات میں جا کر اُترو، اللہ ﷻ شام کو اپنے اذن سے تمہارے ہاتھ پر فتح کرا دے، جب شام فتح ہو جائے تو اس کے بعد پھر ''حمص'' اور ''معرات'' کی طرف پیش قدمی کرنا اور ان دونوں شہروں کے بعد پھر ''انطاکیہ'' کی جانب بڑھنا تم کو اور تمہارے تمام مسلمان ساتھیوں کو میری طرف سے سلام اور دعائے برکت قبول ہو۔

میں تمہارے پاس یمن کے بہادروں، نخع کے شیروں اور مکہ مکرمہ کے سرداروں کو بھیج رہا ہوں اور ان میں سے ایک تو عمرو بن معد یکرب اور مالک اشتر نخعی ہوں تو تمہارے لئے یہی کافی ہوں گے، اور جب تم بہت بڑے پہاڑوں والے شہر، انطاکیہ میں پہنچو تو بادشاہ روم ہرقل چونکہ اسی شہر میں قیام رکھتا ہے، اگر وہ تم سے صلح چاہے تو صلح کر لینا اور اگر وہ جنگ پر آمادہ ہو تو پھر تم جنگ لڑنا۔ ایک بات یاد رہے کہ پہاڑی دروں کا آپریشن شروع کرنے سے پہلے مجھے ضرور لکھنا! مجھے اطلاع کئے بغیر یہ کام شروع نہ کرنا اور ویسے بھی سامنے کی بات ہے کہ ہرقل کی موت اب قریب آئی لگتی ہے۔ ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾ (یقیناً مرنا تو ہم نے بھی کیونکہ) ارشاد خداوندی ہے: ''ہر جان موت کو چکھنے والی ہے۔'' والسلام

آپ نے مکتوب کو ملفوف اور لپیٹ کر اس پر رسول اللہ ﷺ والی مہر لگائی اور اسے عبدالرحمٰن بن حمید جمی رضی اللہ عنہ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ تم ہی شام سے خط لے کر آئے تھے لہٰذا تم ہی اس کا جواب بھی پہنچاؤ۔ [1]

چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن حمید جمی رضی اللہ عنہ اسی وقت اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے اور جنگلوں بیابانوں کو طے کرتے اور مختلف مناہل و منازل پر اترتے چڑھتے ہوئے آخر دمشق پہنچ گئے اور یہ مکتوب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تک پہنچایا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا جانبِ دمشق کوچ اور اہلِ دمشق کا قلعہ بند ہونا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت نافع بن عمر جرمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جس

[1] کیونکہ تم نے راستہ دیکھا ہوا ہے کسی نئے آدمی کی بجائے تمہارے لئے یہ کام زیادہ آسان رہے گا۔ (مترجم عفی عنہ)

وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں خط بھیجا تھا اس کے بعد آپ دمشق کی طرف روانہ ہو گئے تھے، ادھر اہلِ دمشق نے جس وقت سنا کہ ان کے بڑے بڑے بہادروں کو قتل کر دیا گیا ہے اور شاہِ روم کے لشکر کو شکست ہوگئی ہے تو وہ خوفزدہ اور مضطرب ہو کر قلعہ بند ہو گئے، دیہاتوں اور مضافات کے کاشتکار اور دوسرے لوگ بھی شہر میں آ کر قلعہ میں پناہ گزیں ہو گئے۔ انھوں نے سامان حصار تیار کیا، تلواریں، نیزے، ڈھالیں، منجنیقیں اور گوپیے (غلیلیں) شہر کی دیواروں پر جمع کر لیں، چھوٹے چھوٹے جھنڈے لہرا دیئے تھے اور صلیبیں نصب کر دی تھیں، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جس وقت یہاں پہنچے، تب تک یہ لوگ محفوظ ہو چکے تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ ان کے سر پر پہنچ گئے اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نو ہزار اور حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اپنے دو ہزار کے لشکر کے ساتھ بھی ان سے آ کر مل گئے اس طرح آپ کا لشکر مزید بڑھ گیا، پھر حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا بھی ایک ایک ہزار کا لشکر آپ کے ساتھ آ ملا اور ان کے قدم بقدم سوادِ اعظم کا ایک اور لشکر جرار حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی معیت اور قیادت میں چلا آ رہا تھا۔ اہل دمشق نے جب لشکر جرار کو دیکھا تو انھیں اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آئے اور شہر سے ایک میل سے کم فاصلہ پر واقع ایک "دیر" (گرجا) کے قریب فروکش ہو گئے۔ جب آپ وہاں چھاؤنی بنا چکے تو آپ نے امراء اور سرداروں کا اجلاس طلب فرمایا۔ چنانچہ جب تمام کمانڈر حاضر ہو گئے تو ان کی موجودگی میں آپ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ:

آپ جانتے ہیں کہ اس قوم نے ہمارے ان کے ہاں سے واپس لوٹنے کے وقت ہمارے ساتھ غداری کی اور ہمارے وہاں سے چلتے ہی انھوں نے پیچھے بغاوت کر دی! لہٰذا اس قوم کا بالکل اعتبار نہیں ہے، آپ امان نہ دیں اور اپنے اس مقام سے بالکل نہ ہٹیں، ورنہ یہ لوگ آپ کو دھوکا دے سکتے ہیں اور اس کے علاوہ آپ کے ساتھ کوئی سازش کر سکتے ہیں۔ آپ اپنی جگہ پر قائم رہیں اور قلعہ کے دروازوں سے خود کو دور فاصلہ پر رکھیں اور وہاں سے چھوٹے چھوٹے دستے وقفے وقفے سے روانہ کرتے رہیں تا کہ وہ ان لوگوں کو مسلسل جھڑپوں میں مشغول رکھ کر ان کو سنبھلنے نہ دیں اور آپ یہاں طویل قیام کی وجہ سے تنگ دل نہ ہونا، صبر سے کام لینا، کیونکہ صبر کے بعد ہی فتح اور کامیابی ہوتی ہے اور اپنے مقام کو خالی نہ چھوڑنا اور اس قوم کے مکروفریب سے ہوشیار رہنا اور اپنا خیمہ قلعہ کے دروازوں سے دور فاصلے پر نصب کروانا اور وہاں سے تھوڑی تھوڑی فوج بھیجتے رہنا۔

آپ نے یہ ہدایات سن کر کہا مجھے یہ بسر و چشم قبول ہے چنانچہ آپ نے چوتھائی لشکر ساتھ لیا اور بابِ جابیہ پر جا کر

خیمہ زن ہو گئے آپ کے لئے قلعہ کے دروازہ سے فاصلے پر کچھ دور طائف کے بنے ہوئے چمڑے کا ایک خیمہ نصب کیا گیا تھا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ابو محمد عبداللہ بن حجاج انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا حضرت رفاعہ بن عاصم رضی اللہ عنہ جو دمشق کی ایک جنگ میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی فوج میں شامل تھے، سے پوچھا کہ دادا جان! کیا وجہ تھی کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے پاس باوجودیکہ اس وقت رومیوں سے حاصل ہونے والے مال غنیمت کے جو انھیں اجنادین، بصرہ، سحورا، حوران کے واقعات اور معرکوں میں ملا تھا، ہزاروں خیمے موجود تھے، پھر کیا رکاوٹ تھی کہ ان کے لئے طائف کا بنا ہوا ایک چمڑے کا ہی خیمہ نصب کیا گیا؟

انھوں نے فرمایا کہ بیٹے! کوئی رکاوٹ نہیں تھی، یہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی اللہ عزوجل کے لئے تواضع اور انکساری کے اظہار کے طور پر تھا اور کسرِ نفسی تھی کہ وہ دنیا کی زیب و زینت میں رغبت اور دلچسپی نہیں رکھتے ہیں، نیز رومیوں کو یہ بات باور کرانا مقصود تھی کہ مسلمانوں کا ہدف ملک گیری اور دنیوی مال و اسباب ہرگز نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی وہ دنیا کی خواہش کے لئے لڑتے ہیں، مسلمان تو فقط اپنے اللہ عزوجل کی رضا جوئی کے لئے لڑتے ہیں، جنگ سے ان کا مقصد دین کی نصرت اور اللہ عزوجل کے کلمہ کو بلند کرنا اور کفر و شرک کو مٹانا ہی ہوتا ہے جس سے وہ اُخروی اجر و ثواب کے طالب ہوتے ہیں۔

مزید فرمایا: بیٹا! مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ جب وہ رومیوں کے کسی شہر میں اترتے تو اپنے پرانے خیمے ہی اپنے لئے نصب کراتے تھے اور مال غنیمت میں ملنے والے خیموں کو ان سے کچھ فاصلے پر نصب کر کے ان میں گھوڑوں کو باندھ دیا کرتے تھے یا ان میں اسلحہ، زرہیں، ڈھالیں پیش قبض اور دیگر سامان جنگ وغیرہ رکھ دیا جاتا تھا اور ہم میں سے کوئی شخص ان خیموں کے قریب تک نہ جاتا تھا۔ بسا اوقات اگر بارش ہوتی اور ہم میں سے کوئی شخص بارش میں بھیگ بھی رہا ہوتا تھا تو پھر بھی ان خیموں میں جا کر پناہ نہیں لیتا تھا، کیونکہ ان خیموں میں خالص اللہ عزوجل کا نام نہیں لیا گیا ہوتا تھا اس لئے مسلمان ان خیموں سے رغبت نہیں رکھتے تھے۔ یہی حال اسلحہ اور ہتھیاروں کا تھا کہ ہمارے ساتھی خالی ہاتھ اور نہتے دشمن کے سامنے چلے جاتے لیکن انھیں استعمال نہ کرتے حتیٰ کہ بعض مسلمان کھجور کی گٹھلیوں میں سوراخ کر کے اور ڈوری میں پرو کر اس سے اپنی زرہیں تیار کر کے پہن لیتے تھے مگر کفار کی زرہوں کو استعمال کرنا پسند نہ کرتے تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی فوج کا دمشق پر حملہ کے لئے جنگی مشقیں

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جب حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ "باب جابیہ" پہنچ گئے تو انھوں نے اپنی فوج کو جنگ کا حکم دیا، بعد ازاں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو طلب فرما کر ہدایت کی کہ تم اپنے دستے کو لے کر "باب الصغیر" پر پہنچ جاؤ، اپنی قوم اور آدمیوں کی حفاظت پر مستعد رہنا اگر شہر کے اندر سے کوئی

تمھارے مقابلہ کے لئے خروج کرے اور تم محسوس کرو کہ ان کا مقابلہ نہیں کرسکو گے تو فوراً مجھے اطلاع دے دینا، میں انشاء اللہ ﷻ تمھارے لئے کمک بھیج دوں گا۔

ازاں بعد حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کاتب رسول ﷺ کو طلب فرمایا اور ان کو "بابِ توما" پر متعین کرتے ہوئے ہدایت کی کہ بہت احتیاط اور ہوشیاری کے ساتھ ڈیوٹی انجام دینا کیونکہ سنا ہے اس دروازے کا حاکم "توما" بہت ہوشیار اور دلیر آدمی ہے، وہ اپنی قوم کا سردار اور بادشاہ، شاہ روم ہرقل کے دربار میں اپنی بہادری اور شجاعت کی وجہ سے بہت محبوب ہے۔ اسی وجہ سے ہرقل نے اپنی بیٹی کی اس سے شادی کردی تھی۔ اگر "توما" تم پر حملہ آور ہو تو فوراً مجھے اطلاع کر دینا، میں انشاء اللہ ﷻ تمھاری مدد کو پہنچوں گا۔

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میرے سپاہیوں میں ایسا کوئی شخص نہیں ہے جس پر اس کا حیلہ چل سکے انشاء اللہ ﷻ

پھر آپ نے حضرت عمرو بن عاص بن وائل سہمی رضی اللہ عنہ کو طلب فرما کر حکم دیا کہ اے عمرو رضی اللہ عنہ! تم اپنے دستے کو لے کر "بابِ فرادیس" پر پہنچ جاؤ اور اس طرف کی حفاظت تم پر لازم ہے اور تم نے وہاں سے ادھر ادھر نہیں ہونا کیونکہ میں نے سنا ہے کہ اس گیٹ کی طرف بہادرانِ قوم اور ان کے ہیرو جمع ہیں۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: مجھے یہ حکم بسر و چشم قبول ہے پھر آپ اپنی رجمنٹ کو لے کر باب فرادیس کی طرف تشریف لے گئے۔

پھر اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ "بابِ کیسان" [1] پر چلے جاؤ اور ان کے ساتھ آپ نے لشکر کا خُمس یعنی پانچواں حصہ روانہ کیا چنانچہ آپ ان ساتھیوں کو لے کر وہاں تشریف لے گئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: دمشق کا "بابِ مرقش" مقفل رہتا تھا اور اس پر جنگ وقتال نہیں ہوتا تھا، اس وجہ سے عرب اس باب کو باب السلامۃ "امن گیٹ" کہتے تھے۔

اس انتظام کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ خود باقی فوج کو لے کر "شرقیہ گیٹ" پر فروکش ہو گئے اور حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کو بلا کر دو ہزار کا لشکر دیا اور ہدایت کی کہ تم فرنٹ پر رہو اور دشمن کی نقل و حرکت کی اطلاعات فراہم کرتے۔ [2]

---

[1] ایک نسخہ میں "باب الفرج" بھی آیا ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

[2] لاجسٹک انفارمیشن فراہم کرنے والے حفاظت کرنے والے اس فرنٹ کو اور ہراول دستہ کو طلیعہ کہتے ہیں۔ (مترجم عفی عنہ)

اپنے اس دستے کے ہمراہ شہر کے چاروں طرف گشت لگاتے رہو اور تمھارے اس موبائل دستے کو اگر گشت کے دوران میں کوئی مشکل محسوس ہو تو مجھے فوری اطلاع کر دینا، جو کچھ اس وقت مناسب ہوگا میں اس کا اہتمام کر دوں گا۔

آپ نے جواب دیا کہ یہ کام تو میرے ضمیر کے خلاف ہے کہ میں لڑائی اور جنگ کو چھوڑ کر انتظار کروں اور آنے والی مدد کی راہ تکنا شروع کر دوں! اس طرح ہماری قوت بٹ جائے گی اور دوسرا آنے والی امداد پر انحصار کی پالیسی مجھے قطعاً پسند نہیں، جو کچھ ہوا میں خود اپنے دست و بازو کے زور پر کروں گا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اچھا! آپ اپنی صوابدید کے مطابق جو بہتر سمجھتے ہیں، آپ کو اتھارٹی اور اختیار ہے، حتی المقدور لڑنا۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر ایسا ہے تو لیجیے بسم اللہ ہم چلتے ہیں اللہ حافظ! چنانچہ آپ حسب ذیل رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے روانہ ہو گئے۔ (فوجی ترانہ کی گونج اور دھنوں میں میدان جنگ کی طرف روانہ ہو گئے):

ترجمہ اشعار:

- اے دمشق! جس وقت ضرار تیرے پاس پہنچے گا تو تیرے لئے ایک بہت بڑی تباہی لے کر اترے گا۔
- میں عنقریب کاٹ دار تیز تلوار سے گردنوں میں ضربیں لگاؤں گا۔ گردنیں اڑانے والی یہ تلوار بہت قاطع، نئی اور چمکدار ہے۔
- اے دمشق! میں بہت جلد تیری سرزمین پر آ کر تیرے ہر طرف جنگ کی آگ بھڑکا دوں گا اور دشمن قوم پر ایسی تیراندازی کروں گا کہ اس کو ایک بڑی مصیبت میں ڈال دوں گا۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ یہ رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے چل رہے تھے تو ایسے لگتا تھا جیسے ایک شیر بپھرا ہوا ہے یا خطرناک چیتا جا رہا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مشرقی دروازے پر موجود رہے۔ آپ کی قوم نے وہاں رومی سپاہیوں پر حملہ کا پروگرام بنایا تو جب لشکر اسلام نے یہ وضع اختیار کی اور جنگ کے لئے آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگے تو اہلِ دمشق نے بھی تہیہ کر لیا کہ آخری آدمی تک انھیں جنگ کرنی ہے اور اپنی عورتوں اور بچوں کو سلامت رکھنا ہے۔ اس کے بعد انھوں نے تیروں کی بارش برسا دی اور پھر تو دونوں طرف سے جنادل اور مقالیع یعنی بھاری ہتھیاروں کا استعمال شروع ہو گیا اور منجنیق سے اس قدر سنگ باری ہوئی کہ دونوں طرف سے بکثرت فوجی زخمی ہو گئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خط آنا

اسی اثناء میں حضرت عبدالرحمٰن بن حمید رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مکتوب گرامی لے کر یہاں پہنچے اور انھوں نے جنگ والی سمت کا رُخ اختیار کیا۔ چنانچہ شرقی گیٹ پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے ان کی ملاقات ہوئی جہاں آپ کے کچھ ساتھی حضرت رافع بن عمیرہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں لڑائی میں مشغول تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ

نے خلیفۃ المسلمین کا خط مبارک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دیا۔ جب آپ نے پڑھا تو بہت خوش ہوئے، پھر آپ نے مسلمانوں کو حضرت ابوسفیان اور حضرت عمرو بن معدیکرب زبیدی رضی اللہ عنہما اور ان کے لشکروں کے آنے کی خوش خبری سنائی۔ یہ خبر مسلمانوں کے تمام لشکروں میں پھیل گئی۔

مسلمان تمام دن جنگ میں مشغول رہے یہاں تک کہ جب رات کی تاریکی چھانے لگی تو دونوں فریق متفرق ہو گئے اور مسلمانوں کا ہر امیر اپنے اپنے دروازہ پر متعین رہا، جہاں اس کی ڈیوٹی لگی تھی۔ پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خط ہر دروازے پر بھیجا اور لوگوں کو پڑھ کر سنایا گیا۔ مسلمان کو امدادی دستوں کی آمد کی خبر سن کر بے حد فرحت اور خوشی ہوئی۔

مسلمانوں کا جنگ کے لیے جذبۂ جہاد

لوگوں نے ساری رات صبح کی جنگ کے لئے تیاری میں گزار دی اور باری باری پہرہ دیتے رہے۔ حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ نے رات بھر آنکھ لگا کر نہ دیکھی، وہ برابر اپنی فوج کے گردگشت پر رہے کہ مبادا دشمن شہر سے نکل کر مسلمانوں پر اچانک کہیں حملہ نہ کر دے یا ہرقل کی طرف سے آنے والا لشکر ان پر آ کر شب خون مارے اور یہ بے خبری میں دھر لئے جائیں اور مسلمانوں کا نقصان ہو!

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مسلمانوں نے رات بھر "نعرۂ تکبیر اللہ اکبر" کی آوازوں سے فضا کو گرمائے رکھا، ادھر رومی عیسائی بھی اپنے مخصوص شعار بگل اور گھنٹیوں سے شور کرتے رہے اور انھوں نے قلعہ کی چار دیواری پر اس قدر مشعلیں جلا رکھی تھیں جس سے ایسے لگتا تھا جیسے دن چڑھا ہوا ہو۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ اہلِ دمشق اپنے اربابِ حکومت اور اکابرین کے پاس اکٹھے ہوئے اور ان سے مشورہ کیا کہ انھیں کیا کرنا چاہئے۔

بعض نے یہ مشورہ دیا کہ مصالحت بہتر ہے اور ہماری رائے یہی ہے کہ مسلمانوں کے مطالبات کو تسلیم کر کے ان سے صلح کر لینی چاہئے، ہم میں مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے، اجنادین میں بادشاہ ہرقل کا لشکر موجود تھا اس کے علاوہ بطارقہ، اراحیہ، قیاصرہ غرضیکہ ہر قبیلہ کے منتخب نوجوان سپاہی موجود تھے، مگر اتنی کثرت اور تعداد کے باوجود اس جنگ میں وہ مسلمانوں کے آگے نہ ٹھہر سکے، بلکہ مسلمان مجاہدین نے ان سب کو مقابلہ میں اس طرح پیس کر رکھ دیا جیسے غلہ پیسا جاتا ہے اور ہم ان لشکروں سے کوئی زیادہ بہادر بھی نہیں ہیں کہ مسلمانوں کا مقابلہ کر کے خود کا دلیہ کرائیں۔

بعض نے یہ رائے دی کہ ہمیں شاہ ہرقل کے داماد "جنرل توما" سے اس معاملہ سے مشاورت کر لینی چاہئے اور ان کی بات بھی سن لینی چاہئے، وہ کیا کہتے ہیں؟ اور ان سے درخواست کرنی چاہئے کہ وہ اس بحران سے نکالنے میں ہماری

مدد کریں، ورنہ بصورت دیگر پھر ہم مصالحت کرلیں گے۔

رومیوں کا سردار توما کے پاس جانا

راوی کا بیان ہے کہ یہ سب مل کر ''جنرل توما'' کے دروازے پر آئے تو وہاں مسلح سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔انھوں نے دریافت کیا کہ تم لوگوں کے کیا عزائم ہیں؟ آنے والوں نے بتلایا کہ ہم کنگ ہرقل کے داماد ''جنرل توما'' سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔بعض سپاہی اجازت لینے اندر چلے گئے اور ان کو اجازت مل گئی۔اجازت ملنے پر یہ لوگ اندر داخل ہوئے، جنرل توما کے سامنے زمین کو چوم کر انھوں نے اس کی تعظیم کی، توما ان پر بہت خوش ہوا اور بیٹھنے کا حکم دیا۔وہ بیٹھ گئے مگر ان کے چہروں پر غم اور پریشانی عیاں تھی، یہ لوگ بہت سخت پریشان تھے پھر توما ان کی طرف متوجہ ہوا اور دریافت کیا کہ اتنی اندھیری شب میں تمھارے آنے کا سبب کیا ہے؟

انھوں نے کہا: اے ہمارے سردار! اے جہاں پناہ! اور اے ہمارے فریاد رس اور دستگیر! ہمارے شہروں پر مصیبت نازل ہوئی ہے اور افتاد آپڑی ہے، ہم آپ کی مدد اور دستگیری کے طالب بن کر حاضر خدمت ہوئے ہیں کیونکہ ہم اکیلے اس مصیبت کا مقابلہ کرنے کی ہمت وطاقت اور سکت اپنے اندر نہیں پاتے۔اس لئے ہم اکٹھے ہو کر آپ کے پاس آگئے ہیں اور آپ پر ہمیں اعتماد اور بھروسہ ہے کہ جس طرح بھی مناسب ہوا آپ ضرور ہماری مدد کریں گے!

اب ایک صورت تو یہ ہے کہ ہم عربوں سے صلح کرلیں اور ان کے جو بھی مطالبات ہیں، ان کو مان لیں اور دوسری صورت یہ ہے کہ آپ بادشاہ کو لکھیں تاکہ وہ ہماری مدد کے لئے فوج بھیجے اور تیسری صورت یہ ہے کہ آپ اپنے لشکر کے ذریعے مسلمانوں کو ہمارے شہروں سے دور کریں اور ہمارا ان سے بچاؤ اور دفاع کریں کیونکہ اس وقت ہم بالکل ہلاکت اور تباہی کے کنارے پر کھڑے ہیں اور خطرات کے بادل ہمارے سروں پر منڈلا رہے ہیں۔

''توما'' نے جب وفد کی گفتگو سنی تو وہ قہقہہ مار کر ہنسا اور کہا: تف ہے تم پر، دشمن کو تم نے خود ہی اپنی بزدلی کی وجہ سے اتنا سر چڑھایا ہے، پھر ان میں یہ طمع اور جرأت تو پیدا ہونی ہی تھی، مجھے اپنے بادشاہ کے سر کی قسم! میں تو اس قوم کو جنگ لڑنے کی اہل ہی نہیں مانتا اور نہ اس امر کے قابل جانتا ہوں کہ یہ مسلمان لوگ تیروں کی بارش کی تاب لاسکیں گے، اگر انھوں نے کبھی میرے قریب آنے کی سعی کی تو میں ان کے اگلوں کو پچھلوں کے ساتھ لاحق کردوں گا اور ملادوں گا اور اپنی قوم کا ان سے انتقام اور بدلہ لوں گا، تم جاؤ اور اپنے شہروں میں اطمینان اور سکون سے رہو، خوف زدہ ہونے اور ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ان بے چاروں میں تو اتنی ہمت بھی نہیں ہے کہ اگر تم شہر کا دروازہ ان پر کھول دو تو ان میں سے کوئی شہر کے اندر داخل ہوسکے، پھر ڈرتے کیوں ہو

دمشق والوں کا توما کو جنگ کے لئے آمادہ کرنے کا بیان

اہلِ دمشق نے جب جنرل توما کی باتیں سنیں تو کہنے لگے: اے سردار! آپ نے مسلمانوں کے متعلق غلط اندازہ لگا رکھا ہے، مسلمان بڑے سخت ہیں آپ نے ان کے بارے جو کچھ بیان کیا ہے وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہیں اور آپ نے ان کے متعلق جو کچھ اظہار خیال فرمایا ہے، فوجِ مسلم کا مورال اس سے بہت اعلیٰ اور بلند ہے اور ان میں سے سب سے چھوٹا شخص اور سب سے کم زور آدمی بھی ہمارے دس سے بیس آدمیوں سے بے دھڑک لڑ سکتا ہے اور ان کا قائد تو کوئی بلا ہے، اس کا تو ہم میں سے کوئی بھی مقابلہ کرنے کی طاقت ہی نہیں رکھتا! اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہمارے شہر، ہمارے مال اور ہماری جانیں محفوظ رہیں اور آپ اگر واقعی ہمارے محافظ ہیں اور ہمارے جان و مال اور شہروں کے دفاع میں دلچسپی رکھتے ہیں، تو آیئے ہمارے ساتھ میدان میں نکلیں اور ان مسلمانوں سے یا تو صلح کر لیں یا پھر ہمارے ساتھ مل کر ان کا مقابلہ کریں۔

توما نے جواب دیتے ہوئے کہا: پہلی بات تو یہ ہے کہ تم ان سے تعداد کے لحاظ سے زیادہ ہو، پھر دوسری چیز یہ کہ تمھارے پیچھے یہ شہر موجود ہیں جن میں قلعے اور پناہ گاہیں موجود ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ تمھارے پاس اسی طرح کے دیگر شہر بھی ہیں۔ چوتھی بات یہ ہے کہ تمھاری نفری کے زیادہ ہونے کے ساتھ ساتھ تمھارے پاس ہر قسم کا اسلحہ، ہتھیار اور زرہ اور دوسرا جنگی سامان وافر مقدار میں موجود ہے جبکہ دوسری طرف تمھارے دشمن کی پوزیشن یہ ہے کہ یہ لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن اور نہتے ہیں، ان کے پاس کوئی قابلِ ذکر اسلحہ ہے نہ جنگی ساز و سامان!

اہلِ دمشق نے کہا: اے سردار! ان کے پاس ہمارا ہی ساز و سامان اور بے شمار ہتھیار موجود ہیں کیونکہ جنگ فلسطین میں ''روبیس'' کے لشکر سے، اور بصرہ کی لڑائی میں ''کلوص'' سے مقابلہ کے وقت اور بیتِ لِھیا کے پاس جنرل ''عزرائیل'' کے ساتھ مقابلہ کے دوران میں ہمارا بہت سارا اسلحہ ان مسلمانوں کے ہاتھ لگا ہے۔ لہٰذا ان کے پاس خود ہم سے چھینا ہوا اسلحہ اور جنگی ساز و سامان موجود ہے، پھر نہتے کہاں ہیں؟ اور جنگ سحورا میں جو انھوں نے ''بولص'' اور اس کے بھائی سے سامان پکڑا تھا۔ علاوہ ازیں اجنادین میں بھی بہت سامانِ جنگ ان کو حاصل ہوا کیونکہ ہمارے اموال اور آدمی بھی انھوں نے وہاں پکڑے تھے، لیکن وہ اس اسلحہ کو اپنے دفاع اور حفاظت کے لیے استعمال میں اس لئے نہیں لاتے کہ وہ کوئی پرواہ ہی نہیں کرتے کہ ہم ان سے تعداد میں زیادہ ہیں اور نیز ان کے نبی (ﷺ) نے ان سے فرمایا ہے کہ ان کے رب ﷻ کا ارشاد ہے کہ جو کافر قتل ہو جاتا ہے، وہ دوزخ میں چلا جاتا ہے اور جو مسلمان قتل کر دیا جائے، وہ جنت میں جائے گا اور وہاں سرمدی زندگی پائے گا۔

اس وجہ سے وہ ہم سے ننگے بدن اور ننگے پاؤں ہر طرح لڑتے ہیں تاکہ وہ اللہ ﷻ کے راستہ میں لڑ کر جنت کی

اعلیٰ نعمتوں کو حاصل کر سکیں جیسا کہ ان کے نبی (ﷺ) نے ان سے کہا ہے۔

توما ان کی باتیں سن کر ہنس دیا اور کہنے لگا: تمھاری انہی باتوں نے اور اسی سادہ لوحی نے تو ان مسلمانوں کو اس قدر دلیر کیا ہے۔ اس طرح کی باتیں تمھارے اذہان میں بیٹھ گئی ہیں جس کی وجہ سے یہ کمتر اور غلام لوگ تمھیں مارنے لوٹنے پر حریص ہو گئے ہیں، اگر تم صدق دل سے ان کے ساتھ جنگ کرتے تو ضرور ان پر غالب آ جاتے۔ کیونکہ تم ان سے کئی گنا زیادہ ہو اور وہ لوگ تعداد میں بھی تم سے کم ہیں اور ہیں بھی کمزور۔

انھوں نے کہا: جناب! آپ جیسے بھی ممکن ہو، یہ مصیبت ہم سے دور کر دیں اور آپ ایک بات یاد رکھیں! اگر آپ نے خود جا کر ان کو ہم سے نہ روکا تو ہم ان کے لئے اپنے دروازے کھول دینگے اور پھر وہ جو بھی ہم سے مطالبہ کریں گے اس پر ہم ان سے صلح کر لیں گے۔

توما نے جب ان کی گفتگو سنی تو دیر تک سوچ میں ڈوبا رہا اور اس کے دل میں گویا یہ خوف پیدا ہو گیا یہ لوگ واقعی ایسا کریں گے! پھر سوچ بچار کے بعد کہنے لگا:

تم فکر نہ کرو، میں عربوں کا منہ تم سے موڑ دونگا، ان کے سرداروں میں سے ایک ایک کو چُن چُن کر قتل کر دوں گا، میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم میرے دست و بازو بنو اور میرے سامنے ایسے لڑو کہ مجھے خوش کر دو، اس طرح تم اپنی مراد کو پہنچ جاؤ گے۔

انھوں نے کہا: ہم آپ کے ساتھ ہیں بلکہ آپ کے آگے ہو کر لڑیں گے اور اس وقت تک ہم لڑتے رہیں گے جب تک ہمارا آخری آدمی زندہ ہے!

اس نے کہا: اچھا تو پھر صبح قوم کو جنگ کے لئے لے آؤ تو ہم اسی وقت عرب پر ایک بڑی مصیبت نازل کر دینگے۔

یہ لوگ واپس لوٹ آئے اور اس کے لشکر گزارتے تھے اور مسلسل قلعہ پر پہرہ دیتے رہے، بُرجوں اور دروازوں پر آگ جلائے رکھی اور "جنرل توما" کے انتظار میں انھوں نے رات گزار دی۔

ادھر رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اپنے مراکز اور مقامات میں رات "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کا ورد کرتے رہے اور فضا، اللہ اکبر کے نعروں سے گونجتی رہی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بشیر و نذیر حضور ﷺ پر درود و سلام پڑھتے رہے۔ [1]

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مقام "دیر" میں خواتین، بچوں اور مال غنیمت، جو دشمنوں سے حاصل ہوا تھا، کے پاس موجود رہے۔ حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ مشرقی گیٹ پر لشکر زحف وغیرہ میں تھے تمام رات لوگ پہرے اور چوکی

---

[1] امام واقدی رحمہ اللہ کے الفاظ یہ ہیں: "وَلَهُمْ ضَجَّةٌ بِالتَّهْلِيْلِ وَالتَّكْبِيْرِ وَالصَّلٰوةِ عَلَى الْبَشِيْرِ النَّذِيْرِ" (مترجم غفی عنہ)

پر رہے، یہاں تک کہ فجر کا وقت ہوا تو ہر امیر نے اپنی اپنی یونٹ کو نماز باجماعت پڑھائی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے بھی باب جابیہ پر اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی اور اس کے بعد پیش قدمی کا امر دیا اور فرمایا: جنگ سے دل تنگ نہ کرنا، آج تکلیف اُٹھاؤ گے تو کل راحت پاؤ گے! اور وہ بہت بڑی راحت ہوگی، تیراندازی احتیاط سے کرنا کیونکہ تیر کچھ تو نشانہ پر لگتے ہیں اور کچھ خطا چلے جاتے ہیں اور گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ کیونکہ اللہ عزوجل کے دشمن تم سے اونچی جگہ پر ہیں اور ان کے لئے تمھاری نسبت تیر چلانے میں زیادہ آسانی ہے، تم ایک دوسرے کی بھرپور امداد کرتے رہنا۔ ثابت قدمی سے لڑنا اور صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔

مسلمانوں کا جنگ کے لیے پیش قدمی کرنا

راوی کا بیان ہے کہ یہ لوگ ڈھالوں سے اپنے جسموں کو ڈھانپ کر پیدل ہی دشمن کی طرف چل دیئے، ادھر حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ''باب صغیر'' سے، حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ ''باب کیسان'' سے، حضرت رافع بن عمیرہ رضی اللہ عنہ ''باب شرقی'' سے حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ ''باب توما'' سے اور حضرت عمرو بن عاص ''باب الفرادیس'' سے دشمن کی طرف بڑھے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی پوری سند کے ساتھ لکھتے ہیں: حضرت رفاعہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد، حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے، جو فتوح شام کے وقت فاتحین میں حاضر تھے۔ میں نے ان سے سوال کیا اور عرض کیا کہ دمشق کے محاصرہ کے وقت آپ حضرات گھوڑوں پر سوار تھے یا پیدل تھے؟

انھوں نے فرمایا کہ حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کے دو ہزار سواروں کے ماسوا، جو اس معرکہ کے وقت پورے لشکر اور شہر کے گرد گشت پر تھے تا کہ دشمن اچانک حملہ نہ کر دے، باقی سب حضرات پیدل ہی لڑ رہے تھے۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ جب کسی دروازہ پر پہنچتے تو ٹھہر کر لوگوں کو جنگ کا شوق دلاتے اور اللہ عزوجل کے دشمنوں سے جہاد کی ترغیب دیتے اور فرماتے کہ:

اللہ عزوجل کے دشمنوں سے جنگ کے وقت صبر سے کام لینا! کل قیامت کے دن ہم اللہ عزوجل کے جوارِ رحمت میں ہونگے اور اگر دشمنِ خدا قلعہ کی دیواروں کے پیچھے سے نکل آئیں تو اللہ عزوجل اس بات پر قادر ہے کہ ان پر اُوپر سے یا نیچے سے عذاب بھیج دے اور مجھے اُمید ہے کہ فتح تمھاری ہی ہوگی انشاء اللہ عزوجل۔

جنگ شروع ہوگئی

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: راوی نے بیان کیا کہ جب دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کو جنگ کے لئے للکارا اور

ساتھ ہی تیراندازوں نے تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ قلعہ والوں کی طرف سے سنگ باری شروع ہوگئی۔ عرادات (پتھر پھینکنے کا آلہ) اور منجنیقوں سے پتھر پھینکے جانے لگے، مسلمانوں نے مشرکین کی طرف سے نازل ہونے والی اس آفت اور مصیبت پر نہایت صبر واستقلال کا مظاہرہ کیا اور ثابت قدم رہے۔

بادشاہ ہرقل کا داماد ''جنرل توما'' ''توما گیٹ'' سے جو اسی کے نام پر رکھا گیا تھا، باہر آیا، ''جنرل توما'' ان رومیوں میں ایک عابد، راہب، زاہد، ناسک شخص تھا، اس کے ساتھ ساتھ وہ انتہائی بہادر اور دانا بھی تھا مشرک ممالک میں اس جیسا عابد اور زاہد کوئی نہیں تھا قوم اس کی بڑی تعظیم کرتی تھی اس دن جب وہ اپنے محل سے باہر آیا تو اس نے اپنے سر کے اوپر بڑی صلیب بلند کر رکھی تھی جسے اس نے بُرج کے اُوپر گاڑ دیا۔ بطارقہ، اراحیہ اور بڑے بڑے نصرانی اس کے اردگرد کھڑے تھے۔ ایک صاحبِ معرفت آدمی نے انجیل کو اٹھایا ہوا تھا وہ بھی اس نے صلیب کے پاس رکھ دی۔ اس وقت قوم نے چلانا شروع کر دیا اور ان کی آوازوں نے شدت اختیار کر لی۔ توما آگے بڑھا اور اس نے اپنا ہاتھ انجیل کی سطروں پر رکھ کر یہ دعا پڑھنا شروع کی:

''اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ كَانَ مِنَّا عَلَى الْحَقِّ وَانْصُرْنَا وَلَا تُسَلِّمْنَا وَاخْذُلِ الظَّالِمَ فَأَنْتَ بِهٖ عَالِمٌ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَتَقَرَّبُ اِلَيْكَ بِالصَّلِيْبِ وَمَنْ صُلِّبَ عَلَيْهِ وَاظْهَرِ الْاٰيَاتِ الرَّبَّانِيَّةَ وَالْاَفْعَالَ اللَّاهُوْتِيَّةَ وَهُوَ الْقَدِيْمُ لَمْ يَزَلْ مِنْكَ بَدَأَ وَاِلَيْكَ عَادَ وَيَحْمِلُهٗ مِنْكَ اُنْصُرْنَا عَلٰى هٰؤُلَاءِ الظَّالِمِيْنَ وَانْصُرْ مَنْ كَانَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ .''

''اے خدا! ہم میں سے جو حق پر ہے اس کی مدد فرما، تو ہمیں فتح دے اور ہمیں دشمن کے سپرد نہ کر اور تو ظالم کو رسوا کر دے اور تو جانتا ہے ظالم کون ہے۔ اے خدا! ہم صلیب کے واسطہ سے اور اس شخص کے وسیلہ سے جو سولی دیا گیا اور جس نے معجزات الٰہیہ کو ظاہر کیا اور جس کے ہاتھ پر لاہوتی افعال ظاہر ہوئے تیرا قرب چاہتے ہیں وہ شخص مدِ قدیم یعنی ہمیشہ سے تیرے ساتھ رہا ہے، دنیا میں آیا اور پھر تیرے پاس لوٹ گیا تیرے پاس سے انجیل لایا، پس ہمیں ان ظالموں سے نجات اور ان کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما اور جو شخص ہم دونوں میں سے سیدھے راستہ پر ہے اس کو غالب کر دے'' اس کی دعا پر سب لوگوں نے آمین کہی۔ [1]

حضرت رفاعہ بن قیس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح بیان فرمایا ہے اور ان سے روماس حاکم بصرہ نے جو اس وقت ان کے پاس باب توما پر متعین شرحبیل رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود تھے، تفصیل سے بیان کیا، رومی فوجی جب بھی کوئی بات اپنی زبان میں کرتے تو روماس حاکم بصرہ ہمیں اس کا

[1] انھوں نے اپنے عقیدے کے مطابق دعا مانگی تھی۔ (مترجم عفی عنہ)

ترجمہ عربی میں کر کے ساتھ ساتھ بتا دیتے تھے۔

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رومیوں کی کفریہ باتیں اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام پر ان کافروں کی جھوٹی تہمتیں سن کر مسلمانوں نے اللہ عزوجل کی پناہ مانگی۔ حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی مسلمان حملہ کے ارادہ سے دروازہ کی طرف بڑھے کیونکہ آپ کو جنرل توما لعنتی کا وہ (کفریہ) قول بہت گراں گزرا تھا۔

آپ نے فرمایا: اے اللہ عزوجل کے دشمن! تو جھوٹ بکتا ہے، بیشک حضرت عیسیٰ بن مریم اللہ عزوجل کے نزدیک حضرت آدم علیہ السلام کی مثل ہیں ان کو اللہ عزوجل نے مٹی سے پیدا فرمایا، پھر جب تک چاہا ان کو زمین پر زندگی عطا فرمائی اور پھر جس وقت چاہا ان کو آسمانوں کی طرف (زندہ ہی) اٹھا لیا۔ اس کے بعد حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے کافروں پر بھرپور حملہ کر دیا۔

جنگ دمشق اور حضرت ابو اَبان بن سعید رضی اللہ عنہ کی شہادت

ملعون عیسائی سپہ سالار ''توما'' اس دن اتنی سختی اور بے جگری سے لڑا کہ اس سے پہلے اس کو کبھی کسی نے اس طرح زبردست ہمت اور زور سے جنگ کرتے اور لڑتے نہیں دیکھا تھا۔ اس کے سپاہیوں نے مسلمانوں پر پتھراؤ کیا اور وہ تیروں کی مسلسل بارش کرتے رہے جس سے بہت سے مسلمان زخمی ہوئے۔ سخت زخمی ہونے والوں میں حضرت ابو اَبان بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ بھی تھے، آپ کو زہر میں بجھا ہوا ایک تیر لگا، آپ نے اس مسموم تیر کو کھینچ کر نکال دیا اور اپنے عمامہ سے اس جگہ کو مضبوط باندھ لیا تا کہ زہر بدن میں آگے نہ پھیلے مگر تیر چونکہ سخت زہریلا تھا، آپ نے اس کا اثر اپنے جسم میں سرایت کرتا ہوا محسوس کیا، ساتھیوں نے حملہ متاخر کر دیا اور آپ کو زخمی حالت میں اٹھا کر خیمہ میں لے آئے اور چھاؤنی میں لانے کے بعد عمامہ کو کھول کر زخم پر دوائی لگانا چاہی مگر حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ نے اشارہ سے منع کیا کہ زخم سے عمامہ کو مت کھولیں کیونکہ اگر تم لوگوں نے اس کو کھول دیا تو اس کے ساتھ ہی میری روح پرواز کر جائے گی اور پھر کہنے لگے: اللہ عزوجل کی قسم! میری خواہش پوری ہوتے نظر آتی ہے اور جس چیز کی میں اپنے مولائے کریم عزوجل سے اُمید کرتا تھا (شہادت فی سبیل اللہ)، وہ مجھے مل گئی۔

تاہم ساتھیوں نے ان کے روکنے کے باوجود زخم سے پٹی کھولنا شروع کر دی ابھی وہ پوری کھولنے نہ پائے تھے کہ آپ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور انگشت شہادت سے اشارہ کیا اور کہا:

''أَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَمُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ. هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ.''

''میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے

رسول ﷺ ہیں...... : یہ وہ ہے جس کا وعدہ (اللہ) رحمٰن (جلّ شانہ) نے کیا تھا اور رسولوں نے سچ فرمایا تھا۔"

ابھی آپ یہ الفاظ پورے کر ہی رہے تھے کہ موت نے آپ کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

شہید اسلام حضرت ابو ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کی بہادر زوجہ محترمہ کا واقعہ

حضرت ابو ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کی شادی نئی نئی مقام اجنادین میں حضرت اُم ابان بنت عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی تھی اور آپ کے ہاتھوں سے ہنوز مہندی کا رنگ اور سر سے عطر کی خوشبو بھی زائل نہ ہوئی تھی کہ آپ کو اپنے بہادر شوہر کی شہادت کی خبر سننی پڑی۔ اُم ابان ایک نہایت بہادر خاتون تھیں اور پیدل لڑنے والی عورتوں میں سے ایک دلیر عورت تھیں۔ آپ کا تعلق ایک جانباز اور شجاعت و بہادری میں مشہور خاندان سے تھا، جب انھوں نے اپنے شوہر نامدار کی شہادت کی خبر سنی تو اپنے لمبے دامنوں میں اُلجھتی پڑتی شوہر کی لاش کے پاس آ کھڑی ہوئیں۔ انھیں دیکھ کر، جبکہ وہ ابھی میدان جنگ ہی میں تھے، نہایت صبر کا مظاہرہ کیا اور ان کے لئے اجر و ثواب کی طلبگار ہوئیں اور ان کی زبان سے اس سخت صدمہ کے وقت بھی کسی نے اس کلمہ کے سوا کچھ نہیں سنا:

آپ کو جو عطا ہوا ہے، مبارک ہو! آپ رب العالمین کے جوارِ رحمت میں چلے گئے ہیں جہاں آپ کو موٹی موٹی آنکھوں والی گورے چٹے رنگ کی حوریں ملنے والی ہیں، اس خداوندِ قدوس کے پاس جس نے ہمیں ملایا تھا، پھر جُدا کر دیا، چونکہ میں آپ کی مشتاق ہوں اس لئے میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں اپنی پوری جدوجہد سے آپ سے ملنے کی کوشش کروں گی، کیونکہ دنیا میں ہم دونوں ایک دوسرے کو اچھی طرح نہ دیکھ سکے اور نہ ارمان پورے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا، ہمارے مقدر میں یہی زندگی کا مکدر ہو جانا لکھا تھا! اب میں نے اپنے اُوپر حرام کر لیا ہے کہ آپ کے بعد مجھے کوئی شخص مَس کرے۔ میں نے اپنی جان کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں وقف کر دیا ہے میں آپ سے بہت جلد ملوں گی اور میں امید کرتی ہوں کہ یہ مقصد جلد سے جلد پورا ہو جائے گا۔

کہتے ہیں کہ ان سے زیادہ صبر و تحمل کرنے والی خاتون کوئی دیکھنے میں نہیں آئی، اس کے بعد حضرت ابو ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کا اسی جگہ کفن دفن کا اہتمام کیا گیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور مسلمانوں نے آپ کو سپردِ خاک کیا۔ آپ کی قبر شریف مشہور ہے۔ حضرت ام ابان رضی اللہ عنہا آپ کو سپرد خاک کرنے کے بعد نہ تو روئیں اور نہ ہی آپ کی قبر پر ٹھہریں بلکہ سیدھی خیمہ میں آئیں، ہتھیار پہنے اور ڈھاٹا باندھا (نقاب پہنا) تلوار ہاتھ میں لی اور ہیئت بدل کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے علم میں لائے بغیر، مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ جا کر مل گئیں۔

لوگوں سے پوچھا کہ میرے شوہر کو کون سے دروازے پر شہید کیا گیا؟
انھوں نے بتایا کہ ''توما گیٹ'' پر جو شاہ روم ہرقل کے داماد کے نام پر رکھا ہے اور مشہور ہے اور قتل بھی ''توما'' ہی نے کیا ہے۔

یہ سنتے ہی آپ حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی طرف چل دیں اور اس میں جا کر گھل مل گئیں اور سخت جنگ وقتال کیا۔ آپ تیراندازی میں بہت بڑی ماہر تھیں۔

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دمشق کی جنگ کے دن ''باب توما'' پر ایک شخص کو صلیب اٹھائے دیکھا جو ''توما'' کے آگے آگے چل رہا تھا اور وہ ہماری طرف اشارے کرتا اور منادی کرتا تھا اور کہتا تھا:

''اَللّٰھُمَّ انصُرْ ھٰذَا وَمَنْ لَاذَبِہٖ اَللّٰھُمَّ اظْھَرْ لَہٗ نُصْرَتَہ، وَأَعْلِ دَرَجَتَہٖ''

''اے اللہ عزوجل! تو اس صلیب کو اور جس نے اس کی پناہ لی ہے اس کو فتح عطا فرما دے اور اس کی پناہ لینے والوں کو غلبہ عطا فرما اور اس کو سربلندی عطا فرما!۔''

جنرل توما کا میدانِ جنگ میں اُترنا

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں ابھی اس کی طرف دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک اُمِ ابان رضی اللہ عنہا نے ایک ایسا تیر مارا کہ وہ اس شخص کے بدن پر جا کر لگا اور نشانہ خطا نہ ہوا اور ساتھ ہی صلیب اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑی وہ ہماری طرف گری اور میں گویا اس کے جواہر کو چمکتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ ہم میں سے ہر شخص اس کی طرف تیزی سے بڑھا تاکہ اس کو اٹھا لے۔

دشمن خدا ''توما'' نے جب دیکھا کہ لوگ صلیب کی طرف کثرت سے بڑھ رہے ہیں، تو اس کو اپنی رسوائی اور ذلت کا احساس ہوا اور اس کو یقین ہو چلا کہ اب ہلاکت قریب ہے۔ اس کا کفر اس وقت اور تیز ہوا اور اسے یہ بات سخت ناگوار گزری، اس نے دل میں سوچا کہ بادشاہ روم کو جب اس چیز کی اطلاع پہنچی کہ ''صلیبِ اعظم'' مجھ سے سلب ہو گئی ہے اور مسلمانوں کے قبضہ میں چلی گئی ہے تو بڑی شرمندگی ہوگی۔ یہ سوچ کر اس نے اپنی کمر کس لی اور اپنی ڈھال اور تلوار ہاتھ میں لے کر اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا:

جس کو میرے ساتھ چلنا ہو، چلے اور جس کو بیٹھنا ہو، بیٹھا رہے۔ میں نے تو اب لڑنے کا عزم کر لیا ہے اور ضرور میدان جنگ میں نکلوں گا اور ان بھیڑیوں کو بھگا کر اور مار کر ہی اپنے دل کو سکون پہنچانا چاہتا ہوں۔

یہ کہہ کر وہ تیزی سے نیچے اترا اور قلعہ کا دروازہ کھولنے کا حکم دے دیا۔ دروازہ کھلتے ہی سب سے پہلے میدان

میں نکلا۔ رومی چونکہ اس کی حس، جنگی عزم، عمدہ فراست اور شدت حملہ سے خوب واقف تھے اس لئے کوئی بھی پیچھے نہ رہا اور سب ہی اس کے ساتھ نکل پڑے اور تیر کمانیں ڈھالیں، تلواریں لے کر ٹڈی دل کی طرح چہار طرف پھیل گئے۔

کہتے ہیں کہ مسلمان صلیب کو لینے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں مشغول تھے کہ ادھر رومی چیختے چلاتے دروازے سے باہر نکلنا شروع ہوئے۔ شور برپا ہے، مسلمانوں نے یہ صورتحال دیکھ کر ایک دوسرے کو خبردار کیا اور جب ان مسلمانوں نے رومیوں کی اپنی طرف پیش قدمی کو دیکھا تو صلیب حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی اور خود دشمن کے مقابلہ میں ڈٹ گئے۔ دشمن کی طرف بڑھے اگرچہ دروازہ کے اُوپر سے تیروں اور پتھروں کی بارش ہو رہی تھی مگر بایں ہمہ مسلمان اس کی پرواہ کئے بغیر آگے بڑھتے رہے اور رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے بلند آواز سے کہا: اے لوگو! دروازے سے دور اپنے پیچھے کی طرف ہٹ کر لڑو تاکہ تم قلعہ کے اوپر سے کی جانے والی تیراندازی اور پتھراؤ سے محفوظ رہو!

یہ سن کر مسلمانوں نے رجعت قہقہری اختیار کی اور پیچھے ہٹ کر لڑنا شروع کیا اور اس طرح اپنے سروں پر برسنے والے تیروں اور پتھروں سے محفوظ ہو گئے۔ جس وقت یہ پیچھے ہٹے تو اللہ تعالیٰ کے دشمن، توما نے ان کا پیچھا کیا اور اس نے تعاقب کرتے ہوئے دائیں بائیں سے بڑی ضربیں لگائیں، یہ مست اونٹ کی طرح لوگوں کو کاٹنے کو دوڑا پھر رہا تھا اور اس کے اردگرد دوسرے بہادر سورمے بھی موجود تھے۔ حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے جب اس کی یہ حالت اور مشرکوں کا غلبہ دیکھا تو اپنی قوم کو خطاب کیا اور فرمایا:

اے لوگو! اپنے رب سے جنت کی طلب میں اپنی زندگیوں کو بھول جاؤ اور اپنے کردار اور عمل سے اب خالق و مالک کو خوش کر لو! اور یاد رکھو، تمہارا رب میدان سے تمہارے فرار ہونے، پیٹھ پھیرنے اور پسپائی اختیار کرنے سے ہرگز راضی نہیں ہوتا، آگے بڑھو! حملہ کرو اور دشمن میں گھس جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے گا!

کہتے ہیں کہ خطاب سنتے ہی مسلمانوں نے سخت حملہ کیا، گھمسان کی جنگ چھڑ گئی، لوگ گتھم گتھا ہو گئے، تلواروں نے اپنا کام دکھایا، تیروں اور پتھروں کا استعمال شروع ہو گیا، ڈھالیں اور سپر کام میں لائی گئیں۔ اہل دمشق کو خبر ہوئی کہ ''توما'' مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے نکلا تھا اور صلیب اعظم اس کے ہاتھ سے گری اور مسلمانوں کے ہاتھ لگ گئی ہے یہ خبر پھیلتے ہی لوگ جوق در جوق میدان جنگ کی طرف دوڑ پڑے، یہاں تک کہ معاملہ بہت بڑھ گیا اور رومیوں کی جمعیت میں کثرت ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ کا دشمن ''توما'' اپنے چپ و راست دیکھنے لگا اور اس نے قوم کو اپنے خطاب سے خوب بھڑکایا اور ''بڑی صلیب'' کے حصول کے لئے ان کو برانگیختہ کرتا رہا کہ اچانک اس کی توجہ حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی طرف ہوئی۔ اس نے دیکھ لیا کہ وہ بڑی صلیب آپ کے پاس ہے، بس پھر کیا تھا نظر پڑتے ہی وہ صلیب کو حاصل کرنے کے لئے بے چین ہو گیا اور تلوار سونت کر آپ کی جانب بڑھا اور چیخ کر کہنے لگا:

''بس تم صلیب رکھ دو اور تمھیں معلوم ہونا چاہئے کہ تم پر یہ مصیبت اور سختی اسی کی وجہ سے نازل ہوئی ہے۔''

حضرت اُم ابان رضی اللہ عنہا کے تیر سے ''توما'' کا زخمی ہو کر گر جانے کا واقعہ

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے جب اچانک اس کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے اور اس کے حملہ آور ہونے کے ارادہ کو دیکھا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے صلیب کو پھینک دیا۔ ڈھال کو سینہ کے برابر کر لیا اور تلوار سونت لی اور مقابلہ کے لئے اس کے سامنے ڈٹ گئے۔ اس اللہ تعالیٰ کے دشمن نے صلیب کو جب زمین پر پڑے ہوئے دیکھا تو اس نے بڑی بُری طرح سختی سے حملہ کیا اور ایک ہولناک چیخ کے ساتھ چلا کر اپنے ساتھیوں کو آواز دی۔ وہ مشرک اس کی امداد کے لئے آ گئے اور اس کو تقویت پہنچائی۔ ادھر حضرت اُم ابان بنت عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہا نے جس وقت دشمنِ خدا ''توما'' کو حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ پر حملہ کرتے ہوئے دیکھا تو دریافت فرمانے لگیں کہ یہ اپنے نفس کو ذلیل کرنے والا کون ہے!

لوگوں نے بتلایا کہ یہی تو ہے، وہ بادشاہ ہرقل کا داماد ''توما'' اور آپ کے شوہر حضرت ابوابان بن سعید رضی اللہ عنہ کا قاتل!

حضرت اُمِ ابان رضی اللہ عنہا نے یہ سنتے ہی اس پر سخت حملہ کیا یہاں تک کہ اس کو ہلاکت کے قریب کر ڈالا، کمان پر چلہ چڑھا کر اس پر تیر برسانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ رومی محافظ اس کے قریب پہنچ گئے اور انھوں نے آپ کو نقصان پہنچانا چاہا اور مرعوب کرنا چاہا مگر آپ نے اس چیز کی کوئی چنداں پرواہ نہ کی اور ''بِسْمِ اللّٰہِ وَ عَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ'' کی ندا بلند کی (نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت بلند کیا) اور تیر چھوڑ دیا۔ ادھر اللہ تعالیٰ کا دشمن ''توما'' حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچ گیا اور قریب تھا کہ وہ صلیب پر قبضہ کر لے کہ اچانک تیر آ کر اس کی دائیں آنکھ میں لگا اور آنکھ کے اندر پھنس گیا۔ تیر کھا کر وہ چلاتا ہوا پیچھے کی طرف مڑا۔ حضرت اُم ابان رضی اللہ عنہا نے دوسرے تیر کا ارادہ کیا ہی تھا کہ کچھ رومی مرد تیزی سے اس کی طرف بڑھے اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کے اس دشمن کو ڈھالوں اور سپروں سے چھپا لیا۔ ادھر حضرت اُم ابان رضی اللہ عنہا کی قوم کے لوگ بھی آپ کی طرف دوڑے تاکہ آپ کو بچائیں، جب آپ دشمنوں کے شر سے محفوظ ہو گئیں تو آپ نے پھر دوبارہ مندرجہ ذیل رجزیہ شعر پڑھتے ہوئے دشمن پر تیر برسانے شروع کر دیئے:

ترجمہ اشعار:

- اے اُم ابان! تو اپنے (شوہر) کا انتقام لے اور ان دشمنان خدا پر ایک جان لیوا حملہ کر، تیری تیر اندازی سے رومیوں کے لشکر میں ایک شورش اور ہنگامہ برپا ہو گیا ہے میں نے قسم کھائی ہے کہ ایک نیا معرکہ قائم کروں گی اور اب میں تجھے چھوڑ کر زندگی بسر نہیں کروں گی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: پھر حضرت ام ابان رضی اللہ عنہا نے ایک موٹے قوی رومی کافر کے ایک تیر مارا جو اس کے

سینے میں لگا اور وہ ساتھ ہی زمین پر گر گیا۔ پھر آپ نے ایک اور تیر پھینکا یہ بھی اس کے سینے پر لگا جس سے وہ اوندھے منہ گر کر مر گیا۔

اللہ ﷻ کا دشمن ''توما'' پہلا تیر کھا کر ہی اونٹ کی طرح بلبلاتا اور چلاتا ہوا بھاگ کھڑا ہوا تھا اور قلعہ کے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف دیکھا تو اپنے ساتھیوں سے چیخ کر فرمایا:

تم پر افسوس ہے! کھڑے کیا دیکھ رہے ہو۔ رومی کتا تم سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہے، ان کتوں پر حملہ کر دو۔ قریب ہے کہ اللہ ﷻ کی مدد سے تم ان دشمنان خدا کو پالو۔

مسلمانوں نے ایک تابڑ توڑ حملہ کر دیا۔ حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی مسلمانوں نے بھی حملہ کر دیا اور رومیوں کو مارتے مارتے وہ دروازے تک پہنچ گئے۔ مسلمان مجاہدین جب دروازے کے قریب گئے تو قلعہ کی فصیل سے انھوں نے پتھروں اور تیروں کی بوچھاڑ کر دی جس کی وجہ سے مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا، تاہم مسلمان مجاہدین نے رومیوں کے تین سو فوجیوں کو ہلاک کر دیا اور ان کے ہتھیار، صلیبیں اور دوسرا ساز و سامان اپنے قبضہ میں کر لیا۔

دشمنِ خدا ''توما'' شہر میں اسی حالت میں داخل ہو گیا کہ تیر اس کی آنکھ میں پیوست ہے اور وہ تیر اتنا مضبوطی سے اندر دھنسا ہوا تھا کہ نکل نہیں رہا تھا۔ جب (رومیوں) کے لوگ شہر میں داخل ہو گئے تو فوراً دروازہ بند کر لیا اور روم کے سرکردہ بڑے لوگ ''توما'' کے گرد جمع ہو گئے اور اسے اپنے جھرمٹ میں لے لیا۔ حکماء اور اطباء نے تیر کو اس کی آنکھ سے نکالنے کی تدابیر کیں اور اسے نکالنا چاہا مگر تیر تھا کہ نکلنے کا نام نہیں لیتا تھا ''توما'' شدت درد سے چیخ رہا تھا اور تیر کے نکلنے کی کوئی صورت سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ آخر تیر کا لکڑی والا حصہ کاٹ کر الگ کر دیا گیا اور پیکان آنکھ میں رہنے دیا گیا۔ پٹی باندھنے کے بعد گھر چلنے کے لئے کہا گیا لیکن یہ اسی جگہ دروازے کے اندر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کچھ سکون محسوس کیا تو لوگوں نے دوبارہ گھر چلنے پر اصرار کیا اور کہا کہ بہتر ہے کہ آپ گھر جا کر آرام کر لیں۔

رومیوں کا توما کو صلح کرنے کا مشورہ

اہلِ دمشق نے کہا: ہائے افسوس! آج ہم پر مصائب دو چند ہو گئے۔ پہلی مصیبت صلیب اعظم کا ہمارے ہاتھ سے جاتے رہنا اور اور دوسری مصیبت آپ کی آنکھ میں تیر کا پیوست ہونا ہے، یہ دونوں مصیبتیں آپ کو ان کمینے لوگوں کی طرف سے پہنچی ہیں اور اب اچھی طرح سے ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ اس قوم عرب کا نہ تو مقابلہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ان کی بھڑکائی ہوئی آتش جنگ کی تپش کے آگے زیادہ دیر ٹھہرا جا سکتا ہے۔ ہم نے یہ سوال پہلے بھی آپ کے آگے رکھا تھا کہ ہمیں ان لوگوں سے صلح کر لینی چاہئے اور وہ جو کچھ مانگتے ہیں، ان کو دے دینا چاہئے۔ باقی مقابلہ کر کے تو ہم نے دیکھ لیا ہے

توما کا جواب

''توما'' یہ گفتگو سن کر غضب ناک ہو گیا اور اس کو بہت زیادہ غصہ آیا اور کہنے لگا: تم پر افسوس ہے بدبختو! ذرا ہوش کے ناخن لو! ہماری صلیب اعظم ہمارے ہاتھ سے چھن گئی ہے، میری ایک آنکھ ضائع ہو گئی ہے اور میرے خاص قریبی لوگ مارے گئے ہیں، اب بھی ہم اس غلام قوم سے چشم پوشی کریں؟! اور غفلت کا مظاہرہ کریں۔ بادشاہ کو جب میری اس غفلت کی خبر پہنچے گی تو وہ اس کو میری کمزوری اور عجز کی دلیل سمجھے گا۔ بہر حال مجھے ان کی طلب میں نکلنا ہوگا اور ان سے اپنی صلیب اعظم ہر صورت میں واپس حاصل کرنی ہے اور اپنی ایک آنکھ کے بدلہ میں ان کی ہزار آنکھیں لے کر رہوں گا تا کہ بادشاہ کو معلوم ہو جائے کہ میں نے ان سے اپنا انتقام لے لیا ہے اور عنقریب میں ان کے ساتھ ایک ایسا حیلہ اور چال چلوں گا کہ ان کے سردار تک رسائی حاصل کر لوں اور اس کے بعد ان کی جمعیت کو تباہ کر دوں گا اور جتنا مال انھوں نے ہمارا لوٹا ہے، سب واپس لے کر بادشاہ ہرقل کے پاس بھیج دوں گا۔ اس کے بعد بھی میری انتقام کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوگی اور اتنے پر ہی راضی ہو کر بیٹھ نہیں جاؤں گا بلکہ میں بہت بڑا لشکر تیار کرونگا۔ باربرداری کا سامان اور زادِ راہ کھانا پانی ساتھ لے کر حجاز اور اس کے بادشاہ ابوبکر کی طرف جاؤں گا اور ان کے آثار کو مٹا دوں گا ان کی مسجدوں کو مسمار کر دوں گا اور ان کے شہر حجاز کو ایسے کھنڈرات اور ویران جنگل اور بیابان میں تبدیل کر دوں گا کہ وہاں بچھو اور وحشی جانوروں کا مسکن ہو اور وہاں الو اپنا بسیرا کریں۔

پھر وہ ملعون قلعہ کے مرکزی دروازے پر چڑھا حالانکہ آنکھ پر پٹی اس نے اسی طرح باندھی ہوئی تھی، تا کہ اس کی قوم کے حوصلے بلند ہوں اور اس کو دیکھ کر مسلمانوں کا رعب اس کی قوم کے دلوں سے نکل جائے اور اس نے اپنی قوم کو جنگ کی ترغیب دیتے ہوئے کہا:

مسلمانوں کی طرف سے تمھیں جو صدمات پہنچے ہیں ان سے گھبرانا مت، صلیب ضرور ان کو پسپا کرے گی اور اٹھا پھینکے گی، اگر تمھیں کوئی تردد ہو تو میں اس کا ضامن ہوں۔

اس کی گفتگو سے لوگوں کا حوصلہ بڑھا اور وہ دوبارہ دلجمعی سے ڈٹ کر لڑنے لگے، سخت جنگ شروع ہو گئی اور مسلمانوں نے بھی ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اور صبر کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا۔

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی بھیجا تا کہ وہ انھیں یہاں کے واقعہ کے متعلق باخبر کریں۔ آپ نے قاصد کو تاکید کی کہ وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اس بات سے بھی مطلع کرے کہ ہمیں شاہ روم ہرقل کے داماد ''توما'' کی طرف سے بے حساب غلبہ حاصل ہوا، لیکن چونکہ ہر جگہ کی بہ نسبت اس مرتبہ جنگ زیادہ زور پر ہے اس لئے آپ ہماری مدد کے لئے کچھ مردان جنگ فوراً بھیج دیں، قاصد جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا

تو اس نے آپ کو تمام امور سے آگاہ کیا، مثلاً: مشرکین سے لڑائی، حضرت ام ابان رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سے "جنرل توما" کا زخمی ہونا اور اس کی آنکھ کس طرح پھوٹی؟ اور صلیب اعظم کا ان کے ہاتھوں سے گرنا اور مسلمانوں کا اس پر قبضہ کرنا اور حاملِ صلیب کا قتل ہونا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو یہ تمام خبریں سن کر نہایت فرحت اور خوشی ہوئی اور آپ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سجدہ شکر بجالائے۔

پھر آپ نے فرمایا: یہ لعنتی توما، بادشاہ کے نزدیک بڑا معزز ہے اور یہی ملعون ہے جو قوم کو صلح سے منع کرتا ہے، بہر حال ہمیں اللہ عزوجل سے امید واثق ہے کہ وہ اس کے معاملہ میں ہمارے لئے کافی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے شر کو ہم سے دور کر دے گا۔

اس کے بعد آپ نے قاصد سے فرمایا کہ تم واپس لوٹ جاؤ اور حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کو جا کر میرا یہ پیغام دو کہ جس مقام پر میں نے تمہیں متعین کیا تھا اس جگہ قائم رہو اور تم میں سے ہر دستہ اپنی اپنی ڈیوٹی میں مشغول رہے اور یہ سمجھو کہ میں تمہارے پاس ہی ہوں اور نیز تمہارے یہ "صاحب" حضرت ضرار رضی اللہ عنہ شہر کے چاروں طرف گشت لگا رہے ہیں، وہ بھی ہمہ وقت تمہارے قریب ہیں۔ انشاء اللہ عزوجل اللہ تمہارا کام بگڑنے نہیں دے گا، دلگیر مت ہوئیے، ثابت قدمی کے ساتھ برابر لڑائی جاری رکھئے۔

کہتے ہیں کہ قاصد نے واپس آ کر حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا پیغام پہنچا دیا۔ آپ نے نہایت جوانمردی اور مستقل مزاجی کے ساتھ باقی دن جنگ جاری رکھی اور دیگر مسلمان بھی ان کے لئے مراکز میں ڈٹے رہے۔ ادھر صلیب اعظم کے مسلمانوں کے ہاتھ لگنے اور جنرل توما کے زخمی ہونے کی اطلاع حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو اور دوسرے تمام اسلامی لشکر کے سرداروں کو پہنچ چکی تھی، وہ بھی اس سے نہایت مسرور تھے اور لوگ باقی دن بھی لڑائی میں مشغول رہے حتیٰ کہ ظہر کا وقت بھی گزر گیا اور عصر کا وقت قریب آ لگا تو انہوں نے جنگ بندی کر دی۔ ہر فریق نے اپنی جگہوں کی طرف واپس آنا شروع کر دیا اور اس طرح واپسی تک شام ہو گئی۔ قوم نے پہرہ کی ڈیوٹی سنبھال لی۔ آگ روشن کر دی گئی اور قرآن مجید کی تلاوت شروع ہو گئی پھر مؤذنوں نے اپنے اپنے مقام پر اذانیں دیں اور الگ الگ طور پر ہر یونٹ کے امیر نے اپنی اپنی یونٹ کے سپاہیوں کو نماز با جماعت پڑھائی۔

جنرل توما کا اپنی فوج سے خطاب

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جب رات خوب تاریک ہو گئی اور اس نے ہر چیز کو اپنی تاریکی میں چھپا لیا تو اس وقت "جنرل توما" ملعون نے قوم کے اکابر (بڑوں) اور بہادر مردوں کو طلب کیا، جب وہ جمع ہو گئے تو اس نے ان کے سامنے حسب ذیل تقریر کی:

"اے حاملین دین عیسائیت! تمھارے گرد، وہ قوم گھوم رہی ہے اور اس نے تمھارا محاصرہ کر رکھا ہے جس کا نہ کوئی دین ہے نہ اخلاق، نہ عہد نہ امان اور نہ ہی یہ کوئی ذمہ دار لوگ ہیں، اب اگر تم نے اس قوم سے مصالحت کر لی تو یہ قوم تم سے وفا نہیں کرے گی اور اگر اس نے تمھیں امان دے بھی دی تو اس کا پاسِ عہد نہیں کرے گی اور تم سے مصالحت کا لحاظ نہیں کرے گی۔

یہ لوگ اپنی اولاد اور عورتوں کو اسی لئے اپنے ساتھ لائے ہیں کہ انھوں نے تمھاری مرضی کو نہیں دیکھنا، تم چاہے راضی ہو کہ ان کو اجازت دو، چاہے ناراض ہو۔ کہ انھوں نے ہر صورت میں تمھارے شہروں پر قبضہ کرنا ہے۔ کیا تم اس بات کو برداشت کرو گے کہ وہ تمھاری عورتوں کو قیدی بنا لیں اور تمھیں تمھارے وطن سے نکال دیں اور تمھاری عورتیں ان کی لونڈیاں بن کر ان کے پاس رہیں اور تمھاری اولادیں ان کے غلام بن جائیں کیا تم یہ ساری ہتک اور بے حرمتی قبول اور برداشت کر لو گے؟!

میں نہیں سمجھتا کہ تم لوگ اس پر صبر کر لو گے؟ صلیب اعظم کا تمھارے ہاتھ سے نکل جانا اور جاتی رہنا صرف اسی لئے ہوا کہ وہ تم پر ناراض ہو گئی ہے کیونکہ تم نے جب اپنے دلوں میں یہ ارادہ کر لیا کہ مسلمانوں سے صلح کر لیں تو گویا تم نے تو خود ہی دین نصرانیت کو مٹانے اور منہدم کرنے کا ارادہ کر لیا! اسی وجہ سے صلیب تم پر غضب ناک ہو گئی اور اس نے تمھیں ذلت سے دوچار کیا اور تمھیں یہ اہانت اور ہتک کا مزہ چکھنا پڑا۔

میں آج جب ان کے مقابلہ کے لئے نکلا تھا تو اگر مجھے آنکھ کا صدمہ نہ پہنچتا تو میں ان سے فارغ ہو کر ہی دم لیتا، اب بھی میں ان سے انتقام لے کر ہی رہوں گا اور جیسے بھی ممکن ہوا اپنی اس عار کو دور کروں گا اور میں رحیم بادشاہ کی عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مسلمانوں سے بدلہ لینا میرے اُوپر قرض ہے اور میں یہ قرض چکا کر ہی دم لوں گا، میں پھر ان کو شاہ روم کی طرف بھیجوں گا اس کے بعد اپنی صلیب ان سے تلاش کروں گا اور اسے بھی جب تک حاصل نہ کر لوں، چین سے نہیں بیٹھوں گا اگر میں اس معاملہ میں کسی قسم کی سستی اور غفلت کرتا ہوں تو بادشاہ کے مجھ پر ناراض ہونے اور ملکی حالات کے دِگرگوں ہونے کا سخت اندیشہ ہے اور میرا اقتدار بھی ہاتھ سے جا سکتا ہے۔"

"توما" کی یہ گفتگو سن کر تمام سرداران قوم نے اتفاق رائے سے اسے یہ کہا:

جناب! اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی فوج کثیر تعداد میں ہے اور آپ کی بات کا جو مطلب ہم سمجھیں ہیں، وہ یہ ہے کہ ہم کسی ایک طرف سے اور ایک دروازے سے مسلمانوں پر ہلہ بول دیں اور ٹوٹ پڑیں مگر جناب یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ہمیں یہ بات بھی پہلے ہی سوچ لینی چاہئے کہ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو پھر تمام طرف سے مسلمان اپنے گھوڑوں کی باگیں اسی طرف کو پھیر دینگے اگر ان کے لشکر کا سردار اعظم بھی آپ پر وارد ہوتا ہے تو ان کا دوسرا سردار اور

سپہ سالار جابیہ گیٹ سے داخل ہو جائے گا۔ یہ بہت خطرناک معاملہ ہے اور اس کے بعد ہمارے لئے اس بڑی مصیبت سے نمٹنے کے لئے کوئی طاقت اور کوئی چارہ کار نہیں ہوگا۔ باقی آگے آپ کی جو مرضی ہے کریں ہم ہر طرح سے حاضر ہیں۔ اگر آپ ہمیں شہر کی پناہ سے نکلنے کا امر دیں تو ہم کھلے میدان میں نکل کر لڑنے کو تیار ہیں اور اگر فصیل کے اندر رہ کر قلعہ بند جنگ کا پروگرام ہے تو اس کے لئے بھی تیار ہیں اور آپ کے حکم کے مطابق لڑیں گے۔

توما کی جنگ کے لیے از سرِ نو منصوبہ بندی

''توما'' نے کہا: میں تمہارے لئے جنگ کی ایک خاص تدبیر کرتا ہوں۔ میرے ذہن میں اس وقت ایک خاص بات آ رہی ہے، پہلے آپ تمام امراء کو اور خاص وعام سب لوگوں کو اکٹھا کرو تا کہ سب کو اعتماد میں لے کر حملہ کیا جائے۔

چنانچہ چند لوگوں کے علاوہ جو مسلمانوں کے خوف سے مورچوں پر قائم رہ گئے باقی سب جمع ہو گئے، ''توما'' نے ان سب حضرات کو خطاب کرتے ہوئے کہا: میرا پروگرام یہ ہے کہ آج مسلمانوں پر رات کے اندھیرے میں اچانک بے خبری میں حملہ کر دیا جائے اور ان کے خیموں اور ٹھکانوں پر چھپ کر حملہ کر دیا جائے۔ رات زیادہ مہیب اور اندھیری ہے اور یہ لوگ یہاں کے راستوں اور گھاٹیوں سے بھی واقف نہیں ہیں جبکہ تم تو یہاں کے چپے چپے سے واقف ہو، لہٰذا تم میں سے کوئی شخص اسلحہ کے بغیر نہ رہے، ہر فرد مسلح ہو جائے اور بھرپور تیاری کر لے اور تم کو اپنے اپنے دروازے سے نکلنا ہو گا۔ اس قوم پر شب خون مارنا ہوگا، میں بھی اپنی پلٹن کے ساتھ اپنے گیٹ سے خروج کروں گا اور اس طرح مجھے امید ہے کہ ہم کامیاب ہو کر خوشی اور مسرت وفرحت کے ساتھ واپس لوٹیں گے۔

میں مسلمانوں پر حملہ کر کے ان کو تباہ وبرباد کرتا ہوا ان کے سپہ سالار تک رسائی حاصل کروں گا اور اس کو گرفتار کر کے ایک قیدی کے طور پر بادشاہ روم کی خدمت میں بھیج دونگا۔ پھر بادشاہ اس کے ساتھ جو چاہیں گے، سلوک کریں گے۔ تم میں سے جو شخص بھی اپنے دروازے سے خروج کرے تو وہ نہ تو اپنی جگہ سے ہٹے اور نہ پسپا ہو اور نہ واپس آئے، بلکہ ڈٹ کر رہے اور میں لڑتا ہوا خود تم تک پہنچوں گا اور تمہیں تمہاری جگہوں پر موجود پاؤں۔ یہ سن کر سب نے خوشی سے اس تجویز کو منظور کر لیا۔

جنرل توما کا شب خون مارنے کی نیت سے صف بندی کرنا

اب ''توما'' نے کچھ سپاہی جابیہ گیٹ پر تعینات کر دیے اور کچھ شرقی (ایسٹ) گیٹ پر اور ان سے کہا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ قوم (مسلم) کا امیر اعظم ''خالد بن ولید'' تم سے بہت دور ہے۔ تمہارے ان گھروں پر محض چند غلام اور نچلے طبقے کے لوگ ہیں۔ انہیں تم اناج کی طرح پیس کر رکھ دینا اور کھانے کی طرح ہڑپ کر جانا۔

پس یہ دونوں گروہ اپنے اپنے دروازے کی طرف جہاں انھیں حکم ملا تھا، چل دیئے۔ پھر اس لعین نے ایک اور گروہ کو بلایا اور اسے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی طرف چھوٹے دروازے کی جانب روانہ کر دیا اور اس کے بعد اس نے ایک اور گروہ کو بلا کر "باب الفرادیس" (گارڈن گیٹ) کی طرف، جہاں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ متعین تھے، بھیجا اور اسی طرح ایک گروہ کو "بابِ کیسان" کی طرف، جہاں حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ متعین تھے، روانہ کیا۔ اور جب ہر گروہ اپنی اپنی ڈیوٹی پر روانہ ہو چکا تو "توما" خود اپنے دروازے کی طرف چل دیا اور اس نے ان کے ہمراہ تمام بہادروں اور ایسے لوگوں کو رکھا جن کے بارے میں وہ جانتا تھا کہ یہ دادِ شجاعت دینے میں مشہور ہیں اور اس نے ایسا کوئی ایک بھی شخص نہیں چھوڑا جس کی بہادری کو وہ آزما نہ چکا تھا یا اس کی شجاعت و بہادری سے واقف نہ تھا۔

پھر وہ اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا: میں اپنے دروازے پر ایک شخص کو مقرر کرتا ہوں جس کے پاس ناقوس ہوگا اور جنگ کے لئے نکلنے کی گھنٹی ہوگی، پس جس وقت وہ ناقوس پر ضرب لگائے اور گھنٹی بجا دے تو تم سمجھ جانا کہ اعلانِ جنگ ہو گیا ہے اور اس کو میرے اور اپنے جنگ شروع کرنے کی علامت سمجھنا پھر فوراً اپنے دروازوں سے تیزی کے ساتھ دشمن کی طرف نکل کھڑے ہونا اور ایک دم ان پر حملہ کر دینا۔ یقیناً تمھارے دشمن اس وقت محوِ خواب ہونگے اور یا کچھ افراد بیٹھے ہوں گے، تم اس طرح پھرتی کے ساتھ ان میں گھس جانا کہ انھیں اپنے ہتھیاروں تک پہنچنے اور ہتھیار پہننے کی مہلت ہی نہ دینا اور پوری بے دردی کے ساتھ ان کا قتل عام کرنا۔ تمھیں اجازت ہے کہ تم ان کو جیسے چاہو اور جہاں سے چاہو قتل کرنا۔ اگر تم نے یہ کام پوری صداقت اور سچائی کے ساتھ کر ڈالا تو مجھے مکمل یقین ہے کہ وہ آج رات ہی ایسے شکست و ریخت کا شکار ہوں گے اور ان کا شیرازہ اس طرح بکھر جائے گا کہ جس کی تلافی اور تدارک ان سے کبھی بھی نہیں ہو سکے گا۔

جنرل توما کی گفتگو سن کر قوم بگل بجنے سے پہلے ہی بگلیں بجانے لگی اور خوشی سے اچھلتی کودتی ہوئی اپنے اپنے مقام کی طرف چل پڑی ہر ایک، جہاں جہاں جانے کا اس کو امر ہوا تھا، وہاں پہنچ کر اس بات کا انتظار کرنے لگا کہ کب جنگ کا نقارہ بجتا ہے اور میں مسلمانوں کی طرف حملہ کے لئے دوڑ پڑوں!

بیان کرتے ہیں کہ "توما" نے ایک نصرانی شخص کو ناقوس پر متعین کیا اور اس سے کہا کہ تم اس دروازے پر ناقوس لے کر چڑھ جاؤ اور جس وقت تم دیکھو کہ ہم نے دروازہ کھول دیا ہے تو آہستہ آہستہ آواز میں ناقوس بجانا شروع کر دینا، جسے مختلف دروازوں پر مقرر صرف ہمارے نمائندے ہی سن سکیں تاکہ وہ دشمن کی طرف تیزی سے چل پڑیں۔

نصرانی نے بڑی محبت اور شوق سے اور اپنے لئے اعزاز سمجھتے ہوئے اس حکم کو قبول کیا اور چلا اور فوراً ایک بڑا ناقوس لے کر اس مقام کی طرف جلدی سے پہنچ گیا، جہاں اس کو مقرر کیا گیا تھا۔ ناقوس ہاتھ میں پکڑ کر دروازے پر بیٹھ گیا اور وقت کا انتظار کرنے لگا۔

اب ''توما'' لشکر کا ایک دستہ لے کر چلا جس نے زرہیں، خود (ہیلمٹ) پہنے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھوں میں تلواریں اور ڈھالیں تھیں، توما خود اس دستے کے آگے آگے تھا اور اس کے ہاتھ میں ہندی شمشیر، جرمتی ڈھال اور لوہے کے جوشن (بازوؤں) پر پہنے ہوئے اور سر پر کسروی (بادشاہی) خود پہنا، جو ہرقل نے اس کو تحفہ بھیجا تھا اور وہ شاہی اسلحہ خانہ کا بہترین خود ہوتا تھا جس پر سونے اور چاندی کا کام ہوا ہوتا تھا اور قاطع تلوار بھی اس پر کارگر نہ ہو سکتی تھی۔ جب وہ دروازہ پر پہنچا اور اس کا لشکر مکمل ہو گیا تو اس نے لشکر سے مخاطب ہو کر کہا:

''اے قوم! جیسے ہی دروازہ کھلے، تم نے سرعت کے ساتھ اپنے دشمن کی طرف بڑھنا ہے اور پوری پوری ہمت اور کوشش کرنی ہے کہ جتنا جلد ہو سکے دشمن تک پہنچو اور پہنچتے ہی فوراً حملہ کر دینا ہے، اگر ان کا کوئی فرد تم سے امان طلب کرے تو اس کی فریاد اور چیخ و پکار پر بالکل کان نہ دھرنا اور نہ اس کو امان دینا مگر یہ کہ اگر ان کا کوئی امیر ہو تو اس کو تم امان دے سکتے ہو اور اگر تم میں سے کوئی شخص صلیب کو کسی کے پاس دیکھ لے تو اس کی بازیابی کے لئے فوراً پہنچے، اگر دیکھو کہ وہ تم سے دور کچھ فاصلے پر ہے تو مجھے آواز دے لینا تاکہ میں خود چل کر وہاں پہنچوں اور صلیب کو حاصل کر سکوں۔''

قوم نے کہا: ہم آپ کا حکم بخوشی قبول کرتے ہیں اور ان باتوں پر عمل کرنا ہم اپنے لئے باعث عزت اور ایک اعزاز سمجھتے ہیں۔

پھر اس نے اپنے ساتھیوں میں ایک شخص کو حکم دیا کہ تم اس ناقوس والے آدمی کے پاس جاؤ اور اسے میرا حکم پہنچاؤ کہ ناقوس بجا دو اور ساتھ ہی اس نے دروازہ کھول دینے کا حکم دے دیا۔

ادھر دروازہ کھلتا ہے اور ادھر وہ آدمی ناقوس والے کے پاس پہنچ جاتا ہے اور اس کو حکم پہنچ جاتا ہے کہ ناقوس بجا دیا جائے۔ اس نے حکم کے مطابق آہستہ آہستہ ناقوس بجانا شروع کر دیا تاکہ اس کی قوم کے علاوہ کوئی اور نہ سن سکے، حتیٰ کہ اس کی قوم نے ناقوس بجتے ہی دروازے کھول دیئے اور وہ تیزی کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کے لئے دوڑ پڑے۔ ''توما'' بھی کود کر میدان میں آ نکلا وہ بہت تیزی کے ساتھ اپنی جگہوں سے اصحاب رسول اللہ ﷺ و رضی اللہ عنہم کی طرف بڑھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس قوم کے مکر و فریب سے بے خبر تھے مگر بعض مسلمان بیدار اور پُر حذر تھے۔ جب انھوں نے آوازیں سنیں تو ایک دوسرے کو جگایا اور شور و غل مچ گیا اور وہ شیروں کی طرح اپنی خوابگاہوں اور بستروں سے اٹھے اور یہ سوئے ہوئے شیر بپھرے ہوئے شیروں کی طرح اچھل کر کھڑے ہو گئے اور دشمن کے اوپر آنے سے پہلے یہ حملے کے لئے تیار تھے اور ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اگرچہ بے ترتیب تھے مگر حملہ کر دیا اور پھر رات بھی سخت اندھیری تھی، تلواریں چلنے لگیں اور اپنا کام دکھانے لگیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچنا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب یہ شوروغل اور چیخ وپکار سنی تو بڑے گھبرائے اور نہایت جزع اور بے حواسی کے عالم میں یہ پکار کرنے لگے:

"وَاغَوْثَاهْ وَإِسْلَامَاهْ وَا مُحَمَّدَاهْ أُكِيْدُوْا قَوْمِيْ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ اَللّٰهُمَّ انْظُرْ اِلَيْهِمْ بِعَيْنِكَ الَّتِيْ لَا تَنَامُ وَانْصُرْهُمْ وَلَا تُسَلِّمْهُمْ اِلٰى عَدُوِّهِمْ."

"یا دستگیر فریاد رس! وائے اسلام! یا محمد مصطفےٰ! (صلی اللہ علیہ وسلم) رب کعبہ کی قسم میری قوم کے ساتھ مکر کیا گیا ہے، یااللہ جل جلالہ! تو ان مسلمانوں کی طرف نظر رحمت فرما، تیری نظر کبھی نہیں سوتی اور تو ان کی مدد فرما اور ان کو دشمنوں کے سپرد نہ فرما۔"

پھر آپ نے حضرت فتحان (ملحان) بن زید طائی، حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ کے بھائی کو بلا کر فرمایا:
تم میرے قائم مقام ہو اور تم خواتین اور بچوں کے پاس رہو اور محتاط رہیے گا کوئی تمہاری طرف آنے نہ پائے۔ میں نے جو کچھ سنا ہے، اس کے بعد میرے لئے یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے اور میرا جانا ناگزیر ہے۔
لشکر کو ان کے پاس چھوڑا اور ان میں سے چار سو سوار اپنے ساتھ لئے اور عجلت کی وجہ سے بغیر زرہ اور خود کے برہنہ سر ہی صرف شام کے کتانی لباس میں ہی روانہ ہو گئے اور مسلمانوں کی طرف جانے کی عجلت کی وجہ سے ہتھیار بھی نہ پہن سکے اور یوں ہی گھوڑوں کی باگیں چھوڑ دیں۔ آپ کا معاون دستہ بھی آپ کے پیچھے پیچھے اپنے گھوڑوں کی باگیں چھوڑ کر چل پڑا۔ آپ سب سے آگے تھے اور مسلمانوں کی پریشانی پر روتے ہوئے آپ کے رخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے۔ لوگوں نے آپ کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا، آپ پڑھتے ہوئے جا رہے تھے:

ترجمہ اشعار:

- میرے آنسو جاری ہو گئے اور غم نے مجھے عریاں اور ننگا کر دیا اور میرا سینہ گھٹن محسوس کرتا ہے اور میرے غم اور پریشانی کو واضح دیکھا جا سکتا ہے۔
- اے پروردگار! اے احسان فرمانے والے ان نازل ہونے والی مصیبتوں سے تُو ہمیں سلامت رکھنا اور اسلام کی حفاظت فرمانا۔

آپ مندرجہ بالا اشعار پڑھتے ہوئے بڑی تیزی کے ساتھ پیش قدمی فرما رہے تھے اور آپ کے پیچھے پیچھے چار سو گھوڑوں پر سوار مجاہدین اپنی تلواروں کو لہراتے ہوئے چلے آ رہے تھے، یہاں تک کہ آپ باب شرقی پر پہنچ گئے۔ اس سے ذرا ہی دیر پہلے شرقی گیٹ پر متعین عیسائی فوج کے کمانڈر نے حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ اور آپ کے

ساتھیوں پر حملہ کر دیا تھا اور آپ بھی ڈٹ کر ان کا مقابلہ کر رہے تھے، تلواریں چمک رہی تھیں اور اپنا کام دکھا رہی تھیں اور ڈھالوں پر لگنے کی وجہ سے ان کی آواز پیدا ہو رہی تھیں۔ دروازوں کے پیچھے سے چیخنے چلانے کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور مسلمانوں کی طرف سے نعرہ ہائے تکبیر کی آوازوں سے فضا گونج رہی تھی۔ جیسے جیسے مسلمان بیدار ہوتے جا رہے تھے، ویسے ویسے عیسائی قلعہ کی دیوار کے اُوپر سے چیختے اور چلاتے تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی آمد اور قوم سے خطاب

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے پہنچتے ہی کافر قوم پر حملہ کر دیا اور بلند آواز سے اپنی قوم مسلم کو مخاطب کر کے نداء دی:

"أَبْشِرُوْا يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ! أَتَاكُمُ الْغَوْثُ مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ اَنَا الْفَارِسُ الْمَبِيْدُ أَنَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ."

"اے گروہ مسلمین! تمھیں خوشخبری ہو کہ تمھارے پاس رب العالمین کی طرف سے غوث اور دستگیر آ گیا ہے، میں دشمنانِ خدا کو ہلاک کرنے والا شہسوار ہوں، میں (اللہ تعالیٰ کی شمشیر) خالد بن ولید ہوں۔"

پھر آپ نے دشمنوں کے وسط میں گھس کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ رومیوں پر حملہ کر دیا اور ان کے بہت سے مردانِ کار کو قتل کر دیا، مگر اس کے باوجود آپ کا دل حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور باقی مسلمانوں کے ساتھ تھا جن کو آپ نے دروازوں پر متعین کیا تھا۔ آپ اُن کی آوازیں، آہ و فغاں اور فریاد کو سن کر دل گرفتہ ہو رہے تھے۔ رومی نصاریٰ اور یہودیوں کی چیخیں بھی بلند ہو رہی تھیں۔

حضرت سنان بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے چچا کے بیٹے حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آیا یہود بھی آپ کے ساتھ جنگ کر رہے تھے؟

انھوں نے فرمایا کہ "ہاں" وہ بھی لڑ رہے تھے اور قلعے کے اُوپر سے ہم پر تیروں اور پتھروں کی بارش برسا رہے تھے۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ اندیشہ اور فکر لاحق تھا کہ توما ان ہی کے دروازہ پر ہے اور آپ کو ڈر تھا کہ توما بہت بہادر اور شجاع ہے، وہ حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کو کوئی گزند نہ پہنچادے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو دشمن خدا کی طرف سے بہت زیادہ تکلیف اور مصیبت اٹھانا پڑی کہ ایسی مشقت کسی اور کو نہیں پہنچی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ توما نے آپ کی مختصری جماعت پر جو آپ کے ساتھ تھی، اچانک حملہ کیا اور وہ اسی دروازے سے نکلا جس پر آپ متعین تھے۔ سب سے پہلے رومی عیسائی قوم سے نکل کر مسلمانوں کی طرف پہنچنے والا توما ہی تھا۔ مسلمانوں نے ان کے سامنے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور معزز لوگوں کی طرح شریفانہ انداز سے

اس مصیبت پر صبر کیا اور ثابت قدمی کے ساتھ لڑتے رہے۔

اللہ ﷻ کا دشمن ''توما'' سخت جنگ کر رہا تھا اور وہ دائیں بائیں صفوں کو چیرتا پھاڑتا ہوا بڑی بے جگری کے ساتھ لڑ رہا تھا اور وہ منادی کر رہا تھا:

اے مسلمانو! کہاں ہے تمھارا امیر، جس نے مجھے تیر سے زخمی کیا؟ میں ملک کا ایک ستون ہوں، میں صلیب کا مددگار ہوں، لاؤ صلیب حتیٰ کہ میں تمھارے پاس سے لوٹ جاؤں۔

توما اور حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کا مقابلہ

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کاتب وحیٔ رسول اللہ ﷺ نے جب اس کی آواز سنی تو اس کی طرف جانے کا قصد کیا، کیونکہ وہ بہت سے مسلمانوں کو زخمی کر چکا تھا، آپ نے فرمایا:

لو میں ہوں تیرا مقابلہ کرنے والا تیرا قرض چکانے والا! میں قوم کا سردار ہوں، میں تمھاری جمعیت کا نام ونشان مٹا کر رکھ دینے والا ہوں اور میں ہی تمھاری صلیب کو لینے والا ہوں، میں کاتبِ وحیٔ رسول اللہ ﷺ ہوں!

توما یہ سن کر آپ کی طرف شیر کی طرح جست بھر کر کودا اور کہا: تجھے ہی میں تلاش کر رہا تھا اور تیرے لئے ہی میرا ارادہ تھا۔

پھر وہ آپ کے لئے علیحدہ ہو گیا اور آپ سے ٹکرا گیا پھر تصادم شروع کر دیا اور لوگوں نے زمانہ دراز تک میں ایسی سخت معرکہ آرائی اور زور آزمائی نہیں دیکھی تھی، جیسی اس رات میں ان دونوں جرنیلوں کے درمیان ہوئی۔ حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے اس کی شبیہ کو دیکھا اور دونوں کی لڑائی مسلسل آدھی رات تک ہوتی رہی اور ہر ایک اپنے مدمقابل کے ساتھ لڑائی کرتا رہا۔

حضرت اُمِّ ابان رضی اللہ عنہا کی گرفتاری

حضرت اُم ابان بنت عتبہ رضی اللہ عنہا، حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھیں اور آپ سے دور نہ ہوئیں، اس رات آپ نے بہت احسن طریق سے ثابت قدمی دکھائی اور صبر واستقلال کے ساتھ جنگ لڑی اور تیر اندازی کی۔ آپ کا کوئی تیر نشانے سے خطا نہیں جاتا تھا۔ آپ اپنے ہر تیر کے ساتھ ایک مشرک کو ڈھیر کر دیتی تھیں یہاں تک کہ آپ نے کثیر تعداد میں مشرکین کو ہلاک کیا۔ رومی یہ گمان کرتے رہے کہ یہ کوئی مرد ہے اور آپ برابر اسی طرح دادِ شجاعت دیتی رہیں یہاں تک کہ تیر ختم ہو گئے اور آپ کے ترکش میں فقط ایک تیر باقی رہ گیا۔ آپ اس تیر سے دائیں بائیں مشرکین کو اشارہ کر کے ڈرائے اور بھگائے پھر رہی تھیں اور وہ لوگ آپ کے تیر سے بچتے ہوئے ادھر ادھر ہو جاتے تھے، اچانک روم کا

ایک مرد آپ کے سامنے آیا۔ آپ نے اس کی طرف تیر پھینکا اور وہ جا کر اس کے سینہ میں پیوست ہو گیا۔ اس نے اپنی موت کو بہت محسوس کر لیا تو اس نے اپنی قوم یعنی رومیوں کو چیخ چیخ کر پکارا اور خود بھی حضرت اُم ابان رضی اللہ عنہا پر حملہ آور ہوا۔ وہ اس کی مدد کیلئے دوڑے اور انھوں نے اُم ابان رضی اللہ عنہا پر یک بارگی مل کر حملہ کر دیا۔ آپ چونکہ خالی ہاتھ ہو چکی تھیں اس لئے انھوں نے آپ کو گرفتار کر کے قیدی بنا لیا اور وہ دشمن خدا، جس کو آپ نے تیر مارا تھا، مر گیا۔

ادھر حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو دشمنان خدا کی طرف سے اتنی تکالیف پہنچیں کہ کسی دوسرے کو اتنی مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑا مگر آپ نے اس سخت گھڑی میں بڑے صبر سے کام لیا اور بڑی بہادری کے ساتھ دشمن خدا توما کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے۔ آخر آپ نے اللہ عزوجل کے دشمن پر ایک ضرب کاری لگائی لیکن اس نے آپ کے وار کو ڈھال پر روک لیا اور حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی۔

دشمن کو آپ کے پکڑنے میں طمع ہوئی اور اس نے آپ پر پھر حملہ کیا۔ اس کا گمان تھا کہ اب آپ اس کی قید میں آ ہی چکے ہیں کہ اتنے میں اللہ عزوجل کا کرنا یہ ہوا کہ دو سوار اچانک اس وقت آپ کی مدد کو پہنچ گئے اور ان دونوں کے پیچھے گھوڑ سواروں کا ایک دستہ بھی آ گیا جنھوں نے رومیوں پر آتے ہی حملہ کر دیا اور مسلمان مجاہدین نے دیکھا کہ اُم ابان بنت عتبہ رضی اللہ عنہا ان کے قبضہ میں ہیں اور ایک سوار ان کو گرفتار کر کے لے جا رہا ہے، آپ فریاد کر رہی ہیں اور مسلمانوں کو مدد کے لئے بلا رہی تھیں۔ [1]

آپ کی فریاد کو سن کر دو سوار آپ سے آ ملے ان میں سے ایک حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ تھے۔ انھوں نے اس گھڑ سوار کو (ایک نسخہ کے مطابق دو شخصوں کو) قتل کر دیا اور حضرت اُم ابان مجاہدہ اسلام رضی اللہ عنہا کو ان کی قید سے چھڑا لیا۔ حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی بھی توما سے گلو خلاصی ہوئی اور توما شہر کی طرف بھاگ گیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت تمیم بن عدی رضی اللہ عنہ جو ان لوگوں میں سے تھے جو فتوحات شام میں موجود تھے، روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھا اور تمام امیروں سے کوئی نہیں تھا جو کہ ان کی مثل لڑا ہو اور نہ آپ کے ساتھیوں کا کوئی جواب اور مثال تھی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اپنے خیمہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور یہ خیمہ "باب جابیہ" کے قریب نصب تھا۔ آپ دوہرے

[1] اور ایک نسخہ میں ہے کہ حضرت اُم ابان رضی اللہ عنہا دو رومی مردوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے تھیں اور زخمی ہونے کے باوجود آپ نے ہمت نہ ہاری اور ان کو قبضہ میں لئے ہوئے تھیں

مسلمانوں سے کچھ دور تھے کہ اچانک آپ نے چیخ و پکار کی آوازیں سنیں، دروازہ کھولا اور مسلمانوں کو تیزی کے ساتھ رومیوں کی طرف دوڑتے ہوئے دیکھا تو آپ نے نماز کو مختصر کر دیا اور سلام پھیر کر آپ نے "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ" پڑھا اور اس کے بعد ہتھیار پہنے اور اپنی فوج کو فوراً تیار کیا۔ جب تمام مسلمان مجاہدین نے زرہیں پہن لیں اور اسلحہ سے لیس ہو گئے تو ان کو لے کر آپ میدان کی طرف چل دیئے۔ آپ نے ملاحظہ کیا کہ مسلمان جنگ کی پوزیشن میں ہیں۔ آپ ان کے دائیں بائیں سے ہوتے ہوئے آگے نکل گئے پھر آپ دروازہ کی طرف مائل ہوئے، جب دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ قوم لڑائی میں مصروف ہے۔ آپ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا، آپ کے پیچھے قوم نے بھی نعرے بلند کئے۔ مشرکوں نے جب لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ کی آواز سنی تو وہ سمجھ گئے کہ مسلمانوں نے پیچھے سے ان کو آ لیا ہے اور ان کی مدد کے لئے ایک بھاری جمعیت آ پہنچی ہے۔

یہ صورتحال دیکھتے ہی انھوں نے پسپائی اختیار کرنے میں ہی عافیت سمجھی اور واپس دروازے کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ ان کے فرنٹ پر ان کا "امیر الباب" تھا جس کا نام، جُرجی بن قالا یا جرجس بن کالا تھا (واللہ اعلم) مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور ان کو خوب تہہ تیغ کیا۔ جب وہ دروازے کے قریب آئے تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اور ان کے ساتھیوں نے ان پر حملہ کر دیا اور ان کو آڑے ہاتھوں لیا۔ ادھر قلعہ کے اُوپر سے تیروں اور پتھروں کی بارش شروع ہو گئی مگر مسلمان پتھروں کی بوچھاڑ اور پتھراؤ کے باوجود پیچھے نہیں ہٹے، برابر ان کا تعاقب کرتے رہے۔ اب ان کو یہ خوف ہوا کہ ان کے یہ پتھر اور تیر خود ان کے اپنے ساتھیوں کو ہی نہ ہلاک کر دیں تو انھوں نے پتھراؤ وغیرہ سے ہاتھ کھینچ لیا اور تیراندازی کو روک دیا۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا تو انھوں نے حالات کو اپنے موافق جان کر موقع غنیمت سمجھا۔ خوب تلوار چلائی اور رومیوں کے سپاہیوں کو ہلاک کر کے ڈھیر لگا دیئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ہماری معلومات اور تحقیق کے مطابق اس معرکہ کے موقع پر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے کوئی رومی چاہے بڑا تھا چاہے چھوٹا ایک بھی سلامت بچ کر نہیں گیا تھا۔ انھوں نے تمام کو تہہ تیغ کر دیا تھا حتیٰ کہ ان کا سردار جرجی بن قالا (یا جرجس بن کالا) بھی ہلاک ہوا۔

ادھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی اس طرح لڑے کہ اس سے پہلے اس طرح سخت جنگ کرتے کبھی نہ دیکھے گئے تھے۔ ابھی معرکہ گرم تھا کہ اسی دوران میں حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ خون میں لت پت ہو کر آتے ہوئے دکھائی دیئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

ضرار رضی اللہ عنہ! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ سناؤ کیا احوال ہیں؟

انھوں نے جواب دیا: اے امیر! آپ کو بشارت ہو، میں آپ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا ہوں، جب میں نے یہ شمار کر لیا ہے کہ مجھ اکیلے نے ایک سو پچاس مشرکوں کو واصل جہنم کر دیا ہے اور میرے بہادر ساتھیوں نے تو اتنے کافروں کو جہنم رسید کیا ہے کہ جس کی کوئی حد اور شمار نہیں ہے۔ ہمارا سب سے پہلے تو ان رومیوں سے سخت معرکہ ہوا جو باب صغیر سے حضرت یزید بن سفیان رضی اللہ عنہ کی طرف نکلے تھے، اس سے ہمیں کافی مشکل پیش آئی۔ تاہم، ہم اس مشکل سے نکل گئے اور بعد ازاں ہم نے باقی تمام دروازوں پر متعین اپنے مجاہد ساتھیوں کی یکے بعد دیگرے سب کی اعانت کی اور کافروں کو قتل کر کے اپنے ساتھیوں کے ہاتھ مضبوط کیے۔

کہتے ہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے پھر سب اکٹھے ہو کر حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کے کاموں کا شکریہ ادا کیا۔

اخیر رات میں رومیوں کا توما سے مشورہ

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یہ رات بڑی عظیم رات تھی، لوگوں نے اس جیسی رات اس سے قبل کم دیکھی ہوگی۔ اس رات میں ہزاروں رومی قتل ہوئے۔ اہلِ دمشق کے بڑوں کا توما کے پاس اجتماع ہوا اور انھوں نے کہا:

اے سردار جی! ہم نے آپ کو پہلے ہی خیر خواہانہ مشورہ دیا تھا، مگر آپ نے ہمارا مشورہ قبول نہ کیا اور ہماری رائے سے فائدہ نہ اٹھایا جس کا نتیجہ آپ نے اور ہم نے دیکھ لیا ہے کہ جہاں ہمیں سب کو اجتماعی جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا ہے، وہیں آپ کو ذاتی طور پر بھی سخت گزند لاحق ہوئی اور ہمارے بہت سے ساتھی ہلاک ہو گئے۔

اب زمینی حقائق کا تقاضا یہ ہے کہ معاملہ چونکہ ہماری طاقت سے باہر ہو چکا ہے اس لئے آپ حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے اس قوم (مسلم) سے صلح کا ڈول ڈالیں، یہی راستہ ہمارے سب کے حق میں سب سے زیادہ سلامتی کا راستہ ہے اور آگے آپ کی مرضی ہم نے تو آپ کو بہتر مشورہ دے دیا ہے اور پھر یہ بھی ہے کہ اگر آپ کو ہماری رائے سے اتفاق نہیں تو آپ جانے اور آپ کا کام، ہم خود ان سے صلح کر لیں گے اور آپ کو آپ کے حال پر چھوڑتے ہیں!

توما نے کہا: اے میری قوم! مجھے تھوڑی سی مزید مہلت دیں، میں شاہ روم کی خدمت میں خط لکھ کر ان کی رائے معلوم کر لوں۔

میں ساری صورت حال ان کو لکھتا ہوں اگر بادشاہ ہماری مدد کے لئے فوج بھیجتے ہیں اور ہمارے ہاتھ مضبوط کرتے ہیں تو بہتر، ورنہ پھر اس کے بعد صلح کر لیں گے۔ یہ کہہ کر توما نے اسی وقت فوراً شاہ روم ہرقل کے نام مندرجہ ذیل مضمون پر مشتمل خط لکھا:

توما کا شاہ ہرقل کو خط

رحیم (ومشفق) بادشاہ کی خدمت میں ان کے داماد توما کی طرف سے عریضہ:
ہمیں قوم عرب نے اس طرح گھیر لیا ہے جس طرح آنکھ کے ڈھیلے کی سفیدی نے آنکھ کی سیاہ پتلی کو گھیرا ہوتا ہے، انھوں نے اہل اجنادین کو جنگ میں مات دی اور پھر انھوں نے ہماری طرف رجوع کیا ہے اور ہمارے لوگوں کو انھوں نے مار مار کر ایک بہت بڑا مقتل بنا دیا ہے۔ میں ان کے مقابلہ کو نکلا مگر زخمی ہو گیا اور میری قوم اور اہل شام نے مجھے چھوڑ دیا ہے۔ مجھے ان عربوں کے سپرد کر دیا اور میری ایک آنکھ بھی ضائع ہو گئی ہے۔ قوم نے عربوں کو جزیہ دینے اور ان کے ساتھ صلح کرنے کا پختہ عزم کر لیا ہے۔ اب ہمارے سامنے تین آپشنز ہیں:

① آپ بذات خود ہمارے پاس چلے آئیں
② ہماری مدد کے لئے لشکر بھیجیں جو ہمیں اس بحران سے نکال سکے
③ آپ اہل عرب سے صلح کا حکم صادر فرما دیں کیونکہ معاملہ اب حد سے بڑھ چکا ہے!

پھر اس نے خط کو بند کیا، اس پر اپنی مہر لگائی اور دن چڑھنے سے پہلے ہی اسے روانہ کر دیا۔ ادھر رات کی ظلمت اور تاریکی دور ہوئی ادھر مسلمان صبح سویرے ہی لڑائی اور جنگ کے لئے پھر تیار اور مستعد ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ہر امیر کی طرف پیغام ارسال فرمایا کہ اپنی جگہ سے فوج کو لے کر آہستہ آہستہ میدان کی طرف چل دے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور جنگ شروع ہو گئی۔ اہل دمشق پر معاملہ سخت ہو گیا تو انھوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف اپنا نمائندہ بھیجا اور درخواست کی کہ ہمیں مہلت دی جائے تا کہ ہم اپنے معاملات میں غور و فکر کر لیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جنگ بندی سے انکار کر دیا اور لڑائی جاری رکھنے کا عندیہ دیا، حتیٰ کہ جب جنگ کے تسلسل سے اہل دمشق کے گرد گھیرا تنگ ہو گیا اور انھوں

دمشق کے سرداروں کا باہم مشورہ

انھیں شاہ روم کے جواب کا انتظار تھا مگر ارباب شہر ایک جگہ مجتمع ہوئے اور انھوں نے باہم مشورہ کر کے یہی فیصلہ کیا کہ اب مزید صبر کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ اب اگر جنگ جاری رکھتے ہیں تو اہل عرب ہم پر غالب آ جائیں گے اور اگر لڑائی چھوڑ کر گھروں میں بند ہو کر بیٹھ جاتے ہیں تو اس سے بھی ہمیں ہی نقصان ہو گا، آخر کب تک محصور ہو کر بیٹھیں رہیں گے! بہتر یہی ہے کہ ان کے جو مطالبات ہوں، مان لئے جائیں اور جو کچھ وہ طلب کریں، دے کر صلح کر لیں اور امان طلب کریں۔

یہ سن کر ایک شیخ کبیر، جو روم کا سن رسیدہ بزرگ تھا اور اس نے سابقہ کتب پڑھی ہوئی تھیں اور وہ ایک مدبر شخص تھا، اس نے اٹھ کر اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا:

خدا کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ اگر بادشاہ خود بھی اپنے تمام لاؤ لشکر کے ساتھ چلا آئے تو وہ بھی ان لوگوں کو تم سے دور نہیں کر سکے گا۔ میں نے کتب سابقہ میں پڑھا ہے کہ ان کے آقا و مولیٰ محمد ﷺ خاتم النبین و سید المرسلین ہوں گے اور ان کا دین بہت جلد تمام ادیان پر غالب ہو کر رہے گا۔ لہٰذا تم لوگ تمام تر حیلے، اسباب اور تشاغل بالحالات کو چھوڑ کر ان کی اطاعت کر لو اور اس قوم عرب کے مطالبات کو سنو! اور وہ جو کچھ مانگیں، ان کو دے دو، تمھارے لئے یہی سب سے زیادہ مناسب ہے۔

قوم نے جب اس بزرگ کی گفتگو سنی تو اس کی طرف متوجہ ہوئے، کیونکہ وہ اس بزرگ کا پہلے ہی بہت احترام کرتے تھے اور انھیں اس کے علم و معرفت کا پتہ تھا۔ تاریخ اور جنگوں کے بارے میں اس کی معلومات سے واقف تھے، تو انھوں نے شیخ سے کہا: ”آپ ہمیں کیا مشورہ دیتے ہیں؟“

رومی راہب کے کہنے پر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے مذاکرات

اس نے کہا: ہم چاہیں گے کہ تمھیں معلوم ہو جائے کہ یہ امیر، جو باب شرقی پر ہے، بڑا سفاک اور خون ریز آدمی ہے (حضرت خالد رضی اللہ عنہ) اور اگر تم چاہتے ہو کہ معاملہ قریب قریب تمھاری خواہش کے مطابق طے پا جائے تو تم لوگ اس شخص کی طرف چلے جاؤ، جو باب جابیہ پر متعین ہے۔ (حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ)۔

راوی کہتے ہیں کہ انھوں نے بزرگ کی صائب رائے کی تصدیق کی۔ جب رات کا اندھیرا ہوا تو وہ "باب جابیہ" پر اپنے جتھے کو لے کر پہنچے اور ان میں ایک آدمی جس نے کچھ عربی زبان یاد کر رکھی تھی بلند آواز سے کہنے لگا:

اے گروہ عرب! کیا ہمارے لئے تمھاری طرف سے امان ہے کہ ہم تمھارے پاس آ سکیں اور تمھارے سردار کے

ساتھ بات کریں، حتیٰ کہ ہمارے اور تمھارے درمیان صلح کا معاہدہ ہو جائے!

حضرت ابو ہریرہ دوسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ گذشتہ رات جو واقعہ ہوا اسی قسم کے واقعہ کے ڈر سے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دروازے کے قریب ہی کچھ مسلمان مردان کار کو مقرر کر رکھا تھا اور اس رات پہرے کی باری قبیلہ دوسی کے جوانوں کی تھی۔ دوس رجمنٹ پر امیر حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا گیا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم اپنے مقام پر بیٹھے ہوئے تھے کہ میں نے قوم روم کی آوازیں سنیں جو نداء دے رہے تھے، میں نے جب ان کی آوازیں سنیں تو دوڑ کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انھیں اسکی بشارت دی اور میں نے کہا: شاید اللہ عزوجل مسلمانوں کو اس مشقت سے راحت بہم پہنچائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ میری بات سن کر خوش ہوئے اور فرمایا: تم جاؤ اور ان لوگوں سے بات کرو اور ان سے کہہ دو کہ تمھارے لئے امان ہے، حتیٰ کہ تم اپنے شہر کی طرف صحیح سلامت لوٹ جاؤ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ان لوگوں کے پاس آیا اور ان کو آواز دے کر کہا کہ اتر آؤ تمھیں امان ہے۔

انھوں نے کہا کہ تم اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے کون سے صاحب ہو؟ حتیٰ کہ ہمیں تمھارے قول پر بھروسہ ہو۔

میں نے کہا میں ابو ہریرہ ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہوں، ہماری عادت کسی کو دھوکا دینا نہیں ہے، اے تم پر افسوس! ہمارا کوئی غلام بھی اگر تمھیں امان دیدے اور تم سے کوئی عہد و پیمان کر لے تو اس کو پورا کرنا ہم اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں۔ مسلمان کبھی دھوکا فریب اور غداری نہیں کیا کرتے کیونکہ اللہ عزوجل کا فرمان عالی شان ہے:

﴿وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا﴾

''اور عہد کو پورا کرو بیشک عہد سے سوال ہوتا ہے۔''[1]

نیز ہم عربوں کا عہد کو پورا کرنا اور ذمہ داری سے اپنے اقرار سے وفاداری کرنا تو دور جاہلیت میں بھی مشہور تھی، تو اب کیسے نہ ہوگی۔ جبکہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہمیں ہدایت عطا فرمادی ہے اور اب راہ ہدایت پانے اور صراط مستقیم پر گامزن ہونے کے بعد ہم مسلمانوں سے بدعہدی اور عہد شکنی کیونکر متصور ہو سکتی ہے؟!

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر وہ لوگ نیچے اترے، دروازہ کھولا اور سو آدمی جن میں ان کے سرداران قوم (اکابر ملت پادری و مشائخ) اور علماء دین شامل تھے، باہر آئے۔ جب وہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے قریب آئے تو مسلمانوں نے دوڑ کر ان کی زنانیر اور صلیبوں کو اتار کر الگ کر دیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے خیمہ کے پاس پہنچے تو انھوں نے مرحبا (خوش آمدید) کہا اور اُٹھ کر کھڑے ہو گئے اور ان کو عزت سے بٹھایا اور فرمایا: ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا

---

[1] پارہ 15، الاسراء 34، ترجمہ کنزالایمان

ہمیں حکم ہے کہ "اِذَا اَتَاکُمْ کَرِیْمُ قَوْمٍ فَاکْرِمُوْہ"، جب تمہارے پاس کسی قوم کے معزز اور شریف لوگ آئیں تو ان کو عزت دو اور احترام کرو۔ [1]

اس کے بعد انھوں نے صلح کے معاملہ میں گفتگو کی اور کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ تم ہمارے کنیسوں (عبادت گاہوں) کو ہمارے لئے چھوڑ دو اور ان پر قبضہ نہ کرو پھر انھوں نے کنیسوں کی ایک فہرست دی جو حسب ذیل تھی۔

① کنیسہ یحییٰ [2] ② کنیسہ مریم ③ کنیسہ حنینا [3] ④ کنیسہ بولص ⑤ کنیسہ المقساط ⑥ کنیسہ سوق النمل [4]
⑦ کنیسہ اندریا ⑧ کنیسہ قرناریسی [5]

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا صلح پر راضی ہونا

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس شرط کو اور اس کے علاوہ بھی انھوں نے جو شرائط رکھیں، منظور فرما لیں اور انھیں صلح نامہ تحریر فرما دیا اور امن کا پروانہ ان کے لئے لکھ دیا مگر آپ نے اس پر نہ تو اپنا نام لکھا اور نہ دستخط کئے اور نہ گواہوں کی گواہی ثبت کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو معزول کیا، آپ نہیں پسند کرتے تھے کہ خود کو مسلمانوں کے معاملات کا والی سمجھیں اور اس میں سرکاری حیثیت سے کوئی کارروائی کریں اور دخل دیں۔

راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے صلح نامہ لکھ کر ان کے سپرد کیا تو انھوں نے درخواست کی کہ اب آپ اٹھیں اور ہمارے ساتھ چلیں۔ آپ ان کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو گئے اور آپ کے ہمراہ یہ پینتیس حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی گھوڑوں پر سوار ہوئے۔

① حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ② حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، ③ حضرت سلمہ بن ہشام مخزومی رضی اللہ عنہ، ④ حضرت نعیم بن عمرو رضی اللہ عنہ، ⑤ حضرت وہبان بن سفیان رضی اللہ عنہ، ⑦ حضرت عبداللہ بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ، ⑧ حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ، ⑨ حضرت سعید بن جبیر دوسی رضی اللہ عنہ، ⑩ حضرت ذوالکلاع حمیری رضی اللہ عنہ، ⑪ حضرت حسان بن نعمان طائی رضی اللہ عنہ، ⑫ حضرت جریر بن نوفل حمیری رضی اللہ عنہ، ⑬ حضرت سالم بن فرقد یربوعی رضی اللہ عنہ، ⑭ حضرت سیف بن سلمہ طائی رضی اللہ عنہ، ⑮ حضرت معمر بن خلیفہ سکسکی رضی اللہ عنہ، ⑯ حضرت سنان بن اوس انصاری رضی اللہ عنہ، ⑰ حضرت مخلد بن عوف کندی رضی اللہ عنہ، ⑱ حضرت ربیعہ بن مالک تمیمی رضی اللہ عنہ، ⑲ حضرت محکم بن عدی نبہانی رضی اللہ عنہ، ⑳ حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی رضی اللہ عنہ، ㉑ حضرت بکر بن عبداللہ تمیمی رضی اللہ عنہ،

---

[1] سنن ابن ماجہ، کتاب الأدب، رقم الحدیث: 3712، السنن الکبری للبیہقی، جلد 8، صفحہ: 168، مطبوعہ دار صادر بیروت، المستدرک للحاکم، کتاب الأدب، رقم الحدیث: 7791. یعنی کسی قوم کے معززین کو پروٹوکول دینا ہمارے نبی ﷺ کی تعلیم ہے اور اسلام کا شعار ہے۔ (مترجم عفی عنہ) [2] اور وہ آجکل دمشق کی جامع مسجد ہے۔ (مترجم عفی عنہ) [3] ایک نسخہ میں کنیسہ حنا ہے۔ (مترجم عفی عنہ)
[4] ایک نسخہ میں اس کی بجائے کنیسہ سوق الخیل ہے ۔۔۔ (مترجم عفی عنہ)

㉒ حضرت راشد بن سعد رضی اللہ عنہ، ㉓ حضرت قیس بن سعید رضی اللہ عنہ، ㉔ حضرت سعید بن عمرو غنوی رضی اللہ عنہ، ㉕ حضرت رافع بن اوس سہل رضی اللہ عنہ، ㉖ حضرت یزید بن عامر رضی اللہ عنہ، ㉗ حضرت عبیدہ بن اوس رضی اللہ عنہ، ㉘ حضرت مالک بن حرث رضی اللہ عنہ، ㉙ حضرت عبداللہ بن طفیل رضی اللہ عنہ، ㉚ حضرت ابولبابہ منذر رضی اللہ عنہ، ㉛ حضرت عوف بن ساعدہ رضی اللہ عنہ، ㉜ حضرت عباس بن قیس رضی اللہ عنہ ㉝ حضرت عباد بن عتبہ نبہانی رضی اللہ عنہ ㉞ حضرت سبرہ بن عامر رضی اللہ عنہ، ㉟ حضرت عبداللہ بن قرط الاسدی رضی اللہ عنہ۔

ان پینتیس اعیان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ پینسٹھ دوسرے عامۃ المسلمین بھی ساتھ ہو گئے۔ جس وقت آپ سوار ہو کر دروازے کی طرف بڑھے تو آپ نے فرمایا تم ضمانت دو کہ ہم شہر میں داخل ہونگے تو کوئی بدعہدی نہیں کی جائیگی۔

چنانچہ انھوں نے ضمانت اور کچھ رہن رکھ کر آپ کو اطمینان کرایا پھر آپ تشریف لے گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں فتح دمشق کی خبر دینا اور خلیفۃ المسلمین کا وصال

حضرت عقبہ از صفوان بن عمرو از عبدالرحمٰن بن جبیر از پدرش بزرگوار روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے قوم روم سے کوئی ضمانت نہیں لی تھی بس آپ اللہ توکل شہر میں داخل ہو گئے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ اسی رات جس میں آپ سے عیسائی قوم نے صلح کی تھی، جب آپ عشاء کی نماز ادا کر کے سوئے تو آپ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے فرمار ہے تھے: ((تُفْتَحُ الْمَدِیْنَۃُ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ)) ''آج رات شہر (دمشق) فتح ہو جائے گا انشاء اللہ عزوجل۔''

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ جلدی میں ہیں۔ میں نے عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں نے (حضرت) ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے جنازہ میں شریک ہونا ہے۔'' ادھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے اور ادھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آ کر آپ کو رومی قوم کی طرف سے صلح کی بشارت دیدی اور آپ نے قوم سے کوئی ضمانت نہیں لی کیونکہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی وجہ سے اعتماد حاصل ہو گیا تھا۔ [1]

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ جب اپنے ساتھیوں کے ہمراہ شہر میں داخل ہوئے تو وہ پادری اور راہب جو صلح کے لئے آئے تھے، وہ آپ کے آگے آگے چل رہے تھے۔ انھوں نے سیاہ

[1] اس واقعہ سے بخوبی جانا جاسکتا ہے کہ اللہ عزوجل کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بعد از وصال بھی امت کے احوال سے خوب واقف ہیں اور جہاں چاہیں تصرف فرما سکتے ہیں کیونکہ ایک جانب تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بشارت دیتے ہیں دوسری طرف وصال حضرت ابوبکر کی اطلاع دینے کے ساتھ جنازہ میں شرکت کا ذکر فرمار ہے ہیں۔ اسی عقیدہ کو امام اہل سنت مولانا شاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح بیان فرمایا:

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

بالوں کا لبادہ اور لباس پہن رکھا تھا اور ''اناجیل'' اٹھا رکھی تھیں اور صندل وعود اور دوسری خوشبودار دھونی جلاتے ہوئے اور اگر بتیوں کی مہک میں جلوس جا رہا تھا۔ یہ سوموار کا دن جمادی الاخریٰ کی اکیس تاریخ اور تیرہ سن ہجری کا سال تھا۔

اہلِ سِیَر نے اپنی اخبار میں ان لوگوں سے جو فتوح شام کے راویوں میں سے ہیں نقل کیا ہے اور ان میں سے ایک راوی محمد بن اسحاق اموی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور ان کے علاوہ اور بھی راوی ہیں، جن کا ذکر اور ان کی اسناد خبر کے شروع میں بیان ہوئیں۔ یہ رُواۃ مؤرخین اور اہلِ سِیَر کے نزدیک ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔ ان سے روایت کرتے ہوئے علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، مجھ سے یہ بات عبدالحمید بن ابی عمران رحمۃ اللہ علیہ نے ابی انس امیہ رحمۃ اللہ علیہ (اور یہ ان لوگوں میں سے تھے جو فتوح الشام کی اخبار سے واقف کار تھے) بیان کی کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ دمشق میں ''بابِ جابیہ'' سے داخل ہوئے اور اس کی اطلاع حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو نہیں دی گئی تھی کیونکہ وہ بابِ شرقی پر سخت جنگ میں مشغول تھے۔ جس کی وجہ یہ بنی تھی کہ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ جو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے اخیافی (ماں کی طرف سے) بھائی تھے، ایک زہریلا تیر لگنے سے شہید ہو گئے تھے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھ کر بابِ شرقی اور بابِ توما کے درمیان دفن کر دیا تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ان کے شہید ہونے کا حد درجہ صدمہ تھا اور اس لئے آپ بہت شدت کے ساتھ لڑ رہے تھے۔

رومی پادری کا حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس آنا

بیان کرتے ہیں کہ بابِ شرقی کے متصل قلعہ کی فصیل کے ساتھ ایک پادری یوشا بن مرقس سکونت پذیر تھا اس کے پاس حضرت دانیال علیہ السلام وغیرہ کے ملاحم (بڑی بڑی جنگوں کے متعلق پیشین گوئیاں) کے بیان پر مشتمل کتاب تھی، اس نے یہ پڑھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان شہروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے ہاتھوں ان کے لئے فتح فرمائے گا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین تمام ادیان پر غالب ہو گا۔ اس نے اکیس جمادی الثانی سوموار کی رات سن 13ھ کو نقب لگائی اور قلعہ سے باہر نکل گیا۔ اس بات کا علم اس کے بیوی بچوں کو بھی نہ ہوا اور وہ خفیہ طور پر چھپ کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا اور اس نے آپ کو جس طرح آیا تھا، بیان کیا اور اپنے اہل وعیال کے لئے امان طلب کی۔

آپ نے امان دے دی اور اس کے ساتھ ایک سو مردان کار تیار کر کے ساتھ کر دیئے۔ جن میں سے اکثریت کا تعلق قبیلۂ حمیر سے تھا اور ان کو ہدایت کر دی کہ جب تم شہر میں داخل ہو جاؤ تو تہلیل کر آوازیں بلند کرنا اور دروازہ کا قصد کرنا اور اس کے تالے توڑ کر اس کی زنجیریں پھینک دینا، حتیٰ کہ ہم بھی، اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو اندر داخل ہو جائیں گے۔

چنانچہ قوم نے ایسا ہی کیا آپ نے ان کا امیر کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا تھا[1] ان کے آگے یوشا بن مرقس تھا اور وہ ان کو لے کر اسی طرح داخل ہوا جس طرح نکلا تھا، یعنی نقب کے ذریعے جب یہ لوگ اس کے گھر پہنچ گئے تو زرہیں پہن لیں اور نہایت حزم واحتیاط کے ساتھ مین گیٹ کا قصد کر کے اس کی طرف نکلے اور بلند آواز سے اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ قوم قلعہ پر جنگ لڑ رہی تھی، انھوں نے جب دیکھا تو ان کے تو ہوش اڑ گئے اور وہ سمجھ گئے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب (رضی اللہ عنہم) شہر میں گھس آئے ہیں اور وہ ان کے سر پر کھڑے ہیں۔ یہ سمجھتے ہی ان کے ہاتھوں سے خود بخود ہتھیار گر گئے۔ حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ نے مین گیٹ کا قصد کیا، اس کے تالے توڑ دیئے اور زنجیریں کاٹ دیں۔ دروازہ کھلتے ہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سمیت اندر داخل ہو گئے اور انھوں نے رومیوں کو اپنی تلواروں کے نیچے رکھ لیا۔ رومی ان کے آگے ادھر ادھر بھاگتے تھے مگر بچنے کی کوئی راہ نہیں ملتی تھی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ برابر رومیوں کو قتل کرتے اور ان کے اہل وعیال کو قیدی بناتے جاتے تھے یہاں تک کہ اسی طرح آپ کنیسہ مریم تک پہنچ گئے۔

حضرت خالد اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما کی ملاقات

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کنیسہ مریم کے پاس حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا لشکر اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا لشکر دونوں مل گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جب حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو دیکھا کہ وہ چلے آ رہے، ہیں لاٹ پادری اور راہب ان کے آگے آگے ہیں اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے کسی ایک ساتھی نے بھی تلوار میان میں نہیں کر رکھی اور نہ وہ لڑ رہا تھا تو وہ یہ دیکھ کر مبہوت رہ گئے اور حیران ہو کر تعجب سے ان کی طرف دیکھنے لگے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا تو ان کے چہرے پر ناگواری اور ناراضی کے آثار عیاں تھے۔ آپ نے یہ دیکھ کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا:

"يَا اَبَا سُلَيْمَانَ! قَدْ فَتَحَ اللّٰهُ الْمَدِيْنَةَ صُلْحًا عَلٰى يَدِيْ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ."

"بیشک اللہ تعالیٰ نے دمشق شہر کو صلح کے ذریعے میرے ہاتھ پر فتح کر دیا اور مسلمانوں کو جنگ سے بچا لیا ہے۔"

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

فتح دمشق کے روز حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ذرا آمرانہ اور تحکمانہ انداز اور لہجہ میں مخاطب کیا اور

---

[1] اور ایک نسخہ میں حضرت مسعود بن عون کا نام لیا گیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ مترجم عفی عنہ

کہا: ''اَیُّھَا الْاَمِیْرُ ! تَمَّ الصُّلْحُ'' اے امیر! صلح کا معاملہ مکمل طے پا چکا ہے جس پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: کون سی صلح؟ لَا اَصْلَحَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَحْوَالَھُمْ.

دمشق کو تو میں نے تلوار کے ذریعے جنگ سے فتح کیا ہے ان کی حمایت کرنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں ہے، میں ان سے کس طرح صلح کرلوں؟

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ عزوجل سے ڈرو اے امیر! اب تیر چل چکا ہے اور جہاں اس نے پہنچنا تھا، پہنچ چکا ہوں اور تحقیق بخدا میں اس قوم سے صلح کر چکا ہوں اور میں لکھ کر صلح نامہ ان کو دے چکا ہوں، یہ منشور نامہ ان کے ہاتھ میں ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے میرے حکم کے بغیر اور مجھے اطلاع کئے بغیر صلح کیسے کر لی؟ تیرا حاکم میں ہوں۔ تیری رائے کے نافذ ہونے یا نہ ہونے کا اختیار میرے پاس ہے، میں خدا کے ان دشمنوں سے تلوار کو نہیں ہٹا سکتا جب تک ان کے آخری آدمی تک کو فنا کے گھاٹ نہیں اتار لیتا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ عزوجل کی قسم! میرا گمان یہ نہیں تھا کہ جب میں کوئی معاہدہ کرلوں گا تو آپ میری مخالفت کریں گے، واللہ میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آپ میرے کسی کئے ہوئے عہد یا رائے کی اس طرح مخالفت کریں گے۔

دیکھیں یہ معاملہ بہت بڑا معاملہ ہے کیونکہ خدا کی قسم! میں نے اس قوم کے ساتھ صلح کا معاہدہ کیا اور ان کو خدا اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے امان دی ہے اور ان سب کی ذمہ داری اپنے اُوپر لی ہے۔ میرے ساتھ اس امر پر تمام مسلمان جو میرے ہمراہ تھے متفق اور راضی تھے اور ان سے تعرض کرنا اور ان کے کسی بھی آدمی کو نقصان پہنچانا اس عہد کے خلاف ہوگا۔ غدر کرنا اور دھوکا دینا ہماری عادت سے نہیں ہے اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے!

معاہدہ صلح پر اختلاف رائے ہونا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ان دونوں کے درمیان آوازیں بلند ہوئیں اور لوگوں نے ان دونوں حضرات کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھنا شروع کر دیا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس گفتگو کے باوجود اپنے ارادہ سے رجوع نہیں کیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور وہ جیش زحف اور بدوی عربوں کا تھا اور وہ عامۃ الناس کو دھڑا دھڑ قتل کر رہے تھے اور بچوں کو قید کر رہے تھے اور ان کی تلواریں کسی کو نہیں چھوڑ رہی تھیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے زور سے چلا کر آواز دی اور کہا: ہائے میری ماں مجھے رو دے! بخدا میرے ذمہ کی تحقیر کی گئی اور میرے عہد کو توڑا جا رہا ہے۔ آپ نے اپنے گھوڑے کو حرکت دی اللہ کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں جا کر لوگوں کو بلند

آواز سے منادی کر کے اشارے کرنے اور سمجھانے لگے کہ ''اے گروہ مسلمین! میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ تمھیں اس راستہ کی طرف کوئی دست درازی ہرگز نہیں کرنی ہے، جدھر سے میں شہر میں داخل ہوا ہوں یہاں تک کہ میں اور خالد رضی اللہ عنہ غور و فکر کر کے کسی امر پر متفق نہیں ہو جاتے۔ تم لوگ قتل عام سے باز آ جاؤ۔'' آپ کے کہنے پر لوگ قتل سے رک گئے۔

مسلمانوں کے دونوں لشکروں کے صاحب رائے اور بہادران لشکر کنیسہ مریم، جس جگہ دونوں لشکر باہم ملاقی ہوئے تھے، صلاح مشورہ کے لئے اکٹھے ہوئے۔ اس اجلاس کے شرکاء میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ، حضرت ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ، حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت مسیب بن نحیبہ فزاری رضی اللہ عنہ، حضرت ذوالکلاع الحمیری رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب فکر و نظر لوگ تھے۔ یہ کنسیہ مریم جہاں دونوں لشکروں کی ملاقات ہوئی تھی، میں مشورہ اور مناظرہ (غور و فکر) کے لئے جمع ہوئے۔

مسلمانوں کے ایک گروہ جس میں حضرت معاذ بن جبل، یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے، کی رائے یہ تھی کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے جو طریق اختیار کیا ہے اس پر چلنا زیادہ موزوں اور مناسب ہے اور قوم کے قتل سے ہاتھ روک لینا چاہئے کیونکہ شام کے بہت سے شہر ابھی فتح نہیں ہوئے اور ہرقل جیسا کہ آپ جانتے ہیں ''انطاکیہ'' میں مقیم ہے ایسی صورت میں اگر غیر مفتوحہ شہروں میں یہ افواہ پھیل گئی اور مشہور ہو گیا کہ مسلمانوں نے عہد اور صلح کر کے دمشق میں بدعہدی کی ہے تو پھر صلح سے کوئی شہر فتح کرنا ممکن نہیں رہے گا۔ علاوہ ازیں اگر ان رومیوں کو تم صلح میں لے لو تو یہ تمھارے لئے بہت مفید رہے گا، بہ نسبت اس کے کہ تم ان کو قتل کر دو۔

اس کے بعد ان سب حضرات رضی اللہ عنہم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ آپ نے شہر کا جو حصہ تلوار کے ذریعے فتح کیا ہے اس کو آپ اپنے کنٹرول میں رکھیں اور شہر کی جو جانب حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے صلح کے ذریعے فتح کی ہے اس جانب کے حصہ کو وہ اپنے ماتحت رکھیں اور آپ دونوں حضرات یہ تمام صورت حال دربار خلافت لکھ بھیجیں۔ خلیفۃ المسلمین جو فیصلہ فرمائیں اور جو حکم ان کی طرف سے آئے، اس پر دونوں حضرات عملدرآمد کریں اور کرائیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے تمھاری رائے پسند ہے اور تمھارا مشورہ میں قبول کرتا ہوں اور تمام اہل دمشق کو سوائے توما اور ہربیس ان دو ملعونوں کے اور ان دونوں کے لشکروں کے، جو ان کی پناہ میں جمع ہو گئے ہیں، ان کو نہیں چھوڑوں گا، ان کے علاوہ تمام اہل دمشق کے لئے امن ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: شاہ روم، ہرقل نے جب اپنے داماد توما کو دمشق کی ریاست کا والی مقرر کیا اور یہ ریاست اس کے سپرد کی تھی تو توما نے اپنی ریاست کے آدھے حصہ پر اپنی طرف سے ہربیس کو والی مقرر کر دیا تھا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ دونوں آدمی (توما اور ہربیس) تو سب سے پہلے میری صلح میں داخل ہو گئے ہیں، آپ مجھے یہ بتاؤ اگر آپ یہی معاملہ کرتے تو کیا میرے لئے یہ جائز ہوتا کہ میں آپ کے ذمہ کی تحقیر کرتا؟ اگر جواب نہیں میں ہے تو پھر آپ بھی میری ذمہ داری کی تحقیر مت کریں اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، آپ مجھے بتائیں کہ توما اور ہربیس سے جب میں نے صلح کی اور امان دی تو آیا یہ دونوں شہر میں تھے یا شہر سے خارج؟ اگر تو یہ شہر میں داخل تھے تو پھر یقیناً یہ دونوں بھی میری ذمہ داری میں آتے ہیں اور اگر خارج تھے تو پھر ان پر میری ذمہ داری نہیں (مگر یہ تو آپ کو معلوم ہے شہر میں تھے تو ان کو بھی امان حاصل ہے)۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر آپ کی ذمہ داری نہ ہوتی تو میں ان دونوں کو قتل کرتا، لیکن اب یہ دونوں اس شہر سے جہاں چاہیں نکل کر چلے جائیں۔ میں ان کو یہاں نہ دیکھوں، خدا ان دونوں پر لعنت کرے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے ان کے ساتھ صلح بھی اسی شرط پر کی ہے کہ یہ دونوں اپنے ساتھیوں کو لے کر شہر بدر ہو جائیں گے۔

رومیوں کا جلاوطنی اختیار کرنے کی تجویز دینا

حضرت خالد رضی اللہ عنہ جس وقت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جھگڑ رہے تھے تو توما اور ہربیس دونوں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ رہے تھے اور ان کو اپنی ہلاکت کا خوف تھا۔ توما اپنے ترجمان کو ساتھ لے کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف آیا، وہ جو کہتا تھا اس کا ترجمان اس کا ترجمہ کرتا جاتا تھا۔ ترجمان نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا، توما کہتا ہے کہ آپ ہمیں آگاہ کریں کہ آپ کے اور آپ کے صاحب کے درمیان جو بحث ہوئی وہ کیا تھی؟ اگر آپ کا صاحب (خالد بن ولید رضی اللہ عنہ) ہمارے ساتھ دھوکا اور عہد شکنی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو ہم اور دوسرے شہری برابر ہیں، ہم تمہارے عہد و پیمان میں داخل ہیں۔

ترجمان نے بتایا کہ توما کا کہنا ہے کہ ہم اپنے مقتولین کے خون کا آپ سے مطالبہ نہیں کرتے اور میں آپ سے صرف یہ درخواست کروں گا کہ مجھے چھوڑ دیں تاکہ میں اپنے ساتھیوں کو لے کر اس شہر سے نکل جاؤں اور میں جس راستے کو اختیار کرنا چاہوں، کر سکوں۔ بس آپ ہمیں شہر سے جانے کی اجازت دے دیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی مشروط رضامندی

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو اب ہماری ذمہ داری میں ہے تو جو راستہ چاہے پکڑ لے اور جب تو دارالحرب میں پہنچ جائے یعنی ایسی سرزمین میں جس میں تمھاری عملداری اور شاہی ہو تو پھر تو ہماری ذمہ داری سے خارج تصور ہوگا، پھر تمھارے لئے کوئی امان نہیں ہوگی۔

توما اور ہربیس نے کہا کہ آپ ہمیں تین دن کی امان دے دیں، تین دن کے بعد بیشک آپ ذمہ نہ لیں اور تین روز کے بعد اگر تمھارا کوئی آدمی ہم تک پہنچ جائے اور وہ ہمارے کسی آدمی کو پکڑ لے تو وہ چاہے اس کو غلام بنا کر قید میں رکھے چاہے قتل کر دے! تین دن کے بعد تمھارے پاس ہمارا کوئی ذمہ ہے اور نہ تمھاری گردن ہمارے لئے کوئی عہد و پیمان۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمھاری یہ شرط منظور کرتا ہوں مگر اس صورت میں کہ اس شہر سے تم زادِ راہ کے سوا جس میں اشیاء خورد و نوش آتی ہیں اور کوئی چیز اپنے ساتھ اٹھا کر نہیں لے جاؤ گے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: سبحان اللہ! یہ کلام تو عہد و میثاق کو توڑنے کا داعی ہے، ہمارے اور ان کے درمیان یہ قرار پایا ہے کہ ان کو اپنے مال و اسباب کے ساتھ شہر بدر ہونے کی اجازت ہوگی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: چلیں میں ان کو اس کی بھی اجازت دیتا ہوں، مگر یہ اپنے ساتھ اسلحہ نہیں لے جا سکتے۔

ہربیس نے کہا: ہمیں ہتھیار ساتھ رکھنے تو ضروری ہیں تا کہ ہم راستہ کی آفات و خطرات سے محفوظ طریقے سے اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکیں ورنہ اس طرح تو راستہ میں ہمیں خطرہ رہے گا اور ہم اپنے مأمن محفوظ اور پُرامن مقام تک نہیں پہنچ سکیں گے! آئندہ ہم آپ کے قبضہ میں ہیں، آپ جو چاہیں ہمارے ساتھ کریں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہر ایک شخص کو اپنے ساتھ ایک ایک ہتھیار رکھنے کی اجازت دے دینی چاہئے۔ مثلاً ایک شخص کے پاس تلوار ہے تو وہ اپنے پاس نیزہ نہیں رکھ سکتا اور اگر اس کے پاس تیر و کمان ہے تو اس کے پاس چاقو اور خنجر نہ ہو۔

توما نے کہا: ہمیں یہ منظور ہے، ہمیں بس ایک ہی ہتھیار کی حاجت ہے۔ اس کے بعد ''توما'' حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو مخاطب ہو کر کہنے لگا: مجھے اس شخص سے خوف ہے (حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے) اس لئے ہمیں ایک عہد نامہ جس میں یہ تمام باتیں جو قرارداد میں پاس ہوئی ہیں، تحریر ہوں، لکھ دیجئے اور اس پر گواہوں کی شہادت بھی ہو جائے تا کہ مجھے اطمینان رہے!

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیری ماں تجھے روئے خاموش رہ، ہم اہل عرب ہیں ہم نہ جھوٹ بولتے ہیں اور نہ مکر کرتے ہیں اور یہ امیر، ابوسلیمان ہیں، جن کی بات بات ہوتی ہے اور جن کا عہد، عہد ہوتا ہے (یہ عہد شکن ہیں نہ بات

کے کہے جو زبان سے کہہ دیا وہ پتھر پر لکیر) تم مطمئن رہو۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ حق کے سوا کچھ نہیں کہتے اور وہ صرف صدق سے مانوس ہے۔

رومیوں کا روانہ ہونا

راوی کہتا ہے توما اور ہربیس یہاں سے چلے گئے۔ دونوں اپنی قوم کو جمع کر کے ان کو جانے کا حکم دینے لگے اور انھوں نے مال واسباب باندھنا شروع کر دیا۔ کہتے ہیں کہ دمشق میں بادشاہ ہرقل کا ایک بہت بڑا خزانہ تھا جس میں تین سو سے زائد اونٹوں کا لوڈ اور لدتو فقط ریشمی کپڑے، جن پر سونے کے تلّہ کا کام ہوا تھا، وہی تھے۔ توما اور ہربیس نے یہ ذخیرہ اپنے ساتھ لے جانے کا ارادہ کیا۔ توما نے حکم دیا کہ شہر سے باہر اس کے لئے ایک ریشم کا خیمہ نصب کر دیا جائے اور پھر رومی لوگوں کو انھوں نے وہاں سامان لا کر جمع کرنے کا حکم دیا۔ وہ اپنے سامان اور تمام بوری بستر اٹھا کر وہاں جمع کرنے لگے حتیٰ کہ انھوں نے وہاں سامان کے ڈھیر لگا دیئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انکی اتنی بڑی نفری اور اس قدر کثیر اموال کو دیکھا تو فرمانے لگے: کتنی بڑی قوم ہے اور کس قدر مال کی کثرت ہے! پھر آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی اور کہا اللہ بزرگ و برتر نے سچ فرمایا ہے:

﴿ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً ﴾

"اور اگر تمھارا رب چاہتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی امت کر دیتا۔"[1]

پھر آپ نے رومیوں کی طرف دیکھا جو عجلت کی وجہ سے بھاگنے والے گدھوں کی طرح اس طرح بھاگم بھاگ آتے جاتے تھے کہ ایک دوسرے کی طرف مڑ کر دیکھتے ہی نہیں تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جب ان کی طرف دیکھا تو آسمان کی جانب ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی:

"اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لَّنَا وَمَلِّكْنَا اِيَّاهُ وَاجْعَلْ هٰذِهِ الْاَمْتِعَةَ قَسِيْمًا لِّلْمُسْلِمِيْنَ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ۔"

"یا اللہ یہ ہمارے لئے کر دے اور ہمیں اس کا مالک بنا دے اور یہ سامان مسلمانوں کے لئے غنیمت بنا دے بیشک تو دعا کو سنتا ہے۔"

اس کے بعد آپ اپنے ساتھیوں کے پاس آئے اور فرمایا: اس وقت میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے، کیا تم میری بات مانو گے؟

---

[1] پارہ 12، ھود 118، ترجمہ کنزالایمان۔

لوگوں نے کہا آپ حکم فرمائیں ہم بخوشی آپ کا حکم ماننے کے لئے تیار ہیں۔ آپ نے فرمایا تم اپنے گھوڑوں کی جس قدر خدمت کر سکتے ہو خوب اچھے طریقے سے کرلو اور ان کو ہر طریقے سے تیار رکھو۔ اسلحہ تیار کرلو اور اپنی تلواریں تیز اور کمانیں نیزے ٹھیک کرلو۔ تین دن کے بعد ہم نے ان رومیوں کے تعاقب میں چلنا ہے، مجھے اپنے مولیٰ ﷻ سے اُمید ہے کہ وہ ان تمام اموال کو جو میں اس وقت دیکھ رہا ہوں، ہمارے لئے غنیمت بنا دے گا۔ میرا دل کہتا ہے کہ اس قوم نے کوئی عمدہ اور فاخرہ چیز اور کوئی اچھا کپڑا چھوڑا نہیں، سب اپنے ساتھ لے لیے ہیں۔

مسلمانوں نے کہا: آپ کے لئے جو ظاہر ہوا ہے آپ اس رائے پر عمل کریں، ہم کسی امر میں آپ کی مخالفت نہیں کریں گے۔ اس کے بعد اپنے کاموں کی اصلاح و درستگی اور گھوڑوں کی دیکھ بھال میں لگ گئے اور ان کے چارے دانے پر خوب توجہ دی۔ توما اور ہربیس نے دیہات میں جا کر مال جمع کیا اور اس کے بعد جو کچھ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو دینا طے پایا تھا، ان کے پاس لائے۔ آپ دیکھ کر خوش ہوئے اور فرمایا چونکہ تم نے وعدہ وفا کیا ہے اس لئے تم ان تین دنوں کے اندر اندر جہاں تمھارا دل چاہے چلے جاؤ! تمھارے ساتھ ہم میں سے کوئی مزاحمت نہیں کرے گا لیکن اگر ان تین دنوں کے بعد کوئی مسلمان تمھیں پکڑ لے تو اس کی ذمہ داری ہم پر نہیں ہوگی اور نہ وہ پکڑنے والے قابل ملامت ہونگے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا تعاقب کرنے کا ارادہ کرنا

حضرت زید بن ظریف کعبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رومیوں نے جس وقت حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو مال دینے کے بعد کوچ کیا اور ان کے قافلے چلے تو ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ حدِ نگاہ تک زمین انسانی سروں سے سیاہ نظر آتی تھی۔ گویا ایک تاریک اور ظلمت چھائی ہوئی ہے اور اس سوادِ اعظم کی وجہ یہ ہوئی کہ رومی قوم کے ساتھ اہل دمشق کی کثیر عوام اپنے اہل خانہ اور بچوں سمیت نکل پڑی تھی اور انھوں نے مسلمانوں کے قرب و جوار اور ہمسائیگی میں رہنا پسند نہ کیا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کا پیچھا کرنے سے اس لئے لیٹ ہوئے کہ اہل دمشق اور مسلمانوں کے درمیان اس بارے میں اختلاف واقع ہوگیا کہ شہر میں جو کثیر مقدار میں گندم اور جَو کا غلہ موجود ہے، یہ کس کی ملکیت ہے؟ مسلمانوں کا دعویٰ تھا کہ یہ ہماری ملکیت ہے اور اہل دمشق کا دعویٰ تھا کہ یہ اناج ہمارا ہے۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ یہ اہل دمشق ہی کی ملکیت ہے کیونکہ یہ صلح میں داخل ہے۔ قریب تھا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے درمیان کوئی فتنہ پھیل کر بدمزگی پیدا کرتا، اصحاب رائے نے باہمی مشاورت سے اس بات پر اتفاق کیا کہ یہ بات بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تحریر کرکے بھیج دو، وہاں سے جو فیصلہ اور حکم آئے گا سب کے لئے قابل قبول

ہوگا اور کسی کو یہ خبر ہی نہ تھی کہ فتح دمشق کے روز ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو وصال فرما چکے ہیں۔

حضرت عطیہ بن عامر سکسکی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جس دن توما اور ہربیس دمشق سے چلے ہیں اور بادشاہ ہرقل کی بیٹی ان دونوں کے ساتھ تھی، میں اس وقت دمشق کے دروازہ جابیہ پر کھڑا تھا تو میں نے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ رومیوں کو آنکھ کے کونے سے گھور کر دیکھ رہے تھے اور ان کے اپنے تمام تر مال واسباب کے ساتھ بچ کر چلے جانے پر حسرت کے ساتھ دانت پیس پیس کر رہ جاتے تھے کہ ہم نے بہت کچھ کھو دیا ہے۔ میں نے یہ منظر دیکھ کر ان سے کہا:

اے ابن ازور رضی اللہ عنہ! کیا بات ہے کہ میں آپ کو ایک حسرت زدہ شخص کی طرح دیکھ رہا ہوں؟ جو کچھ اللہ عزوجل کے پاس ہے، وہ بہت زیادہ ہے۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم! غنیمت مجھے مطلوب نہیں ہے، مجھے افسوس فقط اس بات پر ہے کہ یہ دشمنان خدا ہمارے ہاتھوں سے زندہ بچ کر نکل گئے ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے ساتھ یہ کچھ اچھا معاملہ نہیں کیا۔

میں نے کہا: اے ابن ازور رضی اللہ عنہ! امین الأمۃ نے بہتر چیز کا ہی ارادہ کیا ہے۔ انھوں نے لوگوں کو خون ریزی سے محفوظ کر دیا ہے اور ان کو جنگ کی مشقت سے آرام میں رکھا اور ایک شخص کی حرمت (عزت) اللہ عزوجل کے نزدیک ان تمام چیزوں سے افضل اور بڑھ کر ہے، جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل نے مسلمانوں کے دلوں میں رحم دلی اور نرمی کو بٹھا دیا ہے اور کافروں کے دلوں سے رحمت اور خداترسی کو دور فرما دیا ہے۔ اللہ عزوجل اپنی نازل کردہ بعض کتب میں ارشاد فرماتا ہے:

''اَنَا الرَّبُّ الرَّحِیْمُ لَا اَرْحَمُ مَنْ لَّا یَرْحَمُ.''

''میں بہت رحم کرنے والا رب ہوں، جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر میں رحم نہیں کروں گا۔''

اور نیز اللہ عزوجل فرماتا ہے:

''وَالصُّلْحُ خَیْرٌ.''

''اور صلح بہت اچھی ہے۔''

یہ سن کر حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''لَعَمْرِیْ اِنَّکَ صَادِقٌ وَّلٰکِنِ اشْهَدْ عَلٰی اَنِّیْ لَا اَرْحَمُ مَنْ جَعَلَ لِلّٰهِ زَوْجَةً وَّوَلَدًا.''

''مجھے اپنی زندگی کی قسم بیشک تم سچے ہو اور لیکن تم گواہ رہنا میں کسی ایسے شخص پر کبھی رحم نہیں کروں گا جو اللہ

سبحانہ وتعالیٰ کے لئے زوجہ اور اولاد کا عقیدہ رکھتا ہو (میں کسی مشرک پر ہرگز رحم کرنے کا قائل نہیں ہوں)۔"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا تعاقب کرنے کا ارادہ ترک کرنا

حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے جب دیر ہوگئی تو رومیوں کا تعاقب کرنے کا ارادہ ترک کر دیا مگر اہل دمشق میں سے ایک شخص نے، جو آپ کے پاس قیدی تھا اور وہ روم کے شہسواروں میں شمار ہوتا تھا، آپ کو ان کا ضرور پیچھا کرنے پر اُبھارا۔
علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں جیش دمشق میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور آپ نے مجھے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس دستہ میں متعین کیا تھا، جو باب شرقی سے باب سلامت، باب فرادیس، باب جابیہ، باب کیسان اور باب صغیر تک گشت پر مامور اور تعینات تھا اور یہ شام کے فتح ہونے سے پہلے کی بات کرتا ہوں۔ ایک رات ہم حسب معمول گشت پر تھے، چاندنی رات تھی جس وقت ہم باب کیسان کے قریب پہنچے تو اچانک ہم نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی، ہم وہیں رک گئے دروازہ کھلا اور اندر سے ایک سوار باہر نکلا۔ ہم نے اس کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا اور آگے بڑھ کر تعرض نہ کیا حتیٰ کہ جب وہ ہمارے قریب ہوا تو ہم نے اسے پکڑ کر اپنے قبضہ میں کر لیا اور اس سے کہہ دیا کہ "اگر تو نے شور کیا تو گردن اڑا دی جائے گی!" وہ خاموش رہا۔ اتنے میں دو افراد اور دروازے سے باہر نکلے اور احتیاطاً دروازہ کے پاس کھڑے ہوگئے اور اس شخص کا نام لے کر اس کو آوازیں دینی شروع کر دیں جس کو ہم نے گرفتار کر لیا تھا۔ ہم نے اس سے کہا کہ تو ان کو جواب دے دے تاکہ وہ بھی تیرے پاس آ جائیں مگر اس نے رومی زبان میں ان سے کہا "پرندہ جال میں ہے" وہ سمجھ گئے کہ ان کا ساتھی گرفتار ہو گیا ہے پس وہ تیزی سے واپس لوٹ گئے اور انھوں نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ارادہ کیا کہ اس کو قتل کر دیں مگر ہمارے بعض ساتھیوں کی رائے یہ ہوئی کہ اس کو قتل مت کرو اسے ہم امیر کے پاس لے جاتے ہیں، وہ ان کے متعلق جو فیصلہ فرمائیں گے وہ بہتر ہے۔ چنانچہ ہم اس کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تو کون ہے؟
اس نے کہا: میں رومی نژاد ہوں اور ان کے سرداروں میں سے ایک سردار ہوں۔ میں نے انہی دنوں تمہارے یہاں ہمارے ہاں نازل ہونے سے پہلے اپنی قوم کی ایک لڑکی سے شادی کی تھی اور میں اس لڑکی سے بہت زیادہ محبت کرتا ہوں۔ جب تمہارا محاصرہ بہت طویل ہوا تو میں نے اس لڑکی کے گھر والوں سے درخواست کی کہ وہ اسے رخصت کر دیں مگر انھوں نے انکار کر دیا اور کہا ہمیں رخصتی کا کہاں ہوش ہے! ہم تو بہت اہم کام میں مشغول ہیں اور مجھے اس سے ملاقات کرنے کا حد سے زیادہ شوق تھا، اس لئے ہمارے شہر میں جو کلب ہیں، جہاں ہم کھیلتے ہیں اور رنگ رلیاں مناتے

اور داد عیش دیتے ہیں، میں نے اس سے ملاقات کے لئے وہاں آنے کا وعدہ لے لیا کہ ہم ان Clubs اور سیر گاہوں کی طرف جائیں گے۔

ہماری گفتگو ہوئی تو اس نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں اسے شہر کے دروازے سے باہر لے جاؤں، چنانچہ میں تم لوگوں کی طرف تمہاری خبر معلوم کرنے کو نکلا ہی تھا کہ تمہارے سپاہیوں نے مجھے گرفتار کر لیا اور میرا ساتھی اور وہ لڑکی جس سے میری شادی ہوئی، دونوں نکلے تو میں نے اپنے دونوں دوستوں کو آواز دے کر کہا کہ "چڑیا دام میں پھنس گئی ہے" میں نے ایسا اس لئے کیا تا کہ وہ بچ جائیں کیونکہ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں میری بیوی کو تمہارے آدمی پکڑ کر قیدی نہ بنا لیں اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور ہوتا تو میرے لئے مسئلہ آسان تھا، مجھے اس کے پکڑے جانے کی کوئی پرواہ نہ ہوتی مگر یہاں میری بیوی کا مسئلہ تھا جس کو میں بہت چاہتا ہوں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس نوجوان سے فرمایا کہ اسلام کے متعلق تو کیا کہتا ہے؟ اگر تو اسلام قبول کر لے تو جب میں شہر میں داخل ہوں گا، اس لڑکی کے ساتھ تیرا نکاح کر دوں گا اور اگر تو نے انکار کیا تو تیرا علاج تلوار ہے۔

اس نے اسلام کو اختیار کر لیا اور کہا:

"اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ط."

"میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور بتحقیق حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ عزوجل کے بندے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔"

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بعدازاں یہ شخص اسلام کا سچا مجاہد ثابت ہوا اور ہمارے ساتھ مشرکوں سے سخت قتال کرتا رہا اور جب صلح کے بعد ہم شہر میں داخل ہوئے تو وہ اپنی زوجہ کو تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ اس سے کہا گیا کہ اس نے راہبوں کا لباس پہن لیا ہے اور وہ تجھ پر اپنے غم کی وجہ سے راہبہ بن گئی ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ وہ کنیسہ کی طرف آیا اور جب اس کی طرف نظر کی تو اس نے اس کو نہیں پہچانا، یہ اس سے کہنے لگا آپ کو رہبانیت پر کس چیز نے اُبھارا ہے تو اس نے جواب دیا کہ مجھے اپنے شوہر سے بے حد محبت تھی حتیٰ کہ عربوں نے جب اس کو گرفتار کر لیا تو میں نے اس غم اور صدمہ میں رہبانیت کو اختیار کر لیا۔ اس نے کہا کہ میں تیرا شوہر ہوں اور میں اہل عرب کے دین میں داخل ہو گیا ہوں اور تو میری ذمہ داری اور پناہ میں آ جا، جب اس نے اپنے شوہر کا قول سنا تو بولی نہیں حق مسیح کی قسم! نہیں یہ کبھی نہیں ہو سکتا اور تیرے لئے اس صورت میں مجھے پا لینے کی کوئی سبیل نہیں ہو سکتی۔

یہ کہہ کر وہ توما اور ہربیس کے کارواں کے ساتھ شہر سے نکل گئی اور اس شخص نے جب دیکھا کہ اس کی بیوی نہیں مانتی اور وہ اس سے ملنے سے انکار کرتی ہے تو اس نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر تمام تفصیل بتائی اور آپ کے پاس

شکایت کی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بلاشبہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے شہر کو صلح سے فتح کیا ہے اور تیرے لئے اس لڑکی پر کوئی اختیار نہیں ہے!

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا تعاقب کرنے کے لیے آمادہ ہونا

راوی کہتے ہیں کہ جب اس شخص کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ (رومیوں کے) تعاقب میں چلنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو اس نے کہا: میں آپ کے ساتھ چلوں گا شاید کہ میں اپنی بیوی کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں!
قوم کے کوچ کرنے کے بعد بعض وجوہات کی بناء پر چونکہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو چوتھے روز بھی دمشق میں ٹھہرنا پڑا اور آپ ان کے پیچھے نہ جا سکے تو اب آپ نے جانے کا ارادہ منسوخ کر دیا۔ اب وہ رومی النسل دمشقی آپ کے پاس آ کر کہنے لگا: اے امیر! آپ کا عزم اور ارادہ ان دو ملعونوں کی طلب میں جانے اور ان کے ساتھ جو کچھ تھا اس کو حاصل کرنے کا نہیں تھا؟

آپ نے فرمایا: کیوں نہیں؟ ضرور تھا۔

اس نے عرض کیا: تو پھر اب آپ کو کس بات نے ارادہ ترک کر کے بٹھا دیا؟ آخر آپ نے پروگرام منسوخ کیوں کر دیا ہے؟

آپ نے فرمایا: اب چونکہ چار دن اور چار راتیں ان کو یہاں سے چلے ہوئے ہو گئی ہیں اور وہ بہت دور نکل گئے ہونگے اور آپ جانتے ہیں کہ جب آدمی کے سر پر خوف بھی سوار ہو تو وہ کتنی تیزی سے سفر طے کرتا ہے تاکہ پکڑا نہ جائے، ان کی حالت بھی کچھ ایسی ہے۔ لہٰذا اب وہ بہت دور جا چکے ہونگے اور ہمارا ان کو جا ملنا بہت مشکل ہے۔

وہ رومی نژاد دمشقی جس کا نام یونس تھا، کہنے لگا اے امیر! اگر تو آپ کے ان کا تعاقب نہ کرنے کی یہ وجہ ہے کہ دیر ہو جانے کی وجہ سے وہ اس وقت تک بہت دور جا چکے ہوں گے اور ہم ان تک پہنچ نہیں سکیں گے تو میں چونکہ ان شہروں کے راستوں سے واقف ہوں اس لئے میں آپ کو ایسے مختصر راستہ سے لے چلوں گا جس سے ہم ان کو راستہ میں ہی جا ملیں گے۔ آپ ارادہ ترک نہ فرمائیں، انشاء اللہ تعالیٰ اب بھی ہم ان کو پکڑ لیں گے اور میں یہ کام اس لئے بھی کرنا چاہتا ہوں کہ میں اپنی بیوی کو اپنی مِلک میں کر سکوں!

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس کی بات کی طرف متوجہ ہوئے اور دریافت فرمایا: اے یونس! کیا تو راستہ سے واقف ہے اور تو ہماری رہنمائی کر سکے گا؟ اس نے عرض کیا جی ہاں! لیکن آپ سب حضرات قبیلہ لخم اور جذام جو عرب نژاد نصرانی تھے، ان کی طرح کا لباس پہن لیں اور زادِ سفر ساتھ لے کر چل پڑیں۔ چنانچہ قوم نے ایسا ہی کیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لشکر زحف جو چار ہزار کی نفری پر مشتمل تھا، اپنے ساتھ لیا اور انھیں چلنے کا امر کیا اور فرمایا کہ تیز ترین

چال کے گھوڑوں پر سوار ہو جایئے اور زادِراہ کا بار کم رکھیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور آپ لشکر کو لے کر روانہ ہو گئے اور شہر دمشق کے متعلق حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو تاکید کر دی کہ آپ شہر کے معاملات سنبھالیں۔

حضرت زید بن ظریف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم یونس بھائی کی رہنمائی میں رومیوں کا تعاقب کر رہے تھے وہ ہمارے آگے آگے تھے۔ وہ ان کے نشانات پر چل رہا تھا اور ہم اس کے ساتھ گھوڑوں کے نشانات اور خچروں کے کُھروں کے آثار دیکھ کر چل رہے تھے۔ اس قوم کا طریقہ یہ تھا کہ جب بھی کوئی اونٹ اور خچر گرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور اگر دوسرا کوئی مویشی اور چارپایا چلنے سے رکتا تھا تو اس کو ذبح کر کے پھینک دیتے اور ہم مسلسل اسی طرح رات دن چلتے رہے۔ صرف نماز کے وقت اترتے اور نماز ادا کر کے پھر چل دیتے تھے حتیٰ کہ رومی قوم کے نشانات نظر آنے ختم ہو گئے اور یہ بات ہمیں عجیب اور حیران کن لگی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے یونس رحمہ اللہ! ان لوگوں کے متعلق اب تیری کیا رائے ہے، کیا کرنا چاہئے؟

یونس رحمہ اللہ نے عرض کیا: اے امیر! سفر جاری رکھو اور اللہ عزوجل سے مدد طلب کرو، بس ہوا یہ ہے کہ رومیوں نے آپ کے ڈر کی وجہ سے سیدھا راستہ چھوڑ کر پہاڑوں، گھاٹیوں اور جنگلات کے اندر سے چھپ کر چلنا اختیار کر لیا ہے اور ہم انشاء اللہ عزوجل ان سے ملنے ہی والے ہیں۔

راستے میں مشکلات

حضرت ضحاک بن حسان طائی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یونس رحمہ اللہ ہمیں ایسے راستہ پر لے چڑھا جہاں بکثرت پتھر تھے اور ہم بڑی دشواری اور مشکل کے ساتھ چل رہے تھے۔ پتھروں کے درمیان چلتے چلتے ہمارے گھوڑوں کے سموں سے خون نکلنے لگا اور ان کے نعل کھروں سے ظاہر ہونے لگ گئے۔ ہمارے پیروں میں موزے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر رہ گئے تھے، صرف موزوں کا وہ حصہ باقی رہ گیا جو ہماری پنڈلیوں کے ساتھ تھا۔

حضرت عباد بن سعید حضرمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اس دن حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور ہمیں ایک راہنما چلا رہا تھا۔ بخدا! میرے پاس چمڑے کے دو موزے تھے اور ان کے تلووں میں میں نے یمنی نعل لگوا رکھے تھے اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ یہ نہایت مضبوط اور عمدہ قسم کے موزے ہوتے ہیں۔ میں اپنے ذہن میں یہ سوچتا تھا کہ یہ موزے کئی سال میرے پاس چلیں گے مگر اللہ عزوجل کی قسم! اس رات ان موزوں کی فقط ساق والا حصہ میری پنڈلی میں باقی رہ گیا تھا اور باقی سب کے چیتھڑے اڑ گئے تھے۔ میں پہاڑی علاقہ کی اس سنگلاخ اور دشوار گزار راہوں سے سخت گھبرایا ہوا تھا کیونکہ میرے پاؤں ان نوکیلے پتھروں پر چل چل کر زخمی ہو گئے تھے۔ مگر میں نے دیکھا کہ راستہ کی شدت سے فقط میں ہی نالہ کرنے والا نہیں ہوں، بلکہ میرے تمام اہل عرب ساتھی ایک دوسرے سے یہی ذکر کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ کاش! ہمارا یہ

راستے کا رہنما ہمیں کسی ایسے راستہ سے لے کر چلتا جو کشادہ اور آسان راستہ ہوتا۔ اس رات ہم نے یہ کوہ پیمائی اور کٹھن راہ بڑی مشکل سے طے کی، یہاں تک کہ ہم اس سخت راستہ سے نکل کر ہموار راستہ پر آ پڑے۔

ہمارے رہبر یونس رحمۃ اللہ کا گمان تھا کہ اب عنقریب ہم اس قوم روم سے ملنے ہی والے ہیں، جب ہم اس دشوار گزار راستہ سے نکلے تو واقعی ہی ان لوگوں کے نشانات نظر آنے لگے اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہمارے آگے آگے گزر کر گئے ہیں، گویا کہ وہ بھاگم بھاگ کی کیفیت سے دوچار ہیں اور بہت تیزی کے ساتھ سفر طے کر کے نکل گئے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے صورت حال کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ لوگ اپنے آپ کو بچا نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ یونس رہبر نے کہا: حضرت، مجھے اللہ عزوجل سے قوی اُمید ہے کہ وہ ان لوگوں کو ہمارے ہاتھوں گرفتار کرا دے گا، انشاء اللہ عزوجل اب ہم ان سے لاحق ہونے ہی کو ہیں پس ہمیں تیز چلنا چاہئے۔

فرماتے ہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ تیز ہو گئے اور آپ نے فرمایا: اے لوگو! تیز چلو اللہ عزوجل تم پر رحم فرمائے۔

مسلمانوں نے عرض کیا: اے ہمارے امیر! سفر کی شدت اور راستے کی صعوبت و دشواری نے ہمیں تھکا دیا ہے، اب کچھ دیر ہمیں آرام کرنے دیں حتیٰ کہ ہمارے گھوڑے بھی کچھ آرام کر لیں اور ہم ان کو دانہ پانی کھلا پلا لیں! تازہ دم ہو کر پھر چلیں گے۔

حضرت خالد نے فرمایا: ''سِيرُوْا عَلَى اسْمِ اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْرُ'' اللہ کے نام پر چلتے جاؤ بیشک اللہ عزوجل ہی چلانے والا ہے۔ اور تم اپنے دشمنوں کو ڈھونڈ کر رہو۔

راوی کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے سفر جاری رکھا اور رہبر ان کے آگے آگے تھا اور ہم برابر چل رہے تھے، رہبر ہمیں ترجمانی کر کے بتا رہا تھا کہ ہم روم کے شہروں میں سے جس شہر اور بستی سے بھی گزرتے ہیں وہ ہمیں قبیلۂ غسان، قبیلۂ لخم اور قبیلۂ جذام کے عرب نصاریٰ سمجھتے ہیں اور ہمارے لباس کو دیکھ کر خیال کرتے ہیں کہ یہ عرب نژاد عیسائی ہیں۔ یہاں تک کہ رہبر یونس رحمہ اللہ نے ہمیں جبلہ اور لاذقیہ کو طے کرا کے ساحل سمندر پر لا ڈالا اور اب وہ قوم کے نشانات قدم تلاش کرنے لگا۔ کیونکہ رومی لشکر شاہ روم ہرقل کے خوف سے انطاکیہ کا راستہ ترک کر کے بائی پاس سے آگے گزر گئے تھے۔ یونس رہبر اب تصویر حیرت بن کر کھڑا تھا، اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ پھر وہ قریبی گاؤں کی طرف گیا اور وہاں جا کر بعض دہکانوں سے دریافت کیا تو انھوں نے اس کو بتلایا کہ بادشاہ ہرقل کو جب خبر پہنچی تھی کہ جنرل توما اور ہربیس شہر دمشق مسلمانوں کے سپرد کر کے سفر سے نکل گئے ہیں تو وہ نہایت غضب ناک ہوا اور ہرقل چونکہ ارادہ رکھتا ہے کہ ایک لشکر جمع کر کے یرموک کی طرف روانہ کرے اور ساتھ ہی اس کو یہ بھی فکر ہوئی کہ کہیں توما اور ہربیس، اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت اور جوانمردی کے متعلق عیسائی افواج کے سامنے ان کے کارناموں کو بیان نہ کر ڈالیں اور وہ

مسلمانوں کی بہادری کے کارناموں کو سن کر بزدل نہ بن جائیں، اس لئے اس نے احتیاطاً انھیں کہلا بھیجا کہ تم ادھر قدم نہیں رکھنا بلکہ اپنے قافلے قسطنطنیہ کی طرف لے جاؤ۔ اس لئے اب وہ انطاکیہ کی طرف جانے کی بجائے لکام کے راستہ سے ہوتے ہوئے قسطنطنیہ جائیں گے۔ یونس رضی اللہ عنہ یہ سن کر فکر مند سا ہوا اور مسلمانوں کی تکلیف کا اب اسے بہت احساس ہوا اور آنے والی مصیبت کا سوچ کر وہ چکرا کر رہ گیا۔

رومی لشکر کا راستہ بدل کر نکل جانا

رجب کی پہلی تاریخ، منگل کا دن تھا جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو فجر کی نماز پڑھائی۔ آپ گھوڑے پر سوار ہونے کا ارادہ کر رہے تھے کہ یونس کو دیکھا کہ اس پر شکستگی اور انکسار کے اثرات ہیں۔

آپ نے پوچھا: اے یونس رضی اللہ عنہ! اس پریشانی کا پس منظر؟ یونس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ایھا الامیر! اللہ عزوجل کی قسم میری وجہ سے آپ کو بہت دھوکا ہوا۔ میں آپ کو دشمن کی تلاش میں اُمید دلاتا دلاتا یہاں تک لے آیا اور افسوس کہ ہمارا مطلوب ہمارے ہاتھ نہ آیا اور ہم جس مقصد کے لئے اتنا مشکل سفر کر کے یہاں تک آئے تھے، وہ مقصد حل نہ ہوا اور دشمنانِ خدا اپنے تمام اموال اور ریشم کے کپڑوں کے سمیت سب کچھ بچا نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

آپ نے پوچھا: تمھیں کیسے معلوم ہوا؟

یونس نے عرض کیا اے امیر! میں رومیوں کے نشانات پر چلتے ہوئے اس جگہ تک اس اُمید سے چلا آیا تھا کہ سوریہ میں ہم ان سے مل جائیں گے اور جب میں نے دیکھا کہ وہ اس جگہ سے بلندی کی طرف چڑھ گئے ہیں تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ قوم اپنے آپ کو اور اپنا تمام سامان اور اپنے مال مویشی بچا کر لے گئے ہیں اور ہمارے ہاتھ سے بچ گئے ہیں۔ اس گاؤں کے کسانوں میں سے ایک کسان نے مجھے خبر دی ہے کہ بادشاہ ہرقل نے ان کو انطاکیہ میں داخل ہونے سے منع کر دیا تھا تاکہ اس کا لشکر ان سے مسلمانوں کی بہادری کے متعلق سن کر مرعوب نہ ہو جائے۔ ہرقل نے ان کو قسطنطنیہ کی طرف چلے جانے کا حکم دے دیا اور بادشاہ نے ہمارے مقابلہ کے لئے ایک لشکر تیار کر لیا ہے اور آپ لوگ شہر انطاکیہ کے بالکل قریب ہیں۔ اس کے اور آپ کے درمیان یہ بڑا پہاڑ جو کوہ ہرقل کے نام سے جانا جاتا ہے، حائل ہے اور اس کا لشکر ہمارے ساتھ جنگ کے لئے چل پڑا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ اگر آپ نے اس پہاڑ کو اپنے پس پشت رکھا تو ہلاکت سر پر ہے اب اس کے بعد آپ کا جو حکم ہو گا اور آپ جو کچھ فرمائیں گے میں اس کی تعمیل کے لئے حاضر ہوں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا خواب

حضرت سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ یونس رہبر کی گفتگو سن کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا رنگ اس طرح

ہو گیا جیسے خضاب سے ہوتا ہے اور میں نے گمان کیا کہ آپ سخت گھبرا گئے ہیں، حالانکہ اس سے قبل زندگی میں مَیں نے کبھی ان کو اس طرح گھبرائے ہوئے اور خوفزدہ نہیں دیکھا تھا۔ آپ پر خوف طاری دیکھ کر میں نے عرض کیا:

اے امیر! آپ کیوں خوفزدہ ہیں؟ کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ تو اس طرح نظر آتے ہیں جیسے آپ کو اپنے کیے پر کوئی ندامت ہو کہ آپ نے ایسا کرنے کا کیوں ارتکاب کیا!

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم! مجھے موت کی گھبراہٹ نہیں ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ میں موت سے ہرگز ڈرنے والا شخص نہیں ہوں اور نہ ہی مجھے جنگ کا ڈر ہے، بلکہ مجھے اس بات کی فکر ہے کہ کل قیامت کے دن مسلمانوں کے متعلق جب مجھ سے باز پرس ہوگی تو کیا جواب دوں گا [1] اور میں نے دمشق کی فتح سے قبل ایک خواب دیکھا تھا، اس نے دراصل مجھے پریشان کر رکھا ہے اور مجھے اس کی تعبیر کا انتظار ہے۔ اللہ عزوجل سے مجھے اُمید ہے کہ اللہ کریم ہمارے لئے بہتر کرے گا اور دشمن پر ہمیں فتح و نصرت عطا فرمائے گا۔

لوگوں نے کہا خیر ہوگی اور اللہ عزوجل انشاء اللہ العزیز بہتری فرمائے گا۔ آپ ہمیں (بیان فرمائیں کہ) کیا خواب دیکھا ہے؟

آپ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اور دوسرے مسلمان ایک بے آب و گیاہ صحرا میں ہیں اور ہم اس میں چل رہے ہیں، اسی اثناء میں بڑے بڑے جنگلی گدھوں اور گورخروں کا ایک گلّہ (گروہ) ظاہر ہوتا ہے۔ ان کے اجسام بڑے بڑے اور موٹے موٹے ہیں، ان کی کمریں پتلی اور ان کے بال اور جلدیں بڑی خوبصورت ہیں گویا کہ وہ گلّہ ہمارے آڑے آجاتا ہے اور اس نے ہمیں اپنے مونہوں سے کاٹنا اور اپنی ٹانگوں سے مارنا شروع کر دیا ہے، لیکن اس کے باوجود ہم اپنے گھوڑوں پر ان کے گرد گھوم رہے ہیں اور ان کو گھیرے میں لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اپنے نیزوں سے ان کو مار رہے ہیں اور تلواروں سے ان پر ضربیں لگا رہے ہیں مگر اس گلّہ گورخراں کو ہماری اس مار کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ وہ برابر دولتیاں جھاڑ رہے ہیں اور کاٹ کھانے کو دوڑ رہے ہیں، ہماری طرف سے پہنچنے والی اذیت و بلا کی ان کو کوئی چنداں فکر نہیں ہے، ہم بھی مسلسل ان کے ساتھ لڑ بھڑ رہے ہیں حتیٰ کہ ہم تھک جاتے ہیں اور ہمارے گھوڑوں کی طاقت و ہمت جواب دے جاتی ہے۔

پھر گویا میں اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور ان کو چار حصوں میں تقسیم کر کے ان سے کہتا ہوں کہ چاروں اطراف سے ان پر حملہ کر دو اور گھیر گھیر کر ان کو مارو! جب ہم نے چاروں اطراف سے ان پر حملہ کیا تو انھوں نے ہمارے

---

[1] اندازہ لگایئے، اپنے ماتحتوں کے حوالے سے کتنی فکر، آخرت میں پکڑ کا خوف اور اندیشہ جبکہ فی زمانہ امیر و حاکم عیش میں جبکہ ماتحت و محکوم پریشان حال! اللہ عزوجل ہمیں آخرت کے معاملہ میں سستی سے محفوظ فرمائے! آمین (مترجم عفی عنہ)

آگے سے بھاگ کر تنگ جگہوں، ٹیلوں کی پشتوں، وادیوں اور پناہ گاہوں کی طرف دوڑنا شروع کر دیا اور ہم ان میں سے چند ایک کے سوا زیادہ کو مارنے پر قادر نہ ہو سکے۔

ابھی ہم ان کے اچھے اور عمدہ کھانے پکانے اور بھوننے میں مصروف تھے کہ وہ اچانک دوبارہ ہماری طرف لوٹ آتے ہیں، جب میں نے ان کی طرف دیکھا تو وہ تنگ جگہوں اور ٹیلوں کی اوٹ سے نمودار ہو رہے ہیں تو میں نے مسلمانوں کو زور سے چیخ چیخ کر آواز دی کہ سوار ہو جاؤ اور ان کی طلب میں نکلو، اللہ ﷻ تمہیں برکت دے گا۔ پس مسلمان اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور میں خود بھی ان کے ساتھ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان وحشیوں کے تعاقب اور طلب میں نکلا حتیٰ کہ ہم ان کو جا پڑے اور میں نے ان وحشیوں میں سے ایک اونٹ کو، جو سب سے آگے آگے تھا، شکار کر لیا اور مسلمانوں نے ان کو قتل کرنا اور شکار کرنا شروع کر دیا۔ ان میں سے بدک کر بہت کم تعداد میں بھاگ سکے، اسی دوران میں کہ میں ان کو شکار کر لینے اور پکڑنے میں نہایت شاداں و فرحاں تھا اور میں بھی ارادہ ہی کر رہا تھا کہ مسلمانوں کو لے کر ان کے وطن واپس لوٹ جاؤں، اچانک گھوڑے نے مجھے نیچے گرا دیا اور عمامہ میرے سر سے اڑ کر دور جا گرا! میں اس کو اٹھانے کی طرف جھکا تو ایسے میں آنکھ کھل گئی کہ میں گھبرایا ہوا اور مرعوب ہوا ہوا ہوں۔

یہ میرا خواب تھا، اب بتاؤ کہ تم میں سے کوئی شخص اس کی تعبیر بتانے والا ہے؟ میرا تو اپنا خیال یہ ہے کہ اس کی تعبیر یہی ہے جس مصیبت میں اس وقت ہم مبتلا ہیں۔

قوم پر یہ بات بہت شاق اور گراں گزری۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے دل میں واپسی کا ارادہ کر لیا تھا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے: موٹے اور فربہ وحشی جانور تو اس سے مراد یہی عجمی عیسائی ہیں جن کے تعاقب اور طلب میں ہم نکلے ہیں اور رہا آپ کا گھوڑے سے زمین پر گرنا، تو اس سے مراد ہے کہ آپ اپنے گھوڑے کو لے کر بلند جگہ سے پست زمین کی طرف اتریں گے اور باقی سر سے عمامہ کا گرنا تو عمامہ چونکہ اہل عرب کے لئے تاج ہے، تو یہ آپ کو کسی رسوائی اور مصیبت کے لاحق ہونے کی طرف اشارہ ہے!

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اگر یہ خواب اور اس کی تعبیرات میرے حق میں سچی ہیں تو ان کو امورِ دنیا سے بنا دے اور امورِ آخرت سے اس کو نہ بنائے! اور اللہ ﷻ سے ہی مدد چاہتا ہوں اور تمام امور میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔

پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے مسلمانوں کے شہسوارو! سن لو، بیشک خالد! فقط اپنے نفس کا مالک ہے۔ میں نے تو اپنی جان کو فی سبیل اللہ وقف کر دیا ہے تو کیا تمہیں بھی رغبت ہے کہ ان لوگوں کی طلب میں نکلیں؟ (لیکن یہ پہلے سوچ کر) کہ یہ فتح اور مال

غنیمت یا پھر جنت، جس کا مومنین سے وعدہ کیا گیا ہے۔

مسلمانوں نے عرض کیا: آپ کا جو ارادہ ہو، کر گزریں ہم آپ کے ساتھ ہیں، مگر بعض مسلمانوں کو جو نہایت ہی قلیل مقدار میں تھے اور انھیں حد سے زیادہ تھکاوٹ اور مشقت و تکلیف لاحق ہوئی تھی، انھوں نے اس کو پسند نہ کیا۔

پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، یونس رہبر رحمۃ اللہ علیہ جن کا نام آپ نے نجیب رکھا ہوا تھا، کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے یونس! تم کیا کہتے ہو؟ کیا ہم واقعی ان لوگوں سے جا ملیں گے؟

یونس نے کہا: بیشک آپ اب بھی ان کو جا لیں گے مگر مجھے اس بات کی فکر ہے کہ اگر رومیوں کو آپ کا اور آپ کے لشکر کا علم ہو گیا تو وہ چاروں اطراف سے آپ کا محاصرہ کرنے کی جان توڑ کوشش کریں گے۔

آپ نے فرمایا: یونس! اللہ عزوجل پر توکل کر کے ہمارے آگے لگ اور چل، اللہ عزوجل خیر کرے گا! مجھے اپنے اللہ عزوجل پر بھروسہ ہے اور مجھے مدینہ میں آرام فرمانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کی قسم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حق بیعت کی قسم! خالد بن ولید (مَیں) رضی اللہ عنہ ان کی طلب میں ذرّہ بھر بھی کوتاہی نہیں کرے گا۔

پھر آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے اور دوسرے مسلمان بھی سوار ہو گئے۔ یونس آپ لوگوں کے آگے آگے تھا اور آپ سب یونس کی راہنمائی میں ان کے تعاقب میں چل دیئے۔ حتیٰ کہ بلندی پر چڑھ گئے اور جبل لکام کا راستہ آپ نے قطع کر لیا۔

یونس ان کے نشانِ قدم کو دیکھ کر چل رہا تھا اور ان کے آثار اور ان کے جانوروں کے آثار کو دیکھ کر چلتا تھا، جس رات کی صبح کو ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ ہم ان تک پہنچ جائیں گے۔ اسی رات زور کا مینہ برسنا شروع ہو گیا۔ بارش اتنی زور سے برس رہی تھی کہ لگتا تھا کہ جیسے مشکیزہ کا منہ کھول دیا گیا ہو۔ یہ دراصل اللہ عزوجل کی طرف سے ہمارے حق میں بہتر ہوا کہ اس کی وجہ سے وہ قوم چلنے سے رک گئی۔

فروح بن طریف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ منظر میری نگاہوں میں ہے، ہم ایک دوسرے کو خوشخبری دیتے ہوئے چل رہے تھے۔ موسلا دھار بارش ہو رہی ہے اور یہ بارش پوری رات جاری رہی تھی، جب صبح کی روشنی چمکی اور بادل چھٹ گئے اور دھوپ نکل آئی تو یونس رہبر نے کہا: اے امیر! آپ یہاں ٹھہریں، میں اس قوم کی خبر لے کر آتا ہوں۔ بیشک اب ہم ان کے بہت قریب پہنچ چکے ہیں اور میں نے ان کا شور سنا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ارے واقعی تم نے ان کا شور سن لیا ہے؟!

اس نے عرض کیا: جی ہاں اے امیر! میری خواہش ہے کہ اگر آپ اجازت عطا فرمائیں تو میں جاؤں اور ان کی خبر لے کر آپ کے پاس آؤں! انشاء اللہ عزوجل۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا رومی لشکر کو جالینا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بڑے بصیرت والے شخص تھے اور دھوکہ نہیں کھاتے تھے۔ احتیاط کے پیش نظر آپ نے حضرت مفرط بن جعدہ رضی اللہ عنہ کو یونس دمشقی کے ساتھ کر دیا اور فرمایا: اے مفرط! تم یونس نجیب کے ساتھ چلو اور ان کا مونس اور نگران رہنا اور دونوں ملکر قوم کی خبر لاؤ۔

مفرط بن جعدہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے حکم سن لیا اور اے امیر! اطاعت، اللہ عزوجل کی ہے اور مسلمانوں کے امیر کی ہے، مجھے حکم قبول ہے۔

پھر دونوں روانہ ہو گئے یہاں تک کہ دونوں پہاڑ پر چڑھ گئے، جس کا نام ''الابرش'' تھا اور اہلِ روم اس کو ''جبل بارق'' کہتے تھے۔

حضرت مفرط بن جعدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم پہاڑ کی چوٹی پر چڑھے تو ہم نے دیکھا کہ پہاڑ کی دوسری طرف وسیع و عریض نہایت سرسبز و شاداب زمینیں ہیں اور بکثرت سرسبز فصلیں لہرا رہی ہیں۔ اس وسیع میدان کے وسط میں ہمیں نظر آیا کہ قوم جمع ہے اور اکثریت کو بارش نے متاثر کیا ہوا تھا حتیٰ کہ ان کے کجاوے اور سامان بارش سے بھیگ گئے تھے اور اب دھوپ تیز تھی تو ان کو اندیشہ ہوا کہ سامان خراب نہ ہو جائے، اس لئے انھوں نے کپڑوں کو اور دوسرے سامان کو بوریوں وغیرہ سے نکال کر خشک کرنے کے لئے دھوپ میں ڈال دیا تھا۔ ان میں سے اکثر سو رہے تھے کیونکہ کئی دن سے مسلسل چلنے کی وجہ سے اور تیز تیز سفر کرنے سے نیز رات بھر زور کی بارش سے وہ تھکے ہوئے تھے۔

حضرت مفرط بن جعدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے یہ دیکھ کر بڑی فرحت ہوئی اور میں چوٹی سے اترا اور اس وجہ سے کہ میں جلدی سے جا کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مال غنیمت کی خوشخبری دوں، اتنی تیزی سے چلا کہ اپنے ساتھی یونس راہبر کو بھی اپنے پیچھے چھوڑ دیا اور وہ ابھی چوٹی پر قوم کو جھانک جھانک کر دیکھنے میں مشغول تھا اور ان کی نقل و حرکت اور ان کے سامان کا جائزہ لے رہا تھا، میں واپس مسلمانوں کے پاس پہنچ گیا تھا۔

حضرت مفرط بن جعدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب مجھے دیکھا کہ میں اکیلا نہایت سرعت کے ساتھ ان کے پاس پہنچ گیا ہوں تو انھوں نے گمان کیا کہ میرے ساتھی نے ضرور میرے ساتھ کوئی مکر کیا ہے۔

آپ نے دریافت فرمایا: اے ابن جعدہ رضی اللہ عنہ! پیچھے کی کیا خبر ہے؟

میں نے عرض کیا: خیر ہے انشاء اللہ عزوجل غنیمت ہاتھ لگنے والی ہے، قوم اس پہاڑ کے پیچھے ہے ان کو بارش نے متاثر کیا ہے اور وہ دھوپ میں پڑے آرام کر رہے ہیں۔ انھوں نے اپنے سامان سوکھنے کو دھوپ میں ڈال رکھے ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل آپ کو اچھی خبر سنانے پر خوش رکھے! پھر میں نے دیکھا کہ آپ کے چہرے پر

خوشی اور فرحت و مسرت کے آثار عیاں ہیں۔ اتنے میں یونس بھی آ گیا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا نجیب خیر ہو!

یونس نے عرض کیا: آپ کو خوش خبری ہو اے امیر! قوم نے انطاکیہ کا راستہ ترک کرنے کے بعد اطمینان کر لیا تھا کہ وہ محفوظ ہو گئے ہیں اور ان کا خیال یہ تھا کہ اب آپ ان کا اس حد تک پیچھا نہیں کرینگے اور ہم بچ گئے ہیں اچھا اب آپ اپنے ساتھیوں کو تاکید فرما دیں کہ ان میں سے جو بھی میری بیوی کو پائے تو وہ اسے میرے لئے محفوظ رکھے اور میں مال غنیمت میں سے اس کے سوا اور کچھ نہیں چاہوں گا! حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ انشاء اللہ عزوجل تیری ہے اور تجھے ہی ملے گی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کر کے صف بندی کرنا

پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے جیش کو چار حصوں میں تقسیم کر کے ان میں سے ایک ہزار سواروں پر حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا۔ ایک دستہ پر حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ کو اور ایک دستہ پر حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا اور چوتھا دستہ جو باقی بچ گیا، اس کو خود اپنی کمان میں رکھا اور امر فرمایا کہ چلو، اللہ عزوجل برکت عطا فرمائے اور مدد فرمائے گا۔ پھر آپ نے ان تینوں افسروں کو ہدایت فرمائی کہ دشمن پر یکبارگی سب نے حملہ نہیں کرنا بلکہ تم میں سے ہر امیر علیحدہ علیحدہ خروج کرے اور تمھارے درمیان فاصلہ رہے اور وقفہ وقفہ سے دشمن کا رُخ کرنا ہے، متفرق ہو کر دشمن پر واقع ہونا ہے اور دوسری بات یہ یاد رکھو کہ جب تک میں حملہ نہ کر دوں تم نے حملہ نہیں کرنا۔ پھر چلنے کا حکم دیا تو سب سے پہلے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور پہاڑ کے درہ سے ہو کر قوم کی طرف، اس طرف سے پیش قدمی کی جدھر قوم اطمینان سے سوئی پڑی تھی۔ ان کے پیچھے حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور پھر سب سے آخر میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نکلے، یہاں تک یہ سب کھلے میدان کے اندر پہنچ گئے۔

حضرت عبید بن سعید التمیمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس سریہ میں تھا جس کی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ خود قیادت کر رہے تھے جب ہم سرسبز و شاداب میدان اور چراگاہ میں پہنچے اور اس چراگاہ کی شادابی اور تر و تازگی کے حسن کو دیکھا تو وہاں کے اچھلتے ہوئے پانیوں کا نظارہ کیا اور سرخ و زرد ریشمی کپڑوں کے چمک دار رنگوں کا حسن، جس کو دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہو رہی تھیں، دیکھا تو حضرت عبید بن سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بخدا قریب تھا کہ ہم اس کے حسن منظر کی وجہ سے کسی فتنہ میں مبتلا ہو جاتے اور وہ ہمیں طلب جہاد سے غافل کر دیتا، (ہم خالص جہاد فی سبیل اللہ کی بجائے دنیا کی طلب میں پڑ جاتے) کہ بنو تمیم کے ایک مرد نے کہا: "قَبَّحَ اللّٰہُ الدُّنْیَا" اللہ عزوجل بُرا کرے اس دنیا کا! یہ کتنی جلدی ہاتھ سے چلی جانے والی ہے اور کس قدر جلد متغیر ہو جاتی ہے۔

اے مسلمانو! تم اس جلد فنا ہونے والی دنیا کی رنگینیوں کے فریب میں نہ آنا یہ بڑی غدار اور مکار ہے، اس کے خیال کو چھوڑ دو۔

حضرت عبید بن سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس تمیمی کی گفتگو اور دنیا کی مذمت میں اس کے ان کلمات کو سن کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمانے لگے: اللہ عزوجل کی قسم! ہمارے تمیمی بھائی نے سچ کہا ہے۔ پھر آپ نے بلند آواز میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

اے مسلمانو! اَللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ کے دشمنوں کو طلب کرو اور ان کے ساتھ جنگ اور ان کی ہلاکت و تباہی میں رغبت رکھو، مالِ غنیمت کا خیال بھی دل میں نہ لاؤ۔ بیشک دنیا کا یہ سارا مال و اسباب اللہ عزوجل کو منظور ہوا تو تمہارے ہی لئے ہے۔ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ہر تبدیلی اور طاقت صرف اس عظمت اور بلندی والے اللہ عزوجل کے دست قدرت میں ہے۔ یہ کہہ کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو ساتھ لے کر دشمن پر ایک بپھرے ہوئے شیر کی طرح جھپٹ کر حملہ کر دیا۔

رومی لشکر پر حملہ

رومیوں نے جب دیکھا کہ لشکرِ اسلام نے ان پر حملہ کر دیا ہے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کے آگے آگے ہیں اور جھنڈا ان کے ہاتھ میں ہے تو وہ جان گئے کہ یہ مسلمانوں کا لشکر ہے۔ انھوں نے چیخ و پکار اور واویلا مچانا شروع کر دیا۔ توما نے اپنے نوجوانوں کو پکارا اور ہربیس نے اپنے بہادروں کو آواز دی۔ فوج اپنے اسلحہ کی طرف دوڑی اور گھوڑوں پر سوار ہوئی۔ بعض نے بعض سے کہا: یہ تو نہایت قلیل ہیں۔ مسیح ان کو تمھاری طرف ہانک لایا ہے اور ان مٹھی بھر مسلمانوں کو مسیح نے تمھارے لئے غنیمت بنا دیا ہے، ان پر تیزی سے حملہ کر دو اور (سولی) کی مدد و نصرت پر بھروسہ کرو۔

چنانچہ رومیوں نے اپنے ہتھیار پہن لئے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنے اموال کی حفاظت کے لئے اس کے پاس کھڑے ہو گئے اور اس کی حفاظت کرنی شروع کر دی۔ ان کا گمان یہ تھا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پیچھے کوئی نہیں ہے یہ اکیلے ہیں، وہ بھی کھڑے ہوئے ہی تھے کہ اتنے میں حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ ایک ہزار نوجوانوں پر مشتمل گھوڑ سواروں کے ساتھ آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ پھر کچھ دیر کے بعد حضرت رافع بن عمیرہ رضی اللہ عنہ بھی یوں ظاہر ہوئے جیسے سورج طلوع ہوتا ہے۔ آپ بھی ایک ہزار مجاہدین کی قیادت فرما رہے تھے اور ان کے پیچھے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بھی اپنا لشکر لے کر پہنچ گئے اور ہر دستے نے دشمن کی طرف تیز پنجوں والے شاہین اور عقاب کی طرح بازوؤں کو سمیٹ کر بڑھنا شروع کیا اور اللہ اکبر کی آوازوں سے فضا گونج اٹھی اور چاروں اطراف سے دشمن کا گھیرا تنگ کر دیا اور ان کے اردگرد منتشر ہو گئے۔ جو کچھ ان کے ہاتھ میں تھا سب کچھ اٹھا لینے کا عزم کر لیا اور سب مجاہدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم با آواز بلند

پڑھ رہے تھے:

''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه''

''نہیں ہے کوئی عبادت کے لائق مگر اللہ، حضرت محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔''

جنرل توما کی ہلاکت کا بیان

راوی کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے گھوڑے رومی کافروں پر اس طرح گر رہے تھے جس طرح پانی بلندی سے پستی کی طرف بہتا ہے۔ ہربیس لعین نے اپنے نوجوانوں کو آواز دی اور کہا:

تم اپنے قیمتی ساز وسامان اور اموال کی حفاظت کے لئے جان بکف ہو کر جنگ کرو اور ان مسلمانوں کا کوئی حیلہ اور تدبیر کارگر نہیں ہوگی، وہ کبھی اس جگہ سے جان بچا کر نہیں جاسکیں گے۔

رومی فوج یہ سن کر تقسیم ہوگئی اور ایک دستہ توما کے ساتھ ہو گیا اور ایک گروہ ہربیس کی سرکردگی میں لڑنے کیلئے تیار ہو گیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لئے جنرل توما پانچ ہزار کا گھوڑوں پر سوار لشکر لے کر آگے بڑھا، دونوں آنکھوں کے درمیان سونے کی ایک صلیب، جس پر ہیرے جواہر جڑے ہوئے تھے، بلند کی۔ آپ نے بھی گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اس کا رُخ توما کی طرف کر دیا۔ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ للکار کر فرمایا: اے اللہ کے دشمن! تم لوگوں نے خیال کر لیا تھا کہ تم بھاگ نکلے ہو اور بچ گئے ہو، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے لئے زمین کو سمیٹ دیا ہے اور اپنے فضل اور مہربانی سے تمھاری گرفتاری کے اسباب پیدا فرما دیئے ہیں۔

پھر آپ نے توما کا قصد کیا۔ اس کو ایک آنکھ سے کانا تو اس سے قبل حضرت اُم ابان رضی اللہ عنہا نے کر ہی دیا تھا اور اب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے توما پر حملہ کر کے اس کی دوسری آنکھ میں نشانہ باندھ کر نیزہ مارا تو اس کی دوسری آنکھ بھی پھوڑ دی اور اس کو گھوڑے سے نیچے گرا دیا۔ پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے توما کے ساتھیوں پر حملہ کر کے لڑنا شروع کر دیا اور توما کی وہ صلیب بھی انھوں نے قبضہ میں لے لی اور ان رومیوں کا قتل عام کرنے لگے۔ اللہ اللہ! کیا کہنے شہ سوار حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بہادری کے کہ وہ توما کے علاوہ کسی اور کی طرف نہیں گئے، ان کا دھیان توما پر رہا۔ جب وہ اپنے گھوڑے سے اوندھے منہ گرا، آپ اس کی طرف لپکے اور اس کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گئے اور دشمن خدا کا سر کاٹ لیا اور اس کو اپنے نیزے کی نوک پر لٹکا کر مسلمانوں کو بلند آواز سے پکارا کہ ''توما ملعون تو قتل ہو گیا ہے اب تم ہربیس کو تلاش کرو۔''

راوی بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو اس خبر سے بڑی فرحت اور خوشی ہوئی۔

یونس راہبر کی اپنی بیوی کے ساتھ مرج الدیباج کے مقام پر جنگ

حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے میمنہ کے دائیں بازو میں تھا، میں اپنے دستے کے ساتھ رومیوں کے اہل وعیال کے خیموں کی طرف بڑھا، میں نے دیکھا کہ رومیوں کی عورتیں بڑی سختی کے ساتھ اپنا دفاع کر رہی ہیں اور مسلمانوں کو اپنی طرف آنے سے سخت طریق سے روک رہی ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ ایک شخص جس نے رومیوں کا لباس پہنا ہوا ہے اور وہ اپنے گھوڑے سے اتر کر روم کی عورتوں میں ایک نوجوان لڑکی سے لڑ رہا ہے، کبھی وہ لڑکی اس پر غالب آجاتی ہے اور کبھی یہ اس پر غالب آجاتا ہے۔ میں یہ دیکھنے کے لئے کہ یہ کون مرد ہے، ان کے قریب چلا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ یونس راہبر ہے اور وہ اپنی بیوی سے برسرِ پیکار ہے اور وہ اس کے ساتھ اس طرح کشتی کر رہا ہے اور پنجے لڑا رہا ہے جس طرح ببر شیر اپنی مادہ سے کشتی کرتا ہے اور اسے پچھاڑا کرتا ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کی مدد کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ دس رومی عورتیں میری طرف بڑھیں اور انھوں نے میرے گھوڑے پر پتھر برسانے شروع کر دیئے۔

ان میں سے ایک حسین وجمیل عورت جس نے ریشمی لباس پہن رکھا تھا اس نے ایک بڑا پتھر پھینکا جو میرے گھوڑے کی پیشانی پر آ کر لگا، گھوڑے نے اپنا سر اپنے زانو پر مارا اور گر کر مر گیا۔ یہ گھوڑا بڑا عمدہ تھا اور اسی پر میں جنگ یمامہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ شریک جنگ رہا، جب گھوڑا گرا تو میں کود کر اس کی پیٹھ سے اترا۔ مجھے اس سے بڑا صدمہ پہنچا اور اس عورت پر مجھے بہت غصہ آیا۔ میں اس کو پکڑنے کے لئے دوڑا تو وہ ہرن کی طرح چوکڑیاں بھرتی ہوئی میرے سامنے سے بھاگ گئی اور اس کے پیچھے دوسری عورتیں بھی بھاگ نکلیں۔

بہرحال میں نے ان کا تعاقب کیا تو ان سے جا ملا۔ پہلے تو میں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا مگر پھر اس ارادہ سے رجوع کر لیا، البتہ ان کو ڈرا دھمکا کر اپنے قبضہ میں کر لیا۔ ویسے بھی میرا ارادہ صرف اس لڑکی کو قتل کرنے کا تھا جس نے میرے گھوڑے کو پتھر مار کر ہلاک کیا تھا اور کسی عورت کو قتل کرنے کا قصد نہ تھا، اس لئے میں اسی کی طرف بڑھا اور اسکے نزدیک جا کر جب اس کے سر پر تلوار اٹھائی تو اس نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیا اور رومی زبان میں کلام کرنے لگی اور وہ کہہ رہی تھی لفون لفون جس کا معنی ہوتا ہے جان کی امان! جان کی امان!، مجھے تعجب ہوا اور پھر میں نے یہ الفاظ سن کر اسکے قتل سے ہاتھ کھینچ لیا۔

اس لڑکی نے نہایت بیش بہا ریشمی کپڑے زیب تن کر رکھے تھے اور قیمتی موتیوں کی لڑیاں اس کے سر پر آویزاں تھیں۔ میں نے اس کے اور اس کے ساتھ جو دوسری عورتیں تھیں ان سب کے ہاتھوں کو کندھوں کے پیچھے کر کے باندھ دیا اور ان کو قید کر لیا۔ میں واپس لوٹا تو راستہ میں رومی فوج کا ایک خالی گھوڑا ملا جس پر کوئی سوار نہیں تھا، میں نے اس کو

پکڑا اور اس پر سوار ہو گیا۔ میں میدان جنگ کی طرف واپس آنے کا ارادہ کر رہا تھا تو پھر اچانک خیال آیا کہ بخدا یونس رہبر کا ضرور پتہ کرنا چاہئے کہ وہ کس حال میں ہے؟ میں نے اس کو تلاش کرنا شروع کر دیا، ڈھونڈتے ڈھونڈتے جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ بیٹھا تھا اور اس کی بیوی خون میں لت پت اس کے سامنے پڑی تھی اور وہ زار و قطار رو رہا تھا میں نے اس کو آواز دی "یونس! تمھیں کیا ہوا کیوں رو رہے ہو؟"

اس نے کہا: یہ میری بیوی ہے جس کی تلاش میں میں یہاں تک پہنچا اور اس کے حصول کے سوا میرا مطلوب اور کچھ نہ تھا، کیونکہ بخدا میں اس سے شدید محبت کرنے والا تھا جب میں نے اس کو دیکھ لیا تو میں نے اس سے کہا کہ دیکھئے میں آپ کے ساتھ آملا ہوں جبکہ آپ مجھ سے گریزاں ہیں اور میرے پاس آنے سے نفرت کرتی اور بھاگتی ہیں۔ اس نے جواب دیا میں مسیح کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میرا اور تمھارا کبھی اجتماع نہیں ہو سکتا کیونکہ تو نے اپنا پرانا دین چھوڑ کر محمد (ﷺ) کا دین اختیار کر لیا ہے اور میں نے اپنی جان مسیح کے لئے ہبہ کر دی ہے اور میں قسطنطنیہ جا رہی ہوں اور وہاں جا کر رہبانیت کی زندگی گزاروں گی اور ایک راہبہ بن کر رہوں گی۔ پھر اس نے جنگ سے خود منع کیا لیکن میں اس کے ساتھ لڑتا رہا حتیٰ کہ میں نے اس کو اپنی ملکیت میں لے لیا اور اسے قید کر لیا۔ جب اس نے دیکھا کہ میں نے اس کو قیدی بنا لیا ہے اور اس کا مالک بن گیا ہوں تو اس نے چاقو نکالا جو اس کے پاس موجود تھا اور اسے اپنے سینہ میں گھونپ کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا اور مقتولہ ہو کر گر گئی اسی لئے میں اس پر رو رہا ہوں کیونکہ مجھے اس کے ساتھ شدید عشق تھا۔

جنرل توما کی بیوی یونس رہبر کے پاس

حضرت رافع بن عمیرہ طائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں یونس کی داستانِ غم سن کر، سچی بات تو یہ ہے کہ میں بھی روئے بغیر نہ رہ سکا اور میں نے تسلی دیتے ہوئے یونس بھائی سے کہا: اللہ عزوجل نے تیرے لئے اس سے بھی بہتر لڑکی ظاہر فرما دی ہے جو اس سے بہتر ہے اور اس سے زیادہ حسین اور خوبصورت ہے۔ اس نے دیباج (ریشم کی اعلیٰ قسم) کے کپڑے زیب تن کئے ہوئے ہیں۔ قیمتی موتیوں کے آویزے اور سونے کے کنگن اس نے پہن رکھے ہیں اور اس کا چہرہ چاند کی طرح دمکتا ہے۔ آپ یہ پری پیکر حسین و جمیل لڑکی قبول کریں۔

یونس نے پوچھا کہ وہ کہاں ہے؟ میں نے جواب دیا یہ میرے ساتھ ہے۔ یونس نے جب اس کی طرف دیکھا اور اس کے لباس فاخرہ اور گراں بہا زیورات کو ملاحظہ کیا اور اس کا حسن و جمال اس پر آشکار ہوا تو اس سے رومی زبان میں گفتگو کی اور کچھ دیر اس سے احوال دریافت کرتا رہا، وہ لڑکی برابر روئے جا رہی تھی۔ آخر یونس راہبر میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا آپ نے کچھ سمجھا بھی کہ یہ لڑکی کون ہے؟ میں نے نفی میں جواب دیا کہ نہیں مجھے تو کچھ معلوم نہیں کہ یہ کون ہے؟ اس نے بتلایا کہ یہ بادشاہ روم ہرقل کی بیٹی ہے اور جنرل توما کی بیوی ہے، ظاہر ہے کہ مجھ جیسا شخص اس کی صلاحیت

ہرگز نہیں رکھتا لازماً ہرقل اپنی فوج کے ذریعے اسے واپس لینے کی کوشش کرے گا اور وہ مال فدیہ دیکر اس کو طلب کرے گا۔ بہرحال وہ میرے جیسے آدمی کے پاس تو کسی صورت اس کو نہیں رہنے دے گا۔

میں نے کہا اب تو یہ تیرے لئے ہے اور تو اس کے لئے۔ یہ سن کر یونس نے اسے لے لیا۔

حضرت رافع بن عمیرہ طائی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مسلمان اس وقت ایسی سخت جنگ لڑ رہے تھے کہ اس سے زیادہ سخت جنگ نہیں ہوسکتی اور ان میں سے بعض دیباج کے کپڑوں کو جمع کرنے میں مصروف تھے اور اسی طرح دوسرے مال و اسباب کو اکٹھا کرنے میں لگے ہوئے تھے۔

فتوح الشام

واقعہ مرج الدیباج

واقعہ مرج الدیباج اور اس کی وجہ تسمیہ کا بیان

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مرج الدیباج کی وجہ تسمیہ اور اس وادی کا یہ نام جواب تک اسی نام سے معروف ہے اس وجہ سے پڑا کہ اہل عرب جب کسی کے پاس دیباج کے کپڑے دیکھتے تو اس سے دریافت کرتے کہ تمھارے پاس یہ ریشم کے کپڑے کہاں سے آئے؟ تو وہ شخص جواب میں کہتا کہ یہ مرج الدیباج کے مال غنیمت میں سے مجھے ملے تھے اور چونکہ یہ کپڑے دیر تک ان لوگوں کے پاس چلتے رہے۔ اس لئے یہ واقعہ مشہور ہوا اور اس جگہ کا نام مرج الدیباج یعنی ریشمی کپڑوں کی وادیٔ سرسبز مشہور ہو گئی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مسلمان مجاہدین جب جنگ سے فارغ ہوئے اور انھوں نے امیر لشکر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنے درمیان موجود نہ پایا اور نہ ہی ان کا کوئی نشان اور اتا پتا معلوم ہو سکا تو مسلمان سخت بے چین ہو گئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھ سے عبدالحمید نے سند کے ساتھ یہ روایت بیان کی ہے اور کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا ہے آپ بصرہ میں تھے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور فتح شام کے متعلق بیان فرما رہے تھے تا آنکہ انھوں نے اس ضمن میں مرج الدیباج کا واقعہ بھی بیان فرمایا۔

انھوں نے فرمایا کہ یہ ایک بہت بڑا معرکہ تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے خود کو دشمن کے شہروں میں داخل کر کے اور طلب غنیمت میں بلادِ روم کے وسط تک جا کر اپنے آپ کو سخت نقصان اور خطرے میں مبتلا کر لیا تھا۔ بنو مازن کے ایک شخص نے سوال کیا یا خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا واقعہ تھا؟

راوی کہتا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو جب یا خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر مخاطب کیا جاتا تو آپ اس خطاب سے بہت زیادہ خوش ہوتے تھے [1] تو انھوں نے بیان فرمایا:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دمشق سے رومی عیسائی جو بے حساب مال و اسباب لے کر چلے گئے اور آپ مال غنیمت کی طلب اور دشمنان خدا کی سرکوبی کے لئے چار ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوئے تھے، وہاں پہنچ کر آپ نے جرنل توما کو قتل کیا۔ اس کے جانبازوں کی پلٹن کو قیدی بنایا اور بہت سا مال غنیمت آپ کے ہاتھ آیا۔ گورنر ہربیس آپ کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے میدان جنگ میں اس کو بہت تلاش کیا مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ آپ کو اس کی سخت تلاش

[1] پتہ چلا نسبت اگر اچھی جانب ہو تو اس کے اظہار پر مسرت کرنا سنت صحابہ ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

تھی اور آپ ہر صورت میں اس کو پانا چاہتے تھے۔ آپ روم کے لشکر میں چکر لگا رہے تھے اور ان کے مردان کار کو قتل کر رہے تھے اور ان کے بہادر سورموں کو کاٹ کاٹ کر پھینک رہے تھے۔ اچانک آپ کی نظر روم کے پہلوانوں میں سے ایک پہلوان پر پڑی جو عظیم الخلقت، ہاتھی کی طرح اس کی جثہ، لال سرخ رنگ کی بڑی بڑی گھنی داڑھی اور ریشم کے بھاری بھرکم کپڑے اس نے پہن رکھے تھے اور اوپر سے پورے بدن کو اس نے لوہے سے ڈھانپ رکھا تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا ایک پہلوان کو پچھاڑنا

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ ڈیل ڈول اور وضع قطع دیکھ کر گمان کیا کہ یہی لعین ہربیس ہے۔ آپ نے اپنے گھوڑے کا رُخ اس کی طرف موڑ دیا اور گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے اس کی طلب میں نکل پڑے تا کہ بجلی بن کر اس پر گریں اور اس کو اب ایک پل کے لئے بھی زمین پر زندہ نہ رہنے دیں۔ اس پہلوان نے جب آپ کو آتے ہوئے دیکھا اور آپ کے حملہ آور ہونے کی کیفیت کو ملاحظہ کیا تو وہ آپ کے سامنے سے بھاگ پڑا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنا گھوڑا اس کے پیچھے لگا دیا، اس نے میدان کے چکر لگا کر اپنے آپ کو بچانا چاہا۔ آپ کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا آپ نے نشانہ باندھ کر اس کی پشت پر اس زور سے نیزہ مارا کہ وہ اسی دم اپنے گھوڑے سے منہ کے بل زمین پر آ گرا حضرت خالد رضی اللہ عنہ غضبناک شیر کی طرح اس پر جھپٹے اور وہ فرما رہے تھے: تیرا ستیاناس ہوا ے ہربیس! کیا تو نے یہ گمان کر لیا تھا کہ تو مجھ سے جان بچا کر بھاگ جائے گا۔

وہ پہلوان عربی زبان بولتا اور سمجھتا تھا، اس نے عربی زبان میں فریاد کی اور کہا: اے عربی! بیشک میں ہربیس نہیں ہوں، آپ مجھے قتل نہ کریں بلکہ زندہ چھوڑ دیں حتیٰ کہ میں آپ کو اپنی جان کے فدیہ میں اتنا مال دوں گا کہ آپ خوش ہوں گے اور جب بھی طلب کرو گے میں اسی وقت آپ کو دے دوں گا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ارے تیرا ستیاناس! تیری اس وقت تک خلاصی نہیں ہوگی جب تک تو مجھے ہربیس کے بارے خبر نہیں دے دیتا کہ وہ کہاں ہے؟ اور ہربیس کے علاوہ اور کوئی میرا مقصد نہیں ہے، مجھے بس وہی مطلوب ہے میں صرف اب اس کا ارادہ رکھتا ہوں اور تحقیق اللہ عزوجل نے توما کو تو میرے ہاتھ سے ہلاک فرما دیا ہے اور مجھے امید ہے کہ میں ہربیس تک بھی پہنچ کر ہی رہوں گا۔ اگر تو مجھے اس کے متعلق بتلا دے تو میں تجھے ایسے ہی چھوڑ دوں گا اور تجھ سے کوئی فدیہ نہیں لیا جائے گا اور کوئی مال وصول نہیں کیا جائے گا۔

اس پہلوان نے یہ سن کر کہا آپ کو خوش خبری ہوا ے عرب بھائی! یقیناً آپ اپنی مراد اور مطلوب پانے ہی والے ہیں اور ہاں! البتہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ سے پکا عہد لوں کہ جب میں ہربیس کے بارے تمہیں بتلا دوں تو تم مجھے چھوڑ دو گے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم نے ہربیس پر میری رہنمائی کردی اور وہ ہاتھ آ گیا تو انشاء اللہ عزوجل اس کا عوض تجھے ضرور دیا جائے گا۔

اس پہلوان نے کہا: اے برادرِ عرب! یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اس سے قبل تم لوگوں نے ہمارے ساتھ یہ غداری کی ہے کہ تم نے ہمیں امان دی تھی اور دمشق سے جب ہم نکلے تو تم لوگوں نے عہد کیا تھا کہ تم یہاں سے نکل جاؤ۔ ہم تین دن اور تین رات تک تمہارا پیچھا نہیں کریں گے، لیکن تم پھر ہمارے تعاقب میں یہاں تک آ گئے۔ یہ سب کچھ کیا ہے؟ یہ تمہارا دھوکہ اور غداری ہے۔ کیونکہ تم نے کہا تھا کہ ہم دمشق سے باہر تمھیں نہیں پکڑیں گے اور ہمیں یہ گمان نہ تھا کہ تمہارا کوئی شخص اس جگہ تک پہنچ جائے گا، لیکن تم نے ہمارا تعاقب کیا اور جو کچھ مال واسباب اور قیمتی اشیاء ہم دمشق سے نکال لائے تھے وہ سب کچھ تم نے ہم سے چھین لی ہیں۔ کیونکہ پہلے دن سے ہی تمہاری نظریں اس مال واسباب اور قیمتی اشیا پر لگی ہوئی تھیں۔ پھر اب تم کہتے ہو کہ اگر میں تمھیں ہربیس کا بتلا دوں تو مجھے رہائی مل جائے گی اور میری جان کو امان ہوگی، میں یہ کیسے یقین کرلوں جبکہ ایک مرتبہ تمہاری غداری اور عہد شکنی ظاہر ہو چکی ہے؟ اور میں تمھیں ہربیس کے گرفتار ہو جانے کی ضمانت بھی تو کیونکر دے دوں، کیونکہ وہ اپنے دور کا ایک بہادر اور شہ زور مرد ہے اور اپنے ہم عصروں پر قدرت رکھنے والا شخص ہے اور تمہارا یہ کلام بھی عذر اور دھوکا کا داعی ہے۔

راوی کہتے ہیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اس کی گفتگو سے بہت غصہ آیا اور آپ اس پر غضبناک ہوئے اور فرمایا: تیری ماں مرے! کیا تو ہمیں غدر کی طرف منسوب کرتا ہے اور عہد شکنی کا طعنہ دیتا ہے؟ غداری کرنا ہماری فطرت نہیں ہے، کیونکہ ہم شفیع الامۃ نبی الرحمۃ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں جب ہم کوئی بات کرتے ہیں تو اس کو پورا کرتے ہیں اور جب ہم کسی کو امان دیتے ہیں تو اس کی ادائیگی میں وفاداری کا دامن نہیں چھوڑتے۔

سنو! تمہارے الزام کا جواب یہ ہے کہ ہم تمہاری طلب میں تین دن اور تین رات کے بعد چوتھے دن ہی نکلے تھے، اس میں ہم نے کوئی عہد شکنی نہیں کی کیونکہ ہم نے تین دن اور تین رات تک وعدہ کیا تھا کہ تمہارا تعاقب نہیں کریں گے جبکہ ہم چوتھے دن تمہارے تعاقب کے لئے نکلے اور اللہ عزوجل نے یہ دوری ہمارے لیے آسان فرما دی اور ہر سختی اور صعوبت کو اس نے طے کرا دیا۔

میں نے جو کچھ تم سے کہا کہ تم ہربیس پر میری رہنمائی کردو تو جب وہ مجھے نظر آ گیا تو نظر پڑتے ہی میں انشاء اللہ العزیز اس کو پکڑ لوں گا اللہ عزوجل میری مدد فرمائے گا۔ میری یہ نیت ہے اور مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کے حق کی قسم! اگر تو نے مجھے اس پر دلالت (رہنمائی) کردی تو میں ضرور تجھے رہا کردوں گا اور اس سلسلہ میں تجھ سے کوئی فدیہ اور کسی قسم کا مال وصول نہیں کیا جائیگا، رہائی تجھے مفت ملے گی۔

پہلوان نے جب یہ گفتگو سنی تو کہا: اے عرب کے نوجوان! میرے سینہ سے اٹھ تا کہ میں تجھے ہربیس کے متعلق بتلاؤں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس کے سینہ سے اٹھ کھڑے ہوئے، پہلوان کو دکرا ٹھا اور دائیں بائیں نظر گھما کر دیکھا اور پھر کہنے لگا کیا تم پہاڑ کی گھاٹی میں چڑھائی پر چڑھتے ہوئے گھوڑوں کو دیکھ رہے ہو نا؟!

آپ نے فرمایا: "ہاں!" کافر پہلوان بولا گھوڑوں کی جماعت کا قصد کرو کیونکہ ہربیس اس جیش کے مقدمہ اور فرنٹ میں موجود ہے اس کے سر پر صلیب کے جواہر اور موتی چمک رہے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کے اوپر قبیلۂ جُرھُم یا قبیلۂ ہزبیدہ کے ایک آدمی کو جس کا نام اسد بن جابر تھا، مسلط کر کے اسے ہدایت کر دی کہ اے اسد! اگر تو وہ شخص، جس کی طرف اس نے میری رہنمائی کی ہے، واقعی وہ ہربیس نکلا تو اس کو رہا کر دینا اور اگر اس نے جھوٹ بولا ہو تو پھر اس کی گردن اڑا دینا۔

فرماتے ہیں کہ حضرت اسد بن جابر رضی اللہ عنہ اس پر مسلط ہو گئے، اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے گھوڑے کی عنان آزاد چھوڑ دی اور گھوڑے کو مطلق العنان کرنے کے بعد نیزہ سیدھا کر لیا حتیٰ کہ گھوڑوں کی جماعت کے ساتھ جا ملے اور ان کے قریب جا کر بلند آواز سے ان کو للکارا اور کہا:

تمہارا ناس ہو تم مجھ سے کہاں خلاصی پا سکتے ہو، یہ دن تمہیں پیشانیوں کے بالوں سے پکڑ پکڑ کر گھسیٹنے کا دن ہے۔

ہربیس نے جب آپ کے چلانے کی آواز سنی اور آپ کا کلام اس کے کان میں پڑا تو اس کو یقین ہو گیا کہ یہ کوئی عرب ہے اس کے تو منہ میں طمع سے پانی آ گیا اور وہ فوراً آپ کے قتل کے ارادہ سے کھڑا ہو گیا اور اس کے فوجی جرنیل اس کے اردگرد گھیرا ڈال کر کھڑے تھے۔ وہ سب کے سب تلواروں، خودوں اور ہتھیاروں سے مسلح اور لیس تھے۔ ان میں سے ہر ایک دلیری اور برتری والا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان پر سخت حملہ کیا اور فرمایا: بدبختو! تم نے یہ گمان کر لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور تمہارے اموال پر ہمیں قدرت عطا نہیں فرمائے گا اور تم اپنے جان و مال کو ہم سے بچا کر بھاگ نکلو گے سنو!

"أَنَا الْفَارِسُ الشَّدِيْدُ اَنَا الْبَطَلُ الْعَنَدِيْدُ اَنَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ"

"میں طاقت ور شہسوار ہوں، میں بہادر سردار ہوں۔ میں خالد بن ولید ہوں!"

یہ کہہ کر آپ نے ان کے ایک شہسوار کو نیزہ مار کر ہلاک کر دیا اور پھر ایک اور شہسوار کی طرف متوجہ ہوئے اور اُسے بھی جہنم رسید کر دیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا تنہا ہربیس کے لشکر سے مقابلہ

علامہ واقدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ہربیس نے جس وقت آپ کی للکار کو سنا کہ کوئی للکار رہا ہے کہ "ہے کوئی جو مقابلہ کے

لئے میدان میں اترے'' تو وہ آپ کا کلام سن کر گھوڑے کی زین پر بیٹھا بیٹھا ہی لڑکھڑا گیا اور اپنے ساتھیوں سے چلا کر بولا: تمہارا بیڑا غرق! کھڑے کیا دیکھ رہے ہو، یہی وہ شخص ہے جس نے شام میں انقلاب برپا کیا اور اہل شام کے امور کو الٹ پلٹ کر کے رکھ دیا ہے۔ یہی وہ شخص ہے جو تمہارے شہروں، ارکہ، تدمر، حوران، بصرہ پر قبضہ کر چکا ہے اور اسی نے تمہارے دمشق اور اجنادین کو فتح کر کے تم سے چھین لیا ہے۔ آج یہ شخص اکیلا یہاں تمہارے نرغے میں پھنسا ہے، پکڑ لو یہ جانے نہ پائے اور یاد رکھو اگر تم نے اسے پکڑ لیا تو سمجھو کہ تمہاری کھوئی ہوئی عزت لوٹ آئی اور گویا تم نے اپنی عظمت رفتہ کو دوبارہ پا لیا ہے اور پھر تمہارے مقبوضہ علاقے اور شہر بھی دوبارہ تمہارے ہاتھ میں آ جائیں گے۔ اس ایک شخص کو ہلاک کر کے گویا کہ تم اپنے جملہ مقتولین کے خونوں کا بدلہ اور انتقام بھی لے لو گے، لہٰذا اب یہ تم سے بچ کر نہ جائے، ٹوٹ پڑو اور اس کو پکڑ لو۔

راوی کہتے ہیں کہ رومی فوج نے آپ کو تن تنہا اور اپنے ساتھیوں سے الگ دیکھ کر آپ کو پکڑنے میں طمع کی اور مسلمانوں کا حال یہ تھا کہ وہ کچھ تو رومیوں سے جنگ کرنے میں مشغول تھے اور کچھ مال غنیمت لوٹنے سمیٹنے میں لگے ہوئے تھے الغرض ہر ایک اپنی اپنی جگہ مشغول تھا۔ ادھر ہربیس کے فوجی جرنیل اپنے گھوڑوں سے اترے اور انھوں نے آپ کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ چونکہ لوگ ایک ایسے پہاڑ پر تھے جہاں درختوں کے جھنڈ کے جھنڈ کھڑے ہوئے اور راستہ کٹھن اور نہایت دشوار گزار تھا، اس لئے آپ اس طرح سے ایک نازک مقام پر گویا پھنس کر رہ گئے جس کا دفاع آپ کی طاقت سے باہر تھا۔ آپ وہاں اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آئے، تلوار ہاتھ میں لے لی اور ڈھال کو سامنے کر لیا پھر صبر و استقلال سے تن تنہا رومی جرنیلوں اور بہادر سورموں کے مقابلہ کے لئے ڈٹ گئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری سند کے ساتھ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور وہ ''مرج الدیباج'' کے معرکہ میں خود شریک ہوئے تھے۔ انھوں نے بیان کیا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب اپنے گھوڑے سے اترے اور خود کو رومی سورموں اور بہادر جرنیلوں کے درمیان محصور اور گھیرا ہوا دیکھا تو خود سے کہا: اے خالد! تیرا خواب سچا ہو گیا ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کی تو طلب کیا کرتا تھا!

آپ کو اس نازک وقت میں یہ بھی احساس ہوا کہ آپ نے تعاقب میں نکل کر غلطی کی ہے، میرا کام یہ تو نہ تھا کہ اکیلے اتنی کثیر فوج سے لڑنے کے لئے نکل کھڑا ہوں۔ بلکہ میرا کام تو یہ تھا کہ اپنے جھنڈے کے نیچے مسلمانوں کو مجتمع رکھ کر انکو دشمن سے لڑاتا۔

علماء کرام نے لکھا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بتیس جنگیں لڑی ہیں اور ہر جنگ میں ان کی تمنا ہوتی تھی کہ جام شہادت نوش کریں مگر ان کی یہ شہادت کی طلب قدرت کی طرف سے پوری نہ ہوئی، آج جب وہ اپنے گھوڑے سے پیادہ ہوئے اور سپر اور تلوار لے کر جنگ کے لئے بڑھے تو آپ کا مقابلہ بیس

(20) چوٹی کے بہادروں کے ساتھ تھا جو نہایت قوی الجثہ، موٹے تازے نوجوان رومی نسل تربیت یافتہ فوجی جرنیل تھے۔ سب سے پہلے ہربیس آپ کی طرف آگے بڑھا۔ آپ چاہتے تھے کہ اس پر ایک ایسی کاری ضرب لگائی جائے جو اس کی کھوپڑی تک پہنچے اور اس کا کام تمام کرے مگر آپ کثیر تعداد فوج کے ساتھ تن تنہا لڑ رہے تھے، اس لئے ہربیس نے آپ کے پیچھے سے آ کر وار کیا اور اس کی تلوار آپ کے خود پر آ کر لگی جس سے خود بھی کٹا اور آپ کا عمامہ بھی پھٹ کر گر گیا۔

ہربیس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر پرے جا گری اب حضرت خالد ﷜ کو خدشہ یہ تھا کہ اگر تو آپ اپنے پیچھے کی جانب متوجہ ہوتے ہیں اور ہربیس کے حملہ کا جواب دیتے ہیں تو وہ بیس کافر آپ پر یکبارگی ٹوٹ پڑتے ہیں اور دوسری طرف یہ بھی ہے کہ کہیں ہربیس آپکے ہاتھ سے بھاگ نہ جائے یا وہ آپ پر پیچھے سے دوبارہ حملہ نہ کر دے اور آپ کو قتل کر دے۔ آپ نے فوراً ایک جنگی چال چلی اور حربی حیلہ کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی دائیں بائیں اشارہ کرتے ہوئے حملہ کے ساتھ ساتھ زور زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا اور ایک شور برپا کر دیا جیسے آپ کسی امداد کے پہنچنے پر خوش ہو رہے ہوں، جو آپ کے لئے کمک کی صورت میں پہنچنے ہی والی ہو حالانکہ اس طرح سے دراصل آپ ایک جنگی تدبیر اور حیلہ سے کام لے رہے تھے اور ان رومی جرنیلوں کے ساتھ چال چل رہے تھے۔

آپ اسی حال میں تھے کہ قدرت کی طرف سے سچ مچ مسلمان آپ کی مدد کو پہنچ گئے اور آپ نے عربوں کی آوازوں کو بلند ہوتے ہوئے سنا، جنھوں نے آتے ہی رومیوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ مسلمان مجاہدین اللہ اکبر کی آوازیں بلند کر رہے تھے اور ان میں سے ایک کہہ رہا تھا:

”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ“

”ایک اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں ہے اور بیشک محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔“

انھوں نے کہا: اے ابا سلیمان (یہ حضرت خالد بن ولید ﷜ کی کنیت ہے)! رب العالمین کی طرف سے آپ کے پاس دستگیر اور فریادرس آ گیا ہے، میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق ہوں۔ حضرت خالد ﷜ نے جب آپ کی آواز سنی تو آپ نے ان کی طرف توجہ نہیں کی اور نہ ان کے ساتھ آنے والوں کی طرف مڑ کر دیکھا بلکہ لڑنے کی طرف متوجہ رہے حتیٰ کہ ان تمام رومیوں کو دائیں بائیں متفرق اور منتشر کر دیا۔

ہربیس کا قتل ہونا

ہربیس نے جس وقت مسلمانوں کے نعروں کی آوازیں سنیں تو پیٹھ دے کر بھاگ گیا۔ حضرت خالد ﷜ فوراً اس کی طرف بڑھے اور آپ نے تلوار کے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا اور وہ خون میں نہا گیا۔ اب حضرت عبدالرحمٰن

بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے اور ہربیس کے ساتھیوں کے درمیان رَن پڑا اور دونوں طرف سے تلواریں چلنی شروع ہو گئیں اور مسلمان مجاہدین نے رومیوں کو ہلاک کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے جب کرب واندوہ کے یہ بادل چھٹے تو آپ نے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کے کردار اور بہادری کو دیکھ کر فرمایا واللہ اے ابن ازور رضی اللہ عنہ! تم فلاح پا گئے، تم سرخرو ہوئے، تم اپنے تمام افعال میں ہمیشہ مبارک باد کے مستحق قرار پائے ہو!

آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو سلام کیا پھر دوسرے مسلمانوں کو سلام کیا اور پوچھنے لگے آپ حضرات کو کیونکر معلوم ہوا کہ میں اس جگہ ہوں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہا: اے امیر! جس دوران ہم رومیوں سے جنگ میں مشغول تھے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان پر فتح نصیب فرمائی، وہ لوگ ہلاک ہو گئے اور بعض کو قیدی بنا لیا گیا، مسلمان اموال غنیمت کے جمع کرنے میں منہمک ہو گئے تو اسی اثناء میں ہم نے ہوا میں ایک غیبی آواز سنی، غائب سے ہاتف آواز دیکر کہہ رہا تھا:

''تم یہاں غنیمت کے اموال جمع کرنے میں مگن ہو اور خالد کو دشمنوں نے گھیرا ہوا ہے۔''

میں نے جب یہ آواز سنی تو میں نہیں جانتا تھا کہ آپ کس جگہ پر ہیں کیونکہ ہم نے آپ کی شخصیت کو اپنے درمیان سے کھو دیا تھا اور آپ ہم سے مفقود الخبر تھے اور مسلمانوں کو آپ کی وجہ سے سخت غم لاحق تھا کہ آپ کے ساتھیوں میں سے ایک ساتھی کے ہاتھ میں جو موٹا رومی پہلوان تھا، اس نے ہماری رہنمائی کی کہ تمہارے صاحب کو میں نے ہربیس کے متعلق بتلایا ہے اور وہ اس پہاڑ پر ہربیس سے برسر پیکار ہیں۔ پس ہم اس کے بتلانے پر آپ کی طرف جلدی سے دوڑے اور آپ کو پا لیا ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس نے ہمارے دشمن کے متعلق رہنمائی کی اور پھر مسلمانوں کو ہماری نصرت پر رہنمائی اور دلالت کرنے سے ہم پر اس کا حق واجب و ثابت ہو گیا ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے لشکر کی طرف واپس لوٹ آئے اور سب مسلمان آپ کے غائب ہونے کی وجہ سے سخت بے چین اور مضطرب تھے۔ جب انھوں نے آپ کو دیکھا تو ان کو حد درجہ فرحت اور خوشی ہوئی اور آپ کو سلام کرنے کے لئے دوڑ پڑے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے استقبال کے لئے آنے والوں کو سلام کیا اور ان کا شکریہ ادا فرمایا اور ان کے کارناموں کی تعریف کی۔ اس کے بعد آپ نے اس موٹے رومی پہلوان کو طلب فرمایا جس نے ہربیس کے متعلق آپ کی رہنمائی کی تھی، جب وہ آ گیا تو آپ نے اس سے فرمایا چونکہ تم نے ہمارے ساتھ وفا کی ہے اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ حسب وعدہ ہم تمہارے ساتھ حقِ وفاداری ادا کریں۔ پہلے تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم پر واجب ہے اور ہمارا مذہبی فریضہ ہے کہ تمھیں خیر خواہانہ مشورہ دیتے ہیں اور تم سے یہ پوچھتے ہیں کیا تمھیں رغبت اور شوق ہے کہ تم اپنی خوشی اور مرضی سے نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے والے لوگوں میں سے بن جاؤ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت میں شامل ہو جاؤ جس سے تم اہل جنت میں سے ہو جاؤ گے اور اس سے تمہارا

ہی بھلا ہوگا۔

رومی پہلوان بولا: میں اپنا دین نہیں بدلنا چاہتا۔ فرماتے ہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد اس کو آزاد فرما دیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی واپسی اور مالِ غنیمت جمع کرنا

حضرت نوفل بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس کافر رومی پہلوان کو دیکھا کہ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اکیلا ہی بلادِ روم کی طلب میں چل دیا۔ اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو مال غنائم جمع کرنے کا امر دیا اور قیدیوں کو اکٹھا کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ جب سب کچھ جمع ہو گیا تو آپ نے مال و اسباب کی کثرت کو دیکھ کر اللہ عزوجل کی حمد و ثنا کی اور باری تعالیٰ کی بارگاہ میں شکرانہ ادا کیا۔ پھر آپ نے یونس رہنما جس کا نام آپ نے نجیب رکھا ہوا تھا، اس کو طلب فرمایا اور اس کا حال پوچھا۔ آپ نے فرمایا: یونس نجیب سناؤ بھئی! تم نے اپنی بیوی کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

شاہ ہرقل کی بیٹی یونس رہبر کو عطا کرنا

یونس نے اپنی تمام سرگذشت سنائی اور اس کی خودکشی کا واقعہ بیان کیا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ کو بڑا عجیب قرار دیا اور آپ کو یہ سن کر تعجب اور حیرت ہوئی۔ حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے امیر! میں نے ہرقل بادشاہ کی بیٹی کو گرفتار کر کے قیدی بنا لیا ہے اور وہ شہزادی میں نے یونس کو اس کی بیوی کے بدلہ میں اس کے سپرد کر دی ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ شاہ روم ہرقل کی بیٹی کہاں ہے؟ کہتے ہیں جب میں نے وہ آپ کی خدمت میں پیش کی تو آپ نے اس کے حسن و جمال کو دیکھا، جو اللہ عزوجل خالق حسن و جمال نے اس کو عطا فرمایا تھا تو اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور پڑھا:

"سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ"

"اے اللہ تو پاک ہے اے اللہ ہر کمال پر تعریف کے لائق تو ہی ہے اللہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے اور اسکی جو مرضی ہے اختیار اور پسند فرمائے۔"

پھر آپ نے یونس نجیب سے فرمایا: اے نجیب! کیا تم اس ملکہ کو اپنی بیوی کے عوض قبول کرتے ہو؟

اس نے کہا: ہاں! قبول کرتا ہوں، مگر مجھے یقین ہے کہ یہ میرے پاس نہیں رہے گی کیونکہ اس کا باپ ہر صورت میں اس کو بازیاب کرنے کی کوشش کرے گا، چاہے اس کا فدیہ دیکر حاصل کرے، چاہے اس کو جنگ برپا کر کے اس کو

بازیاب کرانا پڑے وہ اس کو چھوڑے گا ہرگز نہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اپنی زوجہ کے بدلہ اسے بہر حال لے لو، اگر تو ہرقل نے اس کو طلب نہ کیا تو یہ تیری ہے اور اگر اس نے طلب کر لی تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض تجھے اس سے بھی اچھی بیوی عطا کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ!

فاتح اسلامی لشکر کا واپس لوٹنا

یونس نے کہا: اے امیر! آپ ایسے شہروں میں ہیں جہاں آپ کے لئے ٹھہرنا بہت سخت اور کٹھن ثابت ہو سکتا ہے لہٰذا کسی تنگی میں مبتلا ہونے سے قبل آپ یہاں سے کوچ کرنے کا فوری عزم کریں اور اس سے پیشتر کہ رومی لشکر آپ کو آ ملے، آپ اس مقام سے نکل جائیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارا اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے یہ کہہ کر آپ واپس لوٹنے کے لئے مائل ہو گئے اور تیزی سے چل پڑنے کا حکم دے دیا، آپ تیز تیز چل رہے تھے۔ اموال غنیمت آپ کے ساتھ تھے اور مسلمان آپ کے پیچھے پیچھے شاداں وفرحاں غانم اور سالم چل رہے تھے۔

حضرت روح بن عطیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ہم نے پورا راستہ قطع کر لیا اور پورے سفر میں کوئی رومی ہمارے آڑے نہیں آیا، ہم رومیوں کے شہروں کے اندر سے گزرتے رہے لیکن کسی نے ہم سے تعرض نہیں کیا تا آنکہ جب ہم "مرج الصغیر" جو اُم حکیم نامی پل کے قریب واقع تھا، کے پاس پہنچے تو ہمیں اپنے پیچھے ایک غبار ابھرتا ہوا نظر آیا اور ہوا کے بگولے کی طرح کوئی چیز اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھی تو ہمیں سخت ناگوار لگا۔

مسلمانوں میں سے ایک شخص تیزی سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف آیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو خبر دی، آپ نے فرمایا: تم میں سے کون شخص اس کی مکمل معلومات حاصل کر کے مجھے آکر بتلائے گا؟ قوم غفار کے ایک شخص جس کا نام صعصعہ بن یزید غفاری تھا، نے فوراً لبیک کہا اور آگے بڑھ کر خود کو پیش کر دیا اور کہا میں حاضر ہوں۔ پھر وہ اپنے عمدہ گھوڑے سے اتر گیا اس کو دوڑنے میں خاص ملکہ اور تجربہ حاصل تھا۔ یہ شخص دوڑ میں گھوڑے کو بھی پیچھے چھوڑ جاتا تھا پس اس نے غبار میں داخل ہو کر لشکر کی خبر لی اور الٹے پاؤں واپس پلٹ آیا اور اس نے دور سے ہی چلا کر کہا:

اے امیر! صلیب والوں نے ہمیں گویا پکڑ لیا اور اس مقدمۃ الجیش کے پیچھے ایک ایسا لشکر چلا آ رہا ہے جو سر سے پاؤں تک لوہے سے لیس ہے، ان کی آنکھوں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔

شاہ ہرقل کے لشکر کی آمد

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے یونس راہبر کو بلایا، جب گھڑ سوار قریب آ گئے، آپ نے فرمایا: اے یونس! آپ ان گھڑ سواروں کی طرف جائیں اور معلوم کریں کہ ان کے کیا عزائم ہیں؟ نجیب یونس نے عرض کیا: میں نے آپ کا حکم سنا اور فرمانبرداری کے لئے تیار ہوں۔ یہ کہہ کر یونس لشکر روم کے پاس گیا اور ان کے بالکل قریب سے جائزہ لے کر واپس پلٹ آئے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا:

میں نے تو پہلے ہی آپ سے عرض کر دیا تھا کہ ہرقل اپنی بیٹی کی طلب اور تلاش سے کبھی غفلت نہیں کرے گا، یہ دیکھ لیں اس نے اسی مقصد کے نفاذ کے لئے بھیجا ہے اور وہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے غنیمت کے اموال واپس لے لیں گے اور جب یہ آنے والا لشکر آپ سے لاحق ہوگا تو یہاں دمشق کے قریب سے آپ کے پاس ایک وفد بھیجے گا، وہ وفد آپ سے ہرقل بادشاہ کی لڑکی کے بارے پوچھے گا اور چاہے بطور ہدیہ آپ اس لڑکی کو واپس کر دیں، چاہے مال لے کر بہرحال وہ اس لڑکی کو حاصل کر کے رہیں گے۔

مذاکرات کا آغاز اور شاہ ہرقل کی بیٹی کی واپسی کا مطالبہ

اسی اثناء میں جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ یونس نجیب کے ساتھ گفتگو فرما رہے تھے کہ اچانک ایک عیسائی بزرگ شخص جس نے ٹاٹ کا لباس پہن رکھا تھا، مسلمانوں کے پاس آ کر کہنے لگا میں نمائندہ اور قاصد ہوں، تمہارا سردار کہاں ہے؟

مسلمانوں کے بعض افراد نے اس بوڑھے کا ہاتھ پکڑ کر اس کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا آپ نے اس سے فرمایا: کہو کیا چاہتے ہو؟

بوڑھے قاصد نے کہا: میں ہرقل بادشاہ کا نمائندہ اور ایلچی ہوں۔ بادشاہ روم نے تمہارے نام پیغام میں کہا ہے کہ تم نے میرے آدمیوں کے ساتھ جو کچھ سلوک کیا، میرے فوجیوں کو قتل کیا اور میری بیٹی کو گرفتار کر کے قیدی بنایا، ان تمام باتوں کی مجھے خبر پہنچی ہے۔تم نے میرے داماد کو ہلاک کر کے اور میری بیٹی کو قید کر کے میری توہین کی ہے۔ یہ بجا ہے کہ تم نے غلبہ حاصل کیا اور فاتح تم ہی رہے ہو، تم نے ہمارے اموال بھی ہتھیا لئے اور صحیح وسلامت بچ کر نکل گئے لیکن یاد رکھو کہ جو فاتح ہو، اگر وہ ظلم اور زیادتی کرنے لگے تو پھر یہ ظلم اور زیادتی فاتح کو مفتوح بنا دیا کرتی ہے لہٰذا حد سے تجاوز مت کرو میری لڑکی کو یا تو ہدیہ لے کر چھوڑ دو ورنہ اس کا جو فدیہ تم نے لینا ہو مجھے بتاؤ، مجھے اُمید تو یہی ہے کہ تم اس کو ویسے ہی باعزت طور پر چھوڑ دو گے کیونکہ جود و کرم اور بخشش تم اہل عرب کی عادت اور فطرت ہے اور یاد رہے ''جو شخص دوسروں پر

رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔" مجھے اُمید ہے کہ بیشک اب ہمارے اور تمھارے درمیان صلح واقع ہو جائے گی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا پیغام اور بیٹی کی رہائی

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب اس بوڑھے قاصد کی گفتگو سنی تو اس سے فرمایا: تو اپنے بادشاہ سے کہہ دینا: اللہ عزوجل کی قسم! میں اس وقت تک واپس نہیں لوٹوں گا جب تک اس جگہ کا بھی مالک نہیں بن جاتا جو تیرے قدموں کے نیچے ہے جیسا کہ یہ بات تو اپنے علم میں پاتا ہے۔ رہا تیرا ہمیں باقی رہنے دینا، سو اگر تجھے ہم پر غلبہ اور قدرت حاصل ہو جاتی تو تُو کبھی کوئی کسر باقی نہ رہنے دیتا ہمارے ہلاک کرنے میں، اب رہا تیری بیٹی کا معاملہ سو وہ تجھے ہماری طرف سے ہدیہ ہے اور مجھے امید ہے کہ یہ اپنی جگہ پہنچ جائیگی۔

پھر آپ نے لڑکی کو آزاد کر کے ان تک پہنچانے کا بندوبست فرما دیا اور اس کے فدیہ میں کوئی مال نہ لیا اور مفت میں اس کو رہا کر دیا۔

سفیر جب شاہ روم ہرقل کے پاس واپس پہنچا تو اس نے روم کے شاہوں اور سرداروں کو جمع کیا اور ان سے کہا: میں نے تمھیں پہلے ہی اس امر سے آگاہ کر دیا تھا اور تم لوگوں نے میری بات کی طرف توجہ نہ دی، ابھی تو یہ کچھ بھی نہیں ہوا اس سے بھی بڑا معاملہ پیش آنے والا ہے اور اس میں تمھارا دراصل کوئی قصور نہیں ہے بلکہ یہ سب کچھ رب کائنات کی طرف سے ہے۔ رومی بادشاہ سفیر کی تقریر سن کر دھار، دھار رونے لگے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا واپس دمشق آنا

حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہاں سے چل پڑے حتیٰ کہ دمشق آ گئے، یہاں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور ان کے دوسرے ساتھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی طرف سے مایوس ہو گئے تھے۔ وہ حضرات جب انتہائی نا اُمیدی اور یاس کے عالم میں تھے تو اچانک حضرت خالد رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ مسلمان مسرت سے آپ کے استقبال کے لئے نکلے اور صحیح و سلامت پہنچنے پر آپ کو مبارکباد دینے لگے۔ تمام مسلمان ایک دوسرے کو سلام کرنے اور ملنے لگے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے یہاں دمشق میں حضرت عمرو بن معدیکرب زبیری رضی اللہ عنہ، حضرت مالک الاشتر نخعی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو موجود پایا۔ پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اپنی ساری سرگزشت بیان کی۔ انھوں نے پوری رپورٹ سن کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی شجاعت و جسارت پر تعجب کیا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے خیمہ میں آرام کرنے کے بعد اموال غنیمت کا خمس 1/5 نکال کر الگ کر دیا اور باقی مال و اسباب مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ اپنے حصہ میں سے یونس رہبر کو مزید کچھ مال عنایت کر کے ارشاد فرمایا: تم یہاں سے اپنے نکاح کا بندوبست کر لو یا کوئی رومی لڑکی خرید لو۔

یونس نے کہا: اللہ ﷻ کی قسم! میں اپنی اس زوجہ کے بعد اس دنیا میں کبھی کسی سے شادی نہیں کروں گا اور اب میری ایک ہی خواہش ہے کہ آخرت سنور جائے اور آخرت میں ہی کسی حور عین سے شادی بھی کروں گا اور بس!

حضرت یونس رہبر کی شہادت کا واقعہ

حضرت رافع بن عمیرہ طائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت یونس رضی اللہ عنہ یرموک کی لڑائی تک ہمارے ساتھ شریک جہاد رہے۔ آپ بڑی بہادری اور جانثاری کے ساتھ دشمنوں سے لڑتے تھے اور بڑے بہادر مجاہد تھے۔ جنگ یرموک میں آپ کی آزمائش کا وقت آ گیا اور بڑا اچھا وقت آپ کو نصیب ہوا۔ میں نے دیکھا کہ میدان یرموک میں ایک تیر آ کر آپ کے سینہ میں پیوست ہوا اور آپ زمین پر گرتے ہی شہید ہو گئے۔ مجھے آپ کی جدائی کا بہت صدمہ ہوا اور میں آپ کے لئے بکثرت اللہ ﷻ سے رحمت کی دعائیں کرتا رہا۔ ایک رات میں نے خواب میں ان کو دیکھا، انھوں نے چمکدار پوشاک پہنی ہوئی ہے اور پاؤں میں زریں کھسہ پہنا ہوا ہے اور گرین گارڈن (روضۃ اخضر) میں گھوم رہا ہے۔ میں نے اس سے کہا: اللہ ﷻ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک فرمایا؟

انھوں نے جواب دیا: اللہ ﷻ نے میری مغفرت فرما دی اور مجھے دنیا کی بیوی کے بدلے میں ستر ایسی حوریں عطا فرمائی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک حور بھی دنیا کی طرف اتر آئے تو اس کے چہرے کی چمک کے آگے چاند اور سورج کا بھی چہرہ اتر جائے، تم سب کو بھی اللہ ﷻ اچھا صلہ عطا فرمائے۔

حضرت رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اپنا خواب بیان کیا تو آپ نے فرمایا: اللہ ﷻ کی قسم! یہ بلند رتبہ سوائے شہید کے کسی کو نہیں ملتا۔ پس خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو اللہ رب العزت نے اس مرتبہ سے سرفراز فرمایا۔

دمشق اور مرج الدیباج کی فتوحات کے متعلق خلیفۃ الرسول کے نام مکتوب

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب سریۂ مرج الدیباج سے سالم وغانم واپس پلٹے تو اُن کے خیال میں خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بقید حیات ہیں اور آپ کا وصال نہیں ہوا۔ اس لئے آپ نے ان کی خدمت اقدس میں خط لکھنے کا ارادہ کیا، جس میں فتح نصیب ہونے اور اہل روم سے مال غنیمت کے حاصل ہونے کی خوشخبری کی اطلاع کرنا مقصود تھا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو ابھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال فرما جانے اور آپ کے وصال کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خلیفہ مقرر ہونے کی خبر نہیں دی تھی چنانچہ آپ نے دوات اور سفید کاغذ منگوا کر خط لکھا جس کا متن درج ذیل تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لعبد الله خليفة رسول الله ﷺ من عامله على الشام
خالد بن الوليد المخزومى

اما بعد، فانى، احمد الله الذى لا اله الا هو و اصلى على نبيه محمد ﷺ و ثم انا لم نزل من مكابدة العدو على حرب دمشق حتى انزل الله علينا نصره وقهر عدوه و فتحت دمشق عنوة من الباب الشرقى بالسيف و كان ابو عبيده على باب الجابية فخدعته الروم فصالحوا على الباب الآخر ومنعنى ان أسبى و اقتل و التقينا عند كنيسة يقال لها كنيسة مريم و امامه القسس والرهبان و معهم كتاب الصلح وان صهر الملك "توما" و آخر يقال له "هربيس" خرجامن المدينة بمال عظيم و احمال جسيمة فسرت خلفهم و نزعت النعمة من ايديهما وقتلت اللعينين واسرت ابنة الملك هرقل ثم اهد يتها اليه وقدرجعت سالما وانا انتظر امرك والسلام

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

از خالد بن ولید مخزومی، گورنر شام از جانب خلیفۃ المسلمین۔

بخدمت جناب عبداللہ خلیفۂ رسول ﷺ اما بعد!

السلام علیکم! بیشک میں حمد کرتا ہوں اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور میں درود و سلام پیش کرتا ہوں اللہ ﷻ کے نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ میں، دمشق کی لڑائی میں ہمیں مسلسل دشمن کی طرف سے سخت مزاحمت اور تکلیف کا سامنا رہا، یہاں تک کہ اللہ ﷻ

نے ہم پر اپنی مدد نازل فرمائی اور اپنے دشمن کو مغلوب اور مقہور فرما دیا، میں نے مشرقی گیٹ سے شہر کا شرقی حصہ بزور شمشیر جنگ سے فتح کیا۔ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی ڈیوٹی جابیہ گیٹ پر تھی اور وہ ادھر متعین تھے۔ دشمن نے ان کے ساتھ فراڈ کر کے دوسرے دروازے پر مصالحت کر لی اس لئے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے مجھے کسی شخص کو بھی قتل کرنے یا قیدی بنانے سے منع کر دیا۔ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات چرچ کے پاس ہوئی تھی جس کو کنیسہ مریم کہا جاتا ہے، ان کے ساتھ اس وقت پادری اور راہب بھی تھے اور انھوں نے صلح نامہ بھی اپنے ہاتھ میں اٹھا رکھا تھا۔ بادشاہ روم ہرقل کا داماد جنرل توما اور اس کا ایک کمانڈر ہربیس نامی شخص یہ دونوں شہر کا بہت سا مال اور بہت سے افراد کو ساتھ لے کر شہر سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے میں نے ان کا پیچھا کر کے ان دونوں لعنتیوں کو قتل کر دیا اور جتنا مال سمیٹ کر وہ فرار ہوئے تھے سب حاصل کر لیا۔ شاہ روم ہرقل کی دختر جو توما کی بیوی تھی اس کو قید کر لیا تھا تاہم پھر بعد میں سیاسۃً بغیر کسی معاوضہ کے احساناً اور ہدیۃً اس کو رہا کر دیا اور بحفاظت ان کے سپرد کر دی گئی اور میں خود بھی اپنے ساتھیوں سمیت سالم و غانم واپس لوٹ آیا۔ آئندہ کے لائحہ عمل کے لئے آپ کے امر کا انتظار ہے۔

والسلام (اللہ حافظ)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے خط کو تہہ لگا کر اس پر اپنی مہر لگائی اور عرب کے ایک مرد جس کا نام عبداللہ بن قرط تھا، کو بلایا اور اس کے سپرد کر دیا۔ وہ یہ خط لے کر مدینہ منورہ کی طرف چل دیا جب وہ شخص مدینہ منورہ وارد ہوا تو اس وقت خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مقرر ہو چکے تھے اس نے عریضہ آپ کے سپرد کر دیا۔ آپ نے جب اس کا عنوان پڑھا کہ ”من خالد بن ولید الی خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“

”خالد بن ولید کی طرف سے خلیفہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام“

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: کیا ابھی تک وہاں کے مسلمانوں کو حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی وفات کی خبر نہیں ہوئی؟

قاصد نے عرض کیا: یا امیر المومنین! نہیں۔

آپ نے فرمایا: میں اس کے متعلق ایک خط ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ارسال کر چکا ہوں اور اس خط میں میں نے

یہ بھی لکھ بھیجا ہے کہ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا امیر مقرر کیا جاتا ہے اور خالد کو معزول کیا جاتا ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو ذاتی طور پر امارت اور سرداری کی تمنا اور خواہش نہیں۔ پھر آپ نے خاموشی سے پورا خط پڑھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت پر ایک نظر

اصحابِ سیرت جن کا ذکر بمع اسناد جزء اول کے شروع میں گزر چکا ہے، جو فتوحات شام کے راوی ہیں اور انھوں نے اس کو ثقہ راویوں سے نقل کیا ہے، انہی میں سے محمد بن اسحاق، سیف بن عمر اور ابوعبداللہ محمد بن عمر الواقدی بھی ہیں سب نے وہ کچھ بیان کیا جو انھوں نے خود دیکھا یا جن راویوں سے سنا وہ تمام ثقہ اور معتبر راوی ہیں وہ سب اپنی اخبار میں بیان کرتے ہیں:

جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روح قبض کر لی گئی اور ان کے بعد (خلافت کا) معاملہ (حضرت) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوا تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عمر باون (52) سال تھی، لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، آپ کی بیعت، بیعت تامہ تھی کوئی ایک شخص بھی آپ کی بیعت سے پیچھے نہیں رہا نہ کوئی چھوٹا نہ کوئی بڑا (سب نے بالاتفاق آپ کی خلافت پر بیعت کر کے آپ کو خلیفہ تسلیم کیا) آپ کے دورِ خلافت میں، شقاق اور نفاق ختم ہو گئے۔ باطل نابود ہوا اور حق قائم ہو گیا۔ سلطان قوی اور کید و مکر شیطان ضعیف ہو گیا۔ اللہ عزوجل کا دین غالب آ کر رہا اگرچہ کافروں کو ناگوار ہی تھا۔ آپ اپنے زمانہ خلافت میں مسکینوں اور غریبوں پر احسان اور نرمی کرتے تھے، چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کی عزت و توقیر کرتے تھے، یتیموں پر مہربانی کرتے اور مظلوم کو انصاف مہیا فرماتے تھے اور ظالم کو سزا دیتے تھے اور آپ اللہ عزوجل کے احکام میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ آپ اپنے زمانۂ خلافت میں مدینہ منورہ کے بازاروں اور منڈیوں کا دورہ کرتے اور آپ نے پیوند لگا ہوا لباس زیب تن فرمایا ہوتا، ہاتھ میں دُرّہ ہوتا تھا اور آپ کی وہ چابک ہماری ان تلواروں سے زیادہ ہیبت ناک ہوتی تھی، آپ کی خوراک روزانہ جَو کی روٹی ہوتی جس کو آپ پسے ہوئے نمک کے ساتھ تناول فرمالیتے تھے اور بسا اوقات نمک کے بغیر ہی آپ روٹی کھا لیتے تھے اور ایسا آپ زہد و تقویٰ اور مسلمانوں پر مہربانی کرتے ہوئے کیا کرتے تھے آپ مسلمانوں پر نہایت رحم اور نرمی کرتے تھے اور مقصد صرف اللہ عزوجل سے ثواب کا حصول ہوتا تھا اور کوئی شغل آپ کو ان امور کی ادائیگی سے غافل نہیں کرتا تھا جو اللہ عزوجل نے حقوق آپ پر واجب فرمائے تھے اور اسی طرح اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی ادائیگی سے کوئی چیز اور کام آپ کے لئے مانع نہیں بن سکتا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تاثرات

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ کی قسم! حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب منصب

خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں تو وہ اپنے پیشرو دونوں صاحبوں حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قدم بہ قدم چلے اور دین کے کاموں کے لئے آپ ہمیشہ مستعد اور کمربستہ رہتے تھے، غرور اور تکبر تو آپ میں نام کو بھی نہ تھا، جَو کی روٹی اور نمک نے آپ کو بہت جان سوختہ کر کے رکھ دیا تھا جس سے آپ میں نقاہت اور کمزوری بہت پیدا ہوگئی تھی۔ اسی طرح تیل اور چھوہاروں نے بھی آپ کی صحت کو نقصان پہنچایا، گھی آپ بہت کم استعمال فرماتے اور فرمایا کرتے تھے کہ نمک کے ساتھ جَو کی روٹی کھالینا اور بھوک کاٹ لینا آسان ہے کل کو دوزخ کی آگ میں جلنے سے، کیونکہ جو شخص آگ میں ڈالا جائے گا وہ نہ مرے گا اور نہ وہاں کوئی سکھ راحت پائے گا جس کی گہرائی بہت زیادہ اور اس کا عذاب بڑا ہی سخت ہے اور اس میں پینے کو پانی کی جگہ پیپ ملے گی۔ آپ نہ تو کسی کو طلب کرتے اور نہ اجازت دیتے تھے پھر بھی لشکر کے لشکر آپ کے دورِ خلافت میں جمع ہوتے رہے۔ آپ نے بہت سے لشکروں کو مختلف اطراف میں روانہ فرمایا اور بہت فتوحات فرمائیں اور بہت سارے نئے شہر آباد کیے۔ آپ رضی اللہ عنہ عذابِ آتش سے ہمیشہ خوف زدہ رہتے تھے۔ [1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد ہرقل کا اپنی قوم سے خطاب

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ بادشاہ روم ہرقل کو جب یہ اطلاع ملی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے خلیفہ مقرر ہوئے ہیں تو اس نے اپنے تمام وزیروں، گورنروں، سرداروں اور ارکانِ دولت کو طلب کیا اور کنیسہ قسان میں اپنے لئے نصب کیے گئے منبر پر چڑھ کر اپنے لوگوں کو خطاب کیا۔ اس کی تقریر کا مضمون یہ تھا:

''اے بنی اصفر! یہ ہی وہ شخص ہے جس سے میں تمہیں ڈراتا رہا ہوں اور تم نے میری بات نہ سنی اور اب تو معاملہ بہت سخت ہو گیا ہے جب گندمی رنگ، سرگیں آنکھوں والا شخص والی بن گیا ہے اور اس کے بعد عنقریب ہی صاحب فتوح مشابہ بہ نوح (علیہ السلام) شخص کی ولایت بخدا بخدا! حتمی بات ہے کہ میرے اس تخت سلطنت تک ضرور پہنچ کر رہے گی اور وہ یہاں تک کا مالک ہوگا ''الحذر الحذر'' خوف خدا، خوف خدا! اب بھی سمجھ جاؤ اور اس سے پیشتر کہ تم پر آسمان سے کوئی بڑی بلا اور مصیبت نازل ہو، تمہارے محلات و قصور منہدم کر دیئے جائیں، پادریوں کا قتل ہو، ناقوس بجنا معطل ہوں، ڈرنا چاہیے یہ شخص حرب و ضرب کا ماہر ہے۔ فارس اور روم پر لشکر کشی کرے گا اور ان دونوں کو فتح کرے گا یہ اپنے دین کا زاہد اور جو دوسرے دین اور ملت کی اتباع کرنے والا ہو، اس پر بڑا سخت گیر ہے، اب بھی وقت ہے کہ تم نیکی کا حکم دو اور بُرائی

[1] مطبوعہ نولکشور کے مطابق یہاں جزو اول ختم ہوتا ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

سے روکو اور بے حیائی کے کاموں کو چھوڑ دو، فرماں بردار بن جاؤ اور فرائض وواجبات کی ادائیگی میں دینِ مسیح کی پیروی شروع کر دو، زنا کاری اور دوسری بد عملیوں سے توبہ تائب ہو جاؤ تو مجھے اُمید ہے کہ خدا تمھاری ضرور مدد فرمائے گا لیکن اگر تم نے انکار کیا اور اسی طرح عناد، دشمنی، فسق و فجور نافرمانی اور دنیوی خواہشات کی طرف مائل رہے تو خدا تمھارے دشمن کو تم پر مسلط فرما دے گا اور تمھیں ایسی مصیبت میں مبتلا کرے گا جس کو برداشت کرنے کی تم میں سکت نہیں ہے۔

مجھے معلوم ہے کہ اس قوم کا دین تمام ادیان پر غالب آ کر رہے گا اور اس دین کے حاملین جب تک اس میں کوئی تغیر وتبدل پیدا نہیں کریں گے، ہمیشہ بہتر حالت میں رہیں گے اور تمھارے لیے اب میرا مشورہ یہ ہے کہ تم دو باتوں میں سے کسی ایک بات کو اختیار کرلو......:

اوّل تو یہ کہ تم دین اسلام قبول کرلو اور اگر یہ نہیں کرتے تو پھر دوسری صورت یہ ہے کہ تم اس قوم سے جزیہ ادا کرنے پر مصالحت کرلو۔"

ہرقل کی قوم نے جب اس کے منہ سے یہ الفاظ سنے تو اس پر قتل کے ارادہ سے جھپٹے مگر اس نے فوراً روئے سخن بدلا اور بڑی نرمی اور شفقت کے ساتھ ان سے مکالمہ شروع کر دیا اور ان کے غصہ کو یہ کہہ کر ٹھنڈا کر دیا کہ بس میں یہی دیکھنا چاہتا تھا کہ آیا تم لوگوں کے قلب وذہن میں اپنے دین کے متعلق غیرت وحمیت کی کوئی رمق باقی ہے یا اس کا جنازہ نکل گیا ہے اور میں نے تمھاری جانچ اور آزمائش کے لئے ایسا کیا ہے تاکہ پتا چلاؤں کہ تمھارے دلوں پر عرب قوم کا خوف تو کہیں غالب نہیں آ گیا؟

ہرقل کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قتل کروانے کی سازش کرنا

پھر ہرقل نے ایک عرب نژاد نصرانی کو جس کا نام "طلیقہ بن ماران" تھا، بلایا اور اس کو کثیر مال دینے کا وعدہ کرتے ہوئے کہا کہ تم اسی وقت اسی گھڑی مدینہ کی طرف چل دو اور وہاں پہنچ کر دیکھو اور جائزہ لو کہ عمر کو کس طریقے سے قتل کیا جائے؟ اور یاد رکھو کہ یہ کام تم ہی نے سرانجام دینا ہے۔

اس عیسائی کافر نے آپ کے قتل کی حامی بھرتے ہوئے کہا "ہاں ٹھیک ہے بادشاہ سلامت!" اور رخت سفر باندھ کر وہ سوئے مدینہ چل پڑا حتیٰ کہ مدینۃ النبی ﷺ میں واردات کے لئے وارد ہو گیا اور مدینہ منورہ کے ارد گرد کہیں چھپ کر بیٹھ گیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حسبِ معمول یتیموں اور بیواؤں کے اموال اور ان کے کھیتوں اور باغوں کی دیکھ بھال اور نگرانی کے لئے باہر تشریف لائے تو ادھر یہ نصرانی ایک گھان شاخوں والے گھنے درخت کے اوپر چڑھ کر اس کے پتوں

اور شاخوں میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ اتفاقاً آپ بھی اسی درخت کے نیچے جس کے اُوپر وہ چڑھا بیٹھا تھا، زمین پر پتھر کا سرہانہ بنا کر لیٹ گئے۔

جب آپ رضی اللہ عنہ کو نیند آ گئی تو اس کافر نے ارادہ کیا کہ اب اتر کر آپ کو قتل کر دوں تو اچانک جنگل سے ایک درندہ آیا اور اس نے آپ کے اردگرد طواف شروع کر دیا اور پھر وہ آگے بڑھا اور آپ کے قدموں کو چاٹنے لگا (بوسہ دینے لگا) اور اچانک فضا میں ایک غیبی آواز گونجی کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے:

"بِأَبِیْ وَاُمِّیْ مَنِ الْکَائِنَاتُ تَحْفَظُهٗ وَالسِّبَاعُ تَحْرِسُهٗ وَالْمَلَائِکَةُ تَصِفُهٗ، وَالْجِنُّ تَعْرِفُهٗ"

"میرے ماں باپ قربان ہوں اس مرد خدا پر کہ کائنات جس کی حفاظت پر مامور ہے، درندے جس پر پہرہ دیتے ہیں، فرشتے جس کی صفتیں بیان کرتے ہیں، جس کے مقام و مرتبہ سے جن بھی آشنا ہیں۔"

پھر اس نے آپ سے اپنا تمام قصہ بیان کیا اور اپنے ارادہ سے آگاہ کیا اور اسی وقت اپنی مرضی اور خوشی سے آپ کے سامنے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فتح دمشق کی خبر ملنا اور آپ کا خط لکھنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ:

"میں تمہیں شام پر والی (گورنر) مقرر کرتا ہوں اور تمہیں مسلم افواج کا امیر بناتا اور خالد رضی اللہ عنہ کو معزول کرتا ہوں۔ والسلام۔"

یہ خط آپ نے حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا اور جب مسلمانوں نے اپنے معاملات اور اُمور میں آپ کی طرف رجوع کرنا شروع کیا تو آپ بہت بے چین رہنے لگے۔

عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے اُمور کے والی بن گئے تو آپ نے اپنی توجہ شام کی طرف مبذول فرمائی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں: حضرت عبداللہ بن سالم ثقفی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ثقہ استادوں سے روایت کرتے ہیں کہ جس رات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، اس رات حضرت عبدالرحمٰن بن عوف الزہری رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا اور صبح کو جس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بیعت ہو رہی تھی انھوں نے اپنا رات کا خواب آپ سے بیان کیا اور بعینہ اسی طرح خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی اسی رات خواب دیکھا تھا۔

انھوں نے بیان کیا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ مسلمانوں نے دمشق کا محاصرہ کیا ہوا ہے اور میرے کانوں میں اللہ اکبر اللہ اکبر یعنی نعرہ ہائے تکبیر کی آوازیں آ رہی ہیں جس وقت مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر لگا کر حملہ کیا تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ قلعہ زمین میں دھنس جاتا ہے اور اس کا کوئی نشان تک دکھائی نہیں دیتا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بزور شمشیر دمشق شہر کے اندر داخل ہوئے ہیں اور آپ کے آگے آگ جل رہی ہے پھر اس آگ پر پانی پڑا اور وہ بجھ جاتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ خواب سن کر فرمایا: تجھے خوش خبری ہو کہ بیشک دمشق اسی روز جب تم نے خواب دیکھا، فتح ہو گیا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔

کچھ دنوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ دمشق سے مدینہ منورہ پہنچے اور ان کے پاس فتح دمشق کی خوش خبری کا خط تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ان کو دیکھا تو فرمایا: ابن عامر! تمھیں شام سے چلے ہوئے کتنے دن ہو گئے ہیں؟

انھوں نے کہا: میں جمعہ کے دن شام سے چلا تھا اور آج بھی جمعہ ہے اور ہفتہ بھر سے مسلسل حالت سفر میں ہوں۔
آپ نے فرمایا: تم نے صحیح سنت طریقہ پر عمل کیا ہے، تم اپنے ساتھ کیا خبر لائے ہو؟
کہنے لگے: خیر اور بشارت لے کر آیا ہوں، میں اس کی تفصیل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کروں گا۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا! وہ اس عالم میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے کہ دنیا ان کی ستائش میں رطب اللسان تھی اور اب وہ اپنے کریم رب کے پاس پہنچ چکے ہیں اور ان کے انتقال کے بعد خلافت کا قلادہ ضعیف و ناتوان "عمر" کی گردن میں لوگوں نے ڈال دیا ہے، سو اگر "عمر" اس میں انصاف کرے گا تو نجات پا گیا اور اگر اس نے عدل کو چھوڑا یا اس میں کسی قسم کی کوتاہی کی تو جانو کہ ہلاک ہو گیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو معزول کرنا

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ خبر سن کر رونا شروع کر دیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائے رحمت کی، پھر میں نے وہ خط نکال کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا۔ آپ نے اسے علیحدگی میں پڑھا اور جمعہ کی نماز تک معاملہ کو مخفی رکھا اور جب خطبہ دیکر نماز پڑھا چکے تو آپ منبر پر چڑھے اور مسلمان آپ کے پاس جمع ہو گئے اور ان کے سامنے آپ نے وہ خط پڑھا جس میں دمشق کے فتح ہونے کی بشارت تھی۔
مسلمانوں نے اللہ اکبر کے نعرے بلند کیے جس سے فضا گونج اٹھی اور اہل اسلام کو اس خبر سے بہت خوشی اور فرحت ہوئی پھر آپ منبر سے اتر آئے اور اُتر کر آپ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے نام ایک چٹھی لکھی جس

میں ان کے والی مقرر کیے جانے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کا حکم درج تھا۔
آپ نے یہ خط میرے سپرد فرماتے ہوئے مجھے واپس دمشق لوٹ جانے کا امر فرمایا۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو مکتوب کا ملنا

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں دمشق پہنچا تو اس وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ''توما'' اور ''ہربیس'' کے تعاقب میں گئے ہوئے تھے۔ پس میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مکتوب شریف حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا۔

آپ نے رازداری سے اس کو پڑھا اور کسی کو اس کی خبر نہ ہونے دی اور آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال فرما جانے کی کسی کو خبر دی اور نہ ہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کا بتلایا اور نہ اپنا مسلمانوں کا امیر مقرر ہونے کی ان کو اطلاع کی، یہاں تک کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنی جنگی مہم سے واپس تشریف لے آئے اور آپ نے مسلمانوں کے دمشق کو فتح کر لینے اور اپنے دشمنوں پر کامیابی پانے، مرج الدیباج سے حاصل ہونے والے مال غنیمت اور ہرقل بادشاہ کی بیٹی کو آزاد کر دینے کے بارے ایک خط تحریر فرمایا اور اسے حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ کے سپرد کر کے ان کو مدینہ منورہ روانہ فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ جب وہ خط لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور آپ نے وہ خط ملاحظہ فرمایا تو آپ کو اس کا یہ عنوان پڑھ کر عجیب لگا جس میں لکھا ہوا تھا کہ:

از طرف خالد بن ولید مخزومی بنام حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) ناگواری کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کے چہرے مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا:

اے ابن قرط رضی اللہ عنہ! کیا مسلمانوں کو ابھی تک یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انتقال فرما گئے ہیں اور میں نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا دمشق میں امیر مقرر کیا ہے؟

انھوں نے عرض کیا: ''نہیں۔''

آپ کو یہ سن کر بہت غصہ آیا۔ فوراً مسلمانوں کو جمع فرمایا اور خود منبر پر تشریف فرما ہوئے اور مسلمانوں کو وہ خط پڑھ کر ان کو خبر دی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی ہے۔ دمشق مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو گیا۔ مرج الدیباج سے بہت سارا مال غنیمت ان کے ہاتھ لگا ہے اس پر مسلمانوں نے خوشی اور مسرت سے نعرے لگائے اور اپنے بھائیوں کے لئے دعا کی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کا سبب کیا تھا؟

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے اجتماع سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اے لوگو! ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ جو ایک امین شخص ہے، میں نے ان کو سرداری کا اہل سمجھ کر مسلمانوں پر امیر مقرر کر دیا ہے اور خالد رضی اللہ عنہ کو امیر کے منصب سے معزول کر دیا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی تقریر سن کر بنو مخزوم کا ایک نوجوان مرد کھڑا ہوا اور اس نے کہا:

آپ اس شخص کو معزول کر رہے ہیں جس کو اللہ عزوجل نے سیف قاطع بنایا ہے اور اس کو مشرکین کیلئے دافع قرار دیا ہے، بعض لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھی ان کی معزولی کا مطالبہ پیش کیا تھا مگر آپ نے لوگوں کا یہ مطالبہ منظور نہیں فرمایا بلکہ فرمایا تھا کہ میں اس تلوار کو کبھی میان میں نہیں کروں گا جسے اللہ عزوجل نے خود برہنہ فرمایا ہے اور اس کو اپنے دین کی نصرت کا ذریعہ بنا دیا ہے۔

اے امیر المؤمنین! آپ کے اس عمل پر نہ اللہ عزوجل آپ کا عذر قبول فرمائے گا اور نہ ہی مسلمانوں کے نزدیک آپ کا عذر قابل قبول ہو گا، آپ نے اللہ عزوجل کی شمشیر کو غلاف اور کوزے میں بند کر کے رکھ دیا ہے اور ایک ایسے امیر کو معزول کر دیا ہے جس کو اللہ عزوجل کی طرف سے یہ امارت اور سرداری کا منصب ملا تھا۔ آپ نے قطع رحمی کی ہے اور اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ حسد سے ایسا کیا ہے پھر وہ نوجوان خاموش ہو گیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف نظر کی اور دیکھا کہ یہ ایک نوعمر لڑکا ہے تو آپ نے فرمایا:

یہ کم عمر و نوعمر ہے اور جوان خون ہے، اس لئے اپنے چچازاد بھائی کے معاملہ میں غصے میں آ گیا ہے۔

پھر آپ منبر سے اتر آئے اور اس مکتوب کو اپنے سرہانے رکھ لیا اور لیٹ گئے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کے متعلق سوچ بچار کرنے لگے جب صبح ہوئی تو آپ نے لوگوں کو فجر کی نماز پڑھائی پھر اُٹھے اور منبر پر چڑھ کر اللہ عزوجل کی حمد و ثنا کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر فرمایا (درود و سلام پڑھا) اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے مغفرت کی اور اس کے بعد مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اے لوگو! میں نے ایک امانت کو اٹھا لیا ہے جو بہت بڑی امانت ہے، میں ایک نگران اور ذمہ دار بن گیا ہوں اور ہر راعی اور ذمہ دار سے اس کی رعایا کے متعلق باز پرس ہو گی، اللہ عزوجل نے پسند فرما لیا ہے کہ وہ تمہاری بھلائی، تمہارے معاملات کی دیکھ بھال اور تمہاری خوشحالی کا معاملہ میرے سپرد فرما دے۔

لہٰذا اب تمہارے اور اس شہر میں آباد سب لوگوں کے امور کی نگہبانی میری ذمہ داری ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے خود سنا ہے آپ ﷺ فرماتے تھے:

((مَنْ صَبَرَ عَلٰى بَلَائِهَا وَشِدَّتِهَا كُنْتُ لَهٗ شَهِيْدًا وَّشَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.))

''جو شخص مدینہ منورہ کی آزمائش اور سختی پر صبر کرے گا قیامت کے دن میں اس کے حق میں شہادت دینے والا اور اس کی شفاعت کرنے والا ہوں گا۔''[1]

اور تمہارے یہ علاقے زرعی علاقے نہیں ہیں اور نہ ہی اس میں دودھ زیادہ دستیاب ہے اور یہ سب کچھ دور دراز کے شہروں سے درآمد کرنا پڑتا ہے جو مہینے بھر کی مسافت طے کر کے اونٹوں کے ذریعے آتا ہے۔

البتہ اللہ ﷻ نے ہم مسلمانوں سے بہت زیادہ مال غنیمت کا وعدہ فرمایا ہے اور میں ہر خاص و عام کو امانت کے ادا کرنے میں نصیحت کرنا چاہتا ہوں اور جو شخص قوم کی اس امانت کا بوجھ اٹھانے کا اہل نہیں ہے میں یہ معاملہ اس کے سپرد نہیں کر سکتا بلکہ میں اسی شخص کو منتخب کروں گا جو ادائے امانت کی خواہش رکھتا ہو اور مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ کرے۔

بس میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ولایت کو محض اس وجہ سے ناپسند کرتا ہوں کہ وہ مال میں اسراف اور تبذیر بہت کرتے رہے ہیں۔

ان کی عادت یہ ہے کہ اگر کوئی شاعر ان کی مدح کر دیتا ہے تو اس کو عطیات اور انعامات دے دیتے ہیں اور اگر کوئی شہسوار ان کے سامنے مجاہدانہ کردار ادا کرتے ہوئے بہادری کے جوہر دکھاتا ہے تو اس پر کثیر مال صرف کر دیتے ہیں جو اس کے استحقاق سے بڑھ کر ہوتا ہے اور اس طرح وہ فقراء اور ضعفاء کے لئے کچھ نہیں چھوڑتے۔

اس لئے میں ان کو منصب ولایت سے معزول کرتا ہوں اور ان کی جگہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو مقرر کرتا ہوں۔

اب تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ ایک قوی اور سخت گیر آدمی کو معزول کر کے اس کی جگہ ایک ایسے شخص کو مقرر کر دیا گیا ہے جو اگرچہ امین ہونے میں تو مسلّم ہیں مگر نرم دل مطیع اور آرام سے مطالبات کو مان جانے والے ہیں (اور دشمن کے لئے خالد رضی اللہ عنہ جیسا سخت آدمی ہونا چاہئے) جبکہ میں نے مسلمانوں پر ایسا نرم شخص حاکم مقرر کیا ہے اس میں میری نیت مسلمانوں کی بھلائی کے سوا کچھ نہیں، اللہ ﷻ اس کی مدد اور اعانت فرمائے گا اگر وہ نرم ہے تو اللہ ﷻ خود اس کی نصرت مدد فرمانے کے لئے اس کے ساتھ ہے۔

---

[1] سنن ترمذی میں اسی طرح روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: ((مَنْ صَبَرَ عَلٰى شِدَّتِهَا وَلَأْوَائِهَا كُنْتُ لَهٗ شَهِيْدًا وَّ شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.)) كتاب المناقب، باب: ما جاء في فضل المدينة، حديث نمبر: 3918.

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب

پھر آپ منبر سے اتر آئے اور صاف کئے ہوئے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام خط تحریر فرمایا جس کا مضمون حسب ذیل تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

اللہ عزوجل کے بندے مؤمنوں کے امیر مسلمانوں کے اجیر (خادم) کی طرف سے ابوعبیدہ عامر بن جراح رضی اللہ عنہ کے نام۔

السلام علیکم! بیشک میں اللہ عزوجل کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں درود بھیجتا ہوں اللہ عزوجل کے نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں۔

میں نے تمہیں مسلمانوں کے امور پر والی مقرر کیا ہے تم اس میں شرماتے نہ رہنا کیونکہ اللہ عزوجل حق کو بیان کرنا ترک نہیں فرماتا (منشاء خداوندی یہی ہے کہ حق کے بیان میں شرم نہیں کرنی چاہئے) اور میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اور تاکید کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل سے ڈرتے رہو اور ہمیشہ پرہیز گار بن کر رہو۔ باقی رہنے والی ذات صرف اللہ عزوجل کی ہے اس کے سوا سب کچھ فانی ہے۔ وہی اللہ عزوجل جس نے تمہیں کفر سے ایمان کی طرف اور گمراہی سے ہدایت کی طرف نکالا، میں نے تمہیں خالد رضی اللہ عنہ کے لشکروں کا امیر مقرر کیا۔ اس کے لشکروں کو اپنے زیر کمان کر لو، اور غنیمت کی اُمید سے مسلمانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور چھوٹے سے دستے کو بہت بڑے لشکر کی طرف یہ کہہ کر کہ "مجھے فتح کی اُمید ہے" مت بھیجو کیونکہ فتح و نصرت اپنی طرف سے پوری تدبیر اور مکمل تیاری اور انتظامات کے بعد اللہ عزوجل پر بھروسہ کرنے سے حاصل ہوتی ہے (تقدیر کے ساتھ تدبیر بھی ضروری ہے) نفس کے دھوکے میں آ کر مسلمانوں کو ہلاکت میں مت ڈالو، دنیا سے اپنی دونوں آنکھیں بند کر لو اور دل کو دنیا کے شوق اور رغبت سے پاک رکھو۔ تم سے پہلے لوگ جس وجہ سے ہلاک اور برباد ہوئے تم ان چیزوں سے بچو

تم نے گذشتہ زمانوں کے لوگوں کی ہلاکت گاہوں کو اور ان کے اسرار کو دیکھا اور آزمایا ہے اور ان سے آگاہ ہو، تمھارے اور آخرت کے درمیان دوپٹے کی مانند باریک سا پردہ ہے۔ تمھارے اسلاف آخرت کی طرف چلے گئے اور تم کوچ کے لئے منتظر بیٹھے ہو۔ آخرکار تم نے یہ دنیا جس کی تازگی اور شادابی ختم ہونے اور مرجھانے والی ہے، چھوڑ جانی ہے اس لئے تم لوگوں کو اس دار دنیا سے دار آخرت کی طرف اس طرح روانہ کرو کہ ان کے پاس تقویٰ و پرہیزگاری کا زادراہ موجود ہو اور جس قدر استطاعت ہو مسلمانوں کو مراعات دو، باقی رہا اس گندم اور جو کا معاملہ جو تمھیں دمشق میں دستیاب ہوا ہے اور اس غلے کے بارے میں تمھارا کافی جھگڑا بھی ہوا تو وہ مسلمانوں کا حق ہے اور رہا وہ سونا اور چاندی جو تمھارے ہاتھ آئے ہیں اس میں 1/5 نکال کر (مرکز) فیڈرل گورنمنٹ کو بھیج دو اور باقی مسلمان باہم تقسیم کرلیں اور رہا یہ مسئلہ کہ دمشق صلح سے فتح ہوا ہے یا بزور شمشیر جس میں تمھارا اور خالد رضی اللہ عنہ کا باہم تنازع چل رہا ہے تو چونکہ وہاں کے حاکم اور امیر تم ہی ہو اس لئے تمھاری رائے کو ترجیح ہوگی کہ یہ فتح صلح سے قرار پائیگی نہ کہ تلوار سے، اور اگر تم نے صلح نامہ مرتب کرتے وقت اناج کے متعلق رومیوں کا حق مان لیا تھا تو پھر تمھیں چاہئے کہ اناج اقرار کے مطابق ان کو دے دو۔ تمھیں اور تمام مسلمانوں کو سلام قبول ہو (اللہ حافظ) حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا دشمن کے تعاقب میں مرج الدیباج تک جانا نفس کا دھوکہ تھا کہ اس نے اپنے مسلمان بھائیوں کے خون کو بہانے کی جرأت دلائی۔

خالد رضی اللہ عنہ خون بہانے میں بڑا سخی ہے (اس طرح کی بے باکی خطرناک ہوتی ہے) اور ہرقل کی بیٹی کو قید کرنے کے بعد ہدیہ کے طور پر اس کے باپ کو دے دینا بھی خالد رضی اللہ عنہ کی کوتاہی ہے حالانکہ اس سخاوت اور دریا دلی کے بجائے اس کو چاہئے تھا کہ وہ اس کے عوض بہت سارا مال لے کر غریب اور کمزور حال مسلمانوں میں تقسیم کردیتا۔

پھر آپ نے خط کو تہہ کر کے اس پر مہر ثبت فرمائی اور اس کو دستی ارسال کرنے کے لئے حضرت عامر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو جو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی لگتے ہیں، بلایا اور یہ مکتوب ان کے سپرد کرتے ہوئے ہدایت کی کہ تم دمشق پہنچ کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو یہ خط دے دینا اور میری طرف سے ان کو یہ حکم پہنچا دینا کہ وہ تمام مسلمانوں کو اپنے پاس جمع کر لیں جب تمام مسلمان جمع ہو جائیں تو تم خود یہ خط سب کو پڑھ کر سنا دینا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر سے سب کو مطلع کر دینا۔

اس کے بعد آپ نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلایا۔ ان سے مصافحہ کے بعد فرمایا کہ شداد رضی اللہ عنہ! تم نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شام جانا ہے اور وہاں پہنچ کر جب یہ خط پڑھ چکیں تو تمھیں یہ کام کرنا ہوگا کہ تم سب لوگوں کو میری طرف سے یہ حکم دینا کہ وہ تمھارے ہاتھ پر بیعت کریں اور تمھارے ہاتھ پر ان کا بیعت کرنا میرے ہاتھ پر بیعت کرنا قرار پائے گا۔

یہ ارشادات سماعت کرنے کے بعد یہ دونوں حضرات عازم سفر ہوئے اور چلنے میں حد سے زیادہ کوشش اور سعی کر کے آخر کار دمشق جا پہنچے، والحمد للہ!

مسلمانوں کو امیر المومنین کا مکتوب پہنچنا

ادھر دمشق میں مسلمان حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خیریت اور ان کے احکامات کے شدت سے منتظر تھے۔ جس وقت مسلمانوں نے ان دونوں حضرات کو دور سے آتے ہوئے معلوم کیا تو گردنیں اٹھا اٹھا کر ان کی طرف دیکھتے تھے۔ بعض حضرات استقبال کے لئے آگے بڑھے اور خوش آمدید کہا، جب یہ لوگ یہاں پہنچے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے کیمپ میں آئے ان کی خدمت میں سلام پیش کیا اور وہیں قیام کیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے خلیفۂ رسول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خیریت دریافت کی۔ حضرت عامر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا وہ خیریت سے ہیں (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) اور کہا کہ میں اپنے ساتھ ان کا خط لے کر آیا ہوں اور انھوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہ خط لوگوں کو پڑھ کر سناؤں آپ تمام لوگوں کو اکٹھا ہو جانے کا حکم دیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ سب کچھ بھانپ گئے اور آپ کو معاملہ مشکوک نظر آیا پس آپ نے مسلمانوں کو جمع فرمایا۔

حضرت عامر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے وہ مکتوب پڑھنا شروع کیا، جب وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر تک پہنچے تو مسلمانوں کی چیخیں نکل گئیں اور ان کے رونے چلانے سے ایک شور برپا ہو گیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے روتے ہوئے کہا: اگر جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ

امور خلافت کے والی بن گئے ہیں تو ہم ان کا حکم سنیں گے اور ان کی اطاعت کریں گے۔ بخدا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت و ولایت سے زیادہ محبوب میرے نزدیک روئے زمین پر کوئی چیز نہ تھی اور نہ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ولایت سے بڑھ کر کوئی چیز ناپسند تھی مگر اب جبکہ وہ خلیفہ مقرر ہو گئے ہیں تو ہمیں اللہ ﷻ کی اطاعت اور اُولوالامر ہونے کے ناطے ان کی اطاعت بخوشی قبول ہے اور ہم ان کے حکم کے تابع ہو کر رہیں گے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ جب پورا خط پڑھ چکے اور لوگوں نے اس کو بغور سن لیا اور اس خط میں جہاں اور باتیں تھیں وہیں ایک حکم یہ بھی تھا کہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ امیر المومنین کے لئے لوگوں سے بیعت لیں گے چنانچہ تمام لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور انھوں نے حضرت شداد بن اُوس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ بیعت دمشق میں تین شعبان 13 ہجری کو واقع ہوئی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت ابوعبید بن جراح رضی اللہ عنہ نے مال اپنے قبضہ میں لے لیا اور لشکر کا سارا کنٹرول خود سنبھال لیا اور لوگوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے آگاہ کر دیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا گمان یہ تھا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ پر یہ امر بڑا ہی گراں گزرے گا اور وہ دشمن کی طلب میں کمی کرینگے اور آج کے بعد وہ لڑائی میں سستی اور کمزوری دکھائیں گے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مگر مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنی معزولی کے بعد پہلے سے بھی زیادہ دشمن پر تابڑ توڑ حملے کرتے اور زیادہ سختی اور شدت کے ساتھ جنگ کرتے اور جان جوکھوں میں ڈال کر جہاد کا فریضہ انجام دیتے تھے اور خصوصاً قلعہ ابوالقدس کو فتح کرنے میں تو آپ نے نہایت ہی زیادہ بہادری اور شجاعت کے جوہر دکھائے اور قلعہ کو فتح کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

شہر تدمر کا ایک پرانا محل

تدمر قلعہ کے کھنڈرات

فتح الشقیف

قلعہ ابوالقدس

قلعہ ابوالقدس

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: قلعہ ابوالقدس کے متعلق جس شخص نے مجھ سے یہ روایت بیان کی میں نے اس سے سوال کیا تھا کہ شام میں یہ کس مقام پر واقع ہے؟

اس راوی نے مجھے بتلایا کہ یہ قلعہ عرفہ طرابلس اور مرج السلسلہ کے درمیان واقع تھا، اس کے سامنے ایک "دیر" ہے جس میں ایک عبادت خانہ ہے اور اس صومعہ میں ایک راہب رہتا ہے جو دین نصرانیت کا عالم تھا اور گذشتہ اُمتوں کی تاریخ اور تمام قدیم کتب پڑھا ہوا تھا۔ رومی اس کے پاس علم کی روشنی حاصل کرنے اور استفادہ کرنے کی غرض سے آتے تھے۔ اس کی عمر سو سال سے زائد تھی اس کا معمول تھا کہ وہ ہر سال اپنے "دیر" کے پاس رومیوں کے ماہ صیام کے اختتام پر ایک عید میلہ منعقد کیا کرتا تھا اس کا نام "عید شعانین" تھا۔ عید کے اس موقع پر رومی نصاریٰ وغیرہ گردونواح کے تمام علاقوں سے اور ساحلی باشندے بھی مجتمع ہوتے تھے اور مصر سے قبطی بھی اس میں شرکت کرتے تھے۔ یہ سارا مجمع اس راہب کو آنکھیں اٹھا کر دیکھتا اور وہ اپنے بالا خانہ سے ان کی طرف اس طرح آتا جیسے سورج طلوع ہو گیا ہو پھر وہ اجتماع سے خطاب کرتا، ان کو انجیل کی وصیتوں کی تعلیم دیتا اور وعظ و نصیحت کرتا۔

اس دیر (گرجا گھر) کے قریب سال بہ سال ایک بہت بڑی منڈی بھی لگتی تھی اس نمائش گاہ میں لوگ اپنے اپنے علاقہ کی مصنوعات، ساز و سامان، سونا چاندی وغیرہ لے کر آتے تھے اور خوب خرید و فروخت کا بازار گرم ہوتا، تین سے سات دن تک بڑی گہما گہمی اور چہل پہل رہا کرتی تھی۔ مسلمانوں کو اس بازار کا علم نہ تھا یہاں تک کہ معاہدین نصاریٰ عرب میں سے ایک عیسائی نصرانی نے ان کی اس بازار کے متعلق رہنمائی کی۔ وہ خود بھی ان معاہدین میں تھا جن کو حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے امان دے رکھی تھی اور وہ اس کو اپنے لئے اور اپنے اہل خانہ کے لئے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے بہت بڑا احسان سمجھتا تھا۔

جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے امیر مقرر ہوئے تو اس معاہد نصرانی نے چاہا کہ وہ آپ کا قرب حاصل کرے، ممکن ہے کہ آپ کلیسا اور اس کے متصل واقع وہ بازار فتح کر لیں جس میں نمائش لگا کرتی تھی۔ چنانچہ وہ نصرانی معاہد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ اس وقت اس فکر میں مبتلا تھے کہ زمام حکومت سنبھالنے کے بعد اب ان کو پہلا اقدام کیا کرنا چاہئے اور یہ کہ روم کے شہروں میں سے کون سے شہر کی طرف قصد کرنا چاہئے؟

کبھی آپ کا ارادہ بنتا کہ "انطاکیہ" کو ہدف بنایا جائے اور روم کا بادشاہ ہرقل بھی چونکہ اسی شہر میں قیام رکھتا ہے تو پہلے اس سے نمٹ لیا جائے اور کبھی خیال آتا کہ "بیت المقدس" کی طرف چلتا ہوں کیونکہ وہ عیسائیوں کے نزدیک سب سے زیادہ افضل شہر ہے اور مملکت روم کا پایہ تخت بھی وہیں ہے اور ان کا دینی مرکز بھی ہے۔

قلعہ ابوالقدس کے بارے ایک نصرانی کا بیان

آپ اسی فکر میں غلطاں اور پیچاں تھے اور مسلمانوں سے مشاورت کرنے میں مشغول تھے کہ اتنے میں وہ معاہد نصرانی بھی آ گیا اس نے کہا:

اے امیر! آپ چونکہ میرے بہت بڑے محسن ہیں آپ نے مجھ پر اور میرے اہل وعیال پر امان دیکر بہت عظیم احسان کیا ہے، اس لئے میں اس احسان کے شکریئے کے طور پر آپ کے پاس ایک خوشخبری لے کر حاضر ہوا ہوں اور ایک عظیم غنیمت جو اللہ ﷻ نے مسلمانوں کے لیے بھیج دی ہے اس کی اطلاع دینے آیا ہوں۔ اگر مسلمانوں نے اللہ ﷻ کی بھیجی ہوئی اس غنیمت کو پالیا اور اس مقام کو فتح کر لیا تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس کے بعد اتنے غنی اور صاحب ثروت ہو جائیں گے کہ کبھی مفلس اور نادار نہیں ہونگے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم آپ کو اپنا خیر خواہ ہی سمجھتے ہیں، اس مال غنیمت کی ہمیں تفصیل سے خبر دیں کہ یہ مال کہاں ہے؟

اس نے کہا: اے امیر! آپ کے بالکل سامنے یہ ایک مضبوط قلعہ ہے جو قلعہ "ابوالقدس" کے نام سے معروف ہے اس کے سامنے ایک دیر (چرچ، گرجا، کلیسا) واقع ہے جس میں ایک راہب (پادری) رہتا ہے۔ عیسائی اس کی بہت تعظیم کرتے ہیں اور اس کی دعا سے برکت حاصل کرتے ہیں اور اس کے علم سے استفادہ کرتے ہیں، راہب نے سال بھر میں ایک عید کا دن مقرر کر رکھا ہے جس میں لوگ جمیع اطراف واکناف کے دیہاتوں، شہروں، مختلف ملکوں اور گرجا گھروں سے آ کر جمع ہوتے ہیں۔ اس کے قریب بازار لگاتے ہیں جس میں لوگ پوشاک ہائے فاخرہ، عمدہ سامان، کام والے ریشمی کپڑے زیب تن کر کے شریک ہوتے ہیں۔ اس میں سونے اور چاندی کے بکثرت زیورات کی بھی خرید وفروخت ہوتی ہے۔ اب اس عید میلہ لگنے کے دن قریب ہیں یہ میلہ تین سے سات دن تک جاری رہتا ہے۔ پھر لوگ چلے جاتے ہیں، اگر آپ ایک چھوٹا لشکر جو مردان عرب پر مشتمل ہو ادھر روانہ کر دیں جو چھاپہ مارے، تو چونکہ وہ لوگ اطمینان اور سکون سے اپنے کاروبار میں مشغول ہونگے اس طرح یہ مختصر سا دستہ ان کا سارا ساز وسامان حاصل کر سکے گا۔ اگر مردوں کو قتل اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیں گے تو یہ مشرکین کو کمزور کرنے کا ذریعہ ہوگا اور مسلمانوں کو کثیر مقدار میں غنیمت کا مال بھی حاصل ہو جائے گا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے معاہد کی گفتگو سن کر اس کے بتلائے ہوئے فوائد کے حصول کی اُمید پر نہایت خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ ہمارے اور اس دیر (کلیسا) کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟

اس نے کہا دس فرسخ (تیس انگریزی میل) کی مسافت بنتی ہے اور اگر آدمی کوشش کر کے چلے تو ایک دن میں پہنچ سکتا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اس میلہ کے انعقاد میں کتنے دن باقی رہ گئے ہیں؟ اس نے کہا: بہت ہی کم دن باقی رہ گئے ہیں۔

آپ نے فرمایا کیا روم میں سے کوئی لوگ ان کے حامی ہیں؟

معاہد نے کہا: اس ملک کے شہروں میں اس کا کم ہی لوگوں کو علم ہے کیونکہ بادشاہ روم کی ہیبت اور رعب بہت زیادہ ہے اس لئے اس کے شہروں کو اب تک اس عید میلے کی خبر نہیں ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جس وقت یہ بات سنی تو آپ نے پوچھا کہ کیا اس دیر (کلیسا) کے قریب شام کے شہروں میں سے بھی کوئی شہر ہے؟

اس نے کہا: ہاں اے امیر! اس عوامی بازار کے نزدیک ہی ایک شہر واقع ہے جس کو "طرابلس" کہتے ہیں اور یہ شام کی بندرگاہ ہے جہاں ہر طرف سے بحری بیڑے اور کشتیاں آتے جاتے رہتے ہیں اور اس شہر میں ایک ظالم و جابر سردار رہتا ہے جس کے غرور و تکبر اور ڈر کی وجہ سے بادشاہ نے وہاں کا کافی علاقہ اس کو بطور جاگیر دے رکھا ہے، یہ شخص بھی اس بازار میں نہیں آتا اور روم میں سے تو کوئی بھی اس بازار کا حامی اور سپورٹ کرنے والا نہیں ہے ہاں البتہ اب آپ کی طرف سے خوف و ہراس پھیلنے کی وجہ سے یہ لوگ متحد ہو سکتے ہیں اور کوئی نیا اتحاد کر لیں اور ایک دوسرے کی مدد کو آ جائیں تو اس امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا، مگر مجھے اُمید ہے کہ مسلمان اگر جلد ہی ان پر دھاوا بول دیں اور یلغار کر دیں تو انشاء اللہ عزوجل فتح اور غنیمت یقینی ہے۔

آپ نے مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر ان سے فرمایا:

"اَیُّهَا النَّاسُ! اَیُّکُمْ یَهَبُ نَفْسَهٗ لِلّٰهِ وَیَنْطَلِقُ مَعَ الْجَیْشِ اَبْعَثُهٗ اِلٰی هٰذَا السُّوْقِ، فَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یَّنْصُرَهٗ وَیُظْفِرَهٗ فَیَکُوْنُ ذٰلِكَ فَتْحًا لِّلْمُسْلِمِیْنَ."

"اے لوگو! تم میں سے کون اللہ عزوجل کے لئے اپنی جان کا ہبہ پیش کرے گا اور اس لشکر کے ساتھ جسے میں اس بازار کی طرف بھیج رہا ہوں جائے گا؟ اس امید پر کہ اللہ عزوجل مدد اور کامیابی عطا فرمائے تو یہ مسلمانوں کے لئے بہت بڑی فتح ہوگی۔"

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لوگ خاموش رہے اور کسی ایک نے بھی جواب نہ دیا تو آپ نے دوبارہ ذرا بلند آواز سے لوگوں سے یہی بات کہی۔ دراصل آپ کا مطلوب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی رائے معلوم کرنا تھی مگر آپ کو ان کی معزولی کی وجہ سے براہ راست ان کو مخاطب کرتے ہوئے شرم اور جھجک محسوس ہو رہی تھی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ پھر خاموش رہے اور انھوں نے کوئی بات نہیں کی، لشکر کے وسط سے ایک نوجوان جس کی داڑھی مونچھ ابھی اُگ رہی تھیں، کھڑا ہوا یہ نوجوان شخص حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما تھے ان کی والدہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس الخثعمیہ رضی اللہ عنہا تھیں، جس وقت ان کے والد حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک میں شہید ہو گئے تو وہ ابھی بہت کم سن تھے، ان کی والدہ ماجدہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نکاح فرما لیا تھا اور حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما کی کفالت اور تربیت و پرورش آپ نے ہی فرمائی تھی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جب ذرا بڑے ہوئے تو اپنی والدہ ماجدہ سے اپنے والد کے بارے پوچھتے تو آپ کی والدہ فرماتیں کہ بیٹا تیرے باپ کو رومیوں نے شہید کر دیا تھا۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ یہ سن کر کہتے: ماں! اگر میں زندہ رہا تو رومیوں سے اپنے عظیم باپ کا بدلہ ضرور لوں گا۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ والیٔ خلافت ہوئے تو انھوں نے حضرت عبداللہ بن انیس الجہنی رضی اللہ عنہ کی زیر کمان شام کی جانب ایک لشکر روانہ فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما بھی اس دستے کے ساتھ شام آئے تھے۔ آپ صورت اور سیرت دونوں لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہ تھے اور بڑے سخی دل تھے۔

قلعہ ابوالقدس کی طرف لشکر کی روانگی

جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے کون اس دیر (کلیسا) کی طرف جانے کو تیار ہے؟ تو سب سے پہلے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کود کر کھڑے ہوئے اور کہا:

یا امین الأمة! اے اُمت محمدیہ کے امین! آپ جس لشکر کو تیار کر کے بھیجنے والے ہیں میں اس لشکر کا سب سے پہلا سپاہی ہوں گا۔

آپ ان کے اس اہتمام پر بڑے خوش ہوئے اور ان کے ساتھ جانے کے لئے دوسرے مسلمان مردوں اور شہسوار موحدین کو طلب فرمانے لگے۔ چنانچہ آپ نے پانچ سو مجاہدین کا دستہ ترتیب دیکر آپ کے لئے ایک سیاہ رنگ کا جھنڈا اپنے ہاتھ سے باندھ کر اور شہسواروں کا یہ دستہ آپ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا:

اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے! تمھیں اس لشکر کا امیر مقرر کیا جاتا ہے اس لشکر اور دستہ کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں بعض اہل بدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شریک تھے ویسے تو اس گروہ میں پانچ سو نفوس قدسیہ شامل

تھے لیکن ان میں سے چند حضرات کے اسماء گرامی زیادہ مشہور ہیں جن میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ، حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن انیس الجہنی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ثعلبہ رضی اللہ عنہ، حضرت عقبہ بن عبداللہ السلمی رضی اللہ عنہ، حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن سعید رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن مالک السہمی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن بشر سلمی رضی اللہ عنہ، حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن صعصعہ رضی اللہ عنہ، حضرت محمد بن ربیع بن سراقہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن سراقہ بن نعمان معتمر بدری رضی اللہ عنہ، حضرت سالم بن قانع بدری رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن مسروق ربعی بدری رضی اللہ عنہ، حضرت قارع بن خزعل بدری رضی اللہ عنہ، حضرت ناجی بن معاذ اسلمی بدری رضی اللہ عنہ ان کی مثل اور بھی حضرات سادات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔

جس وقت حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے جھنڈے تلے پانچ سو ایسے شہسوار جمع ہو گئے جو جنگ بدر اور اسی طرح کے دوسرے معرکوں میں دادِ شجاعت دے چکے تھے، ان میں کوئی ایسا نہ تھا جو میدان سے پیٹھ پھیرنے والا اور جنگ سے فرار اختیار کرنے والا ہو جب آپ نے چلنے کا عزم کر لیا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما سے فرمایا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد! بازار قائم ہونے کے پہلے دن ہی تم ان پر حملہ کر دینا۔ پھر آپ نے لشکر کو الوداع کیا اور وہ روانہ ہو گیا۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما کے اس فوجی دستے میں موجود تھا۔ دمشق سے دیر ابی القدس کی طرف ہم نصف شعبان المعظم کی رات کو نکلے تھے، خوب چاندنی تھی اور میں حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں چل رہا تھا۔ آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: اے اسقع کے بیٹے! آج کی رات چاند کتنا حسین اور اس کی روشنی کتنی خوبصورت ہے!

میں نے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد! یہ رات نصف شعبان کی رات جو ہوئی اتنی خوبصورت تو ہونی ہی ہے اور یہ بڑی مبارک رات ہے۔

آپ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو۔ اسی رات میں رزق اور موت لکھی جاتی ہے اور اسی رات میں گناہ بخشے جاتے ہیں۔ میرا ارادہ آج شب بیداری کا تھا۔

میں نے کہا: بلاشبہ ہمارا چلنا ہمارے قیام سے افضل ہے اور اللہ عزوجل بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے۔

آپ نے فرمایا: آپ نے سچ کہا ہے۔

راستے میں گرجا میں پادری سے ملاقات

کہتے ہیں کہ ہم نے پوری رات سفر جاری رکھا حتیٰ کہ صبح ہو گئی اور ہم اس معاہد رہنما کے ساتھ صبح کے وقت ایک

بہت بڑے پہاڑ کے قریب پہنچ گئے، ابھی چل ہی رہے تھے کہ ہمیں اپنی دائیں جانب اس راہب کا صومعہ (گرجا) نظر آنا شروع ہو گیا تھا، پس حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس دیر کی طرف مڑ گئے اور ہم سب نے بھی آپ کے ساتھ اسی طرف اپنی سواریاں موڑ لیں۔ راہب (پادری) اپنے صومعہ (گرجا) سے اتر کر ہماری طرف آیا۔ اس نے سر پر بالوں کی بنی ہوئی سیاہ رنگ کی ٹوپی پہن رکھی تھی وہ ہمیں بڑے غور سے دیکھنے لگا اور پھر کہا کہ تم کون ہو؟

ہم نے جواب دیا: ہم عربی ہیں۔ اس نے کہا: تم محمدی ہو؟

ہم نے کہا: ''جی ہاں'' وہ ہمیں بنظر تامل دیکھنے لگ گیا ہم میں سے ایک ایک کو اس نے غور سے دیکھا پھر اس نے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے چہرے پر نظریں جما دیں اور پوچھنے لگا کیا یہ نوجوان تمھارے نبی کا بیٹا ہے؟

ہم نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: اس کی پیشانی سے نور نبوت چمکتا ہے کیا یہ تمھارے نبی کا قرابت دار ہے؟

ہم نے اس سے کہا کہ یہ ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا محترم کے بیٹے ہیں۔

راہب (پادری) نے کہا: یہ ایک پتا ہے اور پتے درخت کا پتہ دیتے ہیں۔ ●

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے راہب! کیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہے؟

اس نے کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مجھے ان کا علم نہ ہو حالانکہ تورات، انجیل اور زبور میں ان کا اسم مبارک لکھا ہوا ہے اور ان کی علامات اور نشانیاں بتا دی گئی ہیں۔ بیشک وہ سرخ اونٹ والے اور برہنہ تلوار والے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پادری صاحب! پھر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کیوں نہیں لاتے اور ان کی تصدیق کیوں نہیں کرتے ہو؟

پادری نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا: جب تک اس گنبد نیلگوں کے مالک کی مشیت نہ ہو بندہ از خود کچھ نہیں کر سکتا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اس کے کلام اور گفتگو سے تعجب کرتے ہوئے چل رہے تھے اور رہنما ہمارے آگے آگے چل رہا تھا یہاں تک کہ ہم ایک ایسی وادی میں پہنچے جہاں گھنے درختوں اور پانی کے چشموں کی کثرت تھی، ہمارے رہنما اور راہبر نے ہمیں یہ مشورہ دیا کہ آپ حضرات اسی گھنے اور پُر فضا جنگل میں چھپ کر بیٹھ جائیں اور میں وہاں بازار میں جاتا ہوں اور معلومات حاصل کر کے آتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا کہ تجھے جلدی واپس آ جانا چاہئے۔ وہ انتہائی تیزی اور سرعت کے ساتھ ادھر کو چل دیا اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اپنی فوج کے ساتھ ایک مقام پر چھپ کر ٹھہرے رہے۔

● یعنی پھل اور پھول سے ان کے شجرہ نسب اور قبیلے کی لڑی کا پتہ چل جاتا ہے یا خوشبو اپنے پھول پر دلالت کر دیتی ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس جگہ ہم نے کھانا کھایا اور اپنا سامان درست کیا جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے بذات خود مسلمانوں کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے سر لیتے ہوئے نگرانی اور پہرہ شروع فرمایا اور پوری رات آپ نے پہرہ دیتے ہوئے گزار دی۔

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب صبح ہوئی تو ہم نے جاگ کر صبح کی نماز ادا کی اور قاصد کے واپس آنے کے انتظار میں بیٹھ گئے بڑی دیر ہو گئی مگر اس کی کوئی خبر نہ آئی تو مسلمانوں کو اس کے دیر کرنے اور وہاں رُک جانے پر بہت قلق ہوا اور یہ امر اس کے مکروفریب کا بھی خوف پیدا کرتا تھا اور راہبر کے متعلق بدگمانی ہونے لگی۔

تمام مسلمان اس معاہد کے بارے یہی سوچ رہے تھے کہ اس نے ہمارے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا اور ہمیں پھنسا دیا ہے مگر ایک حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ واحد ایسے شخص تھے جو فرما رہے تھے کہ تم اپنے اس ساتھی کے متعلق بدگمانی نہ کرو بلکہ اچھا گمان رکھو اور اس کی طرف سے کسی قسم کے مکروفریب اور سازش کا خوف نہ کھاؤ، کوئی خاص وجہ بن گئی ہوگی جس کی بناء پر تاخیر ہو گئی ہے اور عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔

قلعہ ابوالقدس کے حالات کا علم ہونا

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی اس بات سے مسلمانوں کو اطمینان اور سکون ملا اور اتنے میں وہ راہبر معاہد بھی پہنچ گیا، اسے دیکھ کر مسلمانوں کو فرحت ہوئی، ان کا خیال تھا کہ وہ ہمیں دشمن کی طرف چلنے کے لئے کہے گا، وہ آیا اور مسلمانوں کے درمیان میں کھڑا ہو گیا اور کہا:

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب! مجھے مسیح علیہ السلام کے حق کی قسم ہے کہ میں نے جو کچھ تم سے بیان کیا تھا اس میں کسی قسم کی دھوکہ دہی والی بات نہیں تھی اور میں نے بالکل سچ کہا تھا، مجھے تمہارے لئے غنیمت کے ملنے کی اُمید تھی لیکن اب موجودہ حالات میں تمہارے اور مال غنیمت کے حصول کے درمیان ایک رکاوٹ حائل ہو گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کون سی رکاوٹ پیش آ گئی ہے؟

اس نے کہا: ایک بحر دخار ہے جس کی تلاطم خیز موجوں کا شور دور دور تک سنائی دیتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب میں اس قوم کے قریب پہنچا اور ان کے بازار کو قریب سے دیکھا اور وہاں خرید و فروخت ہو رہی ہے اور دین نصرانیت کے پیروکاروں کا وہاں اجتماع ہے۔ لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد نے قلعہ ابوالقدس کا چاروں اطراف سے احاطہ کیا ہوا ہے اور وہاں بڑی تعداد میں بڑے چھوٹے راہبوں، پادریوں، مختلف ریاستوں کے بادشاہوں اور سرداروں کا جم غفیر موجود ہے اس لئے میں نے سوچا کہ مجھے اتنے بڑے اجتماع کا سبب معلوم کیے بغیر واپس نہیں لوٹنا چاہیے۔

چنانچہ میں ان کی طرف چل دیا اور [illegible]

اپنی بیٹی کی شادی روم کے شہزادوں میں سے کسی شہزادے کے ساتھ کردی ہے اور یہ لوگ قلعہ ابوالقدس کے نزدیک واقع دیر (کلیسا) میں شہزادی کو لے کر مذہبی رسومات ادا کرنے کی غرض سے کلیسا کے راہب (پوپ) کے پاس آئے ہیں اور وہ لڑکی کی جانب سے قربانی پیش کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں اور کلیسا کا روم کے فوجی گھڑسوار دستوں نے گھیراؤ کیا ہوا ہے جو حدنگاہ تک آہنی زرہیں پہن کر پھیلے ہوئے ہیں اور یہ سب کچھ اے گروہ عرب! تمھارے خوف کی وجہ سے انھوں نے کیا ہوا ہے۔

میری رائے اور مشورہ یہ ہے کہ ان حالات میں آپ لوگوں کو وہاں نہیں جانا چاہئے کیونکہ شادی کی وجہ سے وہاں خلق کثیر اور جم غفیر جمع ہے اور حفاظتی انتظامات کی خاطر وہاں ایک بہت بڑی تعداد میں مسلح افواج بھی موجود ہے جو اپنے اپنے ملک اور ریاست کے بادشاہ، سردار اور معززین اور شرفاء کی حفاظت اور پروٹوکول کی خاطر ساتھ آئے ہیں اس لئے اب وہاں جانا قرین قیاس نظر نہیں آتا۔

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تمھارے اندازے کے مطابق اُن لوگوں کی تعداد کتنی ہوگی؟ اور محافظ دستہ کے افراد کتنے ہونگے؟

اس نے کہا جہاں تک بازار کا تعلق ہے تو اس میں عوام کی تعداد بیس ہزار سے کم نہیں ہے جس میں روم، ارمن، نصاریٰ، مصر کے قبطی، یہود، اہل سواد، بطارقہ، متنصر (عرب نصاریٰ) سبھی موجود ہیں اور جو فوجی سامان حرب وضرب سے تیار اور مستعد ہیں ان کی تعداد پانچ ہزار سوار کے لگ بھگ ہوگی جن کا مقابلہ کرنے کی طاقت آپ لوگوں میں نہیں ہے کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ ان کے شہر قریب ہیں اگر وہ مزید امداد طلب کرنا چاہیں تو فوری طلب کرسکتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے آپ کی نفری ان کے مقابلہ میں ایک تو پہلے ہی بہت کم ہے اور پھر مزید کمک پہنچنا بھی دوری کی وجہ سے ممکن نہیں ہے۔

مسلمانوں کا باہم مشورہ کرنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس کی یہ گفتگو مسلمانوں پر بہت گراں گزری۔

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اے گروہ مسلمین! اس بارے میں تمھارا کیا مشورہ ہے کیا کرنا چاہئے؟

مسلمانوں نے بیک زبان ہوکر کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ ہمیں خود کو ہلاکت میں نہیں ڈالنا چاہئے جیسا کہ ہمیں اپنے رب کریم کا بھی یہی حکم ہے کہ تم اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو اور ایسے حالات میں ہمیں اپنے امیر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس واپس لوٹ جانا چاہئے اور اللہ تعالیٰ ہمارے اجر وثواب کو ضائع نہیں فرمائے گا۔

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی یہ آراء سماعت فرمانے کے بعد فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں

یہاں سے جنگ کیے بغیر واپس لوٹ جاتا ہوں تو کہیں اللہ ﷻ مجھے جہاد سے راہ فرار اختیار کرنے والوں میں نہ لکھ دے، لہٰذا میں بارگاہ خداوندی میں کوئی عذر خاص پیش کیے بغیر ہرگز واپس نہیں لوٹوں گا پس جو شخص بھی میرا دست و بازو بنے گا اور میرا ساتھ دے گا اس کا اجر و ثواب اللہ ﷻ ہی کے پاس ہے اور جو شخص واپس جانا چاہتا ہے اسے اجازت ہے اس سے کسی قسم کا مؤاخذہ ہوگا اور نہ اس پر کوئی عتاب ہوگا۔

مسلمانوں کا لڑائی کے لیے تیار ہونا

مسلمان حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما کی یہ گفتگو سن کر اور ان کا اللہ ﷻ کی راہ میں جان نثاری کا جذبہ دیکھ کر شرمسار ہوئے اور سب نے بیک زبان ہو کر کہا: آپ جو ارادہ رکھتے ہیں اس کو عملی جامہ پہنانے سے ہرگز پیچھے نہ ہٹیے تقدیر سے ڈرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

آپ مسلمانوں کے اس جواب سے بہت خوش ہوئے، پھر آپ نے اپنی زرہ پہنی اور خود سر پر رکھا اور کمر کو کس کر باندھا لیا اور اپنے والد ماجد حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی تلوار گردن میں لٹکالی، گھوڑے پر سوار ہوئے، علم ہاتھ میں تھام لیا اور مجاہدین کو تیاری کا حکم فرمایا۔ جانبازوں نے زرہیں پہن کر تلواریں حمائل کر لیں اور مسلح ہو کر اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور رہنما سے کہا کہ تم ہمیں اس قوم کی طرف لے کر چلو پھر دیکھنا اصحاب رسول ﷺ کیسے کیسے بہادری کے جوہر دکھاتے ہیں، تمھیں تعجب ہوگا۔ انشاء اللہ ﷻ۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ اس رہنما کا چہرہ زرد ہو گیا اور رنگ بدل گیا اور کہا: اب آپ حضرات اپنی رائے سے چلتے ہو تو چلو، مجھ پر کوئی الزام نہ رکھنا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ اس راہبر کے ساتھ نہایت نرمی اور شفقت سے پیش آ رہے تھے حتیٰ کہ وہ آپکے آگے آگے چل رہا تھا اور ایک گھنٹے بھر کے سفر کے بعد اس نے کہا کہ اب آپ لوگ اس قوم کے بالکل قریب پہنچ گئے ہیں۔ آپ لوگ اسی مقام پر ٹھہریں اور صبح تک یہیں مورچہ بند رہیں پھر اس قوم پر حملہ بول دینا اور انھیں تاخت و تاراج کر دینا۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے پوری رات اسی مقام پر گزاری جہاں اس نے ٹھہرنے کا مشورہ دیا تھا اور ہم رات بھر اللہ ﷻ سے دشمن کے خلاف نصرت کی دعائیں اور التجائیں کرتے رہے، جب صبح ہوئی تو حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز فجر پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا: قوم کفار پر حملہ کے بارے میں تمھارا کیا مشورہ ہے؟

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمھیں ایک امر کی وضاحت کرتا ہوں کہ تم کیا کرو۔ لوگوں نے کہا: فرمایئے۔

انھوں نے کہا اس قوم کو چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ کاروبار میں منہمک ہو جائیں جب وہ خرید و فروخت میں مگن ہو جائیں اور اپنا ساز و سامان نمائش کے لئے لگا دیں پھر ان کی غفلت کی حالت میں ان پر اچانک ٹوٹ پڑنا، اس حال میں کہ ان کو خبر بھی نہ ہو۔

مسلمانوں نے اس رائے کو پسند کیا اور موقع کا انتظار کرنے لگے تا کہ بازار لگ جائے اور مارکیٹیں کھل جائیں۔ مسلمانوں نے اپنی تلواریں غلافوں سے نکال لیں اور کمانوں کو چلوں پر چڑھا لیا، نیزے تان لئے اور مستعد ہو گئے۔

لشکرِ اسلام کا روانہ ہونا

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ جھنڈا ہاتھ میں لے کر سب سے آگے کھڑے ہو گئے جب سورج طلوع ہو گیا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر ان کے لشکر کے سو (100) سو (100) سوار پر مشتمل پانچ دستے ترتیب دیئے اور ہر دستہ پر ایک ایک تجربہ کار نقیب (نگران) مقرر فرما دیا اور حکم دیا کہ تم میں سے ہر ایک دستہ بازار کے ایک قطر اور سمت کو اپنے لئے مقرر اور متعین کر لے، لوٹ مار اور مال چھیننے کی طرف مطلق دھیان نہ کرنا بلکہ اپنی تلواروں کو کھوپڑیوں اور سروں کے اتارنے میں مشغول رہنا اور اسی کی طرف پوری توجہ رکھنا۔ یہ کہہ کر آپ علم ہاتھ میں لئے ہوئے آگے بڑھے اور قوم دشمن کی طرف چڑھ دوڑے، جب ان کے سر پر جا پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ وہ لوگ زمین میں اس طرح پھیلے ہوئے ہیں جیسے چیونٹیوں کی قطاریں ہوں اور وہ زمین پر رینگتی ہوئی چل رہی ہوں یعنی ان کی بہت زیادہ کثرت تھی۔

قلعہ ابو القدس والوں کی حالت

وہ تو ایک خلق کثیر ہے، جس نے دیر (کلیسا) کو چاروں اطراف سے گھیرے میں لے رکھا ہے اور اس راہب نے دیر (کلیسا) سے اپنا سر باہر نکالا ہوا ہے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کر رہا ہے اور انھیں ہلاکت کی نشانیوں کے بارے تعلیم دے رہا ہے، لوگ ہمہ تن گوش ہو کر اس کی تقریر سن رہے ہیں اور سب نے اپنی نظریں اسی کی طرف جما رکھی ہیں۔ والی طرابلس کی بیٹی (جس کی شادی تھی) راہب کے پاس کلیسا میں موجود تھی اور سرداران قوم اور ان کی اولادیں بھی ریشمی لباس زیب تن کئے اور آہنی زرہیں اُوپر سے پہنے ہوئے اور سروں پر خود (ہیلمٹ) پہنے ہوئے تھے جو چمک رہے تھے۔

یہ لوگ راہب کے کلیسا سے نکل کر ان کی طرف آمد کے منتظر تھے۔ انھوں نے حذر و احتیاط کی چادریں اوڑھ رکھی تھیں۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کسی پیش آنے والے خطرہ کے انتظار میں ہوں اور کسی ہنگامہ کے برپا ہونے کے لئے پہلے سے تیار اور کمربستہ بیٹھے ہوں۔

مسلمانوں کا حملہ

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے دیر (کلیسا) کی طرف ایک نظر دیکھا اور کلیسا، راہب اور اس کے گرد حلقہ بنائے کھڑے ہوئے لوگوں کا جائزہ لیا، پورے ماحول پر نظر ڈالنے سے آپ کو معاملہ نہایت ہولناک محسوس ہوا اور حملہ سے قبل آپ نے اپنے ساتھیوں کو زوردار آواز سے پکارا اور چلا کر کہا:

اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ! حملہ کر دو، اللہ تبارک وتعالیٰ تمھارے عمل میں برکت فرمائے گا اگر غنیمت اور خوشی حاصل ہوگئی تو فتح اور سلامتی ہے اور راہب کے کلیسا کے نیچے ہمارا اجتماع ہوگا اور اگر صورت حال دگرگوں ہوگئی، جس سے ہم اللہ عزوجل کی پناہ طلب کرتے ہیں تو پھر ہمارے ساتھ اللہ عزوجل نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور ہم سب میرے چچا کے بیٹے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض (حوض کوثر) کے پاس انشاءاللہ عزوجل ملاقات کریں گے۔

یہ کہہ کر آپ نے جھنڈا لہرایا اور حملہ کے لئے مشرکین کی طرف بڑھے اور ایک سو سواروں کا دستہ آپ کے ہمراہ تھا جنھوں نے آپ کے گرد حلقہ بنایا ہوا تھا۔ آپ ان میں ایسے لگتے تھے جیسے آنکھ میں پتلی ہو۔ ان ساتھیوں میں اکثریت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سابق الایمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تھی آپ نے مجمع عظیم اور جم غفیر کے مقام کو ڈھونڈا اور اس کے وسط میں گھس گئے، کبھی تلوار چلاتے اور کبھی نیزے سے وار کرتے اور مشرکوں کو کاٹ کاٹ کر پھینک رہے تھے، دوسرے مسلمان بھی آپ کے پیچھے پیچھے حملہ آور ہو رہے تھے اور ٹوٹ کر لڑ رہے تھے۔

رومیوں کا جوابی حملہ

رومیوں نے جب مسلمانوں کی آوازیں سنیں کہ وہ بلند آواز سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ کی آوازیں بلند کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں تو انھیں یقین ہوگیا کہ مسلمانوں کے لشکروں نے ان کو آ لیا ہے، یہ بھی پہلے ہی سے کسی ممکنہ خطرہ سے نمٹنے کے لئے تیار بیٹھے ہوئے تھے اور پوری طرح بیدار تھے۔ بازار کے لوگ بھی یہ منظر دیکھ کر اپنے ہتھیاروں کی طرف دوڑے تاکہ اپنی جانوں اور مالوں کا بچاؤ کرسکیں۔ چنانچہ انھوں نے تلواریں، گرزیں اور ڈھالیں ہاتھوں میں لیں اور مسلمانوں سے جنگ کیلئے میدان میں کود پڑے اور شکاری شیر کی طرح مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور انھوں نے مسلمانوں کے علم بردار کو تلاش کرنا شروع کر دیا اور چونکہ مسلمانوں کے پاس حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے علم کے علاوہ اور کوئی جھنڈا نہیں تھا اس لئے ان سب نے آپ پر یلغار کر دی اور چاروں طرف سے آپ ہی کو گھیر لیا اب جنگ کا میدان خوب گرم تھا گرد و غبار اٹھ رہی تھی۔

رومیوں نے ہر طرف سے مسلمانوں کا محاصرہ کر لیا تھا اور مسلمان تھے بھی کتنے؟ وہ تو [illegible]

کے اونٹ کے جسم پر ایک سفید تل ہو۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی ایک دوسرے کو صرف لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَللّٰهُ اَکْبَرُ کی آواز سے پہچانتے تھے ہر شخص کو اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے اور وہ دوسرے سے بے خبر تھا۔

حضرت ابوسبرہ بن ابراہیم بن عبدالعزیز بن ابی قیس رضی اللہ عنہ جو اسلام میں سب سے پہلے ایمان لانے والے گروہ صحابہ میں سے۔ تھے اور صاحب ہجرتین تھے، فرماتے کہ میں جنگ حبشہ میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ، غزوہ بدر، احد اور حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر رہا ہوں، میں کہتا تھا کہ ایسے معرکے کبھی دیکھنے میں نہیں آئیں گے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ فرما گئے تو مجھے اس کا انتہائی زیادہ غم ہوا اور میں اپنے اندر اس امر کی ہمت نہیں پاتا تھا کہ مدینہ منورّہ میں مقیم رہ سکوں چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کے بعد مکہ معظمہ چلا آیا اور مکہ شریف میں اقامت اختیار کرلی۔ جہاد سے کنارہ کشی اختیار کرنے پر مجھے خواب میں جھاڑ پڑی اور عتاب ہوا تو میں شام آ گیا میری زوجہ محترمہ اُم کلثوم بنت سہل بن عمرو بن عاص عامری رضی اللہ عنہا بھی میرے ساتھ تھیں۔

شام آ کر میں جنگ اجنادین، سریہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جو توما اور ہربیس کے تعاقب میں واقع ہوا تھا، سریہ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ میں شریک ہوا اور قلعہ ابوالقدس میں، میں حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک تھا۔ میں جنگ ابوالقدس دیکھ کر پچھلے تمام غزوات کو بھول گیا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عہد میں دیکھے اور ان میں بذات خود شریک ہوا تھا۔

رومی لشکر کی آمد

اس جنگ کا واقعہ یوں ہوا کہ ہم نے رومی فوج کی کثرت عدد (نفری) اور مدد کو دیکھ کر ہی حملہ کیا تھا۔ ہمارا خیال یہ تھا کہ ان کے علاوہ ان کی اور کوئی فوج نہیں ہے جو کمین گاہوں اور مورچوں میں محفوظ اور چھپی ہوئی ہو، مگر ہمارے خیال اور اندازے کے برعکس اچانک ان کا ایک بہت بھاری لشکر نکل آیا جو کمین گاہ میں محفوظ تھا یہ محفوظ لشکر نہایت قدر آور اور لحیم و شحیم ہیبت ناک نوجوانوں پر مشتمل تھا جنھوں نے سر سے پاؤں تک زرہیں پہن رکھی تھیں۔ ان کی صرف آنکھیں نظر آتی تھیں۔ جب وہ حملہ کرتے تو ان کی آوازوں اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے میدان جنگ میں ایسی گونج پڑتی تھی کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی حتیٰ کہ میں نے مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ ان کے درمیان سے غائب ہو کر رہ گئے ہیں۔

مسلمانوں کی تکبیر کی آوازیں وقفہ وقفہ سے سنائی دیتی تھیں اور بس! باقی وہ نظر نہیں آتے تھے۔ جب آوازیں آنا بند ہو جاتیں تو مجھے یقین ہو جاتا کہ مٹھی بھر مسلمان ختم ہو گئے پھر اچانک میری نظر جھنڈے پر پڑتی جو حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں بلند ہوتا تو فرحت ہوتی آپ شاہانہ انداز سے لڑ رہے تھے اور لگاتار مشرکین پر حملے کر

رہے تھے۔ میں نے ایسا کم سن مجاہد اس بہادری کے ساتھ لڑتا ہوا کبھی نہ دیکھا تھا بالآخر جنگ طویل ہو گئی اور اس کے شعلے اور زیادہ بڑھکنے لگے اور غبار بلند ہونے لگی اور جنگ کی آگ ٹھنڈا ہونے کا نام نہ لیتی تھی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ قوم کے وسط میں تھے اور آپ کے گرد آپ کے ساتھی تھے۔ ان سب کا رومی فوج نے چاروں طرف سے گھیراؤ کر رکھا تھا جیسے دائرے کا حلقہ ہوتا ہے اور آپ اپنے ساتھیوں سمیت اس گول دائرہ میں نقطہ کی طرح تھے۔

امیر لشکر اسلام کی حالت

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ اگر دائیں طرف حملہ کرتے تو میں دائیں طرف حملہ کرتا اور اگر آپ بائیں طرف پلٹتے تو میں بھی آپ کی پیروی کرتے ہوئے اسی طرف پلٹ آتا، ہمارے بہادر مجاہد جان لڑا کر اپنی جنگی مہارت کے جوہر دکھا رہے تھے حتیٰ کہ ہمارے بازو شل ہو گئے، شانے سُن ہو گئے اور ہاتھ سُست پڑ گئے، معاملہ نازک اور صبر کرنا دشوار ہو گیا اور سب عاجز و بے بس ہو کر رہ گئے۔ سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی تلوار کند ہو گئی، قریب تھا کہ آپ کے نیچے جو گھوڑا تھا وہ بھی چلنے سے رُک جائے، آپ نے اپنے ساتھیوں کے پاس ایک جگہ پناہ لے کر تھوڑا سا دم لیا تا کہ آپ کے دوسرے اصحاب بھی جمع ہو جائیں۔

مسلمانوں نے جب جھنڈے کی طرف دیکھا تو سب نے ادھر کا قصد کیا آپ کا ہر ساتھی مشرکین کے ہاتھوں زخمی تھا۔ آپ کو اس کا بہت زیادہ دکھ اور صدمہ تھا۔ آپ کو اپنی تکلیف کا دکھ نہیں مسلمانوں کو جو مصیبت آئی، اس کا غم تھا۔ آپ نے سخت مصیبت کی اس گھڑی میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں التجاء کی اور اس بھیدوں کو جاننے والے کی جناب میں اپنا حال زار پیش کیا اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا دیئے، اپنی دعا میں اللہ رب العزت سے عرض کرتے ہوئے کہا:

"اے وہ ذات جس نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا! تو نے انسان کو انتہائی خوبصورت شکل میں تخلیق فرمایا اور بعض کو بعض کے ساتھ آزمائش میں ڈالا اور اس ابتلاء کو ان کے لئے امتحان بنا دیا (کہ اس امتحان میں کون سرخرو ہوتا ہے اور کون ناکام!؟)۔

"أَسْأَلُكَ بِجَاهِ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ اِلاَّ جَعَلْتَ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا فَرَجًا وَّمُخْرَجًا"

"یا اللہ میں تجھ سے تیرے عبد خاص حضرت محمد ﷺ کے جاہ و مرتبہ کے وسیلہ جلیلہ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو ہمارے لئے کشادگی اور (اس مشکل وقت سے) نکلنے کا سبب عطا فرما۔"

یہ دعا کرنے کے بعد آپ پھر جنگ کی طرف لوٹ آئے اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے آپ کے جھنڈے کے نیچے دشمن سے جنگ [illegible] حضرت عبداللہ [illegible] اس دن رسول اللہ ﷺ

کے چچازاد کی مدد کے لئے آپ کے سامنے جہاد کرنے میں کمال بہادری دکھائی۔

حضرت عمرو بن ساعدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ باوجود کبرسنی کے رومیوں پر تلوار چلا رہے ہیں اور اپنی قوم کی طرف نسبت کرتے ہوئے اپنا نام لے کر کہتے:

میں ''ابوذر'' ہوں۔

اور یہ کہہ کر دشمن پر تابڑ توڑ حملے کر رہے ہیں، دوسرے مسلمان بھی آپ کی طرح بڑی جانبازی سے لڑ رہے تھے۔ یہاں تک کہ حملے کرتے کرتے ان کے کلیجے منہ کو آنے لگے اور ان کو یقین ہو گیا کہ یہ میدان ان کیلئے قبرستان ثابت ہوگا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور کہا کہ میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے بہت محبت کرتا تھا اور آپ کی اولاد میں مجھے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ محبوب تھے، جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ ماجدہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو غمگین حالت میں دیکھا تو آپ کو اس کا بہت ملال ہوا۔ نیز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد کی جگہ تھے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بہت محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شام جانے کی اجازت طلب کر کے میرے پاس آئے اور کہنے لگے: ابن انیس! میں شام جا کر جہاد کرنے کی خواہش رکھتا ہوں۔ آپ بھی میرے ساتھ چلیں۔

میں نے کہا: لبیک، آپ نے اپنے چچا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمانوں سے الوداعی ملاقات کر کے رخصت چاہی اور ہم شام کی طرف چل دیئے۔ ہمارے ساتھ یمن کے بیس شہسوار اور قبیلہ ازد کے بہادر نوجوان بھی شام جانے کے لئے تیار ہو گئے حتیٰ کہ جب ہم تبوک پہنچے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پوچھنے لگے:

اے ابن انیس! تمہیں معلوم ہے کہ میرے ابو کی قبر کہاں ہے؟

میں نے کہا: ہاں ان کی قبر مقام موتہ میں ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میری دلی خواہش ہے کہ اپنے والد ماجد کی قبر کی زیارت کروں، ہم چلتے رہے حتیٰ کہ ہم حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی قبر کے مقام پر آ پہنچے اور اس جگہ جہاں جنگ تبوک، موتہ ہوئی تھی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی قبر پر قوم کلب کے لوگوں نے قبر سے تبرک کے لئے بطور نشانی پتھر لگا دیئے تھے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا خواب

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جب اپنے والد گرامی رضی اللہ عنہ کی قبر نظر آئی تو آپ سواری سے نیچے اترے اور اپنے آپ کو اس

کے اُوپر گرادیا اور قبر کے ساتھ چمٹ کر روتے رہے۔ پھر دعائے رحمت مانگتے رہے۔ ہم نے دوسرے دن کی صبح تک وہیں قبرِانور کے پاس قیام کیا، جب ہم نے وہاں سے کوچ کیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ رو رہے ہیں اور ان کا چہرہ زعفران کی طرح زرد ہو چکا ہے۔ میں نے اس کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے بتلایا کہ میں نے آج رات اپنے باپ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی خواب میں زیارت کی ہے۔

آپ نے دو سبز رنگ کے حُلے پہن رکھے ہیں جو خون سے آلودہ ہیں۔ آپ نے وہ تلوار میرے سپرد کرتے ہوئے فرمایا: اے بیٹے! تم اس تلوار سے اللہ عزوجل کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں سے جنگ کرو، میں اس مرتبہ تک جسے تم دیکھ رہے ہو جہاد ہی کی برکت سے پہنچا ہوں۔ میں وہ تلوار لے کر گویا لڑتا رہا حتیٰ کہ وہ کُند ہوگئی۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر ہم وہاں سے چل دیئے اور دمشق میں آ کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں آ ملے۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما کو اس سریہ اور دستہ کا جو انھوں نے دیرِ ابوالقدس کی طرف روانہ کیا تھا، امیر مقرر کر دیا۔

ابن انیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور اہل روم کے درمیان یہ زوردار معرکہ برپا دیکھا تو دل میں سوچا کہ قریب ہے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کسی بڑی مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گے، پس میں برق رفتاری سے چل کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا:

اے ابن انیس رضی اللہ عنہ! کوئی خوشخبری لائے ہو؟ میں نے عرض کیا آپ فوری اور جس قدر جلد ہو سکے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے مسلمانوں کی کمک روانہ کر دیں اس کے بعد میں نے تمام کارروائی کی رپورٹ پیش کی اور آپ کو بریفنگ دی۔ آپ نے یہ خبر سن کر ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن'' پڑھا اور اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہا:

اے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ! اگر عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو کسی بڑی مصیبت نے آ گھیرا اور وہ تیرے جھنڈے کے نیچے ہلاک ہو گئے تو یہ تمھاری امارت کی پہلی ناکامی ہوگی اور بڑے افسوس اور صدمے کا مقام ہوگا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مسلمانوں کی مدد کے لیے نکلنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس کے بعد آپ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: یا ابا سلیمان! میں خدا کے لئے آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ فوراً عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی مدد کے لئے ان کے پاس پہنچ جاؤ، اس کام کے لئے آپ سے زیادہ لائق اور کوئی نہیں ہے۔ میں آپ ہی کو اس مہم کے سر کرنے کے لئے اہل سمجھتا ہوں جلدی کیجئے معاملہ انتہائی نازک ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا: بخدا میں اس کے لئے تیار ہوں اللہ عظمت والے کی قسم! میں اس مہم کو سر کر کے

رہوں گا، بلکہ آپ کے حکم کا منتظر تھا۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا ابا سلیمان! میں آپ کو کہتے ہوئے شرماتا تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ عزوجل کی قسم! حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگر کسی لڑکے کو بھی میرے اُوپر امیر مقرر کر دیتے تو میں اس کی اطاعت سے بھی ذرا بھر روگردانی نہ کرتا بلکہ اس کی اطاعت بجالاتا آپ کی مخالفت بھلا میں کیونکر کر سکتا ہوں جبکہ آپ مجھ سے ایمان لانے اور حلقۂ اسلام میں داخل ہونے میں مقدم ہیں۔ سابقین کے ساتھ ایمان لانے میں آپ مجھ سے سبقت کرنے والے ہیں اور جلدی کرنے والوں میں آپ مجھ سے جلدی اسلام قبول کرنے والے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ''امین'' کا لقب عطا فرمایا ہے پھر میں کیونکر آپ پر سبقت کر سکتا ہوں اور آپ کے درجہ کو کیسے پا سکتا ہوں۔

بخدا میں نے ایک زمانہ تک مسلمانوں کے روبرو شمشیر زنی کی ہے اور اب میں آپ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے اپنے آپ کو اللہ عزوجل کی راہ میں وقف کر دیا ہے اور عنقریب میں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے ثابت کر دوں گا کہ جہاد سے میرا مقصود نام پیدا کرنا ہرگز نہیں ہوتا جیسا کہ انھوں نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

''وہ نام پیدا کرنے کے لئے جہاد کرتا اور شجاعت کے جوہر دکھاتا ہے۔''

بلکہ میرا مقصد خالصتاً اللہ عزوجل کے لیے اور اللہ عزوجل کے کلمہ کی سربلندی کے لئے جان کی بازی لگانا ہے، خدا کی قسم! میرے دل میں کبھی امارت کی خواہش پیدا ہوئی اور نہ ہی میں نے کبھی اپنی برتری اور ناموری کے لئے جان لڑائی ہے۔

مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے کلام کو بہت سراہا اور اس کی تحسین کی پھر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابو سلیمان! اب آپ جلدی کریں اور اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کے لئے ان سے جا ملیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ببر شیر کی طرح کود کر اٹھے اور اپنے گھوڑے اور سامان حرب کی طرف چل دیئے اور آپ نے جنگ یمامہ کے دن مسیلمہ کذاب سے جو زرہ سلب فرمائی تھی، اس زرہ کو زیب تن کیا، خود (ہیلمٹ) سر پر سجایا شمشیر حمائل کی گھوڑے کی زین کس کر باندھی اور اس میں یوں جم کر بیٹھ گئے کہ گویا اس میں سوراخ کر کے کوئی کیل گاڑ دیا گیا ہو اور لشکر زحف کو للکار کر فرمایا: ''شمشیر زنی کے لئے آؤ۔''

راوی کہتے ہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی پکار سن کر تمام مسلمانوں نے لبیک کہا اور انتہائی سرعت کے ساتھ تمام فوج نے عملی جواب دینا شروع کر دیا اور اُن عقابوں کی طرح جو اپنے بازو سمیٹ کر بجلی کی طرح شکار پر گرتے ہیں ایک دم میدان میں اترنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے منٹوں میں لشکر زحف حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے گرد دائرہ بنا کر کھڑا ہو گیا۔ مسلمانوں نے ایک دوسرے کو الوداعی سلام کیا پھر یہ لشکر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانہ ہو گیا اور حضرت عبداللہ بن انیس الجہنی رضی اللہ عنہ اس لشکر کی راہنمائی کر رہے تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا بطور کمک میدانِ جنگ میں پہنچنا

حضرت رافع بن عمیرہ طائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں بھی اس روز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی فوج میں شامل تھا اور آپ کے ساتھ تھا اور ہم مسلسل پوری کوشش اور جدوجہد کے ساتھ چلتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے دوری کو لپیٹ دیا گویا زمین کی طنابیں کھینچ کر مسافت کو مختصر کر دیا گیا ہے جب آفتاب غروب ہو رہا تھا تو ہم رومیوں پر طلوع ہو رہے تھے۔ رومیوں کی فوج اتنی زیادہ تھی کہ یوں لگتا تھا جیسے ٹڈیوں کا لشکر پھیلا ہوا ہو اور مسلمان ان کی کثرت میں ڈوبے ہوئے تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن انیس! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے کو کس طرف تلاش کروں؟
ابن انیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے کہا انھوں نے اپنے ساتھیوں سے یہ عہد و پیمان باندھا تھا کہ ہم سب راہب کے دیر (کلیسا) کے پاس جمع ہوں گے یا پھر اس جنت میں اکٹھے ہونگے جس کا اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں سے وعدہ فرمایا ہے۔ یہ سن کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دیر کی طرف نظریں دوڑائیں اور اچانک آپ کی نظر اسلامی جھنڈے پر پڑی اور وہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور تمام مسلمانوں کی حالت اس وقت یہ تھی کہ کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا جو زخموں سے چکنا چور اور چھلنی نہ ہوا ہو اور ہر فرد اس فانی زندگی سے آس توڑ کر حیات جاوداں اور عیش سرمدی کے حصول کے جذبہ سے سرشار نظر آتا تھا۔ رومی چاروں طرف سے بڑھ چڑھ کر ان کو تلواروں اور نیزوں سے ضربیں لگا رہے تھے۔
حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما اپنے ساتھیوں سے فرما رہے تھے:
مسلمانو! آگے بڑھو اور ان مشرکین کو لے لو، یہ بچ نہ جائیں صبر و استقامت سے کام لو تمھارا مقابلہ اللہ تعالیٰ کے باغیوں سے ہے وہ ارحم الراحمین تم پر تجلی فرما رہا ہے، تمھیں سرخرو فرمائے گا۔ اس کے بعد آپ نے قرآن عزیز کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

﴿كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً م بِإِذْنِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ٥﴾
"بارہا کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔"●

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا حملہ کرنا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب مسلمانوں کے صبر و استقلال اور بہادری و استقامت کو ملاحظہ کیا جس کا وہ اپنے دشمنوں کے مقابل مظاہرہ کر رہے تھے تو ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور انھوں نے اسلامی پرچم کو حرکت دی اور اپنی

● پارہ 2، البقرہ 249، ترجمہ کنزالایمان

بہادر فوج سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اس بدذات کمینی قوم کو کچل دو، ان کے خونوں سے اپنے نیزوں کی پیاس بجھاؤ، اے "حی علی الفلاح" والو! تمھیں فلاح ونجات (کامیابی وکامرانی) کی خوشخبری مبارک ہو۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے اصحاب سخت ترین آزمائش اور مصیبت میں پھنسے ہوئے تھے کہ اچانک مسلمانوں کی فوجیں اور اہل توحید کا لشکر جو کیل کانٹے سے لیس اور سرتاپا، لوہے میں ڈوبا ہوا تھا، تیز جنگلی عقابوں اور بپھرے ہوئے حملہ آور شیروں کی مثل نمودار ہوا، آوازوں کا شور برپا ہوا، گھوڑوں کی ہنہناہٹ سے میدان جنگ گونج اُٹھا۔

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے جب اس لشکر کی طرف دیکھا تو انھیں اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا اور انھوں نے اس آنے والے گھڑسواروں کے دستہ کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا شروع کر دیا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ وہ سیدھا انہی کی طرف بڑھتا آرہا ہے تو یہ حضرات بہت گھبرا گئے اور انھوں نے یہ گمان کیا کہ رومیوں کا یہ لشکر کمین گاہوں میں چھپا بیٹھا تھا جو اچانک میدان جنگ کی طرف نکل آیا ہے اور ہمیں ہلاک کر ڈالے گا یا قیدی بنا لے گا یہ امر مسلمانوں پر نہایت شاق اور گراں گزرا...... پھر یکا یک انھوں نے ایک غیبی آواز سنی: ندا کرنے والا کہہ رہا تھا:

"يَا حَمَلَةَ الْقُرْآنِ جَآءَ كُمُ الْفَرَجُ مِنَ الرَّحْمَانِ وَنُصِرْتُمْ عَلٰى عَبَدَةِ الصُّلْبَانِ"

"اے حاملین قرآن! رحمٰن ﷻ کی طرف سے فتح وکشائش تمھارے پاس پہنچ چکی ہے اور صلیب کے پجاریوں کے خلاف تمھاری مدد کے لئے کمک تمھارے قریب آگئی ہے۔"

مسلمانوں کے کلیجے اس وقت منہ کو آرہے تھے۔ شمشیر بُراں اپنا کام دکھا رہی تھی کہ ایک دم آنے والے لشکر کے فرنٹ پر ایک گھڑسوار نے جو ببر شیر کی طرح ڈکارتا ہوا اور شکار پر جھپٹے ہوئے چیتے کی طرح گونجتا ہوا آگے بڑھا اس کے ہاتھ میں اسلامی پرچم ہے جس کے ہلال سے روشنی اور نور یوں چمک رہا ہے جیسے چاند کی چاندنی ہوتی ہے۔

اس شہسوار نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر با آواز بلند کہا: اے گروہ مسلمین! تمھیں دشمنان خدا کو فنا اور برباد کر کے رکھ دینے والی مدد اور نصرت کی خوشخبری مبارک ہو، "میں خالد بن ولید ہوں۔"

مسلمانوں نے جو اس وقت گویا انتہائی مشکل میں تھے اور بڑی کرب کی کیفیت سے دوچار تھے اور جیسے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا والی صورت حال تھی، ایسے عالم میں سیف اللہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی آواز مبارک نے ان کے تن بدن میں نئی روح پھونک دی اور جان میں جان آ گئی اور مسلمانوں نے یہ صدائے جاں فزا سن کر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے نعروں سے آپ کی آواز کا استقبال کیا، مسلمانوں کی نعرہ ہائے تکبیر کی آوازوں کی گونج بجلی کی کڑک اور تہہ وبالا کر کے رکھ دینے والی بادِ صرصر اور طوفانی آندھی کی مثل میدان جنگ کی فضا کو گرما گئی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے لشکر زحف کے ساتھ جو آپ سے کبھی جدا نہیں ہوتا تھا، دشمن پر بھرپور وار کیا اور اللہ تعالیٰ کی تلوار نے اپنی تلوار کو دشمن کے سروں پر رکھ دیا (اور گاجر مولی کی طرح ان کو کترنا شروع کر دیا)۔

حضرت عامر بن سراقہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا رومیوں پر یہ اچانک حملہ ایسے تھا جیسے شیر کا بکریوں پر حملہ ہو۔ آپ نے ان کو مار مار کر دائیں بائیں منتشر کر دیا۔ رومیوں نے بھی ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اپنی جانوں کا اور اپنے اموال کا پوری طرح دفاع کیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اصل میں چاہتے یہ تھے کہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ تک پہنچ جائیں۔ مسلمانوں نے جب آنے والے لشکر کو دیکھا تو انھیں یہ خبر نہیں تھی کہ یہ کون لوگ ہیں حتیٰ کہ انھوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی آواز سنی جس میں وہ اپنے فخریہ کارناموں کا تذکرہ کر رہے تھے اور اپنا حسب ونسب بیان کر رہے تھے۔ جب حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے ان کو سنا تو انھوں نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''مسلمانو! دشمن کو لے لو اب یہ بچ کر نہ جانے پائے، بیشک تمھارے پاس آسمان سے مدد پہنچ گئی ہے۔'' یہ کہہ کر آپ نے حملہ کر دیا اور دوسرے مسلمانوں نے بھی آپ کی طرح حملہ کیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی امیر لشکر عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے ملاقات

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اپنی جانوں سے مایوس ہو چکے تھے حتیٰ کہ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی مدد آ پہنچی۔ ابھی رات کی تاریکی زیادہ گہری نہیں ہوئی تھی کہ میں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا۔ اسلامی پرچم آپ کے ہاتھ میں ہے اور آپ مشرکین کو اس طرح ہانکے پھر رہے ہیں جیسے چرواہا بھیڑ بکریوں کو چراگاہ کی طرف ہانک کر لے جا رہا ہو اور مسلمان خدا کے دشمن مشرک رومیوں کو قتل کرتے اور قیدی بناتے آگے بڑھ رہے ہیں۔

اور واہ واہ! سبحان اللہ، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ، حضرت مسیّب بن نجیہ فزاری رضی اللہ عنہ کو کہ ان حضرات نے کندھے سے کندھا ملا کر تلواروں کو جنبش دی اور چومکھی لڑ کر رومیوں کو ہر جانب سے قتل کیا۔ جب لڑتے لڑتے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئے، آپ نے ان کی طرف دیکھا تو حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی زرہ کی آستین بلکہ پورے بدن پہ اونٹ کی کھچی جیسے خون کے لوتھڑے جمے ہوئے تھے۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے انھیں دیکھ کر کہا: اے رسول اللہ (ﷺ) کے [illegible]

سعی جمیلہ کو منظور فرمائے اور تمھیں اچھا صلہ عطا فرمائے اللہ ﷻ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تم نے اپنے عظیم باپ کا انتقام لے کر اپنی پیاس کو بجھا لیا ہے اور قدرے قلبی شفاء وسکون حاصل کر لیا ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ کیونکہ ایک تو اندھیرا چھا چکا تھا اور دوسرا حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نقاب پوش تھے اور اپنے چہرے پر کپڑا باندھ رکھا تھا، جس کی وجہ سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ان کو پہچان نہ سکے۔

آپ نے بتلایا کہ میں ضرار، صحابی رسول اللہ ﷺ ہوں۔

آپ نے فرمایا: ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں ہمارے لئے آپ کا بطور ایک مددگار، ہماری مدد ونصرت کے لئے آنا خوش آئند ہے، مرحبا!

حضرت خالد بن ولید اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہما کا مل کر دیر ابی القدس پر حملہ کرنا

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ دونوں حضرات ابھی گفتگو کر رہے تھے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے اور لشکر زحف بھی آپ کے ساتھ ہی تھا۔ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا شکریہ ادا کیا اور دعائیں دیتے ہوئے فرمایا: اللہ ﷻ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کی کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے۔

پھر آپ نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: ضرار! چونکہ گورنر طرابلس کی بیٹی کلیسا میں شادی کی رسومات ادا کرنے کی غرض سے آئی ہوئی ہے، اس لئے اس کی سکیورٹی کے پیش نظر رومی سردار اور بڑے بڑے بہادر جنرل جو لوگوں کو اس کے قریب آنے سے روکنے کے لئے مقرر کیے ہیں، انھوں نے چاروں اطراف سے کلیسا کا گھیراؤ کر رکھا ہے اور چونکہ دشمن کے بڑے بڑے شہ زور ایک جگہ جمع ہیں اس لئے دشمن کو ہلاک کرنے کا یہ بہترین موقع ہے، کیا آپ دشمن پر حملہ کرنے میں میرا ساتھ دینگے؟

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ وہ لوگ ہیں کہاں؟

آپ نے فرمایا: کیا آپ ان کو دیکھ نہیں رہے؟

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے اُبھر کر نظریں دراز کر کے ان کی طرف دیکھا تو طرابلس کے سردار اور روم کے مسلح فوجی آپ کو نظر آئے جو کلیسا کی دائیں طرف دائرہ بنا کر کھڑے ہیں اور لوگوں کو لڑکی کے پاس جانے سے روک رہے ہیں، جگہ جگہ مشعلیں روشن ہیں، آگ جل رہی ہے اور آگ کی روشنی میں صلیبیں چمک رہی ہیں اور سکیورٹی والے لوگ اس طرح کھڑے ہیں جیسے فولاد کی دیوار ہو۔

یہ دیکھ کر حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا اللہ ﷻ صلیبیوں کی طرف آپ کی رہنمائی کرے آپ ایک اچھے مرشد

ہیں، حملہ کرنے میں آپ "بسم اللہ" کریں، میں بھی آپ کے ساتھ ہی "الحمد للہ" کرتا ہوں۔

کہتے ہیں کہ ایک طرف سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دوسری طرف سے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے حملہ کر دیا۔ دوسرے مجاہدین بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑے اور رومیوں کو تہہ تیغ کرنا شروع کر دیا۔ مشرکین ان کے حملوں سے بھرپور طریق پر اپنا دفاع کر رہے تھے۔

ان میں سب سے بڑھ کر حملوں کو روکنے اور جوابی حملہ کرنے والا ایک بطریق یعنی "والیٔ طرابلس" خود تھا، وہ فوج کے فرنٹ پر رہ کر بڑی بے جگری کے ساتھ لڑ رہا تھا۔ وہ بڑی ڈیل ڈول کا مالک تھا اور سرکش اونٹ کی طرح کلماتِ کفریہ بڑبڑاتا، شیر کی طرح دھاڑتا اور حملہ کرتا ہوا حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی جانب پیش قدمی کر رہا تھا حتیٰ کہ اس نے بے دھڑک آ کر آپ پر حملہ کر دیا۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اس کی جسمانی ضخامت اور عظیم الجثہ ہونے کے باوجود گھوڑے کی زین پر جم کر مضبوطی سے بیٹھنے کے انداز، شدید شمشیر زنی، حسن احتیاط واحتراز کو دیکھ کر متعجب ہوئے اور حیران رہ گئے۔ اس سے محتاط ہو گئے اور اپنے بچاؤ کی طرف توجہ دی اور وہ آپ سے بھی زیادہ اپنے بچاؤ کی کوشش کرنے لگا۔ دونوں بہادر ایک دوسرے کو زیر کرنے میں طامع اور حریص تھے۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کا والیٔ طرابلس سے مقابلہ

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے یہ چال (جنگی تدبیر) چلی کہ خود کو اپنے ساتھیوں سے دور کر لیا۔ بطریق اپنے ساتھیوں سمیت آپ کی طلب میں آگے بڑھتا گیا اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے مقام کا قصد کیا جو گھوڑے کے گھوم جانے کے قابل ہو جہاں آپ گھوڑا دوڑا سکیں اور چکر لگا سکیں۔ آپ نے گھوڑے کی باگ کشادہ میدان کی طرف موڑ دی اور ایک وادی کے عرض میں جا کر رک گئے لیکن رات کے سخت اندھیرے کی وجہ سے گھوڑا ٹھوکر لگنے کی وجہ سے گرا اور منہ کے بل نیچے لڑھکتا چلا گیا۔ آپ بھی زین سے زمین پر سرک گئے پھر اُٹھ کر کپڑے جھاڑے اور چاہا کہ گھوڑے کو پکڑیں مگر اس پر قادر نہ ہو سکے پھر آپ اسی جگہ پاپیادہ کھڑے ہو گئے۔ تلوار اور ڈھال ہاتھ میں تھی پیادہ ہی ان سے جہاد شروع کر دیا اور اولوالعزم عظیم لوگوں کی طرح صبر واستقلال کا مظاہرہ کیا۔

رومی بطریق لوہے کا گرز ہاتھ میں لئے آپ کی طرف بڑھا اور اس نے گرز آپ پر دے مارا تو آپ نے اس کا وار روکا اور وہ خالی گیا اور بپھرے ہوئے شیر کی طرح اس کی طرف جھپٹے اور تلوار سے حملہ کیا۔ اس کا گھوڑا اس کے نیچے سے ٹھوکر کھا کر منہ کے بل گرا۔ آپ نے فوراً دوسرا وار کیا جو گھوڑے کی گردن پر لگا۔ بطریق گھوڑے کی پشت سے نیچے گر گیا اس کے پاؤں چونکہ رکابوں میں تھے اس لئے جلدی سے کھڑا نہ ہو سکا۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے اس سے پیشتر کہ اس کے مددگار غلام و حشم پہنچیں، جلدی سے اس کی شہ رگ پر تلوار ماری لیکن تلوار کا وار اچک جانے اور اوچھا لگنے کی وجہ سے کارگر نہ ہوا اگرچہ اسے اپنی ہلاکت کا یقین ہو چکا تھا لیکن اس نے پوری قوت ارادی سے اٹھنا چاہا۔

آپ نے جمپ لگا کر اس کو قابو کر لیا اور باوجود یہ کہ وہ بہت زیادہ لحیم و شحیم یعنی گوشتیلا اور چربیلا تھا آپ نے پوری قوت سے اسے اٹھایا اور زور سے زمین پر پٹخ کر دے مارا اور اس کے سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔ آپ کے پاس یمن کا بنا ہوا ایک خنجر ہمیشہ موجود رہتا تھا، وہ آپ نے غلاف سے نکالا اور اس کے سینے میں گھونپ دیا جو سینے سے ناف تک چیرتا ہوا چلا گیا۔ وہ ہلاک ہو گیا اور اللہ عزوجل نے فوراً اس کی روح کو جہنم رسید فرما دیا پھر حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے اس کے گھوڑے کو قابو کیا جو سونے چاندی اور بہت قیمتی ہیروں سے آراستہ کیا ہوا تھا جب آپ گھوڑے پر سوار ہو گئے تو آپ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور رومیوں پر حملہ کر کے ان کو دائیں بائیں منتشر کر دیا۔ ادھر آپ دشمن کے مقابلہ میں سرخرو ہوئے اور ادھر حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ دیر (کلیسا) کو فتح کر کے اس پر اور اس میں جو کچھ موجود تھا سب پر قابض ہو چکے تھے۔

مسلمانوں نے کلیسا پر مکمل قبضہ کر لیا لیکن اس کی کسی چیز کو اس وقت تک ہاتھ نہیں لگایا جب تک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رومیوں کے تعاقب سے واپس نہیں آ گئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا رومیوں کے پیچھے جانا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی مہم کا واقعہ اس طرح ہوا کہ آپ رومیوں کے تعاقب میں چرچ اور طرابلس کے درمیان جو ایک بڑا دریا حائل تھا وہاں تک نکل گئے۔ رومی چونکہ اس کے عبور کرنے کے بڑے راستے اور گھاٹ سے واقف تھے اس لئے انھوں نے اپنے گھوڑے اس جگہ سے دریا میں ڈال دیئے اور وہ دریا پار کرنے میں کامیاب ہو گئے اور بچ کر نکل گئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ وہاں رک گئے اور پھر واپس اپنے ساتھیوں کے پاس تشریف لے آئے جب آپ یہاں پہنچے تو بطریق (والی طرابلس) قتل اور چرچ کا علاقہ فتح ہو چکا تھا۔ لوگوں نے مال غنیمت کو جمع کرنا شروع کر دیا تھا اور بازار میں جو کچھ مال ومتاع ریشمی کپڑوں اور اناج کی قسم سے دستیاب ہوا، سب کو اکٹھا کر کے رکھ لیا۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے سامان کو پالانوں میں جمع کیا اور عمدہ عمدہ کھانے کی اشیا کھائیں، ہمارے ساتھیوں نے سونے چاندی کے برتن وغیرہ جو دیر میں موجود تھے، نکالے۔ بطریق (والئ طرابلس) کی لڑکی اور اس کی چالیس سہیلیوں کو جن کے پاس بہت زیادہ زیورات اور عمدہ کپڑوں اور پوشاکوں کے کئی کئی جوڑے تھے سب کچھ اپنے قبضہ میں کر لیا۔ مجاہدین مال غنیمت کو براذین (تاتاری گھوڑوں)، خچروں اور حماروں پر لاد کر غنیمت کے

اموال کثیرہ کے ساتھ واپس لوٹے۔

مسلمانوں کی دیرابوالقدس سے دمشق کی طرف واپسی

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس سریہ کی نسبت تین اشخاص کی طرف گمان کی جاتی ہے حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ اس کے سربراہ تھے۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ اس کی مخبری کرنے اور انفارمیشن دینے والے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کمک پہنچانے والے تھے، اس طرح تینوں جرنیلوں کی مشترکہ جدوجہد کے نتیجہ میں قلعہ ابی القدس اور اس کا ملحقہ رقبہ فتح ہوا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس جنگ میں بہت زیادہ مشقت اٹھانی پڑی اور آپ کے جسم میں ایک بہت گہرا زخم بھی آ گیا تھا۔ جب آپ چلنے لگے تو آپ صومعہ (چرچ) میں موجود راہب (پادری) کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے زور سے اس کو آواز دی مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا آپ نے پھر اس کو بلند آواز سے بلایا اور ڈانٹ کر فرمایا تو پھر جا کر وہ باہر نکلا اور کہنے لگا:

آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں کہیے، مگر یاد رکھیے میں حق مسیح کی قسم کھا کر کہتا ہوں اس سبز آسمان کا مالک اس قتل و غارت اور خون ریزی کا ضرور تم سے بدلہ لے گا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ ہم سے کیونکر ان مقتولین کے خون کا مطالبہ کرے گا جبکہ ہم اسی مالک کی طرف سے مامور ہیں کہ تم سے قتال کریں اور جہاد کرنے کا ہمیں رب کی طرف سے امر ہوا ہے اور اس پر باری تعالیٰ نے ہم سے اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے پھر وہ ہم سے تمہارے مشرکوں کے قتل اور خون کا مطالبہ کیونکر فرمائے گا؟

پھر آپ نے فرمایا: بخدا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے ساتھ (مذہبی پیشواؤں) کے ساتھ تعرض سے منع نہ فرمایا ہوتا تو میں تجھے بھی تیرے صومعہ سے نیچے اتارتا اور پھر نہایت سختی کے ساتھ مار ڈالتا۔

راہب یہ سن کر چپ ہو گیا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ مال غنیمت کے ساتھ روانہ ہو گئے یہاں تک کہ دمشق پہنچ گئے۔ یہاں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ آپ کی آمد سے پہلے مطلع ہو چکے تھے جب انھوں نے ڈھیروں مال غنیمت ملاحظہ فرمایا تو نہایت خوش ہوئے اور دوسرے مسلمانوں کو بھی خوشی اور فرحت ہوئی۔

مالِ غنیمت کی تقسیم

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے آپ کا استقبال فرمایا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو سلام پیش کیا اور آپ کا شکریہ ادا کیا اور آپ کے ساتھ ہی باقی تمام مسلمانوں کا شکریہ ادا کیا اور ان کو سلامی دی اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو سلامی

دی، ان کا شکریہ ادا کیا اور اپنے کیمپ میں واپس تشریف لے آئے۔ وہاں آپ نے مال غنیمت کا خمس 1/5 حصہ الگ نکالنے کے بعد باقی ماندہ مال مسلمانوں پر تقسیم فرما دیا اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو آپ نے حصہ غنیمت کے علاوہ بطریق (والئی طرابلس) کا گھوڑا بمع زین اور اس پر جو سونا چاندی ہیرے جواہر تھے، سب کچھ عطا فرما دیا۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اسے لے کر اپنی بہن حضرت سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا کے پاس لائے۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے اس کے جواہر اور نگینے اتار کر مسلمان خواتین پر ان کو تقسیم فرما دیا ان میں سے ایک ایک نگینہ بیحد قیمتی تھا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد تمام قیدی حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ جن میں بطریق (والئی طرابلس) کی بیٹی بھی موجود تھی۔ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس لڑکی کے لئے درخواست پیش کی کہ انھیں عطا کر دی جائے۔

آپ نے فرمایا کہ پہلے میں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اس بارے اجازت لے لوں تب آپ کو جواب دے سکتا ہوں چنانچہ آپ نے دربار خلافت میں اس کے متعلق خط لکھا اور صورت حال سے آگاہ کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب میں مکتوب گرامی تحریر فرمایا اور آپ نے حکم فرمایا کہ بطریق کی لڑکی حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی جائے۔

چنانچہ اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے وہ لڑکی آپ کے سپرد کر دی گئی اور وہ ایک طویل زمانہ تک آپ کی خدمت میں رہی وہ رومی کھانے پکانے کی تو پہلے سے ہی ماہر تھی آپ نے اسے عربی کھانے پکانے بھی سکھا دیئے۔ امارتِ یزید کے زمانہ تک وہ آپ کے پاس رہیں جب یزید کو اس کے متعلق خبر ہوئی اور لوگوں نے اس کی تعریف کی تو یزید نے حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے ہدیہ کے طور پر مانگی۔ آپ نے اسے یزید کے پاس بطور تحفہ بھیج دیا۔

مالِ غنیمت کے متعلق امیر المؤمنین کا ایک خاص حکم

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غنیمت کے مال میں سے جو قلعہ ابی القدس سے حاصل ہوا، میرے حصہ میں ریشم کے کچھ ملبوسات آئے ان کپڑوں پر رومیوں کی تصاویر بنی ہوئی تھیں ان میں سے ایک کپڑے پر حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نہایت خوبصورت تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ میں نے وہ ملبوسات یمن لا کر فروخت کر دیئے اور ان کے عوض مجھے بہت زیادہ رقم حاصل ہوئی جس سے طائف میں آ کر میں نے سامان خریدا۔ میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ان کے لشکر میں تھا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے میرے نام ایک مکتوب گرامی تحریر فرمایا جس میں آپ نے حسب ذیل ہدایات فرمائیں:

"اے بھتیجے! اس قسم کے کپڑے یہاں مرکز میں میرے پاس بھیج دیا کرو تا کہ ان کو غریب عوام کی ضروریات

میں خرچ کیا جا سکے۔"

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جب مسلمانوں کی فوجیں مال غنیمت لے کر پلٹیں تو حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے اس فتح کی خوشخبری اور حصول مال غنیمت کے متعلق حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رپورٹ بھیجی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف ان کا شکریہ اور قلعہ اَبی القدس کی مہم پر روانگی کے وقت جو انھوں نے تقریر کی تھی، وہ بھی تحریر کی اور ساتھ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سفارش اور درخواست کی کہ آپ اپنی طرف سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو براہ کرم چند کلمات تحسین تحریر فرما دیں۔

روایت ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے یہ مکتوب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف اس وقت لکھا جب آپ بادشاہ روم ہرقل اور بیت المقدس کی طرف جا رہے تھے اور اس خط میں آپ نے بعض مسلمانوں کی امیر المؤمنین کی خدمت میں یہ شکایت بھی لکھ کر بھیجی تھی کہ وہ شراب نوشی کرتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں مسلمانوں کی شکایت

حضرت عاصم بن ذویب العامری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شام کی جنگ، فتح دمشق اور فتح غوطہ کی مہم سر کرنے والوں میں مَیں بھی موجود تھا، عرب کا جو وفد یمن سے یہاں آیا اس میں جو دیہاتی لوگ تھے، انھوں نے شراب کو مباح سمجھ کر پینا شروع کر دیا۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو یہ بہت ناگوار گزرا، عرب کے ایک نوجوان میرا غالب گمان ہے کہ وہ حضرت سراقہ بن عامر رضی اللہ عنہ تھے، انھوں نے اس گروہ سے مخاطب ہو کر کہا تھا: اے مسلمانوں کے گروہ! شراب نوشی کا طریقہ چھوڑ دو کیونکہ یہ عقل کو لے جاتی ہے اور گناہوں کے کام اسے پینے کے بعد زیادہ ہوتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شراب پینے والے، اس کو اٹھا کر لانے والے اور منگوانے والے پر لعنت بھیجتے تھے۔

حضرت اُسامہ بن زید لیثی رحمۃ اللہ علیہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف غسانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے بیان کیا ہے کہ میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے ساتھ شام میں تھا آپ نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں جب دیر (کلیسا) قلعہ ابی القدس کی فتح کے متعلق خط لکھا تو اس میں منجملہ اور باتوں کے یہ بھی لکھ کر بھیجا تھا کہ بعض مسلمانوں نے شراب نوشی کر کے حد شرع کو اپنے اُوپر لازم کر لیا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ جب میں یہ خط لے کر مدینہ طیبہ پہنچا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد نبوی شریف میں تشریف رکھتے تھے اور آپ کے پاس آپ کے احباب بھی تشریف فرما تھے جن میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، کسی مسئلہ پر گفتگو فرما رہے تھے، میں نے خط آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں

پیش کیا تو آپ رضی اللہ عنہ اسے پڑھ کر دیر تک کسی گہری سوچ میں ڈوبے رہے اور غور کرتے رہے، پھر فرمانے لگے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پینے پر کوڑے مارنے کا حکم فرمایا ہے۔ پھر آپ نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے اس بارے میں سوال کیا اور آپ کی رائے مبارک دریافت کی تو انھوں نے فرمایا:

"اِنَّ السُّکْرَانَ اِذَا سَکَرَ ھَذٰی وَاِذَا ھَذٰی افْتَرٰی وَاِذَا افْتَرٰی فَعَلَیْهِ ثَمَانُوْنَ جَلْدَةً فَاجْلِدْ فِیْهِ ثَمَانِیْنَ جَلْدَةً"

"شراب پینے والا جب نشہ میں ہوتا ہے تو بیہودہ گوئی کرتا ہے اور جب وہ بکتا ہے تو افتراء پردازی کرتا ہے اور جب دروغ گوئی کرنے لگے تو اس کو اسی کوڑے مارنے لازم ہیں پس ان کو اسی اسی کوڑے لگاؤ۔"[1]

یہ سن کر آپ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام درج ذیل مکتوب تحریر فرمایا:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مکتوب بنام حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

"امابعد! تمھارا خط ملا میں نے غور سے اسے ملاحظہ کیا پس جن افراد نے شراب نوشی کی ہے ان پر اسی اسی کوڑے کی حد جاری کر دو، بخدا میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایسے لوگوں کی اصلاح اور درستگی صرف سختی اور فقر سے ہی ہو سکتی ہے۔ ان لوگوں پر لازم ہے کہ اپنے ارادوں اور نیتوں کو اچھا اور پاکیزہ کر لیں، رب عزوجل انھیں دیکھ رہا ہے۔ اسی کی عبادت کریں اسی پر ایمان رکھیں اور اس کے شکر گزار بن کر رہیں، ان میں سے جو شخص دوبارہ شراب نوشی کا مرتکب پایا جائے اسے پھر اسی دُرّے مارے جائیں اور اس پر حد شرعی قائم کی جائے۔"

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ خط حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور آپ نے پڑھا تو لوگوں میں اعلان کر کے کہا کہ:

"اے مسلمانو! جس شخص پر شراب پینے کی وجہ سے حد واجب ہوئی ہے وہ خود کو پیش کر دے اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں تائب ہو کر خود کو پاک کر لے۔"

---

[1] موطأ امام مالک میں حدیث پاک اس طرح ہے: ((اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اسْتَشَارَ فِی الْخَمْرِ یَشْرَبُهَا الرَّجُلُ فَقَالَ لَهٗ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ نَرٰی اَنْ تَجْلِدَهٗ ثَمَانِیْنَ فَاِنَّهٗ اِذَا شَرِبَ سَکِرَ وَاِذَا سَکِرَ ھَذٰی وَاِذَا ھَذٰی افْتَرٰی اَوْ کَمَا قَالَ فَجَلَدَ عُمَرُ فِی الْخَمْرِ ثَمَانِیْنَ.)) ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شراب نوشی کے بارے میں مشورہ طلب کیا تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے خیال کے مطابق آپ انھیں اسی (80) کوڑے لگوائیں۔ اس لیے کہ جب وہ شراب پیے گا تو مدہوش ہو جائے گا اور جب وہ مدہوش ہو گا تو ہذیان بکے گا اور ہذیان کے دوران (کسی پر زنا کی) تہمت لگا دے گا اور اس تہمت کی سزا اسی کوڑے ہیں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑے سزا مقرر کی۔ (موطأ امام مالک: کتاب الاشربہ، باب الحد فی الخمر: حدیث نمبر 1588)

چنانچہ اس منادی اور اعلان پر لوگوں نے عمل کیا اور جس نے بھی شراب نوشی کی تھی خود کو حد شرعی کے نفاذ کے لیے پیش کر دیا اور اس پر حد جاری کر دی گئی۔

پھر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے انطاکیہ کی طرف جانے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے اور ہمارا ہدف قلب روم ہے اور ہمیں اُمید ہے کہ اللہ عزوجل ہمارے ہاتھوں سے روم کو فتح فرما دے۔

تمام مسلمانوں نے کہا: چلئے جہاں آپ چاہتے ہوں ہم آپ کے تابع فرمان ہیں۔ مسلمانوں کا یہ متفقہ جواب سن کر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو نہایت مسرت اور خوشی ہوئی اور فرمایا:

کوچ کے لئے تیاری مکمل کر لو، میں نے تمھیں ساتھ لے کر حلب [1] جانا ہے جب ہم حلب کو فتح کر لیں گے تو پھر انشاء اللہ عزوجل انطاکیہ کا رُخ کریں گے۔

حلب کا قدیمی اور تاریخی قلعہ

راویؔ کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے تیزی سے اپنا سامان تیار اور آلات حرب درست کرنا شروع کر دیئے اور فوراً تیار ہو گئے۔

مسلمانوں کی نئے معرکہ کے لیے پیش قدمی

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ جب تمام مصروفیات سے فارغ ہو گئے تو آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ "نشان عقاب" جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دست اقدس سے باندھ کر ایلیاء کی مہم کے دن انھیں عطا فرمایا تھا،

[1] حلب شمالی شام کا یہ تاریخی شہر یورپی زبانوں میں الیپو (Alepoo) کہلاتا ہے۔ یہ حران سے تقریباً 300 کلو میٹر کے فاصلے پر دمشق جانے والی شاہراہ پر واقع ہے۔ اس کی آبادی 13 لاکھ سے زائد ہے۔ معجم البلدان کے مطابق اس کا نام حلب (دودھ) اس لیے رکھا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہاں قیام کے دوران میں بھیڑ بکریاں دوہا کرتے اور دودھ فقیروں میں بانٹ دیتے تھے، جب فقراء "حلب، حلب" پکارتے جمع ہو جاتے تھے۔ حلب کے قلعے میں آج بھی دو مقامات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منسوب ہیں جن کی زیارت کی جاتی ہے۔ قلعہ حلب میں ایک صندوق میں حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے سر کا ایک حصہ دفن ہے۔ (معجم البلدان 2/282-274)

لیں اور لشکر زحف کے آگے آگے چلیں اور اس کی قیادت فرمائیں۔

چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ''مقدمہ الجیش'' یعنی فرنٹ پر تھے اور اسلامی لشکر کے بہادر جرنیلوں میں سے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ، حضرت رافع بن عمیرہ طائی رضی اللہ عنہ، حضرت مسیب بن نجیبہ رضی اللہ عنہ بھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، دوسرے حضرات بھی یکے بعد دیگرے روانہ ہو گئے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت صفوان بن عامر اسلمی رضی اللہ عنہ کو پانچ سو سپاہی دے کر دمشق کی حفاظت کے لئے چھوڑا اور خود یمن اور مصر کے کچھ مجاہدوں کے ہمراہ لشکر اسلامی کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ''بقاع'' اور ''لبوہ'' کے راستہ سے گئے تھے جب آپ وہاں پہنچے تو آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حمص جانے کے متعلق حکم جاری کیا اور فرمایا:

اے ابوسلیمان! اٹھو اللہ عزوجل کی برکت اور مدد پر بھروسہ کرتے ہوئے اور جا کر اس قوم مشرک پر بجلی بن کر گرو اور سرزمین ''عواصم وقنسرین'' پر ہلہ بول دو اور اسے تاخت وتاراج کر کے رکھ دو، میں ''بعلبک'' جا رہا ہوں، اُمید ہے اللہ رب العزت اس کی فتح کو ہمارے لئے آسان اور سہل فرما دے گا۔

پھر آپ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو الوداع کہا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر حمص کی طرف روانہ ہو گئے اور ابھی آپ ''بعلبک'' کی طرف جانے کے لئے تیار ہی ہوئے تھے کہ اتنے میں ''والئ جوسیہ'' آ گیا وہ اپنے ساتھ کچھ ہدیے اور تحائف بھی لایا تھا۔ اس نے آپ سے کہا:

اگر آپ حضرات حمص اور بعلبک کو فتح کر لیتے ہیں تو ہم بھی آپ کے ماتحت ہو جائیں گے اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس سے چار ہزار درہم اور پچاس عدد ریشمی کپڑوں کی سالانہ ادائیگی کی شرط پر صلح کر لی صلح نامہ مرتب ہونے کے بعد آپ بعلبک کی طرف روانہ ہو گئے ابھی آپ ''لبوہ'' سے کچھ ہی دور گئے ہوں گے کہ اونٹنی سوار نہایت سرعت اور تیزی سے آتا ہوا دکھائی دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط ملنا

آپ ٹھہر گئے جب وہ ناقہ سوار آپ کے پاس پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت اُسامہ بن زید طائی رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے ان سے معلوم فرمایا: ''اُسامہ تم کہاں؟''

انھوں نے اونٹنی کو بٹھایا۔ آپ کو اور تمام مسلمانوں کو سلام کیا اور بتلایا کہ میں مدینہ منورہ سے آ رہا ہوں اور ساتھ ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خط نکال کر پیش کیا۔ آپ نے اس کی سیل توڑی اور کھول کر پڑھا اس کا مضمون یہ تھا:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من عبداللّٰہ امیر المومنین عمر بن الخطاب
الی ابی عبیدہ امین الامۃ:
سلام علیك!
اما بعد فانی احمد الله الذی لا اله الا هو واصلی علی نبیه اما بعد فلا مرد لقضاء الله وقدره ومن کتب فی اللوح المحفوظ کافراً لا ایمان له وذلك الخ......

ترجمہ: اللہ ﷻ کے بندے، مسلمانوں کے امیر، عمر بن خطاب کی جانب سے ابوعبیدہ بن جراح ؓ جن کو بارگاہ رسالت سے امین الامۃ کا لقب ملا، کے نام

امین الامۃ ابوعبیدہ ابن جراح! السلام علیکم!

اما بعد! سب سے پہلے میں اس اللہ ﷻ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اللہ ﷻ کے نبی حضرت محمد ﷺ پر درود بھیجتا ہوں اما بعد! یاد رکھو کہ اللہ ﷻ کے حکم اور قضا و قدر کو کوئی رد کر سکتا ہے اور نہ ٹال سکتا ہے، جو شخص لوح محفوظ میں کافر لکھ دیا گیا ہے وہ کبھی ایمان نہیں لا سکتا۔ یہاں ایک شخص جبلہ بن ایہم غسانی مع اپنے قبیلہ اور قوم کے میرے پاس آیا میں نے ان کو مہمان بنا کر رکھا اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا، وہ تمام لوگ میرے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے جس سے مجھے بڑی فرحت ہوئی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے ذریعے سے اسلام کو تقویت بخشی اور اسلام کا بازو مضبوط و مستحکم فرمایا ہے باقی پردہ غیب میں چھپے ہوئے بھید اللہ ﷻ ہی جانتا ہے مجھے اس کا علم نہیں۔

میں حج کے لئے مکہ معظمہ گیا، جبلہ بن ایہم بھی وہاں پہنچا ہوا تھا اس نے

بیت اللہ شریف کا سات مرتبہ طواف کیا۔ طواف کے دوران بنوفزارہ کے ایک شخص کا پاؤں اس کی چادر پر آ گیا جس کی وجہ سے وہ سرک کر کندھوں سے نیچے گر گئی جبلہ اس شخص کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: تیرا ستیاناس ہو! تو نے اللہ ﷻ کے حرم میں مجھے برہنہ کر دیا ہے۔

فزاری نے کہا اللہ ﷻ کی قسم! میں نے قصداً ایسا نہیں کیا مگر اس کے باوجود جبلہ نے فزاری کے ایک زور کا تھپڑ رسید کیا جس سے اس کی ناک اور سامنے کے چار دانت ٹوٹ گئے۔

فزاری میرے پاس جبلہ کی زیادتی کی شکایت لے کر آیا میں نے اسے گرفتار کر کے پیشی کا حکم دیا جب وہ پیش ہوا تو میں نے اس سے کہا کہ اپنے اسلامی بھائی کے تھپڑ مارنے پر تجھے کس بات نے آمادہ کیا؟ کہ تو نے طمانچہ مار کر اس کے سامنے کے چار دانت اور اس کی ناک توڑ ڈالی۔

وہ کہنے لگا: اس نے میری چادر اپنے پاؤں کے نیچے لے کر کھول دی تھی اور اگر بیت اللہ کی حرمت کا پاس نہ ہوتا تو بخدا میں اسے قتل کر دیتا۔

میں نے کہا کہ تو نے خود ہی اپنے خلاف اقرار جرم کر لیا ہے اور اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو وہ فزاری تجھے معاف کر دے، بصورت دیگر تجھ سے اس کا قصاص لیا جائے گا۔

جبلہ کہنے لگا: تم مجھ سے قصاص لو گے؟ حالانکہ میں بادشاہ اور وہ ایک بازاری آدمی ہے! میں نے کہا کہ اسلام میں بادشاہ اور گدا دونوں برابر ہیں حقوق میں اسلام ان کے درمیان تفریق نہیں کرتا۔

اس نے کہا اے عمر ٹھیک ہے۔ آپ مجھے کل تک کی مہلت دے دیجئے کل مجھ سے قصاص لے لیجئے گا میں نے فزاری سے کہا کہ کیا تم کل تک کے لئے اس سے قصاص لینے کو چھوڑ سکتے ہو؟ اس نے کہا ''ہاں'' جب رات ہوئی تو وہ راتوں رات اپنے قبیلہ کو ساتھ لے کر جانب شام قبیلہ کلب انطاکیہ کی طرف فرار ہو گیا۔

مجھے اُمید ہے اللہ ﷻ تمہیں اس پر فتح عطا فرمائے گا تو تم حمص میں پڑاؤ کرنا وہاں سے دور نہ جانا، اگر اہل حمص تمہارے ساتھ صلح پر آمادہ ہو جاتے ہیں تو ان سے صلح کر لینا اور اگر وہ انکار کریں تو پھر ان سے جنگ کرو اور انطاکیہ کی طرف اپنے جاسوس بھیج کر [illegible] سے آگاہ رکھیں

عیسائیت کے پیروکار عربوں سے چوکنا رہو۔ اللہ ﷻ آپ پر اور آپ کے تمام مسلمان ساتھیوں پر اپنی رحمت فرمائے اور تمہیں خیر و برکت سے نوازے۔ والسلام

حمص کی طرف پیش قدمی

علامہ واقدی ؒ لکھتے ہیں: حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ کے پاس جب حضرت فاروق اعظم ؓ کا خط پہنچا تو پہلے تو آپ نے اسے آہستہ آہستہ پڑھا اس کے بعد دوبارہ بلند آواز سے پڑھ کر تمام مسلمانوں کو سنایا۔ پھر آپ خود بھی حمص کی جانب روانہ ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولید ؓ پہلے ہی ایک تہائی لشکر لے کر وہاں جمعہ کے روز ماہ شوال 14 ہجری کو پہنچ گئے تھے۔

بادشاہ روم ہرقل کی طرف سے حمص کا وزیر اعلیٰ "لقیطا بن گرگس" مقرر تھا مگر اتفاق یہ ہوا کہ جس دن حضرت خالد بن ولید ؓ حمص پہنچے اسی دن لقیطا آنجہانی ہو گیا۔

شام کا نقشہ
حمص

(حمص) مسجد خالد بن ولید کا منظر

حمص میں حضرت خالد بن ولید ؓ کا مزار مبارک

اہل حمص نے جب حضرت خالد ؓ کا لشکر دیکھا تو وہ بڑے مرکزی کنیسہ میں اکٹھے ہو گئے اور ان کے بطریق (سردار اعظم) نے اجتماع سے مخاطب ہو کر کہا: آپ کو معلوم ہے کہ شاہ روم کی طرف سے نامزد بطریق معظم کا انتقال ہو چکا ہے اور بادشاہ کو اس بات کی اطلاع نہیں ہے کہ عربوں نے ہم پر چڑھائی کر دی ہے، نہ ہمیں اس کی پیشگی اطلاع تھی اور ہم یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہ لوگ جوسیہ اور بعلبک کو فتح کرنے سے قبل ہماری طرف پیش قدمی کریں گے۔ یہ سب کچھ ہماری توقعات کے بالکل برعکس اور خلاف واقع ظاہر ہوا ہے، ایسی صورت میں اگر تم نے جنگ کرنے کا قصد کیا اور بادشاہ روم سے مدد کے لئے خط لکھ کر فوج طلب کی تو [illegible] ہے کہ عرب مجاہدین سپاہیوں کو تم تک پہنچنے ہی نہیں

دینگے اور دوسری بات یہ ہے کہ تمھارے پاس کھانے پینے کی اشیاء کا کوئی قابل ذکر ذخیرہ موجود نہیں ہے کہ جس پر انحصار کر کے تم قلعہ بند اور محصور ہو کر مقابلہ کر سکو۔

لوگوں نے پوچھا کہ پھر اے سردار! آپ اس کا حل بتائیں کہ ایسی صورت میں اب ہمیں کیا پالیسی اختیار کرنی چاہئے؟

اہل حمص کا صلح نامہ لکھنے کے لیے مشورہ

اس نے کہا: میرا مشورہ یہ ہے کہ تم مسلمانوں سے ان کی شرائط کے مطابق صلح کرلو اور جو کچھ بھی وہ مطالبات پیش کریں بلا چون و چرا اسے قبول کرلو اور ان کو وہ دے کر کہہ دو کہ ہم تمھارے تابع ہیں اور ہم جنگ نہیں چاہتے اور یہ بھی ان سے کہہ دو اگر تم حلب اور قنسرین کو فتح کر کے بادشاہ کی فوجوں کو شکست سے دوچار کر دو تو ہم بھی خود بخود تمھارے قبضہ میں آ جائیں گے۔ جب مسلمانوں کی فوج ہمارے علاقوں سے انخلاء شروع کر دے گی اور واپس چلی جائے گی تو پھر ہم بادشاہ ہرقل سے سفیر بھیج کر فوج طلب کر لیں گے جو ہماری حفاظت اور ڈیفنس کے لئے کافی ہو اور یہاں کا انتظام سیاست رواں دواں رکھنے کے لئے بادشاہ سے درخواست کریں گے کہ اپنے شاہی خاندان کے کسی فرد کو یا اپنے حاجبوں میں سے کسی شخص کو حمص کا گورنر مقرر کر دیں نیز تمھارے پاس اس وقت تک غلہ اور سامان بھی وافر مقدار میں میسر ہو چکا ہوگا پھر ان سے جنگ کا بھی مزا آئے گا اور ڈٹ کر لڑیں گے۔

قوم نے اس سردار کی گفتگو کو زمینی حقائق کے مطابق اور حق وصواب کے عین موافق ہونے کی وجہ سے بہت پسند کیا اور اس کی رائے کی تصدیق کر دی اور کہا کہ ہم تمھاری رائے اور تدبیر کی تحسین کرتے ہیں اور آپ اس پر عمل درآمد کریں۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

چنانچہ اس سردار نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جاثلیقا نامی شخص کو جو اُن کے ہاں بہت معزز اور محترم تھا صلح کے لئے نمائندہ بنا کر بھیجا۔ "جاثلیقا" نے آ کر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے صلح کے متعلق مذاکرات کئے اور سردار نے اس کو جو باتیں سمجھائی تھیں ان کے مطابق آپ سے بات چیت کی۔ ان باتوں میں ایک یہ بھی تھی کہ مسلمان حمص سے اپنی فوجوں کو نکال کر حلب، قنسرین، عواصم اور انطاکیہ کی طرف لے جائیں، اس پر بھی اس نے آپ رضی اللہ عنہ سے بات کی۔

اہلِ حمص سے صلح

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اسے منظور کر لیا (اور ان کی آزادی وخود مختاری پر شب خون نہیں مارا) اور اہل حمص سے سالانہ دس ہزار دینار، دوسو ریشمی کپڑوں پر صلح کرلی [illegible] مسلم کمیونٹی" کو ادا کیا کرینگے جس کی ابتداء ماہ

ذیقعد سے اور انتہا شوال 14 ہجری تھی۔

کہتے ہیں کہ جب صلح نامہ مکمل ہو گیا تو اہل حمص کے تجارت پیشہ لوگ مسلمانوں کے لشکر کی طرف نکلے۔ مسلمانوں کی صاف گوئی اور کشادہ دلی سے اچھا تاثر لیا اور نفع بھی خوب کمایا۔

بلاد عواصم اور معرات کی جانب روانگی

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انھیں چار ہزار سواروں پر مشتمل لشکر جس میں قبیلہ لخم، جذام، کندہ، کہلان، سنبس، نبہان، طی اور خولان کے آدمی شامل تھے، دے کر فرمایا:

''اے ابو سلیمان رضی اللہ عنہ! تم یہ لشکر لے کر حلب کے قریب واقع شہر ''معرات'' کا قصد کر لو اور ''عواصم'' کے شہروں پر ہلہ بول دو، ان شہروں کو فتح کرنے کے بعد انھیں قدموں واپس یہاں پلٹ آؤ اور وہاں اپنے جاسوس مقرر کر آؤ تاکہ وہ تمھیں وہاں کی خبریں فراہم کرتے رہیں اور اس پر نظر رکھنا کہ آیا ان کا کوئی دوسرے ملک سے حمایتی اور اتحادی ہے یا نہیں؟ جو ان کی مدد کو آ سکتا ہو۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے لبیک کہا اور پرچم اسلام ہاتھ میں لیا حسب ذیل جنگی ترانہ اور رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے فوج کے آگے آگے چلے جا رہے تھے:

- مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جو تمام جہانوں کا بادشاہ اور بڑی عظمت والا ہے۔
- میں نے اس کا پرچم ہاتھ میں لیا ہے اور میں اس کو اٹھانے کا اہل اور حق دار بھی ہوں کیونکہ میں بنو مخزوم خاندان کا روشن ستارہ ہوں۔
- اور (میں اسلام کا پرچم کیوں نہ اٹھاؤں کہ) میں احمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہوں اور میں ببر شیر کی طرح چلتا ہوں (لیکن بایں ہمہ میں کسی گھمنڈ میں مبتلا ہو کر ایسا نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ ہے اور اسی سے دعا کرتا ہوں کہ) اے پروردگار و مالک! مجھے رومیوں سے لڑنے بھڑنے کی توفیق ارزانی فرما۔

بلادِ عواصم کی فتح

حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہ اشعار پڑھتے ہوئے شیرز کی طرف چلے اور وہاں پہنچ کر آپ نے دو یوم دریائے مقلون کے کنارے قیام کیا، اس کے بعد آپ نے حضرت مصعب بن محارب یشکری رضی اللہ عنہ کو بلا کر پانچ سو سواران کے زیر کمانڈ دیکر ان سے فرمایا کہ ''بلاد عواصم'' کا آپریشن کریں اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ خود قنسرین، حلب اور اس کے علاقہ مرج، معرات، دیر سمعان کی طرف چلے اور آپ کا لشکر جاتے ہوئے جانبین واقع دیہاتوں کا بھی آپریشن کرتا گیا اور شمال و جنوب

کے دیہاتوں کے لوگوں کو قیدی بناتے اور ان کے اموال کو غنیمت بناتے آگے بڑھتے چلے گئے۔ جب غنیمت کے اموال بہت زیادہ جمع ہو گئے اور قیدیوں کی کثرت ہو گئی تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف واپس لوٹ آئے، آپ قیدیوں کی کثرت اور اموال غنیمت کی بہتات وفراوانی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

آپ ان چیزوں کا ابھی معائنہ کر ہی رہے تھے کہ آپ نے بہت زیادہ شور سنا اور تکبیر وتہلیل کے نعروں کی آوازوں سے فضا گونج اٹھی تو آپ نے پوچھا:

''اے ابو سلیمان یہ اتنا زیادہ شور کس کا ہے اور یہ کون لوگ ہیں؟''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر! یہ مصعب بن محارب یشکری ہیں، ان کو میں نے پرچم اسلامی باندھ کر دیا اور پانچ سو یمنی سواروں کا کمانڈر مقرر کر کے ارض عواصم پر حملے کے لئے بھیجا تھا۔ انھوں نے اس علاقہ کو فتح کر لیا ہے اور اب یہ قیدیوں اور بہت سارے غنیمت کے مال کے ساتھ پلٹے ہیں۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کا استقبال کیا اور آپ نے دیکھا کہ ان کے ہمراہ ایک بہت بڑا ریوڑ بکریوں، بیلوں اور گھوڑوں کا چلا آ رہا ہے اور گھوڑوں پر مرد، عورتیں اور بچے سوار ہیں اور انھوں نے چیخ وپکار شروع کر رکھی ہے۔

آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے یہ کفار جو رسیوں سے جکڑے ہوئے تھے اپنے اہل وعیال کی گرفتاری، مال کے لٹ جانے اور اپنی بستیوں اور شہروں کے برباد ہو جانے پر آہ بکا کر رہے تھے۔

آپ نے اپنے ترجمان سے جو ہمہ وقت آپ کے ساتھ رہتا تھا، فرمایا کہ ان سے کہو کہ روتے کیوں ہو دین اسلام میں داخل ہو کر امان کیوں حاصل نہیں کر لیتے تاکہ تمھاری جان ومال اور اہل وعیال ہماری حفاظت اور ذمہ داری میں آ کر اسی طرح محفوظ ہو جائیں جس طرح دوسرے مسلمانوں کے محفوظ اور مامون ومصون ہوتے ہیں۔

ترجمان نے جب ان سے یہ بات کہی تو انھوں نے جواب میں کہا: اے امیر! ہم لوگ آپ سے بہت دور دراز علاقے میں رہنے والے ہیں آپ لوگوں کی خبریں تو ہمیں ملتی رہتی تھیں لیکن یہ تو ہمارے خیال وگمان میں بھی نہ تھا کہ آپ ہمارے علاقے تک بھی پہنچ جاؤ گے پس اسی بے خبری کے عالم میں آپ کے ان سپاہیوں نے اچانک ہم پر چڑھائی کر دی اور ہمارے اموال لوٹ لئے، ہمارے بیوی بچوں کو قیدی بنا لیا اور ہمیں رسیوں میں جکڑ کر یہاں ہانک لائے ہیں۔

قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یہ قیدی چار سو افراد کے لگ بھگ ہوں گے جو بلاد عواصم سے گرفتار ہو کر یہاں پہنچے تھے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان قیدیوں سے فرمایا کہ اگر ہم تم لوگوں پر احسان کرتے ہوئے قید سے آزاد کر دیتے ہیں اور تمھارے بچے واپس لوٹا دیتے ہیں تو کیا تم ہمارے مطیع اور ماتحت ہو کر جزیہ اور خراج ادا کرنے پر راضی ہو؟

انھوں نے کہا: آپ بس ہمیں رہا کر دیں ہم آپ کی ہر شرط ماننے کے لئے تیار ہیں۔

اس کے بعد حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ رؤسائے مسلمین کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے آپ نے یہ فرمایا کہ اے لوگو! میری ذاتی رائے تو یہ ہے کہ میں اس قوم کو قتل سے امان دے دوں اور ان کے اموال اور ان کے بیوی بچے ان کے سپرد کر دوں، اس صورت میں وہ ہمارے ماتحت اور زیر حکم ہوں گے، زمین کاشت اور شہروں کو آباد کریں گے اور ہم ان سے جزیہ اور خراج وصول کرتے رہیں گے لیکن چونکہ میں تمھارے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا اس لئے تمھاری رائے لینی ضروری تھی، اب تم بتلاؤ کہ ان کافر قیدیوں کے ساتھ ہماری پالیسی کیا ہونی چاہیئے؟

تمام قائدین اسلام اور رؤسائے فوج نے متفقہ طور پر کہا کہ اے امیر! آپ نے جو فیصلہ فرمایا ہے ہم آپ کی رائے سے مکمل اتفاق کرتے اور آپ کی رائے کی تصویب و تائید کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی بہتری اور بھلائی کے لئے آپ جو اقدام بھی کرینگے ہم اس میں آپ کا ساتھ دینگے، اس کام میں بھی آپ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کا بھلا ہے اور انھیں نفع پہنچ سکتا ہے تو بلا جھجک اور بغیر کسی قسم کے تامل کے آپ وہ کام کر گزریں۔

چنانچہ آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق جو انھوں نے لکھ کر آپ کی طرف بھیجا تھا کہ چار دینار فی کس سالانہ کے حساب سے مقرر کر کے ان کے نام پتے رجسٹر میں درج کر لئے اور اس کے بعد ان سب کو رہا کر دیا اور ان کا مال اور جانور وغیرہ بھی انھیں واپس لوٹا دیئے اور ان کو واپس اپنے شہروں اور بستیوں میں چلے جانے کا حکم دے دیا اور وہ لوگ اپنے وطنوں کی طرف واپس چلے گئے۔

فتوح الشام

فتح قنسرین

فتح قنسرین

قنسرین کے وفد کی حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات

اہلِ عواصم اور اہلِ قنسرین کو جب یہ خبر پہنچی کہ جو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آتا ہے آپ اس کو امان دے دیتے ہیں تو انھوں نے بھی چاہا کہ اپنے لئے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے امان حاصل کرلیں چنانچہ انھوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ اپنے گورنر کو نہ بتلایا جائے اور اس کے علم میں یہ بات لائے بغیر ہی امان کا پروانہ حاصل کرلیا جائے اور اس مقصد کے لئے انھوں نے اپنا ایلچی اور نمائندہ آپ کی خدمت میں بھیجا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ہَرقل بادشاہ کی طرف سے قنسرین اور عواصم میں جو ''لوقا'' نامی ایک گورنر مقرر تھا، وہ نہایت سخت گیر آدمی تھا، لوگوں کے دل میں اس کا بہت خوف اور ڈر تھا گورنر لوقا حاکم حلب اور اس کی سلطنت سے دشمنی رکھتا تھا۔ ہرقل نے ان دونوں گورنروں کو اپنے دربار میں بلا کر ان سے مشورہ طلب کیا تھا کہ ان عربوں کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے؟ تو ان دونوں نے جواب دیا تھا کہ:

''اے بادشاہ! ہم جنگ کے بغیر عربوں کو اپنا ملک سپرد نہیں کرسکتے جب تک ان کے ساتھ ہماری ٹھیک ٹھاک مڈبھیڑ نہیں ہوجاتی یوں ہی آرام سے سونے کی طشتری میں رکھ کر ہم اپنا ملک ان عربوں کو تو پیش کرنے سے رہے! پنجہ آزمائی ہوگی پھر جو جیتے گا دیکھ لیا جائے گا۔''

بادشاہ نے ان سے وعدہ کیا کہ میں تمھاری مدد کے لئے یہاں بھی لشکر بھیج دونگا اور یہ دونوں اس کے منتظر تھے اور ان میں سے ہر ایک کے پاس دس دس ہزار کے اپنے لشکر بھی تھے مگر وہ ایک مقام پر مجتمع نہ تھے۔

گورنر قنسرین کا اپنی قوم سے خطاب

گورنر قنسرین نے جب یہ سنا کہ اہل قنسرین حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کا عزم کرچکے ہیں تو اسے سخت غصہ آیا اور اس نے ارادہ کرلیا کہ اپنی رعایا کو اس حرکت پر سخت سزا دی جائے اور جس طرح انھوں نے اسے صلح کی خبر نہیں

ہونے دی، ان کے ساتھ بھی ایسی ہی خفیہ چال چلی جائے تاکہ انھیں والئ ریاست کے ساتھ مکروفریب کرنے کا مزہ چکھایا جاسکے۔ چنانچہ اس نے تمام اہل قنسرین کو اکٹھا کیا اور اُن سے مخاطب ہو کر کہنے لگا:

اے بنو اصفر! اور اے عباد المسیح! تمھاری کیا رائے ہے، مجھے ان عربوں کے معاملہ میں کیا کرنا چاہئے؟ کیونکہ یہ لوگ ہماری طرف بڑھ رہے ہیں اور انھوں نے ہمارے شہروں کو گویا فتح کر لیا ہے جیسا کہ انھوں نے دوسرے شہر فتح کر لئے ہیں۔

اس پر اہلِ قنسرین نے کہا:

اے سردار! ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ عرب وفادار اور صاحب ذمہ لوگ ہیں اور انھوں نے شام کے اکثر شہروں کو فتح کر لیا ہے جو شخص ان کے مقابلہ کو آیا اور ان سے برسرپیکار ہوا اسے انھوں نے تہہ تیغ کر دیا اور یا اُسے اور اس کے بیوی بچوں کو قید کر کے اپنا غلام بنا لیا لیکن جو شخص ان کی امان میں داخل ہو گیا اور ان کے زیرِ فرمان آ گیا اسے انھوں نے اس کے شہر میں برقرار رہنے دیا اور اسے جان و مال اور ہر طرح کا تحفظ دیا اور وہ کسی بھی قسم کی ظلم و زیادتی سے محفوظ ہو گیا، اس لئے ہماری سوچی سمجھی رائے یہی ہے کہ ہم بھی ان سے صلح کر لیں اور اپنی جانوں اور اپنے مال و اسباب کو محفوظ کر لیں۔

سردار نے کہا: بلاشبہ تم نے اچھا اور عین صواب مشورہ دیا ہے کیونکہ عرب جہاں کہیں بھی گئے ہیں اور جس سے بھی ان کی جنگ ہوئی ہے وہ فتح یاب ہی ہوئے ہیں۔ میں ان کے ساتھ ایک سال کے لئے صلح کا معاہدہ کر رہا ہوں یہاں تک کہ ہرقل بادشاہ کی طرف سے ہمارے پاس فوجی کمک کے طور پر کافی مقدار میں لشکر پہنچ جائیں پھر ان عربوں کو ہم دیکھ لیں گے، جب یہ پرامن حالت میں اور ہماری طرف سے مطمئن ہو نگے تو اچانک ان پر چھاپہ مار کر ان کا قلع قمع کر دیں گے اور ان کا اپنے شہروں سے نام و نشان مٹا کر رکھ دیں گے۔

لوگوں نے کہا: جو آپ کے ذہن میں ہے کیجئے ہم آپ کا ساتھ دیں گے پھر اگرچہ وقتی صلح کے لئے تمام اہل قنسرین اور سردار کا ایک نقطہ پر اتفاق رائے ہو گیا لیکن ان کے دلوں میں غداری اور مکروفریب کا منصوبہ تھا۔

گورنر قنسرین کا صلح کے لیے قاصد بھیجنا

گورنر لوقا نے ایک شخص جس کا نام اصطخر تھا، یہ عیسائی مذہب کا عالم اور راہب (عابد) تھا اور گورنر کے مشیروں میں سے تھا، اس کی خصوصیت یہ تھی کہ یہ دین نصرانیت کے ساتھ ساتھ مذہب یہودیت کا بھی گہرا مطالعہ رکھتا تھا اور پھر عربی زبان بڑی فصاحت کے ساتھ لکھ بول سکتا تھا، اس کو بلا کر ہدایت کی کہ تم عربوں کے سردار کے پاس چلے جاؤ اور ہماری نمائندگی کرتے ہوئے ان سے ایک سال کے لئے صلح نامہ پر دستخط کرا کر لے آؤ تاکہ ہم انھیں مکر و حیلہ اور منصوبہ کے تحت بیخ و بُن سے اکھاڑ پھینکیں۔ اس کے ساتھ اس نے ایک مکتوب حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے نام لکھا جس کا

مضمون کلمات کفر کے بعد کچھ یوں تھا:

امابعد! اے گروہِ عرب! ہمارا شہر نہایت محفوظ ہے، آبادی بہت زیادہ ہے کھانے پینے کی اشیاء اور ہر قسم کے سامان کی فراوانی ہے یہاں کسی چیز کی قلت نہیں ہے، اگر تم چالیس سال تک بھی محاصرہ کر کے ہمارے سروں پر مقیم رہو پھر بھی ہم پر غالب نہیں ہوسکو گے، ہرقل بادشاہ نے تمہارے مقابلہ کی خاطر خلیج کی سرحد سے لے کر ''رومۃ الکبریٰ'' تک تمام ریاستوں سے فوج طلب کر لی ہے، میں اپنا نمائندہ تمہاری طرف بھیج رہا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ ایک سال کی مدت کے لئے تمہارے ساتھ امن معاہدہ ہو جائے، صلح نامہ پر دستخط کے بعد ہم دیکھیں گے کہ ان شہروں میں اقتدار کس کو حاصل ہوتا ہے آئندہ کا معاملہ اس کے مطابق طے کیا جائے گا۔
ہماری خواہش ہے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کنٹرول لائن قائم ہو جانی چاہئے تاکہ قنسرین اور عواصم کی حدود سے کسی قسم کی دراندازی نہ ہو اور یہ بھی واضح رہے کہ ہم یہ معاہدہ امن اور مصالحت ہرقل بادشاہ کو مطلع کئے بغیر اپنے طور پر کر رہے ہیں اور اس سے اس امر کو مخفی رکھنا چاہتے ہیں اگر ہرقل بادشاہ کو ہماری اس مصالحت کی خبر پتہ چل گئی تو وہ ہمیں قتل کرادے گا۔ والسلام!

خط لکھنے کے بعد اس نے اصطخر کو ایک عمدہ پوشاک زیب تن کرائی اور اپنی سواری کا خچر اس کو عطا کیا اور دس غلاموں کو محافظ اور پروٹوکول کے لئے ساتھ روانہ کیا۔ اصطخر سفر طے کر کے جب حمص پہنچا تو اس وقت حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ عصر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ اصطخر وہاں کھڑا ہو کر مسلمانوں کا یہ عمل دیکھتا رہا جب انہوں نے نماز مکمل کر کے سلام پھیرا تو اپنے قریب پادری اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر جان گئے کہ یہ کسی کا فرستادہ ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اٹھ کر اس پادری کے قریب آئے اور اس سے دریافت فرمایا کہ آپ کون ہیں؟
اس نے جواب دیا کہ میں قاصد ہوں اور ایک خط لے کر آیا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اسے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ کے دائیں جانب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور بائیں طرف

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سامنے دوسرے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رونق افروز تھے، پادری نے آپ کو سجدہ کرنا چاہا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اسے سجدہ کرنے سے روکا اور فرمایا: ہم سب ایک اللہ عزوجل کے بندے ہیں پھر ہم میں سے بعض شقی یعنی بد بخت ہیں اور بعض سعید یعنی نیک بخت ہیں، جو شقی اور بد بخت ہیں وہ جہنم میں جائیں گے جس میں وہ گدھے کی طرح آواز نکالیں گے اور بڑے چیختے چلاتے رہیں گے اور جو سعید اور نیک بخت ہیں وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ہمیشہ کے لئے اس میں رہیں گے۔

اصطخر چپ چاپ آپ کی باتیں سنتا رہا اور اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور وہ آپ کی گفتگو سن کر نہایت متعجب تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ذرا زور سے اس کو بلایا اور یوں فرمایا او جوان! تو کون ہے؟ تجھے کس نے یہاں بھیجا ہے اور کس کام کے لئے تو آیا ہے؟

اصطخر نے کہا: آپ قوم کے امیر ہیں؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، میں تو ایک عام آدمی ہوں اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ہمارے امیر یہ ہیں۔

اصطخر نے کہا میں والیٔ قنسرین کا فرستادہ ہوں اور اس کا پیغام لے کر حاضر ہوا ہوں۔ پھر اس نے ایک خط نکال کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اس سے وہ خط لیا اور مسلمانوں کے سامنے پڑھ کر انھیں سنایا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جب اس خط میں ان کے شہر کی تعریف اس کی آبادی کی کثرت اور سامان عیش وعشرت کی فراوانی اور افراط کا ذکر سنا نیز ہرقل بادشاہ کے لشکر سے مسلمانوں کے ڈرانے اور دھمکی دینے والی بات سنی تو اپنے سر مبارک کو جنبش دی اور سر ہلاتے ہوئے فرمایا:

اے امیر! مجھے قسم ہے اس ذات اقدس کی جو اپنی مدد ونصرت کے ساتھ ہمیں تقویت عطا فرمانے والا ہے اور جس نے اپنے فضل وکرم سے ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں پیدا فرمایا اور آپ کا اُمتی بنایا! آپ یقین فرمائیں کہ یہ خط ایک ایسے شخص کی طرف سے آیا ہے جو صلح کرنا نہیں چاہتا وہ محض ہمیں دھوکا دینا چاہتا ہے اور اس کی اس درخواست کا بالکل جواب نہ دیں اور اس کی صلح کی اپیل کو مسترد فرما دیں اور اس کے خلاف لشکر کشی کر کے اس پر فوری حملہ کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی امارت کے حق کی قسم ہم اُسے اور اس کے تمام شہر والوں کو مسلمانوں کے لئے غنیمت بنا دیں گے اور کوئی سرکشی کی جرأت نہیں کرے گا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوسلیمان! ذرا توقف کرو، اللہ عزوجل نے امور غیبیہ پر ہر کسی کو مطلع نہیں فرمایا ہے اور بندوں کے دلوں کے راز وہی جانتا ہے۔ اب انھوں نے ہمیں صلح کی دعوت دی ہے، باقی ان کے دل کے احوال کا علم خدا ہی بہتر جانتا ہے ہم اس کے مکلف نہیں ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی رائے اور قاصد سے گفتگو

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر! آپ ان سے ہمیشہ کی صلح کی بات کریں اگر وہ مان جاتے ہیں تو ٹھیک ہے، ورنہ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیں اور ہم انشاء اللہ ﷻ ان کے لئے کافی ووافی ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ اصطخر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا کلام سن رہا تھا اور آپکی ذکاوت وزیرکی، روشن دماغی اور فصاحت و بلاغت پر متعجب بھی ہو رہا تھا اور آپ کے کلام سے چونکہ مردانگی، شجاعت اور شدت مترشح ہو رہی تھی اس لئے وہ آپ کے پاس آ گیا اور کہنے لگا:

اے سردار! آپ کا اسم گرامی کیا ہے؟ اور آپ اہل عرب میں کس لقب سے مشہور ہیں؟ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ حضرات کے ساتھ بعض ایسے مردان میدان بھی آئے ہوئے ہیں جو شجاعت و بہادری اور شدت و سخت گیری میں ایک ممتاز مقام اور نام رکھتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: میں ایک بہادر جنگجو، خدا کی تلوار جو خدا کے دشمنوں اور اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والوں کی کھوپڑیوں کو پھاڑنے والی ہے اور کفر و ضلالت کو مٹانے والا بطل حریت سپاہی ''خالد بن ولید مخزومی'' ہوں۔

اصطخر نے کہا: یہ مجھے پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ آپ بہت بہادر اور شجاع ہیں مجھے حق مسیح کی قسم! میں نے جب آپ کا چہرہ دیکھا تو اسی وقت پہچان گیا تھا کہ آپ ہی ''خالد بن ولید'' شمشیر خدا ہیں اور آپ کا کلام سن کر تو اور بھی یقین پختہ ہو گیا۔ آپ کے متعلق ہمیں اس قسم کی خبریں پہنچتی رہی ہیں کہ آپ نہایت زیرک، مضبوط تن، بہادر اور جنگجو آدمی ہیں۔ اسی طرح ساتھ ہمیں یہ بھی خبریں پہنچتی رہی ہیں کہ آپ کی قوم اور آدمی نہایت اچھی سیرت و کردار کے مالک اور قول کے سچے طبیعت کے نرم عادت کے نیک اور حسن سلوک سے پیش آنے والے ہیں اور جو شخص یا جماعت آپ کے اُوپر چڑھائی کر دے ان کے ساتھ بھی آپ بڑے تحمل و بردباری اور شریفانہ اور کریمانہ معاشرے والا برتاؤ کرنے والے ہیں اور پھر ہم نے یہ سنا ہے کہ آپ لوگ رحم دل لوگ ہو، آپ رحم اور شفقت کرنے والی اُمت کے افراد ہو کیونکہ آپ کا نبی، نبی رحمت ہے۔ مگر آج میں ان سب باتوں کے برعکس معاملہ دیکھ رہا ہوں کیونکہ ہم آپ کے پاس اس لئے حاضر ہوئے ہیں تاکہ آپ سے صلح کرلیں اور آپ اس کے انکاری ہیں ہم آپ کے ساتھ امن معاہدہ کے خواہش مند ہیں لیکن آپ نے ہماری درخواست کو مسترد کر دیا ہے۔

آپ نے فرمایا: واقعی ہم ایسے ہی لوگ ہیں لیکن جب کوئی نیک نیتی سے صلح اور امن کا خواہاں ہو تو پھر اس کے ساتھ ہم صلح صفائی اور امن کے ساتھ رہنا پسند کرتے ہیں لیکن اگر کوئی مکر و فریب کے جال بُن رہا ہو تو پھر امن کی بیل کیسے منڈھے چڑھ سکتی ہے؟ مکر و فریب اور سازش کو ہم دشمن کے کلام سے ہی پہچان جاتے ہیں جیسا کہ تمھارے اس محا

کی عبارت اور مضمون سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ بظاہر تم صلح کا ارادہ کر رہے ہو مگر در پردہ دھوکہ اور فراڈ کرنے کا تمھارا منصوبہ ہے جس کو تمھارے خط سے ہم نے بھانپ لیا ہے کہ صلح کی حالت میں اگر ہرقل بادشاہ کا لشکر تمھاری مدد کو پہنچ گیا اور تم نے خود کو غالب اور ہمیں مغلوب خود کو طاقت ور اور ہمیں کمزور پایا تو سب سے پہلے تم ہی ہمارے مقابلے میں آ جاؤ گے، اور اگر ہماری قوت اور غلبہ رہا تو اس صورت میں تم ان ریاستوں کی طرف بھاگ جاؤ گے جو ہمارے ماتحت اور زیر فرمان نہیں ہیں۔

صلح نامہ پر فریقین کی رضامندی

اس لئے اگر تو صلح کا خواہش مند ہے تو ہم اس صورت میں تیرے ساتھ صلح کرنے پر آمادہ ہو سکتے ہیں کہ تو اس بات کا ہمارے ساتھ عہد کر کہ جب تک سال مکمل نہیں ہو جاتا اس وقت تک ہم کسی بھی صورت میں تمھارے ساتھ جنگ نہیں کریں گے۔ اگر سال کے دوران میں ہرقل کا کوئی لشکر آ بھی جائے تو ہمیں تو ظاہر ہے کہ اس کے ساتھ لازماً جنگ کرنا ہوگی لیکن ایسی صورت میں تم میں سے جو شخص بھی شہر کے اندر رہے گا اور ہرقل کی فوج کے ساتھ مل کر ہمارے مقابلہ کو نہیں نکلے گا، اس کے ساتھ ہماری صلح بدستور قائم رہے گی اور اس کے ساتھ ہم کوئی تعرض نہیں کریں گے لیکن اگر تم نے اس کی خلاف ورزی کرنی ہے تو ابھی بتاؤ تا کہ ہم تمھارے ساتھ اس دجل و فریب کی فضا میں صلح ہی نہ کریں۔

اصطخر نے کہا: مجھے آپ کی یہ شرط قبول ہے آپ ایک صلح نامہ تحریر کر کے مجھے دے دیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ امیر لشکر سے کہا: اے امیر! آپ ایک عہد نامہ لکھ کر اسے دے دیں جس کی ابتداء ماہ ذوالحجہ (ایک نسخہ میں ذوالقعدہ ہے) 14 ہجری سے ہوگی اور اس صلح کی کل مدت ایک سال بھر ہوگی چنانچہ آپ نے اسی طرح کیا اور عہد نامہ مرتب فرما دیا۔

بطور حد بندی ہرقل بادشاہ کا مجسمہ نصب کرنا

جس وقت حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ صلح نامہ تحریر فرما چکے تو اصطخر نے کہا:

سردار! ہمارے ملک کی حد معین اور معلوم ہے اور ہمارا ہمسایہ ملک ''حلب'' ہے اس کی حد بھی معلوم و معین ہے اور ہم یہ چاہتے ہیں آپ ہمارے اور مسلمانوں کے درمیان اور روم کے درمیان کوئی نشان اور علامت مقرر کر دیں تا کہ جب آپ کے ساتھی ''حلب'' پر حملہ آور ہوں اور وہاں قتل و غارت گری کرنے جائیں تو وہ ہماری سرحدوں کے اندر تجاوز کر کے نہ گھس آئیں اور انھیں معلوم ہو جائے کہ یہ قنسرین کی سرحد ہے اس طرح ہم لوگ آپ کے ساتھیوں کی دراندازی سے محفوظ رہیں گے۔

آپ نے فرمایا: تو نے اچھی تجویز پیش کی ہے۔ میں ایک آدمی تمہارے ساتھ بھیج دیتا ہوں اور وہ حد مقرر کرا دے گا۔

اصطخر نے کہا: آپ میرے ساتھ کسی کو نہ بھیجیں بلکہ یہ کام ہم خود ہی کر لیں گے۔ ہم ہرقل کا ایک مجسمہ بنا کر ایک مینار پر اسے نصب کر دیں گے جب آپ کے ساتھی اس نشان کو دیکھیں گے اس مجسمہ سے آگے تجاوز نہ کریں۔

آپ نے فرمایا: چلیں! اچھا ایسا ہی کر لیں۔

یہ کہہ کر آپ نے وہ صلح نامہ اسے عطا فرما دیا اور اس کے ساتھ ہی آپ نے تمام مسلمانوں میں اور بالخصوص غارت کرنے والے اصحاب میں منادی کرا دی کہ:

''جو شخص اس ستون کو دیکھے جس پر ہرقل کا مجسمہ نصب ہے اس سے آگے تجاوز نہ کرے اور نہ اندر گھس کر کسی پر زیادتی کرے بلکہ سرزمین حلب تک اپنی غارت گری اور اپنے حملوں کو محدود رکھیں اور تم میں سے جو حاضر ہیں وہ یہ بات اپنے ایسے ساتھیوں تک بھی پہنچا دیں جو اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں۔''

اس کے بعد اصطخر والئ قنسرین کے پاس واپس لوٹ آیا اور وہ عہد نامہ اس کو پیش کر دیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور اس کے مابین جو مکالمہ ہوا اس سے بھی اسے آگاہ کر دیا۔ والئ قنسرین نے اس پر خوشی اور فرحت کا اظہار کیا اور پھر اس نے ہرقل بادشاہ کا ایک مجسمہ تیار کرا کے ایک بلند ستون پر اسے نصب کرا دیا جو اس طرح بنا ہوا تھا کہ گویا وہ تخت حکومت پر بیٹھا ہوا ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس کے بعد مسلمان حلب، عمق اور انطاکیہ کے علاقوں میں تو برابر حملے کرتے اور غارت کرتے رہے لیکن قنسرین اور عواصم و حاضر کی حدود کے قریب بھی نہیں جاتے تھے اور اس ستون کے قریب بھی نہیں جاتے تھے جس پر ہرقل بادشاہ کا مجسمہ نصب کیا ہوا تھا۔

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سالم بن قیس رحمۃ اللہ علیہ وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے وہ حضرت سعید بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انھوں نے بیان کیا کہ اہل قنسرین اور الحاضر کے باشندوں سے مسلمانوں کی صلح چار ہزار شاہی دینار، ایک سو اوقیہ چاندی، ایک ہزار حلب کے بنے ہوئے کپڑوں اور ایک ہزار وسق غلہ پر ہوئی تھی۔

عامر بن رفاعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح سنا ہے مگر وہ چار سو وسق غلہ کا ذکر کرتے ہیں۔

ہرقل بادشاہ کے مجسمہ کی آنکھ پھوٹ جانے کا اتفاقی واقعہ

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ملتمس بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

انھوں نے بیان کیا کہ ایک دن ہم غارت گری کے لئے گئے ہوئے تھے کہ اتفاقاً میری نظر ایک ستون پر پڑی جس پر ہرقل کی تصویر بنی ہوئی تھی ہمیں یہ دیکھ کر تعجب ہوا۔ ہم نے اس ستون کے گرد چکر لگایا اور ہم دراصل اپنے گھوڑوں کے ساتھ میدان میں گھڑ دوڑ کی گیم کر رہے تھے اور ان کو کرّ وفرّ [1] کی ٹریننگ دینے میں مشغول تھے اور حضرت ابو جندل اور حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ تیر اندازی کر رہے تھے اور ہم میدان میں کھیل بازی کر رہے تھے۔ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں بڑا نیزہ تھا، وہ اپنے گھوڑے پر سوار جب مجسمہ کے قریب سے گزرے تو غیر ارادی طور پر ان کے نیزہ سے مجسمہ کی آنکھ پھوٹ گئی۔ ایسا انھوں نے دانستہ اور عمداً نہیں کیا تھا۔

قنسرین کے رومی سپاہی اور غلام اس مجسمہ کی حفاظت پر مامور تھے ان میں سے بعض نے جا کر بطریق یعنی گورنر قنسرین کے پاس اس کی شکایت کی اور اس بارے میں بات کی والئی قنسرین تو یہ خبر سن کر بہت برافروختہ ہوا

معاملے کی تحقیق کے لیے قاصد کا آنا

اس نے اپنے بعض مصاحبین کو سونے کی صلیب دی اور اس کے ساتھ ایک سو شہسوار جو رومی فوج کے سرکردہ آدمی تھے ان کا دستہ سپرد کیا جنھوں نے ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھے اور کمر میں پٹکے باندھے ہوئے تھے پھر اس نے اصطخر پادری کو بلا کر اس سے کہا کہ ان کے ساتھ تم دوبارہ امیر عرب کے پاس جاؤ اور اس سے کہو تم لوگوں نے ہمارے ساتھ غداری کی ہے اور اپنے عہد کو پورا نہیں کیا اور جو غداری اور عہد شکنی کرتا ہے ذلیل ہوتا ہے۔

اصطخر نے صلیب پکڑی اور ایک سو (100) سواروں کے دستہ کے ہمراہ چل دیا۔ یہاں تک کہ وہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا۔ مسلمانوں نے جب اسے صلیب کو بلند کئے ہوئے دیکھا تو تیزی سے اس کی طرف دوڑے اور اس کو سرنگوں کر دیا۔

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی ایک دم اٹھے اور ان کا استقبال کیا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟

اصطخر نے کہا میں والئی قنسرین کا نمائندہ ہوں۔ انھوں نے آپ کے پاس مجھے اپنا قاصد بنا کر بھیجا ہے میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ لوگوں نے غداری کی ہے اور عہد کو توڑا ہے۔

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمھارے ساتھ ہماری صلح کے عہد کو کس نے توڑا ہے اور اس عہد شکنی کا سبب کیا ہے؟ مجھے تو اس بارے کوئی علم نہیں ہے۔ انھوں نے کہا: اس امن اور صلح کے معاہدہ کو اس شخص نے توڑا ہے جس نے ہمارے بادشاہ کی آنکھ پھوڑ ڈالی ہے (مجسمہ کی آنکھ)۔

---

[1] سیدھا دوڑانا اور پھر پیچھے کو ہٹ کر پھر یک دم آگے بڑھ کر حملہ کرنا (مترجم عفی عنہ)

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کی قسم ہے! مجھے اس کے متعلق معلوم نہیں ہے اور میں ابھی اس کی تحقیق کرتا ہوں۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر آپ نے لشکر عرب میں منادی کرائی کہ اے اہل عرب! جس شخص نے اس مجسمہ کی آنکھ پھوڑی ہو مجھے اس کی اطلاع دے۔

حضرت ابوجندل بن سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے عرض کی یہ قصور مجھ سے صادر ہوا ہے لیکن میں نے قصداً ایسا نہیں کیا۔ بہرحال اس کی تلافی جس طرح بھی ہو سکتی ہو اس کے لئے میں حاضر ہوں۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اصطخر سے فرمایا کہ واقعی میرے آدمی سے یہ کام ضرور ہوا ہے لیکن اس نے دانستہ طور پر ایسا نہیں کیا۔ اب تم بتاؤ کہ تمھارا کیا مطالبہ ہے تاکہ اس کا تدارک کیا جا سکے؟

بطور قصاص مسلمانوں کے امتحان کے لیے سخت شرط رکھنا

رومی عیسائیوں نے کہا کہ ہم صرف اس صورت میں راضی ہوں گے کہ جس طرح تمھارے آدمی نے ہمارے بادشاہ کی آنکھ پھوڑی ہے ہم تمھارے بادشاہ کی آنکھ پھوڑ دیں اس سے دراصل ان کا مقصود مسلمانوں کا امتحان لینا تھا کہ مسلمان اپنے عہد اور ذمہ کو پورا کرنے میں کہاں تک وفادار ہوتے ہیں اور کتنا عہد کا پاس رکھتے ہیں!

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے لئے میں حاضر ہوں۔ آپ لوگ میری آنکھ پھوڑ کر اپنا قصاص لے لیں جس طرح میرے آدمی نے تمھارے بادشاہ کے مجسمہ کی آنکھ پھوڑی تھی آپ بھی آنکھ پھوڑ کر بدلہ چکا لیں۔ انھوں نے کہا ہم اس پر راضی نہیں ہوں گے ہم اس وقت راضی ہوں گے جب تمھارے اس بادشاہ کی آنکھ پھوڑیں گے جو تمام عرب کا والی اور تمھارا سب سے بڑا بادشاہ ہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیشک ہمارے بادشاہ کی آنکھ ایسی گئی گزری نہیں وہ اس سے بہت بلند و بالا شان والی اور محفوظ ترین ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مسلمانوں نے جب امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی چشم مبارک کے متعلق ایسے ناپاک کلمات اور گستاخانہ الفاظ سنے تو انھیں سخت غضب آیا اور وہ بھڑک اٹھے اور ان گستاخوں کے سر قلم کر دینے اور ان کی زبانیں گدی سے کھینچ لینے کا ارادہ کر لیا، مگر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کو منع فرما دیا۔ مسلمانوں نے کہا: ہم اپنے امام، امیر المؤمنین خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جانوں کو فدا اور قربان کر دینگے اور ان کی آنکھ کے فدیہ میں اپنی آنکھیں نثار کر دینگے لیکن ان کی شان میں کوئی گستاخی کا کلمہ نہیں سن سکتے۔

اصطخر (پادری) نے جب مسلمانوں کے جذبات اور اپنے ساتھیوں کو ان کے قتل کر دینے کے ارادہ کو دیکھا تو کہنے لگا: ہمارا مقصود حضرت عمر یا آپ حضرات میں سے کسی کی اصل آنکھ پھوڑنا نہیں تھا بلکہ ہم ان کی ایک تصویر اور مورتی بنا کر اور ستون پر نصب کر کے چاہتے ہیں کہ جس طرح تمھارے آدمی نے ہمارے بادشاہ کے مجسمہ اور مورتی کی آنکھ پھوڑی

ہے اسی طرح ہم بھی اس کے ساتھ وہی سلوک کر کے انتقام اور بدلہ لیں۔

مسلمانوں کا شرط قبول کر لینا

مسلمانوں نے کہا: ہمارے آدمی اور ساتھی نے تو قصداً ایسا نہیں کیا تھا وہ تو اتفاقاً ان کا نیزہ لگا اور مجسمہ کی آنکھ پھوٹ گئی مگر تم ایسا فعل عمداً اور قصداً کرنا چاہتے ہو جو کہ انصاف کے تقاضا کے خلاف اور سزا میں مساوات و برابری کے منافی ہے اور زیادتی ہے۔

اس پر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے فرمایا مسلمانو! چلو چھوڑو بات ختم کرو اگر یہ لوگ میری تصویر کے ساتھ ایسا کر کے راضی ہو جاتے ہیں تو میں ان کے اس مطالبہ کو منظور کرتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ ہماری طرف عہد شکنی کی نسبت کی جائے اور لوگ باتیں کریں کہ مسلمانوں نے عہد کر کے اس کو پورا نہیں کیا اور انھوں نے عہد شکنی اور غداری کی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ بالکل بے عقل اور احمق معلوم ہوتے ہیں پھر آپ نے رومیوں کو اس بات کی اجازت دیدی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: رومیوں نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا ایک مجسمہ تیار کر کے اس کو ستون پر نصب کیا، کانچ کی دو آنکھیں بنائیں اور ان کے ایک سپاہی نے غصہ کی حالت میں آگے بڑھ کر اس مجسمہ پر نیزہ مارا اور اس کی آنکھ پھوڑ دی۔ اصطخر یہ کارنامہ انجام دینے کے بعد والئ قنسرین کے پاس واپس آ گیا اور اسے ساری کارروائی کی رپورٹ پیش کر دی۔ والئ قنسرین نے بریفنگ لینے کے بعد اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا: ''انہی باتوں سے وہ لوگ اپنے عزائم میں کامیاب ہوتے ہیں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے لیے خط

کہتے ہیں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ حمص میں اپنی چھاؤنی قائم کئے ہوئے تھے اور آپ کا بیس کیمپ یہیں تھا اور اس مقام سے آپ دائیں بائیں کے علاقوں پر چھاپہ مار اور گوریلا جنگ جاری رکھے ہوئے تھے۔ آپ قنسرین کے ساتھ صلح کے معاہدہ کی مدت جو ایک سال بھر طے پائی تھی، کے ختم ہونے کا انتظار کر رہے تھے تاکہ اس کے بعد جنگ کی کارروائی شروع کی جائے اور فوج آگے بڑھے ادھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب محسوس فرمایا کہ کافی مدت سے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوئی چٹھی اور نہ فتح کی کوئی خوشخبری پہنچی ہے تو ان کو یہ بات عجیب لگی اور طرح طرح کے گمان ذہن میں آنے جانے لگے۔ انھوں نے خیال فرمایا کہ شاید ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے اندر بزدلی نے راہ پا لی ہے اور وہ جہاد کو ترک کر کے بیٹھ گئے ہیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام ایک خط مبارک تحریر فرمایا جس کا مضمون حسب ذیل تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بندۂ خدا عمر بن خطاب امیر المؤمنین کی طرف سے بنام امین الامت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ السلام علیکم!

میں اس اللہ عزوجل کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود برحق (موجود) نہیں اور میں اس کے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ وسلام پڑھتا ہوں اور میں تمھیں اللہ عزوجل سے ڈرتے رہنے اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہنے کا حکم دیتا ہوں اور میں تمھیں منع کروں گا کہ تم کہیں ان لوگوں میں سے نہ ہو جانا جن کے متعلق اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ ...... الخ﴾

"تم فرماؤ اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری عورتیں اور تمھارا کنبہ اور تمھاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمھیں ڈر ہے اور تمھارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔"[1]

جب یہ خط حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ملا اور آپ نے مسلمانوں کو پڑھ کر سنایا تو وہ سمجھ گئے کہ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے انھیں جہاد پر برانگیختہ کیا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اہلِ قنسرین کے ساتھ مصالحت کرنے پر نادم ہوئے اور آپ کے ساتھی مسلمانوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس خط کو سن کر رو یا نہ ہو۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ اے امیر! آپ جہاد سے ریٹائرڈ کیوں ہو گئے ہیں؟ چلیں اہل قنسرین سے تو ہم صلح کر چکے ہیں اور اب سال بھر تک ان سے تعرض نہیں کر سکتے ان کو چھوڑیں لیکن حلب اور انطاکیہ کو تو ہم ہدف بنا سکتے ہیں لہٰذا ان پر لشکر کشی کر دیجئے۔ امید ہے انشاء اللہ عزوجل ہمیں اللہ رب العزت فتح عطا فرمائے گا اور اہلِ قنسرین کے ساتھ معاہدہ امن کی مدت بھی قریب الاختتام ہے بس تھوڑا عرصہ باقی رہ گیا ہے پھر ان کو بھی دیکھ لیا جائے گا۔

[1] پارہ 10، التوبہ 24، ترجمہ کنز الایمان

فتوح الشام

مُسلمانوں کی
جانب حلب روانگی

مسلمانوں کی جانبِ حلب روانگی

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے حلب کی طرف چلنے کا عزم کر لیا اور اس مقصد کے لئے آپ نے ایک پرچم حضرت مصعب بن محارب رضی اللہ عنہ کو اور دوسرا پرچم حضرت سہیل بن عمر رضی اللہ عنہ کو باندھ کر عنایت فرمایا اور مقدمۃ الجیش (ہر اول دستہ فرنٹ کور) کی کمانڈ حضرت عیاض بن غانم اشعری رضی اللہ عنہ کو سونپی اور ان کے پیچھے یعنی قلب میں (سنٹرل کمانڈ کے لئے) سیف اللہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور سب کے پیچھے خود بھی روانہ ہو گئے۔

راستہ میں رستن، حماۃ اور شیرز والوں سے امن معاہدہ کرنا

جب فوج ''الرستن الرس'' میں پہنچی تو انھوں نے آپ سے صلح کی درخواست کی جسے آپ نے منظور کرتے ہوئے ان سے مصالحت کر لی اس کے بعد آپ نے فوج کو ''حماۃ'' کی جانب پیش قدمی کا حکم دیا اور جب ''حماۃ'' آئے تو اہل حماۃ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ ان کے رہبان پادری صاحبان اور مذہبی پیشوا بھی اور بشپ پیش پیش تھے جنھوں نے اپنے ہاتھوں میں ''انجیل مقدس'' کے نسخے اٹھائے ہوئے تھے، امن کے خواستگار ہوئے اور ان کے بشپ سب سے آگے آگے تھے آپ نے جب انھیں دیکھا تو ان کے لئے ٹھہر گئے اور ان سے فرمایا کہ آپ لوگ کیا چاہتے ہیں؟

انھوں نے کہا کہ ہم صلح چاہتے ہیں اور پُرامن طریقے سے تمہارے ماتحت ذمی بن کر زندگی گزاریں گے بلکہ تم ہمیں اپنی قوم سے بھی زیادہ محبوب ہو۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ مصالحت کر لی اور صلح نامہ تحریر کر کے ان کے سپرد فرما دیا اور ذمہ داری کی دستاویزات ان کو لکھ دیں اور ان کی درخواست کے مطابق ایک آدمی کو یہاں اپنا نائب مقرر کر کے خود ''شیرز'' کے شہر کی جانب چل دیئے۔ جب آپ شیرز میں اترے تو وہاں کے باشندوں نے آپ کا استقبال کیا اور آپ نے ان سے بھی مصالحت کر لی، آپ نے ان سے پوچھا: کیا تمھیں روم کے سرکش ہرقل بادشاہ کی کچھ خبر پہنچی ہے؟

انھوں نے جواب دیا کہ ہاں اس کے متعلق ہم نے سنا ہے کہ قنسرین کے گورنر نے اس کو خط لکھا اور اس سے امداد کے لئے فوج طلب کی اور اپنی مدد و نصرت کے لئے پکارا تھا جس پر اس نے جبلہ بن ایہم غسانی جو بنو غسان کا سردار

ہے اسے دس ہزار نصرانی عربوں کے دستہ کا کمانڈر مقرر کر کے بھیج دیا ہے اس کے علاوہ قبیلہ ثمود یہ کا سردار بھی اپنی جمعیت سمیت اس کے ہمراہ ہے یہ تمام فوجیں، جسر حدید (لوہے والے پل) کے پاس آ کر اتری ہیں اور وہاں پڑاؤ ڈالا ہے۔
اے امیر! آپ ان سے خوب ہوشیار رہیں۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا:

"حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ."

"ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہت اچھا کام بنانے والا ہے۔"

پیش قدمی کے لیے مسلمانوں کا مشورہ

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ شیرز میں اقامت گزین ہو گئے اور آپ حیران اور متذبذب تھے کبھی سوچتے حلب کی طرف پیش قدمی کروں اور کبھی خیال کرتے کہ انطا کیہ کی طرف جانا چاہئے پھر آپ نے مسلمانوں کو مشورہ کے لئے اپنے پاس بلایا اور فرمایا: اے لوگو! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ والئ قنسرین نے ہرقل بادشاہ کو کمک کے لئے لکھا ہے اور اس سے مدد کے لئے فوج طلب کی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس نے یہ ہمارے ساتھ غداری کی ہے اور خفیہ طور پر ہم سے سازش اور مکر و فریب کی چال چل گیا ہے اب آپ حضرات کی کیا رائے ہے؟
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر! کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ اس کے کلام سے مکر اور دھوکہ ٹپک رہا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوسلیمان! خدا ہمارے ساتھ ہے انشاء اللہ عزوجل اس کا مکر وفریب ہم پر نہیں چل سکے گا یہ مکر وفریب اسے بہت مہنگا پڑے گا، اللہ عزوجل ان کے مکر وفریب اور دھوکہ کے معاملہ کو خوب دیکھنے والا ہے اور اس کی سزا قدرت کی طرف سے ان کو مل کر رہے گی اور ان کا مکر انہی پر لوٹ آئے گا۔ انشاء اللہ العزیز!
مسلمانوں نے مشورہ دیتے ہوئے عرض کیا: اے امیر! آپ قنسرین اور عواصم کو سردست رہنے دیں، حلب اور انطا کیہ پر لشکر کشی کریں آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔
علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
اہل قنسرین سے جو ایک سال کے لئے معاہدہ امن ہوا تھا اس کے پورا ہونے میں ابھی تقریباً ایک ماہ باقی رہتا تھا اور آپ ان سے عہد شکنی کر کے اس دوران حملہ کرنے کو جائز خیال نہیں کرتے تھے اور اس لئے انتظار کر رہے تھے کہ معاہدہ کی مدت گزر جائے تو جہاد کی ابتداء اہل قنسرین ہی سے کی جائے۔
کہتے ہیں عربوں کے غلام زیتون، انار اور دوسرے پھل دار درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ اکھاڑ کر ایندھن کے لئے لے آتے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا تو آپ نے اس کو سخت ناپسند فرمایا اور آپ نے ان

غلاموں کو بلا کر اپنی ناگواری کا اظہار فرمایا اور فرمایا:

اللہ احکم الحاکمین کا خوف کرو یہ تم لوگوں نے اللہ ﷻ کی زمین میں کیا فساد اور تخریب کاری شروع کر دی ہے۔ خدا کا خوف کرو تم پھل دار درخت اجاڑ رہے ہو!

غلاموں نے عرض کی: اے امیر! جلانے کی لکڑیاں ہمارے لشکر اور چھاؤنی سے بہت زیادہ دور ہیں اس لئے ہم ایندھن کے لئے قریب کے جنگلات اور باغات سے لکڑیاں کاٹ کر اور درخت اکھاڑ کر کام چلا رہے ہیں آپ نے فرمایا: لیکن جو درخت پھل دار ہیں اور یا ایسی فصل باڑی جو کھانے کے کام آنے والی ہو اس کو ایندھن کے طور پر جلانے کے لئے میں نہ کسی آزاد کو اجازت دوں گا اور نہ کسی غلام کو اس کے کاٹنے کی اجازت ہے۔ اگر آج کے بعد کسی نے پھل دار درخت یا فصل باڑی کو اجاڑنے کی کوشش کی تو اسے سخت سزا ملے گی۔ غلام یہ حکم سن کر ڈر گئے اور آئندہ کے لیے دور دور کے جنگلات اور جزیروں سے لکڑیاں لانے لگے۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے غلام پر حملہ کا واقعہ

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے پاس ایک نہایت شریف النسب غلام تھا اس کا نام مجیح تھا وہ میرے ساتھ متعدد جنگوں اور معرکوں میں شریک رہ چکا تھا اور لڑنے میں بڑا جی دار اور بہادر واقع ہوا تھا اس کی عادت تھی کہ جب وہ لکڑیاں کاٹنے جاتا یا تاخت وتاراج کے مشن پر نکلتا تو اپنے رفقاء سے بہت آگے نکل جاتا اور ان سے الگ تھلگ ہو جاتا اور ڈرتا نہیں تھا اور دو بدو لڑائی لڑنے کا تو وہ بہت اچھا ماہر تھا۔ ایک روز جب وہ شیرز کے مقام پر اپنے دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ لکڑیاں کاٹنے جنگل کی طرف گیا ہوا تھا تو اس نے معمول کے خلاف واپس آنے میں کافی زیادہ تاخیر کر دی۔ کہتے ہیں میں (سعید بن عامر) گھوڑے پر سوار ہو کر اسے ڈھونڈنے چل نکلا۔ ابھی میں اسے تلاش ہی کر رہا تھا کہ اچانک مجھے دور سے کوئی شخص دکھائی دیا، میں اس کی طرف بڑھا تو میرا وہی غلام تھا اس کا سر زخمی تھا اور چہرہ لہولہان ہوا ہوا تھا اور پورے بدن پر خون ہی خون جما ہوا تھا اور لڑکھڑاتا اور افتاں خیزاں حالت میں آ رہا تھا میں نے اس کے پاس پہنچ کر پوچھا:

اے مجیح تیرے ساتھ کیا ہوا؟ تو یہ کس حالت میں ہے؟ تیرے پیچھے کون لگا ہوا ہے؟

اس نے کہا: اے میرے آقا! بس ہلاکت اور بربادی، میں نے کہا: تیرا بیڑا غرق! تیری ماں تجھے روئے! اپنی بپتا تو سنا تیری کہانی کیا ہے؟ تیرے جیسا بہادر آدمی اور پھر تیری یہ حالت کیا آفت آ پڑی تجھ پر پوری بات بتاؤ کہ ہوا کیا ہے؟

غلام بجائے اس کے کہ کوئی جواب دیتا ذرا دیر بھی کھڑا نہ ہو سکا اور وہ منہ کے بل زمین پر آ رہا۔ میں فوراً گھوڑے سے اترا اور اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے جس سے اس کو قدرے ہوش آ گیا اور تسکین پانے کے بعد اس نے

پہلی بات ہی یہ کی کہ اے میرے آقا! تم اپنے آپ کو بچاؤ اور جلدی سے بھاگنے کی کوشش کرو ورنہ اگر تم یہاں ٹھہرے تو یہ قوم تمہیں پکڑ لے گی اور تمہارے ساتھ بھی یہی کچھ کرے گی جو انھوں نے میرے ساتھ کیا جو آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

میں نے پوچھا کہ کون قوم اور کیسے لوگ؟

اس نے کہا: میرے آقا! قصہ یہ ہوا کہ میں غلاموں کی ایک جماعت کے ساتھ جنگل سے لکڑیاں کاٹنے گیا تھا ہم جنگل میں ذرا دور نکل گئے، بکھر گئے۔ ابھی واپس پلٹنے کا میں سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک ہزار گھڑسواروں کا ایک رسالہ جس کے تمام سپاہی عرب تھے ان کی گردنوں میں سونے چاندی کی صلیبیں لٹک رہی تھیں اور نیزے رکابوں میں رکھے ہوئے تھے ہمیں نظر آیا جب انھوں نے ہمیں دیکھا تو تیزی سے ہماری طرف لپکے اور ہمیں گھیرے میں لے لیا اور ہمیں قتل کرنے کا ارادہ کیا۔

میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم بھی ان سے ٹکرا جاؤ اور ان پر حملہ کر دو میرے ساتھی کہنے لگے تم تو پاگل ہو کن کے ساتھ تو ہمیں جنگ کا کہہ رہا ہے؟ اس پورے لشکر کے ساتھ لڑنے کی ہم میں بھلا طاقت اور سکت ہو سکتی ہے؟ اب ہمارے سامنے نجات کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ ہم خود کو ان کی اسیری میں دے دیں اور گرفتاری پیش کر دیں کیونکہ قتل اور ہلاک ہونے سے بہرحال قیدی ہونا ہلکی مصیبت ہے۔ میں نے کہا: خدا کی قسم! میں تو کبھی خود کو انکے سپرد نہیں کروں گا، قتل ہوتا ہوں تو بیشک ہو جاؤں مگر لڑے بھڑے بغیر خود گرفتاری نہیں دے سکتا۔

میرے ساتھیوں نے جب میرے عزم اور مردانگی کو دیکھا تو وہ دلیر ہو گئے اور مقابلے کے لئے تیار ہو گئے بس پھر کیا تھا ہم دشمن پر ٹوٹ پڑے اور ان کو کاٹ کاٹ کر پھینکنا شروع کر دیا مگر ظاہر ہے کہ کب تک وہ پورے ہزار اور ہم کل بیس آدمی تھے کرتے کرتے انھوں نے ہمارے مجاہدوں کو شہید کر دیا اور دس کو زندہ گرفتار کر لیا۔ میرا زخم چونکہ بہت گہرا اور کاری قسم کا لگا تھا اور میں خون میں لت پت ہو کر گر گیا تھا جس سے انھوں نے مجھے مردہ تصور کر لیا اور جب وہ چلے گئے تو جیسے تیسے ہوا اٹھ کر گرتا پڑتا ادھر چلا آیا باقی میری حالت آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کی گرفتاری

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حقیقت ہے کہ مجھے اس غلام کے واقعہ کا بڑا ہی صدمہ اور غم ہوا۔ میں فوراً اسے اپنے ساتھ گھوڑے پر سوار کر کے اپنے کیمپ کی طرف چل دیا۔ اچانک دیکھا کہ آندھی کی طرح تیزی سے بڑھتا ہوا ایک لشکر میرے پیچھے سے نمودار ہوا، لمبے لمبے نیزے ان کے ہاتھوں میں ہیں اور وہ یہ کہتے ہوئے کہ ہم بنو غسان ہیں ہم لشکر صلیب اور گروہ رہبان ہیں۔ انھوں نے مجھے اس طرح گھیر لیا گویا کہ جیسے میں آنکھ کے حلقہ میں سیاہ پتلی کے گرد

سفیدی ہوں۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ان کو با آواز بلند جواب دیا اور کہا میں نبی مختار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت کا ایک فرد اور رکن ہوں ان میں سے ایک کافر میری طرف جھپٹا اور قتل کے ارادہ سے میرے سر پر تلوار بلند کی تو میں نے تلوار بلند کرنے والے کو زور سے چلا کر کہا اوئے تیرا ستیاناس ہو بدبخت تم اپنی ہی قوم کے آدمی کو قتل کرنا چاہتا ہے یہ سن کر اس نے کہا تمھارا تعلق کس برادری سے ہے؟

میں نے جواب دیا کہ میں خزرج کی شریف اور معزز قوم سے تعلق رکھتا ہوں، یہ سنتے ہی اس نے وار روک لیا اور کہنے لگا مسیح کی قسم تم ہمارے سردار جبلہ بن ایہم کو مطلوب ہو وہ تم سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔

میں نے پوچھا: جبلہ مجھے کیسے جانتا ہے حتیٰ کہ اس نے مجھے بلایا ہو؟

اس نے کہا: وہ دراصل ایک یمنی آدمی کو جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے انصار و صحابہ میں ہو بلاتا ہے پھر کہنے لگا اگر تم اپنی خوشی سے چلتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ میں زبردستی بھی تمھیں لے جا سکتا ہوں میں اس کے ساتھ آرام سے چل دیا اور میرا غلام بھی میرے ہمراہ تھا ہم ایک کثیر التعداد فوج اور ایک عظیم لشکر کے قریب جا پہنچے جن کے پاس اچھا خاصا سامان تھا اور کھانے پینے کی اشیاء کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ جھنڈے نصب تھے اور صلیبیں اونچی کر رکھی تھیں میں برابر اس جماعت کے ساتھ چلتا گیا یہاں تک کہ جبلہ بن ایہم کے شاہی خیمہ تک پہنچ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک زریں کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ ریشمی دیباج کے لباس میں ملبوس ہے جس کے اندر قیمتی موتیوں کا جڑاؤ کیا ہوا ہے اور کپڑوں کے اُوپر ہیرے جواہر سے مزین باریک جالی دار پوشاک زیب تن کر رکھی ہے اور گلے میں یاقوت کے ہیرے والی صلیب لٹکا رکھی ہے اور ٹھاٹھ باٹھ سے بیٹھا ہوا ہے۔ میں جب اس کے روبرو جا کر کھڑا ہوا تو اس نے سر اٹھا کر مجھ سے پوچھا: تم عرب کے کس ملک سے تعلق رکھتے ہو؟

میں نے کہا میں یمنی ہوں اس نے کہا یمن کے کس قبیلہ سے ہو؟ میں نے کہا: میں حارثہ بن ثعلبہ بن عمر (عمرو) بن عامر بن حارثہ بن تغلبہ بن امرأالقیس بن عبداللہ بن الازد بن عوف (غوث) بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا سے ہوں۔ اس نے کہا: ان دو لڑکوں میں سے جو اپنی ماں کی نسبت سے جانے جاتے ہیں تم کس لڑکے کی اولاد سے ہو؟ میں نے کہا خزرج بن حارثہ جو محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار میں سے ہیں ان کی اولاد میں ہوں۔

جبلہ نے کہا: میں بھی تمھاری قوم غسان ہی سے ہوں۔ میں نے کہا شاید تُو اس قبیلہ میں سے ہے جو اپنی ماں کی طرف منسوب ہے۔ اس نے کہا: ہاں میں جبلہ بن ایہم ہوں جو اسلام سے پھر گیا ہوں تا کہ سزا کے طور پر ستم رسیدہ نہ ہو سکوں کیا تمھارا صاحب اس بات پر راضی نہیں ہو سکتا تھا کہ میرے جیسا آدمی اس دین پر ہو جس پر تم قائم ہو حتیٰ کہ وہ ایک ادنیٰ اور حقیر آدمی کے عوض میں مجھ جیسی اعلیٰ شخصیت سے قصاص لینا چاہتے تھے میں غسان کا سردار اور ہمدان کا

بادشاہ ہوں۔

میں نے کہا: جبلہ! اللہ ﷻ کا حق تیرے حق سے زیادہ واجب ہے اور بلاشبہ ہمارا دین (دین اسلام) انصاف کو قائم کرتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ انصاف کرنے میں کسی لومۃ لائم (ملامت گر) کی پرواہ نہیں فرماتے ان کے نزدیک انصاف کے کٹہرے میں ادنیٰ واعلیٰ برابر حیثیت رکھتے ہیں وہ انصاف قائم کرنے اور حق دار کو اس کا حق دلوانے میں صرف خدا کا خوف کرتے ہیں اور دنیا دار چاہے کوئی جتنا بڑا ہو اس سے مرعوب نہیں ہوتے اس کو قرار واقعی سزا دیتے ہیں اور کسی ملامت گر کی ملامت کی انھیں قطعاً کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔

اس کے بعد جبلہ نے مجھ سے میرا نام دریافت کیا۔ میں نے کہا سعید بن عامر انصاری، اس نے کہا سعید بیٹھ جایئے میں بیٹھ گیا اس نے کہا حسان بن ثابت کے متعلق بھی تمھیں کچھ معلوم ہے؟

میں نے کہا: وہ رسول اللہ ﷺ کے شاعر ہیں یعنی انھیں دربار رسالت کا شاعر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ مصطفیٰ کریم ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا ہے ''اَنْتَ حَسَّانٌ وَّلِسَانُكَ حَسَّامٌ'' تمھارا نام حسان ہے تمھاری زبان (دشمنان خدا کے لئے) شمشیر بران ہے۔

جبلہ نے کہا سعید! تمھاری آخری ملاقات حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے کب ہوئی تھی؟

میں نے کہا: بہت قریب ہی کے عرصہ میں ان سے میری ملاقات رہی ہے۔ انھوں نے ایک دعوت میں مجھے اپنے ہاں مدعو کیا تھا اور انھوں نے اپنے اشعار بھی ہمیں سنائے تھے (اور ایک نسخہ میں ہے کہ) انھوں نے اپنی ایک باندی سے اپنے اشعار پڑھنے کے لئے کہا اور اس نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار پڑھ کر سنائے تھے۔

پھر ہم یہاں شام چلے آئے اس طرح یہ ان سے گویا آخری ملاقات رہی جس کے بعد اب تک پھر دوبارہ نہیں ملے۔

جبلہ نے کہا تم مجھے قیمتی اشعار یاد کرا سکتے ہو؟

میں نے کہا کیوں نہیں! اس کے بعد اس نے میری خاطر کتان رومی کا کپڑا منگوا کر پیش کیا اور کہا کہ میں تمھیں یہ کپڑا اس لئے پیش کر رہا ہوں تاکہ تم اسے اپنے استعمال میں لاؤ اور حرام نہ سمجھنا۔ پھر کہنے لگا تم اس مقام پر جہاں سے چلے ہو کیا کرتے ہو؟

میں نے کہا سچ سے بڑھ کر بندے کی عملی زندگی میں کوئی چیز زیادہ وفا کرنے والی نہیں ہے۔ میں امیر ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے لشکر کا سپاہی ہوں اور اب ہمارا ارادہ حلب اور انطاکیہ پر حملہ کرنے کا ہے۔

جبلہ نے کہا بیشک ہرقل بادشاہ نے ریاست عمودیہ کے اس سردار کو اور بالخصوص مجھے اپنی فوج کے ساتھ اس لئے بھیجا ہے تاکہ میں اور یہ سردار والی قنسرین کی مدد کریں اور جنگ میں ان کا ساتھ دیں کیونکہ اس نے اس عہد نامہ صلح کو جو

تمھارے ساتھ ہوا تھا توڑ دیا ہے اور ہم اب یہاں اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ جوں ہی اس کا لشکر ہمارے پاس پہنچ جائے گا ہم مل کر تمھارے خلاف جنگ شروع کرنے والے ہیں۔

اب آپ یہ کام کریں کہ فوراً اپنے امیر لشکر ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس لوٹ جائیں اور جا کر اسے ہم سے اور ہماری تلواروں سے ڈرائیں اور اسے یہ پیغام دیں کہ بہتر ہے کہ وہ جہاں سے آئے تھے اسی طرف لوٹ جائیں اور بادشاہ روم کے کسی شہر کو بھی نہ چھیڑیں کیونکہ اب ہم اس کی مدد پر نکل چکے ہیں اور شام کے جن شہروں اور ملکوں پر مسلمان قبضہ کر چکے ہیں ہم وہ بھی عنقریب واپس اپنے قبضہ میں کر لیں گے۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کی واپسی

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جبلہ بن ایہم کی یہ باتیں سننے کے بعد میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے غلام کو اپنے پیچھے بٹھایا اور وہاں سے چل دیا حتیٰ کہ جب میں مسلمانوں کے لشکر کے پاس پہنچا تو لوگ میری طرف دوڑے اور مجھ سے پوچھنے لگے اے ابن عامر! تم کہاں تھے؟ ہمیں تو آپ کی گمشدگی کا بہت غم ہوا تھا۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی طرف آیا جبلہ بن ایہم کے ساتھ جو گفتگو ہوئی وہ تمام باتیں آپ کی خدمت میں عرض کیں۔ آپ نے فرمایا حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے ذکر کی وجہ سے اللہ عزوجل نے اس مصیبت سے تمھاری گلوخلاصی فرمائی ہے۔[1] اس کے بعد آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مشاورت کے لئے جمع ہونے کا حکم فرمایا جب سب اکٹھے ہو گئے تو آپ نے ان سے فرمایا اے لوگو! اس معاملہ میں آپ حضرات کی کیا رائے ہے؟

قنسرین کے اس بطریق (سردار) کے ساتھ حالانکہ ہم نے وفا کی اور صلح کے معاہدہ کی ہر طرح سے پاسداری کی مگر اس نے ہمارے ساتھ فریب کر کے غداری کی ہے اور صلح کے عہد و پیمان کو توڑ ڈالا ہے۔ اب آپ لوگ مشورہ دیں کہ کیا کرنا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا باغی ہمیشہ شکست کھاتا اور ہارتا ہے اور اللہ عزوجل اس کی گھات میں ہے ہم بہت جلد ان شاء اللہ عزوجل اسے اس کے مکر کی سزا دیں گے اور اس کے مکر سے بڑھ کر اس کے ساتھ خفیہ جنگی چال چل کر اور بہترین تدبیر بروئے کار لا کر اسے مکر و فریب کرنے کا مزہ چکھائیں گے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم میں سے دس آدمیوں کو جو دس ہزار سواروں کے قائم مقام ہیں ساتھ لے کر اس سے ملاقات کے لئے جاتا ہوں۔

---

[1] توجہ فرمائیں نجات اللہ نے ہی دی تھی مگر "امین الامۃ" رضی اللہ عنہ نے نسبت حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے ذکر کی جانب فرمائی۔ (مترجم عفی عنہ)

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا مذاکرات کے لیے نکلنا

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوسلیمان! اس کے اہل بھی آپ ہی ہیں کیونکہ ہر کام کے لئے وہی آدمی موزوں ہوتا ہے جو اس کا اہل ہو"جنگ کرنا کام بھی اللہ تعالیٰ کی تلوار ہی کا ہے" ابوسلیمان! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے جن حضرات کو آپ پسند کریں اپنے ساتھ چن کر لے جاسکتے ہیں۔ اپنی مرضی کے دس آدمی منتخب کرلو۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جن دس حضرات کے نام پیش کیے وہ حسب ذیل تھے اور آپ کا ان بہادر مجاہدین کو بلانے کا انداز شجاعانہ یوں تھا کہ آپ فرماتے جاتے تھے کہ حضرت عیاض بن غانم اشعری رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ حضرت عمر بن سعید یشکری رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ حضرت سہیل عامری رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ حضرت رافع بن عمیرہ طائی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ حضرت سعید بن عامر انصاری رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ حضرت عمرو بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کہاں ہیں؟ حضرت ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ حضرت میتب بن نجیبہ فزاری رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ آپ نے فرداً فرداً سب کا نام پکارا۔ یہ تمام حضرات آپ کے بلانے پر لبیک لبیک (ہم حاضر ہیں ہم حاضر ہیں) کہتے ہوئے آپ کے گرد جمع ہو گئے۔

آپ نے فرمایا: اپنی تیاری مکمل کرلو اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی برکات سے نوازے۔

سب نے زرہیں پہن لیں، اسلحہ سے مسلح ہو گئے اور سامان حرب لے کر آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ آپ بھی اپنی زرہ پہن کر تیار ہو چکے ہیں آپ نے لمبا نیزہ ہاتھ میں لیا، گھوڑے پر سوار ہو گئے اور اپنے غلام ہمام سے فرمانے لگے ہمام تم بھی میرے ساتھ چلو تا کہ مجھ سے جو حیرت انگیز واقعات ظاہر ہوں انھیں تم دیکھ سکو۔ غلام نے بھی فافٹ تیاری کی اور آپ کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو گیا۔ خیر آپ اپنے دس ساتھیوں کو لے کر روانہ ہو گئے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے روانگی کے وقت سے مسلسل آپ کے لئے دعائیں کرنی اور اللہ تعالیٰ سے مسلمانوں کی فتح و نصرت کے لئے التجائیں کرنا شروع کردیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا گھات لگا کر بیٹھنا

کچھ سفر طے کر چکنے کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن عامر انصاری رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ سے فرمایا: اے سعید رضی اللہ عنہ! جبلہ نے آپ سے یہ کہا تھا کہ والئ قنسرین اور سردار اس کے پاس آئے گا؟

انھوں نے جواب دیا کہ "جی ہاں!" اس نے یہ بات کہی تھی۔ آپ نے فرمایا: تو پھر تم ہمیں اس راستہ پر لے چلو جو جبلہ کے پڑاؤ کی جانب جانے والا ہے تاکہ ہم اس راستہ میں کہیں مورچہ بند ہو کر اور گھات لگا کر کسی کمین گاہ میں چھپ

کر بیٹھ جائیں اور جب والئ قنسرین وہاں سے گزرے تو ہم اسے اس کے محافظوں اور سپاہیوں سمیت وہیں دھر لیں اور اسے غداری کرنے اور مکروفریب کرنے کی سزا کا مزہ چکھادیں۔

یہ سن کر حضرت سعید رضی اللہ عنہ قوم کے آگے آگے چلنے لگے اور انھیں جبلہ کے لشکر کی طرف جانے والے راستہ کی رہنمائی کرنے لگے۔ ان کا یہ سفر چونکہ رات کا تھا اس لئے جب یہ لشکر کے قریب جا پہنچے تو رات کے اندھیرے میں ان کو آگ جلتی ہوئی نظر آئی اور لوگوں کی آوازیں بھی سنائی دینے لگیں۔ حضرت سعید بن عامر انصاری رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر راستہ سے الگ ہو گئے اور راستہ سے ذرا ہٹ کر والئ قنسرین کا جس راستہ سے آنا متوقع تھا اس کے قریب ایک محفوظ جگہ میں چھپ کر بیٹھ گئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح تک وہاں گھات لگا کر بیٹھے رہے مگر اس راستہ سے کوئی نہ آیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے وہیں کمین گاہ میں اپنے ساتھیوں کو فجر کی نماز پڑھائی۔ ابھی یہ حضرات صبح کی نماز سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ جبلہ بن ایہم اور صاحب عمودیہ کے لشکروں نے وہاں سے گزرنا شروع کیا۔ لشکر کیا تھا گویا سیسہ پلائی دیوار تھی۔ سارے لشکر کا رُخ ارض عواصم کی طرف تھا۔ مسلمانوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہا: یا ابا سلیمان! کیا آپ اس لشکر کو نہیں دیکھ رہے جو ہم پر طلوع ہو رہا ہے؟ جس کی تعداد ریت کے ذرات، زمین کے ڈھیلوں، درختوں اور ان کے کانٹوں کی مثل بے شمار ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کی کثرت کیا کرے گی جب اللہ عزوجل ہمارے ساتھ ہے اور فتح ونصرت اس نے ہمارے لئے مقدر فرمادی ہے تم ان کفار کے لشکر میں خلط ملط ہو جاؤ اور اس طرح ان کے اندر گھل مل جاؤ کہ ان کو معلوم ہی نہ ہونے پائے اور یوں لگے کہ گویا تم اسی لشکر کے سپاہی ہو یہاں تک کہ ہم والئ قنسرین کو جالیں اس کے بعد وہی ہو گا جو اللہ عزوجل کو منظور ہوا۔

یہ سن کر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے لشکر میں گھل مل گئے گویا کہ یہ بھی لشکر کے ہی سپاہی ہیں یہ بالکل چپ اور خاموش تھے تیز تیز چل رہے تھے کسی سستی اور کاہلی کا مظاہرہ نہیں کرتے تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا والئ قنسرین کو گرفتار کرنے کا واقعہ

حضرت رافع بن عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب ہم بلاد عواصم اور قنسرین کے قریب پہنچے اور ان شہروں کے مکانات نظر آنے لگے تو وہاں ہمیں والئ قنسرین استقبال کے لئے آتا ہوا نظر آیا اس کے آگے آگے صلیب بردار چلے آ رہے تھے اور ساتھ میں پادری اور بشپ انجیل کی تلاوت کر رہے تھے۔ کلمۂ کفر کی آوازیں اونچی ہو رہی تھیں اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ شانہ بشانہ چل رہے تھے البطریق یعنی والئ قنسرین اپنے ساتھیوں سے آگے نکل آیا تا کہ وہ جبلہ اور

صاحب عمودیہ کو سلامی پیش کرے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ جلدی سے بڑھ کر اس کے سامنے آ گئے اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے۔ جب آپ بالکل اس کے روبرو ہوئے تو بطریق سربراہ قنسرین نے آپ کو سلامی دی اور سیلوٹ مارنے کے بعد کہنے لگا: مسیح تمھیں سلامت رکھے اور صلیب تمھاری زندگی دراز فرمائے۔ آپ نے فرمایا اوئے بدبخت تو برباد ہو جائے ہم صلیب کے پجاری نہیں ہیں ہم ایک خدا کے ماننے والے پیارے محمد مصطفیٰ خاتم الانبیاء ﷺ کے صحابہ ہیں اور ساتھ ہی آپ نے چہرہ مبارک سے نقاب ہٹا دیا اور کلمہ توحید و رسالت بلند کرتے کہا:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ"

"ایک اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور بیشک محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔"

اور میں "خالد بن ولید مخزومی" رسول اللہ ﷺ کا صحابی ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے اس پر ہاتھ ڈالا اور گھوڑے کی زین سے کھینچ لیا اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اس کے ساتھیوں کی طرف لپکے اور ان پر تلواریں سونت لیں، شور برپا ہوا اور اللہ عزوجل کے دشمنوں نے کلمات کفر کے ساتھ آوازیں بلند کیں اور مسلمانوں نے کلمہ توحید کے ساتھ فضا کو گرما دیا۔ جبلہ بن ایہم اور اصحاب عمودیہ نے جب لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوتی سنیں اور مسلمانوں کے نعرہ ہائے تکبیر کی آوازیں ان کے کانوں میں پہنچیں تو وہ دونوں بھی حرکت میں آ گئے اور جب انھوں نے مسلمانوں کو تلواروں کو برہنہ اور نیزوں کو سیدھا کئے ہوئے دیکھا تو اپنی جمعیت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی طرف تیزی سے بڑھے اور ہر طرف سے ان کا گھیراؤ کر لیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا دشمن کے گھیرے میں آنا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے اور اپنے ساتھیوں پر نازل ہونے والی اس بلا اور مصیبت کو دیکھا اور ادھر والئی قنسرین بطریق ان کے ہاتھ میں گرفتار ہے جبکہ آپ اس کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے کیونکہ اس کی قیادت کی باگ دوڑ بھی اس کے ساتھ آپ کے قبضہ میں آ گئی تھی آپ کو یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں وہ بدبخت سردار ہاتھ سے نکل نہ جائے یا اس کو قتل کرنے سے قبل کوئی حادثہ ہو اور آپ خود شہید ہو جائیں اور وہ مسلمانوں کے لیے کسی بڑی مصیبت کا سبب بن جائے اس لئے آپ نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ آپ نے اس ارادہ سے جب اس پر تلوار اٹھائی تو بطریق آپ کے اس طرز عمل سے مسکرایا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اس کی اس بے محل ہنسی پر تعجب ہوا۔ آپ نے فرمایا اوئے کم بخت! یہ تیرے ہنسنے کا کونسا موقع ہے تجھے اس موت کی گھڑی میں کس چیز نے ہنسایا؟

اس نے کہا: میں ہنس اس لئے رہا ہوں کہ اب تم اپنے ان چند ساتھیوں سمیت قتل کر دیئے جاؤ گے اور تو مجھے قتل کرنے کا ارادہ کر رہا ہے حالانکہ اگر تو مجھے باقی رکھے گا تو خود کو باقی رکھنے والا ہوگا کیونکہ میں اگر تیرے ہاتھ سے بچ جاتا ہوں تو تجھے میں بچالوں گا ورنہ اگر تو نے مجھے جلدی میں قتل کر ڈالا تو بچ کر تو تو بھی نہیں جا سکے گا کیونکہ تو میرے سپاہیوں کے نرغے میں گرفتار ہے۔

آپ نے یہ سن کر اس کو قتل کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور اسے قتل نہیں کیا۔ آپ اس کے قتل سے ہاتھ روکے ہوئے تھے پھر آپ نے چلا کر فرمایا: اے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ! تم میرے اردگرد موجود رہو تم میری حمایت کرتے رہو اور میں تمھاری حفاظت کرتا رہوں گا اور اس نازل ہونے والی آفت پر صبر سے کام لو۔ جن لوگوں نے تمھیں ہر طرف سے گھیر لیا ہے ان کی کثرت پر نہ جاؤ کیونکہ سب سے زیادہ سخت چیز جس سے تمھیں ڈر، خوف لگتا ہے وہ موت ہی تو ہے اور شہادت تو تمھاری آرزو اور دلی تمنا ہے اور خالد بھی اللہ ﷻ کی راہ میں جان دیکر سرخرو ہونے کی آرزو اور تمنا دل میں رکھتا ہے تو پھر ڈر اور خوف کس بات کا ہے؟ اور آپ لوگ یقین کریں کہ اللہ ﷻ کی قسم! میں نے بارہا اپنی جان کو اللہ ﷻ کی راہ میں پیش کیا اور شہادت کے لئے ہلاکت خیز مقام پر خود کو ڈال دیا کہ شاید مجھے شہادت نصیب ہو جائے مگر وائے نصیب! اے میرے ساتھیو! اللہ ﷻ تمھارے حال پر رحم فرمائے جان لو، ہمارا راستہ واضح ہے اور وہ راستہ اللہ ﷻ کا راستہ ہے اور تم اس تک پہنچ ہی گئے ہو اور تم نے اپنے رب کریم ﷻ کا راستہ پا ہی لیا ہے اور تم گویا ایک ایسے گھر میں سکونت حاصل کرنے ہی کو ہو جس میں رہنے والا نہ تو کبھی مرے گا اور نہ ہی بوڑھا ہوگا ہمیشہ جوان اور زندہ رہے گا پھر آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

﴿لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ۝﴾

"نہ انھیں اس میں کچھ تکلیف پہنچے نہ وہ اس میں سے نکالے جائیں۔"[1]

علامہ واقدی ؒ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام ؓ حضرت خالد بن ولید ؓ کی تقریر سن کر ان کے گرد جمع ہو گئے اور آپ کو دائرہ بنا کر اپنے جھرمٹ میں لے لیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر ؓ آپ کے دائیں طرف ہو گئے اور حضرت رافع بن عمیرہ طائی ؓ آپ کے بائیں طرف اور آپ کا غلام ہمام آپ کے پیچھے پشت کی جانب اور باقی حضرات صحابہ کرام ؓ نے آپ کے اردگرد حلقہ بنا لیا۔

اس کے بعد حضرت خالد ؓ نے بطریق (گورنر قنسرین جسے آپ نے گرفتار کر رکھا تھا) کو اپنے غلام ہمام ؓ

[1] پارہ 14، الحجر 48، ترجمہ کنزالایمان

کے سپرد کرتے ہوئے تاکید فرمائی کہ اس پر مضبوط گرفت رکھو اور تم نے اس کے پاس سے ادھر ادھر ہرگز نہ ہٹنا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: قبیلہ غسان کے عرب نصرانیوں کا ایک دستہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کی طرف بڑھا جس کی قیادت جبلہ بن ایہم غسانی کر رہا تھا اس کی گردن میں سونے کا طوق (لاکٹ) لٹک رہا تھا جس میں جواہرات کی صلیب آویزاں تھی، اس نے بھاری بھرکم ریشمی لباس پہن رکھا تھا اور اس کے اُوپر مطلا زرہ بھی تھی سر پر سونے کا خود (ہیلمٹ) اور اس زریں خود پر جواہر کی صلیب معلق تھی، اس کے ہاتھ میں ایک لمبا نیزہ تھا جس کا پھالہ ستاروں کی طرح دمک رہا تھا اور عمودیہ کا گورنر اس کے شانہ بشانہ چل رہا تھا اور جسمانی لحاظ سے ایک چونا گچ کی ہوئی برج کی طرح مضبوط تھا اس کے اردگرد قوم "مدلجہ" کے دیہاتی جوان تھے اور ان سب کے چاروں اطراف میں لشکر نے ان کو اپنے حلقہ میں لے رکھا تھا۔

بطریق نے جب دیکھا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے والئ قنسرین کو پکڑ رکھا ہے اور اس سے جُدا بھی نہیں ہو رہے تو اسے یہ خدشہ لاحق ہوا کہ آپ اس کو کہیں عجلت کر کے قتل نہ کر دیں وہ یہ سوچ کر فوراً جبلہ بن ایہم کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے کہنے لگا: یہ عرب لوگ تو کوئی جن معلوم ہوتے ہیں کیا تو اس عربی کی طرف نہیں دیکھ رہا کہ اس کے ساتھ کل بارہ آدمی ہیں اور ہماری فوج نے جو گھوڑوں پر سوار ہے اور پوری طرح مسلح ہے، ان مٹھی بھر نوجوانوں کو چاروں طرف سے اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے مگر ان لوگوں کو اتنے بڑے لشکر کی ذرہ بھر کوئی پرواہ ہے اور نہ کوئی فکر ہی دامن گیر ہے۔ انھوں نے ہمارے گورنر صاحب کو قابو کر رکھا ہے اور وہ ان کے پاس بدستور قیدی ہے اور وہ قطعاً اسے رہا کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں مجھے تو یہ خوف ہے کہ وہ اس کو قتل کر دیں گے لہٰذا تم اس عربی کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ تم ہمارے سردار صاحب کو رہا کر دو اور اسے ہمارے حوالے کر دو حتیٰ کہ اس کے عوض ہم تمھیں قتل نہیں کرینگے، جس وقت وہ ہمارے ساتھی کو رہا کر دینگے تو پھر ہم یکبارگی ان پر حملہ کر کے انھیں نیست و نابود کر ڈالیں گے اور ان کا ایک آدمی تک باقی نہیں چھوڑیں گے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور جبلہ بن ایہم کے درمیان گفتگو

حضرت رافع بن عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم دشمن کی فوج کے درمیان کھڑے ہوئے اس طرح لگتے تھے جس طرح ایک وسیع و عریض صحرا کے وسط میں ایک چھوٹا سا دائرہ ہو اور اس کے باوجود ہم بالکل فکر مند نہیں تھے اور نہ ہی دشمن کی کثرت سے ہم کوئی خوف زدہ اور ہراساں تھے کیونکہ ہمیں اللہ عزوجل پر کامل بھروسہ تھا، اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ جبلہ بن ایہم بلند آواز میں ندا کرتا ہوا ہماری طرف چلا آ رہا ہے اور کہہ رہا ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب میں سے تم کون حضرات ہو؟ عرب کے مشہور و معروف لوگ ہو یا ان کے تابع؟ تم لوگوں پر تباہی نازل ہو مجھے اس بات کی خبر

دے دو۔

حضرت رافع بن عمیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہماری طرف سے اس کے ساتھ گفتگو کرنے والے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے آپ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

اے جبلہ! ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابہ میں سے ہیں، ہم اہل قبلہ ہیں، ہم اہل اسلام، اہل کرم، اہل انعام ہیں، ہم مختلف قبیلوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اللہ عزوجل نے ہمارے قلوب کو ایک بنا دیا ہے اور ہم سب ایک کلمہ پر اکٹھے ہیں اور وہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' ہے۔

جبلہ نے جس وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا یہ جواب سنا تو بہت زیادہ غضبناک ہوا اور کہا: اے عرب کے جواں! کیا تو ان عربوں کا امیر ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، میں ان کا امیر نہیں بلکہ ان کا ایک سپاہی ہوں۔

جبلہ نے کہا: تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کون سے صحابی ہو یعنی تمہارا نام ونسب کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: میں ''خالد بن ولید'' ہوں اور سردار بنو مخزوم کے نام سے مشہور ہوں اور یہ میرے دائیں طرف عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ میری بائیں طرف اہل یمن کے معزز اور اونچے قبیلہ طیٔ کے مرد حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ ہیں اسی طرح میرے ساتھ دیگر قبائل میں سے ضمری، فزاری اور انصاری قبیلوں کے نامور اور بہادر جوان موجود ہیں۔ میں نے ہر ایک قبیلے سے اس قبیلہ کا سب سے زیادہ بہادر اور مشہور شہسوار اپنے ساتھ لیا ہے اس لئے تو ہماری قلت کو دیکھ کر ہمیں حقیر نہ سمجھ اور اپنی کثرت پر خوش نہ ہو، جنگ میں تم ہمارے نزدیک ان چڑیوں کی طرح ہو جو اپنے گھونسلوں میں چھپی بیٹھی ہوں اور شکاری اپنا جال ان پر لا کر ڈال دے اور دو چار کے سوا سب اس جال میں پھنس جائیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی اس گفتگو کو سن کر جبلہ بن ایہم بڑا غضبناک ہوا اور غصے میں آگ بگولا ہو کر بولا: اے ابن مخزوم! تجھ کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا جب ہمارے نیزے حرکت میں آئیں گے کہ اتنا بڑا بول بولنا تمہیں کتنا مہنگا پڑا ہے!؟ اسی میدان میں ہمارے سپاہی جب تیری اور تیرے ساتھیوں کی بوٹی بوٹی کر کے پرندوں اور جنگلی درندوں کی خوراک بنا دیں گے اور وہ تمہاری لاشوں کے ٹکڑوں کو صبح اور شام نوچ نوچ کر کھائیں گے تو پتہ چل جائے گا کہ تمہارا یہ کلام خود تمہارے لئے ہی کیسے بدفال بن گیا ہے۔

آپ نے فرمایا: ہمارے لئے اس میں کوئی خوف کی بات نہیں ہے کیونکہ ہم دنیا میں ایسی چھوٹی موٹی باتوں کو کوئی چنداں اہمیت نہیں دیتے اور نہ موت سے ڈرنے والے ہیں۔ شہادت تو ہماری آرزو ہے پھر آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ اب یہ بتلاؤ کہ صلیب کی پرستش کرنے والے عربوں میں سے تم کس حسب ونسب کے مالک ہو؟

اس نے جواب دیا: میں بنوغسان کا سردار اور ہمدان کا بادشاہ جبلہ بن ایہم ہوں۔

آپ نے فرمایا: اچھا، تو ہی ہے اسلام سے پھرنے والا مرتد، جس نے ہدایت پر گمراہی اور ضلالت کو اختیار کرلیا ہے؟! [1]

جبلہ نے کہا: نہیں! ایسی بات نہیں ہے بلکہ میں نے ذلت پر عزت کو ترجیح دی ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اپنے نفس کو ذلیل کرنے پر حریص ہو اور خود کو اہانت و رسوائی سے دوچار کرنے پر تلے ہوئے ہو۔ عزت و کرامت اس دار الشقاء (بدبختی کے گھر) میں نہیں ہے عزت تو اس دار البقاء میں ہے جہاں ہم سب نے ایک دن جانا ہے۔

جبلہ نے کہا: اے مخزومی بھائی! زیادہ بات نہ بڑھاؤ اور سن لو کہ تمھاری اور تمھارے ان ساتھیوں کی جان کی سلامتی اسی میں ہے کہ تم اس قیدی کو چھوڑ دو جو تمھارے ہاتھ میں ہے اور میں تم پر صرف اس قیدی کی وجہ سے حملہ نہیں کر رہا کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ میرے حملہ سے پہلے ہی کہیں تم اس کو ہلاک نہ کر ڈالو اس لئے تم اب تک میرے ہاتھ سے بچے ہوئے ہو اس قیدی کی بادشاہ کے نزدیک بہت عزت ہے اور یہ نسب کے لحاظ سے بھی بادشاہ کا بہت قریبی رشتہ دار ہے اس لئے تو اس کو باعزت طریق سے رہا کردے تاکہ اس کے عوض میں ہم تمھاری اور تمھارے ان ساتھیوں کی جان بخشی کردیں اور تمھیں قتل کرنے سے ہاتھ کھینچ لیں کیونکہ تم نہایت قلیل مقدار میں ہو اور ہم کثرت میں ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جہاں تک اس قیدی کا تعلق ہے جو میرے قبضہ میں ہے تو اسے تو میں قتل کئے بغیر نہیں رہ سکتا اور مجھے اس کی بھی کوئی پرواہ نہیں ہے جو اس کے بعد تو میرے ساتھ کرے گا۔ باقی تیرا یہ کہنا کہ تم تعداد میں تھوڑے ہو اور ہماری کثرت کے باوجود تم ہمارے ساتھ لڑنے میں کوتاہی کر رہے ہو، تو تمھاری یہ بات بالفعل اور عملی اعتبار سے مبنی بر انصاف نہیں ہے اور یہ جنگ کے اصول کے مطابق انصاف کے موافق نہیں ہے۔ بیشک میں جانتا ہوں کہ تمھاری جمعیت اور جتھا بہت بڑا اور تمھاری تعداد کثیر ہے جیسا کہ تم کہہ رہے ہو اور ہم کل بارہ افراد ہیں اور بس! اور تمھارے گھوڑوں کی باگوں نے اور تمھارے نیزوں کی نوکوں نے اور تمھاری تلواروں نے چاروں اطراف سے ہمارا اس طرح گھیراؤ کر رکھا ہے جیسے حلقہ چشم نے پتلی کا احاطہ کیا ہوا ہوتا ہے، ہاں اگر انصاف پسند واقع ہوئے ہو تو آؤ! تمھارا ایک ایک سوار ہمارے ایک ایک سوار کے مقابلہ میں میدان میں آتا جائے پھر دیکھ لیتے ہیں قلت و کثرت کا بھی پتہ چل جائے گا۔ اگر تم نے ہمیں مار ڈالا تو یہ تمھارا قیدی آسانی سے تمھیں مل جائے گا اور اگر اللہ عزوجل نے ہمیں کامیاب کردیا اور تم پر غلبہ عطا فرمادیا کیونکہ فتح و نصرت اللہ عزوجل کی طرف سے ہوتی ہے وہ جسے چاہتا عطا فرماتا ہے تو اس صورت میں چونکہ

---

[1] تو نے اندھا بن کر نفسانی خواہش کا راستہ اختیار کیا اور ہدایت پر گمراہی کو ترجیح دی ہے (مترجم عفی عنہ)

تم لوگ خود اپنے قیدی سے پہلے اس دنیا سے کوچ کر چکے ہو گے اس لئے اس کی ہلاکت تم پر گراں نہیں گزرے گی۔

جبلہ کا حاکم عمودیہ کو تمام گفتگو کے بارے بتانا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جبلہ نے آپ کی گفتگو سن کر اپنا سر جھکا لیا اور یہ تمام مکالمہ جو اس کے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے درمیان ہوا، حاکم عمودیہ کے گوش گزار کرنے کے لئے چلا گیا۔ حاکم عمودیہ نے جب جبلہ کی زبانی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا جواب سنا تو وہ طیش میں آ گیا اور اپنی تلوار کو میان سے کھینچ لیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بطریق (سردار) کی اس حرکت سے اندازہ فرما لیا کہ اس کا ارادہ لڑائی کرنے کا ہے چنانچہ آپ نے بھی اپنی تلوار میان سے نکال لی اور تیار ہو گئے مگر جس وقت حاکم عمودیہ لڑنے کے ارادہ سے آپ کی طرف بڑھنے لگا تو جبلہ نے اس کو روک لیا اور اسے صلیب کے نیچے کھڑا کر کے خود حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

اے مخزومی سردار! جیسا کہ آپ نے کہا ہے بیشک جنگ انصاف کا تقاضا کرتی ہے مگر یہ بنو اصفر رومی لوگ بالکل جنگلی اور بھیڑ بکریوں کی طرح ہیں کسی بات کو نہیں سمجھتے۔ میں نے وہ تمام گفتگو جو میرے اور آپ کے درمیان ہوئی، انھیں بتائی اور وہ میدان میں نکل کر آپ کے ساتھ ایک ایک کر کے لڑنے اور مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے ہیں پس تم میں سے جو شخص چیلنج کے ساتھ مقابلہ کو پسند کرتا ہو وہ میدان میں نکلے اور لڑائی کے لئے سامنے آئے!

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ خود میدان میں نکل کر "هَلْ مِنْ مُبَارِزْ" کے تحت کہا ہے کوئی مقابلے میں لڑنے والا؟! کا نعرہ بلند فرمائیں لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے آپ کو روک لیا اور کہا:

اے ابوسلیمان! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کی قسم! اس قوم روم کے ساتھ مقابلہ کے لئے میرے سوا کوئی نہ نکلے۔ میں ان سے پوری کوشش سے لڑوں گا۔ شاید مجھے اس لڑائی میں شہادت نصیب ہو جائے اور میں اپنے والد گرامی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملوں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر خود نکلنے کا ارادہ ترک فرما دیا اور ان کو ترجیح دی اور تحسین وتشجیع فرمائی اور دعائیں دیتے ہوئے فرمایا: اللہ عزوجل جل مجدہ الکریم تمھارے مرتبہ ومقام کو بلند فرمائے اور تمھاری مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور تمھیں اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے!

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کا رومیوں کے لشکر پر حملہ

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما اپنے ساتھیوں کے درمیان میں سے نکلے۔ آپ اس وقت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عطا کردہ گھوڑے پر سوار تھے جو آپ نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو "جنگ اجنادین" کے اموال غنیمت

کی تقسیم کے وقت عنایت فرمایا تھا یہ گھوڑا نصرانی عربوں کی قوم بنولخم اور بنوحذام کے گھوڑوں کی نسل میں سے تھا جو چٹان کی طرح مضبوط اور ستونوں کی طرح دراز قامت تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما لوہے میں ڈوبے ہوئے ڈبل زرہ زیب تن کئے ہوئے اور ہاتھ میں کامل نیزہ پکڑے ہوئے تھے آپ نے گھوڑے کو دونوں لشکروں رومیوں اور عرب عیسائیوں کی صفوں کے درمیان خوب دوڑایا تاکہ اس کی تیزی ختم ہو جائے اور اس میں اعتدال آ جائے۔ جب گھوڑے کا جوش معتدل ہو گیا تو پھر آپ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر انھیں مقابلہ کے لئے للکارا اور میدان میں اترنے کی دعوت دیتے ہوئے کہا: اے عیسائیو! سنبھل جاؤ، میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہوں۔

پھر آپ نے جنگی اشعار پڑھنا شروع کیے جو درج ذیل تھے:

ترجمہ اشعار:

- میں بلند مرتبے والے عبداللہ کا بیٹا ہوں جو بڑے فضل وکمال والے بزرگ تھے۔
- میرے والد گرامی آزاد اور بات کے سچے پکے آدمی تھے جنھوں نے اپنے عمدہ افعال اور اعلیٰ کردار سے دین اسلام کو زینت بخشی۔

حضرت رافع بن عمیرہ طائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ روم کے بہادروں میں سے ایک کے بعد ایک پانچ شہسوار میدان میں نکلے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ایک ہی وار میں اس کا خاتمہ کر دیتے تھے جب ان کے چوٹی کے پانچ بہادر سورے کام آ گئے تو اس کے بعد آپ کے مقابلے کے لئے کوئی نہیں نکلا آپ نے پھر ان کے لشکر کے قلب (مرکزی قیادت) پر حملہ بول دیا۔ جبلہ بن ایہم خود میدان میں اچانک کود پڑا اور وہ سخت غضبناک ہو رہا تھا اس نے نہایت غصے سے کہا: اوئے لڑکے! تو اپنے عمل وکردار میں حد سے بڑھتا جا رہا ہے اور جنگ کی حدود سے تجاوز کر رہا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسی بات نہیں ہے کیونکہ سرکشی ہماری عادت نہیں ہے اور بغاوت ہماری طبیعت کا خاصہ نہیں ہے۔ جبلہ نے کہا: کیوں نہیں! تو نے ہمارے مقتولین کی لاشوں سے میدان کو بھر دیا ہے میں اس لئے نہیں نکلا ہوں کہ تم سے جنگ کروں کیونکہ تو میرا کفو اور ہمسر نہیں ہے بلکہ اس لئے آیا ہوں کہ تجھے یہ بتلاؤں کہ ہمارے ساتھی تم سے لڑ رہے ہیں اور جب بھی تیرے خلاف لڑنے اور مقابلہ کے لئے ہمارا کوئی ساتھی میدان میں نکلتا ہے تو تیرے ساتھیوں میں سے کوئی ساتھی تیری اعانت کے لئے آ جاتا ہے اور یہ چیز انصاف کی عادت میں سے نہیں ہے اور نہ ہی یہ اشراف کا فعل ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے جب جبلہ بن ایہم کا کلام سنا تو آپ مسکرا دیئے اور فرمایا: اے ابن ایہم! تو مجھے دھوکہ دینا چاہتا ہے حالانکہ میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا تربیت یافتہ سپاہی ہوں اور

فنون سپہ گری میں ان کا شاگرد ہوں، بہت سے جنگی معرکوں میں حاضر ہو چکا ہوں اور آپ کی زیر قیادت لڑائیاں لڑ چکا ہوں۔

جبلہ بن ایہم نے کہا: میں دھوکہ دینا نہیں چاہتا بلکہ میں نے تجھ سے ایک حق بات کہنی ہے۔

یہ سن کر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے جبلہ سے فرمایا: اگر تو سچا ہے تو پھر تو خود میدان جنگ میں نکل اور تیرے ساتھ تیرا کوئی اور ساتھی ہو اور تم دونوں مل کر میرے ساتھ جنگ کر لو، میں انشاءاللہ عزوجل تم دونوں کا اکیلا مقابلہ کروں گا۔

جبلہ نے جب دیکھا کہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اس کے فریب اور چکمے میں آنے والے نہیں ہیں تو وہ آپ کے کردار، جرأت، نیزہ بازی کی مہارت اور آپ کی کم سنی کے باوجود اس بہادری وشجاعت اور چالاکی کو دیکھ کر حیران ومتعجب ہوا اور بلند آواز سے پکار کر آپ سے کہنے لگا: اے نوجوان! کیا آپ کو رغبت ہے کہ آپ ہماری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائیں اور میں آپ کو المعمودیہ کے پانی میں اشنان کراؤں اور غسل دے کر نکالوں تو آپ ایسے گناہوں سے پاک ہو کر نکلیں جس طرح بچہ اپنی ماں کے پیٹ سے بے گناہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر آپ صلیب کے گروہ میں داخل ہو جائیں اور دین مسیح کے پیروکاروں میں شامل ہو کر بادشاہ کے مقرب بن جائیں اور رحم دل بادشاہ سے انعام پائیں اور میں اپنی لڑکی کی شادی آپ کے ساتھ کر دوں گا اور آپ میرے لئے میرے بیٹے کی مثل ہو جائیں اور میں آپ پر انعامات کی بارش کر دوں گا اور میں وہ شخص ہوں جس کی تعریف اور مدح میں آپ کے نبی کے دربار کے شاعر نے اشعار کہے ہیں، انھوں نے میرے متعلق کہا تھا:

❀ جفنہ (قبیلہ) کا فرزند ان بزرگوں کی یادگار ہے جن کو بخل اور کنجوسی کے عیب سے متصف نہیں کیا گیا۔

اے نوجوان! میں نے آپ کے سامنے جو کچھ مراعات پیش کی ہیں ان کو حاصل کرنے میں جلدی کرو اور خود کو ہلاکت سے بچالے اور اس کے بعد تمھیں پرامن زندگی اور دائمی عیش وعشرت میسر رہیں گی بس میری اس آفر کو قبول کرنے میں جلدی کر لو۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے جبلہ کی یہ پیشکش سنی تو جواب دیتے ہوئے کہا:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ."

"ایک اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور بیشک (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔"

اے جبلہ! تجھ پر افسوس! کیا تو مجھے ہدایت سے ضلالت (گمراہی) اور ایمان سے جہالت (کفر) کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اور میں ان لوگوں میں سے ہوں جو اللہ عزوجل پر ایمان لائے اور اسلام ان کے دل میں قرار پکڑ چکا ہے اور انھوں

نے سیدھے اور ٹیڑھے راستہ میں فرق کو جان لیا ہے اور اللہ ﷻ کے نبی مکرم ﷺ تصدیق کرنے والے اور اللہ ﷻ کے ساتھ کفر کرنے والوں کے ساتھ بغض وعداوت رکھنے والے ہیں۔

لے! اب لڑائی کے لئے ہوشیار ہو جا! اگر تو جنگ ہی چاہتا ہے حتیٰ کہ میں تجھے ایک ایسی کاری ضرب لگاؤں جس سے میں تیری موت کو معجل کر دوں اور تیری ناک کو خاک آلود کر دوں۔ پھر عرب اس بات سے راحت محسوس کریں کہ تیرے جیسا شخص اہل عرب کی طرف اپنی نسبت کرے کیونکہ تو صلیب کے پجاریوں میں سے ہے۔

جبلہ آپ کے کلام سے سخت غصے میں آ گیا اور اس نے غضبناک ہو کر اپنی تلوار کھینچ لی اور اپنا نیزہ سنبھال کر آپ پر حملہ کرنا چاہا مگر آپ نے اس کا وار کاٹ کر اس پر جوابی حملہ کر دیا۔ دونوں حریف نیزہ بازی کے مقابلہ میں اپنی شجاعت اور بہادری کے جوہر دکھانے لگے۔ دیر تک دونوں لڑتے رہے یہاں تک کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نیزہ اٹھانے سے ست پڑ گئے آپ نے اسے ہاتھ سے پھینک دیا اور اپنی میان سے تلوار نکال لی اور دونوں ایک دوسرے کے قریب ہو گئے اور لڑنے لگے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے نہایت پھرتی سے جبلہ کے نیزے پر تلوار کی ایک ایسی کاری ضرب لگائی کہ نیزہ کٹ کر دور جا گرا اور اس نے بقیہ نیزہ کو پھینکا اور تلوار سونت لی یہ وہ تلوار تھی جو قوم ''کندہ'' کی ان یادگاروں میں سے تھی جو ان کے پاس قوم ''عاد'' کی باقی ماندہ اشیا میں سے چلی آ رہی تھی۔ شمشیر بجلی کی طرح چمکتی تھی اور جس پر بھی پڑتی تھی اس کو کاٹ کر رکھ دیتی تھی۔ جب اس نے اپنی اس تلوار کو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ پر حملہ کیلئے اٹھایا تو حضرت رافع بن عمیرہ طائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے جبلہ کے ساتھ قتال میں صبر واستقلال اور اس کم سنی میں اس تازہ دم، کہنہ مشق، شہسوار کے ساتھ بڑی مہارت سے داؤ پیچ خصوصاً جبکہ آپ اس سے قبل تن تنہا کسی مددگار کی اعانت کے بغیر ان کے پانچ بہادروں سے لڑ چکے تھے، دیکھ دیکھ کر نہایت ہی متعجب ہو رہے تھے جنگ کا معاملہ ان دونوں کے درمیان سخت سے سخت تر ہوتا چلا جا رہا تھا آخر ایک دفعہ دونوں بہادروں کی تلواریں ایک ساتھ اٹھیں بس اتنا ہوا کہ اتفاق سے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی تلوار کی ضرب ذرا سی جبلہ کی تلوار کی ضرب سے سبقت کر گئی جسے اس نے ڈھال پر لے لیا مگر یہ کاٹتی ہوئی خود (ہیلمٹ) تک پہنچ گئی لیکن اس کے پھل پر دندانے پڑ گئے اور دھار مڑ گئی، جبلہ کے کاری زخم آیا جس سے خون بہنے لگا۔ ادھر جبلہ کی تلوار حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی زرہ کو کاٹتی ہوئی آپ کے کندھوں کو زخمی کر گئی۔ آپ نے اگرچہ تلوار کی ضرب کو محسوس کیا لیکن حوصلے سے کام لیا اور اسی طرح کھڑے رہے کہ گویا آپ کو کسی قسم کا صدمہ نہیں پہنچا۔ پھر سرعت کے ساتھ گھوڑے کو پیچھے پھیر کر اس کی باگیں کھینچیں یہاں تک کہ آپ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمانوں سے آ ملے۔ مسلمانوں نے جب آپ کو زخمی حالت میں دیکھا تو فوراً آپ کو گھوڑے سے اتارا اور زخم کو مضبوط باندھ دیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابن صدیق! میرا گمان ہے کہ جبلہ نے آپ کو تلوار سے کوئی کاری زخم پہنچایا ہے۔ مجھے آپ کے باپ کے حق اور ان کے صدق کی قسم! میں جبلہ کو اسی طرح دردناک زخم پہنچا کر رہوں گا جس طرح ہم آپ کی وجہ سے درد سے دوچار ہوئے ہیں۔

پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام ہمام کو زور سے آواز دی اور فرمایا: اس مشرک پلید کو میرے پاس لاؤ ہمام والئ قنسرین کو آپ کے سامنے لایا آپ نے فوراً تلوار سے اس کا سر اڑا دیا۔

رومیوں نے اپنے والئ ریاست کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے اس طرح قتل ہوتے ہوئے دیکھا تو انھیں بہت غم ہوا اور جبلہ بن ایہم تو غصے سے آگ بگولا ہو گیا اور کہنے لگا: تم لوگوں نے ہمارے ساتھ غداری کی ہے اس لئے اب تمھیں ضرور اس کی سزا مل کر رہے گی۔ پھر اس نے چیخ چیخ کر عرب نصرانیوں اور رومی عیسائیوں کو پکارنا اور جنگ پر برانگیختہ کرنا شروع کر دیا اور کہنے لگا کہ ان مسلمانوں کا کوئی ایک فرد بھی تمھارے ہاتھ سے بچ کر نہ جانے پائے۔ رومی سپاہ مجتمع ہو گئی اور انھوں نے صلیب کو آگے کیا اور جنگ کا طبل بج گیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر اپنے غلام کو آواز دی اور اس سے فرمایا: ہمام! تو نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی حفاظت کرنی ہے ان کے سامنے کھڑے ہو جاؤ اور جو شخص ان پر حملہ کے ارادہ سے آئے اس کی گردن اڑا دو اور ان کا پوری طرح سے دفاع کرتے رہو۔

پھر آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص بھی اکیلا نکل کر حملہ کرنے کی کوشش نہ کرے تم سب میرے اردگرد جمع رہنا میں جلد باز نہیں ہوں۔ فتح و نصرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے آپ کے فرمان کے مطابق تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے گرد جمع ہو گئے ان میں سے ہر شخص زندگی کی اُمید ختم کر چکا اور کامیابی سے نااُمید ہو چکا تھا۔ رومیوں اور عرب نصرانیوں نے مل کر مسلمانوں پر حملہ کیا۔ مسلمان بھی نہایت صبر و استقلال اور پامردی سے دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے۔ لڑائی اپنے پورے شباب پر تھی۔

حضرت ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ بخدا! رومیوں کی فوج کا کوئی جتھا جب بھی ہماری طرف سیلاب کی طرح بڑھتا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بذات خود اپنی تلوار کے زور سے ان کو ہم سے دور بھگاتے اور منتشر کر دیتے۔ یہ سلسلہ برابر جاری رہا یہاں تک کہ جنگ نے ایسی صورت اختیار کر لی کہ ہمیں اس سے خلاصی کی کوئی راہ نظر نہیں آتی تھی اور گویا موت کو ہم اپنے سر پر منڈلاتی ہوئی دیکھ رہے تھے۔ ہمیں اب سخت پیاس محسوس ہونے لگی اور گرمی سے ہم پسینہ پسینہ ہو گئے تھے۔

حضرت رافع بن عمیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جب اس طرح کی صورت حال کا مشاہدہ کیا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابو سلیمان! معلوم ہوتا ہے کہ قضائے الٰہی سے اب سمجھو کہ ہم لوگ جام شہادت پینے ہی والے

ہیں۔آپ نے فرمایا بخدا!اے ابن عمیرہ رضی اللہ عنہ تم سچ کہتے ہو۔پھر فرمایا:

"لِاَنِّیْ نَسِیْتُ الْقَلَنْسُوَۃَ الْمُبَارَکَۃَ الَّتِیْ لِیْ وَ اَصْحَبُھَا مَعِیَ وَلَقَدْ کَانَتْ بَرَکَۃٌ عَظِیْمَۃٌ فِی الشَّدَائِدِ وَاللّٰہِ مَانَسِیْتُھَا اِلَّا لِقَضَاءِ الْمُبْرَمِ"

"اس لیے کہ میں اپنی برکت والی وہ ٹوپی لانا بھول گیا ہوں جسے میں (ہمیشہ) اپنا ساتھی بنا کر رکھتا ہوں اور مشکلات میں اس سے بہت عظیم برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔قسم بخدا! قضاء مبرم کی وجہ سے ہی میں اسے بھول آیا ہوں۔"

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جنگ کا معاملہ انتہائی نازک صورت اختیار کر گیا۔صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے لگا، زندگی کی بازی موت کے ہاتھوں ہارتے نظر آنے لگی، شہادت کا پیالہ ہونٹوں کے قریب پہنچ گیا۔ادھر مشرکوں کی ہلاکت اور تباہی بھی تھوک کے حساب سے ہو رہی تھی۔آتش حرب بھڑک رہی تھی، تلواریں چمک رہی تھیں، مردوں کے سر گاجر مولی کی طرح کٹ کٹ کر گر رہے تھے، زمین لاشوں سے بھر گئی، توحید کے چند متوالے تثلیث کے بندوں کے بھاری لشکر کے نرغے میں اس طرح تھے جیسے قیدی ہوں۔

رومی فوج سخت تابڑ توڑ حملے کر رہی تھی، تلوار مردوں میں اپنا کام دکھا رہی تھی کہ اچانک ایک منادی (اعلان کرنے والا) نے ندا دی اور ایک غیر مرئی ذات (ہاتف) کی آواز آئی "بے ڈر ذلیل ہو گیا اور خدا کا خوف رکھنے والا مدد پا گیا۔ اے حاملین قرآن! رحمان کی طرف سے تمہارے لئے فتح و کشائش آ گئی اور صلیب پرستوں کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس نصرت و امداد پہنچ گئی ہے۔

اس وقت کلیجے منہ کو آ رہے تھے کاٹ دار تلواریں اپنا کام دکھا رہی تھیں، دونوں طرف سے ہر شخص اپنے مدمقابل کے سامنے پورے صبر و استقامت سے ڈٹا ہوا کھڑا تھا اور پورے عزم و استقلال سے داد شجاعت دے رہا تھا۔جنگ کی چکی تیزی سے گھوم رہی تھی، لوگوں کو شدید پیاس لگی ہوئی تھی اور ادھر ہر فریق دوسرے کو نوچ رہا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو حضرت خالد کی طرف بھیجنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت اسحاق بن عبداللہ حضرمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے باپ سے روایت کیا۔انھوں نے فرمایا کہ میں معرکہ اجنادین اور دوسری جنگوں میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا ہوں اسی طرح قنسرین اور حلب کی لڑائی میں بھی آپ کے ساتھ حاضر تھا ہم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑی جانے والی ہر جنگ میں خیر و برکت اور فتح و نصرت ہی دیکھی۔

جب شیرز کے پڑاؤ میں ہم خیمہ زن تھے تو ایک رات ایسا ہوا کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اپنے کیمپ میں لیٹے ہوئے تھے کہ ایک دم آپ چلا چلا کر مسلمانوں کو بلانے لگے اور منادی فرما رہے ہیں: مسلمانو! جہاد کے لئے نکلو، جہاد کے لئے نکلو! کیونکہ ہمارے مجاہدین موحدین کا دشمنان خدا نے محاصرہ کر لیا ہے ان کی مدد کے لئے نکل پڑو!

مسلمان مجاہدین آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے چاروں طرف سے آپ کی طرف دوڑے اور حاضر ہو کر دریافت کیا: اے امیر! ہوا کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: میں ابھی ابھی سویا ہوا تھا کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ نے مجھے جھڑک کر جگایا اور سخت لہجے میں ارشاد فرمایا:

((يَا ابْنَ الْجَرَّاحِ أَتَنَامُ عَنْ نُصْرَةِ الْقَوْمِ الْكِرَامِ فَقُمْهُ وَالْحِقْ بِخَالِدٍ فَقَدْ اَحَاطَ بِهِ اللِّئَامُ فَإِنَّكَ تَلْحَقُ بِهِ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِمَشِيَّةِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.))

"اے ابن جراح! تم معزز لوگوں (مسلمانوں) کی مدد کرنے کو چھوڑ کر یہاں سوئے ہوئے ہو، پس اٹھو اور خالد رضی اللہ عنہ سے جا ملو کیونکہ کمتر لوگوں نے برتر لوگوں کا گھیراؤ کر لیا ہے۔ انشاء اللہ عزوجل تم اللہ رب العالمین کی مشیت سے ضرور اپنے معزز ساتھیوں کے ساتھ جا ملو گے۔"

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مسلمانوں نے جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا حکم سنا تو فوراً اپنے ہتھیاروں اور اپنی سواریوں کی طرف دوڑے اور مسلح ہو کر جلدی سے ننگی پشت اور بازین گھوڑوں پر سوار ہو کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی مدد کے لئے تیزی سے چل دیئے۔

ام تمیم رضی اللہ عنہا کا حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی ٹوپی لے کر آنا

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ لشکر کے ہراول دستہ میں تھے آپ نے دیکھا کہ ایک شہسوار سب لوگوں سے آگے سرپٹ اپنے گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے جا رہا ہے۔ آپ نے مسلمانوں کے بعض مردوں کو حکم دیا کہ وہ اس شہسوار سے جا کر ملیں مگر پوری کوشش کے باوجود یہ لوگ اس تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہو سکے کیونکہ اس کا گھوڑا نہایت تیز رفتار تھا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے گمان کیا کہ یہ کوئی فرشتہ ہے جس کو اللہ عزوجل نے مسلمانوں کی مدد اور رہنمائی کے لئے بھیجا ہے جو ہمارے آگے نہایت سرعت سے دوڑا چلا جا رہا ہے۔

حضرت رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہمارے گھوڑسوار اس شہسوار کو پانے سے عاجز ہو گئے تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس سوار کو زور سے آواز دی اور فرمایا: اے تیز رو سوار! اے بہادر و نڈر شخص! اللہ عزوجل تجھ پر رحم فرمائے

اپنی جان کو اس قدر مشقت میں نہ ڈال، ذرا نرمی سے کام لے۔

آپ کی آواز سن کر وہ سوار ٹھہر گیا۔

جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سوار کے قریب پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ سوار تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت اُم تمیم رضی اللہ عنہا ہیں۔ جب آپ نے پہچان لیا تو فرمایا: ''اے اُم تمیم! تمھیں ہمارے آگے چلنے پر کس چیز نے مجبور کیا ہے؟''

تو وہ عرض کرنے لگیں: حضرت صاحب! میں نے آپ کو سنا کہ آپ زور زور سے ندا کر رہے ہیں کہ خالد رضی اللہ عنہ کا دشمنوں نے گھیراؤ کر لیا ہے میں نے دل میں سوچا کہ خالد رضی اللہ عنہ کبھی مغلوب ومخذول نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کے پاس حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے گیسوئے مبارک موجود ہیں اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی برکت اور وسیلہ جلیلہ سے کبھی ناکام اور رُسوا ہو ہی نہیں سکتے۔ پھر اچانک میری نظر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی ٹوپی پر پڑی تو میں سمجھ گئی کہ اوہ! آپ اپنی وہ مبارک ٹوپی جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیسوئے مشک بار اور کاکل عنبرین ہوتے ہیں یہیں بھول گئے ہیں سو میں نے وہ مبارک ٹوپی لی اور پوری عجلت سے آپ تک پہنچانے کو حاضر ہوگئی ہوں۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اُم تمیم! چلو تم پہنچو، اللہ عزوجل آپ کے کام کو بابرکت کرے اور آپ کی مدد فرمائے۔

اُم تمیم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں قبیلہ ''مذحج'' کی عورتوں کی جماعت میں محو سفر تھی۔ ہمارے گھوڑے شہبازوں کی طرح اڑتے ہوئے جا رہے تھے یہاں تک کہ ایک مقام پر ہمیں سخت گرد وغبار اڑتا ہوا دکھائی دینے لگا جہاں قتال ہو رہا ہے، نیزے چمک رہے ہیں اور تلواریں اس طرح دمک رہی ہیں جس طرح آسمان پر تارے چمکتے ہیں، مسلمانوں کی کوئی آواز سنائی نہیں دیتی تھی ہمیں یہ امر نہایت ناگوار گزرا اور ہم نے سوچا کہ دشمنوں نے مسلمانوں کو مغلوب کر لیا ہے۔ اتنے میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور دشمن پر حملہ کر دیا اور آپ کے ساتھی بھی اللہ اکبر کی آوازیں بلند کرتے دشمن پر ٹوٹ پڑے۔

حضرت رافع بن عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم اس وقت اپنی زندگیوں سے نااُمید ہو گئے تھے کہ اچانک ہم نے کلمہ طیبہ اور اللہ اکبر کی آوازیں سنیں تو ہم نے کہا بے شک اللہ عزوجل کی مدد اور فتح ونصرت پہنچ گئی ہے انشاء اللہ عزوجل اب کشائش ہوگی، گھٹن دور ہوگی اور فتح ہماری ہوگی، پھر کیا تھا چند منٹوں میں مسلمانوں کے لشکر نے مشرکین کی فوج کا احاطہ کر کے ان پر شمشیر زنی شروع کر دی اور چاروں اطراف سے ان کو کاٹ کاٹ کر پھینکنا شروع کر دیا۔ ہر طرف چیخ وپکار کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور ایک عجیب شور وغوغا برپا تھا۔

بابرکت ٹوپی کا حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچنا

حضرت مصعب بن محارب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ صلیب کے پجاری میدان چھوڑ کر بھاگنا شروع ہو گئے اور میں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ اپنے گھوڑے کی پشت پر پوری طرح جم کر بیٹھے ہیں اور گردن مبارک بلند فرما کر تکبیر کی آوازوں کو سن رہے اور دیکھ رہے ہیں کہ یہ آوازیں کدھر سے آ رہی ہیں کیونکہ گردوغبار میں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا آپ یہ معلوم کرنے کی کوشش کر ہی رہے تھے کہ ایک شہسوار گردوغبار سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ رومیوں کی صفوں کو چیرتا ہوا ہماری طرف بڑی سرعت کے ساتھ بڑھ رہا ہے حتیٰ کہ اس نے نہایت بہادری سے ہمارے گرد سے دشمنوں کو ہٹا کر میدان صاف کر دیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تیزی سے اس سوار کی طرف بڑھے اور فرمایا: تم کون ہو؟ اس سوار نے جواب دیا اے ابوسلیمان! میں اُم تمیم، آپ کی زوجہ ہوں، میں آپ کے پاس وہ مبارک ٹوپی لے کر حاضر ہوئی ہوں جس کے وسیلہ سے آپ اللہ عزوجل سے مدد اور نصرت طلب کیا کرتے ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں اس سے ''توسل'' کیا کرتے ہیں [1] اللہ عزوجل آپ کی دعا کو شرف قبول بخشتے ہوئے آپ کو فتح نصیب فرما دیتا ہے۔ لیجئے! اپنی ٹوپی مبارک، اور زیب سر فرما لیجئے۔ اللہ عزوجل کی قسم! آپ نے یہ دن دیکھنا تھا اسی لئے آپ اس کو بھول آئے تھے۔

پھر اُم تمیم رضی اللہ عنہا نے وہ بابرکت ٹوپی آپ کے سپرد کر دی۔ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس مبارک ٹوپی کو اپنے ہاتھ میں لیا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے اقدس اور گیسوئے مبارک سے اس طرح نور نکل کر بلند ہوا جس طرح آسمانی بجلی چمکتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں والی ٹوپی کی برکات

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی قسم! حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس مبارک ٹوپی کو اپنے سر پر رکھا ہی تھا کہ آپ نے ایک ہی حملہ میں انقلاب برپا کر کے رکھ دیا۔ اگلی صفوں کو پیچھے کی صفوں میں دھکیل دیا۔ دوسرے مسلمان مجاہدین نے بھی آپ کے ساتھ مل کر جاں نثاری سے حملہ کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے دشمن دم دبا کر بھاگنا شروع ہو گئے۔ محمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے، ہر طرف زخمیوں کی قطاریں لگ گئیں اور بہت سے مشرک قیدی بنا لئے گئے۔ سب سے پہلے جان بچا کر بھاگنے والا مرتد جبلہ بن ایہم تھا اور اس کے پیچھے پیچھے

[1] اس سے پتہ چلا کہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں مقدس ہستیوں کی ذات کے ساتھ ان سے نسبت رکھنے والی چیزوں سے بھی توسل کیا جا سکتا ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

عرب نژاد نصرانی تھے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب مسلمان مشرکوں کے تعاقب سے واپس لوٹے اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی مسلمان مجاہدین کو سلام کیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے مسلمانوں کو کافروں کے شر سے محفوظ اور سلامت رکھا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا بدن سرخ گلاب کے پھول کی طرح بنا ہوا ہے آپ نے ان سے مصافحہ کیا۔ فتح پر مبارک باد دی اور فرمایا:

''اے ابوسلیمان! آپ نے خوب داد شجاعت دی ہے اللہ اللہ! آپ نے اپنی پیاس بجھالی ہے اور اپنے رب جلیل کو خوب راضی کر لیا ہے پھر آپ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے لوگو! میری رائے فی الفور قنسرین اور عواصم کی جانب پیش قدمی کرنے کی ہے۔ تمام مسلمانوں نے آپ کی رائے پر لبیک کہتے ہوئے کہا اے امین الاُمت یہ بہترین رائے ہے۔''

قنسرین اور عواصم کی طرف پیش قدمی

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے بہادران اسلام کو منتخب کر کے ایک ہراول دستہ ترتیب دیا اور اسے حضرت عیاض بن غنم اشعری رضی اللہ عنہ کی زیر کمان کر دیا اور ان سے فرمایا: کہ قنسرین اور اس کے دیہاتوں کی طرف چل دو اور ان پر چڑھائی کر دو، ان کے جنگجوؤں کو قتل کر دینا اور چھوٹوں کو قیدی بنا لینا۔ ان کے اموال کو مال غنیمت کے طور پر اپنے قبضہ میں کر لینا، مگر جب یہ ہراول دستہ قنسرین پہنچا اور اہل قنسرین نے اس ناگہانی آفت کو دیکھا جو ان پر نازل ہوئی تو انھوں نے دروازے بند کر لئے اور جزیہ ادا کرنے اور صلح کرنے کے لئے درخواست کی جسے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی اجازت سے منظور کر لیا گیا اور ایک صلح نامہ لکھ کر ان کے حوالہ کر دیا گیا جس میں یہ تحریر کیا گیا تھا کہ ہر بالغ شخص پر چار دینار اور اگر دینار نہ ہوں تو پھر اڑتالیس درہم ادا کرنا ہونگے جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حکم تھا:

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: عبدالملک بن محمد بن ابی عبداللہ نے ہمیں بتایا کہ حضرت سلمان بن علی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قنسرین اور حاضر کے قیدیوں میں میں بھی شامل تھا اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے جب اموال غنیمت کا خمس $\frac{1}{5}$ حصہ نکال کر دربار خلافت میں حضرت عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا تو اس مال خمس میں اسیران جنگ بھی شامل تھے جب ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پیش کیا گیا تو میں نے سنا آپ اپنے اہل مجلس سے فرما رہے تھے: میری رائے یہ ہے کہ ہم اس قیدی کو مکتب میں مردوں کو تعلیم کیلئے مقرر کر دیں اور ان کا معمول یہ تھا کہ وہ

قیدیوں کو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیتے تھے چنانچہ آپ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں نے یہ قیدی آپ کی تحویل میں دیا اور تم اسے ابن حارث انصاری کی حویلی میں داخل کر دو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں اسی طرح کیا جاتا تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بھی اسی کے مطابق عمل جاری رہا۔

مسلمانوں کی فتح اور اگلے ہدف کے لیے مشورہ

جب ''قنسرین'' اور ''حاضر'' کو اللہ عزوجل نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی مسلمان مجاہدین کے ہاتھ پر فتح فرما دیا اس میں سے قنسرین کا شہر صلح سے فتح ہوا اور اس کا دیہاتی اور مضافاتی علاقہ جنگ سے فتح کیا گیا تھا بہرحال جب یہ شہر فتح ہو گئے اور مسلمانوں کو مال غنیمت بھی حاصل ہوا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس مال غنیمت کا خمس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ارسال کر دیا اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو جمع فرمایا اور ان سے مخاطب ہو کر کہا:

اللہ عزوجل تم سب پر رحم فرمائے۔ آپ لوگ اپنی اپنی عقل اور رائے سے مجھے مشورہ دیں کہ ہمارا اگلا ہدف اور ٹارگٹ کیا ہونا چاہئے اور لشکر کے جرنیل کی اپنے سپاہیوں سے مشاورت اس لئے ضروری ہے کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ((اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمِنٌ)) ''مشورہ کر لینے والا بے خوف ہو جاتا ہے۔''[1] (وہ طرح طرح کے اندیشوں سے نکل جاتا ہے) اور اسی طرح اللہ عزوجل کا حکم ہے: ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ ''اور کاموں میں ان سے مشورہ لو۔''[2]

چنانچہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین عالی شان کے مطابق میں نے آپ حضرات کی مجلس مشاورت بلائی ہے اب آپ مجھے مشورہ دیں کہ آیا ہمیں اس وقت ① حلب اور اس کے قلعہ کی طرف پیش قدمی کرنی چاہئے ② انطاکیہ اور اس کے سرداروں سے جنگجوئی کے لئے چلنا چاہئے ③ ہمیں واپس لوٹ جانا چاہئے؟

مسلمانوں نے جواب دیا کہ اے امیر! ہم حلب و انطاکیہ کی طرف کیونکر جا سکتے ہیں اور ہرقل کے ساتھ ہم کیسے جنگ چھیڑ سکتے ہیں جبکہ ہمارے اور اہل شیرز، حماۃ، رستن، حمص اور جوسیہ کے درمیان جو صلح اور جنگ بندی کا معاہدہ ہوا تھا اس کی مدت عنقریب ختم ہونے والی ہے۔ اس میں بھی کوئی شک شبہ نہیں ہے کہ اس مدت میں انھوں نے بھرپور جنگی تیاری کر لی ہے اپنے قلعوں کو مزید مضبوط کر لیا ہے، خود کو مضبوط حصار میں کر لیا ہے اور خوب قوت پکڑ لی ہے اور اپنے

[1] سنن ابو داؤد، کتاب الأدب، رقم الحدیث: 5123 - 5128. سنن ابن ماجه، کتاب الأدب، رقم الحدیث: 3745 - 3746.

[2] پارہ 4، ال عمران 159، ترجمہ کنزالایمان.

شہروں میں خوردنی اشیاء اور غلہ کا اچھا خاصہ اسٹاک کر لیا ہے اور اپنے لشکر اور فوج کو بہترین اسلحہ اور ہتھیاروں سے لیس کر رکھا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ اگر ہم ان حالات میں کسی اور ملک کی طرف نئی مہم پر نکل جاتے ہیں تو یہ تمام بلاد (شہر) جو ہمارے قبضہ میں ہیں ہاتھ سے نہ نکل جائیں کیونکہ یہ لوگ ان بلاد میں غارت گری مچا دیں گے بالخصوص بعلبک والے کیونکہ یہ لوگ دوسرے شہروں کی بہ نسبت زیادہ بہادر، سخت اور کثیر التعداد ہیں۔ ایسے حالات ہماری سوچی سمجھی رائے یہ ہے کہ ہم انہی بلاد کی طرف رجوع کریں اور اپنی توجہ فی الحال انہی شہروں پر مبذول رکھیں اور جونہی جنگ بندی کی مدت ختم ہو جنگ کا اعلان کر دیا جائے۔ اُمید ہے کہ اللہ ﷻ ہمارے ہاتھوں سے ان شہروں کو فتح فرما دے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس رائے کو درست اور راست قرار دیا اور اپنی رائے سے ان کی رائے کی طرف رجوع کرتے ہوئے اسی طریق پر عمل کیا اور کوچ کا اعلان کر دیا۔

حلب کی خوبصورت جامع مسجد

حلب شہر کا ایک منظر

فتوح الشام

فتح بعلبک

فتح بعلبک

بعلبک کی جانب پیش قدمی

جب یہ حضرات ان شہروں کے قریب پہنچے تو ان کو بعینہٖ اسی کے مطابق پایا جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اظہار خیال کیا تھا کہ ان شہروں کے لوگوں نے اسلحہ اور خوراک کا بڑے وسیع پیمانے پر انتظام کر رکھا ہے اور گندم، جو اور دیگر اشیاءِ خوردنی کا انھوں نے ذخیرہ کر لیا ہے جیسے وہ کسی طویل جنگ کے لئے تیار ہو چکے ہوں۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا قصد حمص کے سوا اور کسی شہر کا نہ تھا جب آپ یہاں پہنچے تو دیکھا کہ حمص والوں نے تو خود کو قلعہ بند کر لیا ہوا ہے اور بڑی مضبوط پوزیشن میں ہیں۔ بادشاہ روم ہرقل نے ایک طاقتور اور سخت جنگجو بہادر کمانڈر جنرل مریس کو جو اہل خانہ میں سے تھا اس کو ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ اہل حمص کی مدد کے لئے بھیجا ہوا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو آپ نے اپنے بہادر جرنیل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حمص کا محاصرہ کرنے کا حکم دیکر انھیں وہاں چھوڑا اور خود بعلبک [1] کا رُخ کر لیا جس وقت آپ بعلبک کے قریب پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ سامنے سے ایک بہت بڑا قافلہ آ رہا ہے۔ یہ تاجروں کا ایک قافلہ تھا جو سامان تجارت لے کر اترا اور اب بعلبک کی طرف آ رہا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دور سے دیکھ کر فرمایا: یہ لشکر کونسا ہے؟ کہا گیا کہ "معلوم نہیں"، تو آپ نے تحقیق کے لئے کچھ سواروں کو اس قافلہ کی طرف بھیجا۔ چنانچہ ان شہسواروں نے آ کر اطلاع دی کہ یہ روم کے قافلوں میں سے ایک قافلہ ہے جو ساز و سامان لے کر یہاں پہنچ رہا ہے۔

حمص سے بعلبک تک کا سفر
حمص
بعلبک
لبنان
شام کا موجودہ نقشہ

حضرت شداد بن عدی تنوخی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ اس قافلہ کے پاس دیگر سامان تجارت کے علاوہ سب سے زیادہ شکر کے بورے تھے اور یہ سامان اہل بعلبک کے لئے لایا جا رہا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ خبر سنی تو فرمایا کہ بعلبک ہمارے لئے دار الحرب ہے ہمارے

[1] یاد رہے کہ بعلبک شہر اس وقت لبنان میں شامل ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

اوران کے مابین کوئی معاہدہ وغیرہ نہیں ہے اور یہ مال و متاع سب مال غنیمت ہے جو اللہ ﷻ نے تمھاری طرف بھیجا ہے۔ حضرت شداد بن عدی تنوخی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ پس ہم نے قافلہ کا گھیراؤ کر لیا ان کے پاس شکر، دیسی چینی، انجیر وغیرہ کے چار سو بورے تھے وہ قبضہ میں کر لئے اور قافلہ والوں کو قیدی بنالیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان قافلے والوں کو قتل کرنے سے باز رہنا اوران سے فدیہ وصول کر کے ان کو چھوڑ دو، چنانچہ ہم نے ان سے سونا، چاندی کپڑے وغیرہ فدیہ میں لے کران کو رہا کر دیا اور شکر سے عصیدہ [1] تیار کیا اور گھی، شکر اور زیتون کے تیل سے فالودہ بنایا۔ جب ہم نے صبح کی تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے بعلبک کی طرف چلنے اور وہاں پڑاؤ کرنے کا حکم فرمایا۔ قافلے کے کچھ آدمی چونکہ بھاگنے میں کامیاب ہو گئے تھے انھوں نے اہل بعلبک کو جا کر اس کارروائی کی رپورٹ کر دی تھی۔

بعلبک کی رومی فوج سے آمنا سامنا

راوی کہتے ہیں کہ بعلبک پر بطریق (رومی فوج کا جرنل) عظیم ہربیس مقرر تھا۔ ہربیس ایک بہادر، تنومند اور بڑی ڈیل ڈول والا آدمی تھا جب اس کے پاس یہ خبر آئی تو اس نے شہر کے مردوں کو جمع کیا اور انھیں ہتھیاروں سے مسلح ہونے اور تیاری کرنے کا حکم دیا اور وہ لوگوں کا یہ لشکر لے کر خود اس کی قیادت کرتا ہوا قافلہ کو چھڑانے کے لئے چل پڑا۔ اسے یہ علم نہیں تھا کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے لشکروں کے ساتھ اس کی طرف آرہے ہیں۔

جب دوپہر ہوئی تو ان دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہو گئی لعین ہربیس سات ہزار سواروں کی جمعیت کے ساتھ نکلا تھا اور اس کے پیچھے اہل دیہات، شہر کے عوام اور بازاری لوگ اس کے علاوہ تھے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے مقدمۃ الجیش (فرنٹ کور) نے جب انھیں دیکھا تو دشمن، دشمن کی پکار کے ساتھ جنگ کا بگل بجا دیا اور نہایت سرعت کے ساتھ شیران اسلام ان پر ٹوٹ پڑے اور شہسواروں نے تیزی سے بڑھ کر ان پر حملہ کر دیا اور بہادران اسلام نے ادھر کو پیش قدمی شروع کر دی، تیراندازی شروع ہو گئی، تلواریں کھینچ لیں۔ ادھر ہربیس نے اپنے لشکر کی صف بندی کر کے ان کو جنگ کی پوزیشن پر کھڑا کر دیا اس کے بعض جرنیلوں نے اس سے دریافت کیا کہ ان عربوں کے ساتھ تمھارا کیا کرنے کا ارادہ ہے؟

اس نے کہا: میں ان کے ساتھ لڑوں گا تاکہ ہمارے بارے میں کوئی طمع کر سکیں اور نہ ہمارے شہروں میں اتر سکیں۔ اس کے ایک جرنیل نے اسے مشورہ دیا کہ بہتر یہی ہے کہ آپ یہیں سے واپس لوٹ جائیں اور لڑائی کا ارادہ ترک کر دیں

[1] ایک قسم کا کھانا جو، گھی، آٹا اور شکر ملا کر بنایا جائے۔ (مترجم عفی عنہ)

کیونکہ اہل دمشق ان کو شکست دے سکے ہیں نہ اجنادین کی فوجیں ان کا کچھ بگاڑ سکی ہیں اور نہ یہ لوگ فلسطین کے لشکروں سے پسپا ہوئے ہیں اور پھر کل ہی والئی قنسرین حاکم عمودیہ اور عرب نژاد نصرانیوں کے ساتھ جو کچھ ہوا ان تمام حالات سے تم اور اہل بعلبک خوب آگاہ ہو ان عربوں نے ان سب کو ناکوں چنے چبوائے ہیں لہٰذا اندریں حالات تمہارا ان سے ٹکرانا سوائے خودکشی کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ لہٰذا تم کو چپکے سے واپس لوٹ جانا چاہئے اور انا کو چھوڑ دو، غرور اور تکبر کرنا ترک کرو اور اپنے لشکر کو ہلاکت سے بچاؤ اور سلامتی کی راہ اختیار کرو، سردست جنگ کرنا تمھارے لئے قطعی طور پر مناسب نہیں ہے۔

رومیوں کا مشورہ اور رومی امیر کا جواب

ہربیس نے کہا: میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا اور میرا ان بے بس فقیروں اور مسکینوں سے ڈر کر بھاگ نکلنا شکست ماننے کے مترادف ہے اور اپنے ہاتھوں خودکشی کے برابر ہے لہٰذا میں ہر حال میں ان سے جنگ کروں گا اور مجھے یہ اطلاع بھی ملی ہے کہ ان کا بڑا لشکر انکے سابق امیر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حمص میں خیمہ زن ہے اور یہ مٹھی بھر لوگ تو غنیمت ہیں جو مسیح نے ہمارے لئے ادھر بھیج دیئے ہیں۔

جرنیل نے کہا: بہرحال میں آپکی رائے سے موافقت نہیں کروں گا اور نہ ہی اپنے ساتھیوں سمیت کسی قسم کے دھوکے میں آؤں گا۔ یہ کہہ کہ اس سردار نے اپنے گھوڑے کی لگام شہر کی طرف موڑ دی، جب اس نے بعلبک کی طرف گھوڑے کا رُخ کیا تو قوم کی اکثریت نے بھی اس کی پیروی کرتے ہوئے واپس جانے کا ارادہ کر لیا۔ ہربیس نے آہستہ آہستہ مسلمانوں کی طرف بڑھنا شروع کر دیا کیونکہ وہ ہر صورت مسلمانوں سے جنگ کرنے پر ہی تلا ہوا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ وہ لوگ ہر صورت میں جنگ پر آمادہ ہیں تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو قتال پر خوب اُبھارا اور ان کو جنگی طرز پر ترتیب دیکر ان کی جب صف بندی فرمالی تو ان سے مخاطب ہو کر ان کے سامنے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا خطاب اور مسلمانوں کا حملہ

"اے لوگو! اللہ عزوجل تم پر رحم فرمائے۔ جان لو کہ اللہ عزوجل نے ہمیشہ تمھاری مدد فرمائی ہے حتیٰ کہ تم نے ان کافروں کے بڑے بڑے لشکروں کو شکست دی ہے اور یہ شہر جس کی طرف تمھارا جانے کا قصد ہے یہ ان تمام شہروں کا وسط اور مرکزی شہر ہے جن کو اب تک تم فتح کر چکے ہو نیز اس شہر کے لوگ دوسرے شہروں کی بہ نسبت تعداد میں بھی زیادہ ہیں [illegible] ان کے پاس ہر قسم کا مال ومتاع وافر مقدار میں

موجود ہے اور سامان حرب سے بھی یہ مالا مال ہیں اس لئے تم کسی خوش فہمی میں مبتلا ہو کر عجب اور غرور کا شکار نہ ہونا بس تم یہ بات پیش نظر رکھو کہ تم کس دین کے لئے جنگ کر رہے ہو اور تم کس کی مدد کر رہے ہو۔ لو! اب دشمن پر ٹوٹ پڑو، بے شک اللہ ﷻ تمھارے ساتھ ہے وہی تمھاری مدد فرمائے گا۔"

یہ کہہ کر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حملہ کر دیا اور آپ کے ساتھ ہی دوسرے مسلمان بھی دشمن پر حملہ آور ہو گئے۔

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی زندگی کی قسم! ہمارے اور ان کے درمیان صرف ایک ہی وار ہوا کہ دشمن نے پیٹھ دکھا کر بھاگنا شروع کر دیا اور وہ شہر کی راہ تلاش کر رہے تھے۔

جنرل ہربیس کے سات زخم آئے جن کی وہ تاب نہ لاتے ہوئے شہر کی طرف پسپا ہونے پر مجبور ہوا۔ راستہ میں جب اسے وہ سردار ملا جس نے اس کو عربوں سے جنگ نہ کرنے کا مشورہ دیا تھا تو اس سردار نے ازروئے تمسخر ہربیس سے کہا: جنرل صاحب! وہ مال غنیمت کدھر ہے جو آپ نے عربوں سے لوٹا؟ ہربیس نے کہا: خبیث! تو مجھ سے مذاق کرتا ہے حالانکہ میرے متعدد بہادر جوان مرد ہلاک ہو گئے اور خود مجھے کئی زخم آئے ہیں اور تجھے ایسے موقع پر ہنسی مذاق کی سوجھی ہے۔ مسیح تیرا ستیاناس کرے!

اس پر اس سردار نے کہا: کیا میں نے تجھے نہ کہا تھا کہ تو اپنی قوم کو ہلاک کرے گا اور اپنے مردان کار کو ضائع کر دے گا؟

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا کارواں رواں دواں ہے یہاں تک کہ آپ نے بعلبک کے پاس پہنچ کر پڑاؤ ڈالا اور جب شہر کی جانب دیکھا تو ایک ہولناک منظر ہے، اس کے قلعے بڑے مضبوط ہیں، شہر والوں نے تمام دروازے بند کر دیئے ہیں اور انھوں نے اپنے مال مویشی تک داخل شہر کر لئے ہیں اور وہ سور البلد اور فصیل شہر پر سے اس طرح نظر آ رہے جیسے ٹڈی دل لشکر ہو جو ہر طرف منتشر ہے۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے جب اس قلعہ بند شہر کی مضبوطی اور اس کی چہار دیواری کی بلندی کو دیکھا اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ سردی شدید ہے کیونکہ موسم گرما ہو چکا ہے سرما سال بھر یہاں کا موسم سخت سرد رہتا ہے آپ نے ان تمام باتوں کو دیکھنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے خواص اصحاب اہل رائے اور ارباب مشورہ کا اجلاس بلایا اور تمام اہل ایمان کے سامنے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اے لوگو! اللہ ﷻ تم لوگوں پر رحم فرمائے تم مجھے اپنی رائے بتاؤ اور مشورہ دو کہ اب ہمیں کیا اقدام کرنا چاہئے؟ اس پر تمام نے متفقہ طور پر ایک ہی رائے دی کہ شہر کا محاصرہ جاری رکھا جائے اور باہر سے ہر طرح کے سامان کی سپلائی بند کر دی جائے یہ لوگ چند دنوں میں خود ہی تنگی میں مبتلا ہو جائیں گے۔ مگر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ان حضرات سے اختلاف رائے کرتے ہوئے کہا:

اللہ ﷻ امیر کا بھلا کرے جہاں تک میری معلومات ہیں اس شہر میں ہجوم خلائق کا یہ عالم ہے کہ بندے پر بندہ پڑا ہے۔ اندر اس قدر رش اور بھیڑ ہے کہ میں نہیں سمجھتا کہ یہ شہر اتنے لوگوں کی گنجائش رکھتا ہو اس قدر انسان اور حیوان اس میں سما ہی نہیں سکیں گے جس قدر داخل ہو گئے ہیں، تاہم ان کی اس کثرت اور بہتات کے باوجود مجھے اللہ ﷻ سے قوی امید ہے کہ اگر ہم ان پر ہاتھ ڈالتے ہیں تو فتح اللہ ﷻ ہمیں ہی عطا فرمائے گا لہٰذا ہمیں حملہ کر دینا چاہئے ممکن ہے اللہ ﷻ مسلمانوں کے ہاتھوں یہ شہر فتح فرما دے کیونکہ اللہ ﷻ کی ہمیشہ سے ہی یہ سنت جاریہ رہی ہے کہ وہ زمین کا وارث اپنے صالحین بندوں کو ہی بناتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ ۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۝﴾

''اور بیشک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔''[1]

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن جبل! آپ کو کیسے پتا چلا کہ اہلیان شہر تنگی اور گھٹن میں ہیں؟

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر! میں تمام مسلمانوں سے آگے آگے گھوڑا دوڑاتے ہوئے نہایت تیزی کے ساتھ اس قلعہ تک سب سے پہلے پہنچا تو میں نے اس قلعۃ البیضاء (وائٹ ہاؤس) کو دیکھا اور مجھے اُمید یہ تھی کہ ہم تیز رفتار گھوڑوں والے ساتھی ان سے جا ملیں گے اور ہم اس قوم کفار اور ان کے شہر کے درمیان حائل ہو جائیں گے، ان کو باہر ہی دھر لیں گے اندر داخل نہیں ہونے دینگے اور شہر سے باہر ہی میدان سجائیں گے مگر مسلمانوں میں سے کوئی ایک آدمی بھی میرے ساتھ نہ مل سکا اور میں نے دیکھا قوم شہر میں اس کے تمام دروازوں سے داخل ہو رہی ہے اور آدمیوں کا ایک سیلاب ہے جو شہر پناہ کی طرف اس طرح امڈا چلا آیا ہے جیسے وادیوں میں سیلاب کا ریلا آتا ہے۔ شہر دیہاتوں، قریوں، قصبوں اور بستیوں کے لوگوں سے بھرا پڑا ہے اور ان کے ساتھ ان کے جانور بھی شہر میں بند ہیں اور ان کی کثرت کی وجہ سے ایسے لگتا تھا جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے معاذ! آپ سچے ہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ آپ کے مشورہ کو اللہ ﷻ مبارک کرے اللہ ﷻ [illegible] ہم [illegible] ب کرتے ہیں اور اسی سے توفیق کا سوال ہے وہ بہتر اسباب مہیا فرمانے والا ہے۔

مسلمانوں نے یہ رات باری باری پہرہ دیتے ہوئے گزاری اور ایک دوسرے کی حفاظت کرتے رہے یہاں تک کہ جب صبح ہوئی تو آپ نے اہل بعلبک کے نام حسب ذیل مکتوب تحریر فرمایا:

---

[1] پارہ 17، الانبیاء 105، ترجمہ کنزالایمان

بعلبک والوں کے نام خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شام میں مسلمانوں کے لشکروں کے امیر اور ان کے کمانڈر اور ان کے درمیان امیر المؤمنین کے نائب ابوعبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس شہر (بعلبک) کے باشندگان کے نام جو اسلام کے مخالفین اور اس کے ساتھ عناد و دشمنی رکھنے والے ہیں۔

امابعد! اللہ عزوجل کا احسان ہے اور وہی طاقت وقدرت کا مالک ہے۔ بیشک اس نے دین اسلام کو غلبہ عطا فرمایا اور اس دین کے ماننے والے مؤمنین کو کافروں کے لشکروں پر فتح عطا فرما کر عزت بخشی اور شہروں کو مسلمانوں کے ہاتھوں میں دے دیا اور اہل عناد کو برباد و ہلاک فرمایا۔ یہ خط دراصل ہمارے اور تمھارے درمیان ایک پیشگی معذرت نامہ ہے تاکہ تمھارے چھوٹے بڑے سب اس بات سے آگاہ رہیں کہ ہم مسلمان قوم ہیں، ہمارے دین و مذہب میں سرکشی اور دھوکہ دہی کا تصور نہیں ہے، ہم امن و آشتی کے داعی لوگ ہیں ہم جنگ کو خواہ مخواہ پسند نہیں کرتے اور نہ ہماری طرف سے غداری اور بے وفائی ہوتی ہے ہم تمھارا اس بارے عندیہ معلوم کرنا چاہتے ہیں لہٰذا اگر تم دیگر شہروں کے باشندوں کی طرح ہمارے ساتھ مصالحت کر لو تو تمھیں بھی ان کی طرح امان مل سکتی ہے اور تمھیں ہماری طرف سے جان و مال اور عزت کی ذمہ داری کا پروانہ عطا کر دیا جائے گا۔ اور اگر تم اس کا انکار کر دو گے تو پھر جنگ وقتال کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہوگا اور ہم صرف اپنے اللہ عزوجل سے مدد مانگنے والے ہیں وہی تمھارے خلاف ہماری مدد کرے گا اس خط کا جواب جلد مطلوب ہے۔ ہدایت کی پیروی کرنے والے پر سلام ہو۔ پھر آپ نے اس کے بعد یہ آیت کریمہ بھی لکھی:

﴿اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی﴾
''بیشک ہماری طرف وحی ہوئی ہے کہ عذاب اس پر ہے جو جھٹلائے اور منہ پھیرے۔''[1]

آپ نے خط کو تہہ اور بند کر کے معاہدین میں سے ایک دہقان کو عطا کر دیا اور اسے حکم دیا کہ وہ اسے اہل شہر تک پہنچا دے اور اس کا ان سے جواب لے کر واپس آئے اور اسے اس مراسلت کی خدمت کے عوض مسلمانوں کے مال سے بیس درہم دیئے جائیں گے کیونکہ میں کسی سے بھی پوری اجرت اور معقول تنخواہ کے بغیر کوئی کام اور خدمت نہیں لیتا لہٰذا آپ کو بھی اس خدمت کا پورا معاوضہ دیا جائے گا۔ معاہدی نے خط لیا اور شہر پناہ کی طرف چل دیا وہاں پہنچ کر انھیں ان کی زبان میں مخاطب ہو کر کہا:

''میں تمھاری طرف قاصد کی حیثیت سے آیا ہوں۔ انھوں نے قلعہ کے اُوپر سے ایک رسہ نیچے لٹکایا جسے اس معاہد دیہاتی ایلچی نے اپنی کمر سے باندھ لیا اور قلعہ پر موجود لوگوں نے اسے اُوپر کھینچ لیا اور پھر ہربیس کے پاس لے گئے اس نے ہربیس کو سلام کیا اور خط اس کے حوالے کر دیا۔ ہربیس نے اپنے جرنیلوں، سرداروں اور اہل حرب کو اپنے پاس جمع کیا اور خط پڑھ کر انھیں سنایا۔''

حضرت سفیان بن خزرجہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے ابوخزرجہ بن عوف المازنی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا اور یہ صاحب اول سے آخر تک ان فتوحات میں برابر شریک جنگ رہے تھے کہ یہ بتاؤ ہربیس نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا خط کیسے پڑھ لیا وہ تو عربی میں لکھا ہوگا جبکہ ہربیس عربی نہیں تھا؟

تو انھوں نے کہا: اے بیٹے! میں اس دن حاضر تھا جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اہل بعلبک کی طرف خط تحریر فرمایا تھا دراصل بات یہ تھی کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے شام کے نصارٰی میں سے ایک شخص کو بلا کر اپنا منشی مقرر کر لیا تھا جو آپ کے خطوط لکھا کرتا تھا اس چٹھی نویس کا نام مرقس بن کورک یا گرگس تھا (واللہ اعلم) آپ جب رومیوں سے خط و کتابت کا ارادہ کرتے تو مرقس (یا، گرگس) سے ہی لکھواتے تھے۔

اہلیان بعلبک کا آپس میں مشورہ

ہربیس نے جب اپنی قوم کے سامنے وہ خط پڑھ کر سنا دیا تو ان سے مشورہ طلب کیا اور رائے مانگی کہ ہمیں کیا کرنا

[1] پارہ 16، طٰہٰ 48، ترجمہ کنزالایمان

چاہئے۔ اس کے ایک صاحب رائے سردار نے مشورہ دیتے ہوئے کہا: کہ ہماری رائے تو یہ ہے کہ ہم ان عربوں سے جنگ نہ کریں کیونکہ ان سے لڑنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے اور جب ہم ان سے صلح کا معاہدہ کرلیں گے تو ہم امن، خوشحالی اور سکون میں رہیں گے جیسے اہل ارکہ، تدمر، حوران، بصرہ اور دمشق والے اور دوسرے شہروں کے لوگ جنھوں نے ان عربوں سے مصالحت کرلی ہے سب امن وسکون سے رہ رہے ہیں اور اگر ہم نے خواہ مخواہ ان سے لڑائی مول لی اور انھوں نے جنگ میں ہمارے مردوں کو گرفتار کرلیا تو ہمارے اچھے اچھے لوگوں کو قتل کردیں گے، ہمارے بچوں کو غلام اور ہماری عورتوں کو لونڈیاں بنالیں گے لہٰذا میری سوچی سمجھی رائے یہ ہے کہ صلح کرلینا ہی ہمارے لئے سب سے بہتر ہے۔

ہربیس نے کہا: مسیح تجھ پر رحم نہ کرے میں نے پورے روم میں تجھ سے زیادہ بزدل کوئی نہیں دیکھا اور نہ ہی تیری طرح کا ڈرپوک کوئی ہوگا، تو کس طرح کا مشورہ دیتا ہے کہ ہم عرب کے اوباش لوگوں کو اپنے شہر کی چابی تھما دیں!، خصوصاً جبکہ میں بذاتِ خود ان کی جنگی قوت وطاقت کو بھی جانتا ہوں میں خود میدان جنگ میں اُن سے لڑ چکا ہوں، یہ تو میرے آزمودہ مہرے ہیں ابھی تو میں نے جانب میمنہ میں لشکر کے حفاظت کرنے والے یونٹ پر حملہ کیا تھا اور اگر میسرہ پر حملہ کرتا تو ان کو شکست سے دوچار کردیتا، اس پر سردار نے (پھبتی کسی اور جملہ چست کرتے ہوئے) کہا: اچھا تو میمنہ اور قلب (سنٹرل کور) تو آپ کے حملہ سے لرزہ براندام ہوگیا ہوگا اور خوف سے کانپ رہا ہوگا!؟

بعلبک والوں کا جواب

بہرحال اہلِ بعلبک دو گروہوں میں بٹ گئے ایک گروہ صلح کا خواہاں تھا اور دوسرا گروہ جنگ چاہتا تھا۔ ہربیس نے معاہد کا لایا ہوا خط پھاڑ کر پھینک دیا اور اپنے غلاموں اور چھوکروں کو امر دیا کہ اس چٹھی رساں کو شہر کے پچھواڑ کی طرف قلعہ سے نیچے رسہ کے ذریعے اتار دو چنانچہ وہ قاصد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آگیا اور قوم روم کے ساتھ ہونے والی بات چیت سے آپ کو مطلع کیا اور بتایا کہ قوم کی اکثریت آپ کے ساتھ لڑنے سے گریز کررہی ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب اگر یہ جنگ ہی چاہتے ہیں اور صلح سے ان کو دلچسپی نہیں ہے تو پھر ان سے سختی سے نمٹا جائے۔ تمھیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ شہر (بعلبک) تمھاری قلم رو میں جو شہر اور صوبے آچکے ہیں ان میں مرکزی شہر کی حیثیت کا حامل شہر ہے جس کی بہت زیادہ اہمیت ہے اگر یہ ان لوگوں کے پاس باقی رہا تو ان لوگوں کے لئے وبال جان بنا رہے گا جن سے تمھاری صلح اور معاہدہ ہوا ہے نیز تمھارا ان شہروں کی طرف سفر کرنا بھی مشکل ہوجائیگا اور تم کوئی کام سرانجام نہیں دے سکو گے کیونکہ یہ شہر درمیان میں ایک پل کی طرح ہے۔

آپ کی تقریر سن کر اصحاب رسول ﷺ نے ہتھیار سنبھالے اور شہر کی طرف بڑھے تو اہل شہر نے مسلمانوں پر

تیروں اور پھر پتھروں کی بارش کر دی اور جنگ چھڑ گئی اور دشمن خدا ہربیس کے لئے "مخلہ" کی جانب بڑے بُرج پر تخت بچھا دیا گیا تھا جس پر وہ بیٹھا (جنگ کا مشاہدہ اور نگرانی کر رہا) تھا اس کے زخموں پر پٹیاں باندھ دی گئی تھیں اور اس نے اپنے سر پر جواہر سے مرصع صلیب سجا رکھی تھی اس کے ارد گرد قوم "ازاورة اراحیة" اور "اردحانیۃ" کے نوجوان حلقہ بنا کر کھڑے تھے جنھوں نے زرہیں پہن رکھی تھیں ان کے سروں پر موتیوں والی ٹوپیاں اور گردنوں میں سونے اور چاندی کی صلیبیں آویزاں تھیں اور وہ ہاتھوں میں کمانیں اور تیر پکڑے ہوئے کھڑے تھے۔

جنگ کا آغاز

حضرت عامر بن قیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں بعلبک کی جنگ میں شریک تھا۔ مسلمان شہر کی فصیل کے قریب ہوئے تو رومی ٹڈی دل کی طرح شہر پناہ کی دیواروں پر منتشر اور پھیلے ہوئے تھے جبکہ ہمارے عرب تو بعض ایسے بھی تھے جن کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا اور ادھر قلعہ سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔

عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے پھر یہ منظر بھی دیکھا کہ روم کے کچھ لوگ قلعہ کی دیوار کی بلندی سے نیچے خندق میں اس طرح گر رہے ہیں جیسے چڑیاں گرتی ہیں۔ میں ان گرنے والوں میں سے ایک شخص کی طرف لپکا تا کہ اسے تہہ تیغ کر دوں مگر اس نے لفون لفون [1] پکارنا شروع کر دیا ہم چونکہ ان رومیوں کے ساتھ رہ رہ کر اس کا معنی جان گئے تھے کہ یہ لوگ جنگ میں اس لفظ سے امان طلب کرتے ہیں اس لئے میں نے تلوار کا وار روک لیا اور اس کو قتل نہیں کیا اور اس سے میں نے کہا: کم بخت! تیرے لئے امان ہے مگر یہ تو بتا کہ تجھے دیوار کے اوپر سے نیچے ہماری طرف کس نے پھینکا ہے؟ اس نے رومی زبان میں کچھ کہا جسے میں سمجھ نہیں سکا کیونکہ ہم پوری طرح یہ زبان سمجھنے سے قاصر تھے۔ میں اسے امیر ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے کیمپ کی طرف کھینچ کر لے آیا اور میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ امیر کو سلامت رکھے! آپ کسی ایسے شخص کو طلب فرمائیں جو اس عجمی کی گنگناہٹ کو سمجھتا ہو کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ رومی، بعض لوگوں کو دیوار سے نیچے گرا رہے ہیں۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس بات کی تحقیق کرنے کے لئے ترجمان کو بلایا اور اس سے فرمایا: اس سے پوچھو کہ تمہارے لوگ ایک دوسرے کو دیوار سے نیچے کیوں گرا رہے ہیں؟ ترجمان نے جب اس سے سوال کیا تو اس نے کہا: پہلے مجھ سے وعدہ کریں کہ آپ مجھے قتل نہیں کرو گے۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے کہہ دو تیرے لئے امان ہے بس تو سچی بات بتا دے۔ تو اس افتادہ نے اس افتاد سے پردہ اٹھاتے ہوئے انکشاف کیا کہ ہم (جن کو گرایا جا رہا ہے) "گراں" اور

---

[1] اس کے معنی رومی زبان میں امان طلب کرنے کے ہوتے ہیں۔ (مترجم عفی عنہ)

گاؤں کے رہنے والے اور بادیہ نشین لوگ ہیں جس وقت ہم نے سنا کہ مسلمانوں کا لشکر قنسرین سے پلٹ کر ہماری طرف چل پڑا ہے تو دیہاتوں اور قصبوں کے عوام نے شہر کی طرف پناہ گزیں ہونے کا ارادہ کرلیا اور سب شہر میں جمع ہو گئے تاکہ قلعہ میں محفوظ ہو جائیں اور چونکہ قلعہ میں شہریوں نے ہم سے پہلے ہی جگہ روک لی تھی اس لئے دیواروں کے ساتھ جو جگہیں تھیں ہم نے وہاں ٹھکانا کرنا شروع کر دیا۔ چونکہ سارا شہر اور اس کے مضافات کے تمام دیہات قلعہ اور قلعہ کے چاروں طرف شہر کی فصیل کے اندر جمع ہو گئے ہیں اس لئے اندر بے حد ازدحام اور بھیڑ ہے۔ قلعہ بھی اندر سے آدمیوں سے بھرا ہوا ہے اور کہیں کوئی جگہ خالی نہیں ہے اس لئے ہم دیواروں پر چڑھ گئے اور آپ مسلمانوں کی طرف سے حملہ شروع ہوا اور جنگ چھڑی تو ہمارے اہل حرب تمھاری طرف مقابلہ کرنے کے لئے قلعہ کے اندر سے دیواروں اور برجوں کی طرف تیزی سے آگے بڑھے اور انھوں نے ہمیں روندنا شروع کر دیا۔ چونکہ بھیڑ اتنی تھی کہ پیچھے ہٹنے کی بھی کوئی صورت نہ تھی اس لئے ان فوجیوں نے ہم جیسے غیر جنگجو دیہاتیوں کو اٹھا اٹھا کر نیچے پھینک کر برجوں اور دیواروں کو خالی کرنا شروع کر دیا ہے تاکہ وہ تم لوگوں سے مقابلہ کرسکیں اور لڑسکیں۔ اب جنگ چونکہ زور پر ہے تو تمھاری طرف سے جب کوئی تیر ان کی طرف جاتا ہے تو ان کے شہریوں میں سے ایک مرد ہمارے دیہاتیوں کے ایک مرد کو نیچے پھینک دیتا ہے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب اس دیہاتی کی یہ گفتگو سنی تو آپ کو ان کی اس حرکت پر ہنسی آئی اور فرمایا: ہم اُمید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہمارے لئے غنیمت بنا دے گا۔ اب لڑائی نے زور پکڑ لیا اور جنگ کی چکی نے جنگجو افراد کو پیسنا اور دلیہ کرنا شروع کر دیا، چیخ و پکار اور شور و غوغا برپا ہوا، رومی افواج نے شہر کی چہار دیواری کو پوری طرح حفاظت میں کرلیا اور مسلمانوں میں سے کوئی ان کے قریب پھٹکنے کی قدرت نہیں پاتا تھا جب بھی کوئی مسلمان مجاہد ذرا آگے بڑھتا تو اس پر تیروں اور منجنیق کے پتھروں کی بوچھاڑ کر دی جاتی اس طرح بارہ مسلمان مجاہدین جام شہادت پی کر جنت کو سدھار گئے اور رومیوں کے بھی ڈھیر سارے آدمی جہنم کا ایندھن بنے اور جو اہل سواد (دیہاتی) سُور البلد سے نیچے گر کر مرے وہ ان کے علاوہ تھے۔

میدانِ جنگ کا حال اور اچانک حملہ

آخر کار مسلمان اپنے کیمپوں کی طرف لوٹ آئے۔ سردی اتنی شدید تھی کہ ان حضرات کو کھانے پینے کی اتنی بھی چاہت نہیں تھی جتنی سردی کی وجہ سے آگ تاپنے کی رغبت تھی۔ یہ رات ہم نے آگ جلا کر تاپتے ہوئے اور باری باری پہرہ دیتے ہوئے گزار دی۔ ساری رات اللہ اکبر کے نعرے لگاتے رہے اور کلمہ طیبہ کا ورد کرتے رہے جب صبح ہوئی تو ہم سب نے فجر کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے منادی نے اعلان کیا۔ امیر کا حکم ہے کہ مسلمانوں میں

سے ہر مرد مجاہد جب اپنے کیمپ سے میدان جنگ کی طرف نکلے تو کھانا کھا کر جائے لہٰذا ہر سپاہی تازہ روٹی اور تازہ گرم سالن تیار کرے اور اس کے بعد پھر میدان میں جائے تاکہ بھوک اور پیاس کی وجہ سے کوئی ضعف اور کمزوری محسوس نہ ہو اور پوری قوت اور شدت سے دشمن سے لڑائی کی جائے۔

ہم امیر کا یہ حکم سنتے ہی جلدی سے اصلاح کار میں مصروف ہو گئے۔ اہل بعلبک نے ہمارے جنگ سے بیٹھ رہنے کو ہماری کمزوری سمجھ لیا۔ انھوں نے گمان کیا کہ شاید ہم تھک گئے ہیں اور انھوں نے موقع کو غنیمت جاننے میں طمع کی اور ہربیس خبیث نے چیخ چیخ کر اپنی فوج کو کہنا شروع کر دیا، نکل پڑو اور ان مسلمانوں کو وہیں جا کر دھر لو۔

حضرت غیاث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمیں محسوس ہوا کہ ہربیس کا یہ حکم سنتے ہی شہر کے تمام دروازے کھل گئے ہیں اور سوار اور پیادہ سپاہی ہماری طرف ٹڈی دل لشکر کی طرح بڑھ رہے ہیں ہم میں سے کسی نے ابھی کھانے کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا تھا کسی نے ابھی آٹا گوندھا تھا اور کوئی سالن تیار کر رہا تھا کہ اسی اثناء میں منادی نے پکارنا شروع کیا: النفیر النفیر (کوچ کوچ) دشمن دشمن، قوم کفار کو پکڑ لو، مار دو، اس سے پیشتر کہ وہ ہم پر آ کر چڑھائی کر دیں۔

مسلمانوں کا جوابی حملہ

حضرت حمران بن اسد الحضرمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے روغن زیتون اور نمک سے نان خورش (سالن) تیار کر لیا تھا اور روٹی پکا رہا تھا کہ جنگ کا بگل بج گیا اور میں نے عجلت میں اسی طرح ادھ پکا کلچہ اپنے تیار کردہ سالن میں ڈبو کر جلدی جلدی کھانا شروع کر دیا اور چند لقمے لئے تھے کہ چلو چلو کی آواز کان میں پڑی اور میں نے اپنے گھوڑے کی عنان پر ہاتھ مارا اور اس پر سوار ہو گیا اور قوم روم پر حملہ کر دیا۔ اللہ ﷻ کی قسم! مجھے اپنے آپ کی کچھ خبر نہ تھی اور گھبراہٹ کے عالم میں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں، حتیٰ کہ میں ان کے لشکر کے اندر جا گھسا کیونکہ انھوں نے ہمارے لشکر کے اندر گھس کر ہم پر اچانک حملہ کر دیا تھا ان کا لشکر کیا تھا سیاہ رات کا ایک ٹکڑا تھا۔ میرے پاس خیمے کا بانس تھا میں نے اسی سے ان پر ضربیں لگانی شروع کر دیں اور ان کے سر پھوڑ پھوڑ کر ان کو گراتا چلا جا رہا تھا یہاں تک کہ انھوں نے بھاگنا شروع کر دیا میں نے مسلمانوں کی طرف دیکھا تو ان کے تمام سوار متفرق ہیں۔ امیر لشکر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے اپنا علم بلند کر رکھا تھا اور تمام لوگ آپ کے جھنڈے کے تلے پروانہ وار جمع ہو رہے تھے، مشرکین ہمارے لشکر کے وسط میں تھے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ پکار پکار کر کہہ رہے تھے:

اے مردان عرب! آج کے دن کو ایک تاریخ ساز دن بنا دو، آج اپنی حسرت نکال لو، کسی قسم کی کمزوری اور بے ہمتی کا مظاہرہ نہیں کرنا، اس بات سے بچو کہ کل تمھاری بزدلی اور ناکامی و پسپائی کے لوگ تذکرے کرتے پھریں یا کل کا مؤرخ تمھارے متعلق یہ لکھے کہ مردان عرب پر اہل بعلبک غالب آ گئے تھے اور انھوں نے تمھیں ہلاک یا قیدی

بنالیا تھا۔

حضرت مطرف بن عبداللہ تمیمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں بعلبک کی جنگ میں شریک تھا اور ہم بنو تمیم والے زیادہ تر پیادہ تھے ایک پکارنے والے نے پکارا: اے بنو تمیم! پس ہم نے خود کو سب سے آگے کفار پر ڈال دیا۔ سب قبیلے دوڑ پڑے اور ہر گروہ نے اپنے اپنے افراد قبیلہ کو بلانا شروع کر دیا اور ہر قبیلہ نے اپنے سردار کی طرف رجوع کر لیا۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے ساتھ لڑنے پر رومیوں کے سخت صبر واستقامت کو دیکھا تو آپ نے ان کے لشکر پر حملہ کر دیا اور رومیوں پر گھیرا تنگ کر دیا۔ آپ کے ہمراہ دوسرے سواروں کے علاوہ چند مشہور شہسوار یہ تھے۔ حضرت عمرو بن معدی کرب زبیدی، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر، حضرت ربیعہ بن عامر، مالک اشتر نخعی، حضرت ضرار بن ازور اور ذوالکلاع الحمیری رضی اللہ عنہم ان سب نے خوب دادِ شجاعت دی۔ انھوں نے رومیوں میں گھس کر وہ کام کیا جو آگ میں لکڑیاں داخل ہو کر کرتی ہے۔

رومیوں کا قلعہ بند ہونا اور مسلمانوں کا مشورہ

افواج روم مسلمانوں کی پاک دامن عورتوں اور بچوں کو تو گرفتار نہ کر سکے البتہ وہ کچھ جانور، سامان کپڑے اور کھانے کی اشیاء چھین کر لے گئے اور شہر میں داخل ہو کر انھوں نے شہر کے دروازے بند کر لئے اور ان کے دل میں مسلمانوں کے بارے میں طمع پیدا ہونے لگی اور ان سے لڑنے پر وہ زیادہ جری ہو گئے۔ مسلمانوں نے مزید جب ان کے یہ افعال دیکھے تو اپنے لشکر کی طرف واپس لوٹ آئے اور آگ کے الاؤ جگہ جگہ روشن کر کے سردی کی وجہ سے آگ تاپنے لگ گئے اور اپنے زخمیوں کی مرہم پٹی کی اور اپنے مجاہدین جو شہید ہو گئے تھے، ان کے کفن دفن کا انتظام کیا اس دن جو مسلمان شہید ہوئے ان میں آٹھ آزاد مرد تھے اور سات غلام تھے۔

واپس آکر رؤساء مسلمین اور عظماء موحدین حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے اور عرض کیا کہ اے امیر! وہ سب کچھ جو اس قوم کفار کی طرف سے آج ہم پر گزرا اسے تو آپ نے ملاحظہ فرما ہی لیا ہے لیکن آئندہ کا لائحہ عمل آپ نے کیا سوچا ہے اور اس کے بعد آپ کا عزم اور ارادہ کیا کرنے کا ہے؟

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اللہ عزوجل کی طرف سے مسلمانوں پر ایک کڑی آزمائش تھی جو اس نے ہماری تقدیر میں لکھ دی تھی۔ اس میں جو شہید ہوئے ان کے درجات کو اللہ عزوجل بلند فرمائے اور مجھے جو نظر آ رہا ہے وہ یہ کہ یہ قوم کل پھر جنگ کے لئے میدان میں اترے گی اور تمھیں مقابلہ کے لئے للکارے گی اس لئے میری رائے یہ ہے کہ تم اپنا تمام سامان اور چھوٹے بڑے تمام کیمپ اکھاڑو اور فوری طور پر شہر سے کم از کم میل ڈیڑھ میل دور پیچھے ہٹ کر خیمہ زن ہو جاؤ اس سے ایک تو گھوڑے دوڑانے کے لئے ہمیں میدان کھلا مل جائے گا اور کچھ دفاعی لحاظ سے ہم محفوظ بھی ہو جائیں

گے۔ باقی فتح و نصرت اللہ ﷻ کے ہاتھ میں ہے۔

پھر آپ نے حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل العدوی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کے لئے رات کے وقت ہی ایک جھنڈا باندھ کر دیا اور پانچ سو سواروں اور تین سو پیادہ سپاہیوں پر انھیں امیر مقرر فرمایا اور ان آٹھ سو مجاہدوں کو حکم دیا کہ وہ وادی میں پڑاؤ کریں اور جبلی گیٹ پر قوم کفار سے آغاز جنگ کر دیں کیونکہ شہر کے گیٹ پر محاذ جنگ کھل جانے سے ان کی جمعیت وہاں مشغول ہو جائے گی اور بٹ جائے گی اور دوسرے مسلمانوں اس دوران میں بخوبی اپنا دفاع کر سکیں گے۔
حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر! میں ان شاء اللہ ﷻ آپ کے اس ہدف کو پورا کرنے کے لئے کافی ثابت ہونگا باقی طاقت و قوت عطا فرمانے والی اللہ ﷻ ہی کی ذات بالا و برتر ہے۔

اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو جھنڈا عطا فرما کر ان کے ماتحت تین سو سوار، دو سو پیدل کر کے ان پانچ سو مجاہدوں کو باب شامی کی طرف چلنے کا حکم دیا اور انھیں وہاں کے رومیوں سے جنگ کرنے کا امر فرمایا چنانچہ حضرت ضرار ابن ازور رضی اللہ عنہ شامی گیٹ کی طرف چل دیئے جہاں کا آپ کو امیر کا حکم صادر ہوا تھا۔ جب صبح ہوئی تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے صبح اول وقت میں اندھیرے اندھیرے مسلمانوں کو نماز فجر پڑھائی اور اس کے بعد مسلمانوں نے ہتھیار پہن لئے۔ سورج طلوع ہونے کو تھا جب شہر کا مرکزی دروازہ کھول دیا گیا۔

لڑائی کا دوسرا دن

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی اسی مرکزی گیٹ پر اپنے لشکر کے ساتھ نازل ہو چکے تھے۔ مردان روم نے شہر سے نکلنا شروع کیا۔ ادھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کی صف بندی فرما چکے تھے، آپ کے ساتھی مجاہدین اپنی طرف شہر سے نکلنے والے کفار کی فوج کی کثرت کو دیکھ رہے تھے اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ان سے ضرب و حرب کے سلسلہ میں برابر مشاورت فرما رہے تھے، ادھر قوم روم والے اپنے سردار ہربیس کے گرد اکٹھے ہو رہے تھے اور وہ اپنی قوم سے کہہ رہا تھا: اے گروہ نصاریٰ! دراصل دین عیسائیت کے ان کرتوں دھرتوں جو تم سے پہلے تھے، ان عربوں سے جنگ کرنے میں بزدلی کا مظاہرہ کیا اور تم نے اپنی جانوں کو مسیح کے لئے وقف کر دیا ہے اس لئے درحقیقت تمھیں اپنے دین، اپنے اہل وطن اور اپنے مقدس مقامات کی حمایت و حفاظت کرنے والے اور اپنی اور اپنے اہل و عیال کی جانوں اور عزتوں کا دفاع کرنے والے ہو۔

یہ سن کر زعمائے قوم نے کہا: اے صاحب! آپ ہر پہلو سے مطمئن رہیں ہم آپ کی آنکھیں ٹھنڈی اور دل مسرور کرینگے۔ دراصل ان عربوں سے جب تک ہمارا پالا نہیں پڑا تھا ہماری ان سے جنگ نہیں ہوئی تھی اور جنگ کے میدان میں ہم نے ان کو آزمایا نہیں تھا تو واقعی ہم ان سے بچتے تھے اور ڈرا کرتے تھے لیکن اب تو ان کے

ساتھ جنگ وقتال کر کے ہمیں عملی تجربہ ہو چکا ہے اور ہم ان کی جنگی قوت کو پہچان گئے ہیں اور ہمیں علم ہو گیا ہے کہ اگر یہ عرب پورے صدق کے ساتھ جنگ کریں تو ہم سے سخت جان ثابت نہیں ہونگے اور نہ ہی ہم سے بڑھ کر ثابت قدمی کا مظاہرہ کرینگے اور بعض مسلمانوں کے تن پر تو پھٹے پرانے لباس کے سوا کچھ نہیں اور وہ بالکل نہتے ہیں، ان کے پاس نہ ہتھیار ہیں نہ جسم کو بچانے کے لئے کوئی جنگی لباس ہے۔ ان عربوں کی شکل وہیئت کو دیکھنے سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ فقر ان کا شعار اور ذلت ومسکنت ان کا دثار (اوڑھنا بچھونا) ہے ایک ہم ہیں کہ جنھوں نے کامل فولادی زرہیں پہن رکھی ہیں، دوہرے جوشن اور مضبوط ہیلمٹ زیب تن اور زیب سر کر رکھے ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ ہم موت کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر لڑنے والے جان باز ہیں۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا قوم سے خطاب

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: امیر جیش حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے جب قوم روم کی اس قدر کثرت وبہتات کی طرف نظر دوڑائی تو آپ نے خطاب کرتے ہوئے بلند آواز سے ارشاد فرمایا:

"اے گروہ مسلمین! بزدلی مت دکھانا ورنہ تمھاری ہوا اکھڑ جائیگی اور تمھاری ہیبت گر جائے گی (اور کفار کے دلوں سے تمھارا رعب جاتا رہے گا) لوگ مثال دیا کریں گے کہ اہل بعلبک نے تمھیں شکست وہزیمت سے دوچار کر دیا تھا تمھارے خون کی ندیاں بہا دی تھیں اس لئے صبر واستقامت سے ڈٹ کر اس کی راہ میں لڑتے رہو بیشک اللہ عزوجل نے صابرین کے ساتھ بہتر انجام کا وعدہ فرمایا ہے۔"

امیر کا خطاب سن کر مسلمانوں نے جوابا اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا: اے امیر! آپ خاطر جمع رکھیں، ہم انشاء اللہ عزوجل جدوجہد میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑیں گے پوری طرح جان لڑائیں گے۔ سپاہ روم کے دلوں میں مسلمانوں کے بارے میں طمع نے گھر کر لیا ہے۔

حضرت سہل بن صباح عبسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جنگ بعلبک کا میں عینی شاہد ہوں۔ اہل شہر دوسرے دن ہماری طرف نکلے ان کی طمع ہمارے متعلق پہلے دن سے بھی زیادہ تھی۔ انھوں نے ہم پر حملے کا مصمم ارادہ کر رکھا تھا۔ میں اس دن زخمی حالت میں تھا۔ میرے دائیں بازو میں زخم آیا تھا جس کی وجہ سے میں اپنے ہاتھ کو حرکت دے سکتا تھا اور نہ تلوار اٹھانے کی پوزیشن میں تھا۔ میں اپنے گھوڑے سے اتر کر پیدل چلنے لگا اور اپنے ساتھیوں کے درمیان سے نکل گیا کیونکہ میں نے سوچا کہ اگر ان عجمیوں میں سے کسی نے مجھ پر حملہ کر دیا تو میں زخمی ہونے کی وجہ سے اپنی جان کا دفاع نہیں کر سکوں گا چنانچہ میں نے ایک پہاڑ کی طرف رُخ کیا اور پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر ایک چٹان کی آڑ میں بیٹھ کر دونوں لشکروں کی باہم لڑائی کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہا۔ رومی سپاہی مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے اور ان کے خون سے

اپنی پیاس بجھانے کے لئے بڑی طمع رکھتے تھے۔ مسلمان ایک دوسرے کو صبر واستقامت کی تلقین چلا چلا کر کر رہے تھے اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ان سے مدد کا وعدہ فرمارہے تھے۔ مسلمانوں کے گروہ اور قبائل اپنے مفاخر بیان کر کے جوش پیدا کر رہے تھے۔

لڑائی کا آغاز

حضرت سہل بن صباح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: پہاڑ کی بلندی سے ڈھالوں اور خودوں پر شمشیروں کی ضرب پڑتی تو میں ان سے شرارے اڑتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ دونوں فریق آپس میں گتھم گتھا ہو کر لڑ رہے تھے اور ایک دوسرے کے سپاہیوں کی بوٹیاں اڑا رہے تھے یعنی گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی۔

حضرت سہل بن صباح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے یہ صورت حال دیکھ کر اپنے دل میں کہا کہ امیر جیش اسلام کے ساتھ اس طرح کارن پڑا ہوا ہے اور وہ دشمن کے حصار میں آچکا ہے تو ایسے عالم میں حضرت سعید بن زید اور حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہما کا شہر کے مقفل دروازوں پر ٹھہرے رہنا زیادہ فائدے مند نہیں ہے۔ ملک شام میں ہمارا یہ اصول رہا کہ اگر ہم کسی وقت آپس میں اکٹھا ہونا چاہتے تو رات کو آگ جلاتے اور دن کو دھواں کر دیا کرتے تھے چنانچہ میں نے درختوں کے نیچے سے پتے اکٹھے کر کے اور کچھ لکڑیاں جمع کر کے آگ جلائی اور ان خشک لکڑیوں پر ہری گھاس اور سبز ٹہنیاں رکھ دیں جن سے دھواں ہی دھواں ہو گیا جب دھواں اٹھا اور افق کی طرف چڑھا تو فضا میں اس قدر دھواں دیکھ کر حضرت سعید بن زید اور ان کے ساتھیوں حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھیوں نے آپس میں ایک دوسرے کو آوازیں دیکر اکٹھا کر لیا اور کہا کہ خدا تم پر رحم کرے امیر پر کوئی مصیبت آپڑی ہے، ہمیں جلدی ان کے پاس پہنچنا چاہئے کیونکہ یہ دھواں کسی بہت بڑی مصیبت پر دلالت کرتا ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ ہم سب کو ایک مقام پر اکٹھے ہو جانا چاہئے، چنانچہ یہ حضرات اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے اپنے مسلمان ساتھیوں کے پاس پہنچ گئے۔

غیبی امداد کا آنا

ادھر جنگ اپنے زوروں پر تھی، سخت گھمسان کارن پڑا ہوا تھا، کرب بڑھ رہا تھا، تلواریں چمک رہی تھیں، مردان کار کے سر کٹ کٹ کر گر رہے ہیں، باوجود سردی کے ان پر گرمی لوٹ آئی تھی، معاملہ بڑھتا ہی جا رہا تھا اور صبر کا دامن چھوٹ جانے کو لگتا تھا۔ ادھر سورج بلند ہو رہا تھا اور ادھر خون کی ندیاں بھی بلند ہو رہی تھیں۔ مشرکوں نے تباہی مچا رکھی تھی اور ان میں جنگ کی آگ شعلے بھڑکا رہی تھی، کلیجے منہ کو آرہے تھے، تلواریں اپنا کام برابر دکھا رہی تھیں، دونوں فریق ڈٹے ہوئے تھے اور صبر واستقامت کا مظاہرہ کر رہے تھے کہ ایک شخص نے پکار کر کہا اور یہ آواز آئی:

''کافر ذلیل ہو گئے اور خوف خدا رکھنے والوں کی مدد کی گئی'' (اور ایک نسخہ میں اس طرح ہے) ''اے حاملین قرآن تمھارے پاس رحمان کی طرف سے فتح و نصرت آ پہنچی ہے اور صلیب کے پجاریوں کے خلاف تمھاری فتح ہے۔''

اور اس آواز کے ساتھ ہی حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید رضی اللہ عنہ اپنے دستے کے آگے آگے اپنے نیزے سیدھے کئے ہوئے اور تلواریں میان سے نکالے ہوئے نمودار ہوئے جو تیزی سے اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے قریب پہنچ رہے تھے۔ زمین لرز رہی تھی اور رومیوں کو یقین تھا کہ وہ اب غالب آ کر رہیں گے مگر اچانک ان پر مسلمانوں کے علم ظاہر ہوئے اور موحدین کے دستے سامنے آ گئے تو انھوں نے ادھر توجہ کی اور مڑ مڑ کر دیکھنے لگے کہ واقعہ کیا ہے؟ اب ان کو خبر ہوئی کہ انھیں تو مسلمانوں نے پیچھے سے گھیرے میں لے لیا ہے اور وہ ان کے اور ان کی عورتوں اور بچوں کے درمیان حائل ہو گئے ہیں اب انھوں نے بجائے فتح کے نعروں کے، اپنی تباہی اور ہلاکت و بربادی کا شور اور واویلا مچانا شروع کر دیا اور ان کو یقین ہو گیا کہ مسلمانوں کے پاس مدد کے لئے نئی کمک پہنچ گئی ہے اور ان کے سردار نے ان کو دھوکے میں رکھا ہے۔

ان کے سردار نے جب اپنے سپاہیوں میں خوف و ہراس پھیلتے دیکھا تو انھیں ڈانٹ کر اور چلا کر کہا: او ئے بدبختو! شہر کی طرف تم میں سے کسی نے لوٹ کر نہیں جانا ہے تمھارے اور اس شہر کے درمیان سلمانوں کا لشکر حائل ہو گیا ہے اور یہ عربوں کی ایک چال ہے تم ان کے مکر میں نہ آنا۔ جب مسلمانوں نے یہ آواز سنی تو انھوں نے چاروں طرف سے بطریق (رومی سردار) کا گھیراؤ کر لیا اور اسے حلقہ میں لے لیا۔

رومی سردار کا گھیراؤ

سردار اپنے ساتھیوں کو لے کر ایک پہاڑ کی طرف نکل گیا۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اپنے لشکروں کے ساتھ قلعہ کی دائیں سمت سے آ رہے تھے چنانچہ مسلمان اس کے نقش قدم پر چل نکلے حتیٰ کہ پہاڑ پر جا چڑھے۔ رومیوں نے پہاڑ کی ایک محفوظ جگہ میں پناہ لی اور اس خالی مقام میں قلعہ بند ہو گئے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ ان کا تعاقب کرتے ہوئے ان تک پہنچ گئے۔ آپ کے ساتھ پانچ سو سواروں کا لشکر تھا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب رومی فوج کو شکست کھا کر پسپا ہوتے اور اپنی جانوں کو بچانے کے لئے بھاگتے ہوئے دیکھا تو آپ نے مسلمانوں کو منادی کر کے فرمایا: اے گروہ مسلمین! خبردار! تم میں سے کوئی شخص ان رومیوں کا پیچھا نہ کرے اور تم متفرق اور منتشر ہرگز نہ ہونا کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ رومیوں کی یہ بظاہر ہزیمت اور پسپائی اختیار کرنا تمھارے لئے ان کا مکر و فریب، جنگی چال اور خفیہ تدبیر بھی ہو سکتی ہے حتیٰ کہ جب تمھاری جمعیت متفرق ہو جائے تو وہ تمھاری طرف پلٹ آئیں اور حملہ کر دیں۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے چونکہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی ندا نہیں سنی تھی کیونکہ اگر انھوں نے آپ کی آواز سن لی ہوتی تو ان رومیوں کا تعاقب نہ فرماتے اور نہ ان کے پیچھے جاتے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ کا اندازہ یہ تھا کہ باقی مسلمان بھی اپنی جمعیتوں کے ہمراہ ان سے آملیں گے اور وہ ان کے پیچھے چلے آ رہے ہیں۔ جب بطریق (رومی جرنیل) اور اس کے ساتھی جرنیل اور مردان کارزار پہاڑ کی قلعہ نما جگہ میں بند ہو گئے اور انھوں نے سمجھا کہ ہم محفوظ اور قلعہ بند ہو گئے ہیں تو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لگتا ہے کہ اللہ عزوجل اس گروہ اور طائفہ کی ہلاکت کا ارادہ فرما چکا ہے پس تم چاروں طرف سے ان کا محاصرہ کرلو اور گھیرا تنگ کردو اور جب تک دوسرے مسلمان تمھیں نہیں آملتے اور امیر کی رائے تم تک نہیں پہنچ جاتی، ان دشمنوں میں سے کوئی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنے نہ پائے پہاڑ کی کھوہ میں ہی ان کو قابو رکھو۔ پھر آپ نے تقریباً بیس سوار اپنے ساتھ لئے اور اکابر مسلمین میں سے ایک بزرگ کی طرف متوجہ ہو کر ان سے کہا آپ میرے قائم مقام ہیں یہاں تک کہ میں امیر جیش حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی رائے ان رومیوں کے بارے میں معلوم کرلوں یہ کہہ کر آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ چل دیئے یہاں تک کہ مسلمانوں کے لشکر سے لاحق ہو گئے۔

جس وقت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی طرف دیکھا تو کہا: ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ'' بخدا! مسلمان ختم ہو گئے، پھر آپ حضرت سعید رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے فرمایا: اے سعید رضی اللہ عنہ! تیرے ساتھ جو مرد تھے کہاں ہیں؟ تو نے ان کے ساتھ کیا کیا ہے؟

حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر! آپ کو بشارت ہو۔ بیشک مسلمان خیر اور سلامتی سے ہیں اللہ عزوجل کے دشمنوں کا انھوں نے محاصرہ کیا ہوا ہے وہ پہاڑ کی ایک کھوہ میں پھنس کر رہ گئے ہیں ہر طرف سے مسلمانوں نے ان کا گھیراؤ کر رکھا ہے اور آپ نے پورا قصہ سنایا اور عرض کی کہ جب مسلمانوں کی خبر ہم تک پہنچنے میں دیر ہو گئی تو میں پہاڑ سے نیچے اترا تاکہ مسلمانوں کے حالات معلوم کر سکوں نیز آپ کی رائے لوں کہ آپ کا کیا حکم ہے؟ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَزَمَهُمْ عَنْ اَوْطَانِهِمْ وَاَزْعَجَهُمْ.''

''اللہ عزوجل کا شکر ہے جس نے دشمنوں کو ان کے وطن سے شکست اور ہزیمت دیکر نکال باہر کیا ہے اور ان کے پاؤں اکھاڑ دیئے ہیں۔''

پھر آپ حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے فرمایا: اللہ عزوجل تم دونوں پر رحم فرمائے! یہ تم نے کیا کیا ہے؟ میں نے تو تمھیں شہر کے دروازے پر متعین کیا تھا اور یہ حکم دیا تھا کہ تم نے شہر کے دروازے سے ادھر ادھر ہرگز نہیں ہلنا پھر تم نے میرے حکم کی مخالفت کیسے کی ہے؟ تمھیں تو یہ حکم دیا گیا تھا کہ رومیوں

کو تم نے وہیں الجھائے رکھنا ہے تا کہ وہ ہمارے لشکر کی طرف پیش قدمی نہ کر سکیں مگر تم حکم عدولی کر کے ادھر چلے آئے، تم نے تو مجھے اور میرے ساتھیوں کو اس اندیشے میں مبتلا کر دیا کہ تم اپنے ساتھیوں سمیت شہید کر دیئے گئے ہو اسی وجہ سے میں نے شکست خوردہ ہو کر بھاگنے والے رومیوں کا تعاقب کرنے سے اپنے ساتھیوں کو منع کر دیا تھا حتیٰ کہ وہ پہاڑ پر چڑھ گئے۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے امیر! ہم نے آپ کے کسی امر کی نافرمانی کی اور نہ آپ کی کسی بات میں مخالفت کی اور میں اس مقام پر ٹھہرا ہوا تھا جہاں آپ نے مجھے مقرر فرمایا تھا۔ ہم نے اچانک دھواں اٹھتا ہوا دیکھا تو ہمارے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس کی وجہ معلوم کرنی چاہئے اور ہم نے آپس میں کہا کہ یا تو یہ رومیوں کی مصیبتوں میں سے کوئی بڑی مصیبت ہے یا پھر مسلمانوں نے ہمیں طلب کرنے کے لئے ایسا کیا ہے۔ چنانچہ حقیقت حال کو جاننے کی غرض سے ہم جلدی سے آپ کی طرف چل دیئے، حتیٰ کہ جو کچھ ہوا آپ نے ملاحظہ فرما ہی لیا ہے اور ہمیں یہ ڈر پیدا ہو گیا تھا کہ اگر ہم اپنی جگہ قائم رہے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم بلانے کے باوجود آپ کی مخالفت کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ اکبر، وَمَا تَوْفِيْقِي إِلَّا بِاللّٰهِ تَعَالٰى بخدا! جس وقت رومی ہم پر ٹوٹ پڑے اور انھوں نے ہمارے لشکر پر حملہ بول دیا تو میرے دل میں فوراً تمھارا خیال آیا کہ کاش کوئی آواز دینے والا چلا کر سعید اور ضرار رضی اللہ عنہم کو اور ان دونوں کے ساتھیوں کو بلائے تا کہ وہ بھی ہمارے ساتھ ہوں اور ہم مل کر دشمنوں کا مقابلہ کر سکیں یا کوئی شخص پہاڑ پر چڑھے اور وہاں دھواں کر کے ان کو مطلع کر دے یوں وہ دونوں دھویں کی دلالت سے سمجھ کر اپنے ساتھیوں سمیت ہم سے آ ملیں۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ عزوجل کی قسم! میں نے پہاڑ پر آگ اور اس کا دھواں دیکھا جو آسمان کے کناروں تک پہنچ رہا تھا۔ یہ بات سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے لشکر میں منادی کر کے دریافت فرمایا: اے گروہ مسلمین! تم میں سے کون ہے جس نے پہاڑ پر آگ جلا کر دھواں کیا تھا؟ وہ امیر کے پاس آ کر اس بات کا جواب دے۔" حضرت سہل بن صباح رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کیا: اے امیر! میں نے جب نداء سنی کہ کوئی شخص ہمیں اللہ عزوجل کی قسم دے کر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کا واسطہ دے کر پکار رہا ہے اور میں اس وقت اپنے لشکر میں واپس لوٹ آیا تھا قوم روم کی شکست کے بعد، چنانچہ میں نے منادی کی نداء پر لبیک کہا اور امیر کی طرف چلا آیا تھا اور یہ پہاڑ پر آگ جلانا اور دھواں کرنا میرا کام ہے میں نے ہی ایسا کیا تھا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کو ایسا کرنے کی کیونکر جرأت ہوئی؟ پس میں نے آپ کے سامنے تمام قصہ بیان کر دیا جس پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل تجھے جنت کی توفیق بخشے آئندہ کے لئے تمھیں تنبیہ کی جاتی ہے

کہ امیر کے اذن کے بغیر ایسا کوئی ہنگامی کام ازخود کرنے کی جسارت مت کرنا اس طرح کا کام اجازت اور مشورہ سے کرنا چاہئے۔

مسلمانوں کا مشکل میں پھنسنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ جب حضرت سہل بن صباح رضی اللہ عنہ سے گفتگو فرما رہے تھے اسی دوران میں مسلمانوں میں سے ایک شخص پہاڑ سے اتر کر آیا اور وہ ''جنگ کے لئے نکلو'' ''جنگ کے لئے نکلو'' کی نداء کرتا ہوا آ رہا تھا اور چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا اپنے مسلمان بھائیوں سے جا ملو اور ان کی خبر لو کیونکہ رومیوں نے ان کا گھیراؤ کر لیا ہے اور مسلمان سخت ترین جنگ کی حالت میں ہیں اور ایک بڑی مصیبت میں پھنس کر رہ گئے ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہوئی کہ بطریق (رومی سردار) نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کی تعداد نہایت قلیل ہے تو اس نے اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے چلا کر کہا: اس مٹھی بھر ٹولے اور چھوٹے سے گروہ کی طرف نکلو جس نے تمہارا گھیراؤ کر رکھا ہے ان کو قتل کر ڈالو اور واپس شہر کی طرف چلو یاد رکھو اگر تم نے ان کو ہلاک کر دیا تو سمجھ لو کہ تم نے عرب کی حدت کو توڑ دیا اور باقی ماندہ عرب خود ہی بھاگ جائیں گے۔

حضرت مصعب بن عدی التوخی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: بعلبک کی لڑائی میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے جملہ اصحاب میں شامل تھا اور ہم بطریق اور اس کے رومی ساتھیوں کا پہاڑ کی گھاٹی میں اپنے پانچ سو ساتھیوں کے ہمراہ محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ ہمیں رومیوں کا علم اس وقت ہوا جب بطریق (رومی جرنیل ہربیس) اور اس کے ساتھی ہماری طرف ایک دم تیزی سے دوڑ پڑے اور انھوں نے ہر طرف سے ہمیں گھیرے میں لے لیا ہم نے اپنے ساتھیوں کو آوازیں دے دے کر اکٹھا کیا اور بڑی مشکل سے مجتمع ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں شام کی تمام لڑائیوں میں اور روم کی فوج کے ساتھ جنگ میں حاضر رہا ہوں لیکن میں نے بعلبک کے گورنر کے ساتھیوں سے زیادہ سخت جان اور بڑے جنگجو مرد کبھی نہیں دیکھے تھے۔ یہ لوگ نہایت ثابت قدمی سے آہن و فولاد کے نیچے لڑ رہے تھے بخدا! انھوں نے ایک دم ہم پر حملہ بول دیا اور ٹوٹ پڑے اور ہمارے ارد گرد ٹڈی دل کی طرح پھیل گئے اور آہستہ آہستہ ہمارا احاطہ کر لیا حالانکہ پہلے ہم نے ان کے جتھے کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ اس دن ہمارا اشعار (کوڈ ورڈ) یہ تھا کہ ہم آپس میں کہتے تھے: ''اَلصَّبْرُ بِعُقْبَةِ النَّصْرِ'' ''صبر و استقامت کے بعد ہی فتح و نصرت حاصل ہوتی ہے۔'' ہم سخت ترین جنگ کی حالت میں تھے اور پوری جانثاری سے لڑ رہے تھے کہ اچانک ہم نے آوازیں بلند ہوتی سنیں جس کی گونج سے پہاڑ بھر گئے ایک شخص ندا کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا:

''هَلْ مِنْ رَجُلٍ يَهَبُ نَفْسَهُ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ ... الْمُسْلِمِيْنَ فَاِنَّهُمْ بِالْقُرْبِ مِنَّا وَلَا

يَعْلَمُوْنَ مَا نَزَلَ بِنَا ."

"کیا کوئی ایک ایسا مرد خدا نہیں ہے جو اللہ عزوجل اور اللہ کے رسول ﷺ کے لئے اپنی جان کا ہبہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو ادھر کھینچ لائے کیونکہ وہ ہم سے بہت قریب فاصلے پر موجود ہیں مگر انھیں خبر نہیں ہے کہ ہم پر کیسی مصیبت آن پڑی ہے۔"

حضرت مصعب بن عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے جب آواز سنی تو میں نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور چابک سے اسے گرم کر دیا اب تو وہ فرانٹے بھرتا ہوا آندھی کی طرح جا رہا تھا اور بجلی کی طرح کوندتا ہوا اڑے جا رہا تھا باوجود اس کے کہ میں نے رومیوں کے دو آدمیوں کو قتل کر دیا تھا وہ مجھے پکڑ نہ سکے اور میں ان کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے ہوا ہو گیا میں دیکھ رہا تھا کہ میرا گھوڑا چٹانوں کے اُوپر سے اچھلتا کودتا ہوا چیتے کی طرح گزر رہا تھا یہاں تک کہ میں مسلمانوں کے لشکر کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے قریب پہنچ کر مسلمانوں کو پکار پکار کر کہنا شروع کیا "النفیر"، "النفیر" (جنگ، جنگ)۔

جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے نداء سنی تو انھوں نے بلند آواز سے چلا کر تیر اندازوں کو پکارا جو فوراً آپ کی آواز پر حاضر ہو گئے یہ تیر انداز ایک سو اور دوسرے نسخہ کے مطابق پانچ سو کی تعداد میں عربی کمانیں لے کر حاضر ہو گئے اور حکم ثانی کا انتظار کرنے لگے۔ آپ نے ان کو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی کمان میں دیتے ہوئے فرمایا کہ دشمن کے تمھارے ساتھیوں کو گزند پہنچانے سے پہلے تم ان سے جاملو، پھر آپ نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا اور ان سے کہا کہ تم بھی اپنے بھائی سعید رضی اللہ عنہ کی مدد کے لئے پہنچ جاؤ۔ چنانچہ یہ بھی پہاڑ کی چوٹی کی طرف روانہ ہو گئے جب انھوں نے رومیوں کے اُوپر چڑھائی کی تو دیکھا کہ رومیوں نے اصحاب رسول ﷺ کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اور مسلمان ان کے درمیان اس طرح معلوم ہوتے تھے جیسے آنکھ کے حلقہ میں پتلی ہوتی ہے۔

مجاہدین کا مدد کے لیے آنا اور رومیوں کا گھیراؤ کرنا

حضرت ابوزبید بن عامر زبیدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو پہاڑ کی گھاٹی میں جنگ کے لئے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے زیر قیادت گئے تھے۔ رومیوں نے ہر طرف سے ہمارا محاصرہ کر رکھا تھا اور ہم شرفاء کی طرح ان کے سامنے ڈٹے ہوئے تھے، ہمارے ستر مرد زخمی اور شہید ہو کر گر چکے تھے، ہم بڑی سختی اور تنگی میں تھے اور رومی ہماری طرف بڑی طمع سے بڑھ رہے تھے یہاں تک کہ ہم نے تکبیر کی آوازیں سنیں اور جنگ کے لئے کوچ کی صدائیں ہمارے کانوں میں پڑنے لگیں۔ جب مسلمانوں کے جھنڈے لہراتے ہوئے دیکھے تو رومی افواج پسپا ہو کر پہاڑ کی غار کی طرف پلٹنا شروع ہو گئی اور ہم نے ان کی پچھلی صفوں کو جالیا اور ان کے اکثر آدمیوں کو قتل اور بہت سے

آدمیوں کو زخمی کر دیا۔ کیونکہ وہ بہت زیادہ تعداد میں تھے اب رومی پہاڑ کی غاروں میں گھس گئے اور مورچہ بند ہو گئے ہمارے ساتھیوں نے ان کا محاصرہ کر لیا ان کی حالت یہ تھی کہ تیروں کے ڈر سے ان کا کوئی سپاہی غار سے اپنا سر باہر نکال کر دیکھتا تک نہیں تھا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر پہنچی کہ مسلمانوں کے ستر آدمی بعض شہید اور بعض زخمی ہو گئے ہیں اور مشرکوں کے بھی بہت سے لوگ ہلاک ہوئے ہیں اور ہم نے رومی فوج کا محاصرہ کر رکھا ہے اور وہ غار میں اس طرح محصور ہو کر رہ گئے ہیں کہ ان کے پاس نہ توشہ ہے اور نہ پینے کو پانی تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں اور شکر ہے اس ذات کا جس نے کفار کو مجتمع ہونے کے بعد پھر بکھیر دیا ہے اس کے بعد آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

﴿وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ط اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ۝﴾

''اور روک کر دی گئی ان میں اور اس میں جسے چاہتے ہیں جیسے ان کے پہلے گروہوں سے کیا گیا تھا بیشک وہ دھوکا ڈالنے والے شک میں تھے۔''[1]

پھر آپ مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''تم اپنی اپنی جگہوں کی طرف واپس لوٹ جاؤ اور شہر کے گرد خیمے نصب کر لو بے شک اللہ عزوجل نے تمھارے دشمن کو پسپا کر کے تمھارے ساتھ اپنے کئے ہوئے وعدہ کو پورا فرما دیا ہے۔ اس لئے کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ذَالِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكَافِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ۝﴾

''یہ اس لیے کہ مسلمانوں کا مولیٰ اللہ ہے اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں۔''[2]

مسلمان آپ کا حکم سن کر اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف پلٹ گئے جہاں وہ پہلے پڑاؤ کیے ہوئے تھے اور انھوں نے اپنے اپنے مقام پر دوبارہ خیمے نصب کر لئے مسلمانوں نے دشمن کی نقل و حرکت کی مانیٹرنگ کے لئے اپنے جاسوس مقرر کر دیئے اور اپنے اونٹوں کو چراگاہوں میں چھوڑ دیا، غلاموں کو خشک لکڑیاں لانے کے لئے جنگل کی طرف روانہ کر دیا اور اپنے کیمپوں کے پاس آگ جلا کر بیٹھ گئے ان سے خوف جاتا رہا اور امن وامان ہو گیا۔

شہر والوں کی حالت

اہلِ بعلبک نے شہر کی فصیل کے اُوپر سے جھانکنا اور شور و غل کرنا شروع کر دیا۔ وہ اپنی زبان میں بڑبڑا رہے تھے

[1] پارہ 22، سبا 54، ترجمہ کنزالایمان
[2] پارہ 26، محمد 11، ترجمہ کنزالایمان

اور چیخ چلا رہے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ترجمان سے پوچھا کہ یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ ترجمان نے بتایا اے امیر! یہ کہہ رہے ہیں کہ جب سے عرب ہمارے شہروں میں اور ہماری سرزمین پر آئے ہیں اس دن سے ہم پر مسلسل مصیبت آئی ہوئی ہے ہمارے شہر، گھر بار اور مال مویشی سب کچھ تباہ ہو کر رہ گیا ہے اور وہ یہ باتیں کر کے اپنے ہلاک ہونے والوں کو یاد کر کے بین کر رہے ہیں۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جب شام کا وقت قریب آ گیا تو حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا اور فرمایا: اے ابن زید! خوب ہوشیار ہو کر رہنا اور اپنے ساتھیوں کا پوری طرح خیال رکھنا اور انکی حفاظت کے سلسلہ میں مکمل احتیاط برتنا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے پوری کوشش کرنا کہ جو مشرک قوم تمھارے محاصرہ میں آ چکی ہے ان میں سے کوئی آدمی نکل کر جانے نہ پائے اور نہ ہی ان محصورین کے لئے میدان میں کوئی راستہ کھلا چھوڑنا جہاں سے یہ نکل کر بھاگنے میں کامیاب ہو جائیں اور ایک ایک کر کے سارے کھسک جائیں حتیٰ کہ تمھاری مثال اس شخص کی طرح ہو جائے کہ اس کے ہاتھ میں ایک چیز آئی اور اس نے اس کو ضائع کر دی۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے پاس جب قاصد یہ پیغام لے کر آیا تو آپ نے ساتھیوں کو یہ تاکید کر دی کہ جب تم جنگل سے لکڑیاں لینے جاؤ تو سو آدمی اور وہ بھی مسلح ہو کر نکلیں، ہتھیار کے بغیر کوئی نہ نکلے اور دوسری بات یہ کہ اپنے ساتھیوں سے زیادہ دور نہ جائیں۔ چنانچہ لوگ جلانے کے لئے لکڑیاں کاٹنے کو گئے تو انھوں نے آپ کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کیا۔ انھوں نے آگ جلائی اور رات اللہ اکبر کے نعروں اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے ذکر بالجہر کے ساتھ غاروں میں محصور کفار کے گرد پہرہ دیتے اور گشت لگاتے ہوئے گزار دی۔

رومیوں کا آپس میں مشورہ

بطریق (رومی جرنیل) نے جب اس صورت حال کا مشاہدہ کیا تو اپنی قوم کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا: ہائے افسوس! ہماری تدبیر بری ثابت ہوئی اور ہم نے رائے قائم کرنے میں غلطی کی اور ہمارے لئے کوئی مدد ہے نہ مددگار ہے اور عربوں نے ہمیں ایک تنگ جگہ میں محبوس اور بند کر دیا ہے جہاں پر کھانے کو کچھ ہے اور نہ پینے کو اور اگر ایک دن مزید ہم یہاں محصور رہے تو ہماری قوت کمزور پڑ جائے گی اور ہمارے کمزور لوگ مر جائیں گے اور ہمارے گھوڑے ہلاک ہو جائیں گے اور اگر ہم نے بادل نخواستہ مجبور ہو کر خود کو اپنے دشمن کے حوالے کر دیا اور گرفتاری پیش کر دی تو پھر بھی وہ ہمیں قتل کر دیں گے۔

بطریق کی یہ گفتگو سن کر اس کے سرداروں نے کہا: تو پھر درپیش حالات آپ کا کیا مشورہ ہے آخر ہمیں کیا کرنا

چاہیے؟ بطریق نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ ہمیں عربوں کے ساتھ دھوکے کا معاملہ کرنا ہوگا اور ان کے ساتھ حیلے بہانے سے صلح کی درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں اور اہل شہر کو جن شرائط پر تم چاہو پناہ دے دو اور میرا خیال ہے کہ میں ان کو یہ ضمانت بھی دے دوں کہ میں انکے لئے شہر کا دروازہ کھول دوں گا جس طرح وہ مطالبہ کریں یا ہم ان کے ذمہ میں پناہ گزین ہو جائیں اور جس وقت ہم شہر میں داخل ہو جائیں تو پھر ہم شہر کی فصیل پر چڑھ کر ان سے جنگ کریں گے اور شاید یہ بھی ہم کر سکیں کہ گورنر "عین البحر" اور گورنر "جوسیہ" دونوں کی طرف امداد کے لئے پیام بھیجیں اور عین ممکن ہے کہ وہ ہماری مدد کیلئے آ جائیں تو وہ دونوں اپنے لشکروں کے ساتھ شہر سے باہر میدان میں جنگ برپا کر دیں اور ہم شہر پناہ کی دیواروں سے ان عربوں پر تیراندازی اور سنگ باری کر کے ان کے ساتھ لڑائی جاری رکھیں اور حضرت مسیح علیہ السلام اس مرتبہ ہماری کفایت فرمائیں اور وہ ہمارے لئے کافی ہوں گے۔

قوم نے کہا: جناب عالی! گورنر جوسیہ خود پھنسا ہوا ہے اس لئے وہ کبھی بھی آپ کی مدد کے لئے نہیں آئے گا بلکہ وہ تو لگتا ہے کہ ہماری طرح اپنے شہر میں محصور ہو کر رہ گیا ہے اور عربوں کے ہمارے یہاں پڑاؤ سے قبل یہ اطلاع بھی ملی ہے کہ انھوں نے صاحب جوسیہ سے صلح کر لی ہے اور پھر یہ بھی یاد رکھیں کہ اہل جوسیہ میں اتنی طاقت و قوت کہاں سے آئی کہ وہ عربوں سے ٹکر لے سکیں اور جنگ کر سکیں اور رہا عین البحر کے گورنر کا معاملہ تو وہ ایک مذہبی اور دیندار آدمی ہے تو اس طرح کے عابد و زاہد اور رہبانیت منش آدمی نے کیا جنگ کرنی ہے! اور علاوہ ازیں اس کے پاس نہ تو کوئی فوج ہے اور نہ وہ جنگ کی جرأت کر سکتا ہے اور پھر یہ کہ اس کے شہر کے تمام لوگ تاجر پیشہ ہیں جو تجارت کے لئے شام کے دور دراز علاقوں میں بکھرے ہوئے ہیں اور ان کے متعلق زیادہ گمان یہی ہے کہ انھوں نے بھی عربوں سے ضرور صلح کا معاہدہ کر رکھا ہوگا اس لئے آپ کوئی ایسی پالیسی اپنائیں اور کوئی اس طرح کی تدبیر سوچیں جس سے ہمارا اور آپ کی تمام رعایا کا بھلا ہو اور قوم اور ملک کے مفاد کی فکر کریں۔

چنانچہ اس نے اپنی قوم کی تمنا کے مطابق جواب دیا اور جب صبح ہوئی تو وہ گھاٹی کی منڈیر پر بیٹھ گیا اور کہنا شروع کر دیا: اے گروہ عرب! کیا تم میں کوئی شخص ایسا ہے جو میرے کلام کو سمجھتا ہو۔ میں سردار ہربیس ہوں۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو ترجمان تھے ان میں سے ایک ترجمان نے جب ہربیس کی بات کو سنا تو وہ حضرت سعید رضی اللہ عنہ کی طرف آیا اور حاضر ہو کر عرض کی: اے امیر! یہ عجمی قوم کا سردار ہے اور اس کا نام ہربیس ہے وہ آپ سے بات کرنے کی استدعا کر رہا ہے۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے قریب جاؤ اور پوچھو کہ وہ کیا کہتا ہے اور کیا چاہتا ہے؟ ترجمان نے جا کر اس سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو؟

رومی جرنیل ہربیس نے کہا: اگر تمھارا امیر اپنے تیرانداز ساتھیوں سے مجھے امان دے اور میرے قریب آئے تو میں اس سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔

ترجمان نے یہ بات حضرت سعید رضی اللہ عنہ تک پہنچائی تو انھوں نے فرمایا: میرے نزدیک اس کے لئے کوئی عزت نہیں۔ وہ کوئی بزرگ تھوڑا ہی ہے کہ میں اسکی زیارت کے لئے جاؤں اگر اسکو کوئی حاجت درپیش ہے تو وہ خود بغیر کسی پروٹوکول کے میرے پاس حاضر ہو حتیٰ کہ میں اسکی بات سنوں۔

ترجمان نے جب آپ کا جواب اس تک پہنچایا تو اس نے کہا: ہمارے درمیان چونکہ جنگ ہو رہی ہے اس لئے میں جان کی امان کے بغیر ان کے پاس کیسے جاسکتا ہوں کیونکہ مجھے خوف ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔

ترجمان نے کہا: میں آپ کے لئے ان سے امان کا ضامن ہوں کیونکہ عرب جب کسی سے معاہدہ کر لیتے ہیں تو پھر عہد شکنی نہیں کرتے۔

رومی سردار ہربیس کا مذاکرات کی پیش کش کرنا

رومی سردار نے کہا: آپ نے ٹھیک کہا ہے ہمیں ان کے بارے میں ایسی ہی خبریں پہنچیں ہیں مگر پھر بھی میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی جان کے لئے توثیق کرلوں اور تجھ سے عہد لے کر ان کی ذمہ داری میں داخل ہو جاؤں اور چونکہ وہ نہایت امین ہیں اور ان کا امیر غداری نہیں کرتا اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اپنے اہل شہر کے لئے بھی امان لے لوں۔ کیونکہ ہمارے شہریوں کو عربوں کی طرف سے بہت جانی اور مالی نقصان پہنچ چکا ہے اور ہمارے بہت سے آدمیوں کا وہ خون بہا چکے ہیں۔

ترجمان نے کہا میں آپ کی بات اپنے امیر تک پہنچادوں گا۔ آپ مطمئن رہیں۔

چنانچہ ترجمان نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر رومی سردار کی تمام گفتگو سے انھیں آگاہ کیا۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انھیں اجازت ہے جس آدمی کو چاہے میرے پاس بھیج دے۔ اس کا آدمی واپس اپنے لشکر تک نہ پہنچ جائے ہماری طرف سے امان ہوگی۔ ترجمان نے یہ بات جا کر رومی سردار کو بتادی۔

کہتے ہیں کہ ترجمان نے جب رومی سردار سے اس کے سفیر کے متعلق امان کی ضمانت فراہم کر دی تو وہ اپنے ساتھی سرداروں میں ایک سب سے زیادہ عقل مند شخص کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: آپ دیکھ رہے ہیں ہم پر جو مصیبتیں نازل ہوئیں اور کس طرح عربوں نے ہمارے تمام راستوں پر قبضہ کر لیا اور لگتا ہے کہ شام کے تمام شہروں کی بربادی اور وہاں کے باشندوں کی ہلاکت کا مسیح علیہ السلام نے اذن عام دے دیا ہے اسی لئے عرب ہم پر غالب آگئے اور انھوں نے ہمارے خلاف فتح حاصل کر لی۔ اب وقت ہم سخت مشکل میں ہیں اور اگر ہم نے اس قوم سے امان

طلب نہ کی تو ہم بھوک اور پیاس سے ہلاک ہو جائیں گے اور اس کے بعد عرب ہمارے بیوی بچوں کو اپنا غلام بنا لیں گے، ہمارے اموال اور ہمارے شہروں کو تقسیم کر لیں گے اور ہمارا نجات دہندہ کوئی نہیں ہے کیونکہ بلاد شام میں سے ہر شہر کا حاکم اور ہر سردار اپنی جگہ خود عربوں کی لائی ہوئی اس مصیبت میں گرفتار ہے اور ہر ایک کو اپنی فکر لاحق ہے۔ اہل حمص ہماری طرح محاصرہ میں ہیں اور شام، روم اور ہرقل کو بھی ہماری مدد و نصرت کی بجائے اپنی فکر لاحق ہے۔ ان تمام باتوں کے پیش نظر اب مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ تو اس عرب قوم کے پاس جا اور ان سے ہمارے لئے امان حاصل کر اور ان سے اس بات کی توثیق کر حتیٰ کہ میں بذات خود ان کے امیر کے پاس جا کر مذاکرات کر سکوں۔ شاید میرے اور ان کے درمیان مصالحت کی کوئی راہ نکل آئے اور شاید میں مسلمانوں کے امیر کے ساتھ کوئی مکر کر سکوں، حتیٰ کہ ہم شہر کی طرف پلٹ آئیں اور پھر ان کے ساتھ جنگ کرنے کی پوزیشن میں آ سکیں اور ممکن ہے میں اپنے لئے، تمہارے لئے اور اہل شہر کے لئے مسلمانوں کے امیر کو مال کی ترغیب دے کر امان حاصل کر سکوں۔ ہو سکتا ہے وہ مال کے لالچ میں آ کر ہمارے علاقوں سے واپس پھر جائیں یہاں تک کہ ہم دیکھ سکیں ان کے اور شاہ روم کے درمیان کیا معاملہ ہوتا ہے؟

رومی قاصد کا آنا

پھر وہ قاصد سواری سے اترا اور حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ جب اس نے آپ کو سجدہ تعظیمی کرنے کا ارادہ کیا اور وہ جھکنے لگا تو آپ نے اشارے سے اسے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ مسلمان اس کی طرف دوڑ پڑے اور اس کو ایسی حرکت سے روک دیا۔ اس سے وہ گھبرا گیا اور ترجمان سے کہنے لگا: تم مجھے اپنے امیر کی تعظیم بجا لانے سے منع کس لئے کرتے ہو؟

ترجمان نے حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے اس کی بات بیان کی تو آپ نے فرمایا: اسے کہو کہ میں اور وہ دونوں اللہ عزوجل کے بندے ہیں اور اللہ عزوجل کے سوا کسی کے لئے سجدہ جائز نہیں ہے۔

یہ بات سن کر اس رومی سردار نے کہا: یہی وجہ ہے کہ تم ہم پر اور دیگر اقوام عالم پر مسلسل فتح حاصل کرتے چلے جا رہے ہو۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ اپنے آنے کا مقصد بیان کریں۔ اس نے کہا: میں آپ سے اپنے سردار ہربیس کے لئے امان حاصل کرنے کے لئے آیا ہوں اور امراء اور جو لشکر کے کمانڈر ہوتے ہیں ان کے اخلاق سے یہ نہیں ہے کہ وہ کسی کو امان دینے کے بعد غداری کریں اور عہد کو توڑیں، اس پر حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے شخص! بحمد اللہ عزوجل ہم مسلمان ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو عہد شکنی کرتے ہیں اور نہ ہم کسی کے ساتھ غداری کرنے والے ہیں۔ میں نے تمہارے قائد کو امان دی ہے اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں انہیں بھی بشرطیکہ وہ ہتھیار پھینک دیں اور صلح جوئی کے لئے

امان طلب کرتے ہوئے نکل آئیں۔ سردار نے کہا: آپ کی طرف سے اور آپکے امیر کی طرف سے اور ان کی طرف سے جو تم دونوں کے ساتھ پیش ہوں؟

حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کے تمام مطالبات ہم منظور کرتے ہیں اس کے بعد وہ نمائندہ سردار ہربیس کی طرف واپس لوٹ گیا اور اس کو حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے جواب سے مطلع کیا اور کہا تم چلو لیکن خبردار غداری اور دھوکہ دہی سے بچئے گا کیونکہ جو شخص بدعہدی کرتا ہے۔ اسکا وبال اسی پر پڑتا ہے اور یہ عرب لوگ جب کسی کو امان دیتے ہیں اس کے ساتھ خیانت نہیں کرتے اور امان حاصل کر کے جو انکے پاس آئے اس کے ساتھ غرور اور تکبر سے ہرگز پیش نہیں آتے۔

جنرل ہربیس کا خود حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے پاس صلح کی غرض سے آنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھے باوثوق ذرائع سے یہ روایت پہنچی ہے کہ ہربیس نے اپنا ریشمی لباس اتار دیا اور اُون کا لباس پہن لیا اور اپنا اسلحہ اور ہتھیار پھینک دیئے اور اپنی قوم کے چند مردوں کے ہمراہ اور وہ مرد بھی اپنے سردار کی طرح صوف کا لباس پہنے ہوئے تھے، وہ ننگے پاؤں اور ننگے سر نکلا۔ حتیٰ کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے سامنے آ کھڑا ہو گیا۔ آپ نے جب اس سردار کو اس حالت میں دیکھا تو آپ اللہ عزوجل کے حضور سجدہ میں گر گئے اور پھر سجدہ سے سر اٹھا کر بارگاہ ذوالجلال میں عرض کرنے لگے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذَلَّ جَبَابِرَتَهُمْ وَاَمْکَنَنَا مِنْ بَطَارِقَتِهِمْ."

"اللہ عزوجل کا شکر ہے جس نے کافروں کے جابر حکمرانوں کو ذلت و خواری سے دوچار کیا اور ہمیں ان کے سرداروں پر قوت اور برتری عطا فرمائی۔"

پھر آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے اپنے پہلو میں بٹھایا اور اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: "کیا آپ ہمیشہ ایسا ہی لباس پہنتے ہیں جیسا کہ اس وقت پہن رکھا ہے یا آج ہی یہ بھیس بدلا ہے۔"

اس نے کہا: مجھے قسم ہے مسیح اور قربان کی میں نے پوری زندگی میں ایک گھڑی کے لئے بھی کبھی ایسا لباس نہیں پہنا۔ یہ صرف آج پہلی مرتبہ پہننے کا اتفاق ہوا ہے۔ میں حریر اور دیباج یعنی ریشمی کپڑوں کے علاوہ کسی لباس سے واقف ہی نہیں ہوں اور اس وقت میں نے اونی لباس صرف اس علامت کے لئے پہنا ہے کہ میں آپ کے ساتھ جنگ کا ارادہ نہیں رکھتا۔ تو کیا آپ میرے ساتھ میرے ان ساتھی سپاہیوں اور اہل شہر کے متعلق صلح کا معاہدہ کر سکتے ہیں۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: میں تیرے ساتھ اور تیرے ان ساتھیوں کے ساتھ جو محصور ہیں دو شرطوں پر مصالحت کر سکتا ہوں کہ ایک تم ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ اس کے لئے وہی ہو گا

جو ہمارے لئے ہے اور اس پر وہی ہوگا جو ہم پر ہے یعنی وہ نفع و نقصان میں ہمارے برابر ہے اور اس کو تمام حقوق اسی طرح ملیں گے جیسے مسلمانوں کو ملتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ جو شخص اپنے دین پر قائم رہنے کو پسند کرتا ہے اور وہ ہتھیار ڈال کر آتا ہے تو اس کی جان بھی محفوظ ہے اور ہماری طرف سے اس کے ساتھ اس عہد کی پاسداری لازم ہوگی کہ وہ ہمارے خلاف ہتھیار اٹھائے گا اور نہ جنگ کرے گا۔

اور باقی رہا ہمارے شہر کا معاملہ تو اسے ہمارے امیر نے اپنے محاصرہ میں لے رکھا ہے اور انشاء اللہ ﷻ وہ عنقریب فتح ہونے کو ہے۔ ہاں البتہ اگر تو پسند کرے تو میرے ساتھ ہمارے امیر کے پاس حاضر ہو کر بات کر سکتے ہو، وہ تمھاری بات کو سنیں گے اور تمھاری قوم کے متعلق صلح کا فیصلہ وہی فرما سکتے ہیں۔ تمھیں پسند ہو تو تم میرے ساتھ چلو میں تمھاری حفاظت کا ذمہ لیتا ہوں۔ اگر تم دونوں کے درمیان اس امر پر اتفاق ہوتا ہے تو ٹھیک ورنہ میں تمھیں تمھاری منزل تک بحفاظت خود لوٹا کر جاؤں گا اور تمھارے ساتھی جو تمھارے ہمراہ آئے ہیں ان میں سے بھی جو واپس جانا چاہیں انھیں بھی بحفاظت واپس انکی منزل تک پہنچانا میری ذمہ داری ہے۔ اس کے بعد اللہ ﷻ ہمارے درمیان جو بھی فیصلہ فرمائے گا اس کا ہمیں انتظار کرنا چاہئے۔ اللہ ﷻ سے بہتر کون فیصلہ فرما سکتا ہے۔

سردار ہربیس نے کہا: میں آپکے امیر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جاؤں گا۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے حضرت وقاص بن عوف عدوی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے فرمایا: آپ نے جو کچھ دیکھا اور سنا وہ سب کچھ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جا کر بیان کر دو اور انھیں بشارت سناؤ۔

حضرت وقاص رضی اللہ عنہ تیزی سے اپنے تیز رفتار ابرش گھوڑے پر سوار ہو کر چل دیئے حتیٰ کہ جب امیر کے قریب پہنچے تو عرض کی: اے امیر! خوشخبری ہو اور پھر انھوں نے سردار ہربیس کی ساری خبر ان کے گوش گزار کی جسے سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اللہ ﷻ کے حضور سجدہ شکر بجا لائے اور سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد آپ نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے لوگو! شہر کی لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ اپنا اسلحہ دیکھ بھال لو اور مل کر ایک ایسا نعرہ تکبیر بلند کرو کہ قوم کفار مرعوب ہو جائے۔

مسلمانوں نے آپ کے حکم پر عمل کیا اور یک زبان ہو کر نعرہ تکبیر بلند کیا جس سے کافروں پر ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ سہم کر رہ گئے۔ لوگوں نے ایک دوسرے کو جنگ کے لئے للکارا اور تمام شہر کا چاروں طرف سے احاطہ کر لیا۔ سب سے پہلے شہر کی طرف بڑھنے والے اور انھیں ہربیس کی خبر پہنچانے والے مرقال بن عتبہ رضی اللہ عنہ تھے۔ انھوں نے اہلِ شہر کو مخاطب کر کے کہا:

"بدبختو! تمھاری حمایت کرنے والے ہلاک ہو گئے۔ اور تمھارا سردار ہماری امان میں آ چکا ہے اور تمھارے امیر نے تمھاری جانوں اور تمھاری بیوی بچوں کی جانوں اور تمھارے مالوں پر صلح کو ترجیح دی ہے تم بھی صلح

کے ذریعے خود کو محفوظ کر لو اور اگر تم نے صلح سے انکار کیا تو سن لو بیشک اللہ ﷻ نے اپنے نبی مکرم حضرت محمد ﷺ کی زبان پر ہم سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ہمارے لئے تمہارے شہروں کو اور دیگر شہروں کو فتح فرما دے گا اور بلاشبہ اللہ ﷻ اپنے وعدہ کو پورا فرمانے والا ہے۔"

اہل بعلبک نے جب یہ بات سنی تو انکے چہروں کا رنگ اڑ گیا، اور لڑائی سے انکے دل دہل گئے اور انھوں نے کہا: ہربیس نے ہمیں بھی مروا دیا اور خود بھی ہلاک ہو گیا۔ اگر ہم اس محاصرہ سے قبل اور جنگ سے قبل ہی مصالحت کر لیتے تو یہ ہمارے لئے کتنا بہتر ہوتا۔ مسلمانوں نے جب انکے خلاف سخت جنگ برپا کر دی تو ان پر ایک عجیب خوف و ہراس چھا گیا۔ انھوں نے "لفون لفون" یعنی "امان امان" کی آوازیں بلند کرنا شروع کر دیں۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو جب علم ہوا کہ جنگ کے شعلے اہل بعلبک کے خلاف بھڑک اٹھے ہیں اور لڑائی میں پھیل کر شہر تک کو اپنی زد میں لے لیا ہے تو آپ نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا اور فرمایا کہ جس شخص کو تم نے پناہ دے رکھی ہے ہماری طرف سے بھی اس کے لئے امان ہے ہم تمہاری ذمہ داری کو نہ حقیر جانتے ہیں اور نہ رد کرتے ہیں۔ اور تم نے جو معاہدہ کیا ہے اس کو ہم برقرار رکھتے ہیں۔ تمہارے کسی معاہدہ کو ہم توڑیں اور نہ تمہارے کسی فعل کو رد کریں گے۔

ہربیس کا حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے مکالمہ

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا قاصد جس وقت حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انھوں نے گھاٹی پر اور جہاں آپ نے دشمن کا محاصرہ کیا ہوا تھا اس مقام پر اپنے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود سردار ہربیس کو اپنے ساتھ لے کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ سردار ہربیس جب آپ کے سامنے آ کر کھڑا ہوا اور اس نے آپ کے اور آپ کے سپاہیوں کے لباس پر نظر ڈالی اور انکی شدید جنگ سے شہر والوں کو پہنچنے والی حالت کو ملاحظہ کیا تو اس نے یہ سب کچھ دیکھ کر اپنے سر کو حرکت دی اور اپنی انگلیوں کو دانتوں میں دبا کر کاٹنے لگا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ترجمان سے فرمایا اس سے پوچھ: کیا کہہ رہا ہے؟ ترجمان نے ہربیس سے پوچھا تو ہربیس ترجمان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا: میرا گمان تھا کہ تمہاری تعداد بہت زیادہ ہو گی۔ مگر تم تو بہت قلیل تعداد میں ہو۔ ہمارے ساتھ تمہاری جنگ اور تمہاری جنگ سے ہمیں پہنچنے والی سختیوں کو دیکھ کر ہمیں خیال گزرتا تھا کہ تمہاری تعداد سنگریزوں سے بھی بڑھ کر ہو گی اور ہم جنگ کے وقت تمہارے ساتھ سبز لباس پہنے ہوئے مردوں کو ہوا کی طرح تیز رفتار گھوڑوں پر سوار دیکھتے جنھوں نے سبز جھنڈے تھام رکھے ہوتے تھے اور جب میں چل کر تمہارے درمیان پہنچا ہوں تو ان چیزوں میں سے میں یہاں کچھ بھی نہیں دیکھ رہا۔ اب تم مجھے نہایت قلیل تعداد میں دکھائی دیتے ہو مجھے نہیں معلوم کہ

تمھاری جمعیت یا تمھارے مرد کہاں گئے؟ تم نے انھیں ''عین البحر'' والوں کی طرف بھیج دیا ہے یا کسی اور جانب انھیں روانہ کر دیا ہے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ترجمان نے جب ہربیس کی گفتگو کا ترجمہ بیان کیا تو آپ نے ترجمان سے فرمایا: اس سے کہہ دو ارے! تیری بربادی ہو، ہم مسلمانوں کا گروہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مشرکین کی نگاہ میں بہت زیادہ کر کے ظاہر فرماتا ہے اور فرشتوں کے ذریعے وہ ہماری مدد فرماتا ہے۔ جیسا کہ جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد فرمائی اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر اس کا فضل اور احسان ہے جس سے وہ ہمارے ہاتھوں تمھارے شہروں اور ملکوں کو فتح کراتا رہا ہے اور تمھارے لشکروں میں کمی آتی ہے اور تمھاری جمعیت کو شکست ہوتی ہے اور تمھارے بڑے بڑے بہادروں کو وہ فنا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو جو عظمت عطا فرمائی ہے اسے تم حقیر اور معمولی نہ جانو۔

سردار ہربیس نے ترجمان کی زبان سے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے کلام کو جب سنا تو کہنے لگا: اس شام کو فارس اور ترک کے بادشاہ اور سرداران جرامقہ بھی فتح کرنے سے عاجز اور قاصر رہے تو مسلمانوں نے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور اسے روندھ ڈالا۔ حالانکہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ ایسا کبھی کوئی نہیں کر سکے گا اور باقی رہا ہمارا یہ شہر کہ ملک شام میں اس جیسا کوئی دوسرا شہر نہیں۔ ہم نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا کہ اس کا کوئی محاصرہ کر سکے گا یا اسکے باشندے لڑائی سے تھک جائیں گے کیونکہ یہ شام کا قلعہ نما مضبوط اور محفوظ ایسا شہر ہے کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔

حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے اس شہر کو اپنے لئے بنایا تھا اور اپنے ملک کے خزانہ اور اپنی رہائش کے لئے اسی شہر کو پسند کیا تھا۔ کاش اگر ہم نے کوتاہیاں نہ کی ہوتیں اور شہر سے تمھاری طرف خروج نہ کرتے اور ہم نے انحراف نہ کیا ہوتا تو آج ہمیں اس شہر کی حفاظت پر تمھارے ساتھ مصالحت کی نوبت نہ آتی اور نہ ہی کبھی تمھاری جنگ کی یہ ہولناکیاں دیکھنا نصیب ہوتیں چاہے تم سو سال بھی اس کا محاصرہ کئے رکھتے تو ہم کبھی اس طرح خوف کے مارے تمھارے ساتھ صلح جوئی کے لئے آمادہ نہ ہوتے۔ خیر اب جو ہونا تھا سو ہو گیا۔ اب آپ سے ہم یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ آیا تمھیں اس شہر پر ہمارے ساتھ مصالحت میں کوئی دلچسپی ہے؟ حتیٰ کہ ہم صلح کا بول ڈال سکیں۔ کیا ایسا ممکن ہے کہ تم اپنے مطالبات اور اپنی شرائط میں رہ کر ہمارے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ کرو۔ اسی میں ہمارے لئے بھی اور تمھارے لئے بھی زیادہ بہتری ہے اور مجھے مسیح اور انجیل مقدس کی قسم! اگر ہم تمھارے لئے اس شہر کے دروازے کھول دیتے ہیں تو پھر ملک شام میں کوئی شہر گڑھی اور قلعہ فتح کرنا تمھارے لئے دشوار نہیں رہے گا۔

ترجمان نے جب آپ کو ہربیس کی گفتگو کا ترجمہ سنایا تو آپ نے فرمایا: اس سے کہو کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمھاری زمین کا مالک بنا دیا ہے اور تمھارے اموال کو ہمارے لئے غنیمت کر دیا اور تمھارے بادشاہوں کو ہماری خاطر ذلیل اور رسوا فرما دیا ہے۔ اب وہ ہمیں جزیہ ادا کریں گے مگر تیرے نفس نے تجھے جھوٹی امیدیں دلا کر فریب دیا اور تو

خیالی پلاؤ پکانے میں مبتلا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ ﷻ نے تجھے ذلت وحقارت کا مزہ چکھایا۔ کان کھول کے سن لو! تقدیر کا یہ فیصلہ ہے کہ ہم تمہارے اس شہر اور جو کچھ اس میں ہے سب کے انشاء اللہ ﷻ مالک بن جائیں گے۔ تمہارے جنگجو مردوں کو قتل اور تمہارے بہادروں کو قید کر لیں گے اور جو لوگ ہمارے ساتھ جنگ کا ارادہ کریں گے وہ ہمارے ساتھ ہونے والی صلح میں داخل نہیں ہوں گے۔

سردار ہربیس نے ترجمان سے جب یہ گفتگو سنی تو اس نے کہا: مجھے اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ مسیح ہمارے اس شہر کے لوگوں پر اور نیز دوسرے شہروں کے لوگوں پر ضرور ناراض ہیں۔ اسی وجہ سے اس نے تمہیں عیسائیوں کے ان شہروں کی طرف بھیجا ہے اور تمہیں ان بلاد پر مسلط کر دیا۔ میں نے تمہارے ساتھ جنگ میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور تمہارے خلاف مکر کے جال پھیلائے لیکن میرے کسی مکر اور تدبیر نے مجھے کوئی فائدہ نہیں دیا کیونکہ تم وہ قوم ہو جسے ہمارے اُوپر قدرت کی طرف سے مسلط کیا گیا ہے اس لئے تمہارے متعلق ہمارا کوئی مکر اور کوئی چال کارگر نہیں ہو سکتا اور جنگ سے تم عاجز نہیں آ سکتے۔ میں نے اسی لئے تم سے صلح کی درخواست کی ہے۔ میں نے تمام تر کوشش کے بعد تمہاری طرف دوستی اور صلح کے معاہدہ کے لئے ہاتھ بڑھایا ہے۔ میں ایسا اپنی جان کے ڈر کی وجہ سے یا محض اپنے اقتدار کو بچانے کے لئے نہیں کر رہا بلکہ میری یہ تمام تر کوششیں صرف عوام کی بہتری اور اپنے شہروں کی تعمیر اور آبادی کے ارادہ کی غرض سے ہیں کیونکہ یقیناً اللہ ﷻ فساد کو پسند نہیں فرماتا۔ اب میں صلح کو پسند کرتا ہوں تو کیا شہر پر مصالحت میں تمہیں بھی کوئی دلچسپی ہے اور کیا تمہیں اس شہر میں بسنے والے لوگوں کی فکر ہے اور میرے ساتھیوں کی زندگی سے تمہیں محبت ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ بتاؤ تم اس صلح کے عوض میں ہمیں کیا دو گے؟ کیونکہ یہ صلح کچھ لو اور کچھ دو کی بنیاد پر ہونا قرار پائے گی۔

سردار ہربیس نے کہا: معاملہ آپ کی رائے پر طے پانا چاہئے۔ آپ دیکھ لیں جیسے آپ چاہیں گے ویسے ہی ہمیں منظور ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر اللہ ﷻ یہ شہر مسلمانوں کے ہاتھ سے جنگ کے ذریعے فتح کر دے اور سونے چاندی سے بھرا ہوا شہر مسلمانوں کو مل جائے اور جنگ میں ایک مسلمان مرد بھی شہید ہو جائے تو سونے اور چاندی سے بھرا ہوا شہر اس ایک مسلمان کے خون کے عوض بھی مجھے محبوب اور پسند نہیں ہوگا۔ لیکن اللہ ﷻ نے آخرت میں شہداء کے لئے اس سے بھی کہیں زیادہ اجر و ثواب مقرر فرما رکھا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیہ کریمہ پڑھی:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ
فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ

اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

''اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انھیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیاں منا رہے ہیں اپنے پچھلوں کی جو ابھی ان سے نہ ملے۔ کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم۔'' ❶

سردار ہربیس نے کہا: تو پھر ہم آپ سے ایک ہزار اوقیہ چاندی اور ایک ہزار ریشمی جوڑوں پر صلح کرتے ہیں۔

امیر ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ یہ سن کر مسکرا دیئے اور مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تم نے اس عجمی کی بات سنی؟ مسلمانوں نے عرض کی: کیوں نہیں۔ آپ نے پوچھا: پھر تمھاری کیا رائے ہے؟ صلح کی شرائط کیا ہونی چاہئیں؟ سب نے بیک زبان ہو کر عرض کیا کہ امیر کی رائے ہی بہتر ہے آپ جو شرط مقرر کریں گے ہم اس پر راضی ہوں گے اور آپ کی طاعت سے انحراف نہیں کرینگے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے سردار ہربیس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے شخص سن! میں تمھارے ساتھ دو ہزار اوقیہ سونے اور چار ہزار اوقیہ چاندی اور دو ہزار ریشمی جوڑے اور تمھارے شہر کی بنی ہوئی پانچ ہزار تلواریں اور پہاڑ کی گھاٹی میں تیرے ساتھ جتنے سپاہی ہیں انکے تمام اسلحہ پر صلح کرتا ہوں اور اس کے علاوہ صلح نامہ کی مندرجہ ذیل دفعات پر بھی تمھیں عمل کرنا ضروری ہوگا:

① آئندہ سال میں تمھیں اپنی زمینوں کا خراج ہمیں ادا کرنا ہوگا۔

② ہر سال جزیہ کی ادائیگی تم پر لازم ہوگی۔

③ اس معاہدہ کے بعد تم اس بات کے پابند ہو گے کہ ہمارے خلاف ہتھیار نہیں اٹھاؤ گے۔

④ کسی دوسرے کافر ملک کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ میں جنگ کے لئے خط وکتابت نہیں کرو گے۔

⑤ ہمارے ساتھ صلح کا معاہدہ طے پانے کے بعد تم کسی دوسری سلطنت سے مکالمہ نہیں کرو گے۔

⑥ تم اپنے شہر میں نیا گرجا اور دیر تعمیر نہیں کرو گے۔

سردار ہربیس نے جب آپکی شرائط سنیں تو کہا: مجھے آپ کی جملہ شرائط منظور ہیں۔ آپ نے جو چیزیں ہمارے اُوپر لازم کی ہیں ہم اس کو قبول کرتے ہیں اور اس پر کاربند رہنے کی ہم آپ کو یقین دہانی کراتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی آپ پر اور آپ کے ساتھیوں پر ایک شرط میری بھی سن لیجئے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: تمھاری کیا شرط ہے؟

❶ پارہ 4، آل عمران 170,169، ترجمہ کنزالایمان

سردار ہربیس نے کہا: میری شرط یہ ہے کہ آپ کا کوئی آدمی شہر کے اندر داخل نہ ہو اور آپ کا وہ ساتھی اور نمائندہ جسے آپ اپنا نائب مقرر کر دیں وہ اپنے سپاہیوں اور عملے سمیت شہر سے باہر اپنا پڑاؤ رکھیں اور آپکے معتمد کے لئے ہماری طرف سے ہر طرح کا آرام سکیورٹی اور جزیہ سب کچھ مہیا کیا جائے گا اور آپکی طرف سے شہر کے اندرونی معاملات کی دیکھ بھال میرے ذمہ پر ہوگی۔ لوگوں کی بہتری اور ان کے معاملات کی دیکھ بھال یہ ہم خود انجام دیں گے۔ آپ اپنے ساتھیوں میں سے جن حضرات کو یہاں اپنا نمائندہ مقرر کر کے جائیں گے۔ ان کی خاطر ہم شہر سے باہر ایک بازار اور مارکیٹ تعمیر کر دیں گے جس میں شہر کی تمام اشیاء اور مصنوعات حاضر کر دی جائیں گی۔ وہ ہر چیز وہیں سے خرید سکیں گے اور آپکے ساتھی شہر کے اندر داخل ہونے سے اجتناب کریں کیونکہ اندیشہ ہے کہ آپ کے سپاہی ہمارے معزز لوگوں کے اُوپر کوئی سختی کریں اور لین دین کے معاملات میں آپس میں سخت کلامی ہو جائے اور کوئی فساد برپا ہو جائے اور ہمارے درمیان جو صلح کا معاہدہ طے پایا ہے اس میں ان کا وہ تنازع اور جھگڑا عہد شکنی، عذر اور لڑائی اور شر کے آغاز کا سبب بن جائے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے سردار ہربیس کی گفتگو سن لینے کے بعد ارشاد فرمایا: جس وقت ہم تم لوگوں سے صلح کر لیں گے تو ہمارے اُوپر تمھارے ساتھ طے پانے والے ہر عمل کی پابندی لازمی ہوگی۔ ہم تمھارا دفاع کریں گے اور تمھارے دشمن کے ساتھ جہاد کریں گے کیونکہ تم ہمارے ذمہ میں داخل ہو گئے ہو اور وہ شخص جسے ہم اپنا نائب تمھارے اُوپر مقرر کریں گے وہ تمھارے پاس وہ ہمارا سفیر اور رابطہ کار ہوگا۔

سردار ہربیس نے کہا: ہمارا یہ ایک نمائندہ شہر سے باہر رہ کر ہماری حمایت اور حفاظت کا فریضہ انجام دیتا رہے تو کیسا رہے گا؟

آپ نے فرمایا: تمھاری خاطر ہمیں یہ بات بھی منظور ہے۔ ہمیں شہر کے اندر داخل ہونے اور پتھروں کے پیچھے قیام کرنے کی اجازت ہی نہیں ہے۔

ہربیس نے کہا: اس پر صلح مکمل ہو گئی اور یہ کہہ کر سردار ہربیس شہر کی طرف چل دیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ تھے جب وہ شہر کے دروازے پر پہنچا تو اس نے اپنے سر سے کپڑا اتار دیا اور اپنی زبان میں کچھ کہنا شروع کر دیا۔ اس کے لوگ اس کا اشارہ سمجھ گئے اور کہنے لگے: تجھے کیا ہوا؟ اور تمھارے ساتھی کہاں ہیں؟ ہربیس نے انھیں پورا قصہ سنایا اور اپنے ساتھیوں کے بارے میں بتلایا اور مسلمانوں کے ساتھ صلح کر لینے کے بارے میں انھیں آگاہ کیا۔

ہربیس کی قوم کا صلح سے انکار کرنا

ہربیس کی گفتگو سن کر اس کی قوم نے آہ و بکا شروع کر دی اور کہنے لگے: ہائے! ہم تو لٹ گئے! ہمارا مال بھی جاتا رہا

اور جانوں کا بھی بہت نقصان ہوا۔ ہربیس نے ان سے کہا: اے لوگو! میں نے ان سے بظاہر صلح کی ہے لیکن اس کے پس پردہ میرے کچھ اور ہی عزائم ہیں۔ اسکی قوم کہنے لگی: جاؤ تم اپنی ذات کے لئے انفرادی حیثیت سے صلح کرتے ہو تو کرو ہم تو کبھی مسلمانوں کے ساتھ صلح نہیں کریں گے اور ہم ان عربوں کو اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دیں گے کہ وہ ہماری گردنوں کے مالک بن جائیں اور ہمارے شہر میں گھس بیٹھیں۔ حالانکہ ملک شام میں سب سے زیادہ مضبوط اور محفوظ شہر یہی ہمارا شہر ہے اور سب سے زیادہ مال ومتاع بھی اسی شہر میں ہے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے ہربیس کے ساتھ مصالحت کے بارے میں مسلمانوں کو آگاہ کیا اور انھیں جنگ سے رک جانے کا حکم فرمایا اور انھیں حکم دیا کہ: اپنے اپنے خیموں اور ٹھکانوں پر واپس چلے جاؤ۔ جب اہلِ بعلبک اور سردار ہربیس کی گفتگو سے ترجمان نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو آگاہ کیا تو آپ نے ہربیس کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: اب بتلاؤ تمھارا ردعمل کیا ہے؟ جلدی جواب دو ورنہ دوبارہ لڑائی شروع کردی جائے گی۔

اس نے کہا: اے امیر! آپ کچھ دیر توقف فرمائیں مجھے اپنی قوم سے بات کر لینے دیں۔ مجھے مسیح کے حق کی قسم! اگر انھوں نے میری صلح کو قبول نہ کیا تو میں ان کے پسند نہ کرنے کے باوجود آپ کو شہر میں داخل کردوں گا پھر آپ ان میں تلوار چلائیں، انکے مردوں کو قتل کردیں، انکی عورتوں کو باندیاں بنالیں، انکے اموال لوٹ لیں، کیونکہ میں ان کے شہر کی خفیہ جگہوں سے باخبر ہوں اور شہر کے تمام راستوں سے خوب واقف ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ شہر میں کیسے داخل ہونا ہے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہی ہوتا ہے جو اللہ عزوجل کی مشیت ہوتی ہے اور ہم ہر حال میں اللہ عزوجل کا شکر ادا کرنے والے ہیں۔ رومی لوگ قلعے کی دیواروں پر اپنے سردار کی گفتگو کو سن رہے تھے۔ ترجمان حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے لئے اس کی گفتگو کا ترجمہ کرکے بتاتا جارہا تھا جب انھوں نے ہربیس کی یہ گفتگو سنی تو ان کے چہرے سیاہ پڑ گئے اور ان کے دلوں میں روگ سرایت کرگیا انکا رنگ متغیر ہوگیا۔

ہربیس کا اپنی قوم کو تیار کرنا

اس کے بعد ہربیس ان کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے دریافت کرنے لگا: اب بتاؤ عربوں کے ساتھ صلح کے بارے تم لوگ کیا کہتے ہو؟ کیونکہ میں ان کے ہاتھ میں قیدی ہوں ہماری برادری کے نوجوان اور ہمارے دوسرے مرد بھی مسلمانوں کی قید میں ہیں۔ اگر تم لوگوں نے مسلمانوں کے ساتھ مصالحت نہ کی تو وہ ہم سب کو قتل کردیں گے اور اس کے بعد پھر تمھاری طرف پلٹیں گے اور تمھیں بھی ہلاک کردیں گے۔

انھوں نے کہا: اے سردار! ہم یہ تمام مال جو تم نے مسلمانوں کو دینے کا معاہدہ کیا ہے ادا کرنے کی طاقت نہیں

رکھتے۔ ہربیس نے کہا: چلو اس کل مال کا چوتھائی حصہ میں اپنے ذمہ لیتا ہوں یعنی پانچ سو اوقیہ سونا اور ایک ہزار اوقیہ چاندی اور دو سو پچاس ریشمی کپڑے اور اسی قدر تلواریں میرے ذمہ رہیں۔ اس سے رومیوں کے دل قدرے مطمئن ہو گئے اور انھوں نے کہا: ہم آپ کے لئے شہر کا دروازہ کھولنے کے لئے تیار ہیں، مگر شرط یہ ہے کہ آپ اکیلے شہر میں داخل ہوں آپ کے ساتھ کوئی عربی داخل نہ ہو۔ یہاں تک کہ ہم اپنے شہر کے معاملات کا بہتر حل سوچ لیں اور اپنے سامان اٹھا کر محفوظ جگہوں پر رکھ لیں اور اپنی خواتین اور بیوی بچوں کو محفوظ جگہوں پر چھپا لیں اور ہم ان کے بارے اور وہ ہمارے بارے میں مطمئن ہو جائیں۔

ہربیس نے کہا: نادانو! میں نے تو پہلے ہی مسلمانوں کے ساتھ صلح ہی اس شرط پر کی ہے کہ ان میں سے کوئی ایک شخص بھی شہر میں داخل نہیں ہوگا۔ اور جس شخص کو وہ تمھارے اوپر نائب مقرر کریں گے وہ بھی اپنے عملہ اور ساتھیوں سمیت شہر سے باہر مقیم ہوگا اور تم اس کے لئے شہر سے باہر ایک ایسا بازار قائم کر دو گے جہاں سے وہ اپنی ضرورت کی چیزیں خرید سکیں۔

قوم ہربیس کی اس گفتگو سے بہت خوش ہوئی اور انھوں نے شہر کا دروازہ کھول دیا اور ہربیس شہر میں داخل ہو گیا۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ وہ ان رومی فوجیوں کو جو پہاڑ کی گھاٹی میں محصور ہیں، رہا کر دیں اور چھوڑ دیں۔ چنانچہ انھوں نے حکم ملتے ہی محاصرہ اٹھا لیا اور سب محصورین کو لے کر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے ان کا اسلحہ اور ہتھیار لے کر معاہدہ کے مطابق مال کی ادائیگی تک اپنے پاس گروی رکھ لئے۔ اس اندیشے کے پیش نظر کہ اگر آپ ان فوجیوں کو اسی طرح مسلح حالت میں چھوڑ دیتے ہیں اور وہ ہتھیاروں سمیت اپنے شہروں کی طرف پلٹ جاتے ہیں تو وہ مسلمانوں سے ممکن ہے غداری کریں اور وہ سپاہی آپ کے پاس لشکر میں موجود رہے تاکہ جب تاوان جنگ ادا ہو جائے گا تو آپ انکو چھوڑ دیں گے۔ رومی سپاہیوں کے لئے امیر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے ہر طرح کی سہولیات مہیا تھیں اور ان پر کسی طرح کی کوئی سختی نہ کی گئی اور سردار ہربیس شہر میں مال اور سامان اکٹھا کرنے میں مصروف کار ہو گیا۔

فتح بعلبک کا بیان

حضرت سہل بن صباح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سردار ہربیس معاہدہ کے بارہ دن بعد سامان لے کر آ گیا اور مسلمانوں کے لشکر کے پاس وہ سامان، غلہ اور چارہ انھوں نے پہنچا دیا۔ جس وقت تمام مال کپڑے، شمشیریں، ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیئے اور آپ نے ان کے تمام جنگی قیدیوں کو چھوڑ دیا تو وہ آپ سے کہنے لگا کہ آپ جس شخص کو اپنے نائب کے طور پر یہاں ہمارے اوپر مقرر کرنا چاہیں اسے بلا لیں تاکہ ہم آپ کے روبرو یہ شرائط طے کر لیں۔

کہ وہ ہمارے لوگوں پر کوئی ظلم اور زیادتی نہیں کرے گا جس کی ہم طاقت نہیں رکھتے اور یہ کہ وہ ہمارے شہر کے اندر داخل نہیں ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے قریش کے منتخب اور برگزیدہ لوگوں میں سے ایک مرد جن کا نام رافع بن عبداللہ سہمی رضی اللہ عنہ تھا، ان کو بلا کر ان سے فرمایا: میں آپ کو اس شہر پر عامل مقرر کرتا ہوں اور آپ کے ساتھ پانچ سو سوار آپ کے قبیلے اور برادری سے اور چار سو دیگر قبائل سے آپ کی معیت میں یہاں چھوڑتا ہوں اور آپ کو اس بات کا حکم دیتا ہوں کہ آپ نے اللہ عزوجل کے احکامات پر کاربند رہنا ہے اور تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنا ہوگی اور اللہ عزوجل سے ہر حال میں ڈرتے رہنے کی پوری پوری کوشش کیجئے گا، عدل وانصاف کرنے والے حکمرانوں میں سے خود کو ثابت کرنا، خبردار! کسی پر کوئی ظلم اور زیادتی ہرگز نہ کرنا! کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھارا حشر ظالم لوگوں کے ساتھ ہو۔

یہ بات خوب جان لو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تم سے ان لوگوں کے بارے میں بازپرس فرمائے گا اور اگر تم نے کوئی ناحق کام کیا تو اس کا تم سے حساب لیا جائے گا اور تمھیں معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے:

((اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَوْحٰى اِلٰى دَاوٗدَ يَا دَاوٗدُ قَدْ وَعَدْتُّ مَنْ ذَكَرَنِىْ ذَكَرْتُهٗ، اَلظَّالِمُ اِذَا ذَكَرَنِىْ لَعَنْتُهٗ.))

"بیشک اللہ عزوجل نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی اتاری اور ارشاد ہوا، اے داؤد! میرا وعدہ ہے کہ میں اپنے یاد کرنے والے کو یاد کرتا ہوں اور ظالم جب مجھے یاد کرے تو میں اسے اپنی رحمت سے دور فرمادیتا ہوں۔"

تم چونکہ اپنے دشمنوں کے درمیان میں موجود ہو اس لئے شہر کے اطراف میں فوجی مورچے اور چھاؤنیاں قائم کرلینا اور کسی قسم کے غرور اور نفس کے فریب میں مبتلا نہ ہوجانا! اللہ عزوجل تمھارا نگہبان ہے۔

میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم ہوشیار اور بیدار مغز شخص ہو، اس کے باوجود میں تاکید کرتا ہوں کہ کہیں اپنے ساتھیوں کی طرف سے غافل نہ ہونا اور ساحل کی طرف سے بھی پوری طرح محتاط رہنا اور ان پر غارت کے لئے اگر تم اپنے مجاہدوں کو بھیجو تو ان کی تعداد سو دو سو سے کم نہیں ہونی چاہئے۔ شہر والوں میں سے کسی ایک بھی شخص کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ خلط ملط ہوکر کسی غارت میں شریک ہونے کی قدرت نہ دینا حتیٰ کہ تمھارے دشمن تمھارے قریب نہ آئیں اور جو شخص تم سے معاونت کرے اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور ان میں صلح کرانا اور عدل وانصاف سے ان کے معاملات کو نمٹانا۔ معاملات میں قوم کے درمیان اس طرح ہوکر رہنا جیسے آپ انہی کا ایک فرد ہیں اور اپنے ساتھیوں کو یہ حکم دے دینا کہ وہ رعایا کے ساتھ ظلم سے بچیں اور کسی قسم کا فساد برپا کرنے سے ہمیشہ بازرہیں اور میں تم کو اللہ عزوجل کی حفاظت میں دیتا ہوں اور اللہ عزوجل کے سپرد کرکے جاتا ہوں اللہ عزوجل تم سب کو اپنے حفظ وامان میں خیر اور سلامتی کے ساتھ رکھے! والسلام۔

عین البحر اور جوبیہ کے حاکموں کے ساتھ صلح کا بیان

عین البحر اور جوسیہ کے حاکموں کے ساتھ صلح کا بیان

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے بعلبک سے کوچ کا ارادہ فرمایا ہی تھا کہ اتنے میں حاکم عین البحر وہاں آ گیا اور اس نے آپ سے درخواست کی کہ میرے ساتھ بھی آپ صلح کا معاہدہ کرلیں اور اہل بعلبک نے جتنا مال واسباب آپکو دینا طے کیا ہے، اس کا نصف صلح کی صورت میں میں آپ کو ادا کر دیتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے اس کے ساتھ صلح کر لی اور ان پر حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ کے ماموں حضرت سالم بن زویب سلمٰی رضی اللہ عنہ کو والی (گورنر) مقرر کر دیا اور انھیں بھی اسی طرح کی ہدایات دیں اور نصیحتیں فرمائیں جیسی حضرت رافع بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو فرمائیں تھیں اور خود حمص کی طرف کوچ کر گئے۔ جب آپ ''راس اور لفیقہ'' کے درمیان پہنچے تو ''جوسیہ'' کے گورنر نے آپ سے ملاقات کی اور اس کے ساتھ کثیر مقدار میں ہدیئے اور تحائف بھی تھے اس نے آپ کی خدمت میں پیش کیے۔ آپ نے انھیں قبول فرمالیا پھر اس کے ساتھ تجدید صلح کی اور حمص کی طرف روانہ ہو گئے یہاں تک کہ چلتے چلتے حمص پہنچ گئے۔

مسلمانوں کے سبب بعلبک کا ترقی کرنا

حضرت حبان ابن تمیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بھی حضرت رافع بن عبداللہ سہمی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل تھا، ہم نے معاہدہ کے مطابق شہر سے باہر اپنے اونی خیمے نصب کر کے ان کو مضبوط کیلوں اور میخوں کے ساتھ مستحکم گھر بنالیا اور بعلبک کے باہر ہی مقیم ہو گئے۔ ہمارا کوئی آدمی شہر میں داخل نہیں ہوتا تھا۔ صرف کھانے پینے کی اشیاء اور جانوروں کا چارہ خریدنے کے لئے ہم شہر سے متصل بازار میں جاتے اور اس کے ساتھ ساتھ ہم روم کے ساحلوں پر غارت گری کے لئے حملہ بھی کرتے رہتے تھے اور جو دیہات ہماری صلح میں شامل نہیں تھے ان پر بھی ہم چھاپے مارتے رہتے تھے۔ ہمارا امیر ایک سو آدمی کے لئے ایک چھوٹا پرچم باندھ کر دیتا اور جب سو آدمیوں کا یہ دستہ واپس آ جاتا تو دوسرے سو سواروں پر مشتمل دستہ کو جانے کی اجازت ہوتی۔

اس طرح ہمارے درمیان سرایا کے غارت کے لئے اور چھاپہ مارنے کے لئے باری مقرر تھی اور جب ہم کسی سریہ میں نکلتے اور غنیمت کا مال لے کر پلٹتے تو بعلبک والوں کے ساتھ خرید وفروخت کرتے۔ اس سے اہل بعلبک کو ہمارے ساتھ تجارتی معاملات اور خرید وفروخت ۔۔۔ خوب ۔۔۔ ہونے لگا اور وہ بڑے خوش تھے۔ انھوں نے ہمیں معاملات میں

ایک ایسی قوم پایا جس میں جھوٹ، خیانت اور کسی پر ظلم اور زیادتی کا نام ونشان تک نہیں اور ہمیں انھوں نے قول وفعل میں سچی قوم پایا۔ ان کے دل خوش ہو گئے اور تھوڑی سی مدت میں انھوں نے بہت بڑا نفع اور خوب مال کمایا۔

سردار ہربیس نے جب دیکھا کہ اس کی قوم نے اپنی تجارت میں بہت نفع کمایا ہے تو ایک دن اس نے شہر کے ایک کنیسہ میں لوگوں کو جمع کیا اور ان سے مخاطب ہو کر کہا: اے تاجروں کے گروہ اور سرمایہ کارو! تم جانتے ہو کہ میں نے تمھارے معاملات میں کتنی جدوجہد کی اور تمھاری جانوں کی سلامتی، تمھاری بیوی بچوں کی حفاظت اور تمھارے شہر کے دفاع کے لئے کس قدر کوششیں کیں۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ میرا کتنا مال اس سلسلے میں جاتا رہا اور میں تمھاری طرح ایک عام آدمی بن گیا ہوں، میرا سارا مال اور اسلحہ لٹ گیا۔ میرے بہت سارے غلام قتل ہو گئے، میرے ساتھی، رشتہ دار اور برادری کے لوگ ہلاک ہو گئے اور تم لوگ ان عربوں کے ساتھ تجارت میں نفع کما رہے ہو حالانکہ میں نے شہر پر جو مال معاہدہ کی رو سے دینا لازم آتا تھا اس کا چوتھائی حصہ اکیلے ادا کیا۔

شہر والوں نے کہا: آپ نے جو کچھ کہا وہ سب سچ ہے، اب آپ کیا چاہتے ہیں؟

ہربیس نے کہا: اے لوگو! آج سے قبل میں تمھارا سردار ہوا کرتا تھا اور اس وقت میں تمھارے ایک عام آدمی کی طرح ہوں، میں چاہتا ہوں کہ میں نے تم لوگوں کی حفاظت میں جتنا مال ان عربوں پر خرچ کیا ہے اس کا کچھ حصہ تم لوگ مل کر مجھے لوٹا دو۔

لوگوں نے کہا اے سردار ہم آپ کو مال کہاں سے لا کر دیں؟

اس نے کہا: میں تمھیں اس بات کا مکلف نہیں کرتا کہ تم اپنے مالوں سے نکال کر مجھے دو لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ تم اپنی خرید وفروخت میں مجھے بھی شریک کر لو، اس طرح عربوں کے ساتھ تمھارا جو بھی لین دین ہو اور اس سے حاصل ہونے والے منافع میں سے دسواں حصہ مجھے دے دیا کرو۔

یہ سن کر وہ لوگ سخت پریشان ہوئے اور انھیں یہ مطالبہ بہت گراں گزرا۔ بعد ازاں ان میں سے بعض لوگ باہمی بات چیت اور آپس کی مشاورت سے اس بات پر رضامند ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ آدمی بھی ہمیں میں سے ہے اور ہمارے شہر کا حاکم رہا ہے اور یقیناً اس نے ہمارے معاملے میں بڑی جدوجہد کی اور وہ ہمارا ہم قوم ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارے بادشاہ کا مقرب بھی ہے اور پھر اس نے ہماری حمایت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی یہ کہہ کر انھوں نے سردار کا مطالبہ قبول کر لیا اور اس کے لئے منافع کا دسواں حصہ ادا کرنا اپنے اُوپر مقرر کر لیا۔

ہربیس نے اپنی طرف سے ان سے عشر کی وصولی کے لئے ایک شخص کو مقرر کر دیا جو ان سے مال جمع کر کے سردار تک پہنچایا کرے گا۔ چالیس دن تک اس کا یہ کارندہ مسلسل ان سے وصولی کرنے میں لگا رہا۔ ہربیس نے جب دیکھا کہ اس

کے پاس عشر سے بہت بڑی رقم اور مال واسباب جمع ہو گیا۔ اس نے دل میں سوچا کہ یہ شہر تو نفع بخش تجارت سے بہت مال کمانے لگا ہے، بعلبک والوں نے اس کی مثل کبھی نفع دیکھا نہیں تھا۔ چنانچہ اس نے دوبارہ لوگوں کو کنیسہ میں جمع کیا اور ان سے کہا: اے لوگو! تمھیں معلوم ہے میں نے تمھاری بہتری پر اور عربوں کے ساتھ تمھاری صلح کرانے میں کس قدر مال خرچ کیا اور یہ اس کے عوض میں جو کچھ تم مجھے ادا کرتے ہو، یہ میرے لئے کافی نہیں ہے تمھیں چاہئے کہ میرا مال مجھے لوٹا دو اور میں بھی تمھاری طرح دوبارہ مالی اعتبار سے اچھی پوزیشن میں ہو جاؤں، تمھیں چاہئے کہ اپنے منافع میں سے چوتھا حصہ میرے لئے مقرر کر دو تا آنکہ جلد سے جلد میرا ڈوبا ہوا سرمایہ واپس مل جائے۔

قوم نے اس مطالبہ کو ماننے سے انکار کر دیا اور ایک ہنگامہ برپا ہو گیا، شور وغل مچ گیا اور ان کے شور کی آوازیں شہر سے باہر تک سنائی دینے لگیں۔

جب مسلمانوں نے ان کا شور وغوغا سنا تو وہ اس سے گھبرا گئے اور انھیں اس واقعہ کا مطلق کوئی علم نہیں تھا۔ مسلمان اپنے امیر حضرت رافع رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اکٹھے ہو گئے اور ان سے عرض کرنے لگے: اے امیر! ہم شہر سے لوگوں کے چیخنے چلانے کی آوازیں سن رہے ہیں۔

امیر نے فرمایا: تمھاری طرح چیخ و پکار کی آوازیں تو میں بھی سن رہا ہوں لیکن ہمارے لئے ان کے ساتھ کوئی کارروائی کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ معاہدہ کی رو سے ہمارے لئے شہر کے اندر داخل ہونا اور ان کے داخلی امور میں مداخلت کرنا روا نہیں ہے کیونکہ ہمارے اور ان کے درمیان یہ معاہدہ طے پا چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرنا جن لوگوں پر واجب ہوتا ہے ان میں سب سے زیادہ ایفائے عہد کا حق ہم مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ ﴾

"اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اسے ثواب دے گا۔"[1]

ہاں! اگر وہ شہر سے باہر نکل کر ہمیں اپنے معاملہ سے آگاہ کرتے ہیں تو ہم ان کے مابین مصالحت کے لئے تیار ہیں اور ان کے کام میں غور وفکر کر سکتے ہیں۔

اہلِ شہر کا مسلمانوں کے پاس آنا اور صلح کرنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ابھی امیر نے اپنی گفتگو کو اختتام تک بھی نہیں پہنچایا تھا اور آپ ابھی بات ہی کر رہے تھے کہ اتنے میں اہل شہر، شہر سے نکل کر دوڑتے ہوئے آپ کے پاس پہنچنا شروع ہو گئے اور وہ آپ کے سامنے آ کے

[1] پارہ 26، فتح 10، ترجمہ کنز الایمان

کھڑے ہو گئے۔ انھوں نے قسمیں کھا کر اپنا سارا قصہ آپ کو سنایا اور سردار ہربیس نے جو کچھ ان کے ساتھ کیا، اس سے آپ کو آگاہ کیا اور پھر پہلی بار انھوں نے جس طرح اس کے مطالبہ کو قبول کیا وہ بھی بتایا نیز پھر ہربیس کی بڑھتی ہوئی حرص اور طمع کے بارے میں بھی آپ کو مطلع کیا۔

حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اس کو ایسا کبھی نہیں کرنے دیں گے۔ انھوں نے کہا: اس کو تو ہم قتل کر آئے ہیں۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر بہت گراں گزری۔ حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ اب تم ہم سے کس چیز کا ارادہ کرتے ہو؟

انھوں نے کہا کہ ہماری درخواست یہ ہے کہ آپ لوگ شہر میں داخل ہوں اور ہماری طرف سے آپ حضرات کو شہر میں غیر مشروط طور پر داخلے کی اجازت ہے۔

حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے جواباً ارشاد فرمایا: میں اپنے امیر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے اذن کے بغیر شہر میں داخل ہونے کی ہمت نہیں کر سکتا، ہمارا امیر اگر اجازت عطا فرما دے تو پھر میں داخل ہو جاؤں گا، وگرنہ میں اور میرے ساتھی وہیں پر ٹھہریں گے جہاں رہنے کا امیر ہمیں حکم دے گئے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا جس میں یہ پورا واقعہ تحریر کیا اور سردار ہربیس کی ساری داستان اور شہر میں داخلے کے لئے لوگوں کی درخواست پیش کرنے کے بارے آپ کو آگاہ کیا۔

آپ کا خط ملنے کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو جوابی خط میں لکھ بھیجا کہ جیسے اہل شہر آپ کو اجازت دیں اس کے مطابق شہر میں داخل ہو جائیں۔ چنانچہ آپ کا حکم ملنے پر شہر میں داخل ہو گئے اور بیرون شہر جو سامان اور مال و اسباب تھا سب کچھ اٹھایا اور اندرون شہر منتقل ہو گئے۔

مُسلمانوں کی
جانب حمص روانگی

جانبِ حمص روانگی

حمص کی جانب روانگی

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ عبدالرحمٰن بن مسلم رضی اللہ عنہ سے جو فتوحات شام میں اول سے آخر تک شریک رہے، سے روایت کرتے ہیں:

انھوں نے فرمایا: جب اللہ عزوجل نے بعلبک کو مسلمانوں کے ہاتھ پر فتح فرما دیا اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ حضرت رافع بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اس شہر پر والی مقرر کر کے حمص کی طرف متوجہ ہوئے۔ راستہ میں جب آپ جوسیہ کے قریب پہنچے تو والیٔ جوسیہ بہت سے تحائف، گھوڑے اور اسلحہ لے کر آپ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوا اور اس نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تجدید صلح کی اور ایک دن آپ وہاں مقیم رہے۔ اس کے بعد حمص کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب ''زراعہ'' نامی مقام کے قریب پہنچے تو آپ نے حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ کو ہراول دستہ (فرنٹ پر رہنے والا فوجی دستہ) کے طور پر پانچ ہزار سواروں کے ہمراہ آگے روانہ کر دیا، یہاں تک کہ جب یہ ہراول دستہ حمص پہنچا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ان کے استقبال کے لئے اپنے ساتھیوں سمیت نکلے اور آپ کو اور آپ کے ہمراہ آنے والے مسلمانوں کو سلامی دی۔

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن معدیکرب زبیدی رضی اللہ عنہ کو یکے بعد دیگرے پانچ پانچ ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بقیہ جیش کے ساتھ خود بھی آہستہ آہستہ پیش قدمی کرنے لگے۔ جب آپ حمص کے قریب پہنچ گئے تو آپ نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں یہ دعا کی:

''اَللّٰهُمَّ عَجِّلْ عَلَيْنَا فَتْحَهَا وَاخْذُلْ مَنْ فِيْهَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ .''

"اے اللہ ﷻ تو ہمارے لئے شہر حمص کو جلد فتح فرمادے اور اس شہر میں جتنے مشرکین ہیں انکو ذلیل وخوار فرمادے۔"

وہاں پہلے سے موجود تمام مسلمانوں نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو سلامی دی۔ سلام ودعا کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ دریا کے کنارے فروکش ہو گئے اور جب آپ نے وہاں پڑاؤ کے بعد کچھ قرار پالیا تو اہل حمص اور ان کے سردار مرلیس کے نام مندرجہ ذیل مضمون پر مشتمل خط تحریر فرمایا:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا اہلِ حمص کے نام مکتوب

بسم الله الرحمن الرحيم

من ابى عبيده بن جراح الفهرى عامل امير المومنين عمر بن الخطاب على الشام و قائد جيو شه

امابعد فان اللّٰه سبحانه و تعالىٰ قد فتح اكثر بلاد كم على ايدينا ولايغرنكم عظم مدينتكم و تشييد بنيانكم وكثرة زادكم وحول اجسامكم فمامدينكم اذا اتاكم الحرب إلا كالبرمة قد نصبنا ها على حجارة فى وسط عسكرنا والقينا اللحم فيها وجميع العسكر يتوقع الأكل منها وقد داروابها ينتظرون نضجها وهذا ياتى بعبود وهذاياتى بجرزة وهذا ياتى بنارفما اسرع نضاجها واكل مافيها

وانا ادعوكم إلى دين ارتضاه لنا ربّنا وشريعة جآء بها نبينا محمد ﷺ فسمعنا واطعنا فان أجبتم كان لكم مالنا وعليكم ماعلينا إرتحلنا عنكم و خلفنا فيكم رجالا منا يعلمونكم امر ديننا وما افترض الله علينا كما فعلنا بكم اوابيتم الاسلام اقررناكم على

آداء الجزية وان ابيتم الجزية فلهم الى حربنا حتى يحكم الله بيننا فهو خير الحاكمين۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ازطرف ابوعبیدہ بن جراح، الفہری عامل شام بحکم امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قائد جیوشِ اسلام

امابعد!

بیشک اللہ عزوجل پاک و برتر نے تمھارے اکثر شہروں کو ہمارے ہاتھوں پر فتح فرما دیا ہے۔ تمھیں اپنے شہر کا بڑا ہونا، اسکی عمارتوں کا مضبوط ہونا، اناج اور غلہ کی کثرت اور تمھارے آدمیوں کا جسمانی لحاظ سے ڈیل ڈول اور اچھے قد کاٹھ والا ہونا یہ سب باتیں تمھیں غرور اور دھوکے میں نہ ڈال دیں۔

یادرکھو! جب تمھارے اُوپر جنگ مسلط کر دی جائے گی تو تمھارے شہر کی حیثیت ہمارے نزدیک اس طرح ہوگی جیسے لشکر کے درمیان میں چولہے پر رکھی ہوئی ایک دیگ ہوتی ہے جس کے اندر پکنے کے لئے گوشت ڈال دیا گیا ہے اور پورا لشکر اس دیگ سے کھانے کی توقع رکھتا ہے اور اس کے اردگرد گوشت کے پکنے کا انتظار کرتے ہوئے چکر لگا رہا ہے اور کوئی جلانے کی لکڑیاں لا رہا ہے اور کوئی مصالحہ لاتا ہے اور کوئی آگ جلاتا ہے اور وہ دیگ کتنی جلدی پک کر تیار ہو جاتی ہے اور کتنی جلدی اس میں سے کھا کر اسے خالی کر دیا جاتا ہے۔

میں تمھیں اس دین کی طرف بلاتا ہوں جو دین ہمارے رب نے ہمارے لئے پسند فرما لیا ہے اور میں تمھیں اس شریعت کی طرف دعوت دیتا ہوں، جسے ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر تشریف لائے ہم نے اس شریعت (کے احکام) کو سنا اور انکو مانا ان پر عمل کیا اگر تم میری دعوت کو قبول کر لو تو تمھارے لئے وہی کچھ ہوگا جو ہمارے لئے ہے اور تمھارے اُوپر وہی کچھ لازم ہوگا جو ہم پر لازم ہے اور ہم تمھارے پاس سے کوچ کر جائیں گے اور اپنی طرف سے تمھارے درمیان ایسے مردانِ خدا کو چھوڑ جائیں گے جو تمھیں ہمارے دین کی باتوں کی تعلیم دیں گے اور ان باتوں کی تعلیم جو اللہ عزوجل نے ہمارے اُوپر فرض فرمائی ہیں اگر تم اس بات کو قبول کر لیتے ہو تو ہم

تمھارے ساتھ اسی طرح سلوک کریں گے جیسے پہلے تمھارے ساتھ کیا تھا اور اگر تم نے اسلام کو ماننے سے انکار کیا تو ہم تمھارے اُوپر جزیہ ادا کرنا مقرر کر دیں گے اور اگر تم نے جزیہ کے اقرار سے بھی اعراض کیا تو پھر ہم تمھیں جنگ کی دعوت دیں گے کہ آؤ ہمارے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اللہ ﷻ ہمارے درمیان فیصلہ فرمادے گا اور وہ سب سے اچھا فیصلہ فرمانے والا ہے۔

آپ نے خط کو لفافے میں بند کر کے معاہدین میں سے ایک شخص کے سپرد کیا جو رومی اور عربی دونوں زبانوں پر عبور رکھتا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ یہ خط اہل حمص کے پاس لے جاؤ اور اس کا جواب لے کر میرے پاس آؤ۔

قاصد خط لے کر روانہ ہو گیا یہاں تک کہ جب وہ شہر پناہ (قلعہ) کی فصیل اور چہار دیواری کے قریب پہنچا تو انھوں نے اس پر تیر اندازی کا ارادہ کیا اس نے ان کے ارادہ کو بھانپ کر رومی زبان میں ان سے کہا: میں تو تمھارا ہی آدمی ہوں اور میں اپنے ساتھ اہل عرب کی طرف سے تمھارے پاس خط لے کر آیا ہوں یہ سن کر انھوں نے قلعے کے اُوپر سے ایک رسہ اس کی طرف نیچے لٹکا دیا جس کو اس نے جب اپنی کمر کے ساتھ باندھ لیا تو انھوں نے اسے اوپر کھینچ لیا اور اپنے سردار کے پاس لے گئے۔ قاصد نے جھک کر اس کو سلام کیا اور خط پیش کیا اور مؤدب ہو کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

سردار نے اس سے دریافت کیا کہ آیا تو نے اپنا دین چھوڑ کر ان عربوں کے دین کو اختیار کر لیا ہے؟

معاہدی نے کہا: نہیں اے سردار! مگر میں ان کے ذمہ اور عہد میں داخل ہوا ہوں اور میں نے داخل ہو کر امان اور جان و مال اور عزت کا تحفظ حاصل کیا ہے اور ہم نے ان مسلمانوں کو دیکھا ہے، یہ لوگ بہت اچھے ہیں اور خیر اور بھلائی قرین مصلحت اور حق صواب یہی ہے کہ آپ لوگ ان سے جنگ کا خیال اپنے ذہنوں سے نکال دیں کیونکہ یہ قوم بڑی سخت اور بہادر ہے، موت کا خوف اور ڈر ان کو بالکل نہیں ہے اور نہ ہی وہ کسی شورش سے گھبرانے اور دھمکی سے دبنے والے ہیں۔

یہ لوگ اپنے دین پر مضبوطی سے قائم رہنے والے ہیں ان کے نبی (مکرم ﷺ) نے جو کچھ ان سے فرمادیا، بس اس پر سختی سے عمل کرنے اور ڈٹ جانے والے ہیں اور اللہ ﷻ کی راہ میں قتل ہونا ان کے نزدیک زندگی سے افضل ہے۔ انھوں نے اپنے دین کی قسم کھائی ہے کہ جب تک اہل حمص یہ شہر ان مسلمانوں کے سپرد نہیں کر دیتے یا جس وقت تک اللہ ﷻ ان کے ہاتھ پر اس شہر کو فتح نہیں فرمادیتا وہ ایک قدم بھی اس شہر سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ مجھے اپنے دین مسیح کی قسم ہے

کہ بیشک آپ لوگ مجھے ان عربوں سے زیادہ محبوب ہو اور میں دل سے آپ کی فتح چاہتا ہوں مگر مجھے آپ کے بارے تشویش یہ ہے کہ کہیں آپ ان کے سخت پنجے میں پھنس کر نہ رہ جاؤ اور کہیں وہ اپنی سطوت سے آپ کو پیس کر نہ رکھ دیں اس لئے میرا مشورہ یہی ہے کہ آپ ازخود شہران کے سپرد کر دیں، اس میں آپ کی جان و مال اور عزت و آبرو سلامت اور محفوظ رہے گی اور اگر آپ نے مخالفت کی تو آپ کو ندامت ہوگی۔

مریس (والئ حمص) معاہد قاصد کی زبان سے یہ گفتگو سن کر آگ بگولا ہو گیا اس کے چہرے پر غضب کے آثار نمودار ہو گئے۔ غصہ کی وجہ سے اس کی آنکھوں میں آگ برس رہی تھی اور اپنی زبان میں بڑبڑاتے ہوئے کچھ الفاظ کہہ رہا تھا پھر کہنے لگا:

مجھے اپنے دین مسیح کی قسم ہے اگر تو ایلچی اور پیغام لانے والا قاصد نہ ہوتا تو میں حکم دیتا کہ تیری زبان گدی سے کھینچ لی جائے۔ ارے! تو اور یہ جرأت، اور میرے سامنے ایسا کلام کرنے کی تجھے ایسی سزا دلواتا کہ تو دوسروں کے لئے نشان عبرت بن جاتا۔

پھر اس نے خط ایک ایسے شخص کے، جو عرب کے رسم الخط کو خوب اچھی طرح جانتا تھا سپرد کیا اور حکم دیا کہ اس کو پڑھ کر سناؤ۔ خط سن کر اس نے اس کا جواب لکھوایا چنانچہ کلمات کفریہ کے بعد اس نے حسب ذیل مضمون پر مشتمل جواب خط تحریر کیا:

والئ حمص مریس کا جواب

''امابعد! اے قوم عرب! تمھارا خط ہمیں موصول ہوا، اس میں تم نے ہمیں جو دھمکی دی ہے وہ معلوم ہوئی۔ اب ہمارے لئے تمھارے خلاف طبل جنگ بجا دینے کے سوا اور کوئی راستہ باقی نہیں رہا لہٰذا اب جنگ ناگزیر ہو گئی ہے۔'' خدا حافظ!

اس نے خط لپیٹا اور اسے معاہدی کے سپرد کیا اور حکم دیا کہ رسہ کے ذریعہ اس کو قلعہ سے نیچے اتار دیا جائے، چنانچہ جب معاہد خط کا جواب لے کر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور خط آپ کو پیش کیا۔ آپ نے خط کھولا اور پڑھ کر اپنے ساتھی مسلمانوں کو سنایا اور انھیں جہاد کی ترغیب دلائی۔ اسلام کے بہادر مجاہد جنگ کا حکم سنتے ہی جان کی بازی لگانے کے لئے تیار ہو گئے۔

جنگ کی تیاری

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کر کے جنگ کے لئے ان کی صف بندی فرمادی،

ایک حصہ حضرت میتب بن نجیہ فزاری رضی اللہ عنہ کے زیر قیادت روانہ فرمایا جو "باب الخیل" پر جا کر ٹھہرا اور دوسرا حصہ حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کی کمانڈ میں روانہ ہوا اور تیسرا دستہ حضرت مرقال بن ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ کے زیر قیادت روانہ ہوا اور چوتھا اور آخری دستہ حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی کمانڈ میں بھیجا گیا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دونوں جرنیل "باب رستن" پر تشریف فرما رہے۔

دوسرے روز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لشکرِ اسلام میں موجود تمام غلاموں کو بلا بھیجا، آپ نے انھیں حکم دیا کہ تلواریں نیاموں سے نکال لیں، سینوں کو ڈھالوں سے چھپا لیں اور قلعہ کی دیواروں کے پاس پہنچیں اور دیواروں پر تلواروں کے وار کرتے رہیں اور مخالفین کے تیروں کو ڈھالوں سے روکتے رہیں۔

امیر لشکرِ اسلام حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: ابوسلیمان! میرا نہیں خیال کہ اس طرح کرنے سے ہمیں کوئی فائدہ ہوگا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اے امیر! آپ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں اور کچھ دیر میری سوچی سمجھی حکمتِ عملی میں اختلاف رائے نہ فرمائیں، میرا یہ ارادہ ہے کہ اس مرتبہ میں غلاموں کی فوج کو لے کر دشمنوں سے لڑوں گا اور اس سے ظاہر یہ کرنا مقصود ہے کہ رومیوں کی ہماری نظر میں کوئی قدر نہیں ہے، تبھی تو ہم عرب لوگ ان کے مقابلے میں بذاتِ خود نہیں نکلے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل آپ کو توفیق عطا فرمائے، جو بہتر سمجھتے ہو کرو۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے غلاموں کو قلعے کی طرف پیش قدمی کرنے کا حکم دیا، بالجملہ غلاموں کی تعداد چار ہزار تھی اس کے ساتھ ہی آپ نے ایک ہزار عربی فوج کو حکم دیا کہ غلاموں کی فوج کے ساتھ ساتھ مگر پیچھے رہیں۔ غلاموں نے آپ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے فوراً عمل کیا اور دیواروں کی طرف پیش قدمی کرنی شروع کر دی۔ انھوں نے اپنے آپ کو ڈھالوں میں چھپا رکھا تھا، عربی فوج ان کے پیچھے ہی تھی۔ غلاموں نے تیراندازی شروع کی اور تلواریں دیواروں میں مارنا شروع کر دیں، بعض تلواروں سے تو دیواروں میں ٹکرا ٹکرا کر آگ کی چنگاریاں نکل رہی تھیں جبکہ بعض ٹوٹ گئیں۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یہی سلسلہ جاری تھا کہ گورنرِ حمص ہربیس بھی کارروائی ملاحظہ کرنے کیلئے باہر نکلا۔ اسکے بڑے بڑے سردار اور ذی مرتبہ درباری بھی اس کے ساتھ تھے اور غلاموں کا کام دیکھ کر ورطۂ حیرت میں مبتلا ہو گئے۔ ہربیس نے پوچھا:

میری قوم کے سردارو! حضرت مسیح کی قسم! میرا نہیں خیال تھا کہ عرب لوگ ایسے ہوں گے یہ تو سارے سیاہ فام ہیں!

ہربیس کے ساتھ ایک ایسا شخص بھی کھڑا تھا جو اجنادین اور دوسری ریاستوں سے ہوتا ہوا حمص آیا تھا، کہنے لگا: سردار ایسی بات نہیں ہے، بلکہ یہ فوج تو غلاموں کی ہے، ہمارے ساتھ عربوں کی یہ بہت بڑی چال ہے کہ انھوں نے غلاموں کو آگے آگے رکھا تاکہ یہی ہم لوگوں کا مقابلہ کریں اور لڑیں اور اس سے یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ انکی نگاہوں میں ہماری کوئی وقعت نہیں کہ بذاتِ خود ہمارے مقابلے میں نکلیں۔ ہربیس نے کہا: حضرتِ مسیح کی قسم! بلاشبہ عرب فوج تو ان غلاموں کی فوج سے کہیں زیادہ طاقتور اور بہادر ہوگی!

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھے ملنے والی خبر کے مطابق اس روز غلاموں کی فوج اسی طرح اپنے کام میں مصروف رہی اور وہ بار بار دیوار کی جانب چڑھائی کرتے رہے یہاں تک کہ جب رات کا وقت ہوا تو فوج اپنے خیموں میں واپس لوٹ آئی۔ رات کے وقت ہربیس نے اپنے ایک شہری کو پیغام دے کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ جس وقت وہ ایلچی رات کی تاریکی میں مسلمانوں کے قریب پہنچا تو مسلمانوں نے سوچا کہ شاید کوئی مخبر ہے، لہٰذا فوراً اس کی طرف بڑھے اور پکڑنا چاہا، لیکن وہ بولا: میں سردار ہربیس کا ایلچی ہوں، میرے پاس سردار کا ایک خط ہے جس کا جواب مطلوب ہے! یہ کہہ کر اس نے وہ خط انھیں دیا۔ جس وقت وہ خط حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو دیا گیا تو آپ نے کھول کر پڑھنا شروع کیا جس کا مضمون یہ تھا:

اے گروہِ عرب ہم لوگوں نے یہ گمان کرلیا تھا کہ تم لوگ صاحبِ عقل وفہم ہو گے اور تم لوگ جنگی چالوں سے بھی آشنا ہو گے کہ جنھیں دورانِ جنگ بروئے کار لایا جاتا ہے، لیکن اب ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ تم لوگ اس بارے بالکل ناآشنا ہو۔

پہلے روز جب تم لوگوں نے حملہ کیا تھا تو لوگوں نے قلعے کے سارے دروازوں کی طرف پیش قدمی کی تھی جس سے ہمیں یقین ہوگیا تھا قلعے کا محاصرہ ہمارے لئے یقیناً دشواری کا باعث ہوگا کہ جسے برداشت کرنا ہمارے بس میں بھی نہیں تھا، بہرحال اب کل تک جنگ سے رُکے رہو پھر ان غلاموں کو بھیجنا جو بیچارے سارا دن اپنی تلواریں دیواروں میں مار مار کر اپنا ہی اسلحہ ضائع کرتے رہے، میرا نہیں خیال اس طرح کرنے سے دیواروں کو کوئی نقصان پہنچے گا۔ بہرحال اس طرح کرنے سے کم از کم تمھاری کم عقلی کا اندازہ تو ہو ہی چکا ہے اس کے علاوہ تمھاری حکمتِ عملی اور

مد مقابل کا مقابلہ کرنے بارے میں بھی تمہاری بیوقوفی اچھی طرح ظاہر ہو چکی ہے۔
اب میں تمہارے لئے ایک تجویز پیش کر رہا ہوں کہ جس میں تمہاری فلاح مضمر ہے، وہ یہ کہ تم لوگ اس قلعے کو چھوڑ کر ہرقل بادشاہ کی سلطنت کا رخ کرو یا کسی اور ریاست کی طرف چلے جاؤ جیسا اس سے پہلے بھی کرتے آئے ہو، اس ظلم وسرکشی سے خود کو بچالو کیونکہ جو شخص ان دونوں چیزوں کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ انھیں کے سبب ہلاکت کا شکار ہو جاتا ہے، اگر کسی دوسرے علاقے کی طرف نکلنا پسند نہیں کرتے تو انتظار کرو، ہم صبح ہوتے ہی تمہارے مقابلے میں نکلیں گے پھر اللہ جسے چاہے ہمیں یا تمہیں غلبہ عطا فرمائے گا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا مشورہ فرمانا

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خط پڑھ کر آئندہ کے لیے لائحہ عمل اختیار کرنے کیلئے مسلمانوں سے مشورہ طلب کیا۔ اس وقت آپ کے پاس قبیلۂ خثعم کا ایک شخص بیٹھا ہوا تھا جسکا شمار معزز لوگوں میں ہوتا تھا، اس کا تعلق قبائلی سرداروں سے تھا جسکا نام "عطاء بن عمرو خثعمی" تھا۔ سن رسیدہ، اولاً ہجرت کرنے والا اور صاحب رائے تھا۔ جنگی حکمتِ عملی اور لشکروں کے بارے تجربہ کار شخصیت کا حامل تھا۔ جس وقت ہربیس کا مکتوب ملا تو جلدی سے کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اے امیر لشکر! میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ میری بات ضرور سنیں گے کیونکہ اس میں مسلمانوں کیلئے بھلائی ہے۔ اللہ ﷻ سے کامل امید ہے کہ وہ مجھے بھلائی کی توفیق عطا فرمائے اور اس سے مسلمانوں کی مدد کا سامان فراہم کرے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: ابن عمرو! تم تو مسلمانوں کے خیر خواہ ہو، کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔

عطاء بن عمرو خثعمی رضی اللہ عنہ آپ کے قریب آ کھڑے ہوئے اور عرض گزار ہوئے: اللہ ﷻ امیر لشکر کے کاموں میں اصلاح فرمائے! جناب کو واضح ہو کہ ملک شام میں ہمارے داخل ہوتے ہی حمص کے سردار ہربیس کو ہماری آمد کی خبر مل چکی تھی، ابھی تک جن سرداروں کے ساتھ ہمارا مقابلہ ہو چکا ان کی بنسبت یہ سردار کچھ زیادہ ہی چالاک اور تجربہ کار معلوم ہوتا ہے۔ بعلبک کی فتح کی خبر ملتے ہی اسے یہ یقین ہو گیا تھا کہ اب مسلمانوں کا ہدف ہماری طرف ہوگا، تبھی تو اس

نے ہمارے اس علاقے میں پہنچنے سے قبل ہی راشن اور اسلحہ کا انتظام بھی کر لیا تھا، اس کے علاوہ اس نے لوگوں کی بہت بڑی تعداد بھی قلعے میں محفوظ کر لی تھی، غلہ کی اتنی مقدار اس نے جمع کر لی جو کئی سالوں تک ان کیلئے کفایت کر سکتی ہے، اسی لئے تو ہمیں اس قلعے کا محاصرہ کرنا پڑا جیسا کہ اس سے پہلے دمشق کا محاصرہ کرنا پڑا۔

بہر حال اب میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے جس کے ذریعے سے اہلِ حمص کو پنجہء فریب میں جکڑا جا سکتا ہے، اگر میری تدبیر ان کے خلاف پوری ہو گئی تو انشاء اللہ ﷻ عنقریب ہم لوگ اس شہر کے مالک ہوں گے!

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: ابن عمرو! تمھارے ذہن میں تدبیر کیا ہے!؟

جواب دیا: اے امیر! میری رائے یہ ہے کہ ہم لوگ ہربیس سردار کو خط لکھ کر اس سے سامان رسد مانگتے ہیں اور اس کے بدلے اس سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم تو اس علاقے کو چھوڑ کر کوچ کر جائیں، اگر تو اللہ ﷻ نے ہمیں دوسرے علاقوں کی فتوحات سے سرفراز فرمایا تو ہم لوگ تمھاری طرف دوبارہ آ سکتے ہیں۔ اس طرح کرنے سے چونکہ ان کا ذخیرہ کیا ہوا غلہ کم پڑ جائیگا تو ضرور وہ لوگ قلعہ سے باہر نکل کر حصول رزق میں اِدھر اُدھر جائیں گے اور تجارتی امور میں مشغول ہو جائیں گے تب ہم لوگ اچانک ان پر حملہ کر کے ان پر غالب آ جائیں گے اور وہ دوبارہ قلتِ غلہ کی وجہ سے مغلوب ہو کر رہ جائیں گے کیونکہ حمص کے قلعہ میں ان لوگوں کے لئے غلہ بہت کم مقدار میں باقی بچا ہوگا۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن عمرو! تیری رائے بہت اچھی ہے میں ابھی تمھارے مشورے پر عمل کرتا ہوں اور اللہ ﷻ سے توفیق و تائید کا سوال کرتا ہوں۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا جوابی خط لکھنا

پھر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے دوات کاغذ منگوا کر سردار ہربیس کے خط کا جواب لکھنا شروع کیا جس کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اما بعد: میں نے تمھاری بیان کردہ تجویز میں فریقین کے لئے خیر خواہی کا اثر محسوس کیا، ہم بندگانِ خدا پر ظلم و زیادتی روا رکھنے والے نہیں ہیں، تم جانتے ہو کہ ہمارا لشکر اور اونٹ گھوڑے بہت زیادہ ہیں، اگر تم چاہتے ہو کہ ہم لوگ یہاں سے کسی اور طرف رخ اختیار کر لیں تو ہمارے لئے پانچ دنوں کا راشن بھیج دو کیونکہ تم بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ ہمارے سامنے سفر

بہت طویل ہے جبکہ غلہ بہت کم۔ ہم تمہاری طرف اسی وقت آئیں گے جبکہ دیگر قلعوں اور شہروں کو فتح کر چکے ہوں گے۔ اگر تم ہمارے لئے غلہ بھیج رہے ہو تو ہم لوگ یہ شہر چھوڑ کر ملک شام کے دوسرے شہروں کا رخ کرلیں گے۔ پھر جب اللہ ﷻ ہمیں ان شہروں کی فتح سے کامیاب فرما دے گا تو ہم دوبارہ تمہارے شہر کا قصد کریں گے جیسا کہ تم لوگ بھی گمان کر رہے ہو۔ اگر تم بھی میری تجویز پر عمل کرلو تو ہمارے اور تمہارے لئے بہتر ہوگا۔

آپ نے خط لکھ کر لپیٹا اور اسی ایلچی کو دے کر سردار ہربیس کی طرف روانہ کر دیا۔ سردار ہربیس نے جس وقت آپ کا خط پڑھا تو وہ اور اس کے ساتھ بیٹھے دیگر رؤساء و پادری بہت خوش ہوئے۔ ہربیس نے کہا: دیکھو یہ عرب لوگ تم سے زادِراہ اور غلہ وغیرہ مانگ رہے ہیں اور اس کے بدلے یہاں سے کوچ کرنے کا عہد کرنا چاہتے ہیں، اس کا مطلب ہے کہ یہ عربی کوئی درندے ہیں کہ جب انھوں نے تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز دیکھی تو منہ اٹھائے تمہارے شہروں میں بھوک مٹانے کیلئے آن ٹپکے اور اب جبکہ اگر ہم ان کی بھوک ختم کر دیں تو ہمارے سے کوچ کر جائیں گے۔ انھوں نے کہا: یہ بھی ڈر ہے کہ یہ عرب لوگ ہمارے پاس موجود غلہ اور دیگر سامان بھی وصول کرلیں اور ہمارا شہر بھی نہ چھوڑیں؟!

ہربیس نے کہا: اس معاملے میں میں ان سے پختہ عہد و میثاق لے کر فیصلہ کروں گا کہ جس وقت تم ان عربوں کو غلہ وغیرہ دے دو گے تو وہ یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔ انھوں نے کہا: بہت خوب، ایسا ہی کیجئے اور ہمارے لئے اور اپنے لئے بھی ان سے میثاق قائم کرلیں۔ کہتے ہیں کہ ہربیس نے مخبروں اور پادریوں کو بلایا اور انھیں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس عہد و میثاق کرنے کیلئے بھیجا اور کہا کہ ہماری طرف سے شرط یہی ہوگی کہ تم لوگ یہ شہر چھوڑ کر یہاں سے چلے جاؤ گے۔ اس کے لئے رستن کا دروازہ کھولا گیا اور وہ لوگ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے پھر اس بات پر معاہدہ ہوا کہ: ''وہ ان کا شہر چھوڑ کر چلے جائیں گے جبکہ اہل حمص انھیں غلہ وغیرہ دیں گے اور جب تک اللہ ﷻ انھیں شرق و غرب اور پہاڑوں و ریگزاروں میں ملک شام کی ریاستیں فتح کر کے کامیاب نہ کرے، وہ اس طرف نہیں آئیں گے۔''

اہلِ حمص سے معاہدہ صلح کا ہونا

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں راضی ہوں اور بس اب صلح مکمل ہوئی۔ اس کے بعد اہل حمص نے اپنے پاس ذخیرہ کیا ہوا غلہ نکال کر مسلمانوں کو دیا اور اتنی زیادہ مقدار میں دیا کہ ان کے لئے کئی دنوں تک کفایت کر سکتا تھا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اہل حمص کا دیا ہوا غلہ قبول تو کر لیا پھر آپ نے فرمایا: حمص والو! ہم لوگوں نے تمہارا دیا ہوا غلہ اور چارہ

وغیرہ قبول کرلیا ہے، تو اگر اس کے علاوہ بھی غلہ بیچنا چاہو تو بیچ سکتے ہو۔ اہلِ حمص نے کہا: ہاں! ہم ایسا بھی کرنے کو تیار ہیں۔ ان کی پیشکش سن کر آپ نے لشکر میں منادی کر دی کہ اہلِ حمص سے مزید غلہ خریدنا چاہو تو خرید سکتے ہو، تاکہ تمھارے پاس زادِراہ کی کثرت ہوسکے کیونکہ تمھارا سفر ابھی بہت طویل ہے جبکہ غلہ قلیل مقدار میں ہے۔

لشکر والوں نے جواب دیا: اے امیر! ہم کس چیز کے بدلے خریداری کریں، اور پھر مزید غلہ اٹھائیں گے کیسے؟

آپ نے فرمایا: جو مالِ غنیمت تم لوگوں نے فتوحات سے حاصل کیا ہوا ہے اس کے بدلے خریدلو۔

حضرت حسان بن عدی غطفانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ عزوجل امیر لشکر اسلام پر اپنی رحمت سے حساب میں نرمی اختیار فرمائے! جیسا کہ انھوں نے اس طرح کی خرید وفروخت کی ترکیب نکال کر ہم لوگوں سے وہ بوجھ ہلکا کرا دیا جو کہ قالین اور دیگر بھاری سامان کی صورت میں ہمیں غنیمت میں ملا تھا کہ جس کا اٹھانا ہمارے لئے ثقل کا باعث بنا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ہمارے جانور بھی ان مالِ غنیمت کو اٹھانے پر تکلیف میں مبتلا تھے۔ جب ہم لوگوں نے ان کے بدلے زادِراہ اور دیگر غلہ وغیرہ کی خرید وفروخت شروع کی تو اہل حمص نے ہم سے سامان خریدنا شروع کیا۔ ہم لوگوں نے بیس دینار کے برابر چیزیں صرف دو دینار میں فروخت کیں جس سے اہل حمص سستے نرخ دیکھ کر ہماری طرف راغب ہونے لگے اور پھر یہی خرید وفروخت کا سلسلہ تین دن تک جاری رہا۔ اہل حمص کو مسلمانوں کے وہاں سے کوچ کرنے سے بہت خوشی ہوئی۔

کہتے ہیں کہ لشکر اسلام میں رومیوں کے جاسوس اور مددگار موجود رہتے تھے۔ جب اہل حمص نے مسلمانوں کو غلہ وغیرہ دینا شروع کیا تو انھیں یہ گمان ہوا کہ شاید اہل حمص نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کرلی ہے اور ان سے صلح کر بیٹھے ہیں لہٰذا وہ جاسوس ومعاون فوراً وہاں سے نکلے اور انطاکیہ بھاگ گئے۔ راستے میں جہاں کہیں بھی کوئی شہر آتا یا کسی قلعہ سے گزر ہوتا تو یہی کہتے ہوئے گزرتے: ''اہلِ حمص عربوں کی اطاعت قبول کرچکے ہیں اور عربوں نے اہلِ حمص کا شہر صلح کے ساتھ فتح کرلیا ہے......!''

یہ بات رومیوں کیلئے کافی تکلیف دہ ثابت ہوئی جس سے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا خوف ودبدبہ اور زیادہ پختہ ہوگیا۔ یہ محض اللہ عزوجل کی توفیق سے ہی مسلمانوں کو عطا ہوا۔ ان جاسوسوں کی تعداد چالیس تھی، تین تو ''شیرز'' چلے گئے اور وہاں اس بات کا خوب پرچار کیا۔

پہلی جلد ختم شد

خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ

آپ ہر عیب سے مبرّا اور پاک پیدا کیے گئے ہیں

You were created free from any flaw

كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

گویا کہ جیسے آپ چاہتے تھے ویسا ہی آپ کو پیدا کیا گیا ہے

Rather you were shaped exactly as you wanted